سوغات عشق

تحریر : جے نکہت

رات کے دوسرے پہر ایک ہاتھ میں کیمرا جبکہ دوسرے ہاتھ میں مدھم سی لائٹ جس کی روشنی حقیقت میں نا ہونے کے برابر تھی۔ بہت دھیان سے دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کی روشنی جیسی چیز کی بھی یہاں موجودگی ہے۔ تھامے وہ بلیک ہوڈی میں اپنا چہرہ چھپائے دن کے اجالے میں دھان کی فصل سے لہلہاتے کھیت جو چاند کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس وقت مکمل سیاہ چادر سے ڈھکی ہوئے تھے۔ ان کھیتوں کے درمیان سے بنا فصل کو نقصان پہونچائے وہ ہیولہ محتاط قدم اٹھاتا آبادی سے کچھ دور گوڈاؤن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

گوڈاؤن کے قریب پہونچتے ہی اس نے روشنی کا واحد زریعہ یعنی اس چھوٹی سی لائٹ کو بھی بجھا کر اپنے جیکٹ کے جیب میں رکھتے ہوئے آنکھوں میں کچھ پا لینے کی چمک لئے کیمرہ آن کرتے ہوئے وہ گوڈاؤن کی تھوڑی سی کھلی کھڑکی کے قریب ہو گیا تھا۔

"چوہدری صاحب واقعی میں آپ کا جواب نہیں ہے، قتل بھی کرتے ہیں اور دامن بھی خون کے گندے چھینٹوں سے پاک۔ہاہاہاہاہاہا۔۔ بھئی ماننا پڑے گا آپ کے ہنر کو۔"ڈیلر اس سفید پاؤڈر نما شئے کی پیکٹ کو ہاتھ میں اٹھا کر ہونٹ کے کناروں سے لاڑ کی طرح ٹپک رہی پان کی دھار آستین سے صاف کرتے ہوئے مقابل کو داد دینے کے انداز میں قہقہ لگا کر بولا۔

"ارے نہیں ڈیلر صاحب یہ سب تو آپ امیر لوگوں کی عنایات ہیں ورنہ مجھ ناچیز کی کیا اوقات۔"چوہدری سلیمان انکساری سے بولا۔جس پر کھڑکی باہر کھڑے ہیولے نے دانت پیسے تھے۔پھر کیمرے کو کچھ اور کھڑکی کے قریب کر دیا اس طرح کی اب اندر کا منظر بالکل صاف نظر آرہا تھا۔

" بھئی عنایت تو کرنی پڑے گی آخر اتنے کام کے بندے جو ہیں آپ، مطلب پولیس مجرم کے دور میں ایمانداری کا راگ الاپنے والوں کے ناک کے نیچے سے سب اڑا لے جانا آسان تو نہیں ہے۔"مقابل شائد آج داد و تحسین کی محفل لگانے ہی بیٹھا تھا۔ایک ایک

پیکٹ کو اٹھا کر ناک کے قریب لے جاتے ہوئے ضرورت سے زیادہ متاثر کن انداز میں بولا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔ہاں! یہ تو ہے، انسان کے سادہ سیدھا ہونے کا بھی اپنا ہی فائدہ ہے، اے کون ہے وہاں؟ ارے حرام خوروں شکل کیا دیکھ رہے ہو پکڑو اسے۔" چوہدری جو ایک آنکھ دبا کر بولتے ہوئے اپنے آدمی کو کوئی حکم دینے کے لیے پلٹا ہی تھا۔ ادھ کھلی کھڑکی میں کچھ چمک سی محسوس ہوئی تھی۔ برسوں سے حرام کمارہا تھا پھر اندازہ کیسے نا ہوتا۔ اس لیے جھٹ اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

"حرام خور تو، تو ہے انسانیت کے سطح سے گرے ہوئے انسان شہر تو شہر گاؤں کا ماحول بھی آلودہ کر رہا ہے معصوم لوگوں کو گمراہ کر کے۔" اندر بلند ہوئی چلانے کی آواز پر اس نے جھٹ کیمرے سے چپ نکال کر پوکیٹ میں ڈالتے ہوئے کھیت کی طرف دوڑ لگا دی۔ اسکی رفتار اتنی تیز تھی کے حرام کی کمائی سے توند نکلے چوہدری کے آدمی کی نظروں سے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اجھل ہو گیا تھا۔

"حرام خوروں یہاں کھڑے کیا اپنے باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہے ہو پکڑو اس (گالی) کو۔" چوہدری اپنے آدمیوں کو گوڈاؤن کے باہر ہاتھوں میں ڈنڈا لیئے ادھر ادھر ٹارچ مارتا دیکھ دھاڑا۔

"چ۔ چچ۔ چوہدری صاحب وہ تو ہواؤں سے باتیں کرتا نکل گیا۔" ایک آدمی نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔ اب ان لوگوں کی بھی کیا غلطی تھی جب تک گھوم کے گوڈاؤن کے داخلی دروازے تک پہونچے وہ بلیک ہوڈی میں ملبوس بندا کھیتوں کے اندھیرے میں کہیں گم ہو گیا تھا۔

"نکل گیا؟ کیا مطلب نکل گیا؟ مفت خوروں میں تم لوگوں کو نکل گیا کہنے کے پیسے دیتا ہوں۔" چوہدری نے گریبان سے کھینچ کر دو تین تھپڑ جڑتے ہوئے اس آدمی کو لب کشائی کا انعام دیا۔۔ جس پر اس بھاری بھر کم آدمی نے اففف تک نہیں کیا تھا۔ اب حرام میں لزت کے ساتھ عزت بھی ملے یہ تو ناممکن بات ہوئی نا۔

"چوہدری چھوڑ دو اسے، اچھا یہ بتاؤ تم میں سے کسی نے اس کا چہرہ دیکھا؟" ڈیلر باہر آ کر اس آدمی کو چوہدری سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔ جس پر سب نے سر جھکایا تھا اور ان کے جھکے سر کو دیکھ چوہدری کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا۔

"چ۔ چچ۔۔ چہرے تو نہیں لیکن پیچھے سے وہ کوئی نسوانی وجود لگ رہا تھا۔" ایک آدمی نے سر جھکائے ہی جواب دیا تھا۔ جس پر سب نے حیران آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے؟ کس ماں کی بیٹی کو اپنی عزت سے نفرت ہو گئی ہے جو چوہدری کے گوڈاؤن پر آئے گی؟ اب کچھ ہوا نہیں تم بے غیرتوں سے تو بہانے گڑھ رہے ہو (گالی)۔" چوہدری غصہ کی زیادتی سے چلاتے ہوئے ان سب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب ڈیلر نے درمیان میں ہی اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پھر کچھ اشارہ کرتا اسے لے کر گوڈاؤن کے اندرونی حصے کی طرف بڑھا۔

یہ شہر کے مہنگے ترین سات منزلہ اپارٹمینٹ کے تیسری منزل کے ویل فریشڈ فلیٹ کے باہر لگے نیم پلیٹ پر بڑے خوبصورت انداز میں لکھا گیا نام تھا۔

جس کے باہر چھوٹا سا مگر مظبوط لوہے کا بنا گیٹ لگا تھا۔ جسے وا کرتے ہی لکڑی کا دروازہ تھا۔ جو فلیٹ کے چھوٹے سے گیسٹ روم میں کھلتا تھا۔ گیسٹ روم کے دائیں جانب موجود دروازہ جو بڑے سے حال نما جگہ پر کھلتا تھا اس کے سیدھے ہاتھ پر چھوٹا سا امریکن طرز پر بنا صاف ستھرا کچن تھا۔ اور بائیں جانب لوبی، جس سے دو بیڈ رومز کے ڈور ساتھ ہی کھلتے تھے۔ صاف ستھرہ کشادہ فلیٹ قیمتی ماربلس بچھے فرش، جدید طرز پر بنا ہر ایک چیز غرض پورا فلیٹ اپنی مثال آپ تھا۔

بائیں جانب موجود بیڈ روم جس کا دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا۔ اور اندر سے وقفے وقفے سے بلند ہو رہی معصوم شہزادے کی معصوم قلقاریوں کی آوازیں فلیٹ کے خاموش فضا میں بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

کمرے کے بیچ و بیچ جہازی سائز بیڈ لگا تھا۔ بیڈ کے آگے قیمتی دبیز قالین بچھا تھا۔ بیڈ کے دائیں جانب دیوار پر لائن سے واڈروب بنے تھے۔ واڈروب سے چند ہاتھ کی دوری پر بڑی

سی کھڑکی تھی۔ جس پر ہمہ وقت بھاری پردے گرے ہوتے تھے۔ لیکن اس وقت پردوں کو سائیڈ پر فولڈ کر سورج کی روشنی کو کمرے میں خوش آمدید کہا جارہا تھا۔بیڈ کے بائیں جانب براؤن کلر کا قیمتی صوفہ تھا۔ جس کے آگے ایک چھوٹا سا شیشے کا ٹی ٹیبل رکھا گیا تھا۔ جس کے چاروں طرف اس وقت طرح طرح کھلونے بکھرے ہوئے تھے۔اور پاس ہی دس گیارہ مہینے کا سرخ و سپید گول مٹول سا شہزادہ کھلکھلاتے ہوئے صوفے کا سہارا لے کر ادھر سے ادھر ہوتے ہوئے فل مستی کے موڈ میں معلوم ہو رہا تھا۔اس کے پیچھے چمچہ لے کر کبھی ادھر تو کبھی ادھر ہو رہی لڑکی سخت زچ ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

ثوبی!

ثوبی!

"ثوبی! بیٹا پریشان نہیں کریں ماما لیٹ ہو رہیں ہیں ہوسپٹل کے لیے، رک جائیں ثوبی! افففف ثوبی اب رک بھی جائیں!۔"حبہ نے جلدی سے آگے ہو کر صوفے کے دوسری جانب جانے کے لیے بےتاب ثوبان کا بازو نرمی سے دبوچا تھا۔

"کافی شرارتی ہوتے جا رہے ہیں آپ۔ ماما کو بہت پریشان کرنے لگا ہے گندہ بچہ۔" حبہ نے چمچہ واپس دلیے کے کٹورے میں رکھتے ہوئے منہ کے گرد دلیے سے داڑھی مونچھ بنائے کھلکھلا رہے ثوبان کو گود میں اٹھایا تھا۔ جو اس کے گود میں لیتے ہی منہ بسورنے لگا تھا۔

جناب ثوبان صاحب کا موڈ ہی موڈ ہوتا تھا گود چاہیئے تو زمین پر قدم نہیں رکھنا اور اگر مستی کے موڈ ہوں تو پھر گود میں نہیں آنا۔ مطلب حالات جو بھی ہوں چلنی تو نہیں کی ہے آخر کو اپنے مرضی کے مالک تھے شہزادے ثوبان۔

"اچھا اب اتنا منہ بسور کر ماما کو خراب فیل کرانے کی نہیں ہو رہی، غلطی آپ کی ہے جانتے ہیں ہم دونوں ہی لیٹ ہو رہے ہیں لیکن پھر بھی آپ نے مستی کرنی ہوتی ہے۔" حبہ اس کے بسورتے منہ کو خاطر میں لائے بغیر سائیڈ ٹیبل سے وائپس نکال کر اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے مصنوعی خفگی سے ایسے بول رہی تھی جیسے وہ کسی بڑے بچے سے مخاطب ہو۔

"اچھا! بابا مان لیا غلطی ثوبی شہزادے کی نہیں ماما کی ہے خوش! اب چلیں جلدی سے کپڑے چینج کریں پھر نکلتے ہیں۔ آج آپ کی وجہ سے ماما کی ہوسپٹل وین بھی مس ہو گئی بیڈ بوئے۔" حبہ اسے ناراضگی سے آنکھیں گھماتا دیکھ گال کھینچ کر بولی۔

پھر جلدی سے سائیڈ سے کپڑے اٹھا کر نیچے اترنے کے لئے بے تاب ہاتھ پیر مار رہے ثوبان کو بمشکل کپڑے پہنائے وہیں سائیڈ سے بے بی کریم اٹھا کر منہ بسورتے ہوئے خود کو ناراض نظروں سے گھور رہے ثوبی صاحب کے چہرے پر مل کر گلے میں بب پہنانے کے بعد فون اٹھا کر کیب بک کرنے کے غرض واڈروب کی طرف بڑھ گئی۔ واڈروب سے اپنا بیگ اوور آل نکالتے ہوئے ہی اس نے کیب بک کیا تھا۔ پھر آئینہ کے آگے کھڑے ہو کر جلدی جلدی بلیک کلر کے حجاب کو چہرے کے گرد لپیٹا۔

"افففف! ثوبی آپ واقعی بہت شرارتی ہوتے جا رہے ہیں۔" حبہ جیسے ہی ساری تیاری کر کے ثوبان کو اٹھانے بیڈ کی طرف مڑی تھی۔ وہاں حبہ کی طرف سے جلدی جلدی میں

کھلے رہ گئے بے بی کریم کو ثوبان صاحب کو بڑے محبت سے بیڈ شیٹ پر ملتا دیکھ حبہ کا سیدھا ہاتھ سر پر گیا تھا۔

اب بیڈ شیٹ بدلنے کا تو وقت تھا نہیں اس لیئے جلدی جلدی ٹشو سے ثوبان کا ہاتھ صاف کرتی اپنا بیگ ثوبان کا بیگ اٹھا کر وہ فلیٹ کو لاک کرتی نکل گئی تھی۔ تیسری منزل سے لفٹ کے زریعہ نیچے آنے تک کیب بھی پہوچ چکی تھی۔

پھر آدھے گھنٹے میں وہ لوگ ثوبان کے ڈے کیر سینٹر کے باہر تھے جو حبہ کے ہوسپٹل سے پانچ منٹ کی واک پر تھا۔

"ثوبی رونا بالکل نہیں ہے۔ اور نئی شرارتیں بھی نہیں سکھنی ہے ماما لنچ ٹائم آئیں گی۔ اوکے لو یو ماما کا پیارا بچہ۔" حبہ ثوبان کو پیار کر کے اس کا بیگ وہاں کی ورکر کو تھماتے ہوئے عجلت میں وہاں سے نکلی تھی۔

اب اس کا رخ ہوسپٹل کی طرف تھا کیونکہ یہ سب تو ایک ماں کے فرائض تھے اب اسے ایک ڈاکٹر کے فرئض انجام دینے تھے جو وہ ہمیشہ سے خوش اسلوبی سے دیتے آئی تھی۔

کمشنر آفس کے آگے اپنی جیب روک کر وہ ایک چھلانگ کے ساتھ جیب سے باہر آیا تھا۔ پھر جھک کر جیب کی سائیڈ مرر میں دیکھ کر سامنے ڈیش بورڈ پر رکھے سن گلاسیس اٹھا کر اپنی گہرے سیاہ آنکھوں پر لگاتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر خود پر خود لائن ماری۔ پھر چہرے پر مغرور تاثرات سجائے سینا چوڑا کر کے اندر کی طرف بڑھا۔ وہ جہاں سے بھی گزر رہا تھا یونی فارم میں ملبوس آفسرز اسے سلیوٹ کر رہے تھے۔ جس کے جواب میں وہ صرف سر ہلانے پر اکتفا کر رہا تھا۔

بائیں جانب مڑنے کے بعد اس کا رخ اب گلاس ڈور کی طرف تھا جس کے باہر بیٹھا باوردی حولدار اپنے فون میں اس قدر مگن تھا کے اس نے اس لمبے چوڑے وجود کے اپنے بالکل مقابل کھڑے ہونے تک کا نوٹس نہیں لیا تھا۔

"کمشنر صاحب اندر ہیں؟۔" مقابل کو اپنی ڈیجیٹل دنیاں میں محو دیکھ انسپکٹر ارسلان نے گلا صاف کرتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلانا ضروری سمجھا۔ جس پر فون میں بری طرح گم حولدار صاحب ہڑبڑا کے اپنی جگہ کھڑا ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کی بیچارے تنہائی کی ساتھ فون سیدھا عرش سے فرش پر پہونچ گیا مطلب زمین بوس ہو گیا۔

"سس۔ سلام۔ سلام صاحب۔" حولدار نے ٹوپی ٹھیک کرتے ہوئے بد حواسی کے عالم سیدھا الٹا سیلیوٹ جھاڑ دیا تھا۔

"سلامی پیش کرنے کے لیئے ہوش کی دنیاں میں رہنا ضروری ہوتا ہے، خیر کمشنر صاحب ہیں اندر؟" ارسلان نے ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر نیچے سے فون اٹھاتے ہوئے طنز نہیں کیا تھا لیکن بد حواس حولدار اسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھ پھر بھی شرمندگی سے سر جھکا گیا تھا۔

"جی! جی صاحب ہیں، دو بار آپ کا پوچھ بھی چکے ہیں۔" حولدار سلیم سوکھے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے حلق تر کر کے بولا۔

" ہمممم! ٹیکنالوجی کا استعمال غلط نہیں ہے، بس غلط جگہ پر استعمال غلط ہے۔ آئی ہوپ آپ سمجھ گئیں ہوں گے۔" انسپکٹر ارسلان کے منہ سے یہ بات اگر علی ولا کا کوئی سن لیتا تو شرطیہ بیہوش ہو جاتا۔

"جی سر۔" حولدار جھکا سر کچھ اور جھکا گیا تھا۔ یہ تو انسپکٹر ارسلان تھے جو بچ گیا ورنہ کوئی اور ہوتا تو نوکری خطرے میں آجاتی۔

"میرا مقصد آپ کو شرمندہ کرنے کا بالکل نہیں تھا، خیر اب پکڑیں اپنے اس تنہائی کے ساتھی کو۔" ارسلان زبردستی فون شرمندہ کھڑے حولدار کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے گلاس ڈور ڈھکیل کر اندر داخل ہوا تھا۔

جہاں کمشنر اکبر علی ادھر سے ادھر گھومتے ہوئے شائد نہیں یقیناً اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ارسلان نے دھیرے سے گلاس ڈور لگاتے ہوئے سائیڈ گلاس میں اپنا جائزہ لیا۔

وہ اس وقت مکمل یونی فارم میں تھا جو اس کے چھ فٹ سے نکلتے قد پر ہمیشہ سے ہی بہت جچتی تھی۔ اس پر گندمی رنگ تیکھے مغرور نقوش سیاہ آنکھیں جس پر اس نے اس وقت سٹیلش سن گلاسیس کا پردہ ڈالا ہوا تھا۔ اس پر غضب زبردستی چہرے پر سجائے گئے سنجیدہ تاثرات۔

یہ تھے ایک سال پہلے بنے انسپکٹر ارسلان جنھیں لوگ انسپکٹر ارسلان علی سے زیادہ کمشنر اکبر علی کے بھتیجے کے نام سے جانتے تھے۔ جس پر انسپکٹر صاحب کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ محترم کی ایک اور خاصیت جو انہیں خود میں بہت پسند تھی وہ یہ تھی کے وہ شکل سے

ایک سخت مزاج بوسی پریذیڈنٹ لگتے تھے۔ جبکہ حقیقت تو کچھ اور ہی تھی۔

"سنجیدہ تو لگ رہا ہوں ناں؟" ارسلان نے اپنی ان شرٹ ٹھیک کرتے ہوئے آئینہ سے ایسے سوال کیا جیسے آئینہ اسے جواب دینے کے لیے بیٹھی ہو۔

"بالکل! شہزادے آپ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہے ہیں۔ اتنے سنجیدہ کی مجھے خدشہ لاحق ہے کہیں میں آپ کی سنجیدگی دیکھ کر بے ہوش نا ہو جاؤں، لیکن بے ہوش ہونے سے پہلے میرا ایک چھوٹا سا سوال ہے آپ اپنے پروفیشن کو لے کر سنجیدہ ہونے کے بارے میں کب سوچیں گے؟ کمشنر اکبر علی کی اس پر نظر پڑتے ہی انہوں نے آئینہ کی جگہ خود طنزیہ انداز میں اس کے بے سر پیر کے سوال کا جواب دیتے ہوئے گھوم کر ٹیبل کی دوسری جانب رکھی اپنی کرسی بیٹھ گئے۔

"چاچو یار تھوڑا سا تو لیٹ ہوں اس کے لیے اتنے طعنے تشنے تو میں بالکل ڈیزرو نہیں کرتا۔" ارسلان بالوں میں ہاتھ پھیرتا منہ بسور کر بولا۔ جس پر اکبر علی صاحب کا پہلے سے چڑھا پارا کچھ اور چڑھا تھا۔

"تھوڑا سا؟ سیر یسلی انسپکٹر ارسلان ؟آپ کے خیال میں ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ تھوڑا سا ہے ؟آپ کبھی وقت کی پابندی بھی کر سکتے ہیں یا وقت گزار کر آنے والوں میں آپ نے اپنا ایک الگ ہی ریکارڈ بنانا ہے، مطلب لیٹ لطیف ہونے کی بھی حد ہوتی ہے، لیکن آپ تو اس حد سے بھی دو تین ہاتھ آگے ہیں، مجھے تو لگتا ہے کی آپ نے عہد کرتے وقت ساتھ ایک عہد یہ بھی لیا تھا کی میں نے کبھی وقت پر اپنی ڈیوٹی نہیں دینی ہے۔" ارسلان کے لفظ تھوڑا سا نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

لیکن مقابل ان کی باتوں کا اثر لیے بغیر اطمینان سے ان کے سامنے رکھی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔ جیسے یہ سارے قصیدے کسی اور کی شان میں پڑھے گئے ہوں۔

"اور اگر بات طعنے تشنوں کی کریں تو یقین جانے آپ کی حرکتیں چوراہے پر کھڑا کر کے جوتے مارنے جیسی ہے۔" ارسلان کو اطمینان سے ٹیبل پر رکھا پیپر ویٹ گھماتا دیکھ کمشنر صاحب کا بس نہیں چل رہا تھا کی اسے دو جڑ دے۔ ان کا پورا خاندان پولیس والوں سے بھرا پڑا تھا۔ سب کے سب ذمہ دار قابل آفسر تھے۔ قابل تو خیر ارسلان بھی بہت تھا لیکن جناب کو ذمہ داری نہیں چاہئے تھی۔

"یار چاچو اب بس بھی کر دیں میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کی مجھے یہ سرکار کی غلامی نہیں کرنی، میں نے بزنس مین بننا ہے۔ جہاں رول بھی میرے ہوں اور بڑے انداز میں اسے توڑوں بھی، سوچیں ذرا کتنا اچھا لگتا دی بزنس ٹائیکون ارسلان علی اور کرنا عجیب لگ رہا ہے انسپکٹر ارسلان علی ہنہ !۔" ارسلان نے برا منہ بناتے ہوئے ناک چڑھائی۔ جس پر کمشنر صاحب کی بھنویں تنی تھی لیکن مقابل کا دھیان اس طرح ہوتا تب ناں ان کے دکھڑے تو اسی رفتار سے جاری تھے۔

"لیکن نہیں آپ سب نے خاندانی بزنس کی طرح مار باندھ کر مجھے یہ نو سے پانچ کے چکر میں ڈال دیا، قسم سے پچھلے ڈیڑھ سال مطلب جب سے ٹرینگ شروع ہوئی تب سے لائف فائل، تھانے، مجرم اور آپ سینئرز کی ڈانٹ میں نکل گئی ہے، اب تو مجھے ایسا بھی لگنے لگا ہی کی آپ لوگوں نے جان بوجھ کر مجھے راگینگ کرنے کے غرض سے میرے پیر میں اس سوِل پروفیشن نام کی بیڑی ڈالی ہے، اس سے تو بہتر تھا کی میں شادی والی بیڑی ڈال لیتا۔" ارسلان پیپر ویٹ گھماتے ہوئے نروٹھے پن سے بول رہا تھا۔ اور کمشنر اکبر علی تاسف سے سر ہلاتے ہوئے سن رہے تھے۔

"فرسٹلی انسپکٹر ڈیوٹی اورز میں نو چاچواٹس کمشنر سر، سیکنڈلی ہم پولیس والے سرکار کے نوکر نہیں عوام کے محافظ ہوتے ہیں اور محافظ کو نوکر نہیں ذمہ دار کہتے ہیں یہ بات ذہن میں فٹ کرلیں، اور اس دنیاں میں ایک محافظ سے اونچا کوئی پروفیشن نہیں ہوتا ہے، ہم امحافظوں سب سے بھروسہ کا رشتہ ہوتا ہے بے غرض بے لوث لیکن بہت گہرا، اور بھروسے کے رشتے سے بڑا کوئی رشتہ نہیں ہوتا، کیونکہ بنا بھروسے کے کوئی رشتہ ہی پنپتا، اینڈ تھرڈلی میں نے آپ کو یہاں اپنے دکھڑے رونے کے لیئے نہیں بلکے پروفشنل ورک سے بلایا ہے سو بیہیو لائک پروفیشنل ون۔" کمشنر اکبر اس کے ہاتھ سے پیپر ویٹ لے کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود فائل اس کی طرف بڑھائی۔

جسے ارسلان آنکھیں گھماتے ہوئے تھام گیا تھا۔ پھر کمشنر صاحب آنکھیں دکھانے پر فائل کھول کر پڑھنے لگا۔

"یہاں شہر سے تیس سے چالیس کیلو میٹر دور ایک گاؤں ہے میرپور جو ہمارے ضلع کے تحت ہی آتا ہے، یہ چھوٹا گاؤں میرپور ایک سلف سفیشینٹ مطلب خود مختار گاؤں

ہے، یہاں کی زمین کافی زرخیر ہے جس کی وجہ سے فصل بھی بھاری مقدار میں ہوتی ہے، جو گاؤں وہاں کے زمیندار کی گودام میں سٹور کی جاتی ہے، پھر وہاں سے بڑے بڑے ٹرکوں کے زریعہ فروخت کے لیٔے شہر اناج شہر کے لیٔے روانہ کیا جاتا ہے، میر پور کے لوگ بھلے ہی ماڈرن تکنیک سے کھیتی کرتے ہیں، لیکن سوچ ان کی پرانی ہی ہے، آج کے دور میں بھی خاندانی زمیندار، زمیندار چوہدری ان پر حاکم ہے، جس کی وجہ سے وہ اتنا طاقت ور ہو گیا ہے بلکہ یہ کہنا بہتر ہو گا کی بنا دیا گیا ہے کی وہ پورے گاؤں پر غالب ہے۔" کمشنر صاحب نے نظر اٹھا کے انسپکٹر ارسلان کو دیکھا جس کی سنجیدہ نظریں فائل پر تھی۔

"اس ساری کہانی کا مقصد بس اتنا ہے، سننے میں آیا ہے کی چوہدری قدرتی ماحول سے بنے خوبصورت گاؤں سے چند گھٹیاں لوگوں کے ساتھ مل کر غیر قانونی کام کر رہا ہے جس کی سپلائی وہ ان اناج ٹرکوں کے زریعہ کرتا ہے، بات یہیں ختم نہیں ہوتی ہے آگے یہ بھی خبر ملی ہے کی اس نے وہاں چوری چھپے کسی نشئی فصل کو اگانا بھی شروع کیا ہے، اور دوسرے بہت سے غیر قانونی سرگرمیوں میں وہ ہمیشہ سے ملوس ہے اور۔۔" ابھی کمشنر اکبر کچھ بولتے کی ارسلان بول اٹھا۔

"تو ہم دیکھ کیا رہے ہیں سر پہلے ہائی وے سے گزر رہی ٹرکوں کی تلاشی لے کر اس پر چھاپہ مارتے ہیں پھر اس کے زریعہ اس چوہدری کے گریبان تک ہاتھ خود ہی پہونچ جائے گا۔" انسپکٹر ارسلان کے جوشیلے انداز میں کمشنر اکبر ہولے سے مسکرائے۔ ابھی وہ اس فیلڈ میں نیا تھا یہاں کے لوگوں اور ان کے داؤ پیچ سے نابلد۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے انسپکٹر ارسلان، چوہدری کہنے کو سیدھا سادہ عام سا کسان بنا گھومتا در حقیقت وہ کچھ اور ہی ہے، پھر اس کی بہت اپر تک پہونچ ہے یاسی لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے، اتنے سیدھے طریقے سے وہ بھی اتنی آسانی سے اس کے گریبان تک ہاتھ نہیں پہونچ پانا ممکن نہیں، پھر اس نے کل اس میدان میں قدم نہیں رکھا ہے برسوں کا کھیلاڑی ہے تبھی تو اب اس کے کالے کرتوتوں بھنک پڑی ہے، یاد رہے صرف بھنک ثبوت اب بھی کچھ نہیں ہے۔" کمشنر اکبر نے رسان سے اپنے جوشیلے جوان کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔

"تو سر ہم ان ٹرکوں کی چیکینگ تو کر ہی۔۔۔"

"نہیں ! انسپکٹر ارسلان اول تو وہ ہر ٹرک میں غلط مال نہیں ڈالتا ہو گا، دوسرا ٹول ناکے سے معلوم ہوا ہے کی اپر سے اوڈر ہیں کی چوہدری کے ٹرک کو ٹول ناکے پر روکا نا۔ جائے، اگر کسی نے روک بھی لیا تو چند سانیوں کے لیئے یہ ممکن ہے، چونکہ تم نئے ہو اور ٹول ناکے پر وزٹ کرتے رہتے ہو میں چاہتا ہوں کی تم ان نمبروں والے ٹرکس پر نظر رکھو۔"کمشنر اکبر نے فائل میں موجود سات سے آٹھ بالترتیب ٹرک نمبر کی طرح اشارہ کیا۔

"لیکن سر۔۔"ارسلان جز بز ہوا مطلب اس صرف نظر رکھنا۔ان کی منتبق اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔ مطلب جب بندہ جانتا ہے ایسا ہے تو ڈائریکٹ اٹیک کرنے کے بجائے پوچھ پوچھ کر کیوں قدم اٹھانا۔

"ہم پولیس والوں کا قول ہے انسپکٹر ارسلان کی قانون ثبوت مانگتا ہے، ہم اپنے ہی قول سے نہیں پلٹ سکتے، یہ سب جو فائل میں لکھا ہے سب صرف معلومات ہے اندازے قیاس ہیں، ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں، پھر اگر چوہدری یہ کام اتنے سال سے بنا پکڑ میں آئے کر رہا ہے تو ضرور وہ بہت محتاط ہو گا ہم اچانک حملہ آور ہو کر اپنے آپ کو

بیوقوف نہیں ثابت کر سکتے، سونو ہرّی، اطمینان سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے بنا اسے کوئی بھنک پہونچائے ہمیں اس کی طرف قدم بڑھانا ہے سمجھ رہے ہیں آپ؟ کمشنر اکبر نے بیزارگی سے فائل کے اوراق پلٹ رہے ارسلان سے پوچھا۔

"مجھے اسی لیئے یہ سمجھ سے پڑے پولیس والوں کی جاب نہیں کرنی تھی، مطلب جو کام ایک درخواصت میں سب برخواست والے معقولے کے تحت ہو سکتا ہے، اسے سلو پوزننگ والے اصول سے انجام دینے کا کیا تک ہوا بھلا؟ حد ہے یار اس سیسٹم اور فیلڈ کی سائیکی کی۔" ارسلان اپنی ٹون میں واپس آتا اکتائے لہجے بولا۔

جس پر کمشنر اکبر نے اسے گھورا تھا۔ اچھا خاصہ قابل آفیسر تھا بس اس کی اس ذمہ داری سے بھاگنے اور اپنے فیلڈ کو سنجیدگی سے نا لینے والی عادت انہیں زہر لگتی تھی۔

"ہم پولیس والے ہیں انسپکٹر ارسلان مجرم کے جرم کا قلعہ کتنا ہی بلند کیوں نا ہو قانون کے لمبے ہاتھ اس تک پہونچ ہی جاتے ہیں، اور سلو پوئزن کی مثال کیا خوب دی آپ نے کبھی سلو پوئزن والا کوئی کیس ریڈ کیا ہے؟ نہیں تو میں بتادوں اس میں وکٹم ایک ایک لمحہ

دھیرے دھیرے تڑپتے بلکتے ہوئے اپنے وجود کے خاتمے کی طرح بڑھتا ہے،اب ایک کالی دنیاں کے خاتمے کے لیئے اس سے بہتر کیا طریقہ چن سکتے ہیں ہم لوگ،اب کچھ سمجھ آیا ہمارے فیلڈ کی سائکی؟کمشنر اکبر اسے واپس پیپر ویٹ گھماتے ہوئے دیکھ کچھ سختی پوچھا۔

"جی! سمجھ آگیا کی ہم پولیس والوں کے ہاتھ کتنے ہی لمبے کیوں نا ہو ٹانگ بہت چھوٹے ہیں تبھی ہم دھیرے دھیرے کچھوے کی رفتار مینٹین کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاکر اپنے لمبے ہاتھوں کے ساتھ اپنے مجرم کی طرف بڑھتے ہیں۔"انسپکٹر صاحب نے لٹّو کی طرح پیپر ویٹ گھماتے ہوئے تجزیہ کیا۔

"انسپکٹر ارسلان!"کمشنر اکبر کی تیز آواز پر اپنے دھن میں پیپر ویٹ گھمار ہا ارسلان ہڑ بڑا کے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

"سسس۔۔سر سب سمجھ آگیا میں آپ کے سٹریٹجی پر کام کرونگا سلولی سلولی،اگر آپ کی اجازت ہو تو فائل ساتھ لیجاؤں تا کے دوبارہ اچھے سے ایک ایک پائنٹ ریڈ

کرلوں۔" انسپکٹر ارسلان جھٹ اچھے بچوں کی طرح دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر ایک ہی سانس میں بولے۔ اس کے انداز پر کمشنر اکبر نے لب بھینچ کر اپنا قہقہ ضبط کیا۔

"جی لے جائیں کچھ بھی معلوم ہو ہمیں رپورٹ کریں۔" کمشنر اکبر بھاری رعب دار آواز میں بولے۔

"یس سر۔" ارسلان نے جھٹ سیلیوٹ جھاڑا تھا۔

"اب میں جاؤں سر۔" ارسلان نے فائل اٹھاتے ہوئے اسی شرافت کا مظاہرہ کیا۔

کمشنر آفس میں شرافت ضروری تھی کیونکہ اس فیلڈ کو جوائن کرنے کے بعد کئی بار اپنی غیر توجہی کی وجہ سے جناب عزت مآب انسپکٹر ارسلان صاحب کمشنر صاحب سے اچھی خاصی عزت افزائی کرا چکے تھے لیکن یہ اور بات تھی کی فرق انہیں خاک نہیں پڑا تھا۔ آخری درجے کے بے عزتی پروف انسان تھے موصوف۔

"جی! اور اتنی تابداری کا مظاہرہ آپ روز کریں تو کیا ہی بات۔ ہاہاہاہاہاہا۔۔۔" نا چاہتے ہوئے بھی اسکی مارے باندھے بنی سنجیدہ شکل دیکھ کمشنر صاحب کا قہقہ ابل ہی پڑا تھا۔

"ماما کہتی ہے بچپن سے میرا پیٹ ہیوی ڈیش برداشت نہیں کر پاتا، یہ تو وعدہ ہے کی اس یونی فارم میں رہ کر لوگوں کی حفاظت کروں گا اس لی ئے ناچاہتے ہوئے بھی سنجیدہ ہونا پڑتا ہے دوسری آپ کی جلادوں والی دھمکیاں۔ورنہ اس سڑے ہوئے۔۔"ارسلان اپنی ٹون بدلتا دوبارہ اپنا زبردستی والا رونا رونے والا تھا کی کمشنر صاحب نے ہاتھ اٹھائے۔

"جائیں انسپکٹر آپ کو فائل بھی ریڈ کرنی ہو گی؟"کمشنر اکبر کے سنجیدہ انداز پر وہ منہ بسورتا واپسی کے لی ئے مڑا۔

"جلاد وردی والوں کے گھونسلے میں آئیں ذرا کمشنر صاحب میں نے کیسے آپ کی مسز کمشنر سے آپ کی شکایتیں لگانی ہے دیکھئے گا۔"ارسلان پلٹ کر دھمکاتا کھٹ سے ڈور وا کرتا باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے کمشنر صاحب نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

فرانس میں اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے۔ وہ وائٹ ٹریک سوٹ میں دوڑتا ہوا پسینے میں شرابور پھولتی سانسوں کے ساتھ فلیٹ تک پہونچا تھا۔ فلیٹ ڈوران لاک کر کے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اپنے چمکتے دمکتے فلیٹ میں داخل ہوا۔ سائیڈ اسٹینڈ پر رکھے سفید نرم ٹاول سے چہرہ صاف کر کے بال رگڑ کر اسے واپس اسی جگہ رکھنے کے بعد اس نے جھک کر اپنے شوز کے لیس کھولے، پھر اسے اچھے سے اسٹینڈ میں رکھ کر وہاں سے سلیپر نکال کر پیروں میں اڑستا حال کی جانب بڑھا، جس کے ایک جانب دو صوفوں کے درمیان کانچ کا ٹی ٹیبل لگا تھا۔ جبکہ دوسری جانب کچن ایریا تھا۔ جہاں چھوٹے سے ٹیبل کے گرد چار کرسیاں لگی ہوئی تھی۔ ٹیبل پر چند فروٹس کے علاوہ جوس گلاس رکھا تھا. جو شائد وہ جانے سے پہلے رکھ گیا تھا۔ گلاس اٹھا کر ایک ہی بار میں پورا گلاس خالی کرنے کے بعد، وہ ایک نظر سائیڈ پر بنے اپنے صاف ستھرے خوبصورت کچن پر ڈال کر سامنے گراونڈ فلو سے اُپر کی جانب جا رہے چار سے پانچ سیڑھیاں پھلانگتا بیڈروم میں چلا گیا تھا۔

پھر چالیس سے پنتالیس منٹ بعد نیلے رنگ کے سوٹ میں ایک ہاتھ پر کورٹ ڈالے بریف کیس لیئے جبکہ دوسرے قیمتی گھڑی سے سجے ہاتھ میں چمچماتا

سمارٹ فون تھامے کان میں بلوتوتھ لگائے نک سک سے تیار حشام علی سیڑھیوں پر نمودار ہوا تھا۔ کان میں لگے آلے کی مدد سے دوسری جانب رابطے میں موجود شخص پر نجانے وہ کس بات پر بگڑتا ہوا بریف کیس کے ساتھ، کورٹ، فون، گھڑی وہیں ڈائینگ ٹیبل پر رکھ کر چہرے پر چٹانوں سی سخت تاثیرات لیئے کچن میں داخل ہوا۔

"اوُکم آن مسٹر غنی اب بس بھی کر دیں ایک سال ہونے کو ہیں لیکن آپ کے الفاظ نہیں بدلے وہی مل گیا، ملنے والا ہے، پتا لگ چکا آپ تھک نہیں جاتے؟ بٹ سیریسلی آئم فریڈ اپ۔" بیزار مگر سخت لہجے میں کہتا فرائی پین کم فلیم پر رکھ کر وہ فریج کی طرف بڑھا گیا۔

"سر میں آپ کی بات سمجھ سکتا ہوں لیک۔۔"

" سمجھیں نہیں کچھ کریں، اب اور میں انتظار نہیں کر سکتا پلز ٹرائی ٹو ڈو سمتھنگ۔" وہ دوسری طرف موجود آدمی کی بات کاٹ کر تیز آواز میں بولا۔ پھر انڈا پھوڑ کر فرائی پین میں ڈالتے ہوئے دوسری طرف کی بات سننے لگا۔

"دیکھیں سراب کی خبر پکی ہے، جو میں نے بہت مشکل سے اس ہوسپٹل کے ایک سٹاف سے معلوم کی ہے، واقعی آپ کی بھابھی نے اس رات اس ہوسپٹل میں زندہ بچے کو جنم دیا تھا۔"

"اوہ پلیز مسٹر غنی یہ مجھے بہت پہلے سے معلوم ہے، تبھی میں نے آپ کو اس کام پر لگایا ہوا ہے، اگر اتنی بھی انفارمیشن میرے پاس نہیں ہوتا تو ایک سال سے میں نے اپنے بھائی کی آخری نشانی کے لیے خوار کیوں ہونا تھا؟ سو اب آگے بتائیں بٹ سم تھنگ نیو لائک کہاں ہے؟ کس کے پاس؟ کیا ہوا سب ڈیٹیل میں۔" حشام درشتگی سے کہتے ہوئے فرائی پین سے ہاف فرائڈ نکال کر کافی مگ ٹرے میں رکھتا ٹیبل پر چلا آیا تھا۔

"کہاں اور کس کے پاس کا تو ابھی علم نہیں، لیکن ہاں آپ کی بھابھی کے ڈیتھ ہونے سے پہلے تک بچہ زندہ تھا کیونکہ اس بندے کا کہنا ہے کی اس نے ان کے روم سے بچے کی رونے کی آوازیں سنی تھی، لیکن کسی نے بچے کو دیکھا نہیں ہے، کیونکہ اسی ہسپتال کی ایک لیڈی

ڈوکٹر جو آپ کی بھابھی کی فرینڈ تھی انہوں نے وہاں کسی کو جانے سے منع کرر کھا تھا۔"ڈیٹکٹیو غنی کی بات پر حشام کا منہ کی طرف جارہا فوک ٹھٹھک کے رکا تھا۔

"کیا کہا آپ نے لیڈی ڈوکٹر میری بھابھی کی فرینڈ؟۔" حشام فوک واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"جی سر ہوسپٹل سٹاف بتارہا تھا کی بہت گہری دوستی تھی آپ کی بھابھی اور اس لیڈی ڈوکٹر کی اور آپ کی بھابھی کا علاج بھی وہی کررہی تھیں۔" حشام کے سوال پر ڈیٹیکٹیو غنی نے تفصیل میں جواب دیا۔

"لیکن آپ نے پہلے تو ایسا کوئی ذکر نہیں کیا؟" حشام پیشانی پر سوچوں کے جال بنے سوال کیا۔

"جی سر مجھے بھی یہ بات کل ہی معلوم ہوئی ہے میں نے۔۔؟"

"وہ ڈاکٹر کہاں ہے ابھی؟ نام کیا ہے؟ آپ مجھے ان کا نمبر ٹیکسٹ کریں میں خود آگے کی معلومات لے لوں گا، اب اس سارے الجھن کا سلجھاؤ وہی کر سکتی ہے؟"۔ حشام مقابل کی بات کاٹ کر عجلت میں بولا۔ جیسے ابھی اس ڈاکٹر سے ساری انفارمیشن نکال لے گا۔

"ابھی تو اس کا کچھ معلوم نہیں، لیکن بہت جلد میں پتا لگا لوں گا۔" دوسری طرف سے آئی آواز پر حشام لب بھینچتا پلیٹ کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر چند ہدایت دے کر کال ڈراپ کر دی۔

"میں آپ کے آخری سوغاتِ عشق تک بہت جلد پہونچ جاؤں گا بھائی۔" وہ آنکھیں بند کئے تصور میں اپنے جان سے عزیز بھائی سے مخاطب تھا۔

کہتے ہیں (ع ش ق) ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی کے لیٔے بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خدا، خودی، محبوب، غرض کسی کے لیٔے بھی۔ اسی طرح تھا حشام علی، جسے اپنے بڑے بھائی مرحوم احتشام علی سے عشق تھا۔ ہوتا بھی کیوں نا اس کا بھائی تھا ہی ایسا جان جھڑکنے والا۔ اسکی خوشی خواہش کے لیٔے ساری دنیاں سے ٹکرا جانے والا۔

ثوبی کہاں ہیں آپ؟ افففف! یہ بچہ ایک منٹ نظر ہٹ جائے تو پھر ٹارچ

لے کر ڈھونڈھنے جیسی نوبت آجاتی ہے۔" حبہ نے بالکنی سے روم میں آتے ہی ثوبان کی غیر موجودگی نوٹس کر کے آواز لگائی۔

وہ ابھی ہسپتال سے آکر ثوبان کو چینج کرانے کے بعد خود چینج کر کے بیٹھی تھی۔ ثوبان پاس ہی قالین پر اپنے اپنے کھلونوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ہسپتال سے آئے کال کو اٹینڈ کرنے وہ بالکنی کی طرح کیا گئی۔ موقع ملتے ہی شرارتی ثوبان صاحب نجانے کہاں سیر سپاٹوں پر نکل گئے تھے۔

"نوری! (ملازمہ) آپ نے ثوبان کو دیکھا؟" حبہ فون ہاتھ میں لئے روم سے باہر نکل کر حال کی صفائی کررہی نوری سے مخاطب ہوئی۔ جس نے قہقہ ضبط کرنے کے چکر میں لال ہوئے چہرے کے ساتھ انگلی کی مدد سے کچن کی جانب اشارہ کیا تھا۔ اور وہاں دیکھتے ہی حبہ کا من کیا اپنا سر پیٹ لے۔

جہاں جناب ثوبان شہزادے سر سے لیکر پیر تک آٹے میں سنے بیٹھے تھے۔ بال، سر، پیر، ہاتھ غرض جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جسے جناب نے آٹے سے پیور وائٹ نا کیا ہوا۔

"اب آپ مجھ پر خفاناں ہوں ڈاکٹر باجی، میری کوئی غلطی نہیں ہے، میں تو آپ کے کہے کے مطابق آٹا ملا رہی تھی کی ثوبان بابا کی آواز سن کر باہر آئی مجھے لگا وہ گیسٹ روم کی طرف چلے گئے ہیں، لیکن انہیں وہاں غیر موجود دیکھ کر جب تک کچن میں واپس آئی ثوبان بابا تو آٹے سے نہائے دھوئے بیٹھے تھے۔ہاہاہاہاہاہا۔۔ مم۔میں نے انہیں اٹھانے کی کوشش بھی کی لیکن وہ منہ بسورنے لگے تھے انہیں رُلا کر مجھے آپ کی ڈانٹ تھوڑی کھانی تھی اس لی ئے میں یہاں خاموشی سے کھڑی ہو کر انہیں کھیلتا دیکھنے لگی۔دیکھیں تو کتنے کوٹ (کیوٹ) لگ رہے ہیں ہاہاہاہاہاہا۔۔"نوری نے قہقہ لگاتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی ساتھ مزے سے آٹا باتھ انجوئے کر رہے ثوبان کی طرف اشارہ کیا۔جس پر حبہ اسے ایک گھوری سے نوازتی ثوبان کی طرف بڑھی۔

"اللہ! ثوبی یہ کیا کیا آپ نے؟آپ کو دیکھ کر کوئی بیو قوف بھی نہیں کہہ سکتا کی چند منٹ پہلے اس بچے کو تیار کیا گیا ہے۔"حبہ پریشانی سے منہ پر بار بار اپنے ننھے آٹے سے سنے ہاتھ ملتے ہوئے اچھے سے آٹا لگا کر خود ہی اپنے کارنامے پر خوش ہو رہے ثوبان کو احتیاط سے اٹھایا جو گود میں آتے ہی مسکا لگانے کے انداز میں قلقاریاں مارنے لگے تھے۔

"ہنس نے کی نہیں ہو رہی ماما سچ میں غصہ ہے اس شرارتی بچے سے، ذرا آپ نے گھٹنے دینا کیا سیکھ لیا ہے جیسے شرارتوں کا پٹارہ کھل گیا ہے۔" حبہ اسے مسلسل قلقاریاں مارتا دیکھ مصنوعی خفگی سے بولتی اٹھا کر واش روم لے آئی تھی۔

"اب انجوئے کریں ایوننگ باتھ" حبہ نروٹھے پن سے کہتے ہوئے ثوبان کو اس کے پلاسٹک باتھ ٹب میں بیٹھا کر گیزر کا پانی چیک کیا گرم ہے کی نہیں۔ چونکہ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے ثوبان کو منہ ہاتھ دھلایا تھا تو پانی گرم ہی تھا۔ وہ جلدی جلدی مزے سے پانی میں ہاتھ مار مار کر واقعی ایوننگ باتھ انجوئے کر رہے ثوبان کو صاف کرنے لگی تھی۔

"افففففف! ثوبی شہزادے تھوڑا سا تو سکون سے بیٹھ جائیں۔" حبہ اسے مسلسل ہاتھ پیر مار کر سومنگ پول والی فیلنگ لیتا دیکھ عاجزی سے بولی۔ جس میں ثوبان صاحب کو نجانے کونسا جوک نظر آیا تھا کی کھلکھلا اٹھے تھے۔ حبہ اسے اسی طرح مشکل سے نہلا کے ٹاول میں لپیٹ کر کمرے میں چلی آئی تھی۔

"واہ! واہ! ڈاکٹر حبہ آفرین ہے آپ پر وعظ تو کرتے ہیں لیکن ہم عمل کرتے نہیں معقولا شائد آپ جیسوں کے لیئے ہی بنا ہے، آپ لوگوں کو کہتی ہیں کی بچوں کو شام

کے وقت پانی میں نا جانے دیا جائے طبیعت خراب ہوتی ہے اور آپ خود اپنے شہزادے کو نہلا کے لا رہی ہیں۔"ثوبان کے بال رگڑ رگڑ کر خشک کرتے ہوئے ڈاکٹر حبہ کی بڑبڑاہٹ عروج پر تھی۔

"اب آپ یہاں بالکل چپ کر کے بیٹھیں ماما آپ کے کپڑے لے کر آتی ہے۔" حبہ آنکھیں پٹپٹا کر خود کو دیکھ رہے ثوبان کے گرد ٹاول لپیٹتے ہوئے بولی۔ جس پر جناب نے رضامندی کے طور پر اپنی چار خرگوش کے دانتوں والی کیوٹ سمائل پاس کی تھی۔

"گڈ بوئے۔" حبہ اسکی پیشانی چوم کر واڈروب کی طرف بڑھی۔ پھر ثوبان کو کپڑے پہنا کر گیلا ٹاول اسٹینڈ پر ڈالنے کے غرض سے اٹھنے لگی تھی۔ جب ثوبان نے کھڑے ہونے کی کوشش میں بیڈ کراؤن پر رکھا فوٹو فریم گرا دیا تھا۔

"ثوبی بری بات یہ بھی آپ کی ماما ہیں۔" حبہ فوراً فوٹو فریم اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے بولی۔ جس کا شہزادے ثوبان نے کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا ان کی کھڑے ہونے کی کوشش جا رہی تھی۔

"اچھا آپ نیچے اپنے پہاڑ چڑھنے کی کوشش کرلیں۔" حبہ نے مسکراتے ہوئے ثوبان کو نیچے قالین پر بکھرے کھیلنوں کے پاس چھوڑ دیا تھا۔

"دیکھ رہی ہیں نیلو ہمارے شہزادے ثوبان کتنے بڑے ہو گئے ہیں، اور بڑے ہونے کے ساتھ جناب کی شرارتیں بھی بڑھ گئی ہے، اب تو میں سوچنے لگی ہوں اگر کوئی گھٹنے دینے کا کامپٹیشن ہو تو میں ہمارے ثوبی شہزادے کا نام وہاں لکھوادوں مطلب اتنا فاسٹ ہے ان کی رننگ کی منٹ میں نظر سے اجھل ہو جاتے ہیں۔ اور دیکھنا بہت جلد چلنے لگیں گے کھڑے ہونے کی کوشش تو شروع ہو گئی ہے۔۔" حبہ فوٹو فریم میں موجود گلابی انچل کے حالے میں مسکرا رہی لڑکی سے مخاطب تھی۔ جس سے وہ اکثر ثوبان کے متعلق گفتگو کرتی تھی۔ کرتی بھی کیوں نا یہی تو وہ ہستی تھی جس نے یتیم بے مقصد زندگی جی رہی ڈاکٹر حبہ کو جینے کی وجہ دی تھی۔

'-------------

!Good Evening Ali villaaaaaaa

علی ولا میں داخل ہوتے ہی انسپکٹر ارسلان نے کیپ سامنے صوفے پر اچھالتے ہوئے باآواز بلند پورے جوش و خروش کے ساتھ گلا پھاڑ کے گُڈ ایوننگ وِش کیا تھا۔ جس کا دوسری طرف سے جواب ندارد تھا۔

"کیا ہو گیا ہے علی وِلا کے واسیوں؟ میں پورا دن اس قانون، مجرم، فائل انویسٹی گیشن کی چکی میں پس کے آرہا ہوں، پھر بھی اتنا ہشاش بشاش ترو تازہ ہوں، اور ایک آپ لوگ ہیں کی برسوں کے روگی بنے بیٹھے ہیں، بھئی مانا کی ہم مظلوم عوام ان وردی والوں کے ڈیسیپلین رولز اینڈ ریگولیشن کے بیچ بد قسمتی سے پھس گئے ہیں، لیکن تھوڑاااااااا۔" اپنے دھن میں تقریر کرتے ہوئے حال میں رکھے صوفوں کی طرف بڑھ رہے ارسلان علی کی نظر جیسے ہی اسکی کچھ سیکنڈ پہلے اچھالی گئی کیپ تھام کر کھڑے ہوئے داابو بقول ارسلان کے ہٹلر کے ٹریز مطلب ریٹائر آرمی آفیسر احمد علی پر پڑی سارے الفاظ حلق میں واپس جا کر جام ہو گئے۔

"انسپکٹر ارسلان علی، یہ کیپ کوئی سڑک کنارے چند ٹکوں میں خریدی گئی کیپ نہیں ہے، یہ ایک سوِل کے سر کا تاج ہے اس کا غرور، غرور کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟ داابو کی

کڑک تیز دھاڑ پر ارسلان نے نظر جھکا کر مدد طلب نظروں سے دوسری جانب خاموش کھڑی اپنی ماں اور دونوں چاچیوں کے ساتھ اپنی اکلوتی ظالم کزن کو دیکھا جو چہرے کے آگے بک لیے آنکھوں میں اشتیاق سموئے اگلے سین کا انتظار کر رہی تھی۔

"میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے انسپکٹر ارسلان؟ دھیان کہاں ہے آپ کا آنسر می۔" داابو کی دوبارہ آئی بھاری آواز پر ارسلان اچھل کے دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ جس پر دیبا اپنا قہقہہ ضبط کرتی کچن میں غائب ہوئی تھی۔

"ججج۔ جی داابو غلطی ہو گئی وہ میں۔" ارسلان نے حلق تر کرتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی جب داابو نے ہاتھ کھڑا کیا۔

"جان بوجھ کر کیا جانے والا عمل غلطی نہیں کہلاتا، آیندہ میں یہ غیر اخلاقی حرکت نا دیکھوں اب سنبھالیں اپنے غرور کو، جب یونی فارم والے ہی اس کی قدر نہیں کریں گے تو لوگ کیا قانون کو اہمیت دیں گے، چار فائل پڑھ لینے کو ڈیوٹی کرنا کہتے ہیں یہ لوگ۔" داابو کیپ ارسلان کے ہاتھ میں تھماتے اونچی اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے اسٹڈی کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"جان بچی تو لاکھوں پائیں۔" ارسلان دا ابو کے اسٹڈی کا دروازہ بند کرتے ہی دھپ سے صوفے پر گرا تھا۔

"لاکھ لاکھ شکر تیرا میرے مولا تو نے مجھے اس ہیٹلر کے ٹریز سے بچا لیا، ورنہ کل انسپکٹر ارسلان پرچم میں لپٹے اپنے آخری آرام گاہ کی طرف رواں دواں ہوتے۔"

"ارسلان کتنی بار منع کیا ہے فضول نہیں بولتے۔" شمیم بیگم (ارسلان کی ماما) ڈپٹتے ہوئے وہاں چلی آئی تھی۔ ساتھ تحسین بیگم طزیلہ بیگم اور دانتوں کی نمائش کرتی تازہ ترین ڈاکٹر دیبا بھی تھیں۔

"تم کیا دانت دکھا رہی ہو جعلی ڈاکٹر، تمہیں تو میں بتاتا ہوں۔" دیبا پر نظر پڑتے ہی ارسلان خطرناک ارادوں کے ساتھ آستین چڑھاتا اس کی طرف لپکا جو جھٹ سے صوفے کے پیچھے ہوئی تھی۔

"پاگل ہوگئے ہو کیا اُلٹی کھوپڑی والے انسپکٹر؟ میں نے کیا کیا ہے مجھ پر کیوں جھپٹ رہے ہو؟" ارسلان کو ادھر سے ادھر خود کو دبوچنے کے لیے بے تاب دیکھ دیبا روہانسی ہوئی۔

"کیا کیا ہے؟ ابھی میری جگہ تمہارا وہ دوست ایس پی احان علی ہوتا تو تم تب بھی اسے ہیٹلر کے ٹریز کا نوالہ بننے دیتی تم؟ تب تو تم جا کر گیٹ پر کھڑی ہوتی، لیکن مجھے ایک فون کھڑکانے کی توفیق نہیں ہوئی تمیں ابھی رکو تم۔" ارسلان دانت پیس کر کہتا دوسری جانب آیا۔

"ہاں تو وہ میرے بیسٹ فرینڈ ہیں، اور تمہاری اطلاع کے لی ئے بتادوں وہ خاصے سمجھدار ذمہ دار ہیں انسان ہیں، تمہاری طرح نہیں گُڈ ایوننگ علی ولا۔" دیبا اس کی نقل اتارتی دور کر تینوں خواتین کے پیچھے۔

"وہاں کہاں چھپ رہی ہوں بزدل ڈاکٹر سامنے آؤ ذرا بتاؤں تمہیں ذمہ دار کا ڈیفنیشن۔" ارسلان بھی دانت کچکچاتا وہیں چلا آیا تھا۔

"بڑی ماما آپ کے انسپکٹر کو سردی میں لو لگ گئی ہے لگتا ہے سنبھالیں میں چلی۔" دیبا شمیم بیگم کو سامنے کرتی کمرے کی طرف دور لگادی۔

"تم رکو کہاں بھاگ رہی ہو۔"

"بس ارسلان" ارسلان اس طرف بڑھنے لگا تھا کی شمیم بیگم نے اسے بازو تھاما۔

"کیا بس ماما آتے ہی اتنی بری طرح ڈانٹ دیا آپ کے سسر نے آپ لوگ ٹیکسٹ کر کے مجھے اطلاع نہیں کر سکتی تھیں کے جلاد نمبر ون آ گئے ہیں۔" ارسلان رونی شکل بنا کر بولا۔

"بد تمیزی نہیں ارسلان، غلطی تمہاری ہے تم تمیز سے رہتے تو ڈانٹ کیوں پڑتی، تمہارے دا ابو رہنے نہیں گئے تھے دوسرے شہر کام سے گئے تھے تو واپس آنا ہی تھا۔اب جاؤ جا کر فریش ہو کر نیچے آؤ، نیچے کا مطلب نیچے اپر جا کر فون ہیڈ فون کا چکر اچھا نہیں ہو گا۔" شمیم بیگم کی سنجیدگی پر وہ برے برے منہ بناتا اپنی کیپ اٹھانے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

"اس گھر میں سارے ہی جلاد ہیں خواہ وردی والے ہوں یا ان کی نصف بہتر۔" ارسلان ایک ناراض نظر تینوں خواتین پر ڈال کر دھپ دھپ کرتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

علی وِلا جسے ارسلان وردی والے جلادوں کا گھونسلا کہتا تھا۔اس کے سربراہ تھے ریٹائر آرمی آفیسر احمد علی جو مزاجاً کافی سخت اصول پسند آدمی تھے ان کے دونوں بیٹے اکبر صاحب کو چھوڑ کر بالکل اپنے باپ پر گئے تھے۔ علی احمد کے خاندان میں تقریباً سارے

سِوِل سروِنٹس ہی تھے۔ بہت مشکل سے تلاش کرنے پر کوئی دوسری فیلڈ کا نظر آجاتا۔ مطلب لوگ خاندانی رائس ہوتے ہیں یہ لوگ خاندانی وردی والے تھے۔

احمد علی کے کل چار اولاد ہیں تین بیٹے آئی جی اطہر علی، میجر انصار علی، کمشنر اکبر علی اور ایک ہی بیٹی سلیمہ۔

سب سے بڑے آئی جی اطہر علی کی شادی خاندان ہی میں شمیم بیگم سے ہوئی ہیں۔ جو پڑھی لکھی سلجھی ہوئی خاتوں ہیں۔ جن کے دو بچے ہیں بڑا ستائیس سالہ ایس پی احان علی قابل اور ذمہ دار آفسر اور اس سے دو سال چھوٹا پچیس سالہ انسپکٹر ارسلان جو کرلاپرواہ آفیسر۔

دوسرے نمبر پر تھے اکبر علی جن کی شادی احمد علی نے اپنے دوست کی بیٹی تحسین بیگم سے کرائی ہے۔ اکبر علی کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ لیکن ان کے بھائیوں کے بچوں نے انہیں یہ کمی کبھی محسوس ہونے نہیں دی تھی۔

تیسرے نمبر پر ہیں انصار علی جو غصے کے تیز اصول پسند بالکل احمد علی کی پرچھائی ہیں۔ ان کی شادی خاندان ہی میں طزیلہ بیگم سے ہوئی ہے۔ جو کافی حساس دل طبیعت کی مالک ہیں۔ ان کے تین بچے ہیں۔ بڑا احتشام علی جس نے باپ سے سِوِل نا جوائن کرنے کی ضد

لگا کر گھر سے باہر بزنس میں اپنا نام کمانے قدم رکھا تو پھر جنازے میں ہی واپس آیا۔دوسرے نمبر پر حشام علی جو فرانس پڑھائی کے لیے گیا تھا۔اس بیچ ہوئے اپنے جان سے عزیز بھائی کے اچانک موت پر سارے علی ولا خاص کر اپنے باپ کو ذمہ دار مان کر لوٹنا ہی بھول گیا۔پھر دیبا جو اب ڈاکٹر دیبا بن گئی تھی جس کی ایس پی احان سے بہت جمتی تھی اس لیے دونوں کی دوستی مشہور اور مثالی ہے۔

سب سے چھوٹی سلیمہ بیگم جن کی شادی ایس پی یاسر سے ہوئی ہے ان کی ایک ہی بیٹی ہے نشوہ زندگی سے بھرپور شوق سے لڑکی۔

وہ سیاہ رنگ کے کھلے پائنچوں والی پاجامے پر گھٹنوں تک آتی سرخ رنگ کا گھیرے دار فراک پہنے بھورے،رنگ کے کمر تک آتے بالوں کی اونچی پونی بنائے، چھت پر چل رہی ٹھنڈی ٹھنڈی دل فریب ہواؤں کی وجہ سے چہرے کے گرد آئے آوارہ لٹوں کے حالے میں مقید خوبصورت مگر اداس چہرے کو آسمان کی طرف اٹھائے بڑی بڑی سرمئی

آنکھوں میں ڈھیروں شکایتوں کے ساتھ ٹھاٹھے مارتا سمندر سموئے چھت پر ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ سرمئی شکایتی آنکھوں سے سمندر بہ رہا تھا ہونٹ باہر کو لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اتنی خفا تھی کسی سے کی نم چہرے پر چپک رہے بالوں کو ہٹانے کی تک زحمت نہیں اٹھا رہی تھی۔

"نہیں آئے ناں، مت آئیں، کبھی مت آئیں میں نہیں رو رہی یہاں آپ کے لیے، آپ کو نہیں فکر ہماری تو ہم کیوں کریں، خوش رہیں اپنی دنیاں میں، دیبا علی نہیں کرتی اپنے بھائی کا انتظار خوش رہیں سمجھے خوش رہیں، بہت خوش۔" چلتے چلتے اچانک من میں کیا سمائی کی ہاتھ میں پکڑا فون بک پاس لگے ہولے کے مظبوط جھولے پر اچھالتے ہوئے چلاّ اٹھی۔

"دیبا آپ یہاں ہیں؟ میں آپ کو پورا گھر تلاش کر چکا ہوں۔" تبھی عقب سے آئی آواز پر اس نے جھٹ اپنے گال صاف کئے پھر سرعت سے رخ دوسری جانب کیا جہاں بلیک ٹراؤزر شرٹ میں لمبا چوڑا خوبرو ایس پی احان علی دونوں ہاتھ پیچھے کو باندھے اسے ناراض نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کی آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں؟ آپ رو رہی تھی ناں؟ مجھے لگا ہی تھا محترمہ کسی کونے کھدرے میں بیٹھ کر شغل فرما رہی ہوں گی۔" وہ خفگی سے کہتا لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس کے مقابل چلا آیا تھا جواب نیچے کو سر جھکائے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"کیوں رو رہی تھیں آپ؟" احان اسے سر اٹھاتا نا دیکھ ٹھوڑی سے تھام کے اس کا چہرہ اپر کو اٹھایا۔

"میں نہیں رو رہی، میں کیوں رونے لگی؟ مجھے کیا پڑی ہے رونے کی؟ ڈاکٹر دیبا روتی وتی نہیں ہے۔" دیبا سرمئی آنکھوں سے بہ رہے ثبوت کو دونوں ہاتھوں سے صاف کرتی نفی میں سر ہلا کر نروٹھے پن سے بولی۔ جس پر ایس پی احان نے دونوں لب آپس میں پیوست کر کے مسکراہٹ ضبط کی۔

"ڈاکٹر دیبا علی آپ اس شہر کے ایس پی احان علی کے مقابل کھڑی انہیں جھوٹا ثابت کر رہی ہیں، اس کی سزا جانتی ہیں آپ؟" احان بھاری آواز نکال کر مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں! سب مجھے ہی سزا دیں، سب کی غلطی کی سزا مجھے ہی ملے، خود بخود نکل رہے آنسوں کی سزا بھی دیبا کو ملے، ان مسٹر فرانس کی بابا سے ناراضگی کی سزا بھی مجھی کو ملے، مطلب غلطی کسی کی بھی سزا دیبا علی کو ہی ملنی ہے۔" دیبا دو قدم پیچھے ہوتی چلاّ اٹھی جس پر احان لب بھینچ گیا۔ جانتا تھا یہ لڑکی اپنے جذبات پر قابو پانے کا ہنر نہیں جانتی جو اندر ہوتا ہے وہی لبوں پر ہوتا ہے اسے دوہری شخصیت کی سمجھ نہیں ہے۔

"ریلیکس دیبا، یہاں دیکھیں میری طرف دیکھیں اُپر۔" احان نے زبردستی اس کا چہرہ اپر کو اٹھایا۔

"اسے مس کر رہی ہیں آپ؟" سوال بہت نرمی کے ساتھ سنجیدگی سے ہوا تھا۔

"نہیں کر رہی میں کسی حشام وشام علی کو مس، جسے میری پرواہ نہیں میں کیوں انہیں مس کروں گی بھلا؟" دیبا زور سے نفی میں سر ہلاتی اپنا آپ اشکار کر گئی تھی۔

یوں تو ڈاکٹر صاحبہ چوبیس سال کی میچور لڑکی تھی لیکن علی وِلا میں سب سے چھوٹی اور اکلوتی لڑکی ہونے کے اعزاز نے انہیں بڑا ہونے نہیں دیا تھا۔ اب بقول ارسلان کے وردی والے جلاد تک جس کے نخرے اٹھائے وہ بھلا بڑا کیسے ہو۔

"میں نے تو یہاں کسی حشام کا نام نہیں لیا؟" ایس پی صاحب نے فوراً بات پکڑی جس پر دیبا نے جھٹ ہونٹ دانتوں کی گرفت میں دیا۔ پھر ہولے سے سر اٹھا کے اپنے سے تین سال بڑے دوست ایس پی حشام علی کو دیکھا۔

"فون کیا آپ نے اسے؟" حشام اسے کاندھوں سے تھام کر جھولے پر بیٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! میں کیوں کروں فون؟" دیبا فوراً میں نفی میں سر ہلاتی سوں سوں کرتے ہوئے بولی۔ جس پر احان نفی میں سر ہلاتا اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"تو پھر اتنی ناراضگی، غصہ، آنسوں کس لیے؟"

"کیا مطلب میں ان سے ناراض بھی نہیں سکتی؟ رو بھی نہیں سکتی؟" دیبا نے اب کے خفگی سے احان کو گھورا۔

"بالکل ہوسکتی ہیں آپ کے بھائی ہیں وہ، لیکن اتنی شدید ناراضگی تب جائز ہوتی جب آپ اسے کال کرتی اور آگے سے وہ آپ کی کال نہیں لیتا، آپ تو جانتی ہے سب سے ناراضگی

کے باوجود وہ آپ سے بات کرتا ہے، آپ کے لی ئے تحائف بھیجتا ہے، پھر؟۔" احان نے رسان سے سمجھایا۔

"ہاں! تو بھیجتے ہیں تو بھائی ہیں میرے، حق ہے میرا ان پر۔" دیبا کی اپنی ہی دلیل تھی۔

"ہاں! جناب انکار کون کافر کر رہا ہے بے شک آپ کا حق ہے، میں تو سرد موسم میں گرم دماغ کی وجہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔" احان اپنی بات پر زور ڈال کر بولا۔

"کل میرا انٹرن شپ کا پہلا دن ہے، بھائی نے کہا تھا جب میں ڈاکٹر بن جاؤں گی فرسٹ ڈے اور پھر روزانہ وہ ہی مجھے ہسپتال پک اینڈ ڈراپ کریں گے، لیکن دیکھیں انہوں نے مجھے ایک کال تک نہیں کیا، میں میڈم سیرمنی والے دن بھی روئی تھی اس دن بھی وہ نہیں آئے، اور اب بھی۔۔" ناخون کھرچتے ہوئے سوں سوں کرتے اس نے اپنی اس شغل کی اصل وجہ بتائی۔ جس پر احان ایک تاسف بھری نظر اس پر ڈال کر سائیڈ پر رکھا اس کا فون اٹھا کر فنگر پرنٹ سے ان لاک کیا۔ ان دونوں کی دوستی اتنی گہری تھی کے ادنی فون کا پاس وورڈ تک دونوں سے مخفی نہیں تھا۔

"کیا کر رہے ہیں؟ میں ان سے ناراض ہوں میں نہیں کر رہی بات وات۔" دیبا اسے فون لگاتا دیکھ فون کی طرف لپکی لیکن احان نے ہاتھ دور کر لیا۔

"وات مت کرنا صرف بات کر لیں، کیونکہ میں اپنی اکلوتی فرینڈ کو روتا نہیں دیکھ سکتا۔"

"مسٹر حشام علی ایس پی احان علی کی اکلوتی دوست کو اتنا رلانے کا جو حساب نکلتا ہے وہ تو میں بعد میں آپ سے برابر کروں گا ابھی آپ اسے خاموش کرائیں ورنہ آپ کی خیر نہیں ہے۔" دوسری طرف سے کال پک کرتے ہی احان نے دھمکانے کے ساتھ فون دیبا کے آگے کر دیا تھا۔

"دیبا! گڑیا رو یا کیوں ہے میرا بچہ؟ لیپ ٹاپ سکرین پر جیسے ہی دیبا کا سرخ رویا رویا چہرہ نظر آیا حشام تڑپ اٹھا تھا۔ اب بھائی کے بعد یہی ایک تو بچی تھی۔

"دیبا سوری گڑیا میں کچھ نہیں بھولا، آپ بات کریں پرومس میں سچ میں کچھ بھولا دیکھیں میری طرف دیکھیں، حشام اسے نظریں نا اٹھاتا دیکھ کچھ اور بے قرار ہوا تھا۔

"نہیں! دیکھ رہی میں آپ کو، اور بات بھی نہیں کرنی مجھے آپ سے، اگر آپ کو واقعی مجھ سے محبت ہے تو چپ چاپ سے واپس آجائیں، ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے فون سے

محبت جتانے کی، آپ کی اور بابا کی جنگ میں مفت میں میں اور ماما پس رہے ہیں اب اور نہیں، آپ کو نہیں آنا تو کال کر کے جھوٹی امید بھی مت دلائیں۔" دیبا نظر جھکائے ہی اپنا مدع بیاں کرتی فون احان کی طرف کر کے جھولے سے اٹھ گئی تھی۔

"حشام علی ہم نے آپ کو اپنی دوست کو چپ کرانے کے لی ئے کہا تھا مزید رلانے کیلئے نہیں۔" احان سکرین سے نظر آرہے حشام کے پریشان چہرے کو دیکھ مصنوعی خفگی سے بولا۔

"احان بھائی پلززززا سے چپ کرائیں۔" حشام نے پریشانی سے پیشانی مسلی بس نہیں چل رہا تھا جا کر دیبا کے آنسوں صاف کر آئے کتنی محبت تھی احتشام کو دیبا سے یہ سوچ آتے ہی حشام نے زور کا مکا سائیڈ دیوار پر مارا تھا۔

"ڈونٹ وری میں دیکھتا ہوں تم بھی اپنا خیال رکھو اور اپنی ضد کو سائیڈ پر رکھ کر ہم سب اسپیشلی چاچی اور دیبا کے بارے میں سوچو، خدا حافظ پھر بات ہوتی ہے۔" حشام کال ڈراپ کر کے دوسری طرف رخ کئے ناراض کھڑی دیبا کے پاس آیا جو بھائی پر بھر اس نکال کر اب پر سکون ہو گئی تھی۔

"ایک حساب سے اچھا ہی ہوا جو آپ کا بھائی یہاں نہیں، ورنہ اپنی بیسٹ فرینڈ کو اپنے جاب کے پہلے دن ڈراپ کرنے کے موقع سے میں ہاتھ دھو بیٹھتا۔" احان نے ایک ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کی جس پر دیا نے پلٹ کر اسے گھورا۔

"میرا مطلب چلیں اسی خوشی میں آپ کے پسندیدہ گول گپے کھانے چلتے ہیں۔" احان نے اپنی چوری ہتھیلی دیا کے آگے کی۔

"مجھے لگتا ہے ایس پی صاحب آپ کے اندر انسپکٹر ارسلان نامی ہارمون ایکٹو ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے آپ بھی بونگیاں مارنے لگے ہیں، مطلب رات کے ساڑھے نو بجے علی وِلا کے باہر وہ بھی گول گپے کھانے نائس جوک۔" دیا نے گول گپے کا اشارہ کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا جس پر احان نے آنکھوں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"ڈاکٹر دیا علی آپ ایس پی احان علی کو ہلکے میں لے رہی ہیں۔" احان نے کالر لیس شرٹ کے کالر جھاڑے۔

"اور آپ دا ابو ریٹائر میجر احمد علی کے قوانین کو۔" دیا بھی دوبدو بولی۔

"ٹرینگ میں ناں بہت بار میں نے رولز کو ہلکے میں لیا ہے، چلیں اب گول گپے کھائے بغیر تو آج ہم لوگ سوئیں گے نہیں۔" احان اسکی کلائی تھامتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"میں کیا کروں دیبا گڑیا میں تم لوگوں کے پاس آنا چاہتا ہوں، لیکن خالی ہاتھ نہیں آسکتا ورنہ بھائی کی یادیں تڑپا تڑپا کر میری جان لے لی گی، ایک امید جو ملی ہے ان کے آخری نشانی کی شکل میں، میں واپسی اس کے لی ئے کرنا چاہتا ہوں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں، بس ایک بار پتا چل جائے وہ کہاں؟ اور کس کے پاس ہے اس کے بعد حشام علی ایک پل یہاں نہیں رہے گا، ایک پل بھی نہیں۔" دیبا سے بات کرنے کے بعد کان سے فون لگائے حشام مسلسل ادھر اسے ادھر کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔

"Pic up the call dem......

حشام غصے سے بولتے ہوئے کان سے فون ہٹانے ہی لگا تھا کی دوسری طرف سے کال پک کرلی گئی تھی۔

"مسٹر غنی کچھ پتا چلا اس ڈاکٹر کے بارے میں ؟" حشام بنا سلام دعا خبر خیریت کی زحمت اٹھائے بے تابی سوال کیا۔

"جی سر! زیادہ نہیں لیکن آپ کے ضرورت لائق انفارمیشن ہے میرے پاس۔" فون سے ڈیٹکٹیو غنی کی طرف سے آئے مثبت جواب پر حشام نے اپنے اعصاب بالکل ڈھیلے چھوڑ دئے تھے۔

"تو بتائیں کون ہے وہ ڈاکٹر جو میری بھابھی کے اتنے کلوز تھی؟" حشام بیڈ پر بیٹھ کر لیپ ٹاپ کھولتے ہوئے سوال کیا۔ جس پر ابھی نوٹیفکیشن آئی تھی۔

"سر میں نے میل بھیجی ہے آپ پڑھ لیں۔" فون سے آئی ڈیکٹیو غنی کی آواز پر حشام نے فون کان اور گردن کے بیچ دباتے ہوئے دونوں ہاتھ کا استعمال کر کے جلدی فائل کھولی۔

"ڈاکٹر حبہ، عمر ستائیس سال۔" حشام زیر لب نام پڑھ کے نیچے ایج دیکھی۔ پھر اسی طرح زیر لب نیچے دی گئی انفارمیشن ریڈ کرنے لگا۔ جس میں کالیفیکشن یونیورسٹی نیم وغیرہ شامل تھے۔ غرض یہ ڈاکٹر حبہ کا چھوٹا سا ریزیومے تھا۔

"ڈاکٹر حبہ اتنا ہی نام ہے ؟ میرا مطلب فل نیم کیا ہے ؟" حشام نے پوری میل پڑھنے کے بعد سوال کیا۔

"سر ان کا کوئی سر نیم وغیرہ نہیں ہیں دراصل وہ یتیم ہیں۔" ڈیکٹیو غنی نے آگے کی معلومات فراہم کی۔

"اہ! لیکن یہاں تو ان کا نمبر بھی نہیں ہے، شائد آپ دینا بھول گئے۔" حشام نے سر جھٹک اگلا سوال کیا۔

"نو سر میں بھولا نہیں دراصل ان کا نمبر ہی نہیں ملا، ہسپتال کا وہ بندا بتا رہا تھا کی آپ کی بھابھی کے ڈیت کے بعد وہ ڈاکٹر اتنی دل برداشتہ ہوئی کی انہوں نے وہ ہوسپٹل تو ہوسپٹل اس شہر سے تک شفٹ کر لیا، بیچاری یتیم تھی ناں شائد اکلوتی دوست کی ناہنگانی موت برداشت نہیں کر پائی۔" اب کے ڈیٹیکٹیو غنی کے لہجے میں افسردگی گھلی تھی۔ لیکن ان کی بات سن کر حشام کے پیشانی پر کئی گہری سوچ کے بل نمودار ہوئے تھے۔

"وہ بیچاری تھی یاد نیاں اسے بیچاری سمجھتی ہے یہ تو اس ڈاکٹر سے بنفس نفس مل کر ہی معلوم ہو گا۔" چھبیس سالہ حشام علی کا دماغ کسی اور ہی ٹریک پر چلا گیا تھا۔

"کیا مطلب سر؟" ڈیٹیکٹیو غنی اپنے بوس کی پر اسرار بات سن حیران ہوا۔

"کچھ نہیں، آگے کوئی خبر؟" حشام نے بات پلٹ دی۔

"سر آگے کی خبر آپ کے لیے خوشی کی خبر ہو گی، کیونکہ وہ ڈاکٹر اَٹ پریزنٹ آپ ہی کے شہر کے کسی مشہور ہسپتال میں اپنے خدمات انجام دے رہی ہے، اور جیسا کی میں نے آپ کو بتایا ہے میرا اصول ہے میں عورتوں پر جاسوسی نہیں کرتا سو آگے آپ اگر یہ جاری رکھنا چاہتے ہیں تو کسی اور کو ہائیر کر لیں یا پھر جیسا میں نے پہلے بھی کہا آپ کا پورا خاندان سوِل سروینٹ سے بھرا ہے آپ کسی سے بھی۔۔" ابھی ڈیٹکٹیو غنی کی بات درمیان میں ہی تھی کے حشام کی سرد آواز نے انہیں چپ کرا دیا۔

"بس مسٹر غنی، اگر مجھے ان کی ہیلپ لینی ہوتی تو میں آپ کو ہائر نا کرتا، اب تک آپ نے میرے لیے جو کیا اسپیشلی یہ لاسٹ انفارمیشن جو آپ نے مجھے دی اس کا بہت بہت شکریہ آگے میں دیکھ لوں گا، اور آپ کی پیمینٹ چند منٹ میں آپ کے

اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی جائے گی خدا حافظ۔" حشام نے اپنی کہہ کر کال ڈراپ کر دیا تھا۔ پھر ڈیٹیکٹیو غنی کے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر کرنے کے بعد فون بیڈ پر اچھال کر کھڑکی پاس چلا آیا۔

"آپ میرے شہر کے بجائے پاتال میں بھی ہوتی تب بھی حشام علی آپ کو نکال لاتا کیونکہ میرا یقین نہیں دعوا ہے میرے بھائی کی امانت آپ کے پاس ہے، اب دیکھنا یہ ہے کی وہ کس حال میں ہے، اور اسے آپ مجھے واپس کن شرائط پر کرتی ہیں، کیونکہ اگر آپ نے اس بچے کے لیۓ شہر چھوڑا ہے تو ظاہر سی بات ہے اسے اچھا ہی رکھیں گی، لیکن حشام علی سے زیادہ نہیں۔" حشام دور آسمان پر اپنی سرخ نظر ٹکائے سات سمندر پار اپنی چھوٹی سی خوبصورت دنیاں میں ہر چیز سے بے خبر وجود سے مخاطب تھا۔

"ارسلان یا احان بھائی کی ہیلپ لوں ابھی تو مجھے یہاں سے سب وائنڈاپ کرنے میں کم از کم پندرہ دن لگیں گے، لیکن وہ لوگ تو اس سب کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں کیا جواز دوں گا، نہیں میں خود سب کام جلد نپٹا کر واپسی کروں گا۔" حشام نے خود کی خود ہی نفی کی تھی۔

احتشام کے میجر انصار سے سِول ناجوائن کرنے ضد لگا کر گھر سے نکلنے کے ٹھیک چھ مہینے بعد ہی اس نے نیلم نامی کسی لڑکی کی ہیلپ کرنے کے غرض سے نکاح کر لیا تھا۔ آخر کو محافظوں کے خاندان سے تھا خواہ اسے یہ فیلڈ ناپسند تھی لیکن خون کا بھی تو اثر ہوتا ہے۔

احتشام نے اول تو نیلم کی جان بچانے ہی شادی کی تھی۔ لیکن بعد جب نیلم کی ساری کہانی معلوم ہوئی تو اس نے اس مقدس رشتے کو پورے دل سے نبھایا۔ جس کا ثمر اللہ نے شادی کے چند مہینے بعد ہی اولاد جیسی نعمت سے صورت میں دیا تھا۔ جس پر وہ پھولے نہیں سما رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنی شادی یا آنے والے مہمان کی اطلاع علی وِلا میں کسی کو نہیں دی تھی سوائے حشام کے اسے بھی قسم دے رکھی تھی۔ اسے لگتا تھا کی جب کوئی اس کی مرضی کی جاب کرنا قبول نہیں کر سکتا تو بیوی کیا قبول کریں گے۔

اللہ کی کرنی نیلم کا نواں مہینہ چل رہا تھا جب اسے ہسپتال لے جاتے ہوئے ان کی گاڑی حادثے کا شکار ہو گئی۔ کار اور ٹرک کے درمیان ہوئی دل دہلا دینے والے ایکسیڈنٹ میں احتشام تو موقع پر جان بحق ہو گیا۔ لیکن پچھلی سیٹ پر بیٹھی نیلم بری طرح زخمی ہونے کے بعد بھی زندہ تھی جسے فوراً ہسپتال شفٹ کیا گیا تھا۔ جبکہ احتشام کے پاس ملے

ڈاکیومینٹ کی مدد سے علی وِلا خبر پہونچائی گئی۔ جس کے بعد وہیں سے احتشام کی ڈیڈ بوڈی علی وِلا کے لیۓ روانہ ہوگئی تھی۔اور جہاں سے دو جسم ایک ہوۓ تھے وہیں دو جسم کو الگ بھی کر دیا گیا تھا۔

احتشام کی موت علی وِلا کے لوگوں پر قیامت کی طرح ٹوٹی تھی۔ لیکن سب جانتے تھے اگر احتشام کا دیوانہ اسے اس حال میں دیکھ لے تو پاگل ہو جاۓ گا تبھی کسی نے اسے اطلاع کرنے کی جرت نہیں کی تھی۔احتشام کی موت کے پندرہ بعد ڈھکے چھپے لفظوں میں بڑی مشکل سے فرانس میں حشام کو اطلاع دی گئی۔ جس پر وہ بھائی کا دیوانہ دوڑا چلا آیا تھا۔ لیکن قسمت اسے تو اپنے بھائی کا آخری دیدار تک نصیب نہیں ہوا تھا۔ نیلم کا وہاں کسی کو علم نہیں تھا سوا اس نے خود اس کا معلوم کیا جس سے معلوم ہوا کی نیلم بھی دو دن بعد ہی اپنے پیارے شوہر سے جا ملی تھی۔ لیکن بچے والی بات درمیان میں رہ گئی تھی۔ حشام کے فائنل امتحان ہونے والے تھے چونکہ اس نے احتشام کو وعدہ دیا تھا کی وہ پڑھ لکھ کر بڑا بزنس مین بنے گا سو چند دن بعد ہی اس نے بوجھل دل سے وعدے کی زنجیر میں جکڑے واپسی کر لی تھی۔ لیکن اپنے بھائی کی آخری نشانی کی تلاش جاری رکھتے ہوۓ ڈیٹیکٹیو غنی کو لگا دیا تھا پیچھے۔اور آج وہ آخر کار اصل سراغ تک پہونچ ہی گیا تھا۔

بڑے سے حال کو عبور کر کے محتاط قدم اٹھاتے ہوئے وہ لوگ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب عقب سے فسادی انسپکٹر کی جلادی آواز بلند ہوئی۔

"ہینڈز اپ! کہاں چلی یہ جئے اور ویرو کی سواری؟"۔ پیچھے سے آئی ارسلان کی آواز پر احان دیبا کی کلائی چھوڑ کر دانت پیستے ہوئے پلٹا۔

"آپ دونوں کو علی وِلا دفع۔۔دفع۔۔ارے دفع کو دفع کریں۔" جب دفع کا کوئی نام یاد نہیں آیا تو سر جھٹک کر ارسلان خود ہی جھلایا۔

"ساتھ آپ بھی دفع ہو جائیں۔" احان نے جھٹ صلاح دی۔

"آپ دونوں کو رات نو بجے کے بعد بلا ضرورت علی وِلا کے باہر قدم رکھنے والے سخت قانون کو توڑنے کی کوشش میں قابل سے بھی اُپر کے قابل آفیسر انسپکٹر ارسلان علی رنگے ہاتھوں اریسٹ کرتے ہیں۔" ارسلان دو انگلیوں کی بندوق بنائے دونوں کے گرد چکر لگاتے ہوئے اپنی تعریف آپ کے مصداق بھاری آواز میں اعلانیہ انداز میں بولا۔

"اب اگر یہ قابل سے بھی اُپر کا قابل آفیسر ایک سیکنڈ کے اندر یہاں سے غائب نہیں ہوا تو یہ اس قابل بھی نہیں رہے گا کی چل کر اپنے کمرے تک جا سکے۔" احان نے اس کا وہی ہاتھ پکڑ کے کمر کے پیچھے کو موڑا۔ بے شک ارسلان ہٹھ کٹھ مظبوط تھا لیکن احان کے آگے کچھ نہیں تھا۔

" بھبھ۔۔ بھائی آپ ایک انسپکٹر کے ساتھ یہ۔۔ آآآ۔۔ ٹھ۔۔ ٹھ۔۔ ٹھیک نہیں کر رہے۔۔ آآا۔۔۔ کم از کم چھوٹے بھائی ہونے کا ہی خیال کرلیں یار۔" احان کی گرفت بڑھتے ہی ارسلان اپنی اوقات پر چلا آیا تھا۔

"اس بھائی کو بھی چھوٹے ہونے کا خیال کرنا چاہئے۔" احان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا ہاتھ آزاد کیا۔

"دھیان سے بھائی صاحب ایک آف ڈیوٹی انسپکٹر کے بے دردی سے ہاتھ مڑوڑنے کی سزا جانتے ہیں آپ؟" ارسلان دو قدم دور ہوتے ہوئے واپس اپنی ٹون میں آیا۔

"ایس پی احان کو اتنی چھوٹی بات جاننے کی ضرورت نہیں، ویسے ایک ایس پی سے اس لہجے میں بات کرنے کی سزا جانتے ہیں آپ؟" آخر میں احان نے بھی اسی کی ٹون اختیار کی۔

"اور ایک کمشنر کی موجودگی میں اپنے اپنے عہدے کی دھونس جمانے کی سزا جانتے ہیں آپ دونوں۔" عقب سے آئی آواز پر تینوں ہڑبڑا کے پیچھے کو مڑے تھے۔ جہاں نائٹ ڈریس میں کھڑے اکبر علی تینوں کو گھور رہے تھے۔

"چاچو آپ؟" تینوں کی آواز بیک وقت تھی۔

"شکر کریں میں، اگر میری جگہ آپ لوگوں کے داابو میجر احمد علی ہوتے تو آپ کو پوسٹ کی تو نہیں، لیکن گارڈن کی ٹھنڈی ہوا میں مارچ کرتے ہوئے ٹرینگ کے دن ضرور یاد آجاتے، اب بتائیں اتنی رات گئے یہاں کونسی محفل گرم ہے۔" کمشنر اکبر علی نے دونوں کو دیکھ سوال کیا۔

"مجھے نہیں پتا میں معصوم تو گارڈن سے نائٹ واک کر کے آرہا تھا، یہی دونوں جیئ اور ویرو کی جوڑی دبے قدموں کہیں نکل رہے تھے۔" ارسلان نے فوراً ہاتھ کھڑے کیئے۔

"سب سے بڑے فسادی علی وِلا کے تم ہی ہو، اور تم معصوم واٹ آ جوک۔" احان اسے دبوچنے آگے کو ہوا جب وہ سرعت سے اکبر علی کے پیچھے ہو گیا۔

"چاچو دیبا کا کل انٹرن شپ کا فرسٹ ڈے ہے وہ نروس ہو رہی تھی تو میں نے سوچا باہر گھما لاؤں فریش فیل کرے گی۔" احان نے پاس کھڑی دیبا کی طرف اشارہ کیا۔

" ہممممم! بچے ایسے نروس نہیں ہوتے یہ تو اچھی بات ہے اب آپ اپنے کریئر کی طرف بڑھ رہی ہیں۔" اکبر علی نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اچھا ایجاؤ لیکن کیر فل، تمہارے دا ابو کو خبر ہوئی تو میں ذمہ دار نہیں۔" اکبر علی نے اپنے فون پر آ رہی کال کو دیکھ دونوں کو اجازت دی۔ جس پر احان ایک فاتحانہ نظر ارسلان پر ڈالتا دیبا کی کلائی تھام آگے ہوا جب ارسلان بھی ایک ہی جست میں اس کے برابر ہوا تھا۔

"تم کہاں؟" احان حیرانی سے اسے دیکھا۔

"آپ لوگوں کے ساتھ۔" ارسلان نے فوراً آگے کے سارے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے جواب دیا۔ جس پر دیبا کا ہاتھ چھوڑ کر احان نے ہاتھ کمر پر ٹکائے۔

"اور وہ کس خوشی میں؟"

"ہاہاہاہا۔۔۔بھائی یار کیسے بھول سکتے ہیں آپ، کل آپ کی بیسٹ والی فرینڈ کی انٹرن شپ کا فرسٹ ڈے ہے تو افکورس اس جعلی ڈاکٹر کے ڈاکٹر بننے کی خوشی میں۔" ارسلان نے بے وجہ ہی قہقہ لگایا۔ لیکن صد افسوس دونوں ہی متاثر نہیں ہوئے تھے۔

"تم اُلٹی کھوپڑی والے انسپکٹر ایک بار میرے ہاتھ لگو بنا ٹولز کے ہی تمہارا اوپریشن کردونگی۔" دیبا آستین چڑھاتی جلالی انداز میں اس کے طرف بڑھی جب ارسلان نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے فون سکرین آگے کی۔

"ناں! ناں ڈاکٹر دیبا علی، ارسلان علی سے پنگا نوٹ چنگا کمشنر صاحب کہتے ہیں کی قانون ثبوت مانگتا ہے، اور یہ رہا ثبوت، ذرا سوچیں اسے دا ابو تک پہونچانے میں کتنا وقت لگے گا؟ بس ایک کلک اور جۓ اور ویرو کی جوڑی دا ابو کی عدالت میں، اب لیجانے سے انکار مت کرنا، ورنہ جۓ اور ویرو کی یہ عظیم دوستی چوری چھپے باہر جانے والی وڈیو۔" ارسلان کمینگی سے مسکرایا۔

"حان دیکھا اس فسادی کو؟" دیبا روہانسی ہوئی۔ جبکہ احان اسے سالم نگلنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"اب میں چلوں یا اس ویڈیو کو جانے دوں؟" ارسلان نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائی۔

"چلو فسادی انسان۔" احان غصے سے کہتا دیبا کا ہاتھ پکڑ کے نکل گیا۔

"اسے کہتے ہیں ناظرین انسپکٹر ارسلان کا کمال۔" ارسلان نے پیچھے پلٹ کر نجانے کونسے نا نظر آنے والے ناظرین کے آگے اپنی ہنر کا اعلان کیا تھا۔

"نوری!"

"نوری! ذرا آ کر ثوبی کو تو سنبھالیں بہت ضد کر رہے ہیں۔" حبہ نے ایک ہاتھ سے ثوبی کو اٹھائے جلدی جلدی ساری چیزیں سمیٹتے ہوئے نوری کو آواز لگائی۔

اچانک موسم میں آئی تبدیلی ہواؤں میں محسوس ہونے والے خنک کی وجہ سے ثوبان کو تھوڑا ساز کام کیا ہو گیا تھا جناب کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے۔ ہلکی سرخ آنکھ، سرخ گال اور ناک لیے سرخ کلر کے بھالو جیسے سوئیٹر میں ملبوس ثوبی صاحب صبح سے حبہ کے گود میں چڑھے بیٹھے تھے۔ حبہ بڑی مشکل سے اسے اٹھائے سارے کام کر رہی تھی۔ کیونکہ نیچے رکھنے کی کوشش بھی کرتی تو شہزادے اپنی

چھوٹی سی سرخ ناک سکوڑ کر رونے کو تیار ہو جاتے اور ڈاکٹر حبہ کو کہاں گوارہ تھا اپنی دنیاں کے آنکھ میں آنسوں۔

"جی ڈاکٹر باجی !۔" حبہ اپنا بیگ پیک کر کے ثوبان کے بیگ میں چیزیں ڈال رہی تھی جب کمر پر کس کے دوپٹہ باندھے انیس بیس سالہ نوری دروازے کی فریم نمودار ہوئی تھی۔

"ذرا ثوبی کو لو مجھے منہ دھونا ہے، بال بنانے جتنا ناں ٹائم ہے اور ناں ہی شہزادے کا موڈ ہے اپنی ماما کو ٹائم دینے کا۔" حبہ نے سرخ ٹوپی کے حالے میں مقید معصوم سرخ و سپید چہرہ پر بٹن کی جیسی بڑی بڑی آنکھیں پٹپٹا کر خود دیکھ رہے ثوبان کے ناک سے ناک رگری۔

"ناں ! ڈاکٹر باجی ناں ! آپ مجھ سے اس پورے سات منزلہ فلیٹ کی باہر کے شیشیے صاف کروالیں یہ نوری بنا اففففف کرے کر دے گی، لیکن ثوبی بابا کی طبیعت خراب کے وقت گود میں اٹھانے کا کام ناں ڈاکٹر باجی یہ نوری سے نہیں ہو گا۔" نوری نے فوراً بقول نوری کے خود کو گھور رہے ثوبان کو دیکھ ہاتھ اٹھائے۔

"کم آن نوری پانچ منٹ کی تو بات ہے کچھ نہیں ہوتا۔" حبہ ثوبان کو لیئے اس کے قریب آئی جس پر نوری کرنٹ لگے شخص کی طرح بدک کر دو قدم پیچھے کو ہوئی۔

"ہوتا ہے ڈاکٹر باجی ہوتا ہے، جب بھی ثوبان بابا کی طبیعت خراب ہوتی ہے انہیں مجھ سے انرجی (الرجی) ہو جاتی ہے، پھر میرے گود میں اٹھاتے ہی پوری قوت سے رونے لگتے ہیں، اور انہیں روتا دیکھ آپ پوری ظالم باجی کی طرح ڈانٹنے لگی ہیں، جتنی ثوبی بابا کی مسکراہٹ قلقاری پیاری کوٹ (کیوٹ) ہے اتنی ہی ان کا رونا بھیانک ہے۔" نوری فوراً برے برے منہ بناتی روہانسی ہوئی۔ جس پر جانب ثوبان کو کیا سمجھ آیا کی چار میں سے دو دانت دکھا کر مسکرا دیئے جیسے نوری کے اندر اپنی دہشت دیکھ حظ اٹھا رہے ہوں۔

"دیکھیں ڈاکٹر باجی مجھے کیسی چِڑاتی مسکراہٹ دے رہے ہیں۔" نوری سے ثوبان کی حرکت مخفی نہیں رہ سکتی تبھی مزید روہانسی آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں ہو سکتا تمہارا نوری تم واپس جاؤ میں دیکھ لوں گی۔" حبہ اس کی شکایت پر کان دھرے بغیر بول کر باتھروم کی طرف بڑھی۔ پھر ثوبان کو اٹھائے ہی جیسے تیسے چہرہ

دھو کر ٹاول سے خوش کرتی ایک نظر بیڈ پر رکھے اپنے اور ثوبان کے بیگ پر ڈال کر باہر ٹیبل پر چلی آئی۔ جہاں نوری نے حبہ کا مخصوص ناشتہ جوس اور سیلٹ سے ٹیبل سجا رکھا تھا۔

"ڈاکٹر باجی ثوبی بابا تو آپ کے گود سے نیچے ہی نہیں آ رہے پھر ہسپتال کیسے جائیں گی؟" نوری حبہ کو ایک ہاتھ سے ثوبان کا فیڈر پکڑے دوسرے ہاتھ سے مشکل سے ناشتہ کرتا دیکھ فکر مندی سے بولی۔

"اب کیا جب بھی ان کی طبیعت خراب ہوتی ہے یہ مجھ سے الگ ہی نہیں ہوتے۔" حبہ نے جھک کر ایک نظر ثوبان کو دیکھا جو دھیرے دھیرے فیڈر پیتے ہوئے معصومیت کی تصویر بنے بٹن جیسی ہلکی سرخ آنکھیں گھما گھما کر آس پاس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"تو باجی آج چھٹی کر لیں پھر آپ، مجھے نہیں لگتا یہ اس سینٹر منٹر جہاں بھی آپ انہیں چھوڑتی ہیں وہاں ٹکیں گے۔" نوری نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ جس پر حبہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں! آج ہسپتال میں نیو انٹرنس آنے والے ہیں انہیں اٹنڈ کرنے کی ذمہ داری میری ہے، جانا تو پڑے گا، لیکن میں سوچ رہی ہوں کی ثوبی کو ساتھ لیتی جاؤں اور جلد فری ہو کر گھر لوٹ آؤں، ثوبی کو ڈے کیر سینٹر چھوڑ گئی تو ان کی فکر میں مجھ سے ایک کام ڈھنگ کا نہیں ہو پائے گا۔" حبہ نیپکین سے ہاتھ صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر جلد ہی وہ اپنا اور ثوبان کا بیگ لے کر فلیٹ لاک کرتی ہسپتال کے لیئے روانہ ہو گئی۔

صبح میجر احمد علی کے بنائے رول کے مطابق ٹھیک نو بجے سب اپنے اپنے کام کے لیئے نک سک سے تیار ٹیبل موجود تھے۔ آئی جی اطہر علی، کمشنر اکبر علی، اور احان تینوں فل یونی فارم میں تھے۔ جبکہ رات بھر خوشی اور نروس نیس کی وجہ سے رت جگہ منائی دیبا ہلکے سرخ آنکھوں کے ساتھ اپنے مخصوص ڈریسنگ گھٹنوں تک آتی گھیرے دار فراک پر کھلے پائنچوں والے شلوار میں سر پر دوپٹہ لیئے بیٹھی تھی۔ پاس ہی تینوں بیگمات کھڑی انہیں سرو کر رہی تھی۔ گو کے احمد علی اس کے سخت خلاف تھے لیکن اب بہوؤں کی جھجھک سمجھ کر چپ کر

جاتے۔اور انسپکٹر ارسلان جو رات ایک بجے تک دونوں بیسٹ فرینڈز کے بیچ کباب میں ہڈی بنے ہوئے تھے بنا کسی بات کی پرواہ کئے کھنکتی سردی میں اے سی ڈالے فل منہ تک کمفرٹر میں سر گھسائے دنیاں جہان سے بے گانہ تھے۔

"دیابچے کرلی آپ نے پوری تیاری؟"داابو نے پلیٹ میں چمچہ گھمارہی دیا کو مخاطب کیا۔لیکن محترمہ کا دھیان تو ہسپتال میں تھا۔

"دیا داابو پوچھ رہے ہیں پرپیپر ہو گئیں آپ جانے کے لیے؟"احان اسے اپنی ہی دنیاں میں گم دیکھ جھک کر سر گوشی کی۔

"جج۔۔جی داابو سب ڈن ہے،بس اب حان کے ناشتہ کرتے ہی نکلیں گے۔"دیا جھٹ حقیقت کی دنیاں میں آتی جواب دیا۔

"ہممممم!نروس بالکل نہیں ہونا ہے،آپ میجر احمد علی کی پوتی ہے جہاں بھی جائیں بس جھنڈے گاڑ آئیں،ڈر،خوف،نروس نیس یہ سب ہمارے لیے نہیں بنے ہیں،سمجھ رہیں ہیں آپ؟۔"دا ابو نے بھاری آواز میں نرمی پیدا کرتے ہوئے دیا کی

ہمت بڑھانے کو فخر سے بولے۔ جس پر دیبا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اب داابو جتنا چاہے حوصلہ افزائی کر لے اندر کی کیفیت جو تھی سو تھی۔

"بڑی بہو یہ چھوٹے صاحب زادے کہاں ہیں؟" دیبا سے نظر ہٹتے ہی داابو کی عقابی نظر اکبر علی کی پاس والی خالی کرسی پر فوراً چلی گئی تھی۔ تبھی کلائی پر بندھی گھڑی پر نو بج کے پانچ منٹ کا وقت دیکھ کڑک آواز میں استفسار ہوا تھا۔

"جی وہ۔۔ وہ ابو۔۔" شمیم بیگم کو تو کچھ پلے ہی نہیں پڑ رہا تھا کی کیا جواز تراشے صاحب بہادر کو تین بار اٹھانے گئیں تھی وہ اور سامنے سے بس پانچ منٹ ماں کی گزارش آئی تھی۔

"ابو میں دیکھ آتی ہوں دراصل رات دیر تک نائٹ واک پر تھے ارسلان، وہ آپ کو بتا کر گئے تھے ناں کی طبیعت کچھ ناں ساز لگ رہی ہے کر کے۔" تحسین بیگم نے فوراً اپنے بگڑے نواب کی صفائی پیش کی ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"کمشنر اکبر آخر کب تک آپ کا آفیسر اس طرح غیر ذمہ دار اور لاپرواہ رہے گا؟ مطلب ایک سال ہو رہے ہیں انہیں اس فیلڈ کو جوائن کئے، لیکن مجال ہے جو آج تک ہم نے انہیں وقت پر ڈیوٹی کرتے دیکھا ہو، ہاں! واپسی محترم کی وقت سے پہلے ہو جاتی ہے، اب

شہر کے آفیسر ہی ایسے رہیں گے تو پھر شہر میں اجالا ہی سمجھیں۔" داابو نے فوراً ساری دنیاں سے بے نیاز کمشنر اکبر کو آڑے ہاتھوں لیا۔ جس پر انہوں نے دل ہی دل ارسلان کو کئی القابات سے نوازا تھا۔

کیونکہ صاحب زادے آئے دن داابو سے اپنی بھی عزت افزائی کراتے تھے ساتھ کمشنر اکبر علی کو بھی گھسیٹ لیتے جن کی بد قسمتی صرف اتنی تھی کے ارسلان کا تھانہ ان کے آفس کے قریب تھا۔اور دوسری طرف ان کی اپنی بیگم تھیں جو ان کے ارسلان پر ذرا سی سختی کرنے پر راہ میں چٹان بن کر کھڑی ہو جاتی۔ جنہیں ارسلان علی میں نجانے کونسے سرخاب کے پر لگے نظر آتے تھے۔

"نہیں ابو ڈیوٹی تو پوری ذمہ داری سے کرتے ہیں، پھر آج کل میں نے انہیں ایک بہت امپورٹنٹ کیس فائل دی ہوئی ہے، شائد اسی کی وجہ سے لیٹ ہو گئے ہوں، پھر ابھی اس فیلڈ میں نئے ہیں، دوسرا ابھی عمر بھی کم ہے سو تھوڑی ایمیچورٹی ہے۔" کمشنر اکبر مسکرا کر بولے۔ جب کے دل تو ارسلان کو دو لگانے کا کر رہا تھا۔

"تم اپنے لاڈلے کی سائیڈ لینے سے باز ناں آنا،اور کم عمر کیا ہوتا ہے پچیس سال کے ہیں محترم، تم نے میں نے احان نے ہم تینوں نے ہی اسی عمر میں جاب شروع کیا تھا، بس یہ صاحب زادے غیر ذمہ دار بہت ہیں۔" آئی جی اطہر علی (ارسلان کے پاپا) کو اس کی تعریف ذرا ہضم نہیں ہوئی تھی تبھی ٹوک گئے۔ جس پر کمشنر اکبر علی سوائے مسکرانے کے کچھ نہیں کر پائے تھے۔

----،-----------.---------

وہ بلیو جینز پر گھٹنوں سے کچھ نیچے تک آتی عام سی کرتی پہنے گلے میں دوپٹہ لٹکائے، چہرے پر اپنا مخصوص بلیک کلر کا ماسک لگائے، دائیں ہاتھ میں اپنا عشق جنون دیوانگی جو بھی کہ لیں کیمرہ تھامے سیاہ رات کی طرح گہری کالی آنکھوں میں کچھ پا لینے کی چمک لیئے سرشار سی مین آفس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"ہیئے! پرواز بڑی خوش لگ رہی ہو؟" وہ اڈیٹر آفس کی طرف بڑھ رہی تھی جب پاس ٹیبل پر بیٹھی منہل نے اسے ٹوکا۔

"اب ہم برے لوگوں کی خوشیاں چھیننے والے خوش نہیں ہوں گے تو کیا گاؤں کا لوہار خوش ہو گا؟" سیاہ پر عزم چمک دار آنکھوں کو دبا کر جواب کھنکتی آواز میں دیا گیا تھا۔

"لگتا ہے اپنا ایم کور تیچ کر گئی ہو؟" لڑکی نے اندازہ لگایا۔

"پرواز ایک بار اپنی اڑان بھرنے کے بعد بنا منزل کو داغے لوٹتی ہے کیا؟" اس نے فخر سے اپنا کالر کھڑا کیا۔

" ہممم! دین کانگریٹس۔" منہل نے مسکرا کر مبارک باد پیش کی جانتی تھی ایک بار پرواز جس کام میں گھس جائے پھر آر یا پار کر کے ہی نکلتی ہے۔

" تھنکیو ابھی نہیں کہو نگی۔" وہ نفی میں سر ہلاتی آفس کا دروازہ ناک کر کے اجازت ملتے ہی اندر داخل ہو گئی تھی۔ جہاں بڑے سے ٹیبل کے پیچھے رکھی ریوالونگ چیر پر پنتالیس پچاس کے درمیانی عمر کا آدمی چشمہ لگائے بیٹھا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

"Good morning sir!"

"Very good morning brave girl."

"کہیں کیسے آنا ہوا؟ کہیں آج آپ کے نیو پروجیکٹ کا سسپینس کھلنے کا دن تو نہیں؟" اڈیٹر حامد نے اسکی آنکھوں کی چمک دیکھ اندازہ لگایا۔

"Nice guess!"

وہ مسکرائی۔

"تو لائیں رپورٹ۔" انہوں نے خوشی سے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ پرواز کا ہر پروجیکٹ ایک سے بڑھ کے ایک ہوتا تھا۔ جس کا اڈیٹر حامد کو ہی نہیں پورے ٹیم کو انتظار ہوتا تھا۔

"لائیں نہیں سر دیکھائیں، یہ دیکھیں۔" اس نے فوراً ان کے لیپ ٹاپ میں یو ایس بی لگا کر ویڈیو کھول کر ان کے آگے کیا تھا۔ پہلے تو وہ مسکرا کر ویڈیو کی طرف متوجہ ہوئے تھے لیکن نام سنتے ہی مسکراہٹ کی جگہ سنجیدگی نے لے لیا تھا جو دو منٹ تئیس سیکنڈ کی ویڈیو ختم ہونے تک سنجیدہ ہی رہا تھا۔

"کیسی لگی سر؟" اس نے ان کی سنجیدہ چہرے کی پرواہ کئے بغیر داد طلب نظروں سے انہیں دیکھا۔

"یہ ویڈیو تم نے کیسے بنائی؟" انہوں نے سنجیدہ نظر اس پر ٹکاتے ہوئے سوال کیا۔

"اپنے پارٹنر کی مدد سے۔" اس نے فوراً اپنے کیمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا مطلب ویڈیو رات کی معلوم ہوتی ہے تو تم۔۔؟" انہوں نے بات ادھوری چھوڑی۔

"پرواز ایک بار جو ٹھان لے پھر وہ رات دن کا فرق نہیں دیکھتی۔" اب کے اس کا انداز ٹھونس تھا۔

"رات دن کا فرق نا سہی آدمی آدمی کا فرق دیکھ لینا چاہئے پرواز۔" وہ اسے سنجیدگی سے ٹوک گئے تھے۔

"کیا مطلب سر؟" ان کا بدلہ لہجہ دیکھ اس کا مسکراتا چہرہ پل میں سنجیدہ ہوا تھا۔

"مطلب سیریسلی تم چوہدری سلیمان کی۔ گوڈ آئی کانٹ بلیو دِس، جانتی بھی ہیں وہ کون ہے؟ سمندر کی طرح دیکھنے والا آتش فشانی پہاڑ تم اس کے گوڈاؤن سے واپس کیسے آگئی؟ سب سے پہلی بات تم نے یہ سب سوچا کیسے؟" اڈیٹر صاحب اپنی پیشانی رگڑتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں سچ میں یقین نہیں ہو رہا تھا کی اس کام کی دیوانی لڑکی نے یہ کیا ہے۔

"کم آن سر کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ کب؟ آپ رہنے دیں، آپ بس آم کھائیں گھٹلیوں میں کیا رکھا ہے؟" وہ لاپرواہی سے کہتی وہی ٹیبل کے گرد رکھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔

"رکھا ہے پرواز کیونکہ گھٹلیاں ہی آم کی اگلی نسل بھی لاتی ہے اسکی نسل بھی بتاتی ہے۔" حامد صاحب اپنی بات پر زور ڈال کر بولے۔ جس پر پرواز اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے مقابل آئی تھی۔

"سر کلئیر کٹ بات کریں میں خود بھی خلاصہ کرتی ہوں اور مجھے خلاصی بات ہی پسند ہے۔" اب کے پرواز کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔

"پرواز چوہدری بہت پہونچا ہوا آدمی ہے، بہت اپر تک پہونچ ہے اس کی، آئے دن بڑے بڑے سیاسی لیڈرز کی آمد ورفت اسکے یہاں لگی رہتی ہے، یہ سب ایک بات ہوگئی دوسری بات اس ویڈیو میں چوہدری کا صرف نام واضح سنائی دے رہا ہے، چہرے کا صرف سائیڈ ویو ہے، آواز پر کون اعتبار کرتا ہے وہ تو اڈیٹ بھی ہوسکتی ہے، اصل تو۔۔۔"

"سیدھے سیدھے کہیں سر آپ چوہدری جیسے گھٹیاں انسان کی ڈیل ڈول، اس کی بہت اُپر تک پہونچ، اس جیسے ڈبل فیسیس بندوں کے ساتھ دوستی اور روزانہ میرپور سے نکلتی پانچ

سے دس کے درمیان اناج سے بھری ٹرک جس کے نیچے کوئی بھی آسکتا ہے دیکھ اس پروجیکٹ کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتے۔" پروازان کی بات کاٹ کر چبھتے لہجے میں بولی۔

"پرواز ایسی بات نہیں ہے میں تو۔۔"

"اٹس آل اوکے سر، چونکہ ایک بار میں اس میں انول ہو چکی ہوں پیچھے قدم لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن آپ فکر نہیں کریں پرواز اپنا ٹارگیٹ اور راستہ دونوں خود بناتی ہے پھر منزل تو بنی ہی جنونیوں کے لیئے ہے۔" پرواز خاموشی سے اپنا یو ایس بی نکال کر بیگ میں ڈالتی ہوئی بولی۔

"پرواز سمجھنے کی کوشش کرو یہ بہت خطرناک ہے۔" انہوں اس سرپھری لڑکی کو سمجھانا چاہا جو اپنے کام کو لے کر انہیں بہت عزیز تھی۔ لیکن اس بار وہ آگ سے کھیلنے کی ضد کر رہی تھی۔ چوہدری کے راہ میں آنے والوں کو وہ ایسے کنارے لگاتا تھا کی پتا بھی نہیں چلتا تھا کبھی ایسا کوئی شخص بھی دنیاں میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن یہ لڑکی۔

"ایک پرواز کا خطرہ آپ کو نظر آرہا ہے، لیکن اس چوہدری کی من مانیوں کی وجہ سے جو پورے قوم خاص کر اس گاؤں کے لوگوں کو خطرہ ہے جو اس کی اس نئ نشئی فصل اگانے

کی وجہ سے ہو رہا ہے وہ آپ کو نظر نہیں آ رہا افسوس سے ہے سر۔" وہ تاسف سے سر ہلاتی نکل گئی تھی۔

"ارسلان !"

"ارسلان اب اٹھ بھی جاؤ، نو بج کے پانچ منٹ ہو رہے ہیں، ذرا اسی چیز کا خیال کر لو۔" تحسین بیگم نے اس کا بکھرا کمرہ سمیٹتے ہوئے اسے کم از کم پانچویں بار آواز لگائی۔ لیکن مجال ہے جو جناب کے کان پر جوں تک رینگی ہو۔

"ارسلان میں تمہیں ہی کہہ رہی ہوں۔" انہوں نے غصے سے آ کر اس کے اُوپر سے کمفٹر کھینچی تھی۔ لیکن بے سود جناب کی نیند سمندر سے زیادہ گہری تھی۔

"ارسلان اٹھ جاؤ۔" انہوں اب کے اسے پکڑ کے جھنجھوڑ دیا تھا۔

"کیا ہے مسز کمشنر یار؟ کیوں سویٹ چاچی سے جلاد مسز کمشنر بن رہیں ہیں؟"ارسلان نے نیند میں ڈوبی آواز میں کہتے ہوئے بیڈ پر بچھی بیڈ شیٹ کھینچ کر خود پر اوڑھتے ہوئے سائیڈ سے دو کشن اٹھا کر منہ پر لیا تھا۔

"ارسلان!

ارسلان!

ارسلان اٹھ جاؤ نو بج رہے ہیں نو، سمجھ آرہی ہے تمہارے نو۔"انھوں نے نو پر زور ڈال کر اسے وقت کا احساس دلانا چاہا۔

"تو کیا ہوا یار؟ دس تو نہیں بج رہے ناں، ویسے بھی آپ کے جلاد مسٹر کمشنر کہتے ہیں ہم سرکار کے نوکر نہیں عوام کے محافظ ہیں، اب سُپر مین سپائیڈر مین، میرا مطلب سارے محافظ تو جب لوگ خطرے میں ہوتے ہیں تب انٹری مارتے ہیں ناں، میں بھی تبھی لوں گا۔"نیند میں ہونے کے باوجود کروٹ لیتے ہوئے جواب تفصیل میں دلائل کے ساتھ آیا تھا۔ جس پر تحسین بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے مسٹر محافظ، سُپر مینز کی طرح انٹری مارئے گا آپ، لیکن ابھی آپ کے داابو نے انٹری مار کر اس محافظ کو ہاتھ اپر کر کے گارڈن کے دس چکر لگوائے تو پیر ٹوٹ گئے کی دہائی دیتے میرے پاس مت آئے گا، ابو آپ یہاں !" تحسین بیگم نے کہتے ساتھ ہی دروازے کی طرف دیکھ کر اونچی آواز حیرانی سموئے بولی جس پر ارسلان کے مردے وجود کے اندر جیسے روح پھوک دی گئی تھی۔

"ننن۔۔ نہیں داابو میں اٹھنے لگا تھا، نہیں اٹھ گیا تھا، نہیں میرا مطلب نکلنے لگا تھا بس ابھی۔۔" داابو کا نام سنتے ہی ارسلان کرنٹ کھا کر بیڈ پر کھڑا ہوتا جو شروع ہوا تو پھر تحسین بیگم کے قہقہ لگانے پر ہی چپ ہوا۔

"ہاہاہاہاہاہا۔۔ارسلان صبح اٹھ کر نا کلمہ نا درود سیدھا جھوٹ۔" تحسین بیگم نے قہقہ لگاتے ہوئے افسوس کیا۔ جس پر ارسلان نے ایک نظر چاروں طرف گھما کر داابو کے ناں ہونے کا یقین کرتا ایک گہری سانس فضا کے سپرد کیا۔

"کیا کلمہ درود یار صبح صبح کونسا میں اذان کے آواز سن کر اٹھا ہوں، اب جلاد کا نام سن کر بندے کے منہ سے یہی نکلے گا ناں۔" ارسلان دھپ سے واپس بیڈ پر بیٹھا۔

"اذان کی بات تو ایسے کر رہے ہیں انسپکٹر صاحب جیسے آپ کے کمرے میں اذان کی آواز آتی ہی نہیں۔" تحسین بیگم بیڈ کے نیچے ارسلان کی طرف سے گرائے گئے کشنس اٹھاتی خفگی سے بولی۔

"ہممم! بٹ دِس اِز نوٹ ڈن مسز کمشنر کوئی معصوم بچے کو صبح صبح ایسے ڈراتا ہے کیا؟" ارسلان ان کے قریب آکر ان کے کاندھے پر سر رکھتے ہوئے نروٹھے پن سے بولا آنکھوں میں نیند اب بھی جوں کی توں تھی۔

"اب معصوم بچہ ضرورت سے زیادہ معصوم ہو تو پھر اسے ڈرا کر ہی اٹھایا جاتا ہے۔" انہوں نے محبت سے اپنے کاندھے پر رکھے گھنے بالوں والے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ نے بھلے ہی انہیں اولاد نہیں دی تھی۔ لیکن کبھی ان کی گود سونی بھی نہیں رکھی تھی۔ علی وِلا کے سارے ہی بچّے ان کے بہت قریب تھے لیکن ارسلان کی بات کچھ اور تھی وہ شمیم بیگم سے زیادہ ان کا عادی تھا۔

"ارسلان میں تمہارے داابو سے جھوٹ بول کر آئی ہوں اب فوراً سے جاؤاور فریش ہو کر ریڈی ہو آؤ۔" انہوں نے دھیرے سے اپنے کاندھے سے اس کا سر اٹھایا تھا۔ جو واپس کھڑے کھڑے ہی نیند پوری کرنے لگا تھا۔

"ارسلان کیا کھا کر سوئے تھے، جو نیند ہی نہیں ختم ہو رہی؟" انہوں اسے جھنجھوڑ کر کھڑا کیا۔

"گول گپّے اوران جیٔ اور ویرو کی شہد سے بھی میٹھے دوستوں کی صحبت نے نشہ چڑھا دیا ہے یار، قسم سے مسز کمشنر اتنی اوور شو گر بات کرتے وہ لوگ کی بنداشو گر پیشنٹ بن جائے، ہنسیں نہیں میں ڈیمود کھاتا ہوں۔" ارسلان آنکھیں رگڑ کے بولا۔ پھر تحسین بیگم کو ہسنتا دیکھ ایک قدم پیچھے لے کر اپنے بال درست کرتے ہوئے احان کی طرح بھاری آواز نکالی۔

"دیا ایسے کھائیں آپ کے کپڑوں پر گر رہا ہے۔"

پھر دیا جی کہتی ہیں

"جان آپ کو زیادہ سپائسی برداشت نہیں ہوتا ناں آپ کم سپائسی بنوائیں۔" اب کے ارسلان نے باریک آواز نکالی تھی۔ جس پر تحسین بیگم کھل کر مسکرائی۔

"سچ کہہ رہا ہوں یار حد ہے دونوں کی، مطلب کی بھئی جسے جو کھانا ہے وہ اپنا خیال خود کرلے گا تم لوگ اپنے اپنے پیٹ کا خیال کرو، لیکن نہیں دونوں نے ساتھ والے کو اپنی عظیم دوستی کے جلوے دکھا دکھا بور کرنا ہوتا ہے۔" ارسلان نے واپس اپنے سلیقے سے سجے بال بکھیرے۔

"اچھا بھئی اتنی ایکٹنگ کافی ہے آج، جائیں تیار ہو آئیں، میں جب تک آپ کا یونی فارم وغیرہ دیکھتی ہوں۔" تحسین بیگم نے زبردستی اسے باتھ روم کی طرف دھکا دیا۔

"نہیں! سوچیں مسز کمشنر اگر میں ایک ایکٹر بن جاتا تو کیا ہوتا؟ لیکن آپ کے کھڑوس مجازی خدا نے مجھ جیسے ہینڈسم بندے کو اس نائن ٹو فائیو کے چکر میں ڈال دیا۔" ارسلان باتھ روم سے منہ نکال کر بولا۔

"ہاں! آپ تو نائن ٹو فائیو ڈیوٹی دے ہی دیتے ہیں۔" تحسین بیگم نے اسے گھورا۔

"کیسے دے دوں میرا ہی تو قول ہے رولز اور ڈانس فلور دونوں توڑنے کیلئے ہوتے ہیں۔" ارسلان نے شرارت سے دایاں آنکھ دبایا۔

"کسی دن آپ کو آپ کے دا ابو، ڈیڈی اور چاچو مل کے توڑیں گے ناں عقل خود ہی ٹھکانے آجائے گی۔" تحسین بیگم نے اسے دھمکانا چاہا۔

"خوبصورت لیڈیز کے منہ سے ایسی ڈراؤنی باتیں اچھی نہیں لگتی سوئیٹی۔" ارسلان اب کے پورا باہر آگیا تھا۔

"بدتمیز!۔" تحسین بیگم نے آنکھیں دکھائی۔

جب بھی کوئی لڑکی دیکھے میرے دل دیوانہ بولے

اولے اولے اولے اولے اولے اولے اولے

ارسلان انہیں آنکھیں دکھاتا دیکھ کچھ اور پھیل کے گانا گنگنایا۔

"تمہیں سِول کے رول نہیں بیوی کی بیلن سدھار سکتی ہے۔" تحسین بیگم نے تاسف سے سر ہلایا۔

"میں نے بیلن والی بیوی لانی ہی نہیں ہے، میں کسی ماڈل واڈل کو بیاہ کر لاؤنگا۔" ارسلان نے فوراً اپنا پلان بتایا۔ جب نیچے سے داابو نے ارسلان کی پکار لگائی۔ اور انسپکٹر صاحب سر پر پیر رکھ کر باتھ روم میں غائب ہوئے۔

"یہ لیں ڈاکٹر دیبا علی آگیا آپ کا خواب نگر۔" احان نے بڑے سے شیشے کے بنے بلند و بالا بلڈنگ جس کے اُپر بڑا سا حیات ہوسپٹل کا بورڈ لگا تھا وہاں اپنی گاڑی روکتے ہوئے پاس سیٹ پر بیٹھ کر نجانے کونسے وضیفے کر رہی دیبا کو مخاطب کیا۔

"ہائے اللہ! اتنی جلدی آگیا؟" دیبا سر جھکا کر ونڈ سکرین کے باہر سے بلڈنگ دیکھتی روہانسی آواز میں بولی۔

"ڈاکٹر میڈم میں پچھلے بیس منٹ سے ڈرائیو کر رہا ہوں، بیس منٹ اتنی جلدی نہیں ہوتا۔" احان اپنا سن گلاسیس اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھے کیپ کے پاس رکھتے ہوئے اسے گھور کے بولا۔

"بیس منٹ! حان جھوٹ تو نا بولیں پانچ منٹ ہوئے ہوں گے مشکل سے، میرے تو ورد بھی پورے نہیں ہوئے۔" دیبا جلدی سے اپنا بیگ کھول کر ایک ایک چیز چیک کرتی رونی آواز میں ہی بولی۔

"دیبا!

دیبا!

دیبا! یار اتنا سمجھایا آپ کو اتنا سب نے چیراپ کیا آپ وہیں اٹکی پڑی ہیں، اتنی نروس تو آپ میڈیکل کے فرسٹ ڈے نہیں تھیں جتنی انٹرن شپ کے پہلے دن ہیں۔" احان پوری طرح اسکی طرف مڑا تھا۔

"آآآپ نہیں سمجھیں گے حان آپ نے میری جیسی سیچویشن تھوڑی نا فیس کی ہے، آپ جس فیلڈ میں گئے وہاں آپ کے سپورٹ کو پہلے سے تایا ابو اور چاچو تھے، جبکہ یہاں میرے ساتھ کوئی نہیں میری فرینڈ بھی دوسرے ہوسپٹل میں ہے، تو نروس تو ہونا ہے ناں، اُپر سے سنا ہے یہاں کے رولز بڑے سخت ہیں، ذرا سی غلطی ہوئی نہیں سینئر ڈاکٹرز سیدھا وائیوا لینے بیٹھ جاتے ہیں، پروبلم وائیوا کی نہیں ہے وہ تو میں پریپیر کرلوں لیکن

لوگوں کی سنجیدہ شکل دیکھ کر میری دماغ کی بتی گل ہو جاتی ہے۔" دیبا ایک ایک چیز چیک کرتی گھبرائے آواز میں بول رہی تھی۔

"ادھر دیکھیں میری طرف۔" احان نے اسے کاندھے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"اب ڈیپ بریتھ لیں پانچ بار اور پھر بوڈی کو بالکل ریلکس چھوڑ دیں۔" احان کی ہدایت پر دیبا نے فوراً عمل کیا تھا۔

"اب چلیں میں اندر تک تو نہیں گیٹ تک آپ کو چھوڑ آؤں۔" احان اپنی سائیڈ کا ڈور کھول کر باہر آیا دیبا نے بھی سارے نروس نیس کو سائیڈ پر رکھتے ہوئے اپنے سائیڈ کا ڈور کھول کر بار آئی تھی۔

"ارے! مس سنبھالیں۔" احان گھوم کر دیبا کی طرف آ رہا تھا جب سامنے کیب سے اُتری ہاتھ میں بچے کے ساتھ دو بیگ کیری کرتے ہوئے لڑکھڑاتی لڑکی کو دیکھ آگے ہو کر بیگ تھاما۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" دیبا بھی فوراً اس بلیک حجاب والی گریس فل سی لڑکی کے قریب آئی تھی۔

"جی شکریہ، میں بالکل ٹھیک ہوں دراصل یہ سو گئے اس لیے تھوڑا پیر سلپ ہو گیا۔" حبہ نے مسکراتے ہوئے دونوں کا شکریہ ادا کیا تھا۔ سوئے ہوئے ثوبان کو سنبھال کراترتے ہوئے اس کا پیر سلپ ہو گیا تھا۔

"بہت کیوٹ ہے آپ کا بے بی، آپ انہیں ہوسپٹل ٹریٹ مینٹ کے لیے لیکر آئیں ہیں؟" بچوں کی دیوانی دیبا نے فوراً سوئے ہوئے گول مٹول سے ثوبان کے سرخ گال چھوتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں، میں یہاں ڈاکٹر ہوں۔" حبہ مسکرائی اس لڑکی کے اشتیاق سے دیکھنے پر۔

"سچّی! مطلب آپ بھی یہاں انٹرن ہیں۔" دیبا کا سوال پل میں آیا تھا۔ کیونکہ وہ دبلی پتلی سے لڑکی اسے اپنی ہم عمر لگ رہی تھی۔

"نہیں میں انٹرن نہیں، آپ بیگز دے دیں۔" حبہ نے دیبا کو جواب دیتے ہوئے ایک ہاتھ سے ثوبان کو سنبھال کر بیگز کے لیے فل یونی فارم میں کھڑے احان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"آپ کا مطلب آپ یہاں میری سینئر ہیں۔" دیبا نے خوشی سے سوال کیا۔ کیونکہ یہ بندی شکل سے ہی سوئیٹ سی معلوم ہو رہی تھی۔ یہ اگر اسکی سینئر ہوئی تو زیادہ مسئلہ نہیں ہونا تھا مطلب کچھ تو ڈھارس بندھتی۔

"اتنی سینئر تو نہیں، بٹ فرسٹ ڈے انٹرن میں ہی اٹینڈ کرنے والی ہوں۔" حبہ اس لڑکی کی کیفیت سمجھتی خلاف عادت بول گئی۔ ورنہ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والوں میں سے تھی۔

"سمجّی! حان بیگز آپ مجھے دیں اور جائیں آپ ڈیوٹی پر میں میم کے ساتھ اندر جاتی ہوں۔" دیبا نے فوراً دونوں بیگ احان کے ہاتھ سے جھپٹ لی ئے تھے۔

"ارے نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، میں سنبھال لوں گی۔" حبہ نے بیگ کے لی ئے ہاتھ آگے ک ئے۔

"نہیں مس آپ انہیں لے جانے دیں، آپ کے پاس بے بی ہے تو پروبلم ہو گی، پھر آج ان کا پہلا دن ہے کافی نروس بھی ہیں اور ہوسپٹل کا بھی علم نہیں، آپ تھوڑی ان کی

ہیلپ کر دیں یہ تھوڑی آپ کی کر دے گی۔" احان نے مسکرا کے صلاح دیا۔ جس پر حبہ اور دیبا دونوں مسکرا دئے تھے۔

"میں چلتا ہوں دیبا کوئی بھی پریشانی ہو مجھے کال کرنا، اینڈ ایوننگ میں ٹائم پر تو آجاؤں گا، لیکن پھر نکلنے سے پہلے آپ ایک مسڈ کال کر لینا، اوکے اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ حان۔" دیبا نے ایک ہاتھ میں دونوں بیگ تھام کر چھوٹے بچوں کی طرح زور زور سے ہاتھ ہلایا تھا۔ جس پر حبہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔ پھر احان کی گاڑی نکلتے ہی وہ لوگ اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔

حبہ انٹرنس کو اٹینڈ کر کے آفٹر نون سے گھر آگئی تھی۔ گو کے ثوبان کی طبیعت زیادہ خراب نہیں تھی لیکن جو تھوڑی بہت خراب تھی اسی سے وہ پوری طبیعت خراب والی تیار داری کرا رہے تھے۔ کیب پر شہزادے سوتے رہے تھے لیکن ہوسپٹل میں داخل ہوتے ہی جاگ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے حبہ کو اسے لی ئے ہی سب سنبھالنا پڑا تھا۔ پھر جیسے

تیسے کرکے بارہ بجے کے قریب وہ فلیٹ پر واپس آگئی تھی۔گھر آکر بھی ثوبان صاحب نے ماں کی جان نہیں چھوڑی تھی۔حبہ اسے اٹھائے ہی چند ایک کام کرکے ہوسپٹل سے آئے پیشینٹ رپورٹ کو لیپ ٹاپ کھول کر چیک کرنے لگی تھی۔اور گود میں شرافت کی تصویر بنے ثوبان صاحب ٹکر ٹکر سکرین کو دیکھ رہے تھے۔

"ڈاکٹر باجی یہ لیں بن گیا ثوبان بابا کا دلیہ۔"نوری ہاتھ میں ٹرے اٹھائے بیڈ کے قریب آئی تھی۔جسے دیکھتے ہی شریف شہزادے ثوبان کی بٹن جیسی آنکھیں متحرک ہوئی تھی۔

"ہممممم !پہلے انہیں کھلادوں صبح سے ایک فیڈر پر ہیں۔"حبہ نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ کر جیسے ہی ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھایا ثوبان موقع غنیمت جان کے فوراً بیڈ کے دوسری جانب نکل گیا تھا۔

"ثوبی !وہاں کہاں جارہے ہیں ادھر آئیں۔"حبہ نے کٹورا واپس ٹرے میں رکھ کر ثوبان کی طرف ہاتھ بڑھایا جو ہلکی سرخ آنکھوں میں شرارتی چمک لی ئے بیڈ شیٹ تھام کر نیچے اترنے کی کوشش کررہا تھا۔کیونکہ جناب کو دلیہ بالکل بھی پسند نہیں

تھا۔اب تھوڑے بیمار ہونے کا مطلب یہ تھوڑی ناں نکلتا ہے کی بندہ اپنی ناپسندیدہ چیز کھالے۔

"اللہ! اللہ! دیکھیں ڈاکٹر باجی کتنے بڑے ناٹک باز ہیں ثوبان بابا، صبح سے آپ کو تنگ کیئے ہوئے ہیں اور اب کھانے کی باری آتے ہی واپس اپنے۔۔"نوری منہ پر ہاتھ رکھ کر ثوبان کی چالاکی کی رپورٹینگ کرنے لگی تھی۔جب حبہ اسے سختی سے ٹوک گئی۔

"خبرنامہ بعد میں سنا لینا پہلے انہیں سنبھالو گر گئے تو چوٹ آجائے گی،افف! اللہ یہ بچہ۔"حبہ جلدی سے ٹرے سائیڈ ہٹاتی بیڈ کو رسّی پلنگ کو پہاڑ سمجھ کر نیچے اتر رہے ثوبان کو اپر اٹھایا۔ورنہ آج ثوبان نے ثابت کر ہی دینا تھا کی وہ وردی والوں کا خون ہے۔

"بہت خوب شہزادے صبح سے ماما کی جان ہلقان کی ہوئی ہے اب کھانا بھی نہیں ہے۔"حبہ نے اسے زبردستی اپنے گود میں بیٹھیا تھا۔پھر ٹرے میں رکھا نیپکین ثوبان کے گلے میں لگاتے ہوئے ٹرے اپنے سامنے کر کے سپون میں دلیہ لیا جب ثوبان کی طرح سے احتجاج کے ساتھ آئی آواز پر حبہ کے ہاتھ سے دلیے کا چمچہ چھوٹ کر گرا تھا۔

"ممم۔۔ مما مما۔۔" ثوبان مسلسل نفی میں سر ہلاتا اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے یہی لفظ دہرا رہا تھا۔ اور حبہ بے یقینی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ کیونکہ ثوبان نے آج پہلی بار مما کہا تھا ورنہ وہ ہوں ہاں ہی کرتا تھا۔

"تت۔۔ تت تم نے سنا نوری۔۔ ثث۔۔ ثوبی نے مما۔۔ مما کہا مجھے۔ مجھے مما کہا ہے اس نے نوری میرے شہزادے نے مجھے مما کہا۔" حبہ کو جیسے ہی اپنی سماعت پر یقین آیا تھا ثوبان کو اٹھا کر اس نے دیوانہ وار چومنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر دے آنکھوں سے خوشی کے آنسوں تسلسل سے بہ رہے تھے جس کی پرواہ کیئے بغیر وہ ثوبان پر پیار کی برسات کر رہی تھی۔ اور حبہ کے اس والہانہ پیار پر نوری کی آنکھیں تک بھر آئی تھی۔

"ڈاکٹر باجی ثوبان بابا پریشان ہو رہے ہیں۔" حبہ کے والہانہ پیار پر ثوبان کو گم سم حیرانی سے ماں کو تکتا دیکھ نوری نے اپنے گال صاف کرتے ہوئے مسکرا کر **اس کا دھیان ثوبان** کی طرف دلایا تھا۔

"میری دنیاں، میری زندگی، میری کل کائنات۔" حبہ اسے نیچے کرتی اپنے اندر بھینچ گئی تھی۔ پھر نوری پر نظر پڑتے ہی دوبارہ خوشی سے سوال کیا۔

"تتت۔۔ تم نے سناناں نوری؟"

"ہاں! باجی سنا بابا نے آپ کو مما کہا ہے، اماں کہتی ہے کچھ بچے دیر سے بات کرتے ہیں، آپ خواہ مخواہ ہی پریشان رہتی تھیں، دیکھیں بابا نے سب سے پہلے آپ ہی کا نام لیا۔" نوری کی بات پر حبہ نے نم آنکھوں سے ثوبان کے سر پر لب رکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا آپ بابا کو کھلادیں میں ہانڈیا دیکھ لوں۔" نوری مسکرا کر کہتی نکل گئی تھی۔

"دیکھا نیلو آج ہمارے شہزادے نے مما کہا اس نے صرف مجھے ہی نہیں ہم دونوں کو مما کہا ہے، کیونکہ اسے اس دنیاں میں لانے والی تو تم ہی ہو میں نے۔۔ میں نے تو صرف تمہاری طرف سے دئے گئے اس انمول خوبصورت تحفے کو سنبھالا ہے، تھنکیو نیلو تم نے بے مقصد زندگی جی رہی ڈاکٹر حبہ کو جینے کی وجہ دی ہے، دنیاں میں لوگوں کے پاس ہزاروں رشتے ہوتے ہیں، لیکن اس یتیم خانے میں پلی بڑھی ڈاکٹر حبہ کے لیئے یہ ایک

رشتہ ہی ہزاروں کے برابر ہے، میری دنیاں، میری کل کائنات ہے میرا ثوبی دینے کے لی ئے بہت بہت شکریہ نیلو۔" حبہ نے نم آنکھوں سے سائیڈ پر رکھی نیلم کی فوٹو فریم کو دیکھا پھر اپنے آپ کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ثوبان کو۔ اب اس دیوانی کو کون بتائے کے کوئی اور بھی اس تحفے تک پہونچنے کے لی ئے اتنا ہی بے تاب ہے۔

"رافع فون اٹھا ابھی لے اب کہاں مر گیا ہے ایک ہفتے سے جا کر؟" حشام کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹتے ہوئے تقریباً آدھے گھنٹے سے اپنے بچپن کے دوست کو کال لگا رہا تھا، جو اٹھانے کا نام نہیں رہا تھا۔ اس نے دوسرے ہی دن رافع کو ڈاکٹر حبہ کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے کا اُوڈر دیا تھا۔ کیونکہ حشام کے بعد وہی دوسرا شخص تھا جو احتشام کے نکاح سے واقف تھا۔

"اب اٹھا بھی لے کیا سچ میں فوت ہو گیا ہے؟" حشام نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے فوراً ٹیکسٹ میسج بھیجا تھا۔ جو اللہ کے شکر سے سین ہوا تھا۔ پھر لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ کر دوبارہ کال لگایا جو دوسری بیل پر ریسیو ہو گئی تھی۔

"ہیلو!" فون سے آئی نیند میں ڈوبی آواز پر حشام کا پہلے سے گھوما میٹر کچھ اور گھوما۔

"کیا ہیلو میں تمہیں ایک گھنٹے سے کال لگا رہا ہوں اور تم وہاں مرے پڑے ہو۔" حشام تو جیسے برس ہی پڑا تھا۔ اور اسکی گرج پر دوسری جانب رافع بیچارہ ہڑ بڑا کے اپنی جگہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"بس فوت ہونے کی کمی رہ گئی ہے، ورنہ تیرے حکم نامے پر جو میں نے جاسوسی شروع کی تھی اس نے آدھی روح ویسے ہی قبض کر لی ہے، استغفر اللہ میں کیا فضول بول رہا ہوں مطلب سو رہا تھا۔" رافع فلو میں بول تو گیا تھا جب احساس ہوا فوراً دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے۔ مغرب کے وقت دعا ویسے بھی جلد قبول ہوتی ہے۔

"اس وقت وہاں مغرب کا وقت ہو گا اس وقت کون سوتا ہے؟" حشام نے فون کو ایسے گھور کے پوچھا جیسے فون نہیں رافع ہو۔

"میں بد نصیب سوتا ہوں جس کا تجھ جیسا، مطلبی کمینہ، ہرجائی دوست ہے، سیلفش انسان تیری وجہ سے ایک ہفتے سے بنا کسی مرض کے ہوسپٹلز کے چکر کاٹ رہا ہوں، اور تو ہے کی الٹا مجھ معصوم پر گرم ہو رہا ہے، اللہ پوچھے تجھے خود تو فرانس میں بیٹھا بوس گری کر رہا ہے

یہاں میں ہوسپٹل چھانتا پھر رہا ہوں۔" فون سے آئی رافع کی دہائیوں پر حشام نے بیزارگی سے فون کان سے ہٹا کے پیشانی مسلی۔ پھر جیسے ہی وہ خاموش ہوا فون واپس کان سے لگایا۔

"اب اپنی یہ لڑکیوں جیسی دہائیاں بند کر اور بکواس کر کچھ پتا چلا اس ڈاکٹر کا؟" حشام سنجیدہ ہوا۔

"شرم کر لے تھوڑا مطلبی انسان، ناں سلام ناں دعا ناں دوست کی خبر خیریت سیدھے اپنا مطلب؟" رافع نے اسے شرم دلانی چاہی جو کے مقابل کو اس وقت بالکل نہیں آنی تھی۔

"مطلب کی بکواس کر، تو زندہ ہے یہی غم زمین پر بہت بڑا ہے۔" حشام سرد لہجے میں بولا۔ جس پر رافع نفی سر ہلاتا گویا ہوا۔

"شہر میں کل اس نام کی۔۔ کیا نام تھا؟ ہاں ڈاکٹر حبہ نام کی تین ڈاکٹر ہیں، ایک کی عمر پینتس سال ہے وہ اپنا کلنک چلاتی ہے، گھر دار بال بچوں شوہر والی ہے، اور اس کے دونوں بچے بائیولوجکلی اسی کے ہیں، ہاہاہاہا۔۔" ڈایری میں لکھا اپنا رف رپورٹ پڑھتے ہوئے رافع کا خود چھت پھاڑ قہقہ اُبلا تھا۔

"رافع!۔" فون سے آئی حشام کی تنبیہتی آواز پر رافع سیدھا ہوتا واپس ڈائری کی طرف متوجہ ہوا۔

"دوسری ڈاکٹر حبہ ہے شہر کے سٹی ہوسپٹل میں، ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں، اور۔۔"

"عمر کیا ہے؟" رافع کی آگے کی ڈیٹیل پڑھنے سے پہلے حشام نے بے چینی سے سوال کیا۔

"Sweet fifty five."

"ہاہاہاہاہاہا۔۔ حشام علی انہیں تمہارے بھتیجے کو پالنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ خود اس عمر میں اپنے بچوں کے بچوں سے تنگ ہوں گی۔" حشام کی بے تابی پر رافع کا دوبارہ قہقہ اُبلا تھا۔ وہ تو شکر تھا کی حشام سات سمندر پار فرانس میں بیٹھا تھا ورنہ رافع کے دانت اس کے بھاری مکّے سے ایسے اندر جاتے کی پھر کبھی باہر آنے کا نام نہیں لیتے۔

"آگے کی بکواس ہو گی تجھ سے؟ یا پاگل خانے والوں کو تیرے گھر کا اڈریس سینڈ کروں؟" حشام کے سرد لہجے میں کئے سوال پر رافع سیدھا ہوا تھا۔

"تیسری ڈاکٹر حبہ مجھے نہیں لگتا کی تیری تلاش ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ستائیس اٹھائیس سال کی عورت نہیں چوبیس پچیس سال کی دیا جیسی لڑکی ہے، اب ایک ینگ لڑکی بھلا ایک

بچے کی ذمہ داری کیوں اٹھائے گی؟ بجائے اپنے حسن کو نکھارنے کے ٹوٹکے آزمانے کے؟"

"اپنے اندازوں کی پوٹلی بند کر اور بتا ہوسپٹل نیم کیا ہے؟ حشام کو اندازہ ہو چلا تھا کی ہو ناں ہو وہ یہی ہے، کیونکہ نیلم کی عمر بھی پچیس کے آس پاس ہی تھی۔

"حیات ہوسپٹل۔" رافع نے منہ بنا کے جواب دیا۔ مطلب کی ایک ہفتے سے وہ اس کے لیے خوار ہو رہا ہے۔اور محترم ہیں کی سیدھے منہ بات نہیں کر رہے۔

"یہ تو وہی ہوسپٹل ہے جہاں دیبا ایک ہفتے سے انٹرن شپ کے لیے جا رہی ہے۔"

"ہیں! کیا بولا؟" رافع کو اس کی بڑبڑاہٹ خاک پلے نہیں پڑی تھی۔

"کچھ نہیں کال رکھ اب روبرو بات ہوتی ہے تجھ سے۔" بولنے کے ساتھ ہی حشام نے کھٹ سے فون بند کر کے دیبا کا نمبر ملا کر بلوتوتھ سے کنکٹ کرتے ہوئے واڈروب کی طرف بڑھا تھا۔اس نے اپنے سارے کام نبٹالیے تھے، بس نکلنا باقی تھا ہے وہ کچھ کنفارم معلوم ہونے پر ہی یہاں سے نکلنا چاہتا تھا تاکے اپنے دل عزیز بھائی کے سامنے سرخرو ہو سکے۔

"احان ابھی تک نہیں آئے، ابھی آکر کہیں گے دیبا میں تو آنے ہی والا تھا بس ایک فائل ریڈ کرنے بیٹھ گیا تھا امپورٹنٹ تھی ناں اس لیئے، بہانے باز ناں ہو تو۔" دیبا چھت پر جھولے پر بیٹھ کر مسلسل پیر ہلاتے ہوئے اپنے ایس پی دوست کا انتظار کر رہی تھی جو طویل ہوتا جا رہا تھا۔

روزانہ مغرب کے بعد ان کا معمول تھا چھت پر گرمی میں فروٹ جوس اور سردی میں گرم کافی کے ساتھ چھت پر ٹہلتے ہوئے اپنے پورے دن کی روداد ایک دوسرے کے گوش گزار نا۔ یہ اور بات تھی کے کافی بنا کر احان لاتا تھا اور زبان چلانے کا کام دیبا میڈم کا ہوتا تھا۔ احان کو خود تو لب کشائی کا زیادہ موقع نہیں ملتا تھا لیکن وہ مسکراتے ہوئے اس کی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے توجہ سے سنتا تھا۔

"آ گئی جناب کی کال، اب کہیں گے دیبا میں بس پانچ منٹ میں پہونچتا ہوں آپ وہیں رہنا۔" دیبا نے منہ بنا کر احان کے انداز میں بولتے ہوئے سائیڈ سے فون اٹھایا اور سکرین

پر چمک رہے "حاشی بھائی کالنگ" دیکھ کر چینخ پڑی۔ پھر جلد اپنی خوش پر قابو پاتی دو تین بیل اور ہونے دینے کا بعد کال اٹھایا۔

"السلام علیکم، فرمائیں کس سلسلے میں کال کیا؟ جبکہ ڈاکٹر دیبا نے آپ سے کہا تھا کی دوبارہ کال کر کے جھوٹی محبت جتانے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اب۔۔" کال اٹھاتے ہی نروٹھے پن سے سلامتی بھیجنے کے بعد دیبا فارم میں آگئی تھی۔ جس پر دوسری طرف کان سے بلوتوتھ لگائے بیگ پیک کر رہے حشام کے سنجیدہ چہرے کو مسکراہٹ نے اپنے احاطے میں لیا تھا۔

"وعلیکم السلام گریٹ ڈاکٹر دیبا علی، ڈاٹر آف میجر انصار علی اینڈ افکورس سیسٹر آف کھڑوس بیڈ برودر مسٹر حشام علی۔" حشام اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے غرض سے شرارت سے بولا۔ جس پر ڈاکٹر دیبا قطعت سے اسے ٹوک گئی تھی۔

"آپ کو کوئی حق نہیں کی آپ میرے بھائی کو کھڑوس کہیں۔" نروٹھے لہجے میں دوسری طرف سے احتجاج بلند ہوا تھا۔ جس پر حشام کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"اوکے! خادم کی پہلی گستاخی معاف ہو، اب بتائیں کیسی ہیں آپ؟ گھر میں سب کیسے ہیں؟ اور ہوسپٹل میں سب کیسا چل رہا ہے؟ میرا مطلب ہوسپٹل کا ماحول ٹھیک ہے ناں؟ وہاں کے سٹاف میمبر، آب وہوا، سینئر ڈاکٹرز اینڈ سب کچھ مطلب؟" حشام بیگ کی زپ بند کر کے دوسرا بیگ لانے واڈروب کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف بھی بڑھ گیا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں، گھر میں بھی سب ٹھیک ہیں، سوائے اس اُلٹی کھوپڑی والے انسپکٹر کے۔" دیبا نے منہ بگاڑا۔

"ہاہاہاہاہاہاہا۔۔ مطلب ارسلان ابھی بھی نہیں سدھرا؟" ارسلان کے ذکر پر حشام کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ بچپن سے شرارتوں میں اس کا اپنا ہی ریکارڈ تھا۔

"وہ سدھر گیا تو قیامت نہیں آجائے گی۔؟"

"اچھا اور بتائیں ہوسپٹل میں سب کیسا ہے؟" حشام اسے اصل مدعے سے ہٹتا دیکھ واپس وہیں آیا۔

"جی! وہاں بھی سب فرسٹ کلاس ہے، سینئر ڈاکٹرز بہت انڈر اسٹینڈ یںگ اور فرینڈلی ہیں، لیکن جو ڈاکٹر ہم پانچ انٹرنز کو اٹینڈ کر رہیں ہیں، ان کی تو بات ہی کچھ اور ہے بھائی وہ اتنی سوئیٹ، کیوٹ، نائس، گریس فل سی ہیں ناں کی کیا بتاؤں، زیادہ بولتی نہیں ہے بس اچھا کام کرو تو مسکرا دیتی ہے، اور کہیں غلطی ہو جائے تو سمجھا دیتی ہے، بھائی شی اِز سچ کا گریٹ ڈاکٹر، اور وہ ایسے۔" دیبا دونوں آنکھیں بند کیئے پر جوش ہوئی۔

"دیبا

دیبا

دیبا! کافی ہے اتنی تعریف آپ کے سینئر کی، میں آپ سے کچھ۔۔۔" حشام کی بات درمیان میں ہی تھی کے دیبا نے بات اچک لی۔

"نہیں بھائی ناکافی ہے، یقین کریں وہ سچ میں بہت پیاری ہیں، دیکھنے میں بھی اور نیچر وائز بھی، اور آپ جانتے ہیں بھائی ان کا سُپر کیوٹ بے بی ہے، گول مٹول سا ایک ننھے شہزادے جیسا، لیکن تھوڑا کھڑوس ہے اپنی ماما کے علاوہ کسی کے گود نہیں جاتا۔" دیبا نے

منہ بنایا۔ کیونکہ اس ایک ہفتے اس کی دو بار ثوبان سے ملاقات ہوئی تھی۔اور دونوں بار ہی ثوبان نے منہ بسورتے ہوئے دیبا کے گود میں آنے سے انکار کر دیا تھا۔

"اچھا وہ سب چھوریں یہ بتائیں آپ کے ہوسپٹل میں کوئی ڈاکٹر حبہ ہے؟ دراصل میرے ایک دوست کی سسٹر انہیں پرسنلی جانتی ہیں تو میں آپ کی کوئی سفارش کروا دیتا۔" حشام اسے واپس مدعے سے ہٹتا دیکھ جھوٹ کے سہارے پھر سے باتوں کا رخ اپنے مقصد کی طرف موڑا۔

"لے ! بھائی اسے کہتے ہیں گود میں بچہ شہر میں ڈھنڈھورا، میں انہیں کی تو بات کر رہی ہوں، دی گریس فل ڈاکٹر حبہ۔" دیبا کے تاسف سے کہے گئے جملے پر حشام ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سیدھا ہوا تھا۔دل اچانک بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔ مطلب ان کا خون ان کے اتنے قریب ہے۔

"تت۔۔ت۔ تم نے ان کے بے بی۔۔بے بی کو بھی دیکھا؟" خوشی کے مارے حشام کی زبان لڑکھڑائی تھی۔گلے میں گلٹ ابھر کا معدوم ہوئی تھی۔

"بالکل! بھائی، میں نے ہی کیا حان نے بھی دیکھا، لیکن انہوں نے سوتے ہوئے دیکھا میں نے جاگتے ہوئے دیکھا، لیکن کیوں پوچھ رہے ہیں۔؟" دیبا کی بات پر آنکھیں بند کئے اپنی تلاش کے اختتام پر لمبی مسافت طے کر کے آئے مسافر کی طرح لمبی لمبی سانس لے رہے حشام نے نم آنکھیں کھولی تھی۔اب بس ایک قدم دور تھا وہ اپنے بھائی کے آخری نشانی کے۔

"بس ایسے ہی، اچھا اب میں کال رکھتا ہوں، پھر بات ہوتی ہے۔" حشام واپس بیگ کی طرف متوجہ ہوتا تیز ہاتھ چلاتے ہوئے سرشاری سے بولا۔بس نہیں چل رہا تھا اُڑ کر وہاں پہونچ جائے۔

"بھائی واپس کب آئیں گے۔" اس کے کال ڈراپ کرنے سے پہلے دیبا نے اداسی سے پوچھا۔

"یہ تو سرپرائز ہے!"

"واٹ! آپ واپس آ رہے ہیں؟ لیکن کب۔" حشام کی دھیمی آواز میں کہی بات پر دیبا خوشی سے جھولے سے کھڑی ہوئی تھی۔

"سرپرائز بتادیا تو کیسا سرپرائز ہوا وہ۔" بولنے کے ساتھ ہی حشام نے کال کاٹ دی تھی۔اور وہ بھائی بھائی کرتی رہ گئی۔

"حان! حان کو بتاتی ہوں بھائی واپس آرہے ہیں یاہووووووو!۔" دیبا یاہو کا نعرہ بلند کئے بنا گلے میں جھول رہے دوپٹہ کی پرواہ کئے سرپٹ سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی۔

حبہ مغرب کی نماز کے بعد گلابی چہرے کے گرد سفید دوپٹہ لپیٹے ہی حال کے صوفے پر بیٹھی لیپ ٹاپ چلا رہی تھی۔اور پاس ہی ثوبان گرم کپڑوں میں شوز وغیرہ پہنے،ریڈ اونی ٹوپی سے دونوں کان ڈھکے مما کی گردان کرتا صوفہ پکڑ کے چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔اور اس کے منہ سے بار بار مما سن کر حبہ کا بس نہیں چل رہا تھا کی اسے اپنے ہی اندر کہیں چھپا لے جہاں اسکے شہزادے کو اس کی نظر بھی نا چھو سکے۔

"منہ درد کرے گا مما کی جان اب بس کریں۔" ثوبان کو ایک تسلسل سے مما مما کرتا دیکھ حبہ نے جھک کر پیار کیا تھا۔نیا نیا لفظ سیکھا تھا تپتلی زبان پلٹتی ہی جا رہی تھی۔

"بول نے دیں ڈاکٹر باجی ایک لفظ تو بولتے ہیں یہ، ویسے ہیں بڑے لیٹ لطیف ثوبی بابا گیارہ ماہ کے ہوگئے پرسوں مما بولنا سیکھا ہے، اور چلنے کی تیاری ابھی جاری و ساری ہے، صرف دماغ کمپوٹر (کمپیوٹر) کی طرح چلتا ہے، بس جب دیکھو مجھے آپ سے ڈانٹ پڑواتے رہتے ہیں۔" پاس بیٹھ کر مٹر چھل رہی نوری نے مصنوعی گھوری سے ثوبان کو نوازتے ہوئے منہ بسور کر کہا۔ جس پر ثوبان نے بھی گھورا تھا۔

"ایسے نہیں کہو، میرا شہزادہ کوئی لیٹ لطیف نہیں ہے، بس تھوڑا کمزور ہے ماں کا دودھ نہیں ملا نا اس لیے۔" حبہ ثوبان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مصنوعی خفگی سے بولی۔ کیونکہ نوری اور ثوبان کے پنگے تو چلتے ہی رہتے تھے۔ اب ثوبان صاحب کبھی یہ کبھی وہ گراتے پڑاتے جو رہتے تھے اس پر نوری کے گود میں اٹھانے پر بنا بات کے واویلا مچا کر جو نوری کو ڈانٹ پڑواتے وہ الگ۔

"کیوں باجی ثوبان بابا کو آپ نے دودھ نہیں پلایا؟" نوری نے مٹر کا باسکیٹ نیچے رکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ جس پر کی بورڈ پر چل رہے حبہ کے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔

"ارے باجی آپ ڈاکٹر لوگ ہی تو کہتے ہو کی بچے کو کم از کم چھ مہینے ماں کا دودھ پلانا چاہئے، پھر آپ لوگ خود عمل نہیں کرتے، ہمارے گاؤں میں تو بچے کو ڈبہ کا دودھ پلانا معیوب مانا جاتا ہے، بڑے بزرگ کہتے ہیں اسی سے تو ماں بچے کا رشتہ مظبوط ہوتا ہے، اب دیکھ لیں تین چار مہینے کا بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتا اسکی وجہ یہی کی وہ بچہ۔۔"نوری حبہ کی حالت کا خیال کرے بغیر بوڑھی دادی اماں کی طرح اپنے دلائل دے رہی تھی، اور حبہ ایک ٹک ثوبان کو دیکھ رہی تھی۔ دل کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ دیا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں بھر آئی تھی۔

"شہری امیر لوگ تو اپنے بچوں پر دھیان ہی نہیں دیتے تبھی بڑے ہو کر بچوں کا خون سفید ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی اپنی زندگی گزرانے لگتے ہیں، جبکہ ہمارے گاؤں میں تو ایک ہی گھر میں نسلیں گزر جاتی ہے اور۔۔۔

"بس نوری، جا کر ثوبان کے لیۓ ویجٹیبل دلیہ بناؤں جو میں نے تمھیں اس دن سکھایا تھا۔" حبہ کے سنجیدہ تیز آواز پر نوری کی تقریر کو بریک لگی تھی۔

"ساری (سوری)! ڈاکٹر باجی میں تو ایسے ہی۔" نوری نے صفائی دینی چاہی وہ اپنی باتونی عادت سے مجبور تھی۔

"جاؤ!" حبہ کے دوبارہ کہنے پر نوری باسکیٹ اٹھاتی کچن میں غائب ہوئی تھی۔ اور حبہ لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ کر نیچے قالین پر صوفے کے سہارے کھڑے ثوبان کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی۔

"ثوبی آپ کا اور میرا ان دونوں میں سے کوئی رشتہ نہیں ہے ناں خون کا ناں دودھ کا، تو کیا ہمارا رشتہ مظبوط نہیں ہے؟ کیا میں آپ کی مما نہیں ہوئی؟" حبہ نے بہتی آنکھوں سے ٹوٹے لہجے میں اس معصوم سے سوال کیا تھا۔ نوری کی باتوں سے دل میں ایک درد سا اٹھا تھا۔

اس بچے نے اس کے ہاتھوں میں جنم لیا تھا۔ دنیاں میں آنے کے بعد سب سے پہلے اسے دیکھا تھا۔ اس کے گود میں آیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے کھایا تھا۔ تو کیا یہ سب رشتہ کوئی رشتہ نہیں ہوا۔ یہ بچہ اس کی زندگی تھا اسکی جینے کی وجہ زمین بھلے سورج کے گرد گھومتی ہے، لیکن ڈاکٹر حبہ کی دنیاں پچھلے گیارہ ماہ سے اس بچے کے گرد گھوم رہی تھی۔ اس نے

اس کے لیٔے ایک ماں کی طرح راتوں کی نیند دن کا چین سب قربان کیا تھا۔اس بچے رونے پر وہ تڑپتی تھی۔اس کے بیمار ہونے پر اس نے رات آنکھوں میں کاٹی تھی۔سجدوں میں اس کی صحت یابی کے لیٔے گڑگڑائی تھی۔تو کیا وہ سب کچھ نہیں تھا۔حبہ انہیں خیالوں میں کھوئی تھی جب اس کے آنسوں سے تر نم چہرے پر ننھے ننھے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔

"مما۔مما۔۔مما۔۔مما۔"ثوبان اسکے چہرے پر چٹاچٹ اپنے ننھے ننھے ہاتھ مارتا یہ ایک ہی گردان لگاتے ہوئے قلقاریاں مارنے لگا۔اور ثوبان کی معصوم قلقاری ڈاکٹر حبہ کے جلتے درد سے لبریز دل پر ٹھنڈی پھوار کی طرح گر کر مرہم کا کام کر رہے تھے۔اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کے اپنی متاع حیات کو اپنے اندر سمیٹا تھا۔

"ہوتے ہوں گے وہ رشتے بھی مظبوط نوری لیکن دل کے احساس کے رشتوں سے مظبوط نہیں،میرا ثوبی میرا ہے،ڈاکٹر حبہ کی دنیاں جس کے لیٔے وہ کچھ بھی کر سکتی ہے کچھ بھی۔"حبہ نے دھیرے سے ثوبان کے پیشانی پر لب رکھا تھا۔اسے اس کا جواب مل گیا تھا تبھی پر سکون سی ثوبان کے پیشانی پر لب رکھ کر

آنکھیں بند کر گئی تھی۔اور دروازے میں کھڑی نوری نم آنکھیں صاف کرتی واپس کچن میں چلی گئی۔وہ نہیں جانتی تھی کے اس کی ڈاکٹر باجی کیوں رو رہی ہے وہ بس اتنا جانتی تھی سامنے کا منظر دنیاں کا سب سے حسین منظر تھا دل کو موہ لینے والا محبت سے گندھا دل کو چھو جانے والا۔

"حان!"

"حان!"

"حان! سسس۔۔سوری! سوری۔۔آئی سوئر مم۔۔میں نے کچھ نہیں دیکھا پرومس کچھ نہیں دیکھا۔"دیبا جو اپنی خوشی میں بریک فیل گاڑی کی طرح حان کا ہارن لگاتی احان کے کمرے میں گھسی چلی آئی تھی اسے ڈریسنگ کے آگے کھڑے ہو کر یونی فارم کا بٹن کھولتا دیکھا آنکھوں پر ہاتھ رکھے اتنی ہی سپیڈ سے پیچھے ہوئی تھی۔

"دیبا!۔"احان نے کھلے دو بٹن واپس بند کر کے دروازے میں آنکھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی دیبا کو آواز لگائی۔

"حان قسم لے لیں میں نے سچ میں کچھ نہیں دیکھا قسم سے۔" دیبا نے اسکی آواز پر جھٹ اپنی صفائی پیش کی جس پر احان نفی میں سر ہلاتا مسکراتے ہوئے دروازے کے پاس چلا آیا تھا۔

"میں سلمان خان کی طرح یہاں اپنی بوڈی کا شواوف بھی نہیں کر رہا تھا، اب ہاتھ ہٹائیں۔" احان نے مسکرا کہتے ہوئے آگے ہو کر خود اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے۔

"اور خفا ہونے سے پہلے سوری، آج راؤنڈ پر تھا اس لیئے لیٹ ہو گیا، لیکن اب آپ مجھے صرف دس منٹ دیں میں فریش ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔" احان نے اسے منہ کھولتا دیکھ پہلے ہی اپنی صفائی پیش کی۔

"لیکن اب میرے پاس فرصت نہیں ہیں پوچھیں! پوچھیں کیوں؟۔ دیبا سینے پر ہاتھ باندھ کر دروازے سے ٹیک لگاتی آنکھوں میں الوہی چمک لیئے بولی۔ جس پر احان نے مسکرا کرا ای بروا ٹھائے۔

"کیوں؟"

"میں کیوں بتاؤں گیس کریں، میرے بیسٹ فرینڈ ہیں اتنا اندازہ نہیں لگا سکتے میری خوشی کے راز کا؟" دیبا نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔ پھر پلک جھپک جھپک احان کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ جو پیشانی پر دو سوچ کی لکیر نمودار کیئے تکّے لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بیسٹ فرینڈ ہوں یار نجومی نہیں ہوں، ویسے کیا آپ کے ہوسپٹل سے کوئی ٹوور جنگل گاؤں وغیرہ جا رہا ہے؟" احان نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"حان! حد ہے یار مانا کی مجھے جنگل گاؤں نیچر بہت پسند ہے، لیکن اب میں ہر بار اس لیئے خوش تھوڑی ہو سکتی ہوں۔" دیبا اس کے غلط اندازے پر نروٹھے پن سے بولی۔

"دیکھیں غور سے دیکھیں میرے چہرے کو اور میری خوشی کا راز جانیں۔" دیبا نے آنکھیں بند کر کے چہرہ بالکل احان کے قریب کر دیا تھا۔

دراز پلکیں، وصال آنکھیں

مصّوری کا کمال آنکھیں

شراب رب نے حرام رکھ دی

تو پھر کیوں رکھی حلال آنکھیں

ہزاروں اس سے قتل ہوئے ہیں

خدا کی بندی سنبھال آنکھیں

بڑی بڑی آنکھیں اس پر خم دار گھنی پلکیں سایہ فگن تھی گلابی چہرہ نازک لب تراشی ہوئی باریک ناک ایک پل کو احان کی دھڑکن تھمی۔ لیکن اس نے فوراً منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چہرے کا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔ دل کی دھڑکن اچانک الگ لے پر دھڑکنے لگی تھی۔ احان کے لاکھ کوشش پر بھی دھڑکنوں کا رقص رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وہ رخ موڑے بار بار اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"بتائیں حان آئم ویٹنگ۔" دیبا کی کھنکتی آواز دھڑکنوں کی رفتار واپس اپنی اصل پر لے آئی تھی۔

"تو شائد آج آپ کی ڈیوٹی اُوٹی میں تھی اس لیئے، آپ کل بتارہی تھی ناں کی آپ کو اوپریشن تھیٹر میں ڈیوٹی دینے کا شوق ہورہاہے۔" احان واڈروب کی طرف بڑھتے ہوئے نارمل لہجے میں بولا۔ اس ایک پل کی کیفیت سے وہ پوری طرح نکل آیا تھا۔

"حاااااااااااان۔ "اس کے دوبارہ سے غلط اندازے پر دیبا کا احتجاج کچھ زیادہ ہی بلند ہو گیا تھا۔ تبھی پاس سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے انسپکٹر صاحب ادھر نکل آئے۔

"افففف! افففف! جعلی ڈاکٹر کیوں ساؤنڈ پولیوشن پھیلا رہی؟ کان کے پردے پھٹ کر خون کا دریا نکل آیا ہے، ہر کسی کے کان کے پردے تمہارے جان کی طرح لوہے کے نہیں بنے ہوتے، تھوڑا اسی بات کا خیال کر لو، اللہ اللہ۔ "ارسلان بغل میں کیپ دبائے یوں ہی کان میں انگلی ہلاتا کمرے میں چلا آیا تھا۔

"ابھی میرا دماغ بہت گرم ہے اُلٹی کھوپڑی والے انسپکٹر ایسا ناں ہو کی میں تمہارا کھڑے کھڑے اوپریشن کر دوں۔ "دیبا اس کی غلط وقت پر انٹری سے جھلاتی مٹھیاں بھینچتی ارسلان کی طرف بڑھی۔

"ارے! ارے رکو جنگلی بلی، مجھے لگتا ہے تمہارا دماغ واقعی بہت گرم ہے تبھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو گئی ہے، بولو بھلا اب اوپریشن تھیٹر میں گرم دماغ کا کیا کام، جہاں کام ہے وہاں استعمال کرو ناں ایسا کرو ایک بڑے سے پتیلے میں پانی بھر کر اپنے سر پر چڑھا دو تمہارا بیسٹ فرینڈ ابھی باتھ لینے جا رہا ہے تو نہا لے گا، اسی بہانے بجلی کی بچت

ہو جائے گی۔"ارسلان نے اسے دونوں ہاتھ آگے کر کے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر مشورہ دیا۔ جس پر غصے کی زیادتی سے دیبا سرخ انگار ہوئی تھی۔

"حان! سمجھالیں اپنے مسخرے بھائی کو، ورنہ میں نے اس کا قتل کر دینا ہے۔" دیبا دونوں ہاتھ لے کر ارسلان کا گلا دبانے گئی تھی۔ جب احان نے پیچھے کاندھوں سے اسے تھاما۔

"ریلکس دیبا، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟۔" دیبا کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے دانت پیس کر اسے دیکھا جو دانت دکھا رہا تھا۔

"ایک حان دوسرا اس کے کان تیسرا اپنے دیبا کے سامنے سب کے دکھ سے انجان۔" ارسلان نے تاسف سے سر ہلایا۔ جب وہاں کمشنر صاحب اور تحسین بیگم بھی چلے آئے تھے۔

"کیا ہوا بھئی کیوں شور مچایا ہوا ہے؟" کمشنر صاحب نے ارسلان کی شیطانی مسکراہٹ اور دونوں بیسٹ فرینڈز کی گھوری دیکھ سوال کیا۔

"کچھ خاص نہیں چاچو ڈاکٹر صاحبہ کا دماغ شائد اوور لوڈ کی وجہ سے گرم ہو گیا تھا تو میں وہی صلاح دینے آیا تھا، لیکن آپ تو جانتے ہیں بھلائی کا دور نہیں رہا۔" ارسلان فوراً معصوم شکل بنا کر تحسین بیگم کے قریب آیا۔

"تمہاری بھلائی تو میں کرتا ہوں ابھی۔" احان دیبا کو سائیڈ پر کرتا خود دانت پیس کر آگے بڑھا تھا۔ جب ارسلان بدک کے تحسین بیگم کے پیچھے ہوا۔

"دیکھیں چاچی کھلے عام ایک ایماندار، ذمہ دار، فرمابردار، صبر دار، سمجھدار انسپکٹر پر شہر کے ایس پی کا اپنی دوست کیلئے تشدد، مجھے نہیں پتا چاچی مجھے بھی اپنے لیئے لڑنے والا بیسٹ فرینڈ چاہیئے۔" ارسلان پہلے روہانسی آواز میں اپنے شان میں تعریف کے پُل باندھتا پھر تحسین بیگم کے کاندھے پر سر رکھ کر ضدی لہجے میں بولا۔ آنکھوں کی شرارتی چمک پر تو آفرین تھا۔

"تم سمجھدار، فرمابردار، ذمہ دار، اور صبر دار، رہنے دو صاحب زادے کہیں اس جھوٹ پر زمین نا ہل جائے، اور میری بیوی کو زیادہ مسکے ناں لگایا کرو۔" کمشنر اکبر نے اسے گھورتے ہوئے فوراً تحسین بیگم سے اسے الگ کیا تھا۔

"اور تم جیسے اُلٹی کھوپڑی والے فسادی انسپکٹر کو تمہارے لیے لڑنے والی بیسٹ فرینڈ کی نہیں، بلکے تم سے ہمہ وقت لڑنے جھگڑنے والی بیلن والی بیوی کی ضرورت ہے، جو تم سے بیل کی طرح کام لے، صبح، شام دوپہر تمہیں دو دو بیلن لگائے، صبح فجر میں دو بیلن لگا کر دودھ کیلئے گیٹ پر کھڑا کرے، پھر سبزی کیلئے بھیجے پھر گرین ٹی بنوائے پھر ناشتے میں انواع واقسام کے ڈیشس بنوائے پھر لنچ میں۔۔" دیا دانت پیستی جو شروع ہوئی تو پھر ارسلان کی چینخ سے ہی چپ ہوئی۔

"بسسسسس! ایسی بیوی سے تو میں کنوارہ مر جاؤں، اللہ تو ہی اس معصوم مظلوم علی وِلا کے وردی والے جلادوں اور اس جعلی ڈاکٹر کے ستائے بچے پر رحم کر دے جا رہا ہوں، اتنی بد دعاؤں کے بعد آج سے تم سے میرے سارے رشتے ناتے ختم۔" ارسلان سارے ایکٹنگ کے ریکارڈ توڑتا مصنوعی آنسوں صاف کرتا باہر نکلا تھا۔

"لیکن جعلی ڈاکٹر میرے مشورے پر غور لازمی کرنا۔" باہر نکلتے ہی آنکھ دبا کے کہتا پل میں وہاں سے غائب ہوا تھا۔ پیچھے سب نے صرف تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"ہاں! بتائیں دیا کیا بتا رہی تھیں آپ؟" احان واپس منہ پھلائے کھڑی دیا کی طرف متوجہ ہوا۔

"حاشی بھائی واپس آرہے ہیں یہی بتانے آئی تھی سب ستیاناس کر دیا آپ دونوں بھائیوں نے۔" دیا سب پر خوش کن حیرت کا پہاڑ توڑ کر دھپ دھپ کرتی وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔

صبح ٹھیک نو بجے معمول کے مطابق پورا علی وِلا ٹیبل کے گرد موجود تھا۔ سوائے آعلیٰ مقام انسپکٹر ارسلان صاحب کے، جو اتنے پہونچے ہوئے آعلیٰ درجے کے ڈھیٹ تھے کی دا ابو سے روزانہ عزت افزائی کرانے کے باوجود اپنے لیٹ لطیف عادت سے باز نہیں آتے تھے۔ محترم کے ارشادات تھے کی جب تک دن میں ایک بار دا ابو کے ہاتھوں طبیعت صاف نہیں ہوتی رات نیند نہیں آتی بد ہضمی کا مسئلہ ہو جاتا تھا۔

"بڑی بہو ارسلان کہاں ہے؟" دا ابو نے سب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہاں ہوں دا ابو، وہ بس ایک فائل ڈھونڈھ رہا تھا اس لیئے تھوڑا لیٹ ہو گیا، ورنہ میں آج بہت زیادہ جلدی جاگ گیا تھا۔" ارسلان ہاتھ میں کیپ پکڑے پورے بتیس کے بتیس دانتوں کی نمائش کرتا جلدی جلدی ٹیبل کے پاس آیا تھا۔ یہ جانے بغیر کی اس کے سفید جھوٹ کا راز اسکی سرخ آنکھیں افشاں کر رہی ہے۔

"اچھا! ویری گُڈ، پھر فائل کہاں ہیں؟۔" دا ابو نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے سے روکتے ہوئے بھاری آواز میں استفسار کیا۔ جس پر سب نے اپنے اپنے پلیٹ میں سر ڈال کر مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"ففف۔۔فائل۔۔دا ابو۔۔" ارسلان کے چہرے کا رنگ پل میں فق ہوا تھا۔ مطلب کی جھوٹ پکڑا گیا اور ساتھ ناشتہ بھی گیا۔

"جی برخردار آپ زیادہ جلدی جاگ گئے تھے شائد اسی لیئے آنکھیں سرخ اور دماغ سُن ہو گیا ہے، تبھی ایک بار کی بات آپ کے سمجھ نہیں آرہی۔" دا ابو اب کے سپاٹ لہجے میں بولے۔اور ان کے جلال پر ارسلان تھوک نگلتے ہوئے مسکین شکل بنا کر سائیڈ پر کھڑی تینوں خواتین کو دیکھا جو سسر کا خیال

کرتے ہوئے زبردستی سنجیدہ کھڑی تھی ورنہ ارسلان کی روتی بسورتی شکل دیکھ کر تو روتا بندہ ہنس دے۔

"جواب نہیں دیا برخردار فائل کہاں ہیں؟" داابو بھی اسی کے دادا تھے اپنے سوال پر زور ڈال کے کڑک لہجے پوچھا۔ جس پر ارسلان نے آس پاس نظر دوڑائی اور پریشان نظر جیسے ہی داخلی دروازے کی طرف اٹھی پریشان چہرے پر حیرانی کے ساتھ بے یقینی کے تاثرات نمودار ہوئے۔

"حاشی بھائی!۔" ارسلان کی نظروں نے جیسے ہی حقیقت کو قبول کیا وہ فوراً خوشی سے دوبھر ہوتا سرشار سا داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔

"میرے پاس اس کی کوئی فائل نہیں ہے داابو، حاشی!۔" احان نے خود کو سمجھتے ہوئے ہاتھ کھڑے کیئے۔ پھر لفظ حاشی پر دھیان جاتے ہی پلیٹ چھوڑ کر حیران اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"اؤ! جعلی ڈاکٹر دیکھو حاشی بھائی آ گئے۔" ارسلان دوڑ کے داخلی دروازے پر دو سفری بیگ پکڑے کھڑے حشام کے گلے لگتا اونچی آواز میں اعلان کیا۔ جس پر سب کے سب حیران پریشان اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ اور ارسلان کے گلے لگے ہستی کو دیکھ

جہاں تحسین بیگم شمیم بیگم کو خوش کن حیرت نے لپیٹ میں لیا تھا وہیں طزیلہ بیگم کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔ جبکہ دیبا دوڑ کر ارسلان کو پیچھے کرتی حشام کے گلے لگ گئی تھی۔

"بس! بس! جعلی ڈاکٹر اتنا اموشنل ڈرامہ کافی ہے، ایک تو تم روتی ہوئی اتنی خطرناک لگ رہی ہو کی بندہ دیکھ کر بیہوش ہو جائے، دوسرا جس حساب سے تمہارے کاجل پھیلے واٹر سپلائی سے پانی بہ رہا ہے کوئی بعید نہیں پانچ منٹ بعد علی وِلا جزیرہ نما میں بدل جائے، پھر تمہیں تو تمہارا اسُپر حان بچالے گا، لیکن مجھ معصوم کا کیا؟ نہ بابا نہ میں نے بے موت نہیں مرنا بہتر ہے تم خاموش ہو جاؤ۔" ارسلان نے دیبا کو پکڑ کے حشام سے الگ کرتے ہوئے اچھی خاصی تقریر کر ڈالی تھی۔ جس پر وہاں کھڑے سبھی نفوسوں نے اسے بڑی بیزار مگر خونخوار نظروں سے گھورا تھا۔

"دیکھ رہے ہیں بھائی ایسے ہی تنگ کرتا ہے یہ اُلٹی کھوپڑی والا انسپکٹر مجھے۔" دیبا نے سوں سوں کرتے ہوئے فوراً ارسلان کی شکایت لگائی تھی۔

"بھائی ابھی اپنی برانڈ نہیں وائٹ شرٹ دیکھ رہے ہیں، جو تم نے پہلے اپنے میک اپ سے بھرے چہرے سے گلے لگا کر گندی کی پھر آنسوں سے داغ پختہ کیئے۔"ارسلان کی زبان بھی بھلا کوئی روک سکتا تھا۔

"ارسلان اب تم چپ کرو گے۔" پیچھے سے آئی اطہر صاحب کی آواز پر دنیاں کا آخری شریف سعادت مند بچہ جی پاپا کہتا واپس آ کر ٹیبل بیٹھ کر کچھ دیر پہلے تک جو ناشتہ ملنے کے دور دور تک کوئی چانسیس نہیں تھے ابھی حشام کی آمد کے طفیل میں ملے ناشتے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

جبکہ اب حشام سنجیدہ چہرے کے ساتھ باری باری سب سے مل رہا تھا۔ تنزیلہ بیگم کے پاس آتے ہی حشام کے سنجیدہ چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے تھے۔ کیونکہ مقابل وہ ہستی تھی جنہیں اس نے اپنے بھائی کو کھونے کے غم و غصے میں مکمل نظر انداز کر کے بنا ایک تسلی کا لفظ کہے دیارِ غیر سدھار گیا تھا۔ علی وِلا کے لوگوں کے غصے میں اس نے اس ماں کو تک نظر انداز کیا تھا جسے اس وقت سب سے زیادہ اسی کے سہارے کی ضرورت

تھی، کیونکہ اگر اس نے اپنا بھائی کھویا تھا تو اس ماں نے اپنی پہلی اولاد کھوئی تھی۔ کوکھ کھونے کے درد سے بڑا دنیاں میں کوئی درد نہیں ہوتا۔

"بہت جلدی یاد آگئی بیٹا تمہیں اپنی ماں کی۔" تنزیلہ بیگم نے بہتے اشکوں کے درمیان دکھ سے لبریز لہجے میں سوال کیا تھا۔ جس پر حشام بنا کچھ کہے ان کے گلے لگا۔ ایک سال کا جو اندر غبار تھا وہ سب آنسوں کے چھوٹے چھوٹے قطروں کی صورت میں تنزیلہ بیگم کے انچل میں قطرہ قطرہ جذب ہو رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد آنسوں سے تر سرخ چہرہ صاف کرتا ان سے الگ ہوا۔

"آئم سوری مام، (اپنی اس کوتاہی کا ازالہ میں بہت خوبصورت تحفے کی صورت میں کرونگا)۔" دونوں ہاتھوں سے تنزیلہ بیگم کے آنسوں صاف کرتے ہوئے اس نے خود سے عزم کیا تھا۔ پھر تنزیلہ بیگم ہی کے اشارے پر سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑے دا ابو کے پاس گیا۔

"احتشام کو کھونے کا غم ہم سب کو ہے برخردار، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کی ہم اپنا ہی غم لیکر پیچھے چھوٹ گئے لوگوں کو فراموش کر دیں، جانے والوں کا ملال رہتا ہے لیکن

موجود لوگوں کی فکر بھی لازم ہے، بھلے ہی احتشام ہم سب سے ناراض ہو کر گیا تھا، ہم بھی اس بہت خفا تھے، لیکن پھر بھی وہ اس گھر کا پہلا چشم و چراغ تھا، اسے کھونے کا درد ہم بھی اپنے سینے میں دبائے بیٹھے ہیں، لیکن ہم نے علی وِلا یا یہاں کے لوگوں سے منہ نہیں موڑا، خیر لمبی مسافت طے کئے واپسی کا سفر کر کے آرہے ہیں، ٹیک گُڈ ریسٹ۔" داابو غم زدہ لہجے میں ناراضگی سے کہتے ہوئے اس کا پیٹھ تھپتھپا کر نکل گئے تھے۔ وہ سر جھکائے خاموش کھڑا تھا جس طرح پچھلے ایک سال سے سوائے دیبا کے سب سے ناتا توڑے خاموش تھا۔

"Welcome home yongman see you on dinner!"

اطہر صاحب اس کی پیٹھ تھپتھپا کر کیپ لگاتے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔

"او کے بچے آپ اچھے سے ریسٹ کر لیں پھر شام میں بات ہوتی ہے۔" کمشنر اکبر بھی مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا کے بولے۔

"جی چاچو۔" حشام پھیکا سا مسکرایا۔

"ہاں! تو بڑی میرا ناشتہ پینڈنگ ہے، ایئرپورٹ میں منہ ہاتھ تو دھو چکے ہو گے آجاؤ ناشتہ کرلو، ورنہ یہ کام میں کم، فساد پھیلانے اور کھانے میں نمبرون انسان کچھ نہیں چھوڑے گا۔" احان اسکے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے ٹیبل کی طرف لے آیا تھا۔ پھر کرسی کھینچ کر حشام کو بیٹھانے کے بعد خود بھی بیٹھ گیا۔

"ہاں! تو کھاؤں گا ناں کونسا میرے پاس ایک حان لو ہے کان ہے جو کہیں گے دیبا ایسے کھائیں آپ کھانا چھوڑ دیں گی تو میں بھی نہیں کھاؤنگا۔" ارسلان احان کی طرح بھاری آواز نکال کر بولا۔ جس پر ٹیبل کے پاس آئی تینوں بیگموں کے ساتھ دیبا اور احان نے اسے سخت نظروں سے گھورا تھا۔

"تمہیں کھانا نہیں، یہ کھانے کی ضرورت ہے۔" احان ہاتھ کا مکا بنا کر ٹیبل پر جھکتے ہوئے اسکی طرف ہوا تھا۔ جب اتنا ٹھونس نے کے باوجود ٹیبل سے دو سینڈوِچ ایک سیب اٹھا کے ارسلان نے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ لگائی۔

"ساری چیزیں اپنی جعلی ڈاکٹر دوست کو دیتے ہیں، ایک دو یہ بھی دے دیں، اس سے فائدہ یہ ہو گا کی پھر اسے میک اپ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی چہرے ویسے ہی پندرہ بیس

دن تک بلش لگا ریڈ رہے گا اگر تھوپڑے کی ہڈی سلامت رہی تو۔" ارسلان نے بیرونی دروازے پر جا کر باقی کی تقریر کی۔ جس پر احان کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا تھا۔

"تم آج میرے ہاتھوں سلامت بچ جاؤ۔" احان کے قدم اٹھانے سے پہلے ہی وہ سرپٹ بھاگا تھا۔

"تائی ماما یہ ابھی تک نہیں سدھرا سوِل جوائن کرنے کے بعد بھی مسخری چالو ہے۔" ارسلان نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ جس پر شمیم بیگم نفی میں سر ہلا۔

"سوِل جوائن کر کے تو اور بڑھ گیا ہے، اب مسخری کے ساتھ ساتھ رات دن دہائیاں بھی شروع ہو گئی ہے۔" شمیم بیگم نے نئی اطلاع دی۔

"ایسے نہیں کہیں بھابھی میرے بچے کے دم سے تو علی ولا میں رونق ہے، ورنہ وہ گھر نہیں ہوتا تو قبرستان کا سا سناٹا پھیلا ہوتا ہے یہاں۔" تحسین بیگم نے فوراً اپنے لاڈلے کی سائیڈ لی۔ جس پر سب مسکرا دئے۔

"اللہ آج ان کمشنر اکبر علی جانتے ہیں ناں؟ وہی جو پاپا کے بڑے بھائی، میٹلر کے ٹریز دا ابو کے دوسرے بیٹے ہاں میرے بھی چاچو لگتے ہیں، لیکن لگتے بالکل بھی نہیں ان کی بات کر رہا ہوں، ان کے جلال سے بچا لیں، پرومس۔۔ نہیں پرومس نہیں کرتا کیونکہ وعدے تو ٹوٹ جاتے سو نو پرومس لیکن اس جمعہ کو وقت پر مسجد پہونچوں گا آپ بس بچے کی جان بچا لینا۔" کمشنر آفس کے باہر کھڑے ہو کر ارسلان نے بنا ارد گرد کی پرواہ کئے اللہ سے ڈیل وغیرہ کی پھر خود پر آیت الکرسی پر پڑھ کے پھوکنے کے بعد سر پر رکھی کیپ ٹھیک کرتا گلاس ڈور پر ہاتھ رکھا جب عقب سے حولدار اسلم کی آواز آئی۔

"صاحب! صاحب کو تاخیر سے آنے والے بالکل نہیں پسند۔" حولدار اسلم نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے ارسلان کی معلومات میں جیسے اضافہ کیا۔

"اچھا! بتانے کا بہت شکریہ، لگے ہاتھوں اندر جا کر میں بھی صاحب سے پوچھ ہی لیتا ہوں انہیں ڈیوٹی ہورز میں سوشل میڈیا کی ڈیوٹی کرنے والے لوگ کتنے پسند ہیں؟" ارسلان چہرے پر کمینی مسکراہٹ سجا کر بولا۔ جس پر حولدار کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔

"ارے نہیں صاحب میں تو کہہ رہا تھا کی آپ جلدی چلے جائیں۔" حولدار صاحب کی مستی پل میں ہوا ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر ڈیوٹی کریں، اور میں کوئی آپ کے صاحب سے ڈرتا ورتا نہیں ہوں، انسپکٹر ہوں میں ہزاروں ذمہ داریاں ہوتی ہے، فضول فون چلانے جیسا وقت نہیں میرے پاس۔" ارسلان اپنا کالر اٹھا کے روعب سے کہتے ہوئے ایک انداز میں اکڑ کے گلاس ڈور ڈھکیل کر اندر داخل ہوا۔

"اللہ! ڈرا دیا چاچو۔" اندر داخل ہوتے ہی سنجیدہ چہرے کے ساتھ سینے پر دونوں ہاتھ باندھے کمشنر صاحب کو کھڑا دیکھ ارسلان سینے پر ہاتھ رکھ کر بے ساختہ دروازے سے چپکا تھا۔

"ہاں! میں، اور بالکل سہی فرمایا آپ نے مسٹر انسپکٹر ارسلان جتنے ذمہ دار آپ ہیں آپ کو مجھ جیسے چھوٹے موٹے کمشنر سے ڈرنے کی تو بالکل ضرورت نہیں ہے، اور آپ کے وقت کا سہی استعمال کرنے کی تو کیا ہی کہنا فون کو تو آپ بالکل وقت نہیں دیتے کیونکہ زبان کو

فرصت نہیں ملتی ناں۔" کمشنر اکبر طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنی سیٹ کی طرف بڑھے پیچھے ارسلان بھی طرح طرح کے منہ بناتا ان کے پیچھے ہوا۔

"اچھا اب اس ہنگامی اجلاس کی وجہ بتا دیں۔" ارسلان ان کے آگے کی چیر سنبھال کر ٹیبل پر کیپ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وجہ! وجہ تو آپ بتائیں برخردار آخر آپ ہفتے میں کم از کم تین بار کس خوشی میں اپنے دا ابو سے میری عزت افزائی کراتے ہیں؟۔" کمشنر صاحب نے فائل نیچے رکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"آپ کو تو ہفتے میں تین ڈوز ملتے ہیں، میں تو دن میں چھ ڈوز لیتا ہوں، وہ کیا ہے ناں ہاضمہ ٹھیک رہتا ہے۔" ارسلان کرسی پر پیچھے ٹیک لگا کر ایک آنکھ دبا کے بولا۔ جس پر کمشنر صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔

"سوری یار گھوریں نہیں، اور بتائیں کیوں یاد فرمایا؟۔" ارسلان واپس مدع کی طرف آیا۔

"آپ کو یاد دلانے کیلئے کی، ہم نے آپ کو کچھوے کی سپیڈ سے کیس آگے بڑھانے کیلئے کہا تھا، نا کے خرگوش کی طرح بڑا بول کر پیر کے نیچے سونے کیلئے نہیں۔" کمشنر صاحب کچھ جتاتے لہجے میں بولے۔

"آپ پیر کے نیچے کی بات کرتے ہیں، جبکہ آپ کے والد محترم تو بندے کو اپنے ذاتی کمرے کی بیڈ پر زیادہ دیر تک سونے کی سزا میں ناشتے کی ٹیبل پر بلاک کر دیتے ہیں، وہ تو شکر ہے کی آج میرے بھائی کی سرپرائز آمد نے مجھ معصوم کی بھلائی کر دی، لیکن ہائے رے نصیب میں بیٹھ کر دو پل بات تک نہیں کر پایا ان سے۔" آخر میں ارسلان مظلوم ہوا۔

"اب اتنے دکھڑے کافی ہیں، بتاؤ کیس کا کیا ہوا؟ کچھ معلوم ہوا ان ٹرکس کے بارے میں؟" کمشنر اکبر اس کے دہائیوں پر سر جھٹکتے ہوئے مدعے پر آئے جس پر ارسلان نے پیشانی مسلی۔

"مطلب فائل لے جا کر آپ نے دھول جمنے کیلئے رکھ دیا؟" کمشنر اکبر نے کڑی نظروں سے اسے دیکھا۔

"نن۔۔نہیں یار فائل دیکھتی ہے، ریڈ بھی کی ہے، لیکن ٹول ناکے پر ایک بار ہی جانا ہوا، اور جب میں وہاں گیا وہاں سے ان میں کسی بھی نمبر کی کوئی ٹرک نہیں گزری۔"

ارسلان نظریں جھکا کر لب چباتے ہوئے بولا۔

"کتنی دیر رکے تھے آپ ٹول ناکے پر؟"

"جی یہی کوئی پندرہ بیس منٹ۔" ارسلان ان کے جلال پر منمنایا۔ جس پر کمشنر اکبر ٹیبل پر ہاتھ مار کے اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔

"انسپکٹر ارسلان اٹس سیریس کیس، نوٹ آ جوک او کے؟ یہاں بہت سے لوگوں کی جان و صحت کا معملہ ہے اور آپ۔۔" کمشنر اکبر نے نفی میں سر ہلایا۔ جس پر معدب سا کھڑا ارسلان سر جھکا گیا تھا۔ وہ محترم تو فائل لے جا کر بھول ہی گئے تھے۔ ٹول ناکے والے جھوٹ کے باوجود طبیعت اچھی خاصی صاف ہو گئی تھی۔

"اب میں آپ کو صرف ایک ہفتے کا وقت دیتا ہوں، اگر اس ایک ہفتے کے اندر آپ نے اس کیس پر کوئی پیش قدمی نہیں کی، تو۔۔۔" کمشنر صاحب نے چند ثانیے کیلئے رک کر اس کی شکل دیکھی۔

"تو میں آپ کا ٹرانسفر دوسرے شہر کرادونگا پھر آپ جانیں اور آپ کا۔۔۔"

"ارے! ارے! بریک پر پیر رکھیں یار، کیوں مظلوم پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں؟ جا رہا ہوں ناں ابھی رپورٹ بنا کر لاؤں گا، اس سے بہتر تھا میں رپورٹر بن جاتا، اللہ اب تو میرا سہارا ہے کوئی کلو دے دینا پلززز۔" ارسلان فوراً اپنی کیپ اٹھا کے دروازے کی طرف بھاگا۔ پیچھے کمشنر صاحب مسکراتے ہوئے اطمینان سے اپنی کرسی سنبھال گئے۔ کیونکہ ارسلان کی سپیڈ بڑھانے کا یہ آئیڈیا ہمیشہ سے کارآمد رہا تھا۔

-------------------------.-------------------------

"اپنے مقصد کو لیکر جنونی انسان کم از کم آج کے دن تو آرام کر لیتا، نہیں کم چار گھنٹے تو اس ہاتھی جیسے جسم کو سکون دے لیتا، لیکن نہیں حاضر ہو گیا میرے سر پر ملک الموت کی طرح۔" بارہ بجے کے قریب حشام کے بتائے ریسٹورنٹ میں پہونچتے ہی رافع اس پر گرم ہوا تھا۔ جو گرے پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے پیشانی پر بل ڈالے اسے گھور رہا تھا۔

"اس سے پہلے کی میں اٹھ کر اپنے ہاتھوں سے واقعی تیری روح قبض کروں، اپنے فضول بکواس بک رہے منہ کا ڈھکن بند کر کے انسانوں کی طرح اپنی جگہ بیٹھ۔" حشام اپنی جگہ سیدھا ہوتے ہوئے پیشانی کے بلوں میں اضافہ کرتے ہوئے بولا۔ جس پر رافع منہ بگاڑتا اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا۔

حشام ناشتے کے بعد کچھ دیر تینوں بیگموں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے کمرے میں جا کر فریش ہوا تھا۔ پھر گیارہ بجے کے قریب رافع کو ریسٹورنٹ پہوچنے کا حکم جاری کرتا خود وہاں پہوچا تھا۔ اور چالیس منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد محترم رافع صاحب کی انٹری ہوئی تھی۔ وہ بھی طوفانی۔

"یہ تیرے انسانوں جیسے سے کیا مراد ہے؟" رافع بھی اپنے ماتھے پر بل نمودار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ جس میں وہ بری طرح ناکامیاب ٹھہرا تھا۔

"مراد کچھ نہیں میں تجھے ڈائریکٹ اشرف المخلوقات سے باہر مطلب جانور کہہ رہا ہوں۔" حشام ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو اپنی طرف بلاتے ہوئے بولا۔ اور ویٹر کے قریب آتے ہی رافع نے دل کھول کر اُوڈر کیا تھا۔

"تجھے شرم بالکل نہیں آتی ناں؟ چار سال بعد بھی تو وہیں کا وہیں ہے۔" حشام نے دانت پیس کے خود کو دانت دکھا رہے ندیدے انسان کو تاسف سے دیکھا جو صدا کا بھوکا تھا۔

"پیارے اس میں شرم کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، بات تو تکلف کی ہے، یاری دوستی میں کیسا تکلف، وہ بھی تب جب یار محبت کے شہر سے کڑک روکڑے کما کے آ رہا ہو اس پر تضاد کوئی چابی مطلب بھابھی اس کی جیب ڈھیلی کرنے والی ناں ہو، پھر تو یاروں کا ہی حق ہوتا ہے، اور جگر تیرا تو ایک ہی یار ہزار کے برابر ہے، ویسے تکلف سے ایک شعر یاد آیا۔"

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
سکون میں ہے وہ جو تکلف نہیں کرتے۔

رافع نے اپنے لاجک پر پوراگیان باٹنے کے بعد حشام کے غصے سے سرخ ہو رہے چہرے کی پرواہ کئے بغیر گلا صاف کر کے شعر عرض کیا۔

"دو سیکنڈ ہیں تیرے پاس اس ڈاکٹر کی ساری تفصیل تفصیل میں جا کے بتا، ورنہ وہ سوئمنگ پُل نظر آ رہا ہے اٹھا کے وہاں پھینک آؤں گا پھر کھانا تو نہیں پانی کے ساتھ پیٹ پوجا

کرنا۔" سائیڈ سوئمنگ پُل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حشام کی طرف سے ملے سیریس دھمکی پر رافع سیدھا ہوا تھا۔

"ڈاکٹر حبہ کا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے، یتیم خانے میں پلی بڑھی ہیں، پڑھنے میں کافی تیز مطلب ذہین طالب علم تھیں سو پڑھائی کا پورا خرچہ کسی ٹرسٹ نے اٹھایا تھا، عمر ستائیس کے اُپر ہے، پچھلے ڈھائی سال سے جہاں نیلم بھابھی کا انتقال ہوا ہے وہیں انٹرن شپ کے بعد اپنے ڈاکٹر کے خدمات انجام دے رہیں تھیں، اور اب پچھلے گیارہ ماہ مطلب بھابھی کے انتقال کے کچھ بیس پچیس دن بعد یہاں کے ایک فلیٹ میں شفٹ ہوئی ہیں، زیادہ کسی سے ملتی جھلتی نہیں ہیں اپنے آپ رہتی ہیں، گھر میں کوئی نہیں ہوتا سوائے ان کے اور مسٹر ثوبان شہزادے کے۔۔۔" رافع سنجیدگی سے سب تفصیل میں بتا رہا تھا جب حشام نے چونک کے ہاتھ اٹھایا۔

"شادی شدہ ہے؟" حشام ثوبان والی بات پر ٹھٹھکا۔

"نہیں! یار میں نے شوہر کب کہا؟"

"تو پھر ثث۔۔ ثوبان۔۔؟" حشام نے بے چینی سے پوچھا۔ جس پر رافع کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔

"تیری تلاش، ثوبان احتشام علی، جسے وہ شہزادے ثوبان کہتی ہیں۔" رافع نے آنکھوں میں چمک لیکر اپنے دوست کو دیکھا جس کی آنکھوں میں آنسوں چمکا تھا۔

"ثثثث۔۔۔ ثوبان میرا ثوبان۔۔ میرے بھائی کی نشانی۔۔ لیکن اس ڈاکٹر نے میرے بھائی کے خون کو ان کا نام کیوں نہیں دیا؟ وہ کوئی لاوارث بچہ نہیں تھا جسے اس نے اس کا سر نیم نہیں دیا، وہ علی وِلا کا شہزادہ ہے وہ۔۔۔" حشام کا دھیان اچانک نام پر جاتے ہی طیش کے عالم میں اپنی جگہ مٹھیاں بھینچتا کھڑا ہوا۔

"ریلیکس حشام، ہر بات پر ہائپر ہونا لازم نہیں ہے تم پر، یہ سب معلومات میں نے لوگوں کے زریعہ جمع کی ہے، اور لوگ وہی بتائیں گے جو وہ سنیں گے، اینڈ موسٹ امپورٹنٹ میرا خیال ہے تو ابھی سے اپنے دل میں اس ڈاکٹر کیلئے بدگمانی مت پیدا کر لے پہلے ساری صورت حال اور اس ڈاکٹر کو سمجھ، پھر کسی تنیجہ پر پہونچ، حساس معملوں میں کسی بھی فیصلے پر پہونچنے کی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی" رافع اسے پہلی ہی بات جذباتی ہو کر بھڑکتا دیکھ

نرمی سے سمجھایا۔ کیونکہ جتنا اس نے ڈاکٹر حبہ کے بارے میں معلوم کیا تھا اس سے یہی معلوم ہوا تھا کی ڈاکٹر حبہ اپنے بچے پر جان چھڑکتی ہے۔

"اس میں فیصلہ لینے جیسا کیا ہے رافع صاحب؟ ثوبان میرے بھائی کی آخری نشانی ہے میرا خون اسے میرا ہی ہونا ہے، اس بات میں کہیں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کی میں صورت حال کو سمجھنے سے نتیجہ پر پہونچنے تک میں وقت برباد کروں۔" حشام فیصلہ کن انداز میں اٹل لہجے میں بولا۔ جس پر رافع نے پیشانی مسلی۔

"حشام تو یہاں سیلفش ہو رہا ہے یار، مطلب تجھے صرف تو نظر آرہا ہے اس ڈاکٹر کا بھی سوچنا ہوگا یہاں تجھے، یار اس ڈاکٹر نے پچھلے گیارہ ماہ سے ثوبان کو سنبھالا ہے تو کیسے یک طرفہ بات کر سکتا ہے۔" رافع نے اس کی توجہ حبہ کی طرف دلانی چاہی۔

"میں کوئی سیلفش نہیں ہو رہا، اس میں اس ڈاکٹر ہی کی بھلائی ہے، ثوبان کو مجھے سونپ کر وہ اپنی لائف میں آزاد ہو جائے گی، اور رہی بات گیارہ ماہ ثوبان کو پالنے کی تو میں انہیں اس کی منہ مانگی قیمت معاوضہ کی صورت میں دینے کو تیار ہوں۔" حشام اطمینان سے بولا۔ جیسے وہ سب پہلے سے طے کر آیا ہو۔

"حشام جذبات، احساسات، محبت، لگاؤ، اپنا پن، ان سب چیزوں کی تجارت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ سب انمول ہوتے ہیں، جس کا کوئی مول ہی نہیں اس کا کوئی کیا قیمت لگائے گا یا معاوضہ ادا کرے گا، سو آئی انسیسٹ ڈونٹ رش، انسان اگر ایک جانور کے ساتھ بھی دس سے گیارہ دن گزار لے تو اس سے بھی لگاؤ محسوس کرتا ہے، ایک انسیت سی ہو جاتی ہے، پھر تو کیسے اتنی سفاکی سے کام لے سکتا ہے؟ دیکھ یار میں نے تیرے کہنے پر کچھ دن اس ڈاکٹر کی ٹائمنگ ابزرو کی ہے، اور یقین کر جس طرح وہ صبح ثوبان کو ڈے کیئر سینٹر چھوڑنے جاتی ہے، پھر دوپہر اور شام میں لینے جاتی ہے، جتنی نرمی سے وہ ثوبان کو دیکھتی ہے۔۔۔" رافع اسے تفصیل میں سمجھانے ہی رہا تھا کی حشام نے ہاتھ کھڑے کیئے۔

" کھانا آ گیا ہے تو کھانا کھا، باقی میں سنبھال لونگا۔" حشام کے سختی سے بات کاٹنے پر رافع نے لب بھینچ کر حشام کے تنے نقوش دیکھے۔ احتشام کی ناگہانی موت نے اس کے ہنستے کھیلتے دوست کو بدل کر رکھ دیا تھا ہمہ وقت ہنستے مسکراتے رہنے والا حشام سنجیدہ سپاٹ ہو گیا تھا۔

"بس اتنی سی ریکویسٹ ہے ڈائریکٹ کچھ کرنے کے بجائے کم از کم ایک ہفتے کا وقت لے لے۔" رافع کچھ توقف کے بعد بولا جس پر حشام نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"پلزززز۔"

"تجھ جیسے ندیدے انسان کے آگے کھانا رکھا ہے، اور تجھے اس ڈاکٹر کے جذبات احساسات کی پڑی ہے، کہیں یہاں معملہ تیرے جذبات احساسات کا تو نہیں؟" حشام نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"استغفر اللہ! تو نے ہی تو کہا تھا کی ایک ایک چیز پر کلوز ابزرویشن رکھوں۔" رافع نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اوکے! کوشش کروں گا لیکن صرف ایک ہفتہ، اب ٹھونس۔" حشام نے خفگی سے اس کی توجہ کھانے کی طرف دلائی۔

"ویسے ایمان سے ہے بڑی پیاری ڈاکٹر، مرض محبت لازم ہے پر بری نہیں۔" رافع نے بھاپ اڑاتی بریانی پلیٹ میں اتارتے ہوئے شرارت سے آنکھ دبائی۔

"تو اپنے ٹھرک اور ٹھونسنے کی عادت سے باز ناں آنا، مطلب اپنی اور ان کے بیچ کی عمر کا ہی خیال کر لے۔" حشام نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"دیکھ کر تو کوئی کافر بھی نہیں کہہ سکتا کی محترمہ ستائیس کراس کر چکیں ہیں، اب جب قدرت نے یہ فرق واضح نہیں کیا ہے تو ہم کیوں زحمت کریں۔" رافع بریانی سے بھرا چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے شرارت سے بولا۔ جس پر حشام تاسف سے سر ہلاتے کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن دماغ اس کا آگے کے لائحہ عمل کی طرف متوجہ تھا۔

----------.------------

سلیمان چوہدری کے گوڈاؤن کے پچھلے حصّے کے کھلے حصے میں بنے بڑے سے حال میں لگے جگہ جگہ رکھے لکڑی کے ٹیبلوں کے گرد ہوش منداور نشے میں دھت جوئے کی لت کے ماروں کی بھیڑ جمع تھی۔ کیونکہ چوہدری یہ جوئے کا اڈّا ہفتے میں دو دن ہی کھلواتا تھا۔ اور جوئے کی لت کے مارے لوگ گند کے گرد جمع ہوئے مکھیوں کی طرح یہاں اپنی محنت کی کمائی اڑانے چلے آتے تھے۔ جنہیں دوسری جانب صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ

چڑھائے بیٹھا چوہدری بڑے فخر سے دیکھ رہا تھا۔ تبھی اس کا خاص آدمی معدب سا آ کر اس کے آگے سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا تھا۔

"سلام چوہدری صاحب۔" مقابل کے ادب سے کئے گئے سلام پر چوہدری نے اکڑی گردن میں بل ڈال کر زبان کو ہلانے کے بجائے صوفے کے ڈنڈوں پر موجود اپنے سونے کی انگوٹھیوں سے سجے انگلیوں کو صرف اٹھا کے واپس رکھا تھا۔

"اس چوہدری کے گوڈاؤن میں قدم رکھنے والے (گالی) کی لاش کو کہا ٹھکانے لگایا؟۔" چوہدری سیدھا مدع پر آیا تھا۔ جس مقابل کا جھکا سر کچھ اور جھکا۔

"معافی سرکار اس کا کوئی پتا نہیں۔۔" ابھی انور کی بات درمیان میں ہی تھی کے چوہدری نے جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا گریبان مٹھی میں جکڑا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟ وہ (گالی) ابھی تک جہنم واصل نہیں ہوا، پندرہ دن، پندرہ ہو گئے، پندرہ دن کا مطلب سمجھتے ہو؟" چوہدری دھاڑا تھا۔ جس پر انور نے صرف معافی سرکار کہا تھا۔

"کیا معافی سرکار جی تو کرتا ہے کی تم سب مفت خوروں کو ایک ایک کر کے گولی مار دوں۔" چوہدری اپنے جیب سے بندوق نکال کر اسکے کنپٹی پر رکھتے ہوئے حلق کے بل چلاّیا۔ جس پر انور کی سانس سوکھی تھی۔

"سرکار میرے پاس دوسری خوش خبری ہے آپ کیلیئے۔" انور نے حلق تر کرتے ہوئے اپنی بات کہی۔ ورنہ چوہدری سے کوئی بعید نہیں تھا کی وہ ایسا کر گزرتا۔

"بکو!۔" چوہدری نے اسے پیچھے کو دھکا دیکر واپس اپنی نشست سنبھالی۔ کیونکہ اس کے اتنے جلالی موڈ میں اگر انور نے منہ کھولا تھا تو لازمی کوئی بڑی خوش خبرری ہو گی۔

"سرکار آپ کا شک سہی تھا، نیلم بی بی کا بچہ زندہ ہے، اسی ہوسپٹل کے کسی ڈاکٹر یا نرس کے کس کے پاس ہے اس کا ابھی سہی سے معلوم نہیں، لیکن یہ بات پکی ہے کی نیلم بی بی کی لاش ہمارے حوالے کرتے ہوئے غلط بیانی سے کام لیا گیا تھا، شائد نیلم بی بی نے کسی کو ساری صورت حال سے آگاہ کر کے جان بوجھ کر اس بچےّ کو آپ کی پہونچ سے دور رکھا۔" انور نے نظریں جھکا کر ساری تفصیل بتائی جو کل ہی وہ ہوسپٹل کے سٹاف کو پیسے کھلا کر چوہدری کا دھیان اس ویڈیو بنانے والے سے ہٹانے کیلیئے نکال لایا تھا۔

"تو یہاں کھڑے وقت کیا برباد کر رہے ہو؟ کٹا دو ٹکٹ اس کی بھی اس کے ماں باپ کے پاس کی، اس سے پہلے کی وہ یہاں آ کر چوہدری کی سلطنت میں اپنی ماں کا حق کا طالب بنے۔" چوہدری مسلسل ٹانگ ہلاتے سفاکی سے بولا۔

"پر سرکار وہ تو ایک سال کا بچہ ہے؟۔" انور نے ڈرتے ڈرتے لب کشائی کی۔ اس کے ہاتھ بہت سے معصوموں کے خون سے رنگے تھے لیکن پھر بھی اتنے چھوٹے بچے کا سن کر اس کا ہاتھ کپکپایا تھا۔

"پودے کو پیڑ بنتے دیر نہیں لگتا، اس سے پہلے کی اس کی جڑیں پھیلے بہتر ہے کی اسے جڑ سے اکھاڑ پھیکو ساتھ اس پودے کو پانی دینے والے کی سانسیں بھی رک جانی چاہئے تا کے ایک کہانی اختتام پذیر ہو، سمجھ رہے ہو میری بات؟۔" چوہدری سامنے نشے میں دھت چلا رہے رشیدے پر نظر گاڑے بولا۔

"جی سرکار۔"

"جی سرکار نہیں، اگلی بار مجھے اس ویڈیو والے کا سر اور اس کہانی کے دی اینڈ کی خبر ساتھ چاہئے، ویسے بھی بنا ماں باپ کا وہ یتیم اس دنیاں میں رہ کر بھی کیا کرے گا۔" چوہدری

تمسخرے سے کہتا ٹیبل کی طرف بڑھا۔ جہاں نشے میں ادھر سے ادھر لڑک رہا رشیدے پتا نہیں کیا کیا بک رہا تھا۔

"کیا مسئلہ ہوا، کیوں اڈّے کو مچھلی بازار بنایا ہوا ہے تم لوگوں نے؟" چوہدری ان کے قریب پہوچ کر ناگواری سے بولا۔

"چوہدری صاحب اس رشیدے کے جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں تھی اور چلا آیا تھا داؤ کھیلنے میں نے منع کیا لیکن یہ نہیں مانا، اور کچھ نہیں تو اپنی چھوکری کو داؤ پر لگا دیا، اب جب یہ ہار چکا ہے تو الٹا۔۔۔" ابھی رفیق دلال مزید گہرائی میں جاتا کی۔ چوہدری نے ہاتھ کھڑے کیئے۔

"رشیدے نے اپنی چھوکڑی کو داؤ لگایا تھا؟" چوہدری نے آس پاس کھڑے لوگوں سے دریافت کیا۔

"جی سرکار۔" سب ایک زبان ہوئے کیونکہ اس دنیاں میں پیسا بولتا ہے۔ رفیق دلال نے فاتحانہ نظروں سے رشیدے کو دیکھا۔

"تو اتنا ہنگامہ کر کے ماحول کیوں خراب کر رہے ہو، اپنے جیت کا مال اٹھاؤ۔" چوہدری مونچھوں کو تاؤ دے رہے رفیق دلال کو دیکھ سفاکی سے بولا۔

"ننن۔۔ نن۔۔ نہیں! سرکار۔۔ مم۔۔ میں۔۔ میں نے۔۔ اپنی۔۔ اپنی بیٹی۔۔ مم۔ مم۔ میری منتہا۔ نہیں۔۔ داؤ پر نہیں لگائی۔۔ ی۔ یہ۔۔۔" رشیدے اتنے نشے میں ہونے کے باوجود لڑکھڑاتی آواز میں اپنی بیٹی کا سن کا چوہدری کے قدموں میں گرا تھا۔ لیکن یہاں سب ہی سفاک تھے۔ پتھر پر سر مارنے سے سوائے سر پھوٹنے کے ہوتا کیا ہے

"پھیکوا سے باہر، اور تم سب کیا تماشہ دیکھ رہے ہو؟ واپس جاؤ اپنی اپنی جگہ پر۔" چوہدری بے دردی سے رشیدے کو لات مار کر پڑے ہٹاتا آگے بڑھ گیا تھا۔ پیچھے رشیدے اپنی صفائی دیتے رہ گیا تھا۔ آج اس کی لت نے اس کی گھر کی عزت اس کی اکلوتی بیٹی نگل لی تھی۔

حشام آج تیسرے دن بھی بلیک ہوڈی سے چہرہ چھپائے ثوبان کے ڈے کیر سنٹر سے کچھ دوری پر کھڑا ڈاکٹر حبہ کا انتظار کر رہا تھا۔ جو ٹھیک پانچ بجے ڈے کیر سینٹر پہونچ جایا کرتی تھی۔ اس نے ابھی اپنی کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر سر اٹھایا ہی تھا کی سڑک کے دوسری جانب بلیک حجاب میں ایک ہاتھ میں بیگ اٹھائے تیز تیز قدم اٹھاتی ڈاکٹر حبہ نظر آگئی تھی۔ ڈاکٹر حبہ کے ڈے کیر سینٹر کے اندر داخل ہوتے ہی حشام آج کسی بھی حال ثوبان کو دیکھنے کا عزم کئے سڑک کی دوسرے جانب چلا آیا تھا۔ کیونکہ پچھلے تین دن سے دوربین کے استعمال کے باوجود وہ ثوبان کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ کیونکہ حبہ اسے شال میں لپیٹ کے لاتی لے جاتی تھی۔

پھر پانچ سے سات منٹ کے انتظار کے بعد وہ دونوں بیگ دو کاندھوں سے لٹکائے چادر میں لپٹے ثوبان کو لیکر باہر آئی تھی۔ اس کے باہر نکلتے ہی حشام ہوڈی آگے کو سڑکاتا جیب سے فون نکال کر کنارے پر ہو گیا تھا۔

"آج ماما کے ش ہزادے نے کیا نیا سیکھا؟ نئی شرارتوں کے علاوہ کیونکہ ماما کو پہلے سے معلوم ہے ثوبی شہزادے کا شرارتوں میں کوئی مقابلہ نہیں ہے۔" حبہ روزانہ کی طرح دنیاں سے بیگانہ اپنے شہزادے سے بات کرتے ہوئے حشام کے سائیڈ سے گزری گئی تھی۔اور اپنے بھائی کی نشانی کو دیکھنے کیلیئے بے تاب حشام نے اس کے منہ سے احتشام علی کا سرنیم ناں سن کر دانت پیسنے کے چکر میں آج بھی یہ موقع گوا دیا تھا۔

"آج نہیں ڈاکٹرنی صاحبہ، آج تو ہر حال میں میں اپنے بچے کو دیکھ کر رہوں گا، جتنا آپ نے اسے مجھ سے چھپانا تھا آپ چھپا چکی ہیں۔" حشام ہوڈی تھوڑا سا پیچھے کر کے آنکھوں پر بلیک سن گلاسیس لگاتے ہوئے دو قدم کا فاصلہ رکھ کے اس کے پیچھے ہوا۔

"لگتا ہے آج شہزادے نے کچھ زیادہ نینی کر لی ہے اپنے سکول میں، تبھی سستی آرہی ہے، آنکھیں الگ نیند کے خمار سے سرخ ہو رہی ہے،اور آج ہی مما کو بہت سارا ہسپتال کا کام بھی ہے، کل ملا کر آج کی رات مما اور ثوبی شہزادے کو رت جگا چلنے والا ہے، ہے ناں؟ ہنسیں نہیں مما سہی کہ رہی ہے شہزادے رات اور نینی کر لیجیئے گا پلز مما نے بہت کام

ہے آج۔" حبہ نے اسے کاندھے ہٹا کر چھوٹے بچے کی طرح سامنے سے گود میں لے تے ہوئے شرارت سے مسکرا رہے ثوبان کے ناک سے ناک رگڑی۔

اور چار قدم کے فاصلے پر چل رہا حشام جس کی نظر بہت تک وود کے بعد ثوبان کی ٹھوڑی تک پہونچ گئی تھی۔اس کے ثوبان کو سامنے لینے سے دانت کچکچا کے رہ گیا۔اسے نجانے کیوں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے حبہ نے یہ جان کر کیا ہے۔

" چلیں اپنی وین آگئی،اب ثوبان اور ماما وین پر بیٹھ کر گھر جائیں گے،گھر جا کر دونوں فریش ہوں گے،پھر ثوبی دلیہ کھائیں گے وہ بھی اپنی دوشمن نوری کا بنایا ہوا،ہے ناں۔" حبہ ثوبان سے بات کرتی ہوسپٹل کے باہر کھڑی وین کی طرف بڑھی تھی۔

جبکہ حشام اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔فلیٹ کا پتہ تو وہ پہلے ہی رافع سے لے چکا تھا سو وین کا پیچھا کر کے مشکوک ہونے کے بجائے سیدھا فلیٹ کی راہ لی۔فلیٹ کی طرف ٹرن ہورہی روڈ پر گاڑی روک کر فلیٹ کی نیچے گلی میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔اور ٹھیک بیس سے پچیس منٹ کے بعد حبہ کی وین اس کی گاڑی کے پاس آکر رکی تھی۔کیونکہ فلیٹ تک کے روڈ پر اتنی بڑی گاڑی کا آپانا ذرا مشکل تھا۔

"یہ یہاں بھی یقیناً اس بے ضمیر انسان نے اپنی زبان کی قیمت ایک معصوم کے جان کی پرواہ کیئے بغیر لگادی، لیکن لگانے والا شائد یہ نہیں جانتا کی اگر ڈاکٹر حبہ پانچ پانچ گھنٹے اوپریشن تھیٹر میں کھڑے رہ کر لوگوں کی جان بچا سکتی ہے تو، اپنے بچّے پر ٹیڑھی نظر ڈالنے والے کو مار کے گرا بھی سکتی ہے۔" حبہ دونوں بیگ اچھے سے کاندھے سے لگائے ثوبان کو اٹھا کر جیسے ہی وین سے باہر آئی فلیٹ کی گلی میں اسی ہوڈی والے بندے کو دیکھ ٹھٹھک کے رکی پھر بڑبڑاتے ہوئے آس پاس کا جائزہ لیا۔

ثوبان کے ڈے کیر سینٹر کے باہر دو تین دن سے وہ اس بلیک ہوڈی والے کو دیکھ رہی تھی۔ چونکہ اس کے پرانے ہوسپٹل کے ایک کلیگ ڈاکٹر نے پہلے ہی اسے فون کر کے بتادیا تھا کی یہاں کے ایک نرس نے ثوبان کے متعلق انفارمیشن لیک کی ہے سو وہ پہلے سے چوکنا تھا۔ اس بندے کو دیکھ اسے پہلے شک ہوا تھا۔ لیکن اب اسے اپنے فلیٹ تک پہونچا دیکھ اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔ تبھی اس نے اپنے بیگ میں احتیاطی طور پر رکھے پیپر کٹر کو نکال کر سختی سے مٹھی میں دبوچا۔ اب جو بھی کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا۔ اس پر کبھی کسی محافظ کا سایہ نہیں رہا تھا جو بھروسے پر رہتی، اب وہ خود اور ثوبان دونوں کی محافظ تھی۔

"اللہ مدد کرنا۔" حبہ ثوبان پر گرفت بڑھاتے ہوئے دل ہی دل سے مدد طلب کرتی فلیٹ کی طرف بڑھی تھی۔اور جیسے ہی وہ فلیٹ کی سائیڈ ٹرن ہوئی وہ بلیک ہوڈی والا مشکوک بندہ بھی ٹرن ہوا۔ حبہ نے موقع غنیمت جان کر اللہ کا نام لیتے ہوئے ایک جھٹکے سے پلٹ کے پیپر کٹر سیدھا اس کے گلے پر رکھا تھا۔

"ہلنا بالکل بھی مت ورنہ جان سے جاؤ گے۔" حبہ ھل رہے ثوبان پر گرفت کچھ اور مظبوط کرتے ہوئے تھوک نگل کر غرائی۔

"جانتی ہوں تم کس حیوان کے بھیجے پالتو کتّے ہو، لیکن میں وقت کے فرعون سے ڈرنے والی نہیں ہوں، پولیس بعد میں انکاؤنٹر کرے گی اوپریشن پہلے میں کردوں گی،اپنے بچے کی طرف آنکھ اٹھانے والے کا آنکھ نکال کا میوزیم میں سجانا ڈاکٹر حبہ کیلئے زیادہ مشکل ٹاسک نہیں ہے، جاکر اپنے حیوان بوس کو یہ بات کھلے لفظوں میں سمجھانا۔" حبہ مقابل کی شہ رگ پر پیپر کٹر کا دباؤ بڑھاتے ہوئے سرخ آنکھوں کے ساتھ غرائی۔

ساتھ دوسرے ہاتھ سے ثوبان پر بھی گرفت مظبوط سے مظبوط تر کرچکی تھی۔ اکیلی عورت سنسان سڑک ڈر تو کہیں تھا لیکن بھروسہ تھا کی اللہ بھی ہے اس کے ساتھ۔ کیونکہ

آج اگر چھپ جاتی تو کل نکلنا مشکل ہوتا۔اور مقابل کو اس کی یہ حرکت جوشہ دیتی وہ الگ۔اگر آج وہ فلیٹ تک پہونچ گیا تھا تو کل فلیٹ میں بھی پہونچ سکتا تھا۔بہتر تھا وہ پہلے اسے باور کرادیتی کی وہ کمزور نہیں ہے۔

"سمجھ میں آگئی ناں میری بات؟ کیونکہ میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو اپنے بچّے کو پلوّ میں پیچھے کو چھپا کر مقابل کے آگے گھٹنے ٹیک دیتی ہے بلکے میں ان ماؤں میں سے ہوں جو اپنے بچّے کو آگے کر کے مقابل کو پہلے للکارتی ہے، پھر اس کے منہ میں ہاتھ ڈال کر اس کا کلیجہ باہر نکال لیتی ہے۔" مقابل کو مزاہمت نا کرتا دیکھا حبہ کی ہمت بڑھی تھی۔ تبھی ہلکے خون کے قطرے نمودار ہوئے شہ رگ پر دباؤ کچھ اور بڑھاتی ہوئی للکاری۔

"ڈائلاگ تو واقعی بوکس آفس پر دھوم مچادینے والے ہیں، لیکن سین تھوڑا کچّا ہے، مطلب تھر تھراتے ڈائلاگ کے ساتھ بچّے پر آپ کی مضبوط گرفت عرق آلود پیشانی، آنکھوں میں خوف کے بادل۔۔" حشام جو پہلے اسکے اچانک حملے پھر جرت پر حیران ہوا تھا۔اسکے پل پل ثوبان پر بڑھتی گرفت دیکھ گلے میں جلن محسوس کرنے کے باوجود نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا کے بولا۔ جس پر حبہ کے ہاتھ میں لرزش پیدا ہوئی

تھی۔اس نے شدت سے گلی میں کسی فرشتے کی آمد کی دعا کی لیکن شائد یہ قبولیت کا وقت نہیں تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی کیونکہ میں ایسا۔۔۔" ابھی حبہ کی بات درمیان میں ہی تھی کے حشام نے اس کا اپنے گلے پر رکھا ہاتھ پکڑ کے پیچھے دیوار سے لگا یا۔اور ساتھ ہی اچانک حملے سے حبہ کی ثوبان پر کمزور گرفت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے احتیاط سے ثوبان اس کے گود سے اپنے گود میں لیا۔

"میری تلاش!۔" ثوبان کو گود میں لیتے ہی حشام کی آنکھیں جھلملائی تھی۔کیونکہ کے لمس سے احتشام بہت نزدیک محسوس ہوا تھا۔وہ لرزتے ہاتھوں سے بچے کے اپر سے شال ہٹا کر آنکھیں بند کئے اس کی پیشانی کا بوسہ لینے جھکا ہی تھا کی۔

"ممم۔۔میرا بچہ۔جان لے لونگی میں تمہاری۔" حبہ اسے ثوبان کا شال پھیک ثوبان پر جھکتا دیکھ ہوش میں آئی تھی۔ تبھی دونوں بیگ زمین پر پھیکتے ہوئے چیل کی طرح جھپٹ کر ثوبان کو واپس اپنے گرفت میں لیا۔

"واٹ دا ہیل۔" حشام جو ابھی اپنے بھائی کی نشانی کو صحیح سے دیکھ بھی نہیں پایا تھا کی حبہ کے اچانک جھپٹنے سے شدید طیش کے عالم میں اس کی طرف پلٹا تھا۔ جو ثوبان کو اپنے اندر بھینچے خوف زدہ آنکھوں میں انگارے لیے غرّا رہی تھی۔ جیسے اگر کسی نے اس کے بچّے کو چھوا بھی تو وہ پوری دنیاں کو جلا کر بھسم کر دے گی۔

"اگر دوبارہ میرے بچّے پر نظر ڈالی تو نسلیں تباہ کر دو نگی۔" حبہ جھک کر دونوں بیگ ایک ہاتھ میں دبوچتی حشام کو حق دق چھوڑ فلیٹ کر اندرونی حصے کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

"وہ میرے بھائی کی نسل ہے ڈیم اٹ۔" حشام نے ہوش میں آتے ہوئے زور سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔ پھر گلے میں جلن زیادہ محسوس کر کے انگلی وہاں رکھی تو کچھ چپچپا سا مادہ محسوس ہوا۔ جو آنکھوں کے آگے کرنے پر خون کی تصدیق کر گیا تھا۔

"دِس اِز ناٹ فیئر ڈاکٹر، یہ تو الٹا چور کو توال کو ڈانٹے والا حساب ہو گیا۔" حشام رومال نکال کر گلے میں لپیٹتا ایک نظر بلند و بالا فلیٹ پر ڈال کر گاڑی کی طرف بڑھا۔

یہ میرپور کے ایک چھوٹے سے دو کمرے اور ایک بامشکل دو آدمی کے کھڑے رہنے لائق کچن چھوٹے سے کھلے آنگن پر مشتمل گھر کا منظر ہے۔آنگن کے چاروں جانب چھ سے سات فٹ اونچی حفاظتی ٹین کی دیوار ہے۔ جس میں زنگ آلودلوہے کا چھوٹا سا پھاٹک لگا ہے۔

آنگن کے درمیان سے آمدورفت کے لی ئے راستہ ہے۔۔جس کے ایک جانب قطار میں امرود،آم اور نیم کے چھوٹے مگر چھاؤں دار درخت ہے۔جبکہ دوسری جانب کھلی جگہ پر ایک طرف لائن میں کچھ بیگن کچھ مرچی کے ننھے پودوں کے درمیان دھنیا،پودینہ بھی لگائے گئے تھے۔وہیں بانڈری کے کنارے چند ٹوٹے مٹی کے گھڑوں میں خوبصورت پھولوں کے پودے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔غرض اس چھوٹے سے گھر کا آنگن ہرا ابھرا پر سکون تشفی بخش قدرتی ماحول پیش کر رہا تھا۔جو دیکھنے واں کے روح تک سکون بخش دے۔

"اماں کہاں جارہی ہے تو؟" آنگن میں آم کے پیڑ کے نیچے رکھی چارپائی پر بیٹھی اخبار کی سرخیوں پر نظر ڈال رہی منتہا نے چادر اوڑھ کر کہیں جانے کے لیئے تیار نور بانو کو دیکھ سوال کیا۔ جس پر وہ مسکراتے ہوئے پلٹی تھی۔

"یہیں کرانہ دکان تک جاکر آرہی ہوں اس بار تم اس طرح اچانک بنا اطلاع دئے چلی آئی کے کچھ لا کر تیار رکھنے کا موقع ہی نہیں ملا، کل دوپہر سے وہی بدمزہ دال کھا کر منہ کا مزہ خراب کر رہی ہو، اس لیے دکان تک جارہی ہوں کوئی بچہ مل گیا تو۔۔۔" نور بانو پھاٹک کا ادھ کھلا دروازہ کھلا چھوڑ کر مسکراتے ہوئے چارپائی کی طرف بڑھی۔

"اماں! اماں! میری پیاری پیاری بھولی سی اماں تجھ سے کس نے کہا کی میرے منہ کا مزہ خراب ہو رہا ہے؟ میری اماں کے ان پیارے پیارے ہاتھوں کا بنا دال ہے مذاق تھوڑی ہے، ان ہاتھوں کے بنے دال کے آگے تو میں مرغ مصلم کو نکار دوں، اور تو ہے کی اسے بدمزہ کہ رہی ہے۔" منتہا محبت سے باری باری نور بانو کے دونوں ہاتھ چومتے ہوئے آخر میں نروٹھے پن سے بولی۔

"اچھا بہت باتیں بنانی آگئی ہے چل تو بیٹھ میں ابھی آتی ہوں۔" نور بانو اسے واپس چارپائی پر بیٹھاتی چادر درست کرتے ہوئے بولی۔

"اماں میں نے کہا نا کوئی مسئلہ نہیں ہے مجھے میں یہاں آتی ہی تیرے ہاتھ کی دال کھانے ہوں، تو پریشان مت ہو یہاں بیٹھ چپ چاپ اور مجھ سے بہت ساری باتیں کر۔" منتہا نے اپنے پاس خالی جگہ پر نور بانو کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"منو! شہر میں رہتی ہے تو، رات دن مجھے تیری فکر رہتی ہے نجانے کیا کھاتی پیتی ہو گی، اب جب تک میرے پاس ہے میں اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتی ہوں، ایک تو میری بد بختی کی اتنی منتوں مرادوں کے بعد اولاد کی نعمت سے نوازا نے کے بعد بھی میری ممتا ترسی کی ترسی ہی رہ گئی۔" نور بانو نے چادر سے آنکھوں کے گوشے صاف کئے۔

"اماں میں تیری بیٹی ہوں سمجھ رہی ہے تو؟ اب یہ آنسوں صاف کر اور جا تجھے جو لا کر کھلانا ہے کھلا میں کچھ نہیں بول رہی یہ دیکھ میں نے منہ پر انگلی رکھ لی ہے۔" منتہا نے نور بانو کے آنسوں صاف کرتے ہوئے اپنے لبوں میں انگلی رکھی تھی۔ جس پر نور بانو نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"ویسے اماں اگر تو مجھے اتنا یاد کرتی ہے تو پھر میری بات مان کیوں نہیں لے تی؟ چل میرے ساتھ شہر، کیا رکھا ہے اب اس گاؤں میں؟ وہی ابّا کے آئے دن کے کارنامے، گالی گلوج اور لوگوں کے تانے تشنے۔" منتہا نے نور بانو کی مسکراہٹ دیکھ اپنی پچھلے کئی سالوں سے کہی بات ایک بار پھر نفرت سے دہرائی تھی۔اس کا بس نہیں چلتا تھا کی نشئی جواری رشیدے کا قتل کر کے نور بانو کو آزاد کر دے۔

"ایسے نہیں کہتے باپ ہے وہ تیرا، جس کے اعمال اسکے ساتھ جب تک زندگی وفا کرتی ہے یہ سب مجھے جھیلنا ہے تو ان سب باتوں کو سوچ کر من کھٹّا نہ کر میں ابھی آتی ہوں۔" نور بانو اسکے چہرے کے گرد جھول رہے لٹوں کو کان پیچھے اڑستے ہوئے محبت سے بولی۔ جس پر منتہا نے منہ بسورا تھا مطلب ایک بار پھر اسکی بات ہوا میں اڑا دی گئی تھی۔

"اچھا اب ناراض مت ہو میں نے تمہارے پسندیدہ میٹھے گُلگُلے بنائیں ہیں کھا لینا۔" نور بانو پھاٹک کھول کر اسکے خفا چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے پلٹ کر بولی۔

"کیسے میٹھے گُلگُلے چاچی؟" پشت سے آئی آواز پر نور بانو کی سانس حلق میں اٹکی تھی۔اس نے جلد پھاٹک بند کرنا چاہا لیکن کیا فائدہ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا۔

"تت۔۔ تم۔۔؟"نور بانو مقابل کو ہوس زدہ نظروں سے آنگن کی چارپائی پر بیزار سی بیٹھی منتہا کو دیکھتا دیکھ حلق تر کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں! چاچی میں شیدا رفیق دلال کا بھتیجا اتنا جلدی بھول گئی تو؟ آنکھ کمزور ہو گیا لگتا ہے، اپنی شہری بیٹی کے ساتھ جا کر ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھا لیتی؟"رشیدے لار ٹپکاتی نظریں منتہا پر گاڑے بولا۔ جس پر بے بس نور بانو کے آنکھ جھلک پڑی تھی۔ کہتے ہیں نامرد اگر سایہ دیتا ہے تو وہ مرد ہی ہے جو سر سے چادر بھی کھینچ لیتا ہے۔

"شش۔۔ شیدے۔۔۔ تو تو کیوں آیا ہے؟"نور بانو نے چادر کے کونے سے آنکھ صاف کرتے ہوئے کپکپاتی آواز میں پوچھا۔ دل میں شدت سے دعا گو تھی کے کوئی بری خبر نہ ہو کیونکہ ایسے شرابی جواری رفیق دلال کے سگوں کا گھر پر قدم رکھنا اچھی خبر کا پیش خیمہ نہیں ہوتا تھا۔

"خوف کیوں کھا رہی ہے چاچی خوش خبری دینے آیا تھا چچا نے آج تیری کل متاع کو ہارا ہے چوہدری کے اڈّے پر، اس سے پہلے کی وہ تجھے اور اپنی زندگی بھی ہار دے چل اٹھا لا اسے۔"رشیدے نے جیسے پگھلا ہوا سیسہ نور بانو کے کانوں میں انڈل دیا تھا۔ نور بانو نے

لڑکھڑاتی ٹانگوں سے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ جہاں چارپائی خالی تھی پھر نظر اٹھا کے انسان کے بھیس میں اس شیطان کو دیکھا جو خباثت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر مرے مرے قدم اٹھاتی پھاٹک کپکپاتے ہاتھوں سے بند کرتی باہر نکل گئی تھی۔ اسی دن سے تو وہ ڈرتی تھی لیکن وہ دن آج آ ہی گیا تھا۔ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اس وقت نور بانو کے ذہن میں ایک ہی بات گھوم رہی تھی کے منتہا کو کیسے محفوظ کرے۔

نور بانو جب گاؤں کے مشہور درزی رشید سے بیاہ کر آئی تھی۔ تب وہ نشے کا عادی نہیں تھا۔ لیکن نجانے کب اسے نشے اور جوئے کی لت لگی خبر ہی نہیں ہوئی۔ شادی کے دس سال بعد بھی اولاد جیسی نعمت سے محرومی کا غم کم نہیں تھا کی اچانک ماسٹر جی رشید کے شرابی جواری رشیدے میں تبدیل ہونے پر نور بانو بالکل ہی بکھر کر رہ گئی تھی۔ لیکن پھر اس صبر کا پھل اللّٰہ نے شادی کے بارویں سال منتہا سے ان کی سونی گود بڑھ کے دیا تھا۔ جس پر نور بانو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ منتہا میں گم ہو کر اس نے رشیدے کا غم بھی لینا چھوڑ دیا تھا۔

لیکن نور بانو کے خوشی کی مدت زیادہ نہیں تھی۔اپنے شوہر رشیدے کی طرف سے جوئے میں ہارے پیسیوں کی مطالبہ پر لوگوں کی طرف سے ملی گیارہ سالہ منتہا کو اٹھا لینے کی دھمکی پر خوف زدہ نور بانو نے اپنی ترستی ممتا بلکتے دل کی پرواہ کئے بغیر دل پر پتھر رکھتے ہوئے چوری چھپے جا کر منتہا کا داخلہ شہر کے سکول میں کرا کر وہیں ہوسٹل میں چھوڑ دیا تھا۔جس کا خرچہ بڑی مشکل سے وہ اپنے ہنر سلائی کر کے اٹھاتی تھی۔اس طرح پچھلے تیرہ سال سے منتہا شہر کی ہی ہو کر رہ گئی تھی۔ مہمانوں کی طرح کبھی کبھار ہفتہ دن کے لیئے گاؤں کا چکر لگا لیتی تھی۔اور جتنے دن وہ گاؤں رہتی اس تمام عرصے میں نور بانو کی سانس حلق میں اٹکی رہتی تھی۔لیکن جس ڈر کو حقیقت کا روپ نہ اختیار کرنے دینے کی خاطر اس نے اپنی ممتا کو مارا تھا آج وہ ڈر اس کے مقابل ڈٹ کے کھڑا نور بانو کی ساری قربانیوں پر پانی پھیر گیا تھا۔

"سحر۔۔حشام !اک۔۔۔کیا ہوا ہے تمہارے گلے میں؟یہ۔۔یہ۔۔یہ۔اتنا خون کیسا؟یہ چوٹ کیسے آئی مطلب لگی کیسے تمہیں؟تم کچھ بول کیوں نہیں رہے؟۔"حشام کے علی وِلا

میں قدم رکھتے ہی اس پر پہلی نظر تنزیلہ بیگم ہی کی پڑی تھی۔ وہ پریشان سی اس تک پہونچتی سوالوں کی بوچھاڑ کر گئی تھی۔ ان کی پریشان تیز آواز پر حال میں بیٹھے باقی سب بھی متوجہ ہو کر اپنی اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ دیبا احان ارسلان اس کے پاس پہونچ چکے تھے۔

"بھائی بول کیوں نہیں رہے کچھ کتنا خون بہ رہا ہے۔" دیبا کی آنکھیں سفید رومال پر لگے خون کے دھبے کو دیکھ فوراً بھر آئے تھے۔

"اوُ! کم آن یار اموشنل ناں ہوں کچھ نہیں ہوا ہے، ذراسی کھڑوچ آئی ہے، اسی لیئے میں چپ چاپ اپنے کمرے کی راہ لینے والا تھا۔" حشام باری باری دونوں کے آنسوں صاف کرتے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ ورنہ زخم گہرہ ہو نہ ہو جلن بہت ہو رہی تھی۔

"کیا ذراسی کھڑوچ آئی ہے بھائی؟ بیوقوف سمجھا ہوا ہے ذراسی کھڑوچ سے کہیں رومال رنگتا ہے۔" دیبا سوں سوں کرتی ڈپٹ کر بولی۔

"ڈاکٹرنی صاحبہ واقعی چوٹ زیادہ نہیں ہے، بس سفید رومال کی وجہ سے اتنا نظر آرہا ہے۔" حشام نے واپس اس کے گال صاف کئے۔

"مجھے کچھ نہیں معلوم آپ یہاں آئیں۔" دیبا اسے پکڑ کے صوفے کی طرف لے آئی تھی۔ جہاں باقی سب کا بھی خون کے سرخ دھبوں سے رنگا رومال دیکھ وہی ری آکشن تھا۔

"کیسے لگی ہے یہ؟" داابو نے اس گلے سے رومال ہٹا کر زخم کا معائینہ کرتے ہوئے اپنے ازلی روعب دار لہجے میں پوچھا۔

"جی۔۔وہ۔۔وہ کسی کی ہیلپ۔ہیلپ کرنے میں لگ گئی؟" داابو کے آگے تو یوں بھی زبان کم ہی پلٹتی تھی۔اس پر جھوٹ کیلئے تو ارسلان جیسی زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔ تبھی زبان لڑکھڑا گئی۔اب سچ تھوڑی نہ بتا سکتا تھا کی ہر زخم کا علاج کرنے والی مخلوق جسے لوگ ڈاکٹر کے نام سے جانتے ہیں یہ زخم ان کی عنایت ہے۔

" ہمممم! دیبا بیٹا آپ فرسٹ آئڈ دے دیں، اور دیکھ بھی لیں اگر ٹی ٹی انجکشن کی ضرورت ہو تو۔۔۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ داابو زخم بالکل بھی گہرا نہیں ہے۔" انجکشن کا نام سنتے ہی ماچو مین بننے والے حشام صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ جس پر داابو سمیت سب نے اپنی اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ کیونکہ حشام کو بچپن سے انجکشن سے ڈر لگتا تھا جواب تک جوں کا توں تھا۔

"دیبا آپ دیکھ لیں۔" داابو دیبا کو اشارہ کرتے وہاں سے نکل گئے۔ جب ارسلان حشام سے چپک صوفے پر بیٹھ۔

"بھائی کسی حسینہ کو بچاتے ہوئے لگ گئی کیا؟ ارسلان نے رازدادی سے کان میں جھک کر پوچھا، وہ بھی رازداری اتنی رازرکھی گئی تھی کے اعطراف میں کسی کی سماعت محفوظ نہ رہ سکی۔

"اسی بات پر میری ڈائریکٹشن میں ایک فلمی سین امیجن کریں۔" ارسلان سب کی گھوری کا اثر لیے بغیر دونوں ہاتھ کا کیمرہ بنائے حشام کے مقابل آیا۔

"ایک سنسان سڑک، آپ کی گاڑی خراب، آپ انتہا کے غصے جھنجھلاہٹ کا شکار، اور ایسے ٹینشن زدہ ماحول میں آتا ہے ایک ٹوسٹ، مطلب تبھی ایک بہاروں پھول برساؤ کی میرا محبوب آیا ہے کی مصداق، بالکل ناک کے سیدھے سے ایک حسینہ اپنے میلے مٹی میں

اے دوپٹہ میں منہ چھپائے سریلی کوئل جیسی میٹھی کانوں میں رس گھولتی آواز میں بچاؤ بچاؤ کی صدا لگاتی زخمی پیروں سے دوڑ کر آپ کی طرف آرہی ہے، اس کے ٹھیک چار قدم پیچھے چار پانچ بھاری بھر کم وجود والے گنڈے چاقو بندوق لیکر غررارہے ہیں، اور تبھی آپ ہیرو کی طرح انٹری مارتے ہیں اور۔۔

"اور کبھی نہ سدھرنے والے ارسلان کا علاج ایسے کرتے ہیں۔" احان نے ڈائریکٹر صاحب کو کان سے پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔

"آآآ۔۔۔ بھائی کیا کر رہے ہیں یار؟ افففففف۔ چھوڑ دیں۔۔" ارسلان ایک گنا درد پر او ور ایکٹنگ کا تڑکا لگا کے بلبلایا۔ جس پر احان نے ایک بار اچھے سے اس کا کان کھینچ کر چھوڑ دیا تھا۔

"ہائے! اللہ تو نے مجھے آخر اتنا مظلوم اس پر تضاد معصوم کیوں بنایا؟ اللہ اللہ دو ہی تو کان تھے ایک حان ہولے کے کان نے تقریباً اکھاڑ ہی دیا۔" ارسلان کان سہلاتے ہوئے دہائیاں دیتا تحسین بیگم کے انڈر پروٹیکشن میں گیا۔

"ویسے دیکھ لیں بڑا مجھ پر الزام لگاتے پھرتے ہیں دیکھیں شریف بچہ خود ہاتھا پائی کر کے آیا ہے۔" ارسلان پیچھے پلٹ کر باآواز بلند اعلان کیا۔

"میں نے کوئی ہاتھا پائی نہیں کی ہے، کیونکہ میں حشام علی ہوں، انسپکٹر ارسلان علی نہیں۔" حشام دیبا کو روئی لیکر قریب آتا دیکھ پیچھے صوفے سے سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں دکھا کر بولا۔

"ہاں! یہ چوٹ تو آپ کو مسجد میں نوافل ادا کرتے ہوئے لگی ہے ناں؟" ارسلان نے فوراً تحسین بیگم کے پلو سے منہ نکال کر لقمہ دیا۔

"اور اگر ٹھیک تین دن بعد میرے ٹیبل پر کوئی فائل نہیں رہی تو، آپ کے ٹرانسفر اُوڈرز نوافل بھی نہیں رکوا پائیں گے؟" پیچھے سے گردن میں ہاتھ ڈال کر کمشنر صاحب نے اسے یاد دہانی کرائی تھی۔

"ایک تو میری سمجھ نہیں آتا لوگ مجھے اتنی دھمکیاں کیں دیتے رہتے ہیں؟ اتنی دھمکیاں تو دن میں تین ان کاؤنٹر کرنے والے بہادر آفیسر کو موصول نہیں ہوتی ہوں گے جتنی

مجھے ہو رہی ہے، ویسے سچ بتائیں کیا میں بہت سے اُپر کا بہادر ہوں؟" ارسلان نے بڑی معصومیت سے سوال کیا تھا۔ جس پر سب نے تاسف سے سر ہلا گئے۔

" یہ تو آپ کا ٹرانسفر ہونے کے بعد معلوم ہو گا، کیونکہ گھر کی مرغی دال برابر ہوتی ہے۔" کمشنر صاحب نے اس کے گلے سے ہاتھ نکال کر ٹرانسفر کا پھندا اٹکایا۔ اور تحسین بیگم نے دہل کر انہیں دیکھا۔ اس سے پہلے کی وہ مخالفت کرتیں ارسلان نے خود اپنے دکھڑے روئے۔

"بس کر جائیں یار، تین دن سے کسی قرض دار کی طرح ٹول نا کے کے دورے کر رہا ہوں، اب کچھ نہیں ملا تو میں کیا بنفس نفس میرپور چلا جاؤں سراغ ڈھونڈھنے؟" ارسلان بار بار ٹرانسفر کا نام سن کر روہانسا ہوا۔

" مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" کمشنر اکبر نے کاندھے اچکائے۔

" اچھا ٹھیک ہے پھر تو، آج سے بلکے اسی وقت سے آپ سب سے میرے سارے رشتے ناتے ختم اور چاچی آپ بھی بے وفا نکلیں، شریکوں کی پارٹی جوائن کر لی کوئی نہیں، جا رہا

ہوں خود اپنا ٹرانسفر کرواؤں گا، صحیح کہتے ہیں انسان کو اپنا بھروسہ کرنا چاہئے۔"ارسلان سب کو جذباتی کرنے کی ناکام کوشش کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

"کمشنر صاحب آپ میرے بچے کی ٹرانسفر کی بات بھی کیسے کر سکتے ہیں؟"ارسلان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ارسلان کی سب سے بڑی حمایتی تحسین بیگم کی توپوں کا رخ کمشنر صاحب کی طرف تھا۔ جس پر انہوں نے ہاتھ کھڑے کئے۔

"بیگم جان مجھے بھی عزیز ہے ایسا کچھ نہیں کر رہا بس آپ کے راج دلارے کو کام پر لگانے کیلئے تھوڑا سا ان کی کمزوری کا سہارا لیا ہے۔"کمشنر صاحب دونوں ہاتھ اُپر اٹھائے ہی بولے جس پر وہاں سب قہقہ ابلا تھا۔

"سر آپ نے مجھے یاد کیا؟"ارسلان آفس میں بیٹھا کوئی فائل دیکھ رہا تھا جب اجازت لیکر ہمہ وقت اس کے ساتھ رہنے والا حولدار نظیر معدب سا اس کے سامنے آیا۔

"ہمممم!۔"ارسلان فائل نیچے ڈیسک میں رکھ کر ٹیبل سے کیپ اٹھاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہیں جانا ہے کیا سر؟"حولدار نظیر اپنے صاحب کو سنجیدگی سے کہیں جانے کیلئے تیار دیکھ سوال کیا۔

"ہاں! کہا تھا نہ ہم میرپور سائیڈ دورے پر چل رہے ہیں۔"ارسلان ٹیبل سے پسٹل فون اٹھا کر جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔

"پر سر ابھی تو شام ہونے والی ہے،اور میرپور کافی دور ہے واپسی تک رات ہو جائے گی۔"حولدار نظیر نے تمہید باندھی۔

"تو؟"ارسلان نے سن گلاسیس لگاتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"سر تو مطلب مم۔۔مجھے۔۔"

"آپ نہیں آنا چاہتے؟"ارسلان نے بھاری آواز میں سوال کیا جس پر حولدار نظیر کے ہتھیلی نم ہوئی تھی۔کیونکہ اس کے صاحب ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہے تھے۔

"نن۔۔نہیں صاحب میرے بچے کی طبیعت خراب ہے تو مجھے ہسپتال جانا ہے میں۔۔۔"

"کوئی بات نہیں، آپ آرام سے اپنے بچے کو ہوسپٹل لے جائیں میں دیکھ لوں گا۔"ارسلان سنجیدگی سے کہتا کھلے ڈور کی طرف بڑھا تھا۔

"چل بیٹا ارسلان کوئی نہ کوئی سراغ لیکر لوٹنا ورنہ تیرا ٹرانسفر کوئی نہیں روک سکتا، سارے کے سارے بے مروت انسان علی وِلا میں ہی ہیں۔"ارسلان پلٹ کر ایک نظر حولدار نظیر پر ڈالتا روہانسی شکل بنا کر وہاں سے نکل گیا۔

"منو!"

"منو!"

"منو! کہاں ہے تو؟"نور بانو نے پھاٹک کھول کر آنگن میں قدم رکھتے ہی بلند بانگ لگائی تھی خوف کی وجہ سے آواز میں کپکپاہٹ واضح تھی۔ سینے میں دل سوکھے پتے کی طرح

ڈول رہا تھا۔ پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ بڑی مشکل سے شیدا سے آنکھ بچا کر بھاگ آئی تھی۔ دل دماغ میں صرف ایک بات چل رہی تھی اسے ہر حال میں اپنی بچی کو بچانا ہے۔

"منو کہاں ہے تو میری بچی منو!!!!؟۔" گھر میں داخل ہونے کے باوجود منتہا کو سامنے نہ دیکھ نور بانو کی بہتی آنکھوں سے جھڑ نا رواں ہو گیا تھا۔ وہ وہی چوکھٹ پر بے جان ہو کر گری تھی۔ گھر تھا ہی کتنا بڑا جو منتہا تک آواز نہیں پہونچتی۔

"میری منو۔۔ ککک۔۔ کیا۔۔ میں نے دیر کر دی۔ اور۔۔ رفیق دلال۔۔۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ منو!" نور بانو چادر کھینچ کر سر پھیکتے ہوئے ہزیانی انداز میں چلائی جب منتہا کی پریشان آواز نے اس کے بے جان وجود میں جان ڈالی تھی۔

"اماں کیا ہوا ہے تجھے؟ ایسے کیوں کر رہی ہے؟۔" منتہا پریشانی سے نور بانو کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ جس پر نور بانو نے بے ساختہ اسے گلے لگا یا تھا۔

"کب سے آواز دے رہی ہوں آواز کیوں نہیں دے رہی تھی تو؟ مجھے لگا میں نے تجھے ہار دیا، دیر کر دی آنے میں کھو دیا ہمیشہ کیلئے۔" نور بانو اسے گلے لگائے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولی۔ جس پر منتہا کی اسے خود سے الگ کیا تھا۔

"کیا اناپ شناپ بول رہی ہے اماں؟ میں تو واش روم میں تھی، ویسے کیا ابّا نے پھر کوئی نیا چند چڑھایا ہے؟" نور بانو کے بگڑی حالت دیکھ منتہا نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ جس کے رد عمل میں نور بانو کی بہتی آنکھوں میں اچانک ہی خوف کے گھنگھور بادل چھائے تھے۔ وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"تو چل میرے ساتھ۔" نور بانو منتہا کے ہاتھ تھامے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اسے لیکر کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"اماں ہوا کیا ہے۔" منتہا نور بانو کو بنا اپنا ہاتھ چھوڑے لکڑی کی الماری کی طرف بڑھتا دیکھ حیران ہوئی۔

"جو بھی ہوا ہے تو مجھ سے سوال مت کر بس وہ کر جو میں کہہ رہی ہوں۔" نور بانو نے ایک ہاتھ سے اپنے گال صاف کرتے ہوئے الماری سے اپنا سب سے پرانہ قمیض شلوار نکالا تھا۔

"اب جا جلدی سے یہ پہن کر آ۔" نور بانو کپڑے منتہا کے ہاتھ پر رکھتی عجلت میں بولی۔ جس پر حیران پریشان منتہا نے عجیب نظروں سے اس رنگ اڑے کپڑے کو دیکھا

پھر اپنے آپ پر ایک نظر ڈالی وہ اس وقت اچھے خاصے وائٹ کرتی پر نیوی بلیو پلازو پہنے تھی پھر یہ۔

"منتہا کھڑی دیکھ کیا رہی ہے جا جلدی سے پہن کر آ اسے۔" نور بانو اسے اسی طرح کھڑا دیکھ خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ کے سائیڈ روم میں لے آئی تھی۔

"اب جلدی سے یہ بدل کر آ جلدی مطلب جلدی۔" نور بانو بار بار اپنی آنکھیں صاف کرتی حکمیہ انداز میں بولی۔

"پر اماں ہوا کیا ہے؟"

"اب اگر تو نے کوئی سوال کیا نہ منو تو اپنی اماں کا مرا منہ دیکھے گی، چپ چاپ میں جو کر رہی ہوں کرنے دے۔" نور بانو رونے کی وجہ سے سرخ ہوئی آنکھوں کو بڑی کر کے درشتگی سے بولیں۔ جس پر منتہا لب بھینچے کمرے میں بند ہوئی۔ کیونکہ اگر نور بانو اتنا شدید مذمت کر رہی تھی تو ضرور کوئی ٹھوس وجہ ہو گی۔ ویسے بھی جب بھی وہ گاؤں آتی تھی نور بانو اسے لیکر کچھ زیادہ حساس ہو جاتی تھی اور آج تو وہ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ تھی۔

پھر اس کے باہر آتے ہی نور بانو اسے پکڑ کے کمرے میں موجود واحد چارپائی پر بیٹھادیا۔ دوپٹہ سائیڈ پر کرتی سائیڈ سے سرسوں کی تیل کی بوتل اٹھا کر تقریباً آدھا اس کے سر میں انڈل دیا تھا۔ پھر کس کر چوٹیا بنانے کے بعد سائیڈ کرسی پر رکھا بڑا سا سیاہ رنگ کا نجانے کتنے سالوں کا پرانہ سا چادر اٹھا کے اسے سر پیر تک تقریباً ڈھانک دیا تھا۔ منتہا بالکل ایک بے جان گڑیا کی طرح سب کر رہی تھی۔ نور بانو کے چادر اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہی منتہا نے سر اٹھا کے اپنے آپ کو دیکھا۔

نجانے کب کا پرانا شلوار قمیض پیروں کو چھوتی سیاہ چادر میں آدھے سے زیادہ تیل میں اٹا چہرہ وہ کیا تھی اور نور بانو نے اسے کیا بنا دیا تھا۔ اس نے بنا لب کشائی کئے صرف نظروں سے خود کو نم آنکھوں سے دیکھ رہی نور بانو کی طرف نظر اٹھائی تھی۔ جس پر نور بانو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بہتی آنکھوں سے اس کے قریب آتے ہوئے ٹوٹے لہجے میں گویا ہوئی۔

"آج مجھے حقیقت میں افسوس ہوا ہے کی میں نے تیرے باپ سے شادی کیوں کی، لعنت بھیج رہی ہوں اس گھڑی پر جب میں نے ایک شرابی جواری اپنی عزت تک کو داؤ پر لگا دینے

والے ذلیل شخص کی بیوی ہونے کے بعد بھی اس رب سے اولاد مانگی، اور شکایت ہے اس رب سے کی اس نے میری کوکھ میں بیٹی دی جسے اس کے باپ جو محافظ کا دوسرا نام ہے اسی نے بھری بازار میں اپنے لت کی بھنٹ چڑھا کر اپنی عزت کا سودا کر لیا۔ "نور بانو نے نرمی سے اس کا حیران پریشان چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

جبکہ منتہا ورطہ حیرت میں ماں کے لفظوں پر یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دماغ کانوں سنا یقین کرنے پر تیار نہیں تھا۔ اس کا باپ جواری تھا شرابی تھا لیکن سفاک، بے ضمیر، بے غیرت، بے حس بھی ہو سکتا یہ وہ ماننے سے انکاری تھی۔ اور نور بانو بڑی حسرت سے ایک ٹک اس کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کے بت بنی منتہا کو گھسیٹتی پیچھلے دروازے کی طرف بڑھی۔ منتہا کسی بے جان وجود کی طرح گھسیٹی جا رہی تھی۔ پھاٹک کھول کر نور بانو اس کی طرف گھومی تھی۔

"بھاگ جا منو ابھی پونے تین ہو رہے ہیں، ٹھیک تین بجے تیرے شہر کی بس ہے چلی جانا، اگر اس صدمہ کے بعد بھی تیری ڈھیٹ ہڈی ماں بچ گئی تو تجھ سے ملنے ضرور آئے گی، اس حلیہ میں تجھے کوئی نہیں پہچانے گا، چلی جا منو عورت کی عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں

ہوتا چلی جا! جا منو وقت زیادہ نہیں ہے جا، سن رہی ہے میری بات تو؟ جا منو جا۔" نور بانو نے اسے جھنجھوڑ دیا تھا جو بالکل پتھر کی بنی تھی صرف ساکت آنکھیں رواں تھیں۔

"بھاگ منو شیدا کی آوازیں آ رہی ہے بھاگ، یہاں مردوں کی حکومت ہے تیری کسی کو پرواہ نہیں بھاگ میری بچی بھاگ۔" نور بانو نے شیدا کی آواز گلی میں سن کر تقریباً چلاتے ہوئے اسے باہر دھکا دیا تھا۔ جس پر منتہا پلٹ ایک خالی خالی نظر ماں پر ڈالتی دونوں ہاتھوں سے چادر سمیٹ کر دور لگا دی تھی۔ پیچھے نور بانو ایک آخری نظر اس کی پشت پر ڈالتی عجلت دروازہ بند کر کے مقفل کرتی اندر آنگن میں چلی آئی تھی۔ جہاں شیدا زور زور سے دروازہ پیٹتے ہوئے گالیاں بک رہا تھا۔

آج اس نے ہوسپٹل سے چھٹّی کیا تھا۔ کل شام کے بعد حبہ نے فلیٹ سے باہر قدم تک نہیں رکھا تھا۔ اسی رات گھر آ کر ہوسپٹل میں طبیعت خرابی کا بہانہ لگا کر لیو لے لیا تھا۔ اور کل سے خود کو فلیٹ میں قید کر رکھا تھا۔ کل اتنا بہادر تو بن آئی تھی۔ لیکن اس ہوڈی والے کا خوف دل میں کنڈلی مار کے بیٹھ گیا تھا۔ خاص کر وہ منظر جب اس بلیک ہوڈی

والے نے اس ثوبان کو چھینا تھا اگر وقت رہتے وہ اپنی کیفیت پر قابو نہیں پاتی تو یقیناً وہ اس کا بچہ لیجاتا۔ یہ ایک منظر بہادر ڈاکٹر حبہ پر اس قدر حاوی ہو گیا تھا کی اس کی ساری ہمت بہادری جھاک کی طرح بیٹھ گئی تھی غالب تھا تو صرف ایک چیز ثوبان کو کھونے کا ڈر۔ ان چوبیس گھنٹے میں وہ ثوبان کو لیکر اس قدر ٹچی ہو گئی تھی کے ایک پل اسے نظروں سے دور ہونے نہیں دے رہی تھی۔ کھانے پینے اپنے حلیہ کو تا معنوں ہوش ہی نہیں تھا۔ ہوش تھا تو صرف ثوبان کی موجودگی کا۔

ابھی بھی حبہ بیڈ بیٹھی الجھے ذہن کے ساتھ بے دھیانی سے لیپ ٹاپ پر کسی پیشنٹ کی رپورٹ دیکھ رہی تھی۔ پاس ہی نیچے ثوبان اپنے کھیلونوں کے ساتھ کھیل رہی تھا۔ وہ ہر ایک منٹ بعد لیپ ٹاپ سے سر اٹھا کے اسے دیکھتی پھر واپس اپنے کام میں مصروف ہو جاتی۔ کسی پیشنٹ کا رپورٹ دیکھتے ہوئے حبہ کو کچھ غلطی محسوس ہوئی تھی۔ تبھی وہ سرہانے سے فون اٹھا کر ایک نظر ٹوئے کار کو سیدھے کے بجائے الٹا چلانے کی کوشش کر رہے ثوبان پر ڈال کر بالکنی کی طرح بڑھی۔ اور ثوبان صاحب موقع غنیمت جان کر اپنے میشن پر نکل گئے۔

"ثش۔۔۔ثوبی۔۔" دو منٹ کی بات کے بعد کمرے میں داخل ہوتے ہو حدا کی پہلی نظر ثوبان کی تلاش میں پورے کمرے میں گھومی تھی۔ لیکن اسے کہیں نظر نہ آتا دیکھ وہ بیڈ پر فون اچھلاتی پریشان سی بیڈ کی دوسری جانب گئی لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھا۔

"ثوبی!"

ثوبی! بچے کہاں ہیں آپ؟ باہر آئیں مما پریشان ہو رہی ہے ثوبی۔" حبہ ایک ایک کر کے صوفے کے پیچھے ڈریسنگ کے سائیڈ سے لیکر پردوں کے پیچھے تک چیک کرتی روہانسی ہوئی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں جمع ہوئے تھا۔

"بچہ باہر آجاؤ مما بہت پریشان ہو رہی ہے، آجائیں ثوبی شہزادے پلز کہاں ہے باہر آئیں۔" واپس پورے کمرے کی تلاشی لیتے ہوئے حبہ باضابطہ رو دی تھی۔ جب پریشان سی نوری کمرے میں آئی۔

"کیا ہوا ڈاکٹر باجی پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟" نوری جلدی سے کمر پر بندھے دوپٹہ سے ہاتھ صاف کرتی بھتی متلاشی آنکھیں سے ادھر ادھر دیکھ رہی حبہ کے قریب آئی تھی۔

"نن۔نوری۔۔ثوبی۔۔ثوبی کو دیکھا تم نے؟" حبہ پریشانی سے نوری کا ہاتھ تھام کر بولی۔

''نہیں! ڈاکٹر باجی ثوبان بابا باہر تو نہیں آئے یہیں کہیں ہوں گ۔ہاہاہاہاہا۔ہاہاہاہاہا۔۔'' حبہ سے بات کرتے ہوئے نوری کی نظر جیسے ہی باتھ روم کے کھلے دروازے میں گئی اس کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

''کیا بدتمیزی ہے نوری میں پریشان ہوں اور تم۔'' حبہ غصے سے بولی۔جس پر نوری نے کان پکڑ کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے باتھ روم کی طرح اشارہ کیا تھا۔اور باتھ روم کی طرف دیکھتے ہی کچھ ثانیے پہلے کی پریشان حبہ اب کے صدمہ کا شکار ہوئی تھی۔کیونکہ سامنے کا منظر ہی ایسا تھا۔

جہاں ثوبی صاحب شوز، سوئیٹر، ٹوپی سمیت باتھ ٹب میں بیٹھے مزے سے دونوں ہاتھ پانی میں مارتے ہوئے سوئمنگ پول کا مزہ لے رہے تھے۔اور ان کی ماما نے باہر دریا بہایا ہوا تھا۔

''لو جی ڈاکٹر باجی آپ ان کی فکر میں سمندر بہا رہی ہیں،اور وہ جناب وہاں مزے کر رہے ہیں۔ہاہاہاہا دیکھیں تو کتنی بے فکری سے بنا ٹھنڈ کا احساس سردی کی پرواہ کرے انگریزی تالاب کا مزہ لے رہے ہیں۔ہاہاہاہا۔۔'' نوری نے قہقہ لگاتے ہوئے حبہ کا دھیان اس

طرف دلایا تھا۔ جس پر حبہ نفی میں سر ہلاتی باتھ روم کی طرف بڑھی تھی۔ کل سے اس کا دماغ اس قدر انتشار کا شکار تھی کے سارے کام الٹے پلٹے کر رہی تھی۔ اول تو باتھ ٹب میں آدھا پانی جمع چھوڑ دیا دوسرا باتھ روم کھلا چھوڑ دیا۔

"افففف! ثوبی ایک ہفتہ نہیں گزرا آپ کا زکام ختم ہوئے اور آپ ہیں کی۔۔" حبہ نے فوراً دوپٹہ سائیڈ اسٹینڈ پر رکھ کر ٹول اٹھایا تھا۔

"مم۔ مما۔ مما۔ مما۔" ثوبان صاحب اپنی ماما کو اپنا کھیل برباد کرنے آتا دیکھ اور زور زور سے ہاتھ پیر مارتے ہوئے احتجاج کرنا شروع کر چکے تھے۔ حبہ اس کی مزاہمت کا نوٹس لیئے بغیر اسے اٹھاکے باتھ ٹب سے باہر نکالا تھا۔

"کوئی احتجاج کرنے کی نہیں ہو رہی، بس ایک منٹ بندے کی نظر آپ سے ہٹنے کی دیر ہوتی ہے اور آپ اپنی نئی شرارتی پلان کو عملی جامہ پہنانے نکل پڑتے ہیں، اللہ اللہ کل پھر زکام نہ ہوا تو کہنا۔" حبہ باری باری شوز، سوئیٹر، اونی گرم ٹوپی نکال کر وہیں سائیڈ پر رکھتی ہوئی مسلسل اسے مصنوعی ناراض نظروں سے گھور رہی تھی۔ لیکن مقابل کی بے نیازی

عروج پر تھی وہ تو اپنی ماما کی جھنجھلاہٹ کو کسی ورلڈ وائڈ جوک کی طرح قلقاریاں لے لے کر انجوئے کر رہے تھے۔

"ہنسیں نہیں ماما ابھی بہت سیریس والے غصے میں ہے۔" حبہ اسے ٹوول میں لپیٹ کر باہر لے آئی تھی۔ جس پر نجانے ثوبان صاحب کو کیا سمجھ آئی تھی کے اب ہونٹ نیچے کو لٹکائے ناراض نظروں سے حبہ کو دیکھتے ہوئے منہ بسور رہے تھے۔ جو اسے بیڈ پر بیٹھا کر رگڑ رگڑ کے اس کے بال خشک کرتے ہوئے مکمل ناراضگی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"نوری جا کر وہ کپڑے واشنگ مشین ڈال دو ذرا، جانتی تو ہو جناب کتنے کپڑے گندے کرتے ہیں۔" حبہ نے منہ بسور رہے ثوبان کو کپڑے پہناتے ہوئے بولی۔ جس پر وہ جی باجی کہتی چلی گئی تھی۔

"ویسے سہی ہوا ثوبان بابا آپ کے ساتھ بڑا ڈرامے بازی کر کے ہر وقت مجھے ڈاکٹر باجی کی ڈانٹ پڑواتے رہتے ہیں۔" نوری ثوبان کو طرح طرح کا منہ بناتے دیکھ مزے سے بولی۔

"بعد میں تم دونوں اپنی دشمنی نبھالینا ابھی جاؤ کپڑے مشین میں ڈال کر ثوبان کا دلیہ تیار کر دو۔" حبہ ثوبان کے جیکٹ کا زیپ اوپر تک بند کرتے ہوئے بولی۔

"جی باااااااااا۔ "نوری جو جی باجی کہنے والی تھی ہاتھ میں نچوڑ کر کیلئے کپڑوں سے نچڑ کر گرے پانی کی وجہ سے دھڑام کی آواز کے ساتھ ماربل کے فرش پر گری تھی۔

"نوری کیسے گر گئی؟" حبہ ثوبان کو وہیں بیٹھاتی حواس باختہ سی نیچے ہاتھ پیر پھیلا کر دہائیاں دے رہی نوری کی طرف بڑھی تھی۔ جب کے بیڈ پر بیٹھے ثوبان صاحب دشمنی کا پورا فرض نبھاتے ہوئے ننھے ننھے ہاتھوں سے تالیاں پیٹتے ہوئے قلقاریاں مار رہے تھے۔

"ہائے! ہائے! اماں کمر ٹوٹ گئی رے مر گئی ماں۔۔ ڈاکٹر باجی میری کمر ٹوٹ گئی ہائے رے ماں۔۔۔۔ ٹوٹ گئی میری کمر ہائے ہائے۔۔ دیکھ لیں ڈاکٹر باجی دو تین ہڈی چیخ گئی ہو گی۔ "نوری ایک ہاتھ سے کمر سہلاتی ہائے ہائے کر رہی تھی اور ثوبان قلقاریاں لگا رہا تھا۔

"ادھر دکھاؤ کہاں لگی ہے۔" حبہ اس کی ہائے ہائے پر نفی میں سر ہلاتی اس کے پاس بیٹھی۔

"لگی نہیں ہے باجی جی ہڈی چیخ گئی ہے، اماں!"۔ نوری نے سوں سوں کرتے ہوئے خود ہی ڈاکٹر بنی تھی۔

"دکھاؤ مجھے اندازے نہیں لگاؤ قالین پر گرنے سے کسی کی ہڈی نہیں چٹختی۔" حبہ نے اسے ڈپٹتے ہوئے چپ کرایا۔

"چٹختی ہے باجی۔ اور دیکھیں ثوبان بابا کو کیسے خوش ہو رہے ہیں پکے دشمن ہیں یہ میرے۔" دوہائیاں دیتے ہوئے ثوبان پر گئی تھی درد کچھ اور بڑھا تھا۔ حبہ نے پلٹ کے ثوبان کو دیکھا جو واقعی نوری کو چوٹ اور ہائے ہائے انجوئے کر رہا تھا۔

"تم اٹھو کچھ نہیں ہوا ہے میں ٹیوب دے رہی ہوں سائیڈ روم میں جا کر لگا لو۔" حبہ نے پکڑ کے اسے اٹھایا تھا ساتھ تاسف سے ایک نظر اپنے راج دلارے پر بھی ڈالا جو ہنس ہنس کر سرخ ہو گئے تھے لیکن تھکے نہیں تھے اور نہ ہی دہائیاں دے رہی نوری تھکی تھی۔

\---

\-----------------------

"لو جی یہ میر پور ہے یا فقیر پور؟ مطلب کی بورڈ ہیں لگا ہے اور لوگوں کا کوئی اتہ پتہ ہی نہیں۔" ارسلان نے میر پور کی طرف جیب موڑتے ہوئے حیرت سے آس پاس کا جائزہ لیا تھا۔ جہاں سڑک کے ایک جانب کھیت ہی کھیت تھے تو دوسری جانب گھنا جنگل

تھا۔ سردی کے دن ہونے کی وجہ سے پانچ بجے ہی شام کے سائے لہرانے لگے تھے۔ آس پاس پیڑوں پر پرندے چہچہاتے ہوئے اپنے گھونسلوں کو لوٹ رہے تھے۔

"خیر آگے جا کر دیکھتے ہیں کوئی زی روح نظر آگئی تو، ویسے بھی کونسا مجھے یہاں گھر بسانہ ہے کوئی بھی آڑھا ٹیڑھا سراغ لیکر روکیٹ کی سپیڈ سے واپسی کرنی ہے۔" ارسلان نے سر جھٹکتے ہوئے جیب آگے بڑھائی تھی۔ ساتھ بیزار نظروں سے سڑک کے دوسری جانب کھیتوں کا نظارہ بھی کر رہا تھا۔ پھر گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے فون نکال کر تحسین بیگم کے نمبر پر مسیج کرنا شروع کیا۔

Mai meer poor aya hua hon ap ke zalim shohar ke lye koi solid suragh dhondh ne is lye rat der se ghr wapsi hogi.wiase ap ke shohar ko bta to dya hai lekin phir bhi ap ko itla kr rha hon man to nahi maan rha ki villa ke be mutavat logon ko itla krne lekin khair mai bahut masoom hon

to kya kron.khuda hafiz.

ارسلان نے ساتھ دو تین اور رنگ برنگے یمو جیز کا استعمال کرتے ہوئے بھرپور ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ پھر فون سامنے ڈیش بورڈ پر رکھنے لگا تھا کی کسی چینخ کی آواز پر اس کی ہاتھ ٹھٹھک رکے تھے۔اس نے جیب کی سپیڈ کم کرتے ہوئے آس پاس کا جائزہ لیا لیکن وہاں کوئی زی روح کا آتا پتا تک نہیں تھا۔

"کیا آواز واقعی آئی ہے یا میرے کان بج رہے ہیں؟" ارسلان دوبارہ آئی آواز پر جیب روک کر خود کلامی کی کیونکہ اب کی بار آواز واضح تھی۔

"بچاؤ کوئی ہے؟" اب کی بار بہت قریب سے کسی لڑکی کی واضح چینے کی آواز کے ساتھ کچھ لوگوں کی دقد ملن کی آواز پر ارسلان جیب سے باہر چلا آیا تھا۔

"افففف! نہیں آواز واقعی آرہی ہے لیکن اس طرف سے۔۔ واٹ دا ہیل!" ارسلان خود کلامی کرتے ہوئے جنگل کی طرف مڑا ہی تھا کی جب کوئی دوڑتا ہوا آکر اس سے ٹکڑایا تھا۔اور خود ہی زمین بوس بھی ہوا تھا۔

"نظر نہیں آتا کیا۔" ارسلان غصّے سے زمین پر گرے کالی چادر میں لپٹے وجود کو دیکھا۔ کیونکہ تسادم کی وجہ سے اس حشام کا لایا ہوا قیمتی سن گلاسیس اس وجود کے پاس ہی گرا تھا۔ جبکہ زمین بوس وجود دونوں ہاتھ زمین پر گاڑے پورا زور لگاتے ہوئے واپس اٹھ کر بھاگنے کی تیاری کر رہی تھی۔

"پہلے ہی کہا تھا تجھے شہری مرغی زیادہ ان نازک پیروں کو تکلیف مت دے منہ کے بل گرے گی لیکن تو اپنی ماں کی طرح ضدی ہے، چہ! چہ! گر گئی نہ منہ کے بل۔" ارسلان ابھی جھک کر اپنے سن گلاسیس اٹھانے ہی لگا تھا کی سامنے سے آئی گونجتی آواز پر واپس کھڑا ہوا۔ جہاں سامنے ہی دو تین سانڈ کے سانڈ آدمی ہاتھوں میں ڈنڈے تھامے کھڑے اس نیچے گرے وجود کو بڑی گندی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ کالی چادر سمیٹتی کھڑی ہوئی تھی۔

"دد۔۔ دیکھو۔ تت۔۔ تم میرے قریب مت آنا اچھا نہیں ہوگا۔" منتہا دونوں ہاتھوں سے چادر سمیٹتی خوف زدہ سی اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ گھر سے نکلنے کے بعد وہ اچھا خاصا چوڑاہے پر کھڑی بس تک پہونچ چکی تھی۔ لیکن وہاں رفیق دلال کے آدمیوں کو بس کی

تلاشی لیتا دیکھ بس پر چڑھنے کے بجائے پیدل ہی دوڑ لگادی تھی۔لیکن بد قسمتی سے وہ پھر بھی ان کی نظروں پر پڑ گئی تھی۔اور پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے بھاگ بھاگ کر اب بالکل نڈھال ہوگئی تھی۔قدم اٹھنے سے انکاری تھے لیکن وہ بھاگنے کو تیار. تھی۔

"اچھے برے کا تو آمنے سامنے طے کریں گے شہری مرغی ابھی تو تو۔۔"شیدا خباثت کہنے کے ساتھ اپنے پیلے دانتوں کی نمائش کرتا جیسے ہی منتہا کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔اس کا ہاتھ درمیان میں ہی کسی آہنی ہاتھوں کی گرفت میں آیا۔

"تم کون؟"شیدا نے ناگواری سے اس پولیس والے کو دیکھا۔جسے اپنے ہی تھانے کا سمجھ کر وہ اگنور کر گیا تھا۔

"میں کون؟ بھئی سانڈ جیسے بھاری وجود کے بس سونڈ کی کمی سے ہاتھی جیسے بھرے بڑے چہرے پر گرگٹ کی طرح اُبل اُبل کر باہر کو نکلی پیلی پیلی آنکھیں سے نظر نہیں آرہا میں کون ہوں؟۔"ارسلان اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے جھٹکتا اسکا سر سے پیر تک نقشہ کھینچتا ہوا الٹا سوال کیا۔

"دیکھ افسر۔۔۔"شیدا نے غصے سے انگلی اٹھائی ہی تھی کے ارسلان نے اس کی انگلی تھام لی۔

"بدتمیزی نہیں، ویسے تو میں بہت صلاح جو ٹھنڈے مزاج کا انسان ہوں لیکن بدتمیزی پانی میں آگ لگا دیتی ہے۔"ارسلان نے جیسے اسے وارن کیا تھا۔

"تیرے پانی میں آگ لگے یا آگ میں پانی وہ میرے سر کا درد نہیں ہے، میرے سر کا درد یہ لڑکی ہے اس لیئے تو اپنا رستہ دیکھ میں لڑکی کو دیکھتا ہوں۔"شیدا اسکی سخت گرفت سے اپنی انگلی نکالتا اب کے کچھ تمیز کے سرحدوں کو چھوتے ہوئے بول کر منتہا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جسے ارسلان نے فوراً دوسرے ہاتھ سے اپنے پیچھے کیا تھا۔

"دیکھ افسر زیادہ ہیرو مت بن اچھا نہیں ہوگا۔"ارسلان نے اس کے پیچھے چھپی منتہا پر اپنی خونخوار نظریں گاڑ کر دھمکایا۔

"میں ہیرو ہوں مجھے بننے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن تو اپنی ولن جیسی شکل سے اب فضول میں وِلن بننے کی کوشش کر رہا ہے جو یقیناً تیرے لیئے اچھا نہیں ہوگا۔"ارسلان نے بھی اب کے اسی کا لہجہ اپنایا۔

"دیکھ تو رفیق دلال کو نہیں جانتا۔" شیدا کو کچھ نہیں ملا تو دھمکی پر اتر آیا تھا۔ کیونکہ اول تو یہ ان کے تلوے چاٹنے والا گاؤں کے تھانے کا نہیں معلوم ہو رہا۔ دوسرا بندے کی پرسنالٹی کافی سحر انگیز تھی۔ جو مقابلہ سے پہلے مقابل کی ایک بار تو قدم ڈگمگا ہی دے۔

"کیوں تیرا رفیع دلال پان شاپ چلاتا ہے؟" وہ ارسلان ہی کیا جو اُلٹی بات نہ کرے۔

"دیکھ افسر یہ لڑکی ہمارے حوالے کر دے بس۔" اس کے بے سر پیر کے جواب پر شیدا زچ ہوا تھا۔

"کیوں یہ تیری بہن لگتی ہے؟" ارسلان کی اپنی ٹون تھی۔

"تیری تو! ارے وہاں کھڑے کیا بے شرموں کی طرح فلم دیکھ رہے ہو دو اس افسر کو خرچہ پانی۔" شیدا نے پیچھے پلٹ کے اپنے ساتھیوں کو شرم دلائی جس پر وہ سب آگے بڑھے تھے۔ لیکن اس سے پہلے کی وہ حملہ بولتے ارسلان کے ریوالور نکالتے ہی چار قدم پیچھے ہوئے۔

"میں بھی کچھ دے لوں؟"ارسلان نے ریوالوران کے اگے گھماتے ہوئے پوچھا۔جس پر رشیدے ایک قدم پیچھے ہوا تھا۔جبکہ آدھے چادر میں چہرہ چھپائے کھڑی منتہا خالی پیٹ مسلسل دوڑنے کی وجہ سے گھوم رہے سر کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھی۔

"دد۔۔دد۔۔۔دیکھ افسر۔۔۔۔"

"ابے چپ!ایک بار کہا کی مجھے بدتمیزی نہیں پسند تو سمجھ نہیں آرہی کیا،دو چار بھیجے میں اتارونگا تبھی سمجھ آئے گی شائد۔"ارسلان نے دھاڑتے ہوئے جیسے ہی ریوالور کا رخ شیدا کی جانب کیا تھا اس کے ساتھ سر پر پیر رکھ کر بھاگے تھے۔ساتھ شیدا بھی گھبرا گیا تھا۔کیونکہ وہ بہادر کبھی نہیں تھا بس منتہا کی خوبصورتی سے مجبور اسے پکڑنے دوڑ پڑا تھا۔

"تتت۔۔تو تو بچ گئی شہری مرغی لیکن تیری ماں اس کا کیا۔۔"شیدا ایک ایک قدم پیچھے لیتے ہوئے بول کر وہاں بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

"لو جی آج میں بھی ہیرو بن ہی گیا آخر کو ایک مظلوم مصیبت کی ماری لڑکی کی جان بچائی ہے،لیں محترمہ آپ کا کام ہو گیا اب آپ۔۔"ارسلان مزے سے خود کو شاباشی دیتے جیسے ہی پیچھے پلٹا منتہا لہرا کے اس کے باہوں میں گری تھی۔

"ہیں! یہ۔۔ محترمہ۔اؤ ہیلو مس مصیبت ہیلو سنیں محترمہ۔"ارسلان نے اپنے باہوں میں گرے وجود کو جھنجھوڑا تھا لیکن جواب ندارد تھا۔

"لو جی ہیرو صاحب بھگتیں، ہیرو بننے چلے تھے پر گئی مصیبت گلے۔"ارسلان کافی دیر تک کوشش کرنے کے بعد اسے اٹھا کے جیب کے پچھلے حصّے میں ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

"اللہ ہر چیز اس دنیاں کی مجھ معصوم پر ہی بھاری آخر کیوں پڑتی ہے؟ ذرا سا ہیرو کیا بنا مصیبت گلے پر گئی، اب ان محترمہ کو لیکر کہاں جاؤں۔"ارسلان پریشانی سے سوچتا اسے دیکھا جس کا چہرہ مکمل تیل میں لتھڑا ہوا تھا۔

"یہ ٹھیک ہے گاؤں میں میرے چاچا کا گھر تو ہے نہیں جو لیکر چلا جاؤں۔"ارسلان کچھ سوچتا جیب سٹارٹ کر کے آگے بڑھایا۔

--،-----------------

"ہائے ڈاکٹر حبہ!"حبہ ابھی دونوں بیگ اور ثوبان کو تھامے وین سے باہر ہی آئی تھی کے بغل سے آئی کھنکتی آواز پر پلٹی جہاں مسکراتی ہوئی دیبا کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"السلام علیکم !۔" حبہ نے مسکرا کے سلام کیا۔ جس پر دیبا کچھ شرمندہ ہوئی۔

"سوری ! وعلیکم السلام، بیگ دیں۔" دیبا خوش دلی سے جواب دیتی بیگ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں ! اندر چلیں۔" حبہ ثوبان کو اچھے سے سنبھال کر لیتی ہوئی بولی۔ آج ایک دن بعد وہ ہسپتال آئی تھی لیکن بہت چوکنا تھی۔ اس لیئے ثوبان کو بجائے ڈے کیر سینٹر چھوڑنے کے اپنے ساتھ ہوسپٹل لے آئی تھی۔

"میم اکچولی میری بھائی آپ سے ملنا چاہتے ہیں، بھائی ادھر آئیں ان سے ملیں یہی ہے ڈاکٹر حبہ۔" دیبا نے حبہ کو بولنے کے ساتھ ہی پیچھے پلٹ کر حشام کو آواز دی تھی۔ اور دونوں پوکیٹ میں ہاتھ ڈالے حشام کو دیکھ دیبا کی خوف سے آنکھیں پھیلی تھی۔ کیونکہ اس کی نظر مقابل کے گلے پر جا چکی تھی۔

"میم یہ میرے بھائی ہیں، ایک ہفتے پہلے ہی فرانس سے لوٹے ہیں، ان کی کسی فرینڈ کی سسٹر آپ کو پرسنلی جانتی ہیں تو یہ آپ سے ملنا چاہتے تھے۔" دیبا نے حبہ کے ہاتھ سے دونوں بیگ لیتے ہوئے حشام کے رٹائے لفظ کسی رٹّو طوطے کی طرح حبہ کے آگے رٹ

دیا۔ جبکہ حبہ کی نظر مقابل کے خوبرو چہرے کے بجائے گلے کے نشان پر تھی۔ اس نے اس دن چہرہ تو سہی سے نہیں دیکھا تھا لیکن اپنا دیا زخم بہت اچھے پہچان رہی تھی۔

"السلام علیکم ڈاکٹر پہلی بار کا ذکر رہنے دیں تو دوسری بار آپ سے مل کے اچھا لگا۔" حشام اس کے چہرے کے ہوائیاں اڑے تاثرات سے محظوظ ہوتے ہوئے کمال سنجیدگی سے ہاتھ آگے کیا۔ جس پر حبہ بجائے اس کا ہاتھ تھامنے کے ثوبان پر گرفت مظبوط کر گئی تھی۔ جو حشام کی ثوبان پر گڑی نظروں سے محفوظ نہیں رہ سکی تھی۔

"بھائی آپ دونوں جانتے ہیں ایک دوسرے کو؟" دیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں! اسی لیئے تو میں ملنا چاہتا تھا کنفارم کرنے کیلیئے، خیر تمہارے فرینڈز آگئے ہیں تم اندر جاؤ میں تمہاری میم سے بات کر کے چلا جاؤں گا۔" حشام خود کو خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی حبہ کو دیکھتے ہوئے دیا سے مخاطب ہوا۔

"او کے ! میم میں آپ کے کیبن میں بیگزر کھ دونگی او کے ؟" دیا نے اجازت چاہی جس پر حبہ بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام گئی تھی۔

"کیا ہوا میم ؟" دیا نے حیرانی سے پلٹ کے اسے دیکھا۔

"کک۔۔ کیا یہ۔۔ یہ واقعی آپ کے بھائی ہیں؟۔" حبہ نے بڑی مشکل سے اپنے خوف کی زیادتی سے لڑکھڑاتے لہجے پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا تھا۔ جس پر حشام نے مسکراہٹ چھپائی۔

"یس میم یہ میرے۔۔۔۔"

"دیبا تم جاؤ میں انہیں سب ڈیٹیل میں بتادونگا، اگر ضرورت پڑی تو یہی تمہارے ہوسپٹل میں ڈی این اے چیک اپ بھی کرالیں گے۔" حشام نے مسکرا کر دیبا کو جانے کا اشارہ کیا۔ جس پر وہ نرمی سے حبہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹاتی آگے بڑھ گئی تھی۔ اور حشام چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا حبہ کے قریب چلا آیا جو بار بار سخت گرفت کی وجہ سے احتجاجاً مچل رہے ثوبان کو اپنے اندر بھینچے آس پاس نظر دوڑا رہی تھی۔ جہاں سڑک پر اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔

یہ پورا علاقہ ہی ہوسپٹلز کا تھا تبھی یہاں کی سڑک پر بھی زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی۔ ہوسپٹل سٹافز تو نو بجے اندر چلے جاتے تھے اور ویزیٹنگ ٹائم بارہ بجے سے شروع ہوتا تھا۔ صبح کے اوقات یہاں کی سڑک سنسان خاموش ہی ہوتی تھی۔

"ریلکس ڈاکٹر میں یہاں آپ کی طرح اچانک آپ پر حملہ آور ہونے نہیں آیا ہوں، سٹریڈ فارورڈ بات کرتا ہوں، میں کسی حیوان، شیطان کا نہیں انسان کا بچہ ہوں، دیبا کا سگا بھائی میجر انصار علی کا بیٹا حشام علی۔" حشام نے شال میں لپٹے ادھر ادھر سر ہلا رہے ثوبان پر نظر گاڑھے سب سے پہلے اس کی غلط فہمی دور کی۔ حبہ اس کے نام پر ٹھٹھکی تھی۔ زیادہ تو نہیں لیکن ایک دو بار اس نے نیلم کے منہ سے یہ نام سنا تھا۔

"اب نام سے تو آپ میرے آپ کو اپروچ کرنے کا مقصد جان ہی گئی ہوں گی؟۔" حشام نے اب کی نظریں برائے راست اس کے چہرے پر گاڑھی تھی جو نظریں چرا رہی تھی۔

"نن۔۔ نہیں۔ مم۔۔ میں نہیں جانتی اور نہ ہی مجھے جاننا ہے، آپ سے بس اتنی سی ریکویسٹ ہے کی آپ میرا پیچھا کرنا چھوڑ دیں۔" حشام کے بہت کچھ جتاتے لہجے سے وہ جان کر نظر چراتی واپسی کیلیۓ مڑی تھی۔

"آپ کے رخ موڑنے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی ڈاکٹر۔" حشام اس کے نظر چرانے پر چوٹ کر گیا تھا۔ جس پر حبہ اپنی ساری ہمت مجتمع کرتی واپس مڑی۔ اب کے

چہرے پر ڈر و خوف کا شائبہ تک نہ تھا کیونکہ گلے میں لگی پھانس تو نکل گئی تھی کی یہ چوہدری کا آدمی نہیں ہے۔

"اور آپ کے بات پر زور دینے سے بھی حقیقت نہیں بدل جاتی۔" حبہ اب کے مظبوط لہجے میں بولی۔ جس پر حشام نے سن گلاسیس اتار کر ای برو چڑھائے۔

"اور حقیقت کیا ہے ڈاکٹر؟" حشام نے اطمینان سے سن گلاسیس اپنے شرٹ میں اٹکاتے ہوئے اس کے بے تاسیر چہرے کو دیکھ سوال کیا۔

"یہی کی میں ڈاکٹر ضرور ہوں لیکن آپ کے مرض کا علاج میرے پاس نہیں، سو آپ کیلئے میری صلاح ہے کی آپ کسی سائیکاٹرسٹ سے رجوع کریں، کیونکہ گھنٹوں کبھی سڑک کنارے تو کبھی فلیٹ کے نیچے کھڑے ہو کر کسی پر نظر رکھنا انہیں ہر جگہ فالو کرنا، حد تو یہ کی بلاجواز آکر گلے پر جانا وہ بھی جھوٹے بے بنیاد حوالوں کا سہارا لیکر میرا نہیں خیال یہ ایک ذہنی طور پر سٹیبل انسان کے خصوصیت ہے۔" حبہ نے ڈھکے چھپے لفظوں میں حشام کو اب نارمل کہا تھا۔ جس پر حشام نے دانت پیسے۔

As you wish doctor.

"اب صاف لفظوں کا استعمال کرتے ہیں۔" حشام سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتا ایک اور قدم اس کے قریب ہوا تھا۔

"میں احتشام علی کا بھائی نیلم احتشام علی کا دیوار ہوں، صاف لفظوں میں آپ کے گود میں موجود بچے کا سگا چاچا۔" حشام نے اب کے صاف لفظوں کا استعمال کرتے ہوئے حبہ کو بالکل ہی پتھر کی مورت میں بدل دیا تھا۔

"ممم۔۔میں میں۔کچھ نہیں جانتی۔۔آ۔آ۔آپ جائیں۔۔جائیں یہاں سے۔" حبہ ثوبان کو پر گرفت تنگ کرتی لڑکھڑاتے لہجے بامشکل بولی۔کچھ دیر پہلے کی ساری تیز تراری پل میں ہوا ہوئی اب واپس آنکھوں میں خوف کے بادل چھائے تھے۔

یہ سچ بھی کبھی اس کے مقابل کھڑا ہو گا یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔اس نے اپنے وجود کو گھسیٹتے ہوئے زبردستی قدم اٹھائے تھے کی حشام بالکل مقابل آکر اس کی راہ میں حمائل ہو گیا تھا۔

"ڈاکٹر حبہ آپ جیسی میچور بندی سے مجھے اس رد عمل کی امید ہر گز نہیں تھی، آئی مین اگر حقیقت سے نظریں چرا لینے یا سچ کی نفی کرنے سے سچ بدل جائے تو دنیاں میں کوئی بینائی کی خواہش ہی نہ کرے۔" حشام نے بڑی نرمی سے اس کی سخت گرفت کی وجہ سے مچل رہے ثوبان کو اپنی گود میں لیا تھا۔ حبہ نے تڑپ کے اپنے خالی ہاتھ دیکھے پھر نم خوف زدہ نظریں اٹھا کے سامنے اس سنگ دل شخص کو دیکھا جو اس کی پوری دنیاں کو اپنی باہوں میں لی ئے

ڈاکٹر حبہ کی پوری دنیاں میں تلاتم مچا گیا تھا۔

"میری سوغاتِ عشق۔" حشام نے بہت نرمی سے ثوبان کے اُپر سے شال ہٹائی تھی۔ پھر جھلملاتی نظروں سے اپنی تلاش کو دیکھا۔ جو بالکل احتشام کی کاپی تھا وہی بھوری آنکھیں وہی نین نقش بس سرخ وسفید رنگت شائد اس نے اپنی ماں سے چرایا تھا۔ اور بھرے بھرے گال پر پر رہا چھوٹا سا شرارتی گڑھا بلاشبہ ارسلان جیسے خرافاتی انسان سے چرایا گیا تھا۔ ارسلان کو یاد کر کے حشام نم آنکھوں سے مسکرایا۔ کیونکہ اس کے گود میں آ کر ٹُکر ٹُکر خود کو دیکھ رہے ثوبان صاحب بالکل اس کی طرح منہ بسور رہے تھے۔ حشام نے جھک کر بڑی نرمی سے اس کی پیشانی پر لب رکھے۔ اس منظر پر پاس کھڑی حبہ نے مارے بے

بسی کے کرب سے آنکھیں میچ کر لب بھینچ گئی تھی۔یہ حق ہمیشہ سے اسے حاصل رہا تھا لیکن آج کوئی اور اس کا حقدار بنا اس کے مقابل کھڑا تھا۔

"پرنس یہ تو اچھی بات نہیں اگر کوئی ایک چیز اپنے حاشی چاچو سے بھی چُرا لیتے تو کوئی حرج تو نہیں ہوتا نہ۔" حشام ایک ڈیڑھ منٹ اسی پوزیشن میں رہنے کے بعد سر اٹھا کے مصنوعی ناراضگی سے بولا۔ لیکن ثوبان صاحب تو خیر ثوبان صاحب تھے انہوں نے طرح طرح کے منہ بنانا بالکل نہیں چھوڑا تھا۔ پھر پاس کھڑی ماں پر نظر پڑتے ہی حشام کا دل جلایا۔

"مما۔ مما۔۔ مما۔" ثوبان حبہ کی طرح دیکھ کر ہاتھ پیر مارتے ہوئے رونی شکل بنا کر احتجاج شروع کیا۔ جس پر حشام نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا تھا۔اور حبہ اس کی تو جیسے عید ہو گئی تھی اپنے شہزادے کی پکار پر، وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے فوراً حشام کے ہاتھ سے ثوبان کو چھپٹ کر اپنے اندر بھینچ گئی تھی۔

"میرا بچہ میرا ثوبی میرا شہزادہ۔" وہ حشام کی موجودگی کو فراموش کئے ثوبان کے ایک ایک نقش کو چوم کر اس کی موجودگی کا یقین کر رہی تھی۔اور حشام آنکھیں سکیڑ کر اس کی محبت

دیکھ رہا تھا۔ پھر سر جھٹکتا والیٹ سے اپنا ویزٹینگ کارڈ نکال کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے گویا ہوا۔

"یہ میرا کارڈ ہے آج شام آپ کا ہوسپٹل آف ہونے کے بعد میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، جگہ آپ سلیکٹ کریں جہاں آپ کمفٹیبل ہوں، آپ مجھے اڈریس سینڈ کر دیجئے گا اس نمبر پر، میں وقت پر پہونچ جاؤں گا، اینڈ ون مور تھنگ ثوبان کو لازمی ساتھ لائے گا۔" حشام سنجیدگی سے بولا۔ جبکہ حبہ آنکھوں میں ٹھاٹھے مارتا سمندر لئے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں ایک عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، مجھے شوبھ نہیں دیتا کی سڑک چھاپ لوفروں کی طرح کسی کا پیچھا کروں، یا کسی لو کلاس مجنو کی طرح کسی کے فلیٹ کے نیچے کھڑے ہو کر فلیٹ کو نظر لگاؤں، سو آپ آجایئے گا، یوں تو قابل بھروسہ بندہ ہوں لیکن اگر آپ کو مجھ پر یقین نہیں تو آپ جسے چاہے ساتھ لا سکتی ہیں، اینڈ افکورس آپ کے نہ آنے کی صورت میں نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً مجھے آپ کے فلیٹ کے ڈوربل تک رسائی کرنی ہوگی جو کہ ہم دونوں میں سے کسی کیلئے مناسب نہیں، چلتا ہوں، بائے پرنس چاچو پھر

ملتے ہیں، لو یو۔" حشام اچھے سے حبہ کو سب باور کراتا اپنی ماں کو ڈرانے پر خود کو گھور رہے ثوبان کا گال نرمی سے چھوتا سن گلاسیس لگا کر اپنی گاڑی کی طرح بڑھ گیا۔ حبہ وہیں کھڑی شکوہ کنہ نظروں سے اس کی چوڑی پشت دیکھ رہی تھی۔

"ہوش آگیا ان محترمہ کو؟" ارسلان نے فلیٹ میں داخل ہوتے ہی سامنے کھڑی لڑکی سے سوال کیا تھا۔

"سلام، دعا، خبر، خیریت جیسی فارمالٹی نبھانے کیلئے ہوتی ہے مسٹر انسپکٹر۔" نشوہ نے سخت نظروں سے اسے گھورا۔ جو اس وقت مکمل یونی فارم میں موجود تھا۔

"ہوتی ہو گی میں نے کبھی غور کرنا ضروری نہیں سمجھا، ویسے بھی موٹے تازے لوگوں سے خبر خیریت معلوم کر کے انسان کو زمین کا پہلے سے جلا دل کچھ نہیں جلانا چاہئے۔" ارسلان نے فوراً ہمیشہ کی طرح نشوہ کی ہیلتھی ہونے پر چوٹ کیا تھا۔

جو عام لڑکیوں کی طرح بنا اپنے فیگر کی پرواہ کئے کھانے کے ساتھ پورا انصاف کرتی تھی۔ ساتھ لوگوں کو بھی مشورے سے نوازتی کے دنیاں میں اللہ نے ہمیں کھانے کیلئے بھیجا ہے فیشن شو کیلئے نہیں۔ اس لی ئے جی بھر کے کھاؤ۔

"میرے صحت مند ہونے سے تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے جل ککڑے انسپکٹر؟ میں ہی پاگل ہوں جو تم جیسے مطلبی مفاد پرست کی مدد کی۔" نشوہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

کل عشاء کے قریب ارسلان کی کال آئی تھی کے تیری مدد چاہیئے۔ ہمیشہ کی طرح موٹی کی جگہ اس نے عزت سے نشوہ کہا تھا اب مصیبت کے وقت تو گدھا بھی باپ ہوتا ہے۔ مدد کی نوعیت معلوم کرنے پر ارشاد ہوا کی تمہاری دوستوں کے فلیٹ پر رات بھر کیلئے ایک مصیبت کی ماری مظلوم لڑکی کو رکھنا ہے۔ جس کی جان میں نے سُپر ہیرو بن کر سات آٹھ غنڈوں سے لڑ کر بچائی ہے۔ اس کے اتنے بڑے سفید جھوٹ پر تو نشوہ نے اپنے آخری سانسوں میں یقین نہیں کرنا تھا اور نہ ہی اس نے کیا تھا۔ لیکن مدد کیلئے مان گئی تھی۔ کیونکہ بیچارہ واقعی پریشانی میں تھا۔ اور ساتھ موجود لڑکی واقعی بری حالت میں بیہوش

تھی۔ دونوں اسے ڈاکٹر کو دکھا کر ڈرپ لگائے ہی نشوہ کے فرینڈز کے فلیٹ پر چھوڑ کر گھر کیلئے روانہ ہوئے تھے۔ اور صبح نشوہ تو جلدی آ گئی تھی۔ لیکن ارسلان صاحب کی سواری گیارہ بجے لینڈ ہوئی تھی۔

"انسان جتنا چاہے بے غیرت ہو لیکن احسان فراموش نہیں ہونا چاہئے۔" نشوہ تاسف سے بولی۔ جس پر ارسلان نے ڈھٹائی سے دانتوں کی نمائش کی تھی۔

"اچھا آج کیلئے سوری، جاؤ دو کپ سولڈ سی کڑک کافی بنا کر لاؤ میں تب تک محترمہ مصیبت کو دیکھ آتا ہوں۔" ارسلان بے دلی سے سوری کرتا کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

پیچھے نشوہ بھی منہ بناتی کچن کی طرح بڑھ گئی تھی۔ یہ اس کے تین فرینڈز کا مشترکہ فلیٹ تھا۔ جہاں وہ اکثر آتی جاتی رہتی تھی۔ جس کا خرافاتی انسپکٹر کو علم تھا۔ اس کی تینوں فرینڈ صبح ہی انٹرن شپ کیلئے چلی گئی تھی۔ اس لیے نشوہ صبح ہی منتہا کے پاس چلی آئی تھی۔ جو کملائے چہرے کے ساتھ ہوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھی۔ رات شائد کچھ پل کیلئے گلوکوز سے ملی تھوڑی طاقت کی وجہ سے ہوش میں آئی تھی۔ پھر واپس غنودگی میں چلی گئی۔

ارسلان جب کمرے میں داخل ہوا اس کی پہلی نظر بیڈ پر گئی تھی۔ جہاں وہ لڑکی گلے تک کمفرٹر میں خود کو چھپائے تیل میں لتھرے مرجھائے چہرے کے ساتھ پڑی تھی۔ وہ سر جھٹکتا روم میں رکھے واحد صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

کل ان محترمہ مصیبت کے بیہوش ہونے کے بعد ارسلان کو اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جس سے وہ اس کا کوئی نام پتہ معلوم کرتا۔ نہ ہی وہ گاؤں کے میں کسی کو جانتا تھا جو ان رہنمائی حاصل کرتا۔ سو بہادر آفیسر کے پاس سوائے مصیبت کو شہر اپنے ساتھ لانے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔ شہر پہونچنے کے بعد نیا مسئلہ درپیش تھا کی اب اسے ٹھکانے کہاں لگائے۔ اسی پریشانی میں نشوہ کا خیال آیا اور اس طرح گلے پڑی مصیبت رات بھر کیلئے یہاں منتقیل ہو گئی تھی۔ انسانیت کے ناتے ڈاکٹر کے پاس ہو کر آئے تھے۔ جہاں ڈاکٹر نے یہی کہا تھا کی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ شدید جسمانی تھکان اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے کمزور ہو کر بیہوش ہو گئی ہے۔ جو پروپر ریسٹ اور گلوکوز کی چند ایک بوتل سے صبح تک بہتر ہو جائے گی۔ اور پھر ڈرپ لگی منتہا کو چند ایک ہدایت کے ساتھ نشوہ نے اپنی سہیلیوں کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیا تھا۔

"اب بتاؤ ذرا تفصیل میں یہ لڑکی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟" نشوہ سامنے ٹیبل پر دو بھاپ اڑاتی کافی کے کپ رکھتے ہوئے کل سے کئی بار کیا سوال ایک بار پھر دہرایا۔

"بیرون ملک۔۔ نہیں بلکے ایک دوسرے سیارے سے امپورٹ کرایا ہے، میری پہونچ کا تو تمہیں پتا ہی ہے آن لائن اُوڈر کیا تھا، لیکن ڈیلوری بوئے جلد ڈیلوری دے کر چلا آگیا۔" ارسلان نے جل کر دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

"ارسلان آئم سیریس۔" نشوہ سنجیدگی سے بولی۔ دونوں ہم عمر تھے نام صرف سنجیدگی کے وقت استعمال کرتے تھے ورنہ اتر نگی ناموں سے خطاب کیا جاتا تھا۔

"میں بھی سیریس ہوں، سورج کے کافی قریب ایک سیارہ ہے سن فلار کر کے وہیں سے امپورٹ کرایا ہے، غور سے دیکھو تو تمہیں محترمہ سرسوں کے تیل میں نہائی ہوئی نظر آجائے گی۔" ارسلان کمال سنجیدگی سے بولا۔

"ارسلان آئی سیڈ آئم سیریس، یہ مذاق نہیں ہے ارسلان ایک انجان لڑکی اٹھا کر لے آئے ہو تم، وہ بھی نجانے کہاں سے جس کا نام پتہ کچھ نہیں معلوم تمہیں، اور نہ اس لڑکی کے پاس کوئی فون پرس جیسی شئے موجود ہے کی کچھ معلوم کیا جائے، رات ایک مرتبہ

اسے ہوش بھی آیا تھا لیکن وہ اس قدر کمزور ہے کی اس کے منہ سے آواز تک نہیں نکل رہی سمجھ رہے ہو تم یہ سب۔" نشوہ نے ایک ایک لفظ پر زور ڈالتے ہوئے اسے حالات کی نزاکت سمجھانی چاہی۔ جس پر ارسلان جھنجھلا کے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

"تو میں کیا کروں یار؟ کونسا میں شوقیہ محترمہ کا سپوئیر بن کر وہاں نازل ہوا تھا، میں معصوم تو وہاں اپنے کیس کیلئے ایک چھوٹا موٹا سراغ ڈھونڈھنے گیا تھا تا کے میر اٹرانسفر اُوڈر رکوا سکوں، یہ محترمہ مصیبت وہاں مصیبت میں نظر آگئی تو ایک شریف، ایماندار، ذمہ دار، سمجھدار آفیسر کا فرض نبھاتے ہوئے انہیں رسکیو کر لیا، اب مجھے الہام تھوڑی نہ ہونا تھا کی مصیبت سے بچاؤ خود مصیبت کو گلے لگاؤ والا معملہ ہو جائے گا، لو بھئی خواب خرگوش کے مزے وہ محترمہ لوٹ رہی ہیں، میں رات پر بھر کا جگا جینٹل مین یہاں مزید پریشان ہو رہا ہوں۔" ارسلان نے جھنجھلا کر پوری تقریر کی تھی۔ اور نشوہ اس کے رات بھر کا جگا والی لائن پر ملامتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہفتے کے سات دن میں جمعہ والے دن تمہیں مسجد میں جانے کی توفیق ہوتی ہے، وہ بھی پانچ وقت کی نمازیں مارے باندھے نمازِ جمعہ میں امام صاحب کے پیچھے ٹھوکریں لگا کے

آتے ہو کم از کم اسی چیز کا خیال کر لو، مطلب کی جھوٹ کی حد ہے شریف، ذمہ دار، سمجھدار، وہ بھی تم تمہیں نہیں لگتا اکیسویں صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے یہ ؟۔" نشوہ نے ملامتی نظروں اسے دیکھا جو کافی کی چسکیاں لیتا ہوا نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

" بھئی جیسا بھی ہوں دھرتی پر بوجھ نہیں ہوں کافی ہے۔اللہ شکر تیرا۔" ارسلان نے سر اٹھا کے شکر ادا کیا تھا۔ جس پر نشوہ دانت پیس کر رہ گئی۔

" اچھا پائنٹ پر آؤ مطلب کچھ اندازہ ہے یہ لڑکی کہاں کی ہو گی ؟۔" نشوہ نے واپس سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔ جس پر کافی کی چسکیاں لے رہے ارسلان نے برا منہ بنایا تھا۔ مطلب مرغی کی وہی ایک ٹانگ۔

" ہے نہ اندازہ۔ "

" تو بتاؤ ناں ؟" نشوہ بے صبر ہوئی۔

" تیل کی مل سے، آئی مین کسی تیل کے مل والے کی بیٹی ہو گی یا پھر نوکر لیکن ایک بات تو طے ہے محترمہ کا تیل سے بڑا ہی کوئی گہرا تعلق ہے تمہارا کیا خیال ہے ؟" ارسلان نے واپس کپ لبوں سے لگاتے ہوئے ابرو اٹھائے۔

"تم کبھی سیریس ہو ہی نہیں سکتے نکمے انسپکٹر تم رکو میں نانا ابو کو کال لگاتی ہوں تبھی تم راہے راست پر آؤ گے۔" نشوہ نے زچ ہو کر ٹیبل سے فون اٹھانے ہاتھ بڑھایا۔ جسے ارسلان پہلے ہی اچک چکا تھا۔

"دھمکی دینے کی نہیں ہو رہی زمین پر صدمہ، اب تم بات کو پکڑ کے بیٹھ گئی ہو تو میں کیا جواب دوں تمہیں؟ ویسے بھی بارہ بجنے کو ہے محترمہ کو ہوش آ جانا چاہئے چلو ان سے پوچھتے ہیں۔" ارسلان احتیاطی طور پر فون اپنے جیب میں ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"رکو! وہ شائد جاگ رہی ہے میں دیکھتی ہوں۔" نشوہ بیڈ پر سوئے وجود میں ہل چل محسوس کر کے ارسلان کا ہاتھ پکڑتی اسے رکنے کا اشارہ کیا۔

"تم رکو کہیں تمہاری ڈراؤنی شکل دیکھ لڑکی واپس نہ بیہوش ہو جائے۔" ارسلان نے اسے بازو سے پکڑ کے پیچھے کیا۔

"اور تم شہزادے گلفام کی شکل دیکھ کر تو وہ دوڑنے لگے گی ناں؟" نشوہ جل کے بولی۔

"ہو بھی سکتا ہے آخر خدا کی بہترین تخلیق ہوں میں۔" ارسلان کاندھے اچکا کے بولا۔ جب تک منتہا دونوں ہاتھ بیڈ ٹکاتی نقاہت زدہ سی بمشکل اپنی جگہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"چلو اب اس سے پہلے کی وہ واقعی بیہوش ہو جائے۔" نشوہ ارسلان کے بازو دبوچتی اجنبی نظروں سے کمرے کے جائزہ لے رہی منتہا کے قریب آئی۔ جس کا اب بھی آدھے سے زیادہ چہرہ کالی چادر میں چھپا تھا۔

"ہائے! میں نش۔۔آآآ۔۔۔پاگل ہو گئے ہو کیا انسپکٹر۔" نشوہ مسکراتے ہوئے منتہا کو اپنا تعارف کرانے بیڈ پر بیٹھنے لگی تھی کے ارسلان نے اسے بازو سے دبوچ کے واپس کھینچا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو ٹرمپ کی صحت مند بہن وہ گاؤں سے ہے اسے انگلش کا کیا پتا۔" ارسلان نے اتنی اونچی آواز میں تو سرگوشی کی تھی کی حیران پریشان منتہا کی سماعت فیض یاب ہو سکے۔

"تو تم کرو بات پھر غالب کی اردو میں علامہ اقبال کے سگے۔" نشوہ اپنا بازو سہلاتے ہوئے بولی۔ جس پر ارسلان نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر گلا صاف کرتے ہوئے قدرے بھاری لہجے میں گویا ہوا۔

"محترمہ میں نے کل آپ کی جان بچائی تھی جو یقیناً آپ ساری زندگی یاد رکھیں گی۔ارسلان گردن میں بل ڈال کے بولا۔ جس پر منتہا نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا۔یہ تو سچ تھا وہ واقعی اس انسان کو نہیں بھول سکتی۔

"لیکن یہاں یہ یاد رکھنا اہم نہیں ہے،اہم آپ کا تعارف ہے۔سو آپ اپنا نام پتہ والد کا نام بتا دیں تو میں آپ کو ان تک پہونچا کر اس ذمہ داری سبقدوش ہو جاؤں۔"ارسلان نے واقعی گاڑھی اردو کا استعمال کیا تھا۔جس پر نشوہ نے نفی میں سر ہلایا۔جبکہ کے لفظ والد پر منتہا لب بھینچ گئی تھی۔

"مم۔۔میں میرپور سے ہوں۔۔مم۔۔میرا نام منتہا نور۔۔۔وہ ابھی نقاہت زدہ سی سب بتانے لگی تھی کے ارسلان کا فون بج اٹھا۔

"ایک سیکنڈ۔"ارسلان سکرین پر کمشنر صاحب کا نمبر دیکھ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔پیچھے نشوہ اس کے قریب بیٹھ کر اس سے چھوٹی موٹی باتیں کرنے لگی تھی۔پھر پانچ سے سات منٹ بعد ارسلان واپس آیا تھا۔

"مجھے ایک کام سے باہر جانا ہے، نشوہ تم ان کا خیال رکھو انہیں کچھ کھلاؤ پلاؤ میں شام تک فری ہو کر انہیں ان کے گاؤں ڈراپ کر دونگا۔" ارسلان سنجیدگی سے کہتا ایک نظر چادر میں چھپے وجود پر ڈال کر باہر نکل گیا۔ کیونکہ کمشنر صاحب نے اسے فوراً ٹول ناکے پر پہونچنے کا حکم دیا تھا ساتھ آفس میں حاضری لگانے کا اُوڈر بھی تھا۔

"حشام میں ایک بار پھر پوچھ رہا ہوں آخر تو بات کیا کرنے والا ہے اس ڈاکٹر سے ؟" رافع نے صبح سے کئی بار کا دہرایا سوال پھر ایک بات کیا۔ جس پر حشام نے صرف رخ موڑ کے ایک نظر اس پر ڈالی تھی۔ پھر واپس فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ لوگ ابھی پانچ منٹ پہلے ہی حبہ کے بتائے ریسٹورنٹ پر پہونچے تھے۔ یہ ریسٹورنٹ کا سب سے پر سکون گوشہ تھا جو گارڈن سائیڈ پر بنا تھا۔ دور دور ٹیبلز پر بیٹھے لوگ ایک دوسرے کی پرائیویسی میں خلل ڈالے بغیر ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان گرم گرم کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے سردی کا مزہ لے رہے تھے۔

صبح حبہ سے ملنے کے بعد حشام سیدھا رافع سے ملنے چلا گیا تھا۔ وہاں اس نے رافع کو اپنی اور ڈاکٹر حبہ کے درمیان ہوئی پوری گفتگو من و عین سنائی تھی سوائے اس کے کی اس کا اگلا قدم کیا ہو گا۔ اور جتنا سنجیدہ وہ لگ رہا تھا ضرور کوئی بہت بڑی بات کرنے والا تھا یہی سوچ رافع کو پریشان کر رہی تھی۔ وہ احتشام سے حشام کی محبت اور ثوبان کے کیلئے لگاؤ سمجھتا تھا لیکن اسے اس ڈاکٹر کی بھی فکر تھی۔ لیکن اس کا دوست کچھ سنے تب ناں۔

"دیکھ حاشی میں ایک بار پھر کہ رہا ہوں جو بھی کرنا یا بولنا یہ دھیان میں رکھتے ہوئے کی تم ایک ایسی شخصیت سے مخاطب ہو جس نے گیارہ ماہ تک تمہارے خاندان کے چشم و چراغ تمہارے بھائی کی آخری نشانی کو نہ صرف شیلٹر دیا ہے بلکے محبت، اپنائیت بھی دیا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ جذبے انمول ہوتے ہیں۔" رافع اس کے ہاتھ سے فون لیکر سائیڈ پر رکھتے ہوئے بولا۔ جس پر حشام نے ایک نظر اس پر ڈال کر واپس فون اٹھا لیا تھا۔

"حاشی میں تم سے کچھ کہ رہا ہوں۔" رافع جھلا کے اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔

"سن چکا ہوں بہرا نہیں ہوں میں، اس ڈاکٹر کے مجھ پر بہت احسان ہیں، اس نے میرے بھتیجے کو چھت کے ساتھ محبت اپنائیت بلا بلا سب کچھ دیا ہے، جو انمول ہوتے ہیں، اور کوئی

پائنٹ نوٹ کرنا رہ گیا ہے تو بتا دو میں وہ بھی حفظ کر لوں۔" حشام طنزیہ بولا۔ جس پر رافع نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ تبھی حشام کی نظر ثوبان کو اٹھائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی قریب آرہی ڈاکٹر حبہ پر پڑی تھی۔ وہ فوراً اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"السلام علیکم۔" حبہ نے ٹیبل کے قریب پہونچتے ہی سنجیدگی سے سلامی بھیجی تھی۔ جس کا رافع نے خوش دلی سے جواب دیا تھا جبکہ حشام نے سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

"آپ بیٹھیں پلززز۔" رافع اسے ہنوز کھڑا دیکھ بولا۔ جس پر حبہ سر ہلاتی بیٹھ گئی تھی۔ وہ بہت ہمت جتا کر یہاں آئی تھی۔ ثوبان کو لپیٹ کر ایسے اپنے اندر بھینچا ہوا تھا جیسے حشام اس سے ثوبان کو چھین کر روپوش ہو جائے گا۔

"ہم ثوبان کے چاچا ہے ڈاکٹر حبہ چاہیں تو میں ثبوت دے سکتا ہوں۔" حشام اسے بار بار ثوبان پر شال ڈالتا دیکھ زچ ہوا تھا۔ تبھی جتاتے لہجے میں بولا۔ جس پر رافع نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تھا۔

"یہ ایک اوپن جگہ ہے سرد ہوائیں چل رہی ہے اور ثوبان کو سردی جلد لگتی ہے، ایک ڈاکٹر اور ایک ماں ہونے کی حثیت سے ثوبان کا بہتر سوچنا میرا فرض ہے جو مجھے بہت عزیز

ہے۔ سو آپ مجھ پر طنز کرنے کے بجائے مدعا پر آئیں۔" اب کے حبہ خوداعتمادی سے بولی۔ جس پر حشام نے آنکھیں سکیڑ کر اس کے بے تاسیر چہرے کو دیکھا۔ پھر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں نہیں جانتا کی آپ جانتی تھیں یا نہیں کی ثوبان احتشام علی علی وِلا کا وارث، علی ولا کا چشم و چراغ ہے، کیونکہ بھائی بھابھی میں سے کسی کے منہ سے کبھی میں نے آپ کا ذکر یا نام نہیں سنا۔ بٹ آئم ڈیم شیور کی آپ جانتی تھیں میرے بارے میں کی۔۔۔" حشام اپنے ایک ایک لفظ پر خاصے زور ڈالے مدعا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب حبہ اسے ٹوک گئی۔

"آپ کہیں کے پرائم منسٹر نہیں لگے ہوئے ہیں مسٹر جو میں جانتی ہوں گی آپ کو۔" حبہ درمیان میں ہی تنفر سے ٹوک گئی تھی۔ جس پر رافع نے مسکراہٹ چھپائی۔ جب کے حشام تپ گیا تھا۔

"پوری بات سن لیں ڈاکٹر مرض جانے بغیر علاج کرنا بیوقوفی ہوتی ہے۔" حشام نے جل کر پل میں حساب چکتا کیا۔

"مدع پر آئیں۔" حبہ سر جھٹکتے ہوئے رعب دار لہجے میں بولی۔ کیونکہ اگر وہ اس بندے کو خود پر غالب ہونے دیتی تو وہ اسے بالکل ہی دبا دیتا صبح کی طرح۔ اس لیئے اب کی بار وہ اسے مغلوب کرنا چاہتی تھی۔

"اوکے ! سو مدع یہ ڈاکٹر کی میں اپنی امانت واپس چاہتا ہوں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کسی بھی قیمت پر۔" حشام تو اطمینان سے اپنا مدع کہ گیا تھا۔ اس کے رد عمل میں حبہ کرنٹ لگے شخص کی طرح اچھل کر اپنی جگہ کھڑ ہوئی تھی۔ کچھ ایسا ہی حال رافع کا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کی حشام اتنے صاف سیدھے لفظوں کا استعمال کرے گا۔

"آپ اپنی بات واپس دہرائیں گے پلززز۔۔" حبہ نے کمال ضبط کر مظاہرہ کرتے ہوئے واپس سوال کیا تھا۔ ورنہ حشام کے لفظوں نے جتنی آگ لگائی تھی بس نہیں چل رہا تھا کی مقابل کو بھسم کر دے۔

"دیکھیں ڈاکٹر میں آپ کی جذبات کی قدر کرتا ہوں، لیکن میں حقیقت سے بھی نظر نہیں چرا سکتا آپ ینگ ہے آج نہیں تو کل آپ کی اپنی ایک الگ لائف شروع ہو گی۔ جس میں آپ کی تمام تر توجہ کا مرکز کوئی اور ہو گا، آپ چاہ کر بھی ثوبان کو وہ توجہ اور وقت نہیں

دے پائیں گی جو اسے ملنی چاہیئے۔اس لیئے آپ کے اور ثوبان کیلئے یہی بہتر ہے آپ ثوبان کی ذمہ داری اس کے وارثین کو سونپ کر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جائیں، ہے ایک اچھی لائف شروع کریں،اور اس ایک سال میں ثوبان کی پرورش میں جو بھی آپ کا خرچہ لگا ہے آپ اس بلانک چیک پر اماؤنٹ۔۔۔۔۔" حشام بلانک چیک اس کے آگے کرتے ہوئے مزید کچھ کہنے والا تھا کی حبہ کی پھنکار پر لب بھینچ گیا۔

"انف! مسٹر حشام علی انف اِز انف!۔" کھولتے ذہن کے ساتھ حشام کی تقریر ملاحظہ کر رہی حبہ ہاتھ اٹھا کے حلق کے بل چلائی تھی۔بس نہیں چل رہا تھا کی کھڑے کھڑے مقابل کا قتل کر دے جو اس کی ممتا کی قیمت لگا رہا تھا۔

"سمجھا کیا ہوا آپ نے مجھے ہاں؟ آپ ہیں کون میرا یا میرے بچے کا سوکالڈ بھلا برا سوچنے والے؟۔" حبہ نے نفرت سے اسے دیکھا جو لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھیں ڈاکٹر آپ اسے غلط سمجھ رہی ہیں۔" رافع نے اپنی مداخلت لازم سمجھی۔لیکن حبہ کے دوبارہ کھڑے ہوئے ہاتھ نے اسے زیادہ دیر ٹکنے نہیں دیا تھا۔

"میں بالکل صحیح سمجھ رہی ہوں آپ کا دوست ایک بزنس مین ہے، اُپس! سوری ہارٹ لیس بزنس مین ہے۔ جس کیلئے ہر چیز تجارت کا سامان ہے جسے انسانی جذبات اور بازار سے خریدے جانے والے چیزوں کے بیچ کا فرق تک نہیں معلوم، جو صرف سودے کی زبان سمجھتا ہے سوان سے انہیں کی زبان میں ہم کلام ہوتے ہیں۔" حبہ ثوبان کو دوسرے کاندھے پر منتقل کرتے ہوئے اپنے بیگ میں جھکی۔ جبکہ حشام پیشانی کی ابھرتی رگوں کے ساتھ مٹھی بھینچے اس شولا جوالا بنی شیرنی کو دیکھ رہا تھا۔

"ہونگے آپ بہت بڑے کروڑپتی انسان، کئے ہونگے بہت سی کرڑوڑوں کی ڈیل، لیکن ایک ماں کو خریدنے کی اوقات آپ کی پھر بھی نہیں ہے مسٹر حشام علی، تو اب قیمت میں لگاتی ہوں میں، یہ رکھا ہے میرا بلانک چیک، بھرے اپنی من چاہی قیمت اپنے بھائی کی محبت کے بدلے، اگر ڈاکٹر حبہ کے اوقات کے باہر رہا تو وہ ساری زندگی آپ کی غلامی کرے گی، لیکن ثوبان، ثوبان پھر آپ کو نہیں سونپوں گی۔" حبہ بیگ سے بلانک چیک نکال کر ٹیبل پر اچھالتے ہوئے تنفر سے نتھنے پھلا کر بولی۔ اور اس کے الفاظ نے تو گویا حشام کو آگ لگا دی تھی۔

"ہاؤ ڈیر یو؟" حشام ضبط کے باوجود دھاڑا تھا۔ زلت کے احساس سے چہرہ سرخ انگار ہو رہا تھا۔ آواز اس قدر اونچی تھی کے آس پاس کے لوگ متوجہ ہو گئے تھے لیکن اس کی نظر کا مرکز وہ لڑکی تھی جس نے اس کے بھائی کی قیمت لگائی تھی۔

"ہاؤ ڈیر یو؟" اب کے حبہ کی آواز بھی ضرورت سے زیادہ بلند ہوئی تھی۔

"یس! آئی ڈیر کیونکہ یہ میرا خون ہے میرے بھائی کی آخری نشانی۔۔۔" حشام ٹیبل ہاتھ مار کے جتاتے لہجے میں بولا۔

"ایسی بات ہے تو میں بھی ہمت کر سکتی ہوں، کیونکہ یہ ڈاکٹر حبہ کی زندگی کی زمانت اسکی رگوں میں بہتا خون۔" حبہ ثوبان کی پیشانی چوم کر لہو رنگ آنکھوں کو بڑا کر کے بے خوفی سے بولی۔ جب وہاں ریسٹورنٹ کا منیجر چلا آیا تھا۔

"سر میم پلزز آپ لوگ یہاں کا ماحول خراب کر رہے ہیں۔" مینیجر دونوں کو دیکھ پریشانی سے بولا۔

"سوری! آپ جائیں ہم لوگ نکلتے ہیں۔ چل حشام۔" رافع دونوں کو ایک دوسرے کو آنکھوں سے نگلنے کیلئے تیار دیکھ منیجر سے معذرت کرتا حشام کی طرف بڑھا جو اس کا ہاتھ

جھٹک گیا تھا۔ پھر جیسے تیسے کر کے وہ اسے وہاں سے لیکر نکلنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

____

____

"صاحب جی یہی ہے ہمارا گھر۔" منتہا پھاٹک کے آگے جیب رکواتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی۔

وہ لوگ عصر کے بعد گاؤں کیلئے نکلے تھے کیونکہ ارسلان میٹینگ سے تبھی فری ہوا تھا۔ اب عشاء کے قریب وہ لوگ نور بانو کے گھر کے آگے کھڑے تھے۔

"باہر آئیں۔" ارسلان جیب آف کرتا ڈیش بورڈ سے اپنا فون والیٹ لیتے ہوئے نیچے اتر گیا تھا۔ ساتھ گلی میں نظر دورائی جہاں سردی چاروں طرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔ شائد پورا گاؤں سویا ہوا تھا۔

"آپ چلے جائیں صاحب جی ہم چلے جائیں گے یہاں تک پہونچانے کیلئے شکریہ۔" منتہا اسے پھاٹک کی طرف بڑھتا دیکھ مناتی آواز میں بولی۔

"آپ میری ذمہ داری ہیں، آپ کو آپ کے سرپرستوں کے حوالے کرنا میرا فرض ہے، آپ اپنے کسی بڑے کو بلائیں میں دو منٹ کی بات کر کے روانگی لونگا۔" ارسلان خلاف معمول سنجیدگی سے بولا۔ کیونکہ یہ نشوہ دادی اماں کی ہدایت تھی جو اسے برا پھسانے والی تھی۔

منتہا اپنی تمام تر ہمت جمع کرتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی پھاٹک کی طرف بڑھی تھی۔ بدن میں واضح لرزش تھی دل سوکھے پتے کی طرح ڈول رہا، آنکھیں برسنے کو بے تاب تھی۔ بے بسی کی انتہا کو چھوتے ہوئے وہ بار بار لب کچل رہی تھی۔ اس لیے نہیں کی شیدا یا رفیق دلال کا خوف غالب تھا۔ بلکے اس لیے اسے رہ رہ کر شیدا کی دی گئی دھمکی یاد آرہی تھی۔

اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا ہمیشہ سے نور بانو کو تکلیفیں جھیلتے ہی دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ سے اس قابل بننا چاہتی تھی کے وہ اپنی ماں کا سہارا سائباں بن سکے جو اس کا باپ نہیں بن پایا تھا۔ اسے اس تنگ زندگی سے نکال کر ایک آرام دہ خوش حال ہر فکر و غم سے آزاد

زندگی فراہم کر سکے۔اس کیلئے اس نے رات دن محنت بھی کی تھی قابل بھی بنی تھی۔لیکن قسمت اس کے باپ نے ایک بار پھر سب الٹ دیا تھا۔کل سے وہ غنودگی میں تھی اسے خود کا ہوش نہیں تھا۔جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کے ہاتھ ہلا کر جسم پر بیٹھی ایک مکھی اڑا سکے۔لیکن دل دماغ میں ایک ہی چیز تھی اس کی ماں اس کی سلامی۔تبھی وہ جان کے ارسلان کے ساتھ یہاں چلی آئی تھی۔ابھی پھاٹک کے پاس کھڑی نور بانو کی سہی سلامت ہونے کی دعا کرتی پھاٹک پر ہاتھ رکھا۔لیکن اتنی ہمت نہیں تھی کے دروازہ کھٹکھٹاتی۔۔

"محترمہ آج ہی کی تاریخ میں مجھے واپسی بھی کرنی ہے۔"ارسلان اسے ایک ہی جگہ جما دیکھ کوفت سے بولا۔جس پر منتہا نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پھاٹک کو اتنی نرمی سے بجایا تھا کی آنگن سے ہو کر اندر نور بانو تک آواز جانا تو دور کی بات پیچھے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ارسلان کے کان بھی محروم رہ گئے تھے۔

"محترمہ ہولہ ہاتھ رکھیں ایسی طوفانی دستک پر تو آپ کا پورا گاؤں جاگ جائے گا۔"ارسلان طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا پھاٹک تک آیا تھا۔

''صص۔ صاحب جی نہیں۔۔۔۔۔۔'' منتہا نے اسے روکنا چاہا۔

''کیا نہیں چور ہیں ہم لوگ۔۔'' ارسلان پلٹ کر اسے گھورا۔ پھر پوری قوت سے لوہے کا پھاٹک پیٹ دیا۔ جس سے اندر بیٹھی نور بانو حواس باختہ سے باہر کو دوڑی تھی۔

''صاحب جی اب بس کر دیں سب جاگ جائیں گے۔'' منتہا اسے مسلسل قسم کھا کر دستک دیتا دیکھ آس پاس نظر دوڑاتی منت بھرے لہجے میں بولی۔ یہ گاؤں تھا ابھی سب نکل آتے باہر۔ ابھی ارسلان اسے کوئی جواب دیتا کی اندر سے نور بانو کی آواز آئی۔

''دیکھ شیدا ایک بار بتا چکی ہوں ہزار بار بھی وہی جواب ہو گا میں نہیں جانتی منتہا کہاں ہے۔'' نور بانو مظبوط لہجے میں بولی۔ کل سے رفیق دلال اور اس کے آدمیوں کے علاوہ شیدا ابھی کئی چکر لگا چکا تھا لیکن نور بانو کا جواب نہیں بدلہ تھا۔

''اااامم۔۔اماں۔۔'' نور بانو کی اچھی بھلی آواز سن کر منتہا نے مارے خوشی کے کپکپاتے ہوئے پھاٹک کے دروازے پر ہاتھ رکھا تھا۔ دوسری طرف نور بانو کا بھی یہی حال تھا منتہا کی آواز سنتے ہی پھرتی سے پھاٹک کا دروازہ وا کرتی باہر آئی۔

''مممم۔۔۔منو!''

""""منو"تتت۔۔تو یہاں کیا کر رہی ہے؟۔۔تو واپس کیوں آئی؟تو تو بھاگ گئی تھی ناں پھر واپس کیسے کیوں۔۔۔"نور بانو نے پھاٹک کھولتے ہی بنا اسکی حالت دیکھے اسے کاندھوں سے تھام کر جھنجھوڑ دیا تھا۔جبکہ منتہا بہتی آنکھوں اپنے سامنے سہی سلامت کھڑی اپنی ماں کو دیکھ یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"منو!تو میری بات مان واپس بھاگ جا۔۔اب اس گاؤں میں تیرے لیئے کوئی جگہ نہیں بھاگ جا میری بچی بھاگ جا۔۔"نور بانو نے دل میں اٹھ رہی درد کی ٹیسوں کی پرواہ کیئے بغیر اپنی متاع حیات کو پیچھے کو دھکا دیا تھا۔آج اگر ان کی ممتا کمزور پڑ جاتی تو کل ان بیٹی کسی کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جاتی۔

"یہ کیا طریقہ ہے آپ کا اپنی بیٹی کے ساتھ پیش آنے کا؟"ارسلان لڑکھڑاتی منتہا کو کاندھوں سے تھام کر واپس کھڑا کرتا ناگواری سے بولا۔اجنبی آواز پر کرب سے آنکھیں میچے واپسی کیلئے مڑ رہی نور بانو نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔منتہا کو مظبوطی سے تھامے باوردی خوبرو سے ارسلان کو دیکھ ان کی آنکھیں پھیلی تھی۔

"یہاں آپ کی بیٹی زندگی اور موت کی جنگ لڑ کر آپ سے ملنے آئی ہے، اور آپ اس بے دردی سے اسے دھتکار رہی ہیں، میں نے تو سنا تھا گاؤں والے کافی رحم دل غیرت مند ہوتے ہیں، لیکن آپ اپنی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر تو۔۔۔۔۔" ارسلان تاسف سے سر ہلایا۔

جبکہ نور بانو کی نظر منتہا پر سایہ دئے کھڑے لمبے چوڑے سے ارسلان پر ٹک گئی تھی۔ اسے منتہا کیلئے آواز اٹھاتا دیکھ نور بانو بے یقین ہوئی تھی۔ کل شیدا نے آ کر بتایا تھا کی تیری بیٹی پر کوئی پولیس والا عاشق تھا۔ جو اسے بھگا لے گیا۔ جس کا نہ نور بانو کو یقین کرنا تھا نہ اس نے کیا تھا وہ اپنی کوکھ سے واقف نہیں تھی کیا جو شیدا جیسے مکار کی گندی زبان کا بھروسہ کرتی۔ بلکے شیدا کی گندی زبان سے ادا ہوئے لفظوں نے تو نور بانو کے جلتے، بے چین، بے آرام دل پر ٹھنڈی پھوہار کا کام کیا تھا۔ نور بانو نے بجائے پریشان ہونے کے اس رب کا شکر ادا کیا تھا کی کوئی تھا جس نے بنا کسی رشتے کے اس کی بیٹی کا محافظ بنا تھا۔ لیکن اب مقابل کھڑے شاہی آن بان والے شخص کو دیکھ نور بانو کو منتہا کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کرنے کا راستہ مل گیا تھا۔ اب ضرورت تھی تو بس اب لہجہ بدلنے کی۔

"تو وہ آپ ہیں جس نے کل اس کی جان بچائی۔"نور بانو منتہا کی طرف انگلی کرتی عجیب لہجے میں بولی۔اپنی ماں کا بدلہ لہجہ منتہا نے شدت سے محسوس کیا تھا۔جبکہ ارسلان نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔

"جی! میں نے ہی کل آپ کی بیٹی کی جان بچائی تھی، کل مجھے آپ کا نام پتہ نہیں معلوم تھا یہ بیہوش تھی اس لیئے آج آپ کی امانت لوٹانے آیا ہوں۔"ارسلان منتہا کو سیدھا کھڑا کرتا سنجیدگی سے بولا۔

"اندر آئیں۔"نور بانو ایک نظر دونوں پر ڈالتی اندر کی طرف بڑھی ارسلان نے حیرانی سے منتہا کو دیکھ جو چپ چاپ اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ناچار اس نے بھی ان کی تقلید کی۔

-----،-----------،-------------------------------

"اگر انگری مین کا غصہ شانت ہو گیا ہو تم میں ناچیز اندر آجاؤں یا آج کی رات میں اپنا مستقیل بسیرا حال میں ہی سمجھو؟ اگر ایسا ہے تو اللہ کے نام پر غریب کو دو چادر ایک تکیہ خیرات کر دو دراصل ٹھنڈ بڑھ گئی ہے ناں۔"رافع نے چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ

سجائے دروازے سے منہ نکال کر بھپرے ہوئے شیر کی طرح پچھلے تین گھنٹے سے کمرے میں مارچ کررہے حشام کو مخاطب کیا۔ جس پر سلوٹ زدہ پیشانی پر الجھے بکھرے بال غصے کی زیادتی سے سرخ ہوئی آنکھیں کہنیوں تک فولڈ کئے آستین کو کچھ اور اُوپر کو اٹھاتا حشام خطرناک اداروں کے ساتھ اسکی طرف مڑا تھا۔

"قسم سے یار اباہر بہت ٹھنڈ ہے گزارا مشکل ہے جیکٹ بھی تیری تحویل میں ہے۔" رافع نے معصوم شکل بنا کر بیڈ سائیڈ رکھے جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

" جہنم میں بسیرا کرلے جا کر وہاں تجھے چادر تکیہ کی ضرورت بھی نہیں ہو گی، تیرے جیسے اعمال والے کیلئے ہیٹر کا انتظام ہوتا ہے وہاں۔" حشام بیڈ سے جیکٹ اٹھا کر دوسری سائیڈ پھینکتا ہوا دانت پیس کر بولا۔ جس پر رافع نے جھٹ استغفار پڑھا تھا۔

"استغفر اللہ پڑھ بد تمیز انسان، اب اتنے برے اعمال بھی نہیں میرے، زندگی میں ایک ہی گناہ کبیرا تو کیا ہے تجھ جیسے بے مروت، ہرجائی، بے حس، سفاک، اور ہارٹ لیس انسان سے دوستی کرکے۔" رافع نے جان کے آخری لفظ پر زور دیا تھا۔ جس پر حشام کا پارہ کچھ اور ہائی ہوا۔

"دیکھ میرا دماغ پہلے ہی بہت گرم ہے ایسا نہ ہو کی آج تو میرے ہاتھوں سے ضائع ہو جائے۔" حشام نے خشمگین نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے وارن کیا۔ جس پر رافع نے دونوں ہاتھ کھڑے کر کے سرینڈر کیا تھا۔ ساتھ شکر بھی ادا کیا کی پہلے کے مقابل اب اس کا موڈ کچھ ٹھیک تھا۔

ورنہ جیسا ریسٹورنٹ سے نکلتے وقت وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اور جتنی مشکل سے اس نے اس زخمی بھپرے ہوئے شیر کو اپنے فلیٹ تک لایا تھا اور جس قدر حشام کا غصہ سوا نیزے پر تھا کوئی بعید نہیں تھا کی وہ رافع کی ہی چار ہڈیوں کی مرمت کر کے اپنی بھڑاس نکال لیتا۔ تبھی اس نے جان کر اپنی جان بچانے کے غرض سے اسے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

"اب بیٹھ بھی جا میرے بھائی مانا کی وردی والوں کے خاندان سے ہو، لیکن ٹانگ تو سب کی ٹانگ ہی ہوتی ہے اور مسلسل مارچ کرنے سے دُکھتی بھی ہے۔" رافع خود صوفے پر بیٹھتا اسے بھی اپنی مسلسل حرکت میں برکت کے مصداق غصے کو بڑھانے کے بجائے

بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ جس پر حشام نے بجائے بیٹھنے کے صرف سرخ آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔

"اچھا بیٹھ یہاں اور بتا مسئلہ کیا ہے؟" رافع نے زبردستی پکڑ کے اسے صوفے پر اپنے مقابل بیٹھایا۔

"جیسے تو جانتا نہیں؟" حشام پیشانی مسلتے ہوئے جبڑے بھینچ کر بولا۔ حبہ کے لفظوں کی باز گشت ابھی بھی اس کے کانوں میں ہو رہی تھی۔ جس سے اس کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کی جا کر اس ڈاکٹر سے اپنے بھائی کی نشانی چھین لائے۔

"دیکھ حشام تیرا غصہ جائز ہے لیکن تو وہاں غلط تھا۔" رافع بغور اس کے تنے نقوش دیکھ سنجیدگی سے بولا۔ جس پر حشام ناگواری سے اسے دیکھتا واپس اپنی جگہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں غلط تھا؟ مطلب وہ ڈاکٹر سہی تھی، اس نے میرے بھائی کی محبت کی قیمت لگائی وہ سہی اور میں غلط؟" حشام نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پیشانی پر بل ڈالے پوچھا۔ پیشانی پر ابھری رگوں سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کی وہ کتنی مشکل سے خود کو کچھ غلط کرنے سے روک رہا ہے۔

"رلیکس! میں نے یہ نہیں کہا کی وہ ڈاکٹر صحیح ہے میں یہ کہ رہا ہوں کی تو غلط تھا، تیرا لہجہ تیرا، تیرا الفاظ کا چناؤ، تیرا اپنی بات رکھنے کا انداز غلط تھا، تیری نیت، تیری ثوبان اور احتشام بھائی کو لیکر محبت، تیرے جذبات میں اسے غلط نہیں کہ رہا اس لی ئے تحمل سے کام لے۔" رافع نے تحمل سے کہتے ہوئے سامنے ٹیبل پر رکھا منرل واٹر بوتل اٹھا کے اس کی طرف بڑھایا تھا۔ جو وہ اسے گھورتا ہوا تھام گیا تھا۔

"دیکھ وہاں جذبات تم دونوں کے خالص اور سچّے تھے اس میں کوئی شک نہیں، لیکن انداز مطلب اپنے جذبات کو ایکسپریس کرنے کا طریقہ غلط تھا تم لوگوں کا، اول تو تم لوگوں نے اپنی بات ہی غلط طریقے سے ایک دوسرے کے سامنے رکھا دوسرا مقابل کے لفظوں کا اپنے مطابق مطلب نکالا۔ مطلب تم دونوں نے مقابل کہنا کیا چاہتا ہے یا اس بات کا ایک دوسرا مطلب بھی نکل سکتا ہے سوچنے کی زحمت ہی نہیں اٹھائی سیدھا جذباتی ہو کر خود ہی معنی مطلب اخز کر لیا جو حالات کو اتنے خراب کر گئے۔" رافع اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جو پیشانی مسلتے ہوئے اس کی بات غور سے سن رہا تھا۔

"میں نے کوئی غلط بات نہیں کی نہ جذباتی ہوا تھا، میں نے حقیقت بیاں کی تھی جس میں سراسر اس ڈاکٹر کا فائدہ ہے۔ حشام اپنی بات پر زور ڈال کر بولا۔ اور اس سے پہلے کی رافع کچھ بولتا خود ہی دوبارہ بول اٹھا۔

"بتا میں کہاں غلط تھا؟ وہ ینگ ہے، آگے پیچھے کوئی ان کا ہے نہیں تو ظاہر سی بات ہے شادی پسند کی ہی ہو گی، تو اب تو بتا دنیاں کا کونسا ایسا مہان مرد ہو گا جو اپنی بیوی کی بھی نہیں بلکے اپنی بیوی کے دوست کی اولاد کو اعزاز سمجھ کر قبول کرے گا؟ نہیں مثال تیری لیتے ہیں تو بہت بڑا احمایتی ہے نہ اس ڈاکٹر کا بتا تو قبول کر لے گا کسی کے بھی بچے کو؟" حشام نے سیدھا ہوتے ہوئے سوال کیا۔ جس پر رافع نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں کرے میں مانتا ہوں، میں نے بھی یہ نہیں کہا کی تیرا انٹینشن غلط تھا، تیرا مقصد سو فیصد درست تھا لیکن تو نے بات وہاں غلط کی تھی تو۔۔۔۔" ابھی رافع کی بات درمیان میں ہی تھی۔۔کے حشام طیش میں اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"کیا غلط کی تھی غلط کی تھی لگا رکھا ہے، میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا ظاہر سی بات ہے ثوبان کو تو میں واپس لیکر رہونگا تو۔۔۔۔"

"تو تم اس کیلئے کسی کی محبت کسی کی اپنائیت غرض کسی کی جذبات کی بولی لگاوادو گے؟" اب کے رافع بھی تیز لہجہ میں بولتا اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اسے حشام کی بلانک چیک والی حرکت سب سے زیادہ بری لگی تھی۔

"ذرا فلیش بیک میں جائیں رافع صاحب قیمت میں نے نہیں ان محترمہ ڈاکٹر نے لگائی تھی۔" حشام طنزیہ بولا۔

"جس کی شروعات تم نے کی تھی۔" رافع دوبدو بولا۔ جس پر حشام نے غصہ پینے کے انداز میں آنکھیں بند کر کے کھولی تھی۔

"دیکھ رافع۔۔۔"

"نہیں دیکھ تو۔" رافع نے اس کی بات قطع کی۔

"غلط تو تھا اس پائنٹ پر اس بات سے تو چاہے جتنا انکار کر لے یہ نہیں بدلنے والی۔ مطلب یار تو کب سے اتنا سفاک ہو گیا کی کسی کی ممتا کی بلانک چیک سے طولے گا۔" رافع نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"وہ میرے ثوبان کی ماں نہیں ہے۔" حشام درشتگی سے بولا۔

"پھر ماں تو تحسین چاچی بھی ارسلان کی نہیں ہوئی، تو ان کی ارسلان کیلئے محبت تڑپ بے قراری کو تو تو ممتا کا نام نہیں دیگا کیونکہ انہوں ارسلان کو اپنی کوکھ سے جنم نہیں دیا۔ ہے ناں؟" رافع کے اطمینان سے کہے بات پر حشام شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تو چاچی کو اس ڈاکٹر سے کمپیر کر رہا ہے۔ سیریسلی؟ حشام سرخ آنکھوں میں بے یقینی لیئے اسے دیکھا۔

"میں کسی کو کسی سے کمپیر نہیں کر رہا ماں کا کوئی نام البدل نہیں ہوتا، یہاں تجھے صرف ایک پائنٹ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کی صرف پیدا کرنے والی ہی ماں نہیں ہوتی، پالنے والی کو بھی ماں لفظ سے ہی خطاب کیا جاتا ہے، صرف نو ماں کوکھ میں رکھنے والی ماں نہیں ہوتی چوبیس گھنٹے اپنے بچّے کیلئے نیند چین قربان کرنے والی کو بھی ماں کہتے ہیں، صرف اپنے بچّے کیلئے درد سہنے والی کو ماں نہیں کہتے بچّے کے ہر درد پر تڑپ اٹھنے والی کو بھی ماں ہی کہا جاتا ہے، ماں اور اسکی ممتا محدود نہیں میرے یار یہ تین حرفی لفظ پوری دنیاں کو اپنے اندر سمو لیتا ہے، اسے تو صرف ایک نظریہ سے مت دیکھ ورنہ یہ ممتا کی توہین

ہو گی۔"رافع سمجھانے کے انداز میں بولا۔ جس پر حشام کے تنے اعصاب ڈھیلے ہوئے تھے۔

"ٹھنڈے دماغ سے اس ڈاکٹر کے جذبات سمجھنے کی بھی کوشش کر میرے یار، وہ یتیم خانے میں پلی بڑھی ہے تیری طرح اسے مکمل جہاں نہیں ملا ہے اس نے اپنی اب تک کی زندگی میں کبھی رشتوں کی خوبصورتی کو محسوس کرنا تو دور دیکھا تک نہیں،اب جب خدا نے ایک رشتہ اسے عطاء کیا ہے کیسے وہ اسے گوا سکتی ہے؟ ہاں! مانتا ہوں اس کے استعمال کئے الفاظ بے شک غلط تھے جس سے تیرے جذبات ہرٹ ہوئے، لیکن یار اس کی ثوبان کو لیکر محبت غلط نہیں ہے،اس نے اس بچّے کو اپنے جسم کا ایک کبھی نہ الگ ہونے والا حصہ سمجھ لیا ہے تو اس طرح بے دردی سے اسے جدا کرنے کی بات کرے گا تو کوئی بھی بلبلا اٹھے گا۔"رافع اسے نرم پڑتا دیکھ مزید بولا۔ حشام خاموش ہی رہا تھا۔ کہیں نہ کہیں اسے واقعی اب اپنے لفظوں کا احساس ہوا تھا۔

"تواب تو کیا چاہتا ہے اب مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟ کیونکہ ایک بات تو طے ہے کی میں محض اس ڈاکٹر کے جذبات کو مد نظر رکھ کر ثوبان سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔" حشام نے سنجیدگی سے اس کی رائے چاہی۔

"دیکھو تم دونوں کی زندگی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے، لیکن ایک پلیٹ فارم پر تم لوگ ملتے ہو ثوبان سے محبت لگاؤ کے۔اس لیئے اس مدع پر بجائے الجھنے کے تحمل سے بیٹھ کر سوچو اور کوئی بہترین حل نکالو جو نہ تمہارے جذبات کو ٹھیس پہونچائے نہ اس ڈاکٹر کے۔" رافع نے اس کا کاندھا تھپتھپایا جو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اب باقی کا گھر جا کر سوچنا ابھی منہ ہاتھ دھو اپنے گھر کی راہ لے پورے کمرے کا کباڑہ کر کے رکھ دیا ہے۔" رافع کمرے کا جائزہ لیتا افسوس سے بولا۔

"ویسے ڈاکٹر واقعی کافی گریس فل سی تیرے ٹکر کی ہے کیا خیال ہے نیکی کے بارے میں ؟۔۔۔" رافع نے کافی دور جا کر حشام کے خیال جاننے چاہے۔اور حشام کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی وہاں دفع ہوا۔

"آپ کی امانت آپ کو مل گئی ہے میں چلتا ہوں۔"ارسلان نور بانو کی طرف سے بڑھائی گئی لکڑی کی کرسی پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے کھڑے ہی اجازت چاہی۔

"آپ ایسے نہیں جا سکتے صاحب جی۔"نور بانو اسے واپسی کیلئے مڑتا دیکھ فوراً بولی۔

"میں ایسے جا بھی نہیں رہا باہر میری گاڑی کھڑی ہے۔"بھلا ارسلان جیسا الٹا بندہ سیدھا جواب دے سکتا تھا۔

"ہم وہ نہیں کہ رہے ہیں صاحب جی آپ بنا منتہا کے نہیں جا سکتے۔"ممتا اور رفیق دلال کی دھمکیوں سے مجبور نور بانو نے بڑی مشکل سے اپنے لفظوں میں سختی سموئی تھی۔ جس پر منتہا کے ساتھ ساتھ ارسلان نے سر اٹھا کے نا سمجھی سے ان کا بے تاسیر چہرہ دیکھا تھا۔

"اس بات کا مطلب؟"ارسلان نے آئی برو اٹھائے۔

"گاؤں میں یہ بات سب کو معلوم ہو چکی ہے کی منتہا نے کل ایک اجنبی کے ہمراہ گاؤں کی سرحدیں پھلانگی تھی۔۔۔"نور بانو نے تمہید باندھی۔

"تو؟" ارسلان نے اچنبھے اسے انہیں دیکھا۔ جبکہ منتہا ماں کا کچھ کچھ مقصد سمجھنے لگی تھی تبھی آگے بڑھی لیکن نور بانو نے ہاتھ اٹھا کے اس کے قدم وہیں روک دئے تھے۔

"تو اب گاؤں میں کوئی اسے قبول نہیں کرے گا اس لیئے۔۔۔" نور بانو نے منتہا کی بہتی آنکھوں سے نفی میں ہلائے گئے سر کی وجہ سے لب بھینچ گئی۔ جبکہ ارسلان کا دماغ گھوما تھا۔

"اس لیئے۔۔" ارسلان نے ناگواری سے لفظ دہرایا۔

"تو آپ کو اس نکاح کر کے اپنے ساتھ لے جانا ہو گا۔" نور بانو آنکھیں میچ کر کھولتے ہوئے اپنی بات کہہ دی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ غلط ہے لیکن کل ارسلان کا منتہا کو بچانا آج سہی سلامت اپنی ذمہ داری پر اسے گھر لیکر آنا نور بانو کو یہ یقین دے گیا تھا کی یہی ایک انسان ہے جو اس کی بچی کو رفیق دلال سے بچا سکتا ہے۔ ورنہ کون داؤ پر لگی لڑکی کو اپنا کر رفیق دلال جیسے چوہدری کے خاص بندے سے ٹکرانے کی جرت کرتا۔ اور کب تک منتہا اس سے بچ سکتی آج نہیں کل رفیق دلال اس تک رسائی کر ہی لیتا۔

"کیا بکواس ہے؟" نور بانو کی ڈیمانڈ سن کر ارسلان ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔ وہ بے یقینی سے سامنے کھڑی اس احسان فراموش عورت کو دیکھ رہا تھا جو اُلٹے آنت گلے پڑ گئی تھی۔

"آپ کا دماغ تو جگہ ہے پر ہے؟ میں ایک پولیس والا ہوں یہاں اپنا فرض پورا کرنے آیا تھا کوئی چھٹیاں منانے نہیں، اور نہ ہی کوئی دو ٹکے کا سڑک چھاپ عاشق ہوں جس کے ساتھ آپ کی بیٹی رات گزار آئی ہے تو اب وہ آپ کے نام نہاد گاؤں اور گھر کے لائق نہیں رہی۔ ویسے بھی آپ کی اطلاع کیلئے بتا دوں آپ کی بیٹی رات بھر میرے ساتھ نہیں بلکے میری پہچانت کے کچھ لڑکیوں کے ساتھ تھی۔ پوچھ لیں سامنے کھڑی ہے۔" ارسلان نے پیشانی پر بل ڈالے سامنے بے یقینی سے ماں کو دیکھ منتہا کی طرف اشارہ کیا۔

"اور میں نے کوئی شوقیہ آپ کی بیٹی کی جان نہیں بچائی اور نہ ہی خواہش سے اپنے ساتھ لے گیا تھا مجبوری تھی میری کیونکہ یہ محترمہ بیہوش تھیں اور میں ان کے نام پتہ سے واقف نہیں تھا۔ ہم محافظ ہیں ہم کسی کی جان بچانے سے پہلے اس کا جینڈر نہیں دیکھتے مطلب کی حد ہے۔" سامنے کھڑی ادھیڑ عمر عورت کی بات سن کر انسپکٹر ارسلان تو ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔ مطلب ایک تو وہ اتنے سارے رسک لیکر کمشنر صاحب سے لیکر گھر میں

کسی کے بھی علم میں لائے بغیر یہاں ان کی بیٹی پہونچانے آیا تھا۔ جس پر بجائے وہ اسکے شکر گزار ہونے کے اس مصیبت کو ہمیشہ کیلیئے اس کے گلے باندھنے کی بات کر رہی تھی۔

"بات جو بھی ہو صاحب جی یہ ایک چھوٹا سا روایتوں میں جکڑا گاؤں ہیں۔ یہاں اگر گھر کی عورت کے سر سے چادر سرک جائے تو گھر کے مردوں کی پگڑی اُتر جاتی ہے۔ یہاں کسی پر الزام لگانے سے پہلے لوگ وجہ یا پیچھے کے حالات دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ پھر منتہا تو آپ کے ساتھ پیچھلے چوبیس گھنٹے سے۔۔۔"نور بانو نے ایک افسوس بھری نظر کالی چادر میں ڈھکی اس پتھر وجود پر ڈالی تھی۔ جس کے آنکھوں کی پتلیاں تک پتھرائی ہوئی تھی۔

"دیکھیں آپ کا گاؤں روایتوں میں جکڑا ہے یا زنجیروں میں اس سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے، میں یہاں جس مقصد کے تحت آیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔اب آگے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ایک اور بات یہ محافظوں کا پیشہ ہے، جو اپنا گھر بار سب چھوڑ کر اپنی خواہشوں کی قربانی دیکر اپنی جان کی بازی لگا کر آپ لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں، بدلے میں اگر آپ لوگ ہمیں تھوڑا سا اعتماد بھی نہیں سونپ سکتے تو

یہ قابل افسوس اور قابل غور بات ہے۔" ارسلان نے تاسف سے سر ہلایا۔اسے واقعی انکی سوچ پر افسوس ہوا تھا۔

"خیر آپ کی بیٹی چوبیس نہیں اکیس گھنٹے میرے پاس تھی،اور ان اکیس گھنٹوں کے ایک ایک سیکنڈ کا میرے پاس حساب ہے، لیکن بہتر ہو گا کی یہ صورت حال کیوں رونما ہوئی اس کی تفصیل آپ اپنی یہ بیٹی سے جانیں کیونکہ گھر آکر میں انہیں جنگل نہیں لے گیا تھا بلکے ان محترمہ نے خود وہاں چار مشٹنڈوں کے ساتھ ریس لگائی ہوئی تھی۔خدا حافظ۔" ارسلان نے غصہ سے منتہا کا بازو تھام کر اس عورت کے آگے کیا تھا۔

"نہیں صاحب جی آپ ایسے نہیں جا سکتے۔" نور بانو منتہا کو سائیڈ پر کرتی ارسلان کی راہ میں حمائل ہوئی تھی۔اپنی بیٹی کو رفیق دلال کی گندی نظر سے بچانے کا یہی ایک راستہ تھا پھر کیسے اسے اپنی نظروں کے سامنے بند کر دیتی۔

"آپ لوگوں میں انسانیت نام کی کوئی چیز ہے بھی کے نہیں؟ مطلب احسان فراموشی کی بھی حد ہے،ارے میں نے آپ کی بیٹی کو مصیبت سے بچایا اور آپ لوگ میرے لیئے ہی مصیبت بن گئیں ہیں۔سہی کہتے ہیں لوگ یہ زمانہ نیکی کا نہیں ہے۔" ارسلان

نے جھنجھلاتے ہوئے پیچھے دیوار پر زور سے ہاتھ مارا تھا۔ جس پر بت بنی منتہا ہوش میں آئی تھی۔

"ہاں! میں ہوں احسان فراموش صاحب جی کیونکہ میرے سر پر کوئی مظبوط سائباں نہیں ہے۔ میں آپ کی احسان مند تب ہوتی جب آپ اسے واپس نہیں لاتے لیکن اسے واپس لا کر آپ نے اسے پہلے سے بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ اکلوتی بیٹی ہے میری صاحب جی ہزاروں منتوں مرادوں کے بعد اس رب نے عطاء کی تھی، لاکھوں ارمان سجائے تھے میں نے اس کیلئے لیکن یہ مردوں کی دنیاں ہیں صاحب جی یہاں عورتوں کی کوئی وقعت نہیں، آپ کا کیا ہے آپ تو چلے جائیں گے لیکن کل صبح اس کے ساتھ یہ گاؤں والے بے حس لوگ اور ان کا انصاف کیا کرے گا آپ نابلد ہیں ان سے، یقین نہیں تو ٹھہر جائیں آج کی رات کل اس کی بربادی کا تماشہ دیکھ کر جائے گا۔" آخر کو نور بانو کا ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ تبھی وہیں فرش بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ منتہا فوراً اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ وہ کبھی کمزور نہیں رہی تھی لیکن اس کی ماں کے آنسوں اسکی کمزوری تھی ورنہ منتہا نور پرواز ہواؤں کا رخ بدلنے کی جرت رکھتی تھی۔

اور دوسری طرف غصے سے لال پیلا ہو رہا ارسلان پل میں نرم ہوا تھا۔ اس نے ترحم بھری نظروں سے فرش پر بلک رہی اس ماں کو دیکھا پھر چادر میں لپٹی اس وجود کو کو جو خود رو رہی تھی لیکن اپنی ماں کو چپ رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔

"پلزز آپ روئیں نہیں۔ اگر بات صرف ان کی حفاظت اور عزت کی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" جذباتی ارسلان نے بے بسی سے لب کچلتے ہوئے پل میں حاتم طائی کو مات دیتے ہوئے فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ ہمیشہ سے منہ پھٹ دل کا صاف انسان تھا۔ خود ہنستا لوگوں کو ہنساتا تھا تبھی شائد اس سے ایک ماں کی بے بسی اس کے آنسوں برداشت نہیں ہو پائے تھے۔

---------،-------------،---------

"ڈاکٹر باجی اب اٹھ بھی جائیں جب سے آئیں ہیں ایسے ہی بیٹھی ہیں دیکھیں اب تو ثوبی بابا بھی سو گئے ہیں، پیر سن ہو جائیں گے لائیں میں انہیں سلا دوں۔" نوری کب سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا ثوبان کو گود میں لیئے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی حبہ کا کاندھا

ہلایا۔ لیکن وہ اتنی گہری سوچ میں غرق تھی کے جمود نہیں ٹوٹا۔ جس پر نوری نفی سر ہلاتی ثوبان کو اٹھانے لگی۔

"ننن۔۔ نہیں میں نہیں دونگی میرا بچہ۔۔۔"نوری نے جیسے ہی سوئے ہوئے ثوبان کو اٹھانا چاہا حبہ نے ہڑبڑا کے اسے اپنے اندر بھینچا تھا۔

"ڈاکٹر باجی ایسے کیوں بول رہی ہیں۔ میں تو نہیں سلا رہی تھی بس۔۔"نوری اس کے رد عمل پر حیران ہوتی بولی۔

"ہہ۔ہاں۔تت۔ تم گئی نہیں ابھی تک ؟"حبہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی اپنی موجودہ کیفیت پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ ساتھ گود میں سوئے ثوبان کو دیکھا جواب بھی سکون سے سو رہا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی ڈاکٹر باجی پھر میں کیسے چلی جاتی۔ میں نے اماں کو فون کر کے بتایا انہوں نے کہا کی میں رک جاؤں۔"نوری اپنائیت سے بولی۔ جس پر حبہ اسودگی سے مسکرا دی۔

"ڈاکٹر باجی کوئی پریشانی ہے کیا؟" نوری اس کا اداس غمگیں چہرہ دیکھ سوال کیا۔ جس پر حبہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ثوبان کو سائیڈ پر سلا کر اس کے اپر کمفرٹر برابر کیا۔

"ڈاکٹر باجی اماں کہتی ہے پریشانی بتانے سے کم تو نہیں ہوتی لیکن دل ہلکا ہو جاتا ہے۔" نوری سمجھداری سے بولی۔ جس پر حبہ نے سر اٹھا کے لاابالی سی نوری کو دیکھا جو منتظر نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ویسے نوری ایک سوال کروں۔" حبہ نے نجانے کس جذبے کے تحت پوچھا۔

"جی پوچھیں۔" نوری نے جھٹ اجازت دی۔

"فرض کرو تم ایک ایسی شخصیت ہو جس کی زندگی بالکل ہی بے مقصد ہے۔ مطلب ایک مشین جیسی زندگی فکس نہ کوئی رنگ نہ کوئی خوشبو، لیکن پھر اچانک تمہیں ایک انمول تحفہ ملتا ہے جو در حقیقت کسی کی امانت ہوتا ہے۔ لیکن وہ تمہاری بے رنگ زندگی میں ہزاروں رنگ بھر کر تمہیں زندگی کی خوبصورتی کا احساس دلاتا ہے اور بہت کم عرصے میں وہ تمہارا کل اثاثہ بن جاتا ہے وہ تمہارے لیئے اتنا اہم ہو جاتا ہے کی اس کے بغیر زندگی کا تصور بھی مشکل ہو جاتا ہے، لیکن پھر اچانک وقت کا پہیا گھومتا ہے

اور حقیقت سے سامنے کا وقت چلا آتا ہے مطلب اس انمول تحفے کا اصل حقدار تمہارے مقابل کھڑا ہو جاتا ہے اپنی امانت کا طالب بن کر اب ایسے میں تم کیا کرو گی؟" حبہ نے بغور ثوبان کا معصوم چہرے دیکھ اپنی جگہ نوری کو دی تھی۔

"ڈاکٹر باجی اماں کہتی ہے جب آپ کی دل اور دماغ میں صحیح اور غلط کے بیچ کی جنگ چھڑی ہو تو بجائے ہزاروں لوگوں کے لاکھوں مشوروں سے ایک الجھن کو ہزاروں الجھنوں میں بدلنے کے اس سے مخاطب ہوں جو آزمائش میں ڈالتا بھی ہے اور نکالتا بھی۔ آپ منہ ہاتھ دھولیں میں یہیں آپ کا کھانا لاتی ہوں۔" نوری اسے بہترین مشورے سے نوازتی مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ پیچھے حبہ واپس بیڈ کراؤن سے سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی تھی۔ بے شک یہ بہترین مشورہ تھا۔

"جانتی ہوں میں غلط ہوں، خود غرض ہوں۔ میں یہاں مطلبی بھی ہو رہی ہوں، لیکن تو بھی جانتا میرے رب میری نیت سہی، یہ میری زندگی کا واحد سرمایہ ہے، میں نے کبھی تجھ سے کوئی شکایت نہیں کی آنکھیں کھولی تو خود یتیم خانے کے چار دیواری قید پایا اسے قسمت سمجھ کر قبول کیا، زندگی میں ہر قدم پر کسی اپنے کی کمی شدت سے محسوس کی اسے اپنا مقدر

مان لیا، کبھی تجھ سے کچھ نہیں مانگا کیونکہ تو نے بن مانگے مجھ سب کچھ دیا ایک عزت دار زندگی اپنا ایک نام ایک پہچان اس کیلئے تا عمر تیری شکر گزار رہونگی، میں آج بھی تجھ سے شکایت نہیں لیکن آج فریاد کر رہی ہوں پلز زاسے مجھ سے الگ مت کرنا ورنہ میری زندگی میں کچھ نہیں بچے گا۔" حبہ نے نم آنکھوں سے ثوبان کو دیکھتے ہوئے جھک اس کی پیشانی پر لب رکھا تھا۔

"ایک بات تو طے ہے حشام علی میں اس سے دست بردار نہیں ہو سکتی لیکن دعا ہے تم میری ممتا کو سمجھو۔" ثوبان پر دوبارہ کمفرٹر برابر کرتی وہ تصور میں حشام سو مخاطب تھی۔

"سنا تھا گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے یہاں انسپکٹر ارسلان کی شامت آئی تھی جو میں گاؤں کی طرف بھاگا تھا، مطلب گیا تھا ایک چھوٹا سا سراغ ڈھونڈھنے اور پوری کی پوری بیوی امپورٹ کرا لایا۔" ارسلان اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی ایک گھنٹے پہلی بنی منکوحہ کو دیکھ بڑبڑایا۔

"سنا تھا گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے یہاں انسپکٹر ارسلان کی شامت آئی تھی جو میں گاؤں کی طرف بھاگا تھا، مطلب گیا تھا ایک چھوٹا سا سراغ ڈھونڈھنے اور پوری کی پوری بیوی امپورٹ کرا لایا۔" ارسلان اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی ایک گھنٹے پہلی بنی منکوحہ کو دیکھ بڑبڑایا۔ جو محترمہ نجانے کونسے غم میں رخ موڑے بیٹھی تھی۔

"شائد گاؤں والوں کی نیند کا خیال کر کے جو رخصتی پر روایتی دلہنوں جیسا گلا پھاڑ کے نہیں رو پائی تھی اسی کا غم منا رہی ہے، ان محترمہ کی تو خیر لیکن تیرا کیا ہو گا بیٹا ارسلان دا ابو نے تو تجھے الٹا لٹکا کے تیرے ہی ڈنڈے سے بنا ڈٹر جن صابن کے وہ دھونا ہے تجھے کی تیری سات نسلیں دنیاں میں آنے سے پہلے ساتھ بار سوچ کر آنے کا فیصلہ ہی بدل

لے۔"ارسلان پہلے منتہا کی اداسی اپنے یونیورسل لاجک سے اندازہ لگاتا آخر میں روہانسا ہوا۔ جبکہ پہلو میں منتہا تو کسی اور ہی دنیاں میں کھوئی ہوئی تھی۔

"اماں تجھے اندازہ بھی ہے تو باہر کیا کر کے آرہی ہے؟ اماں میں بتا رہی ہوں چپ چاپ سے جا کر اپنے صاحب جی کو باہر کا راستہ دکھا، یہاں کوئی نکاح وکاح نہیں ہو رہا۔" نور بانو جیسے ہی منتہا کا بازو تھام کر کمرے میں آئی منتہا فوراً اسے چارپائی پر بیٹھاتی فیصلہ کن لہجے میں بولی۔

"نکاح ہو رہا ہے منو، وہ بھی تیرا اس لیے بجائے مجھ سے زبان لڑانے کے جا کر اپنا حلیہ درست کر میں امام صاحب کو فون لگا رہی ہوں وہ عشاء کی نماز پڑھ کے ادھر ہی آجائیں گے۔" نور بانو اپنی جگہ کھڑی ہوتی قدرے رعب دار لہجے میں بول کر وہیں چار پائی پر رکھا فون اٹھایا۔ زیادہ تو نہیں لیکن تھوڑا بہت کال ڈائل اور ریسیور کرنا منتہا نے اسے سکھا دیا تھا اور اب وہی استعمال کرنے جا رہی تھی۔

"اماں! تجھے ہو کیا ہے گیا ہے؟ تو جانتی ہے نہ تیری بیٹی کوئی بیچاری لڑکی نہیں ہے، اور نہ ہی وہ کوئی عام دبوسی گاؤنٹی لڑکی ہے، منتہا نور پرواز ہوں میں اماں، ان دو ٹکے کے

چوہدری، رفیق دلال جیسے انسانیت کے نام پر بدنما داغ کو صاف کرنا ہی میرا مقصد ہے ان جیسے بے ضمیر لوگوں سے اپنا سر پھوڑنا اور انہیں ان کی اوقات یاد دلا کر ان کے انجام تک پہونچانا ہی تیری منو کام ہے، جو اسے بہت عزیز ہے، اور بات اگر کل کی کریں تو کل میں گھر سے اس لیئے نہیں بھاگی تھی کے میں اس شیدا یا رفیق دلال جیسے کمزوروں پر زور آزمائی کرنے والے نامردوں سے ڈر گئی تھی، بلکے میں اس لیے بھاگی تھی کیونکہ تو پریشان تھی۔اور اگر میں چاہتی تو جنگل میں بھی اس شیدا اور اس کے کتّوں کو دھول چٹا سکتی تھی، یہ پرواز کیلیئے مشکل کام نہیں تھا، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں ابھی منظر عام پر نہیں آنا چاہتی میرا مقصد بہت بڑا ہے اس کیلیئے ایسے چھوٹے موٹے رسک تو مجھے لینا ہی ہوگا، اس لیئے اب تو میری بات مان اور جا اپنے صاحب جی کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کر کے باہر کا راستہ دکھا ساتھ پھاٹک تک الوداع بھی کہ آ۔" منتہا نور بانو کو دونوں کاندھوں سے تھام کر چارپائی پر بیٹھاتی تفصیل میں سمجھانے کے انداز میں بولی۔

"بول لیا تو نے میں جان گئی میری منو بہت اچھی تقریر کرتی ہے، اب جا تر و تازہ ہو آ شاباش۔" نور بانو اپنے کاندھے سے اس کے ہاتھ ہٹاتی اطمینان سے بولی۔ جس پر منتہا جھنجھلائی تھی۔

"اماں میں نے کیا بکواس کی ہے تیری سمجھ کیوں نہیں آ رہی، میں نہیں کر رہی کوئی نکاح وکاح، حد ہے مرغی کی وہی ٹانگ ہے تیری۔" منتہا دھپ سے چارپائی پر بیٹھتی جھلا کے اونچی آواز میں بولی۔ جس پر نور بانو نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ جمایا۔

"آواز نیچی رکھ باہر صاحب بیٹھے ہیں، مسجد میں نماز ختم ہونے ہی والی ہو گی امام صاحب کے پہونچتے ہی نکاح کے بعد تم لوگوں کو یہاں سے نکلنا بھی ہے، اس لیے جلدی کر۔" نور بانو اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتی آنکھیں دکھا کر بولی۔ جس پر منتہا نے سر ہاتھوں میں گرایا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر گویا ہوئی۔

"دیکھ اماں تو کیا چاہتی ہے میری حفاظت نہ؟ فکر نہیں کر بس صرف صبح تک کا انتظار کر لے، اگر صبح میں نے اس شیدا کے گھر میں گھس کر پورے گاؤں کے سامنے کتّوں کی طرح اس کی چھترول نہیں کی تو میرا نام منتہا نور پرواز نہیں، لیکن اب تجھے خدا کا واسطہ ہے

یہ نکاح والا کانٹا نکال دے میرے گلے سے۔" منتہا نور بانو کو کان سے فون لگائے سائیڈ پر جاتا دیکھ دانت کچکچا کر بولی۔ بس نہیں چل رہا تھا ابھی جا کر اس رفیق دلال اور شیدا کا منہ توڑ آئے۔ اور منتہا کی ایک ہی رٹ پر نور بانو فون کاٹ کر درشتگی سے اس تک پہونچی تھی۔ جو وقت کے تکازے کو سمجھ ہی نہیں رہی تھی۔

"میں صرف تیری رفیق دلال اور شیدا جیسے حیوانوں سے نہیں بلکے اس دنیاں کے ہر حیوان صفت مرد سے حفاظت چاہتی ہوں عمر بھر کیلیۓ، میں تیرے لیۓ ایک مظبوط سائباں چاہتی ہوں جو تجھے ہر گندی حوس زدہ نظروں سے بچاۓ، مجھے تیرے لیۓ ایک مضبوط چھت چاہیۓ جو ہمیشہ تیرے اُپر سایہ فگن ہو جو تجھے ہر سرد گرم سے محفوظ رکھے، میں اس بات سے انکاری نہیں کی تو بہت بہادر ہے لیکن عورت چاہے جتنی بھی بہادر کیوں نہ ہو اسے مرد کے سہارے کی ضرورت لازمی پڑتی ہے اس لیے نہیں کی وہ کمزور ہوتی ہے بلکے اس لیۓ کی۔۔۔" بولتے بولتے نور بانو کی سانس پھول گئی تھی۔ جب منتہا نے فوراً پاس رکھے سٹیل کے جگ سے پانی نکال کے اسے پلایا تھا۔

"اماں اب ٹھیک ہے تو۔۔۔" منتہا اس کا سرخ چہرہ سہلاتے ہوئے فکر مندی سے بولی۔اس کی اس فکر پر نور بانو کی آنکھیں بھر آئی تھی۔اکلوتی اولاد تھی وہ ان کی اسے کچھ ہو جاتا تو وہ جیتے جی مر جاتی اسی لیے تو منتہا کے اتنے ضد کرنے کے باوجود نور بانو نے اسے پولیس میں بھرتی ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔وہ تو اس کے اس شعبہ میں جانے کے بھی سخت خلاف تھی۔لیکن منتہا کی ضد کے آگے ہار گئی تھی۔

"مان جا منو صاحب جی بہت اچھے ہیں، ورنہ بول گاؤں بھرا پڑا ہے نام نہاد مردوں سے لیکن کسی نے کل تیرے لیے آواز نہیں اٹھائی، جبکہ صاحب جی نے بغیر کسی جان پہچان کے ناصرف تیری حفاظت کی بلکے تیری دوا علاج بھی کرایا، اور آج اپنی ذمہ داری پر تجھے سہی سلامت گھر تک لا کر چھوڑا، وہ چاہتے تو تجھے کل ہی گاؤں میں کہیں چھوڑ جاتے یا پھر آج تجھے خود واپسی کرنے کی صلاح دے سکتے تھے یا پھر کسی اور کے ساتھ بھی بھیج سکتے تھے، لیکن صاحب جی نے تجھے اپنی ذمہ داری سمجھا، اور میرے تھوڑے سے زور دینے پر تیری حفاظت تیری عزت کیلئے نکاح تک کو راضی ہو گئے، صاحب جی فرشتہ ہیں ہمارے لیے منو، ایک بن مانگی دعا ایسے انکار کر کے

اس خدا کی نعمت کی ناشکری مت کر، بے شک میری بیٹی بہت مظبوط بہادر ہے، لیکن یاد رکھ تو ایک عورت ہے اس دنیاں میں سر اٹھا کے چلنے کیلیئے تجھے ایک مرد کے سہارے کی ضرورت ہے، تو کمزور نہیں ہے لیکن تجھے سنبھالنے والے کی ضرورت ہے۔" نور بانو اس کا خفا خفا سا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر سمجھانے کے انداز میں بولی۔

"اچھا! ابّا تیرا نام نہاد سہارا، سائباں، سنبھالنے والا، محافظ بنا اماں؟" منتہا کے تلخی سوال پر نور بانو نے کرب سے آنکھیں میچی۔ جس پر منتہا کے لبوں کو طنزیہ مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"یہ محافظ سائباں جیسا کچھ نہیں ہوتا ہے اماں آج میرا محافظ مجھے اس دنیاں میں لانے والا باپ نے ہی داؤ میں ہار دیا، سوچوں تو جی کرتا ہے ایک بے غیرت، بے ضمیر، سفاک باپ کی بیٹی ہونے کی پاداش میں چلو بھر پانی میں ڈوب مروں۔" منتہا سرخ آنکھوں سے ٹوٹے لہجے میں بولی۔ بہادر منتہا نور پرواز یہاں پر ٹوٹ کر بکھر گئی تھی۔ نور بانو نے فوراً آگے ہو کر اسے اپنے حصار میں لیا۔

"ایسے نہیں کہتے میر ابیٹا، وہ تو ہماری قسمت ہے۔" نور بانو نے اس کے گال پر پھسل پھسل کر آرہے آنسوں کو صاف کرتے نم لہجے میں بولی۔

"ہاں! قسمت ہے میں نے بھی بہت پہلے مان لیا ہے اس سچ کو، تو بھی مان لے کوئی کسی کا محافظ نہیں ہوتا، جس کا کوئی محافظ نہیں ہوتا اُپر بیٹھا رب خود اسے ہی اس کا محافظ بنا دیتا ہے، میں اپنی اور تیری حفاظت کر سکتی ہوں۔ تو جا اپنے حاتم طائی کے ہوتے سوتے صاحب جی کو دفع کر۔" منتہا نور بانو کے گال صاف کرتی سنبھل کر بولی۔ جس پر نور بانو نے اسے گھورا تھا۔

"مزید بحث نہیں منو، میں آج ہوں کل نہیں، اور تیرے باپ کا ہونا نہیں ہونا برابر ہے، اس لیے اس مدع پر تو خاموش رہ ویسے بھی اپنے نکاح کے معملے میں لڑکیاں منہ پھوڑ کر بولتی اچھی نہیں لگتی۔" نور بانو ڈپٹ کے بولی۔

"سیریسلی اماں؟" منتہا اپنی ماں کی سوئی وہیں اٹکی دیکھ صدمہ سے بولی۔

"ہاں! اور اب تجھے میری قسم ہے جو نکاح ہونے تک تو نے زبان کھولی۔" نور بانو ناراضگی سے کہتی رخ موڑ گئی۔ جس پر منتہا کا صدمہ اور بڑھا تھا۔

''اماں!۔۔۔۔۔''

''تو نہیں مانے گی نہ میری بات، پھر بات مت کر، جو کرنا ہے کر، کونسا تو کوئی ماں ہے جو ایک ماں کی پریشانی سمجھے گی، تو تو بہت بڑی جرلنسٹ (جرنلسٹ) ہے تو کیوں ایک جاہل ماں کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرے گی۔''نور بانو نے اب کے پینترا بدل کر منتہا کو اموشنل کیا۔

''اماں ایسے کیوں بول رہی ہے، میں تو یہ پوچھ رہی تھی زبان نہ کھولوں تو قبول ہے کیسے کہوں؟۔''منتہا نور بانو کا رخ اپنے طرف موڑتے ہوئے آخر میں شرارتی لہجے میں بولی۔ جس پر نور بانو نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

''اللہ تجھے ہر خوشی نصیب کرے اس دنیاں کی۔''نور بانو اس کی پیشانی چومتی ہوئی نم لہجے میں بولی۔ پھر کچھ ہی دیر میں مولوی صاحب کے آتے ہی نکاح کے مراحل طے پا گئے تھے نکاح کے فوراً بعد ہی ان لوگوں نے شہر کا رخ کیا۔ منتہا اس قدر اس ہنگامی نکاح سے خفا تھی کے نور بانو کے لاکھ کہنے پر بھی اسی مٹّی میں اٹا میلا کچیلا شلوار قمیض اور سرسوں کے تیل میں لتھرا سیاہ چادر میں چلی آئی تھی۔ اور اب ان مسٹر حاتم طائی ورژن ٹو کے پہلو میں

بیٹھی کالی چادر سے مکمل چہرہ چھپائے سرد ہواؤں کا مقابلہ کرتی سٹریٹ لائٹ کی پیلی روشنی میں شہر کی مصروف ترین سڑک پر دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو بے دلی سے دیکھ رہی تھی۔ پہلو میں بیٹھا شخص ناک کے سیدھے میں جیب بھگائے جا رہا تھا۔ جب اچانک سے گاڑی رکنے کی آواز پر ہوش میں آئی تھی ساتھ دوپٹہ سے چہرہ اچھے سے چھپا لیا۔

"ہوش میں آجائیں محترمہ مصیبت صاحبہ، آپ کی منزل آگئی ہے۔" ارسلان نے گلا کھنگار کے اسے مخاطب کیا۔

"مصیبت تو واقعی میں ہوں جس کے پیچھے ایک بار لگ جاؤں اس مصیبت سے دنیاں نجات پا جاتی ہے۔" ارسلان کے مصیبت کہنے پر منتہا نے دانت پیسے کر سوچا۔ لیکن زبان کو زحمت نہیں دی گئی تھی۔ خاموشی سے سر اٹھا کر سامنے دیکھا یہ وہی فلیٹ تھا جہاں وہ صبح تھی پھر یہ حاتم طائی ورژن ٹو اسے یہاں کیوں لیکر آیا تھا۔

"دیکھیں ابھی میں بہت تھکا ہوا ہوں، اور میرا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا اس لیے میں آپ کو کچھ بھی ڈیٹیل میرا مطلب تفصیل میں نہیں سمجھا سکتا، آپ بس چپ چاپ سے اندر چلی جائیں میں کل آکر آپ سے بات کرتا

ہوں۔" ارسلان پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔ابھی تک حاتم طائی صاحب کے دماغ میں کوئی بلب نہیں جلا تھا کی اچانک نازل ہوئی اس بیوی نامی بلا کو کہاں ٹھکانے لگائے علی وِلا لیجانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ورنہ ارسلان کو پورا یقین تھا دا جی شوٹ کر دیں گے۔اور جان کسے عزیز نہیں۔

"آئیں میں آپ کو اندر تک چھوڑ دوں۔" ارسلان جیب سے باہر نکلتے ہوئے بولا۔منتہا کہنا چاہتی تھی کے وہ اپنے ہوسٹل چلی جائے گی لیکن کچھ کہا نہیں۔کیونکہ رات کے نو بج رہے تھے یقیناً ہوسٹل گیٹ بند ہو گئے ہوں گے دوسرا اس کا اس حلیہ میں وہاں جانا بھی ٹھیک نہیں تھا۔اس لیے خاموشی سے ارسلان کی تقلید میں فلیٹ میں چلی گئی۔اور ارسلان وہیں سے روانہ ہو گیا۔نیکی جو گلے پڑ گئی تھی۔

آج اتوار کا دن تھا اور ہمیشہ کی طرح علی وِلا میں عید کا سا سماع تھا۔کیونکہ یہی ایک ایسا دن ہوتا تھا جب سب مل بیٹھتے سلیمہ بیگم نشوہ لوگ بھی ادھر ہی نکل آتے تھے۔اور دا ابو کے جلال کی گرم اور ڈیسپلین سرد ہوائیں بھی ذرا کم ہی چلتی تھی۔جس کی وجہ سے موسم

معتدل خوش گوار ہوتا تھا۔ خاص کر ارسلان اور نشوہ جیسے فسادی لوگوں کیلئے زیادہ سازگار ہوتا تھا۔ یہ اور بات تھی کی کم از کم ایک بار عزت افزائی پھر بھی ہو جاتی تھی ہیٹلر کے ٹریز کے ہاتھوں ہر کسی کو نہیں صرف ارسلان علی دی ڈھیٹ ہڈی کو۔

ابھی بھی سب بڑے سے حال میں بیٹھے ہوئے تھے داابو شائد اپنے کسی احباب سے ملنے باہر گئے تھے۔ چاروں بیگم کچن میں گھسی ہوئی تھیں۔ تینوں سینئر علی برادران صوفوں پر بیٹھے کسی سیاسی مدع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ اور کچھ ہی دور پر احان، حشام، دیبا، نشوہ بیٹھے کیرم کھیل رہے تھے۔ جس میں دیبا اور نشوہ چیٹنگ کرنے میں اپنا ہی کوئی ریکارڈ قائم کر رہے تھے۔ مظلوم مرد بیچارے تو خاموش ہی تھے۔ اور چیٹنگ کے بادشاہ ارسلان صاحب ابھی تک نیند کی وادیوں کے سیر سپاٹے سے نہیں لوٹے تھے۔

"منجلی ممانی یہ آپ کے نکّمے انسپکٹر کی سو سال کی نیند ابھی تک پوری نہیں ہوئی کیا؟" نشوہ نے پاس سے گزر رہی تحسین بیگم کو مخاطب کیا۔

"ایسے نہیں کہو میرا بچہ کوئی نکما نہیں ہے، رات گیارہ بجے دنیاں تھکا ہارا لوٹا ہے میں ہی ڈپٹ کر سلا کر آرہی ہوں ورنہ وہ اپنے وقت پر جاگ گیا تھا۔" تحسین بیگم مصنوعی خفگی

سے نشوہ کو گھورتی ہمیشہ کی طرح ارسلان کی حمایت میں بولی۔ جس پر کیرم کی طرف متوجہ حشام نے سر اٹھا کر بڑے غور سے ان کا ممتا سے پر نور چہرہ دیکھا جس میں اسے کسی اور کا ہی چہرہ نظر آیا تھا۔

"بیگم جھوٹ تو ایسا بولیں کی لوگ یقین بھی کر لیں، مطلب آپ کا جو لاڈلا کام کے دن کبھی وقت پر نہیں جاگا وہ چھٹّی والے دن۔۔۔ سفید جھوٹ کی بھی حد ہے بیگم۔ سنا تھا ممتا اندھی ہوتی ہے جھوٹی بھی ہوتی ہے یہ تو آپ کو دیکھ کر معلوم ہوا ہے۔" صوفے پر بیٹھے کمشنر صاحب سے یہ جھوٹ ہر گز برداشت نہیں ہوا تھا تبھی تاسف سے بولے۔ جس پر تحسین بیگم نے اب کے انہیں گھورا۔

"اور ہماری پیاری سی ممتا کی ماری ممانی جان کو اپنے لاڈلے کی کام کی نوعیت کا اندازہ ہو جائے تو جو وہ اب اسے آرام سے سونے کا کہ آئیں ہیں جھاڑو لیکر جگانے جائیں گی۔" نشوہ تحسین بیگم کا خفا خفا چہرہ دیکھ من ہی من بڑبڑائی۔

"ویسے ممانی آپ نے کام کی نوعیت نہیں جاننی چاہی۔۔میرا مطلب کی کس خوبصورت مطلب خاص کام میں بزی تھا آپ کا بچہ۔"سیڑھیوں سے اُترا ارسلان پر نظر پڑتے ہی نشوہ کی شرارتی رگ پھڑکی۔

"کم از کم کسی بھالو کی طرح ٹھونسے والا کام میں نہیں تھا موٹی۔۔۔"ارسلان اسے گھورتا ہوا تحسین بیگم کے پاس چلا آیا تھا۔ جنہوں نے پیار سے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سنوارے تھے۔اور حشام نے بڑے غور سے یہ منظر دیکھا تھا۔

"تم نے یہ موٹی کسے کہا لمبی چونچ چھوٹی سوچ والے انسپکٹر؟۔"نشوہ دوبارہ اس کے اسی لقب پر واپسی دیکھ سلگ کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

"دھرتی کے بوجھ کو۔"ارسلان نے اطمینان سے تحسین بیگم کے شانوں پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم۔۔تم۔۔تم نکمے،ناکارہ،کام چور انسپکٹر تمہیں تو میں۔۔"نشوہ دانت پیستی دندناتی ہوئی اس تک پہونچی جو فوراً تحسین بیگم کو ڈھال بنا کر ان کے پیچھے ہوا تھا۔

"دیکھو بے بی ایلیفینٹ دھیرے چلو ایک ہی تو وردی والوں کا گھونسلہ ہے تمہارے بھاری وجود سے ڈھے گیا تو ہم سڑک پر آجائیں گے۔" ارسلان اپنا بچاؤ کرتا غصے سے لال پیلی ہورہی نشوہ کو مزید سلگایا۔

"تم۔۔ تم احسان فراموش، مطلبی، مفاد پرست، سیلفش انسپکٹر تمہیں تو میں چھوڑونگی نہیں۔" نشوہ مٹھیاں بھینچتی اس کی طرف لپکی۔ارسلان نے فوراً تحسین بیگم کو پیچھے کھینچ کر اپنا بچاؤ کیا۔

"دیکھو نازک لڑکیوں کی صنف پر صدمہ زبان سنبھال کے ہاں۔۔ تم ایک محافظ سے مخاطب ہو۔" محافظ صاحب پیچھے سے سینے چوڑا کر کے بولے۔

"ہاہاہاہا۔۔ محافظ۔۔ شکل دیکھی ہے اپنی عورت کے پیچھے چھپ کر اپنا بچاؤ کر رہے ہو، خود بزدل انسپکٹر کو حفاظت کی ضرورت ہے اور محترم چلے ہیں محافظ بننے۔ واٹ آ جوک۔۔۔" نشوہ چڑ کر تمسخرے سے بولی۔

"شکل تو روز آئینہ میں دیکھتا ہوں انسانوں والی ہے۔۔ تم نے کبھی اپنے بھوتی شریف پر غور کیا ہے؟" ارسلان کہاں سلگنے والا تھا۔

"تمہاری تو۔۔"

"بس بہت ہوا تمہاری کبھی نہ ختم ہونے والی بحث اب چلو ناشتہ کرنے۔" تحسین بیگم زبردستی ارسلان کو گھسیٹتی میز کی طرف بڑھی ورنہ ان دونوں کی بحث تو رکنی نہیں تھی۔

"واہ! واہ! مطلب مزہ ہی آگیا اتنا لزیز کھانا کی دل کرتا ہے ان خوبصورت لیڈیز کا ہاتھ چوم لوں، سہی کہتے ہیں بڑے بزرگ آج کل کی پھوہڑ لڑکیاں سوائے زبان کے جوہر دکھانے کچھ نہیں کرتی۔" پراٹھے کا پہلا نوالہ منہ میں ڈالتے ہی ارسلان کی رگ پھر پھر کی تبھی پیچھے پلٹ کر نشوہ اور دیبا پر نظر ڈالتے ہوئے باآواز بلند تبصرہ کیا۔

"تم فکر نہیں کرو ہم تمہارے لیئے ٹیپیکل گاؤں کی بارہ گز کا گھونگھٹ لینے والی گھریلوں لڑکی لائیں گے جو تمہارے لیئے اپنے چوریوں سے بھرے بھرے ہاتھوں سے پیور سرسو کے تیل میں ڈبو ڈبو کر مزے مزے کے پکوان بنائے گی اور تمہارے دل کھول کر تعریف کرنے پر دوپٹہ دانتوں میں ڈال

کر شرمائے گی۔"اب کے ٹکا سا جواب دیبا کی طرف سے آیا تھا۔ جس پر ارسلان کی آنکھوں میں چھم سے منتہا کا سراپا لہرایا تھا اور نتیجہ کے طور پر زبردست اچھو کا لگا۔

"ارے! ارے! دھیان سے بچے پانی پیو۔" تحسین بیگم نے اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے فوراً پانی کا گلاس لبوں سے لگایا تھا۔

"تمہاری ہی کالی زبان کی بددعا لگی ہے مجھے، چھوڑونگا نہیں میں تمہیں جعلی ڈاکٹر۔۔"ارسلان روہانسا ہوتا دانت کچکچا کر اس کی طرف بڑھا تھا۔ جو پل میں احان کے پیچھے ہوئی تھی۔

"لگی کہاں ہے ابھی لگ جائے تب میں خود تمہیں پکڑونگی۔"دیبا لمبے چوڑے احان کے شانوں پر ہاتھ جماتے ہوئے پیچھے سے منہ نکال کر بولی۔اب دیبا معصوم کو تھوڑی نہ پتا تھا یہ کارنامہ انجام پاچکا ہے۔

"تم بچ جاؤ پہلے۔۔"ارسلان سائیڈ سے لپکا جب احان نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"ارسلان واپس جاؤ۔۔" احان اس کا ہاتھ چھوڑتا تنبیہ کرنے کے انداز میں بولا۔ کیونکہ دیبا کا اس کے کاندھے پر ادھر سے ادھر سرسراتے نرم ہاتھوں کا لمس اسے عجیب کیفیت سے دوچار کر رہا تھا۔

"میں بھول کیسے گیا جب تک اس جعلی کے حان لوہے کے کان ہیں کوئی اسے کچھ نہیں کہ سکتا۔ بھائی کبھی اپنے چھوٹے بھائی کا بھی ساتھ دے لیں، ان چڑیلوں نے جسے اتنی بھیانک بددعا دی ہے۔" ارسلان مسکین ہوا۔

"تم خود ان سے الجھتے ہو تو یہ جواب دیتیں ہیں، اب واپس ٹیبل پر جاؤ۔" احان نرمی سے دیبا کا ہاتھ اپنے کاندھے سے ہٹاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔ جس پر ارسلان منہ بناتا ٹیبل کی طرف بڑھ گیا تھا۔ پھر جلدی سے کھا کر ہمیشہ کی طرف دو سینڈوِچ میں ہاتھ لیتا وہاں سے نکل گیا۔

"میں نے آپ کیلئے تین ہوسٹل دیکھیں ہیں، آپ بھی دیکھ لیں پھر جو ہوسٹل آپ کے

سمجھ آئیں وہاں شفٹ کر لیں۔" جیب میں بیٹھتے ہی ارسلان نے اسے اپنا منصوبہ بتایا تھا۔ جس پر کالی چادر سے صرف آنکھیں نظر آرہی منتہا نے حیرانی سے رخ موڑ کے اسے دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی محترمہ مصیبت صاحبہ میں کوئی دل، گردے، جگر والا بندہ نہیں ہوں بلکے رٹائرڈ میجر، آئی جی، کمشنر پلس میجر والا بندہ ہوں، گھر میں کسی کو معلوم ہو گیا کی میں نے ایک مصیبت کو مصیبت سے نکالا اور پھر اسی مصیبت کو اپنے لی ئے مصیبت بنالیا تو میری خیر نہیں۔" ارسلان اس کی سیاہ چادر سے نظر آرہی بڑی بڑی پھیلی آنکھوں میں سوال دیکھ کر مظلومیت سے بولا۔

"مطلب؟" مقابل کی تیز گام زبان منتہا کے خاک پلے نہیں پڑتی تھی۔

"مطلب یہ کی محترمہ مصیبت بھلے ہی ہمارا نکاح آپ کی والدہ ماجیدہ نے بندوق کی نوک پر دھمکیاں ٹھوک کر کرادی ہے، لیکن میں آپ کو اپنے ساتھ اپنے گھر نہیں لے جاسکتا ورنہ میری خیر نہیں باقی سب تو بعد میں پہلے ہیٹلر کے ٹریزنے کھڑے کھڑے پوری بندوق میرے سینے میں خالی کر دینی ہے۔ پھر میری لاش سے جو باز پرس ہو گا وہ الگ۔ ارسلان

پوری طرح سٹرینگ چھوڑ کر منتہا کی طرف متوجہ ہوا جو اسکے انداز پر بے ساختہ تھوڑا پیچھے کھسکی تھی۔

"آپ جانتی نہیں میں مظلوم وردی والوں کے گھونسلے تعلق رکھتا ہوں، جہاں کی فضا میں اصول وضوابط گردش کرتا ہے، صبح اٹھ کر لوگ بیڈ ٹی لیتے ہیں ہم ڈیسیپلین کا کاڑا نوش فرماتے ہیں، جہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے، کھانے پینے سونے اٹھنے بیٹھنے غرض ہر چیز کا، اور شادی، شادی کا آپشن تو ابھی اس لسٹ میں شامل ہی نہیں ہوا، اگر ہو گا بھی تو ہر چیز کی طرح میرا نمبر آخری ہو گا، کیونکہ مجھ سے بڑے میرے دو دو بھائی ہیں جو خالص کنوارے ہیں۔" ارسلان نے سیدھے ہاتھ کی دو انگلیاں نکال کر دو پر زور ڈالتا ہوا بولا۔ اور اس کے خالص کنوارے والی بات پر منتہا کی آنکھوں میں نا سمجھی واضح تھی۔ مطلب کی یہ کنواروں کی کونسی قسم ہے۔

"ویسے خالص کنوارے کا مطلب جانتی ہیں آپ؟" ارسلان نے پوری تقریر کرنے کے بعد پوری آنکھیں پھاڑے خود کو دیکھ رہی منتہا کو دیکھ سوال کیا۔ جس پر منتہا نے بیل کی

طرف نفی میں سر ہلایا تھا۔اس بندے کے نان اسٹاپ زبان نے تو اس کا دماغ ہی گھما دیا تھا۔ایسا لگ رہا تھا کوئی انگلش مووی سپیڈ پر لگا کر چھوڑ دیا ہو۔

"کوئی نہیں آنکھیں چھوٹی کر لیں میں بتا دیتا ہوں۔"ارسلان اس کی پھیلی آنکھوں کو دیکھ گربڑایا۔

"خالص کنوارے، کنواروں کی وہ قسم ہوتی ہے جس میں ان مظلوم کنواروں کے ظالم گھر والوں نے ان کی شادی کھڑکانے کے بارے میں سوچنے کے بارے میں بھی نہیں سوچا ہو، مطلب مظلوموں کی بنجر،اجاڑ،بے رنگ زندگی کا کسی کو احساس ہی نہیں خود ان مظلوموں کو بھی نہیں، سمجھ آ گیا مطلب؟"ارسلان نے واپس اس کی طرف رخ کیا۔جس کی سیاہ چادر سے واحد نظر آ رہی آنکھیں اس کے اس عظیم لاجک پر بالکل ساکت ہو گئی تھی۔جسے ارسلان صاحب نے سپیچ لیس ہونے سے ماخوز کیا تھا۔

"اب چلیں ہوسٹل دیکھنے؟"ارسلان اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا پوچھا۔جس پر اسکی لاجک سے بیہوش ہوئی منتہا ہوش میں آئی تھی۔

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں، آپ مجھے چورستے کے پاس چھوڑ دیں۔" منتہا اس کے لاجک کے فیس سے باہر آتی دھیمی آواز میں بولی۔ جس پر ارسلان نے ای برو چڑھائے۔

"وہاں کیا آپ کے چاچو کا سسرال ہے؟"

"نہیں میری خالہ کا گھر ہے۔" منتہا نے اس کے الٹے سوال پر جل کر الٹا جواب دیا۔ جس پر ارسلان نے ٹھنڈی شکر کی سانس خارج کی۔

"یہ تو گڈ ہو گیا میں تو یوں ہی پریشان ہو رہا تھا کی آپ اکیلے یہاں کیسے رہیں گی، مطلب آپ کی اماں نے آپ کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے ناں۔" ارسلان کے شکر ادا کرنے پر منتہا کا دل کیا اپنا سر سامنے ڈیش بورڈ پر دے مارے۔ بندہ تھا کی سر درد۔

"چلیں چلتے ہیں پھر۔" ارسلان جیپ سٹارٹ کرتا ہوا سرشاری سے بولا۔ بھلے ہی وہ بہت لاپرواہ تھا لیکن منتہا کو لیکر نور بانو کی تڑپ اور منتیں اسے اچھے سے یاد تھی۔ جس کی وجہ سے کل سے پریشان تھا کے منتہا کو کہاں رکھے جہاں وہ محفوظ رہے۔ اور اب اس کی یہ پریشانی حل ہو گئی تھی۔

"اس بندے سے جان چھوٹ جائے کافی ہے ورنہ پرواز کے سارے حواس پرواز کر جائیں گے۔" منتہا نے اس کی غلط فہمی دور کرنے کی بالکل کوشش نہیں کی تھی۔ بلکے شکر ادا کیا تھا۔ پھر پندرہ منٹ میں ہی وہ لوگ چورستہ تک پہونچ چکے تھے۔ جیب کے سڑک کنارے رکتے ہی منتہا جلدی سے جیب سے باہر آئی تھی مبادہ یہ پھر نہ شروع ہو جائے۔

"سنو!" منتہا نے ابھی ایک قدم نیچے رکھا تھا کی ارسلان کی آواز آئی۔

"نوٹ آگیئن اللہ ورنہ میں نے یہیں بیہوش ہو جانا ہے۔" منتہا چہرہ کور کرتی من ہی من روہانسی ہوئی۔ وہ کم گو تھی اور یہ محترم نان اسٹاپ گاڑی کہاں ایک پٹری پر دوڑ سکتی تھی۔

"یہ کچھ پیسے ہیں وقت ضرورت کام آئیں گے، اور یہ میرا کارڈ کوئی بھی پریشانی ہو بلا جھجھک مجھے کال کر لینا، اگر فون نہیں ہے تو اپنی خالہ سے کہ کر پہلے فون منگوا لینا۔" ارسلان نے ایک چھوٹی سی پیکٹ منتہا کی طرف بڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے نرم لہجے میں بولا۔ جس پر پہلی بار کسی مرد کو اپنی کفالت کرتا دیکھ منتہا کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی۔ کبھی اس کے باپ نے ایک چار آنے اس کے ہاتھ پر نہیں رکھا تھا ہمیشہ سے نور بانو رات دن سلائی

کر کے اپنا پیٹ کاٹ کر اس کا خرچہ اٹھاتی تھی۔اور آج اس اجنبی مرد (جو درحقیقت اس کا سب زیادہ قریبی تھا اب) اپنی فکر کرتا دیکھ منتہا کی آنکھوں میں پانی اترا تھا۔

"ااا۔۔اس سب کی ضرورت نہیں ہے صاحب جی اماں ہے ناں۔۔"منتہا حلق میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کو زبردستی اندر ڈھکیلتی ہوئی بولی۔

"ضرورت ہے کیونکہ اب آپ میری ذمہ داری ہیں، میں نے آپ کی اماں کو زبان دی ہے کی آپ کی حفاظت کرونگا،اور ہم وردی والے اپنا وعدا جان دے کر بھی نبھا جاتے ہیں،ایسا میرے داابو کہتے ہیں،اب رکھیں اسے مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔"ارسلان اس کے ہاتھ میں پیکٹ تھماتا مظبوط لہجے میں بولا۔اس سے آگے منتہا کی زبان ہی نہیں کھلی تھی۔وہ لب بھینچ کر آنسوؤں کو اندر اتارتی وہاں سے نکل گئی۔

------------------------------.---------

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے یہاں آپ دونوں کو اس مسئلہ پر ٹھنڈے دماغ سے بات چیت کرنے کیلئے بلایا تھا۔نا کے روٹھے ہوئے میاں بیوی کی طرح رخ موڑا ایک

دوسرے کو نظرانداز کرنے کیلئے، مطلب جس طرح آپ لوگ ایک دوسرے کو نظر میں رکھ کر نظرانداز کر رہے ہیں، مجھے تو اباجی والی فیلنگ آرہی ہے جو ہر ہفتے نیا مقدمہ لیکر حاضر ہو رہے بیٹے بہو کو ازدواجی زندگی پر درس دینے بلاتے ہیں۔" رافع کو پچھلے دس منٹ سے ایسے ہی منہ پھلا کر بیٹھا دیکھ جل کر بولا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے یہاں آپ دونوں کو اس مسئلہ پر ٹھنڈے دماغ سے بات چیت کرنے کیلئے بلایا تھا۔ نا کے روٹھے ہوئے میاں بیوی کی طرح رخ موڑ ایک دوسرے کو نظرانداز کرنے کیلئے، مطلب جس طرح آپ لوگ ایک دوسرے کو نظر میں رکھ کر نظرانداز کر رہے ہیں، مجھے تو اباجی والی فیلنگ آرہی ہے جو ہر ہفتے نیا مقدمہ لیکر حاضر ہو رہے بیٹے بہو کو ازدواجی زندگی پر درس دینے بلاتے ہیں۔" رافع دونوں کو پچھلے دس منٹ سے ایسے ہی منہ پھلا کر بیٹھا دیکھ جل کر بولا۔ جس پر دونوں نے ناپسندیدہ نظر رافع کی طرف اٹھائی تھی۔ لیکن زبان پھر بھی خاموش تماشائی بنا تھا۔

اس دن کی تلخ کلامی کے بعد رافع نے آج پھر دونوں کو ایک دوسرے ریسٹورنٹ میں بلایا تھا۔اور احتیاطی طور پر اب کی بار رش سے الگ تھلگ حصے میں ٹیبل بک کیا تھا۔اور ساتھ بڑے بزرگ کی طرح دونوں کو اکیلے میں سمجھایا بھی تھا کی اس مدع پر جذباتی ہو کر بحث کر کے صورت حال بد سے بدتر کرنے بجائے اطمینان سے صلاح جو انداز میں مسئلہ پر غور فکر کرتے ہوئے کوئی درمیانی راستہ نکالے جو نہ حشام کے جذبات کو مجروح کرے اور نہ ہی ڈاکٹر حبہ کے فیلنگس کو ٹھیس پہونچائے۔لیکن یہ دونوں ٹیڑھی کھیر تو اپنی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنائے روٹھے پریم پنچھی کی طرح لبوں پر تالا لگا کر بیٹھ گئے تھے۔حبہ گود میں بیٹھے شہزادے ثوبان کے ساتھ بزی تھی اور حشام کن کھیوں سے اس کے گود میں ہاتھ پیر مارتے ہوئے ماں سے راز و نیاز کر رہے ثوبان کو دیکھ جل کڑھ رہا تھا۔کیونکہ رافع کی ہدایت درمیان میں دیوار کی طرح کھڑی تھی کے کوئی سخت لفظ یا عمل نہ ہو۔

"ڈاکٹر حبہ آئی تھنک بات کی شروعات آپ کو کرنی چاہیئے۔"رافع دونوں پر اپنی بات کا اثر نہ ہوتا دیکھ حبہ کی طرف متوجہ ہوا۔جس پر ثوبان کی انگلیوں سے کھیل رہی حبہ نے نا فہم نظروں سے اسے دیکھا۔

''آئی مین آپ یہاں ہم دونوں کے مقابل زیادہ میچور انڈر اسٹینڈ ینگ ہیں، اور شروع سے آخر تک کی کہانی سے بھی واقف ہیں تو بات آپ شروع کریں۔''رافع نے سوال کچھ واضح کیا۔

''اس کے کہنے کا مطلب ہے آپ میرے بھائی بھابھی کو کب سے جانتی ہیں وہ بتائیں۔'' حشام نے اس کے چہرہ پر بڑا سا سوالیہ نشان دیکھ آسان لفظوں کا چناؤ کیا۔ جس پر حبہ نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

''ثوبی کے پیدائش سے پہلے سے، دراصل نیلم کا ٹریٹمنٹ میں کر رہی تھی۔ چونکہ نیلم کی پریگنینسی میں کچھ پروبلمس تھی اور اس نے بتایا تھا کی اس کے گھر میں کوئی بڑا موجود نہیں ہیں، ہسبنڈ ہیں جو دن کے اوقات میں آفس ہوتے ہیں تو میں نے ایمرجنسی کیلئے اسے اپنا پرسنل نمبر دے دیا تھا، پہلی بار ماں بننے کے خوبصورت مراحل سے گزر رہی تھی ہر لڑکی کی طرح کافی نروس اور اکسائیٹیڈ تھی، اس لیئے اکثر بلکے ریگولر ہوسپٹل ٹائم آف ہونے کے بعد مجھے کال کیا کرتی تھی چھوٹی موٹی باتیں پوچھنے کیلئے، نیلم کافی صاف دل اور باتونی طبیعت کی لڑکی تھی، مجھے اس کی باتیں اچھی لگتی تھی، اس

سے بات کرنا مجھے لگتا تھا کیونکہ اس سے بات کر کے کچھ پل کیلئے ہی سہی میں اس مشینوں والی فیکس زندگی سے باہر نکل آتی ہوں، بس اسی طرح ہماری دوستی گزرتے دن کے ساتھ گہری ہوتی گئی تھی، اور مجھے اس اجنبیوں کے بھیڑ میں کوئی اپنا مل گیا تھا۔" حبہ ثوبان کی انگلیوں سے کھیلتی کھوئے لہجے میں بولی۔ اس کے لہجے میں نمی رافع اور حشام نے بڑی شدت سے محسوس کی تھی۔

"اور میرے بھائی مطلب نیلم کے ہسبنڈ۔۔؟" حشام نے کچھ پل کی خاموشی کے بعد دوبارہ سوال کیا۔ جس پر حبہ نے آنکھیں میچ کر کھولتے ہوئے اس کیفیت سے باہر آئی تھی۔

"ان کے بارے میں میں زیادہ کچھ نہیں جانتی، وہ صرف نیلم کے ریگولر چیک اپ کے وقت اس کے ساتھ آتے تھے اور چند ایک نیلم کی صحت کو لیکر بات ہوتی تھی ہماری۔" حبہ بار بار اپنا حجاب کھینچ رہے ثوبان کو سامنے ٹیبل پر بیٹھاتے ہوئے سادگی سے بولی۔

"آپ نے کبھی بھابھی سے ان کے میکے یا سسرال والوں کے متعلق سوال نہیں کیا؟ آئی مین وہ اکیلی کیوں رہتیں ٹائپس کچھ بھی۔" حبہ کے اچانک نظر اٹھاتے ہی حشام نے گڑبڑا کر وضاحت دی۔

"جی نہیں، کیونکہ نیلم نے مجھے بنا پوچھے ہی بتا دیا تھا کی ان کی شادی کے ایکسیڈنٹل میرج تھی، مطلب اس کے ہسبنڈ نے اس کی حفاظت کیلئے اس سے نکاح کیا تھا۔ جس سے اس کے ہسبنڈ کے فیملی میں کوئی واقف نہیں ہیں سوائے اس کے ایک دیور کے یعنی آپ کے۔ آئم رائٹ؟۔" حبہ کے سوال پر حشام نے سر ہلایا تھا۔

"اور بھابھی کی فیملی؟" حشام نے اگلا سوال داغا۔ اب کے حبہ کو نا چاہتے ہوئے بھی غصہ آیا تھا۔ مطلب وہ انٹرگیشن روم میں بیٹھی تھی کیا جو بندہ سوال پر سوال داغ رہا تھا۔

"نیلم یتیم تھی، بہت بڑے خاندانی جاگیر دار خاندان سے تعلق تھا اس کا، ایک سوتیلا بھائی تھا جس نے ساری جائیداد خود ہڑپنے کے چکر میں اس کی شادی کسی عمر دراز آدمی سے طے کر دی تھی، جہاں سے نیلم جیسے تیسے کر کے بھاگی اور آپ کے بھائی کے نکاح میں داخل

ہو گئی، کوئی اور سوال ؟۔" حبہ نے لفظ چبا کر پوچھا۔ حشام نے اس کا لفظ چبانا بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔ جبکہ رافع نے مسکراہٹ دبائی۔

"جی آخری سوال آپ ثوبان کو لیکر یہاں کیوں شفٹ ہوئیں ؟آپ اس دن کس درندے حیوان سے ثوبان کو بچانے کی بات کر رہی تھی ؟اینڈ موسٹ امپورٹنٹ آپ نے ثوبان کے نام کے ساتھ اس کے فادر کا نام کیوں اٹیچ نہیں کیا؟" حشام نے آخری سوال پر خاصا زور ڈالا تھا۔ جس پر حبہ کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

"آپ کے خیال میں یہ ایک سوال ہے ؟" حبہ نے آئی بر و چڑھا کے طنزیہ پوچھا۔ پوچھا جس پر حشام نے مسکراہٹ دبائی۔

"خیر جس دن نیلم کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا کسی وجہ سے میں اس وقت ہوسپٹل سے باہر تھی، اور نیلم کی اطلاع ملتے ہی سیدھا اوٹی میں پہونچی تھی، جہاں نیلم ابتر حالت میں موجود تھی، اپنی اکلوتی دوست کو خون میں نہایا دیکھ میرے سارے حواس سلب ہو گئے تھے، لیکن وہاں مجھے ایک ڈاکٹر کے خدمات انجام دینا تھا، اور میں نے اپنے جذبات پر بندھ

باندھ کر اپنا فرض ادا کیا تھا، اور اپنے شہزادے کو اپنے ہاتھوں سے اس دنیاں میں لایا۔" حبہ نے محبت سے ثوبان کی پیشانی چومی۔

"پھر۔۔؟؟؟؟؟؟"

"پھر کیا، نیلم پورے چوبیس گھنٹے بیہوش رہی تھی، اور دوسرے دن جو کچھ وقت کیلئے ہوش میں آئی، اکھڑتی سانسوں کے درمیان مجھے بس اتنا بتایا کی اس کے سوتیلے بھائی سے ثوبان کی جان کو خطرہ اس کے بعد میں ثوبان کو لیکر کہیں بھی چلی جاؤں، لیکن اس کے سفاک بے حس بھائی کو اس کے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دوں، نیلم کی موت کے بعد اس کے بھائی کے آدمی اپنی پہچان بتا کر نیلم کی ڈیڈ باڈی لے گئے تھے، میرے بہت انسسٹ کرنے پر ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے انہیں یہی خبر دی کے نیلم نے مردا بچے کو جنم دیا تھا، اور میں، میں ویسے بھی اپنی عزیز دوست کو کھونے کے بعد اس شہر میں سانس نہیں لے سکتی تھی سو اپنی دوست کی آخری نشانی کو لیکر وہاں سے شفٹ کر گئی، اور آپ کے آخری سوال کا جواب یہ کی ثوبان کے نام کے آگے احتشام علی کا سر نیم لگتا

ہے، زیادہ نہیں لیکن تھوڑی بہت دینی معلومات میں بھی رکھتی ہوں۔" آخر میں حبہ کا لہجہ جتاتا ہوا تھا۔

"اب آگے آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آئی مین کی۔۔۔۔" رافع نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ بات درمیان میں چھوڑا۔

"دیکھیں فیملی کیا ہوتی ہے میں نہیں جانتی، رشتے کیسے ہوتے ہیں میں نے کبھی محسوس نہیں کیا، اپنائیت کسے کہتے ہیں اس میں بالکل نابلد ہوں، میرا پہلا اور آخری انمول رشتہ میرا ثوبی ہے، میرا پاس ہزار آپشن نہیں ہے جو میں کسی ایک کو چنوں، میں بس اتنا جانتی ہوں ثوبان میری زندگی کا کل اثاثہ ہے، ثوبان کو خود سے الگ کرنا مطلب میرے لیے روح کو جسم سے جدا کرنے جیسا ہے، میں ثوبان کیلئے کچھ بھی کرسکتی ہوں ساری زندگی ایسے ہی گزار سکتی، لیکن ثوبان سے دستبردار نہیں ہوسکتی، میں جانتی ہوں میں یہاں خود غرض ہو رہی ہوں، مطلبی ہوں، لیکن یہ سب قبول کرتے مجھے شرمندگی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ میں اپنی ممتا سے مجبور ہوں، میں یہ بھی جانتی ہوں کی ثوبان کو جو زندگی، جو مستقبل! جو مقام آپ اور آپ کی فیملی دے سکتا ہے وہ میں اپنی جان

دے کر بھی نہیں دے سکتی لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حبہ نے بے بسی سے لب چبائے حشام کو اچانک ہی اس کے چہرے میں تحسین بیگم کا چہرہ نظر آیا تھا۔ رافع بھی ترحم بھری نظروں سے اس کی بے بسی دیکھ رہا تھا۔ جب حبہ کا فون رنگ ہوا۔

"اوکے!" دوسری طرف کی بات سن کر وہ صرف اوکے کہتی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ہوسپٹل میں ایک ایمرجنسی ہوگئی ہے مجھے جانا ہوگا، معذرت میں اس طرح جارہی ہوں لیکن میرا فرض سب سے اُپر ہے۔" حبہ جلدی جلدی اپنا فون بیگ میں ڈالتی ثوبان کو شال اڑھاتے ہوئے معذرت خواں لہجے میں بولی۔

"کوئی نہیں، ہم سمجھ سکتے ہیں، اگر آپ کو کوئی اشو نہ ہو تو کیا حشام دو پل کیلئے ثوبان کو اٹھا سکتا ہے؟" رافع نے حشام کی ترسی نظر ثوبان پر محسوس کر کے اجازت چاہی۔ جس پر حبہ نے لب بھینچ کر ثوبان کو اس کی طرف بڑھایا تھا۔ جسے حشام سیکنڈ کے اندر تھام گیا تھا۔ پھر کچھ دیر ثوبان کو پیار کرنے کے بعد حبہ کو لوٹاتے ہی حبہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے نکل گئی تھی۔ حشام کی نظریں دور تک اس کے کاندھے پر ننھے ننھے ہاتھ مار رہے

ثوبان پر جمی تھی۔

.Oh!finally parwaz is back

"ورنہ مجھے تو لگا تھا کی بڑے بڑے راز سے پردے اٹھانے والی پرواز خود راز بن کر کہیں دفن ہو گئی ہے، جس کی کھوج کیلئے ہمیں انٹیلیجنٹس کی ایک سٹرونگ ٹیم تشکیل دینی ہو گی۔" پرواز کے آج پورے ایک ہفتے بعد آفس میں واپسی پر اس کی کلیگ منہل نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ جو خاموشی سے اپنے ڈیسک کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ویسے کہاں تک بات پہونچی تمہاری کھوج کی؟ اس دن کہا تھا کی آ کر بتاؤ گی اس کے بعد تم خود غائب ہو گئی۔" منہل چلتے ہوئے اس کے ڈیسک کے پاس چلی آئی تھی۔ جہاں وہ الٹ پلٹ کر اپنا کیمرہ چیک کر رہی تھی۔

"بات زیادہ آگے تو نہیں لیکن آگے پہونچ گئی ہے،اور رہی بات بتانے کی تواب سب دنیاں کے ساتھ منظر عام پر آئے گا کیونکہ یہ اب پرواز کی اکیلے کی جنگ ہے۔"پرواز کیمرہ واپس بیگ میں ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"کیا مطلب سر نے اپروول نہیں دی کیا؟"مہنل نے حیرانی سے پوچھا۔انٹرن شپ کے دور سے پرواز کا کوئی ایسا پروجیکٹ نہیں تھا جو ڈائریکٹر حامد نے مسترد کیا ہو یا کوئی نقص نکالا ہو۔

"تم جانتی ہو مہنل ایک بار پرواز اڑان بھرلے تو منزل کو داغے بغیر وہ چاہ کر بھی واپسی نہیں کر سکتی، میں نے اپنا کوئی بھی پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے اپروو ہوگا کی نہیں لوگ میرے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے کی نہیں نہیں سوچتی میں صرف صحیح یا پھر غلط سوچتی ہوں،اور یہ پروجیکٹ تو میرے لیئے بہت اہم ہے فرق نہیں پڑتا کوئی ہم قدم بھی ہے یا میں تنہا مسافر ہوں،فرق اتنا پڑتا ہے کی میں حق کی راہ پر ہوں،میرے حوصلے بلند ہیں،میرے پروں میں قوت دینے والا خود تقدیر لکھنے والا وہ رب ہے،پھر کون دیکھے کی کون ساتھ ہے اور کون پیچھے چھوٹ گیا۔"پرواز

چٹانوں سے مظبوط لہجے میں کہتی اپنی جگہ بیٹھ گئی۔اس کے مظبوط ارادوں کے بارے میں تو منہل کیا پورا اسٹاف آفس کا چپر اسی تک واقف تھا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ ایک ہفتے سے کہاں غائب تھی؟"منہل نے بات بدلی۔

"گاؤں گئی تھی۔"پرواز نے لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیا۔

"اچھا!!!!!!۔۔تمہیں نہیں لگتا پرواز تم آج کل کچھ زیادہ گاؤں جانے لگی ہو؟ایک مہینے میں دوبار وہ بھی رہنے کیلئے کہیں اماں نے کسی کو چائے پر تو نہیں بلایا ہے ناں؟"منہل نے شرارتی انداز میں اسے کاندھا مارا۔جس پر پرواز نے کشادہ پیشانی پر نا سمجھی کے بل لی ئے اسے دیکھا جو فضول میں شرمارہی تھی۔

"اماں کسی کو چائے پر بلائے،کافی پر بلائے،یا پھر مستقل رہنے کیلئے بلالے اس سے میرا گاؤں جانے یا نہ جانے کا کیا تعلق؟"پرواز اسے مسلسل خود کو کاندھا مارتا دیکھ زچ ہو کر پوچھا۔

شائد تمہاری شادی کا خیال دل میں آیا ہے

اسی لی ئے اماں نے تمہارے انہیں چائے پر بلایا ہے۔

منہل نے آنکھیں پٹپٹا کر نہایت بری طریقے سے گانے کا بیڑا غرق کیا تھا۔ جس پر پرواز نے نفی میں سر ہلایا۔

"اور تمہارے مطابق میں، یعنی میں پرواز ایک بار نہیں چار چار بار شرماتے ہوئے آنکھیں پٹپٹا کر بیوقوفوں کی طرح چائے کی ٹرے ہاتھوں تھامے بل کھاتی ہوئی دانتوں میں دوپٹہ چباتی مدھوبالا بن کر گئی ہوں گی ہے ناں؟" پرواز نے لیپ ٹاپ ویسے ہی کھلا چھوڑ کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے کمال سنجیدگی سے نقشہ کھینچا تھا۔

"استغفراللہ یار خدا کا خوف مجھ میں بھی باقی ہے، بندہ اتنی بھی غلط فہمی نہیں پال سکتا کہاں پرواز کہاں یہ سین۔" منہل نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ جس پر پرواز کے ذہن کے پردے پر چھم سے دو دن پہلے کا سین بیدار ہوا تھا۔

"مائی گاڈ! یہ اماں نے کہاں پھسا دیا تھا مجھے وہ انسپکٹر تھا کی جو کر کوئی اتنا کیسے بات کر سکتا ہے وہ بھی ایک اجنبی سے، اتنا تو میں ایک مہینے میں نہیں بولتی جتنا وہ محترم ایک گھنٹے میں بولتے ہیں، اگر ایک اور گھنٹہ اس بندے کے ساتھ رہ جاتی تو سچ میں گاؤنٹی منتہا نے ہی باقی رہنا تھا جرنلسٹ پرواز کی تو چھٹّی تھی، مسٹر نان اسٹاپ انسپکٹر نہ ہو تو۔" اپنے کچھ دن پہلے

کے حلیہ کے ساتھ ساتھ ارسلان کا خیال آتے ہی پرواز نے بے ساختہ جھر جھری لی تھی۔

"کیا ہوا یار کیا سچ میں کوئی رشتہ وشتہ پکا کر آئی ہو؟" منہل نے اس کے آنکھیں کے آگے چٹکی بجائی۔

"پورا کا پورا نکاح کھڑا کا آئی ہوں، یہ رشتے کا پوچھ رہی ہے۔" پرواز بڑبڑاتے ہوئے واپس لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ویسے اگر اماں تمہارے لیئے لڑکا ڈھونڈھے گی تو کونسی کوالٹی تم اپنے لائف پارٹنر میں چاہو گی؟" منہل کو اچانک کیا سوجھی کے اس نے یہ عجیب سوال داغا۔

"بس وہ بولتا کم ہو۔۔۔" پرواز کے لبوں سے بے ساختہ پھسلا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔ لڑکے تو ویسے ہی کم بولتے ہیں کوئی اور کوالٹی بتاؤ؟" منہل نے قہقہ لگاتے ہوئے اس کے معلومات میں اضافہ کیا۔۔ جس پر لیپ ٹاپ پر چل رہی پرواز کی انگلیاں رکی تھی۔

"اس شدید قسم کی غلط فہمی میں تمہیں کس نے مبتلا کیا کی لڑکے کم بولتے، بلکے لڑکے تو اتنا بولتے ہیں اتنا بولتے ہیں کی سننے والے کے کان سے دھواں نکل آئے۔" پرواز کے لہجے میں لفظ نہیں تجربہ بول رہا تھا۔ ذہن میں ٹیپ ریکارڈر کی طرح ارسلان کی باتیں ریوائن ہو رہی تھی۔

"ہیں!! اتنا بولنے والا لڑکا تمہیں کہاں ملا؟" منہل نے اس کے ٹھوس لہجے پر منہ کھولے پوچھا۔

"کک۔۔ک۔۔ کہیں نہیں تم جاؤ اپنے کام پر میں نے یہ کمپلیٹ کر کے سر کو دکھانا ہے، پھر اپنے پروجیکٹ کے سلسلے میں باہر جانا۔" پرواز سر جھٹکتے ہوئے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ منہل بھی خاموشی سے اپنے ڈیسک پر چلی گئی تھی۔

"حان آپ کو پتا ہے آج میری ڈیوٹی او ٹی میں تھی، پہلے تو میں بہت اکسائیڈ تھی کیونکہ پچھلے ایک ہفتے سے میری ڈیوٹی چلڈرن وارڈ میں گر رہی تھی، لیکن پتا ہے پھر جب مجھے پتا

چلا کی اوٹی میں ڈاکٹر عاصم ہیں میری تو جان ہی نکل گئی تھی، کیونکہ پورے ہوسپٹل میں وہ کھڑوس کے نام سے مشہور ہے اور۔۔۔۔" دیبا کی بات ابھی درمیان میں ہی تھی کے احان ایک چھلانگ کے ساتھ جھولے سے اُتر کے اس کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔

"کک۔۔۔ کیا مطلب اس نے کچھ کہا آپ کو؟ ڈانٹا کیا؟ آپ بتائیں کل ہی ہوسپٹل جا کر اس کی طبیعت صاف کرتا ہوں، اس کی ہمت کیسے ہوئی ایس پی احان علی کی بیسٹ فرینڈ سے اونچی آواز میں بات بھی کرنے کی؟" احان دیبا کو دونوں کندھوں سے تھامے جذباتی انداز میں سوال پر سوال کر رہا تھا اور دیبا نفی میں سر ہلاتی اسے چپ رہنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

" دیبا بتائیں بھی کیا بیل کی طرح سر ہلا رہیں؟" احان پریشان ہوا۔

" حان آپ میں کب سے اس الٹی کھوپڑی والے انسپکٹر کے ہارمونز ایکٹو ہو گئے؟" دیبا نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"مطلب؟۔" اپنی فکر پر اس کا عجیب سوال سن احان نے اچھنبے اسے دیکھا۔

"مطلب یہ ایس پی حان صاحب پہلے پوری بات تو سن لیں جذباتی کیوں ہو رہے ہیں۔" دیبا نے آرام سے کہتے ہوئے اسے واپس اپنے برابر جھولے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ جس پر احان چپ چاپ اس کی شکل دیکھتا بیٹھ گیا تھا۔ آج کل وہ خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا نہ دیبا کے پاس سکون ملتا تھا نہ اس سے دور۔

"مطلب میں یہ بتا رہی تھی کے وہاں ڈاکٹر عاصم کا سن کر میں بہت ڈر گئی تھی، کچھ میرے کلیگس نے بھی ڈرا دیا کی بہت سٹریک ہیں، لیکن در حقیقت تو ڈاکٹر عاصم کافی گریس فل سے سلجھے مزاج کے انسپائرینگ پرسن ہیں، آپ کو پتا ہے کتنے اچھے سے انہوں نے مجھے ٹریٹ کیا، مجھے بالکل اپنے پاس کھڑا کر کے ایک ایک چیز سمجھائی ایون انہیں ایک ایک ٹول میں نے خود اٹھا کر دیا، حان میں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش کتنی انسپائیر ہوئی ہوں ان کی پرسنالٹی سے۔۔۔۔" دیبا دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتی اشتیاق سے بولی۔ جس پر احان کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"اس میں اتنا انسپائر ہونے جیسے کیا ہے دیبا سینئر ڈاکٹر ہونے کے ناتے ان کا فرض ہے کی وہ آپ لوگوں کو اچھے سے ڈیل کرے۔۔۔" احان صاحب کو اپنے دوست کے لبوں سے کسی اور کی تعریف ذرا برداشت نہیں ہوئی تھی۔ تبھی جل کر بولے۔

"ہونے جیسا ہے نہ حان ان کی پرسنالٹی ہی ایسی ہے کی بندہ نا چاہتے ہوئے بھی اسیر ہو جائے۔۔۔" دیبا میڈم نے حد سے زیادہ متاثر کن انداز میں کہتے ہوئے جلے پر نمک چھڑ کا تھا۔ جس پر احان تلملا کے جھولے سے نیچے کھڑا ہوا۔

"آپ وہاں ڈیوٹی کرنے جا رہی ہیں یا انسپائر ہونے؟" احان نے آنکھیں سکیڑ کر جلتے بھنتے لہجے میں پوچھا۔ وہ بچپن سے دیبا کا سُپر ہیرو رہا تھا اور دیبا ہمیشہ سے اس کی اسیر رہی تھی اور وہ اس کا۔ ان کی عظیم دوستی میں کسی تیسرے کی جگہ کبھی تھی ہی نہیں دونوں کے لبوں پر ایک دوسرے کے علاوہ کسی کا نام کبھی نہیں آیا تھا۔ پھر آج کیسے وہ ان لبوں سے کسی عاصم واصم کا نام برداشت کر لیتا۔

"یہ جعلی ڈاکٹر ہے وہاں صرف لوگوں کی بیوقوف بنانے جاتی ہے، بالکل ان ڈاکٹر کی کیڑے مکوڑوں والی رائٹنگ کی طرح۔۔"ارسلان نے اطمینان سے جھولے کے طرف آتے ہوئے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

"تم الٹی کھوپڑی والے انسپکٹر تم باز کیوں آجاتے۔۔"دیبا اس کی فضول کی انٹری پر دانت پیستے ہوئے اس کی طرف بڑھی۔

"میں شریف حق بات کرنے والا ایمان دار انسپکٹر اگر باز آگیا تو وائٹ کورٹ والوں نے تو پوری دنیاں کو لوٹ کھانا ہے۔"ارسلان صاحب بڑے انداز میں کہتے ہوئے جھولے پر پھیلے کے پیچھے کراؤن پر ہاتھ ٹکا کر شاہی انداز میں بیٹھے تھے۔ جبکہ دیبا اس کے نئے تبصرہ پر تلملا کر رہ گئی تھی۔ جبکہ حان صاحب اپنے ہی غم میں تھے۔

"تم شریف۔۔۔؟؟؟؟ کچھ تو چھوٹی ماما کی تربیت کا پاس رکھ لو۔۔۔"دیبا نے جیسے گزارش کی۔

"انہیں کی تربیت کا تو کمال ہے جو میں شریف ہوں۔۔"جوابی کارروائی میں بھلا ارسلان کا کوئی ثانی تھا۔

"تم۔۔۔۔"

"تم یہاں کس سلسلے میں تشریف لائے ہو وہ بتاؤ؟۔" دیبا کو تلملاتا دیکھ احان آنکھوں سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتا جھولے پر نوابوں کی طرح پیچھے دونوں ہاتھ ٹکا کر بیٹھ ارسلان سے سوال کیا۔

"ایک جعلی ڈاکٹر دیبا دوسرا اس کا حان تیسرا ایس پی صاحب کا لوہے کا کان۔۔۔ مم۔۔ میرا مطلب کمشنر صاحب کی عدالت میں آپ کو فوراً طلب کیا گیا ہے، ورنہ مجھ معصوم کو کہاں یہ اوور سوئیٹ فرینڈ شپ ہضم ہوتی ہے۔۔" ارسلان نے سیدھا ہوتے وجہ بتائی۔ جس پر احان اسے ایک گھوری سے نوازتا عجلت میں سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔

"تم کیا گھور رہی ہو پکاؤ ڈاکٹر؟" ارسلان دیبا کو دونوں ہاتھ کمر پر جمائے خشمگین نظروں سے خود کو گھورتا دیکھ سوال کیا۔

"بڑے بابا کے دو دو سنتان ایک ذمہ دار احان، دوسرا نٹھلّا غیر ذمہ دار کمینہ ارسلان، لو ہو گیا حساب برابر مرو اب تم یہاں۔۔۔" دیبا دانت پیس کر کہتی دھپ دھپ کرتی وہاں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"ردھم سہی نہیں جمع جعلی ڈاکٹر۔۔۔"ارسلان نے پیچھے سے ہانک لگائی۔جس پر دیبا کچھ اور دھپ دھپ کی آواز پیدا کرتی وہاں نکل گئی۔

"ہنہ !اس جعلی ڈاکٹر کو کیا پتا کیا خبر کی میں کتنا بڑا ذمہ دار ہوں،ہنہ ! علی وِلا کے بے قدر لوگوں کو میری قدر ہی نہیں،بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کی ہیرے کی پرکھ ہی نہیں،ہیرے کی اصل پرکھ تو ان آنٹی جی کو تھی جنہوں نے ایک ملاقات میں پوری بیٹی کی ذمہ داری مجھے سونپ دی۔ذمہ داری۔۔۔فخر سے گردن اکڑا کر اپنی شان میں قلعہ باندھ رہے ارسلان کو جیسے ہی ذمہ داری کا احساس ہوا اچھل کے جھولے سے نیچے آئے تھے۔

"کہاں کے ذمہ دار ارسلان صاحب ایک گاؤں کی بھولی بھالی شہر کی زندگی سے بالکل نابلد لڑکی کو اپنی ذمہ داری پر یہاں شہر کی چکا چوند دنیاں میں لاکر کسی دنیاں کے آخری غیر ذمہ دار انسان کی طرح بیچ سڑک پر چھوڑ دیا وہ بھی بنا کوئی اتا پتا معلوم کئے اور خود کو ذمہ دار کہہ رہے ہیں۔۔"اندر بیٹھے ضمیر صاحب سے ارسلان کی فضول کی بونگیاں ذرا برداشت نہیں ہوئی تھی تبھی فوراً سے پہلے اپنے منہ میاں مٹھو کے شان میں تعمیر کئے قلعے کو ایک جھٹکے سے ملیامیٹ کیا تھا۔

ہمہ۔۔ہاں۔۔ہاں تو۔۔تو کیا ہوا اب بندہ اچانک بیچلر سے بیوی والا بن جائے گا تو ایسا ہو گا ہی نہ۔۔"ارسلان نے لنگری لولی دلیل دی۔۔۔

"ہاہاہاہاہا۔۔ صحیح ہے انسپکٹر صاحب کوراپ کرنا کوئی آپ سے سیکھے۔۔"ضمیر نے فوراً ارسلان کی ٹوٹی پھوٹی دلیل کو قہقہ میں اڑایا تھا۔

"زیادہ قہقہ لگانے کی نہیں ہو رہی میں ڈھونڈھ لونگا بہت قابل انسپکٹر ہوں میں۔۔"ارسلان ڈپٹ کے ضمیر کو چپ کراتا نیچے کی طرف بڑھا۔اب اپنی محترمہ مصیبت منکوحہ صاحبہ کو تلاش کرنے کا آئیڈیا جو ڈھونڈھنا تھا۔

"دیکھیں مسٹر حشام میں اگلے تین دن تک بہت بزی ہوں میرا بہت امپورٹنٹ اوپریشنز ہیں تو میں بالکل فری نہیں رہونگی آپ کو ثوبان سے ملانے کیلیئے۔۔"حشام کی ڈیمانڈ پر حبہ بیڈ پر تکیہ درست کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولی۔جس پر دوسری طرف موجود

حشام نے لب بھینچے وہ ثوبان کے ملنے کے بعد اس سے دوری برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔اس بچے سے اسے اپنے بھائی کی خوشبو آتی تھی وہ کیسے دور رہتا اس سے۔

"ڈاکٹرا گر میں آپ کے جذبات کی قدر کر رہا ہوں تو کوئی حتمی فیصلہ ہونے تک آپ پر بھی فرض ہے کی آپ بھی میری فیلنگ کی قدر کریں۔۔" حشام نے جتایا۔اس سے پہلے کی حبہ کوئی جواب دیتی تن فن کرتی نوری ثوبان کو اٹھائے اندر آئی تھی۔

"ڈاکٹر باجی یہ پکڑیں اپنے سازشی سپوت کو اور اگر آپ سچ میں مجھ سے ذرا سا بھی پیاری کرتی ہیں تو میرے سامنے انہیں کس کے ڈانٹ لگائیں۔۔" نوری نے سرخ بھالو والے سوئٹر میں ملبوس ثوبان کو حبہ کو پکڑاتے ہوئے اپنی محبت کا واسطہ دیا۔جس پر حبہ اور فون کے دوسری طرف موجود حشام دونوں متوجہ ہوئے تھے۔

"ایسے نہیں کہو میرے معصوم شہزادے کے بارے میں۔" حبہ فون بیڈ پر رکھتی ثوبان کے معصوم چہرے کے جھانسے میں آگئی تھی۔جو معصومیت کی تصویر بنا آنکھیں پٹپٹا رہا تھا۔

"معصوم رہنے دیں ڈاکٹر باجی، ایک نمبر کے سازشی ہیں۔۔"نوری اپنے دشمن کو معصوم کا لقب ملتا دیکھ بلبلا اٹھی۔

"اچھا بھئی بتاؤ اب کونسا کارنامہ انجام دیا ہے دونوں نے مل کر۔" حبہ ثوبان کو لیکر بیڈ پر بیٹھتی ہمہ تن گوش ہوئی۔ جبکہ بیڈ پر رکھے فون کے دوسرے جانب حشام کا انگ انگ بھی کان بنا تھا اپنے شہزادے کی نٹ کھٹ شرارت سننے کیلیئے۔

"دیکھیں ثوبی بابا اپنی یہ چھوٹی والی کار لیکر کچن میں آئے۔۔"نوری نے ہاتھ میں پکڑا چھوٹا ساٹوئے کار حبہ کے ہاتھ پر رکھا۔

"آگے۔۔۔" حبہ کار سائیڈ پر رکھتی آگے کی کہانی جاننی چاہی جبکہ شرارتی ثوبان آنکھیں پٹپٹا کر نوری کی زبانی اپنی کہانی سن رہے تھے۔

"ہاں تو یہ اس منحوس ماری کار کو لیکر کچن میں آئے مجھے دیکھ کر اپنے خرگوش جیسی چار دانتوں سے پیاری سے مسکراہٹ پاس کی مجھے لگا چلو بھئی دشمن امن کا جھنڈا لہرا رہا ہے تو ہم دل میں میل رکھ کر کیوں کم ظرفی کا مظاہرہ کریں میں بھی مسکرادی۔۔"

نوری آدھی کہانی سنا کر سانس لینے کیلیئے رکی۔

''اس میں سازش کہاں ہے نوری؟'' حبہ نے اکتائے لہجے میں پوچھا۔

''یہیں ڈاکٹر باجی میں جیسے ہی فریج کی طرف بڑھی یہ جناب اپنی منحوس کار وہاں پر رکھ کر خود ہٹ گئے اور میں۔۔ میں نے اس پر پیر رکھ دیا۔۔ یقین کریں ڈاکٹر باجی اگر بروقت میں نے فریج کا سہارا نہیں لیا ہوتا تو آپ کی نوری کی ساری ہڈیاں چٹخ جانی تھی آج۔۔ اور آپ کو پتا ہے مجھے گرتا دیکھ یہ جناب دشمنی کا پورا فرض نبھاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے تالیاں پیٹ پیٹ کر قلقاریاں مارنے لگے۔۔۔'' آخر میں نوری روہانسی ہوئی۔ جس پر حبہ نے تو لب بھینچ کر مسکراہٹ ضبط کر لی تھی۔ لیکن حشام کا قہقہ ابل گیا تھا۔

''اب ڈانٹیں آپ انہیں۔۔'' نوری واپس اپنے موقف پر آئی۔

''نوری کیا بچکانی بات ہے بھلا گیارہ ماہ کا بچہ کیوں دشمنی نبھانے لگا۔۔'' حبہ کو سو فیصد یقین تھا اس کے شہزادے نے یہ سب کیا ہو گا۔ لیکن ماں تھی کہاں اپنے بچے کی غلطی قبول کرتی۔ جبکہ نوری کے لٹکے ہونٹ دیکھ ثوبان صاحب کے چار خرگوش والے دانت واپس باہر آئے تھے۔ آنکھوں میں شرارتی چمک ٹھوڑی پر پڑتا گڑھا سب ہی شرارت کی علامت تھی۔

"ناں! ڈاکٹر باجی دشمن ہوتا ہے گیارہ ماہ کا ہو یا گیارہ سال کا، یہ بات آپ بھی جانتی ہیں لیکن ماں ہیں ممتا کے عینک سے آپ کو انکی شرارت نظر نہیں آتی۔" نوری نفی میں سر ہلاتی ناراضگی سے بولی۔

" ویسے باجی ایک بات بتائیں یہ ثوبان صاحب گئے کس پر ہیں؟ آپ پر نہیں گئے اس کی گارنٹی تو خود میں دیتی ہوں۔۔" نوری نے ثوبان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

" مجھے نہیں معلوم تم جاؤ روٹی دیکھ لو پک گئی تو ٹیبل چن دو۔۔" حبہ کی نظر اچانک فون پر گئی تھی جہاں اب بھی کال چل رہی تھی۔

"نہیں معلوم کوئی بات نہیں لیکن ایک بات لکھ لیں باجی یہ جس پر بھی گئے ہیں وہ پورے گھر کی جان ہلقان کئے رہتے ہونگے۔۔" نوری جاتے جاتے پر یقین لہجے میں بولی۔ جس پر حبہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے فون اٹھا کر واپس کان سے لگایا تھا۔

" وہ اپنے چھوٹے چاچو پر گئے ہیں ڈاکٹر، اور واقعی ثوبان کے چھوٹے چاچو پورے گھر کے ناک میں دم کئے ہوتے ہیں۔" حبہ کے ہیلو کرتے ہی دوسری طرف سے کنفارم کیا گیا تھا۔

"ویسے آپ مجھے ثوبان کو ویڈیو کال پر دکھا سکتی ہیں؟" دوسری طرف خاموشی محسوس کر کے حشام نے گزارش کی تھی یا ڈیمانڈ یہ طے کرنا مشکل تھا۔ جس پر حبہ نے بیزار گی سے آنکھیں گھماتے ہوئے فون لیپ ٹاپ سے اٹیچ کر دیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ تک کسی سے بات نہ کرنے والے ایگوئسٹک ثوبان صاحب لیپ ٹاپ پر بیٹھے حشام کے بے سر پیر کے سوالوں کا اپنی بھاشا میں جواب دیتے رہے تھے۔ آخر میں تنگ آکر حبہ نے خود کام ہے کہ کر کال ڈراپ کر دیا تھا۔

"یار یہ ڈاکٹر خود کو سمجھتی کیا ہے؟" حشام نے زور سے فون بیڈ پھینکتے ہوئے دانت پیس کر پوچھا۔

"ایک قابل لائق فائق ڈاکٹر ہیں وہ عزت دار پیشہ ہے ان کا تو ظاہر سی بات ہے خود کو ڈاکٹر ہی سمجھتی ہوں گی۔اب نرس تو سمجھنے سے رہی۔۔"رافع نے ٹائپنگ کرتے ہوئے کافی اطمینان سے جواب دیا تھا۔جس پر حشام کی پیشانی کے بلوں میں اضافہ ہوا۔

"ویسے خوبصورت بھی ہے خود کو حسین و جمیل مغرور شہزادی بھی سمجھے تو کوئی برائی نہیں ہے۔"رافع نے فون سے نظر ہٹائے بغیر ایک اور جواب دیا۔جس پر حشام نے غصے کی اُبال کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں آنکھیں گھمائی تھی۔

"اس کے علاوہ وہ خود کو ثوبان کی ماما۔۔۔"

"رافع۔۔۔"رافع کو دوبارہ منہ کھولتا دیکھ حشام نے تنبیہ کرنے کے انداز میں اس کا نام لیا تھا۔

"اچھا بھئی برا کیوں منا رہا ہے تو بتا دے تجھے کیا لگتا ہے ؟۔۔"رافع نے فون میں مصروف ہی دریادلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موقع حشام کو دیا تھا۔جس پر حشام مٹھیاں بھینچتا اس کے سر پر پہونچا۔

"جواب منہ سے دوں یا ہاتھ سے؟ لیکن تجھ جیسے بے غیرت لعنتی انسان کیلئے لات بہتر رہے گا۔" حشام نے جبڑے بھینچ کر پوچھا۔اس کا دماغ ویسے ہی بہت گھوما ہوا تھا اس پر رافع صاحب کے ارشادات نے تو رہی سہی کسر ہی نکال دی تھی۔

"ارے! ارے، میرے شیر، میرے چیتے، میرے کھوتے۔۔ مم مطلب کی میرا یار جگر بتا کیا مسئلہ ہے، مجھے لگا تو رینڈم سوال کر رہا تو بس میری بے لگام زبان پھسل گئی۔" حشام کی تیوڑی چڑھی دیکھ رافع فون سائیڈ پر رکھتا انسان بنا تھا۔

"مسئلہ؟ میری لائف میں اس ڈاکٹر کے علاوہ کیا مسئلہ ہو سکتا ہے؟ پتا نہیں محترمہ خود کو سمجھتی کیا ہے۔" حشام غصے سے کہتا رافع کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

جب سے ڈاکٹرنی صاحبہ سے سامنا ہوا تھا محترم زیادہ رافع کے فلیٹ میں ہی پائے جاتے تھے۔ابھی بھی صبح. سے وہ رافع کے فلیٹ پر موجود تھا ثوبان سے بات کرنے کیلئے لیکن ڈاکٹرنی صاحبہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔

"دیکھ میرے بھائی ایک بار پھر دہرا رہا ہوں وہ ڈاکٹر ہے خود کو ڈاکٹر ہی سمجھتی ہے، کیونکہ ان کی شکل ہم بے روزگار بے غیر توں جیسی نہیں ہے۔اب تو مجھے اصل مسئلہ بتانا پسند

کرے گا یا میں وہ سمجھتی کیا ہے؟ سوچتی کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ جیسے گن شوٹ کو ئسچنس کا پھندا بنا کر سولی پر لٹک جاؤں۔۔" رافع اب کے زچ ہوا تھا۔اس کے مسلسل کمرے میں چل رہے مارچ سے تنگ آ کر ہی تو اس نے فون اٹھایا تھا لیکن اس بے سکون بندے کو اس میں بھی سکون نہیں ملا۔

"تمہیں پتا ہے وہ صرف ڈاکٹر نہیں دنیاں کی کوئی آخری جیلس ڈاکٹر ہے۔۔" حشام نے بھینچے انداز میں رافع کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔ جس پر رافع نے ای بر واٹھائے۔

"اور یہ عظیم کھوج آپ نے کس لائبریری میں جا کر کی؟" رافع کا انداز سو فیصد طنزیہ تھا۔

"بکواس نہیں کر، جیلس ہے وہ تو دیکھتا نہیں جب میں ثوبان سے بات کرتا ہوں اسے پیار کرتا ہوں کیسے کٹیلی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہے،اور میں نے بتایا تھا پرسوں میں نے ثوبی کو کال کی تھی اور میں نے اور ثوبی نے بہت ساری باتیں کی اور۔۔۔۔۔"

"ویٹ! ویٹ! حشام تو نے اور ثوبان نے مطلب گیارہ ماہ کے ثوبان جسے صرف مما کے علاوہ کچھ بولنا نہیں آتا اس نے تجھ سے بات کی واہ! واہ! بھئی مہان انسان اب تو میں

بنفس نفس سے خود تجھ سے جلن محسوس کر رہا ہوں۔" رافع اس کی بات درمیان میں کاٹ کر استہزائیہ انداز میں بولا۔ جس پر حشام نے اسے سرخ آنکھوں سے گھورا۔

"سن میری بات میں نے واقعی بات کی تھی اپنے شہزادے سے اوکے؟ اور اس نے اپنے چاچو کو رپلائے بھی کیا تھا جو ان دنیاں کی کوئی آخری جیلس مخلوق کو برداشت نہیں ہوا اور جھوٹ موٹ کام ہے کا بہانہ بنا کر میری سنے بغیر کال ڈراپ کر دیا۔ اور پچھلے تین دن سے میں اس ڈاکٹر کو کال کر رہا ہوں ثوبان سے بات کرنے کیلئے جو اتر نگی بنانے بنا بنا کر وہ محترمہ ٹال رہی ہے۔" حشام نے جھنجھلائے لہجے میں اپنی بات پر زور دیا تھا۔ جس پر رافع اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"یار غلط بات بھی تو ہے نہ وہ اجنبی لڑکی کیوں تمہاری کال لے گی بار بار۔۔۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟۔۔ میں کوئی لوفر لفنگا ہوں، جو انھیں چھیڑنے کیلئے کال کرتا ہوں میرا بچہ ہے ان محترمہ کے پاس سمجھ آ رہی ہے۔" حشام کی پیشانی کی رگیں فوراً تنی تھی۔ اپنے دوست کے جلال پر رافع نفی میں سر ہلاتا وہاں اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دیر میں ہاتھ میں دو کافی کپ تھامے واپسی ہوئی تھی۔

"اب کٹ تو کٹ مطلب فائنل ڈیسجن بتا تیرا۔" رافع اس کا فی کپ تھماتے ہوئے حتمی انداز میں بولا۔ جس پر حشام نے پیشانی مسلی تھی۔

"دیکھ یار میرا دماغ الجھ گیا ہے، میں بالکل اس ٹوپک پر کسی نتیجہ پر نہیں پہونچ پا رہا ہے، اور اس کی وجہ تو ہے۔۔۔" حشام نے دانت کچکچاتے ہوئے رافع کی طرف انگلی کی تھی جس پر رافع کا منہ کھلا۔

"میں؟ میں کیسے؟" رافع نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے وجہ جاننی چاہی۔

"وہ ایسے کمینے انسان کی جس دن سے تو نے ہیٹلر کے انداز میں وہ لمبی چوڑی تقریر کی خاص کا اس ڈاکٹر اور تحسین چاچی کا معازنہ کیا تب سے مجھے تحسین چاچی میں وہ ڈاکٹر اور اس ڈاکٹر میں تحسین چاچی نظر آ رہی ہے اور میرے حتمی فیصلے تک پہونچنے سے پہلے سب۔۔۔۔" حشام نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیشانی مسلی۔ گھر میں ہر وقت تحسین بیگم اور ارسلان کی محبت دیکھ وہ چاہ کر بھی کوئی سخت قدم نہیں اٹھا پا رہا تھا۔ جبکہ کوشش پوری ہوتی تھی لیکن پھر وہی تحسین بیگم کا چہرہ سامنے آ کر سارا بنا بنایا کام بگاڑ جاتا تھا۔

"بھئی مجھے الزام نہ دو میں نے تو تمہیں حقیقت سے روبرو کرایا ہے اور حقیقت تسلیم کرنا مشکل تو ہوتا ہے، اور اگر تو حقیقت سے نظریں چرا کر اپنی چلانا چاہتا ہے تو جا کر چھین لا زور بازو پر اپنے خون کو اور دے دے کم ظرفی کا ثبوت کیا بگاڑ لے گی وہ ڈاکٹر تیرا، لیکن پھر سوال یہ اٹھے گا کی تو گھر میں ثوبان کو کیا کہ کر متعارف کرائے گا؟۔" رافع نے استفامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا جو خشمگین نظروں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

"اول تو میں ایسا بزدلانہ حرکت مر کر بھی نہیں کر سکتا۔" حشام اسے خفگی سے گھورتا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس چلا آیا تھا۔

"دوسرے کا جواب تو میں بھی نہیں جانتا میں بس اتنا جانتا ہوں کی جس طرح وہ ڈاکٹر ثوبان سے دستبردار نہیں ہو سکتی اس طرح میں بھی ثوبان سے الگ نہیں ہو سکتا، اور رہی بات ثوبان کو متعارف کرانے کی تو میں بھائی سے کئے وعدے سے مجبور ہوں، جس بھائی کا کہا میں ان کی زندگی میں کبھی ٹال نہیں سکتا تھا ان کے بعد میں ان سے کیا وعدہ کیسے توڑ دوں۔" حشام نے بے بسی سے سامنے دیوار پر زور کا مکا مارا تھا۔ جب رافع نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بھائی کا دیوانہ ایسا ہی تھا اس کیلئے اس کے بھائی کے منہ سے نکلی بات

حرف آخر ہوتی تھی اس کے آگے نہ حشام علی نے کبھی سوچا تھا اور نہ سوچنے کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔

"تو کیا بتائے گا تو گھر میں کی بنا بچہ آسمان سے پکے پھل کی طرح تیری جھولی میں آگرا وہ بھی تب جب تیری کوئی جھولی ہی نہیں۔۔" آخر میں رافع کا انداز شرارتی ہوا تھا۔ کیونکہ احتشام کو یاد کر کے اپنے یار کے آنکھوں کے بھیگے کونے اس سے چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

"وہی تو کہ رہا ہوں نہ یار کچھ نہیں جانتا بس اتنا جانتا ہوں کی وہ میرے بھائی کا خون ہے جس سے مجھے اپنے بھائی کی خوشبو آتی ہے، جسے پیار کر کے میں اپنے بھائی کو محسوس کرتا ہوں، جس کی ننھی قلقاریوں میں مجھے اپنے بھائی کا قہقہ سنائی دیتا ہے۔" حشام نے آنکھیں میچ کر ذہن کے پردے پر ثوبان کو لاتے ہوئے لاچاری سے بولا۔

"اور اس ڈاکٹر کا کیا؟ اس کے بھی یہی الفاظ ہیں کی وہ ثوبی سے دستبردار نہیں ہو سکتی، وہ ان کا واحد رشتہ ہے ثوبان سے انہیں اپنے دوست کی خوشبو آتی ہے، اینڈ موسٹ امپورٹنٹ اس ڈاکٹر کی وجہ سے ہی آج ثوبان زندہ ہے اگر وہ نہیں ہوتی تو بھابھی کا وہ سفاک بھائی نجانے ہمارے شہزادے کے ساتھ کیا کرتا، اور اب بھی کر سکتا ہے، دوسرے لفظوں میں

اب ثوبان کے ساتھ ساتھ اس ڈاکٹر کی جان کو بھی خطرہ ہے ان کا کون سوچے گا؟ ویسے اس ساری صورت حال کو دیکھتے ہوئے میرے ذہن میں صرف ایک ہی آئیڈیا آرہا ہے۔۔۔" رافع ساری کڑیوں کو جوڑتے ہوئے نتیجہ پر پہونچتے ہوئے آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھا۔

"کیا؟۔۔" حشام نے رخ موڑ کر بیڈ پر بیٹھے رافع کو دیکھا جس کے چہرے پر سنجیدگی لیکن آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"پہلے وعدہ کر کی تو تحمل سے میرا آئیڈیا سنے گا اور تشدد بالکل نہیں کرے گا۔۔" رافع نے جان کی امان چاہی ورنہ جو کھچڑی پک کر اس کے طوفانی دماغ میں تیار ہوئی تھی۔اس کے بعد حشام جیسے پریشر کوکر کا پھٹنا طے تھا۔

"بکواس کر کچھ نہیں کر رہا میں۔۔" حشام اکتائے لہجے میں کہتا اس کے پاس چلا آیا تھا۔جس پر رافع نے فوراً چار ہاتھ کا سیف ڈسٹنس مینٹین کرتے ہوئے بیڈ کے دوسرے کونے پر ہوا۔

"ہو گیا تیرا؟ کھولے گا منہ اب یا میں ہاتھ ڈال کر آواز باہر نکالوں؟۔" اس کی عجیب و غریب حرکت پر حشام نے کوفت سے اسے دیکھا۔ جس پر رافع کھسیا کے ہنسا تھا۔

"آئیڈیا تھوڑا سا ٹیڑھا ہے لیکن سو فیصد کارآمد ہے، گاڈ پرومس۔۔" رافع نے شہ رگ پر ہاتھ رکھا۔ حشام نے ہنکار بھر کر آگے کا اشارہ دیا تھا۔ جس پر رافع سائیڈ ٹیبل سے اپنی ڈائری اور پین اٹھا کر اس کے قریب آیا۔

"دیکھ یہ ثوبان ہے۔۔" رافع نے بک پر ایک گول دائرہ بنا کر اس میں ثوبان لکھا۔ حشام سنجیدگی سے بک کو دیکھ رہا تھا جس پر اس نے اب مزید دو دائرے بنا کر ایک میں حشام اور ایک میں ڈاکٹر حبہ لکھا تھا پھر دونوں کو تیر کی مدد سے ثوبان والے دائرے سے جوڑ دیا تھا۔ اس طرح ان تین دائروں سے مل کر ایک دائرہ بن گیا تھا۔

"اب اس مشن انڈے کا انڈا کی تشریح کرے گا۔" حشام اسے ایک ایک دائرے کو پین کی مدد سے ڈارک کرتا دیکھ پوچھا۔

"بتا رہا ہوں یار صبر رکھ۔ دیکھ یہ ایک ثوبان لکی چارم ہے جس کے دو دیوانے ہیں ایک تو اور ایک ڈاکٹر، اور تم دونوں ہی ثوبان سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے، اور نہ ہی ایک

دوسرے کے جذبات کو مجروح کرنا چاہتے ہو، کیونکہ ایک طرف ثوبان تیرے بھائی کی آخری نشانی ہے تو دوسری طرف ثوبان اس ڈاکٹر کی اکلوتی دوست کی آخری نشانی ہے۔" رافع آدھی کہانی سنا کر سانس لینے کیلیئے رکا۔ جبکہ حشام کی نظر تینوں دائرے سے جڑ کر بنے بڑے دائرے پر ٹکی تھی۔

"دوسری طرف تو بھائی کے وعدے سے مجبور ثوبان کو علی وِلا میں اس کی اصل پہچان کے ساتھ نہیں لے جاسکتا تو وہ ڈاکٹر بھی اپنی ممتا سے مجبور اسے علی ولا جانے نہیں دینا چاہتا، اب ایسی الجھی نا سمجھ آنے والی صورت حال میں اس ڈاکٹر کو ہی علی ولا شفٹ کر لیا جائے تو۔۔؟؟؟؟۔" رافع نے حلق تر کرتے ہوئے اسے دیکھا جو نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے ؟؟؟؟؟" حشام نے کافی دیر دماغ کے گھوڑے دوڑانے کے بعد بھی کوئی سرا نا پا کر سوال کیا۔ جس پر رافع احتیاطی طور پر اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر دس ہاتھ کے سیف ڈسٹنس پر جا کھڑا ہوا۔ تھوک نگلتے ہوئے گویا ہوا۔

"اگر تو اس ڈاکٹر سے شادی کرلے تو۔۔۔" رافع بولنے کے ساتھ روکیٹ کی سپیڈ سے جا کر باتھ روم میں بند ہوا تھا۔

"تو بے غیرت انسان بھاگ کہاں رہا ہے رک۔۔" حشام کو جیسے ہی بات سمجھ آتی تھی۔ جبڑے بھینچتے ہوئے اس کی طرف لپکا تھا۔ لیکن شکر رافع نے تب تک ڈور لاک کر لیا تھا۔

"میں بے غیرت نہیں غیرت مند ہوں تبھی تجھے اس صلاح سے نواز رہا ہوں۔۔" رافع نے اندر سے جوابی کارروائی کی۔

"یہ غیرت مندی کا مظاہرہ تو باہر آ کر کر لعنتی انسان تو سوچ بھی کیسے سکتا ہے کم از کم اتنا تو سوچ لیتا ہم اس ڈاکٹر سے ایک ڈیڑھ سال چھوٹے ہیں۔۔" حشام نے دانت پیستے ہوئے زور سے دروازے پر ہاتھ مارا تھا۔

"تیری جگہ میں ہوتا تو کب کا سوچ چکا ہوتا تجھ کند ذہن انسان کے موٹی بودھی میں بات نہیں سما رہی تو میں کیا کروں، اتنا کارآمد آئیڈیا دیا ہے۔۔۔" اندر رافع اپنے آئیڈیا کی بے قدری پر بلبلایا۔

"تو باہر تو آ پھر میں بتاتا ہوں کون کند ذہن ہے۔۔" حشام نے پیشانی کی پھولتی رگوں سے دروازے پر لات مارا جس پر رافع کی سانس سوکھی۔

"دیکھ حشام میں نے تیرا خیال کر کے تجھے بہترین صلاح سے نوازا ہے نہیں پسند آیا تو سوچ لے پھر اگر اس ڈاکٹر نے تجھے ثوبان کو دے بھی دیا تو علی وِلا میں سب کے سوالوں کے کیا جواب دے گا؟ اب یہاں سے دفع ہو دیبا کو پک اپ کرنا ہے تجھے ہوسپٹل سے۔۔۔" گھڑی پر نظر پڑتے ہی رافع کو راستہ نظر آیا تھا۔ جبکہ رافع کی بات پر حشان کے تنے اعصاب اچانک ہی ڈھیلے ہوئے تھے۔ وہ پیشانی پر ڈھیروں سوچ جال بنے گھڑی پر نظر ڈالتا دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ایک بار پھر رافع نے اس کیلئے سوچوں کے نئے دروازے کھول دئے تھے۔

""ارسلان اب جاگ بھی جاؤ آج سنڈے نہیں منڈے ہے اور نیچے سب وقت سے پہلے ٹیبل پر موجود ہے، اور جلد ہی تمہارے داابو نے تمہارا دریافت کرنا ہے۔" تحسین بیگم

صبح سے چوتھی مرتبہ اس کے کمرے میں آئی تھی۔ مگر صاحب زادے تھے کی نجانے کتنے سالوں کی نیند پوری کر رہے تھے۔

"ارسلان ! اٹھ جاؤ کو نسارات بھر علی وِلا کی پہریداری کر رہے تھے مطلب کی حدا ہے۔۔" تحسین بیگم نے اب کے اس کے منہ سے کمفٹر کھینچ دیا تھا۔ جس پر وہ منہ بسورتا ہوا سرخ آنکھوں کے ساتھ اپنی جگہ اٹھ بیٹھا۔

"اب دس منٹ کے اندر نیچے آؤ، تمہارا یونی فارم سب میں نے ریڈی رکھا ہے۔۔" تحسین بیگم اسے واپس پیچھے کو لڑکتا دیکھ بازو سے تھام کر بامشکل اٹھایا تھا۔ جس پر وہ ان کے ہی کندھے پر سر رکھ کر واپس نیند کی وادیوں میں اترنے لگا تھا۔

"ارسلان ! سہی کہتی ہے دیبا اور نشوہ تمہارے لیئے کوئی گاؤں کی لڑکی ہی ٹھیک رہے گی جو تمہیں روزانہ صبح صبح مرغے کی طرح جگائے۔" تحسین بیگم اسکے ہلکے خراٹوں کی آواز پر زچ ہو کر بولی۔ جس پر ارسلان صاحب کچّی نیند سے تڑپ کر ان سے الگ ہوتے ہوئے دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

"آپ لوگوں کی بے وقت کی دعا آدھی بددعا بن کر تو ویسے ہی لگ چکی ہے، اور کیوں مجھ مسکین پر ظلم کر رہے ہیں۔" نیند کے خمار سے سرخ ہوئی آنکھوں میں صرف آنسوں کی کمی تھی ورنہ بکھرے بال رونی آواز لٹکے ہونٹ سب کی چہرے پر مسکینی ظاہر کرنے میں پیش پیش تھے۔

"استغفراللہ! اللہ نہ کرے کبھی میرے بچے کو بددعا لگے۔" تحسین بیگم نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ لیکن ارسلان صاحب کی مظلومیت جاری تھی۔

"اب صبح شام وقت بے وقت دعا کریں گے تو کوئی تو قبول ہو گی ہی نہ۔" ارسلان مصنوعی ناراضگی سے بولا۔ پھر خود کو نم آنکھوں میں خفگی لیئے گھور رہی تحسین بیگم کے قریب آیا۔

"اب یہ ان خوبصورت آنکھوں سے ان بدنما نمکین پانیوں کو صاف کریں، یہ مجھے برے لگ رہے ہیں آپ کی آنکھوں میں۔۔" ارسلان نے لٹکے ہونٹوں کے ساتھ ان کی آنکھیں

صاف کی تھی۔ جس پر تحسین بیگم نے بے ساختہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پیشانی کا بوسہ لیا تھا۔

"اللہ تمہیں ہر بلا سے محفوظ رکھے ارسلان۔۔ تم نہیں جانتے تم میرے لیئے کیا ہو۔۔" تحسین بیگم نے نم لہجے میں کہتے ہوئے اس کے بال سنوارے تھے۔ پیاسے سے زیادہ پانی کی اہمیت اور ترسی ممتا سے زیادہ اولاد کی نعمت کی اہمیت کوئی نہیں جان سکتا۔

"میں آپ کیلئے جو بھی ہوں لیکن آپ کے جلاد شوہر کیلئے تو صرف ایک جونیئر آفیسر ہوں جس پر وہ ہر وقت ظلم کے پہاڑ توڑتے رہتے ہیں۔" ڈور فریم میں حشام کے ساتھ کھڑے کمشنر صاحب پر نظر پڑتے ہی ارسلان کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"اب آپ میری بیوی سے خود الگ ہونگے یا میں کوئی جلادوں والا ہتھکنڈا آزماؤں؟" کمشنر صاحب اسے مصنوعی خفگی سے گھورتے ہوئے اندر چلے آئے تھے۔ جبکہ حشام وہیں کھڑا پھر تحسین بیگم میں ڈاکٹر حبہ کو دیکھ رہا تھا۔ ساتھ دماغ میں رافع کی تین دن پہلے کی باتیں بھی گردش کر رہی تھی۔

"کمشنر صاحب کیا آپ نہیں جانتے ایک بچے کو اس کی ماں سے اور ایک ماں کو اس کے بچے سے الگ کرنا اس دنیاں کا سب سے بڑا ظلم ہے، اب آپ ایسے کھلے عام ظلم کریں گے تو میرا بچہ جلاد تو کہے گا ہی نہ پھر برا کیوں منانا۔" تحسین بیگم ارسلان کو اپنے نزدیک کرتے ہوئے مذاق میں بولی۔

لیکن یہ بات پیچھے کھڑے حشام کے دل پر جا کر نقش ہو گئی تھی۔اس نے بے ساختہ پہلو بدلہ تھا۔ورنہ رافع کے فضول مشورے کے بعد اس نے یہی سوچا تھا کی کچھ پل کیلئے دل کو کٹھور کر کے اس ڈاکٹر سے ثوبان کو لیکر واپس فرانس کیلئے روانہ ہو جائے گا باقی کا بعد میں دیکھا جائے گا۔

"بیگم!!!۔"کمشنر صاحب نے صدمہ سے اپنی بیگم کو دیکھا جو اپنے بچّے کے سامنے انہیں کسی کھاتے میں ہی نہیں لاتی تھی۔

"کیا بیگم ؟۔" تحسین بیگم مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔جس پر کمشنر صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہاں! آج ثابت ہو گیا ایک عورت اپنے بچے سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کرتی اپنے اکلوتے شوہر سے بھی نہیں، ہمیں آپ سے یہ امید نہیں تھی بیگم۔۔"کمشنر صاحب مفت میں اموشنل ہوئے۔

"اور آج یہ بھی ثابت ہو گیا کی بندہ چاہئے باہر کتنا بھی بڑا جلاد ظالم جابر کمشنر کیوں نہ ہو، گھر میں ایک معمولی بھیگی بلی شوہر ہی ہوتا ہے جو اپنی بیوی کے آگے چوں نہیں کر سکتا۔ چہ! چہ! کمشنر صاحب۔۔"ارسلان بولنے کے ساتھ ہی پوری رفتار سے اسٹینڈ سے اپنے کپڑے اٹھا کر باتھ روم میں بند ہوا تھا۔ جس پر جہاں کمشنر صاحب تلملائے تھے وہیں تحسین بیگم ہنس ہنس کر سرخ ہو گئی تھی۔ جبکہ حشام الجھے ذہن ساتھ الٹے قدم واپس ہو گیا تھا۔

"ہنسیں نہیں بیگم، یہ سب آپ کی دی گئی شہ ہے، اب آجائے آپ کا لاڈلا میرے آفس۔۔"کمشنر صاحب اپنی بیگم کو مسلسل قہقہ لگانے سے روہانسے ہوئے۔

"ہاہاہاہا۔۔ اکبر کتنا جلتے ہیں آپ میرے بچے سے۔۔" تحسین بیگم نفی میں سر ہلاتی ارسلان کا بکھرا کمرہ سمیٹنے لگی۔

"اللہ کرے تمہاری بیوی میری جتنی ظالم ہو۔۔"کمشنر صاحب نے باآواز بلند بد دعا دی تھی۔

"نہیں وہ بہت معصوم ہے۔۔"اندر سے ارسلان کے منہ سے بے ساختہ پھسلا تھا۔ جس پر فوراً زبان دانتوں تلے دباتے ہوئے اس نے شاور آن کیا تھا۔

"حولدار ایک ایک گاڑی کی اچھے سے تلاشی لو کوئی بھی بڑی سے بڑی یا چھوٹی سے چھوٹی گاڑی بنا تلاشی کے اس ٹول ناکے سے نہیں گزرنی چاہئے خواہ وہ کتنے بھی بڑے شریف آدمی کی کیوں نہ ہو۔"ارسلان نے جیپ کے بونٹ پر بیٹھ کر ایک ایک بات پر زور ڈالتے ہوئے سامنے کھڑے تینوں حولداروں کے ساتھ سامنے معدب سے کھڑے آفیسر کو ہدایت دی تھی۔

"پر سر کچھ ٹرکس اور گاڑیاں ایسی ہیں جس کی تلاشی تو دور کی بات روکنے تک کی ہمیں اجازت نہیں، اپر سے اوڈرز ہوتے ہیں۔۔" سامنے کھڑے آفیسر نے نظریں جھکائے اطلاع دیا تھا۔ جس پر ارسلان نے ایک ای برو اٹھایا۔

"کیوں ان گاڑیوں کے مالکین حضرات فرشتے ہیں، جن کی گاڑیوں میں لوگوں کے رزق ٹرانسفر ہوتے ہیں؟۔۔" ارسلان کے الٹے سوال پر آفیسر گڑبڑایا تھا۔

"کان کھول کر سن لیں اب سے میں روزانہ اس ٹول ناکے کا دورہ کرنے والا ہوں، یہاں سے گزرنے والی ہر گاڑی کی تلاشی ہو گی، اگر ایک کسان کے سائیکل پر بندھی بوری چیک کی جائے گی تو ایک امیر انسان کے اے سی کار کی ڈگی کی بھی تلاشی ہو گی، اینڈ دٹس مائی اُوڈر۔۔" ارسلان ایک چھلانگ کے ساتھ گاڑی سے کود کر اس آفیسر کے مقابل آتا سرد لہجے میں بولا۔ جس کی عرق آلود پیشانی ہی اس کے اندر کے چور کا پتا دے رہی تھی۔

"پر سر اپر کے اُوڈر۔۔؟؟؟" آفیسر نے حلق تر کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی آپ فکر نہیں کریں آفیسر اُپر سے بھی اُپر والوں سے تعلق ہیں ہمارے ضرورت پڑی تو اُپر والے کو اس سے بھی اُپر کی ٹکٹ کٹا دیں گے، آپ ڈیوٹی کریں نہ فکر کیوں

کر رہے ہیں۔" ارسلان مقابل کھڑے آفیسر کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے بولا۔ جس پر وہ تھوک نگلتا مارے باندھے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گاڑیوں کی طرف بڑھ گیا ساتھ دوسرے حولدار بھی اپنی اپنی جگہ واپس ہو گئے تھے۔

"بندہ غصیل، سنجیدہ، اُکھڑ ہو نہ ہو چہرہ بوسی پریذیڈنٹ والا ہو تو کام ویسے ہی بن جاتا ہے۔ ویل ڈن انسپکٹر ارسلان۔۔" ارسلان نے خود ہی خود کو داد دی تھی۔ وہ کمشنر صاحب کی ہدایت پر ٹول ناکا آیا تھا۔ ارادہ تو فوراً حاضری لگا کر واپسی کرنے کا تھا۔ لیکن آفیسر کی مکار شکل دیکھ وہ رک گیا تھا۔ ابھی وہ واپس جیب کی بونٹ پر بیٹھ کر ٹھنڈی ہواؤں کا مزہ لیتے ہوئے آفیسر پر نظر رکھنے کا ارادہ کرتا پیچھے ہوا تھا کی اس کی نظر پاس موٹے پیر کے پاس کھڑی لڑکی پر پڑی۔ جس کی نظر بڑی تیزی سے آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"یہاں ہائی وے پر لڑکیوں کا کیا کام؟" ارسلان حیرانی سے بڑبڑایا۔ کیونکہ یہ ہائی وے شہر سے اچھا خاصا دور تھا۔ جہاں کم از کم ایسی چھوئی موئی ٹائپ لڑکیوں کیلئے کچھ نہیں رکھا تھا سوائے جنگل اور کھیت کے۔

"صاحب جی میں بھی آپ کو وہی بتانے آیا تھا وہ میڈم جی نجانے کون ہے، جب سے ادھر ادھر گھوم رہیں ہیں لیکن کر کچھ نہیں رہی صرف گلے میں کیمرا لٹکایا ہوا ہے۔۔"ارسلان کی بڑبڑاہٹ سن کر حولدار نے اطلاع دی۔

"ہممم! آپ ادھر دیکھیں میں معلوم کر کے آتا ہوں۔"ارسلان حولدار کو دوسری طرف جانے کا اشارہ کرتا خود اس لڑکی کی طرف بڑھا تھا۔ جو بار بار اپنا کیپ ٹھیک کر رہی تھی۔

"اہم! کون ہیں آپ؟ اور ہائی وے پر اس کیمرے کے ساتھ کونسا سین کیپچر کر رہی ہیں؟"ارسلان نے اس کے سر پر پہونچ کر گلا کھنگارتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔ جس پر کب سے چوہدری کی ٹرکوں کا انتظار کر رہی پرواز چونک کر اس کی طرف مڑی تھی۔ اور مقابل باوردی مسٹر حاتم طائی عرف مسٹر نان اسٹاپ کو دیکھ منتھی نور پرواز کی ایک پل کیلئے سانس رکی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل اس نے نے خود پر قابو پاتے ہوئے کیپ کو کچھ اور نیچے کیا تھا ساتھ بلیک ماسک کو اُپر کو سر کایا تھا۔

"میں نے شائد آپ ہی سے کچھ پوچھا ہے جواب دے دیں گی آپ آج کی تاریخ میں ؟" ارسلان مقابل کے فضول کے پردے پر کوفت سے بولا۔ جس پر منتہٰی نے آنکھیں گھمائی۔

"خیر کون ہیں آپ اور چہرہ کیوں چھپارہی ہیں ؟" مقابل کو اب بھی خاموش دیکھ ارسلان اب کے سخت لہجے میں استفار کیا۔ کمشنر صاحب کے سختی سے اُوڈر تھے کی ایک ایک چیز پر نظر رکھی جائے ورنہ اپنا ٹرانسفر اُوڈر ریسیو کرنے پہونچ جائے۔اب انسپکٹر ارسلان نے تو مر کر بھی ٹرانسفر نہیں لینا تھا۔

"پرواز ! پیشے کے اعتبار سے جرنلسٹ ہوں، سنا تو ہو گا صحافی پیشے کے متعلق جو کالے جرم کی سیاہی سے رنگے کالے چہروں کا نقاب ہٹا کر ان کے کالے کرتوتوں کا پرداہ فاش کرتے ہیں۔اور رہی بات اپنا چہرہ چھپانے کی تو وہ تو بس سورج صاحب کی مہربانی کی وجہ چھپایا ہے،اب خدانخواستہ ملک میں اپنی سکن کی کیر کرنے کے خلاف بھی تو کوئی قانون نہیں نافذ ہوا ہے نہ انسپکٹر صاحب ؟۔ مقابل کا تفصیلی جواب پُراعتمادی کے ساتھ بھرپور بے نیازی سے آیا تھا۔ جس پر ارسلان کی بھنویں تنی۔

"ہمم! یہاں شہر سے دور جنگل میں آپ کونسے چور ڈاکوں کے چہرے سے نقاب ہٹانے آئی ہیں؟" مقابل کے تیکھے لہجے پر ارسلان نے بھی تیکھا لہجہ ہی اختیار کیا تھا۔

"چور ڈاکو تو صرف گھر لوٹتے ہیں انسپکٹر اصل ملک کو تو شریف لوگوں نے دیمک کی طرح چاٹ کر خستہ حال کیا ہوا ہے، اب پرواز کو کیا ضرورت چور ڈاکو کے پیچھے خوار ہونے کی۔۔" ٹکا سا بہت کچھ جتاتا ہوا جواب اسی اعتماد کے ساتھ آیا تھا۔ جس پر ارسلان واقع متاثر ہوا تھا۔

"تو پھر آپ یہاں کونسے شریف بندے کے شریف خانے تک کا سرنگ کھودنے آئی ہیں؟" ارسلان نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے مقابل کے اعتماد کو ڈگمگانے کی خواہش سے بھاری آواز میں سوال کیا۔ لیکن وہ کیا جانے پرواز تو خود لوگوں کا اعتماد پل میں ہوا کرنے والوں میں سے ہے۔

"سرنگ کھودنے کے چکر میں وقت کون برباد کرے آفیسر ہم صحافی تو سونگھتے ہوئے اصل تحہ خانے تک پہونچ جاتے ہیں، خیر ایکچولی آئم انٹرن کام سیکھ رہی ہوں پروجیکٹ کا حصہ تھا نیچر تو ادھر نکل آئے، آپ کو تکلیف ہوئی اس کیلئے نو سوری کیونکہ میں نے آپ

کو انٹرپٹ نہیں کیا آپ خود یہاں آئے تھے بائے۔۔"پرواز اسی بے نیازی کا مظاہرہ کرتی ارسلان کو لاجواب چھوڑ کر اپنا کیپ آنکھوں سے ہٹاتی آگے بڑھی۔

"مس بلیک کیپ!!!۔"پیچھے سے اچانک ارسلان کے آواز لگانے پر منتہیٰ بنا سوچے سمجھے ہی پلٹی تھی۔اور اس کے آنکھوں پر نظر پڑتے ہی ارسلان ٹھٹھکا تھا۔جبکہ منتہیٰ نے فوراً کیپ نیچے کیا تھا۔

"ی۔۔یس۔؟؟"منتہیٰ مقابل کی نظر خود پر جمی دیکھ گڑ بڑائی۔اور اس کی آواز پر ارسلان ہوش میں آیا تھا۔

"آپ کو کیسے معلوم میں انسپکٹر ہوں؟"ارسلان چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔کوشش اتنی سی تھی کے ان بڑی بڑی خلافی حیرت سے پھیلی آنکھوں کو واپس دیکھے جو پچھلے ایک ہفتے کی تلاش سے مماثلت رکھتی معلوم ہو رہی تھی۔

"اسے میں احمقانہ سوال کہوں یا لطیفہ؟۔"اس کے قریب آتے ہی منتہیٰ نے ماسک ناک پر درست کرتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب؟؟؟؟۔"

مطلب یہ انسپکٹر ارسلان علی اس وقت آپ فل یونی فارم میں موجود ہیں اور آپ کے وردی پر بیچ لگا ہے، پیچھے آپ کی جیب کھڑی ہے، اور وہاں سے آپ کا آفیسر آپ کو گلا پھاڑ پھاڑ کر آواز لگا رہا ہے۔ دیکھیں !۔۔۔" پرواز نے دوسری طرف اشارہ کیا۔ جہاں واقعی حولدار صاحب اپنا گلا پھاڑ رہے تھے۔ ارسلان نفی میں سر ہلاتا اس طرف بڑھ گیا دماغ میں یہی چل رہا تھا کی ایک بار ان آنکھوں کو دیکھے کیونکہ اس دن اپنی مسلسل بک بک پر صرف منتہٰی کی حیرت سے پھیلی آنکھیں ہی دیکھ پایا تھا۔ اور ضمیر صاحب کو اپنے ذمہ دار ہونے کا ثبوت دینے کئی بار اس چورستے کا چکر لگا چکے تھے جہاں نہ کچھ ملنا تھا نہ ملا تھا۔ نور بانو کا نمبر تھا لیکن کال کر کے منتہٰی کا پوچھ کر انہیں بھی اپنی غیر ذمہ داری کا ثبوت دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"دیکھتے ہیں میری بھولی اماں کے فرشتے صفت صاحب جی آپ منتہٰی نور پرواز کو تلاش کیسے کرتے ہیں، کیونکہ آپ کی نظر میں جو منتہٰی مٹّی میں اٹی گاؤں کی بھولی بھالی لڑکی ہے، حقیقت میں وہ ہواؤں سے باتیں کرنے والی آسمانوں کی بلندیاں ناپنے والی پرواز ہے جس کی اڑان ہی اس کی پہچان ہے، تو پھر کیسے آپ زمین آسمان کے بیچ کی تفریق مٹا پائیں گے؟ ویسے کوشش اچھی تھی، آنکھوں سے چہرہ تلاش کرنے کی۔ نائس اٹیمٹ۔ بٹ

فیل سو سیڈ۔۔"منتہٰی ارسلان کی چوڑی پشت دیکھ بڑبڑائی۔اس نے بہت اچھے سے ارسلان کی اپنے آنکھوں کو دیکھنے کی کوشش نوٹ کی تھی۔جرنلسٹ تھی لوگوں کے ایک ایک حرکت پر نظر رکھنا کونسا مشکل کام تھا اس کیلئے۔

" چلیں جی انسپکٹر صاحب نیکی کر دریا میں ڈال والے معقولے پر عمل کیا ہے آپ نے۔خدا حافظ حاتم طائی ورژن ٹو عرف اماں کے فرشتے۔۔"منتہٰی ہاتھ ہلاتی سائیڈ پر کھڑی اپنی سکوٹر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"آپ کے خیال میں عدالت ثوبان کو کسٹڈی کسے دے گی اس کی منہ بولی آنی کو یا سگے چچا کو؟"

"آپ کے خیال میں عدالت ثوبان کی کسٹڈی کسے دے گی اس کی منہ بولی آنی کو یا سگے چچا کو؟۔" حشام نے ٹیبل پر رکھے کافی کے مگ کے اعطراف شہادت کی انگلی پھیرتے ہوئے جتنے آرام سے سوال کیا تھا۔ سامنے بیٹھی حبہ نے اتنی بے چینی سے تڑپ کے سر اٹھایا تھا آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی دماغ کانوں سنے پر اعتبار کرنے کو ذرا راضی نہیں تھا۔

"مم۔۔ مم۔۔ میں۔۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔؟؟؟؟" حبہ ثوبان پر گرفت بڑھاتی کپکپاتی آواز میں کانوں سنے کو جھٹلانے کی تک ودد میں بولی۔ لرزتا دل بڑی شدت سے دعا گو تھا کی حشام اپنے الفاظ بدل لے اب کی بار۔ جبکہ حشام واپس اس میں تحسین بیگم کو دیکھ نظر چرا گیا تھا۔ کیونکہ ابھی وہ جو بات کرنے والا تھا اس سے پہلے ڈاکٹر اور خود دونوں کیلئے ہی نرم لہجہ صحیح نہیں تھا۔ ورنہ بنتی بات بگڑ سکتی جاتی۔

"میں نے بہت آسان سا سوال کیا ہے ڈاکٹر آپ کے مطابق اگر ہم دونوں ثوبان کی کسٹڈی کیس لڑیں تو عدالت کس رشتے کو اہمیت دے گی؟ کیونکہ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کی بھابھی نے آپ کو گارڈین شپ نہیں دی تھی اتنا تو ان کے پاس وقت ہی نہیں

تھا۔۔" حشام نظر چرائے ہی ٹھوس لہجے میں کہتا حبہ کو حقیقت میں لا پٹکا تھا۔ جس پر کب سے پلکوں کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھے آنسوں گالوں پر نکل آئے تھے۔ جو دو پل کا فاصلہ طے کرتے ثوبان کے نرم گال پر موتی کی طرح ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔ جس پر پر سکون سو رہے شہزادے کی نیند میں خلل پڑا تھا تبھی کسمسائے تھے۔

"مم۔۔۔ میں نہیں دو نگی ثوبی کو۔۔ ییہ۔۔۔ یہ میرا واحد سرمایا ہے میرے مسکرانے کی وجہ میری زندگی واحد روشن ستارہ۔۔ مم۔ مم۔۔ میرے خاموش ویران گھر کی رونق۔۔ مم۔۔ میرا سب کچھ ہے یہ اسے خود سے نکالوں تو مجھ میں کچھ نہیں بچتا۔۔۔ میں نہیں دو نگی۔۔" ہمیشہ سے نڈر کے خطاب سے نوازے جانے والی حبہ کی زبان آج بات بات پر لڑکھڑا رہی تھی۔ آواز میں واضح لرزش تھی۔ کھونے کا ڈر تھا کھو کھلی دلیل تھی۔ اور گود میں سوئے ثوبان پر گرفت اتنی سخت تھی کے معنوں ابھی عدالت اس سے ثوبان کو چھین کر حشام کے حوالے کر دے گی۔ اور اس کے اس قدر شدید رد عمل کو دیکھ حشام کو اب اپنی بات مکمل کرنا دنیاں کا سب سے مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔ وہ بار بار پہلو بدل کر اس سے نظریں ہٹانا چاہ رہا تھا جس میں تحسین بیگم کا آنسوں سے تر چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"دد۔دیک۔۔دیکھیں اسے۔۔اسے مجھ سے۔۔مت چھنیں یہ۔۔یہ میری بہن جیسی دوست کی آخری نشانی ہے۔۔"دوسری طرف مکمل خاموشی محسوس کر کے حبہ نے ثوبان کو پیشانی پر لب رکھتے ہوئے التجاء کی تھی۔جس پر حشام دل پسج کر رہ گیا تھا۔اس نے بڑی مشکل سے خود پر قابو کرتے ہوئے خود کو نرم پڑنے سے باز رکھا۔

"اگر یہ آپ کی بہن جیسے سہیلی کی آخری نشانی ہے تو یہ میرے باپ جیسے بھائی کی بھی آخری نشانی ہے، سو آپ اس غلط فہمی سے نکل آئیں کی میں ثوبی کو چھوڑ دونگا،ایسے یا تیسے میں اپنا خون واپس لیکر رہونگا۔"حشام بے لچک لہجے میں بنا کسی لگی پٹی کے دوٹوک بولا۔جس پر حبہ کی آنسوں میں روانگی آگئی تھی۔

"کک۔۔ک۔۔کوئی بیچ کا راستہ نہیں ہو سکتا ہے؟؟۔"حبہ نے مصلحت سے کام لینا چاہا کیونکہ شائد عدالت اسکا کسٹڈی کیس بھی فائل نا کرے ثوبان کے سگے مالدار چاچا اور سٹرونگ فیملی بیک گراونڈ کے مقابل۔ویسے بھی یہ دنیاں تو طاقت والوں کی ہی ہے۔

"راستہ ہے واحد راستہ لیکن ہے بہت مشکل ہے ہم دونوں کیلئے۔۔۔"مدع کی طرف حبہ کی پیش قدمی دیکھ حشام اپنے تنے اعصاب بھینچی مٹھیاں اور اسکی گڑیاوزاری دیکھ بھینچے

لب کو ٹھیک کرتا ایک سرد پر سکون سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے بولا۔ ورنہ حبہ کے آنسوں اسے کمزور کر رہے تھے قریب تھا کی وہ ہار مان جاتا۔

"مم۔۔ مجھے۔۔ مجھے فرق نہیں پڑتا میں اپنے ثوبی کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔۔ میرا بچہ میرے پاس رہے بس۔۔" حبہ فوراً آنسوں صاف کرتی نئی امید سے بولی۔ گہرے گہرے سانس ایسے لے رہی تھی جیسے اچانک گھٹن زدہ ماحول میں ٹھنڈی ہواؤں کی لہر دوڑ گئی ہو۔

"دیکھیں ڈاکٹر میرا آپ کو رلانے کا یا ہرٹ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اور نہ ہی میں زور بازو آزما کر کورٹ، کچہری، کیس، سنوائی اور انصاف تک جا کر آپ کی ممتا کو نظر انداز کرتے ہوئے کم ظرفی کا ثبوت دینے کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن آپ بھی سمجھیں میں بھلے ہی یہ سب نہ کروں، اور آپ کی محبت کو دیکھ ثوبان کو آپ کو مکمل سونپ بھی دوں تو آپ کو لگتا ہے کی میں ثوبان سے مکمل دستبردار ہو سکتا ہوں؟۔۔" حشام ٹھنڈی کافی کپ کے کوروں پر انگلیاں گھماتے ہوئے ٹھہرے لہجے میں کہتا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو سانس روکے بڑی بڑی نم آنکھوں میں الجھن لیئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"نہیں! میں ثوبان سے اب چاہ کر بھی دستبردار نہیں ہو سکتا، خواہ میں آپ کو ثوبان کو سونپ دوں، لیکن میں اس سے رابطہ نہیں ختم کر سکتا، کیونکہ وہ میرے لیۓ اتنا ہی اہم ہے جتنا آپ کیلیئے ہے، تو ظاہر سے بات ہے میں ثوبان سے میں رابطے میں رہونگا مطلب دوسرے لفظوں میں آپ سے رابطے میں رہونگا، اور محافظ گھرانے کا بیٹا خاص کر ایک بہن کا بھائی ہوتے ہوئے مجھے یہ بالکل سوٹ نہیں کرے گا کی میں کسی بھی مقصد کیلیئے ایک لڑکی کو کبھی ہوٹل میں تو کبھی پارک میں بلاؤں، راتوں کو اس کے فون پر کال کروں، یا اس کے ورک پلیس پر جا کر بنا کسی رشتے کے اس کا انتظار کروں۔۔۔" حشام کی بات پر حبہ کی پیشانی پر سوچوں کے بل نمودار ہوئے تھے۔ آخر یہ شخص کہنے کیا والا تھا۔

"آپ پلیز صاف لفظوں کا استعمال کریں گے۔۔۔" حبہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولی۔ جس پر پیشانی مسل رہا حشام سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"ہمممم!!۔۔ تو صاف بات یہ ہے کی ثوبان آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا، میں ثوبان کو نہیں چھوڑ سکتا، اور ثوبان کو آپ نہیں چھوڑ سکتی، ان شارٹ ہم تینوں ایک چین میں

ہیں، سو سمپلی ہمیں ساتھ رہنا ہوگا، آپ اور میں بنا کسی رشتہ کے تو ساتھ رہ نہیں سکتے آگے آپ سمجھدار ہیں۔۔۔" حشام کا اطمینان اب بھی برقرار تھا۔ لیکن اسکے اشارے پر اب کی بار حبہ کے رہے سہے اوسان خطا ہوئے تھے۔ مطلب وہ شخص کہ کیا رہا تھا اس نے بے یقینی سے حشام کی طرف دیکھا جس کے چہرے کی سنجیدگی اس کے ارادوں کی پختگی کا ثبوت دے رہی تھی۔ بے شک وہ انسان یہاں ہر لحاظ سے درست تھا لیکن۔۔ اس سے آگے حبہ سوچ ہی نہیں پا رہی تھی۔

"آپ مجھ سے چھوٹے ہیں۔" کافی دیر کی گمبھیر خاموشی کے بعد حبہ نے ایک ایک لفظ پر خاصا دباؤ ڈالتے ہوئے جواز دیا۔

"جی! جانتا ہوں ایک ڈیڑھ سال چھوٹا ہوں، میری تو خیر ہے لیکن آپ کو اسے قبول کرنے میں زیادہ پروبلم ہو گی کیونکہ میچور لڑکیوں کو اپنے سے کم عمر لڑکے ذرا مشکل سے ہی برداشت ہوتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی سمجھدار کیوں نہ ہوں، سو آپ پریشان نہ ہوں، یہ نکاح جسٹ کنٹریکٹ میرج ہو گا، ثوبان ابھی ایک سال کا ہونے والا ہے، پانچ سال ہونے تک سمجھدار ہو جائے گا پھر وہ جسے چنے ثوبان اسکا۔ کنٹریکٹ ختم، ویسے آپ نے ہی تو کہا تھا

آپ ثوبان کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہیں، سو آئی ڈونٹ تھنک اس فیر گیم میں آپ کو کوئی مسئلہ ہو گا۔" حشام کندھے اچکاتا اطمینان سے بولا۔ انداز اتنا مطمعین تھا جیسے ساری پلاننگ کر کے آیا تھا۔ جبکہ حبہ کا تو منہ ہی کھل گیا تھا اس عظیم پلاننگ پر۔ اس سے پہلے کی وہ لب کشائی کرتی حشام دوبارہ بول اٹھا تھا۔

"آئی نو اِٹس ڈیفیکلٹ، لیکن آپ بھی تو سیچویشن کی ڈیمانڈ کو سمجھیں، بھابھی کا خبیث بھائی پچھلے ایک سال سے ثوبی کے خون کا پیاسہ بنا گھوم رہا، آپ کب تک اس سے ثوبی کو یا خود کو بچاتی رہیں گی، اگر آپ کو یہ ڈیل نہیں منظور تو آپ ثوبی کو مجھے دے دیں میں اسے لیکر فرانس واپس شفٹ ہو جاونگا، اور اگر نہیں دے سکتیں تو ہمارے پاس ساتھ رہنے کے علاوہ کوئی آپشن نہیں کیونکہ میں ثوبی کو لیکر اب کوئی رسک افورڈ نہیں کر سکتا۔" حشام قطعت بھرے انداز میں بولا۔ جب ثوبان صاحب بھی کسمساتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو مسلتے اٹھ گئے تھے۔ اب بڑی بڑی نیند کی خمار سے سرخ ہوئی آنکھوں سے حشام کو ایسے گھور رہے تھے۔ جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"ہیے! گُڈ مارننگ چیمپ آجائیں چاچو کے پاس۔۔" ثوبان کو خود گھورتا دیکھ حشام مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر حبہ کے سائیڈ آیا تھا۔ جبکہ حبہ ویسے ہی بیٹھی حشام کی بات پر غور و فکر کر رہی تھی۔

"ڈاکٹر میں اٹھالوں شہزادے کو۔؟؟؟؟" حشام نے اس کی اجازت لینا ضروری سمجھا۔ جس پر حبہ نے بنا کچھ کہے ثوبان کو اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ حشام ثوبان کو اٹھائے ابھی آیا کہ کر پارک کی دوسری جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ حبہ ایک ٹک اپنی خالی گود دیکھ رہی تھی۔

وہ لنچ بریک میں ثوبان کو دیکھنے ڈے کیر سینٹر گئی تھی وہاں حشام کو کھڑا دیکھ جہاں پیشانی پر ناگواری کو بل نمودار ہوئے تھے وہیں حیرانی بھی ہوئی تھی۔ لیکن حشام کے سنجیدگی سے بہت امپورٹنٹ بات کرنی ہے کہنے پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ ثوبان کو لیکر اس کے ساتھ ہوسپٹل کے پاس والے فیملی ریسٹورنٹ میں چلی آئی تھی۔ یہاں پر آنے سے لیکر بیٹھنے تک اسے ذرا اندازہ نہیں تھا کی حشام کیا امپورٹنٹ بات کرنے والا ہے لیکن اب پہلے اس کی عدالت والی بات پھر دوسری دلیلیں سن کر حبہ کا دماغ سن ہو گیا تھا۔ اس کی لغت میں

کہیں لفظ شادی کیلئے کوئی جگہ نہیں تھا پہلے اس کا مقصد صرف اپنے فرض کو پوری ایمانداری سے خوش اسلوبی سے نبھاتے ہوئے لوگوں کی خدمت کو اپنی زندگی کا واحد مقصد بنانا تھا۔ اور اب ثوبان۔ لیکن اچانک حشام نامی تیز ہوا کے جھونکے نے آکر ایک ساتھ ڈاکٹر حبہ کے قسمت کے کئی اوراق الٹ کر نئی سوچوں کے بہت سے دروازے کھول دئے تھے۔ جس سے نکلنے کا بس ایک راستہ تھا۔ جس پر چلنے کا سوچ کر ہی ڈاکٹر حبہ نے بے ساختہ جھرجھری لی تھی۔

"یہ لیں ثوبی کو دو تین دن سے کال کرونگا آپ اپنا فیصلہ بتادیجئے گا میں اس حساب سے کیا کرنا ہے سوچ لونگا۔۔" حشام بت بنی حبہ کے گود میں ڈھیر سارے چوکلیٹس اور سنیکس دونوں بازوں سے دبوچے ثوبان کو پکڑاتے ہوئے بولا۔ جس پر حبہ بنا کچھ کہے الجھے دماغ کے ساتھ وہاں سے نکل گئی تھی۔

---------،-------------

"چلیں مسٹر احان علی آگئی آپ کی منزل، ملتے ہیں ان محترم ڈاکٹر عاصم سے آخر ہمیں بھی تو معلوم ہو کی ایسی کونسی ڈائنامک پرسنالٹی ہے محترم کی جو میری بیسٹ فرینڈ کی زبان

نہیں تھک رہی انکی شان میں قلعے باند ھتے۔۔۔"احان حیات ہوسپٹل کے باہر گاڑی روکتے ہی دانت پیس کر بڑ بڑاتا گاڑی سے باہر آیا تھا۔

اس ایک ہفتے میں روزانہ دیبا کے منہ سے ڈاکٹر عاصم نامہ سن سن کر ایس پی صاحب کی بس ہو گئی تھی۔اور آخر کار آج اپنی ساری مصروفیت کو ایک سائیڈ پر ڈال کر جلے بھنے دل کے ساتھ حیات ہوسپٹل پہونچ گئے تھے ڈاکٹر صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے۔

"ہوں گے آپ بہت بڑے ڈاکٹر ڈاکٹر صاحب لیکن آپ کو کوئی حق نہیں حاصل کی آپ میرے اور میری بیسٹ فرینڈ کے خاص وقت میں اپنی ناک گھسائیں۔"احان بغل میں دبی کیپ اچھے سے سر پر لگاتے ہوئے مجرم کی پرکھ پل میں کر لینے والی چہرہ شناس آنکھوں پر سن گلاسیس کا پردہ ڈالتا مغرور چال چلتا ہوا ہسپتال کی انٹرینس کی طرف بڑھا تھا۔اور انٹرنس پر قدم رکھتے ہی ایس پی صاحب کے قدم ڈگمگائے تھے۔

"افففف! اگر دیبا نے دیکھ لیا تو کیا جواز دونگا؟"احان نے پریشانی سے پیشانی مسلی۔کیونکہ دیبا میڈم کا ایک نام کوئسچن بینک بھی تھا۔

"Any problem sir?"

پاس کھڑے گارڈ نے سلامی پیش کرتے ہوئے سوال کیا۔ جس پر احان کھسیا کر ہنستا نفی میں سر ہلاتا آگے بڑھا تھا۔

"کام ڈاؤن ایس پی تم کوئی اس ڈاکٹر کی بہن کیلیئے رشتہ نہیں لیکر جا رہے اس کا دل گردہ ناپنے جا رہے ہو سو جسٹ چِل، آخر دیکھنا ہے نہ تمہیں ایسا کونسا شہزادے گلفام کی خوبصورتی اور حاتم طائی کی سخاوت لیکر محترم نے اس سرزمین پر جنم لیا ہے جو دیبا کو ان میں فرشتہ نظر آتا ہے۔" احان خود کو تسلی دیتا وہی مغرور چال چلتا آگے بڑھا۔ اس کی مغرور چال اور خوبرو شخصیت سے متاثر ہوتے کئی لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ لیکن اسے تو ڈاکٹر دیبا کی نظروں میں اپنے لیئے ستائش دیکھنی تھی وہ سب کی نظروں کو نظر انداز کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ جب وائٹ کورٹ تھامے ایک لمبا چوڑا خوبرو سنجیدہ سا بندہ اس کے مقابل کھڑا ہوا۔

"Any problem sir?"

مقابل نے بڑے شائستہ لہجے میں سوال کیا تھا۔

"جی! اکچولی مجھے ڈاکٹر عاصم سے ملنا تھا۔" احان اس کی پرسنالٹی سے متاثر ہوتے ہوئے بولا۔

"جی فرمائیں میں ہی ڈاکٹر عاصم ہوں۔۔" ڈاکٹر عاصم کورٹ دوسرے ہاتھ پر منتقل کرتے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔ جس پر احان کے چہرے پر کچھ پل کیلئے آئی مسکراہٹ اور آنکھوں میں جھلکی متاثر کن تاثرات پل میں الٹے قدم لوٹ گئے تھے۔ اب بھلا ایس پی صاحب کو شوبھا دیتا اپنے رقیب سے متاثر ہونا یا موتیاں بکھیر کر بات کرنا۔ آخر کو دشمنی کے بھی کوئی آداب ہوتے ہیں۔

"اب ایسی بھی کوئی متاثر کن شخصیت نہیں ہے عام سا تو ہے۔" احان بلیک پینٹ پر بلیو شرٹ کوان شرٹ کئے، دونوں آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کر کے دائیں ہاتھ میں قیمتی چمچماتی گھڑی پہنے اس پر کورٹ ڈالے گریس فل سے ڈاکٹر عاصم کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے منہ ہی منہ ہی بڑبڑایا۔ دل کھٹا جو ہو گیا تھا۔

"آپ نے کچھ کہا سر؟" ڈاکٹر عاصم نے اس کے ہلتے لب دیکھ سوال کیا۔ جس پر احان فوراً سر جھٹکتا ہوش میں آیا تھا۔

"ہائے آئم ایس پی احان علی۔" احان نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ آگے کیا۔ جس کو مقابل نے مسکراتے ہوئے بڑی نرمی کے ساتھ تھام لیا تھا۔

"ہائے! آئم ڈاکٹر عاصم اینڈ آپ کو کون نہیں جانتا، میں تو آپ کے اپنے ہوسپٹل میں دیکھ کر حیران ہوں اگر ہمارے لائق کوئی خدمت ہے تو اٹس ہونر فرمی۔۔" ڈاکٹر عاصم خوش دلی سے بولے۔

"جی خدمت نہیں چھوٹی سی ریکویسٹ ہے، دراصل میں انٹرن ڈاکٹر دیبا کا کزن ہوں، آج کچھ کام سے انہیں ذرا جلدی گھر جانا تھا، انہوں نے بتایا کی آپ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں تو میں نے سوچا میں پرسنلی آپ سے پرمیشن لے لوں، آئی ہوپ آپ کوئی ایشو نہیں ہوگا۔۔" احان نے بروقت بہانہ گڑھا تھا آخر کو ارسلان کا بڑا بھائی تھا کچھ تو اثر ہوتا۔

"جی کوئی ایشو نہیں ہے ویسے بھی آدھے گھنٹے میں انٹرنس کی چھٹّی ہونے والی ہے اینڈ ڈاکٹر دیبا آج میرے ساتھ اوٹی میں تھیں تو فری ہی ہونگی آپ لے جائیں۔۔ اوکے آئم کمینگ اکسکیوزمی ذرا ارجینٹ ہے۔۔" نرس کے وارڈ کی طرف آنے کا اشارہ کرتے ہی

ڈاکٹر عاصم معذرت کرتے آگے بڑھے تھے۔ جبکہ میرے ساتھ اؤٹی کا سن کا ایس پی صاحب نے دانت پیسے تھے۔ ابھی وہ خراب موڈ کے ساتھ بنا دیا کو لی ئے واپسی کی راہ لینے والا تھا کی عقب سے کھنکتی ہوئی آواز آئی۔ جس پر ایک بار نہیں ایس پی احان کا دل سو بار رک کر دھڑکتا تھا۔ پھر قدم کی کیا مجال جو اٹھ جائے۔

"حان! آپ میرے ہسپتال میں ؟؟؟؟۔" دیبا دور کر اس کے پاس آتی حیرانی سے بولی۔ جس پر احان گھسیا کر ہسنا تھا۔ اب شروعات سوالوں سے ہوئی تھی تو آگے سوالوں کی بوچھاڑ ہونی تھی۔

"یس! ڈاکٹر دیبا اس سے پہلے کی آپ سوالوں کی مسلا دھار بارش کریں میں بتا دوں کی میں یہاں ایک عزیز کی عیادت کیلئے آیا تھا۔" احان اس کی حیرت سے پھیلی آنکھوں سے نظر چراتے ہوئے جھٹ بولا۔

"اچھا! عزیز؟ کونسے عزیز؟۔ دیبا اس کے نظریں چرانے پر مشکوک ہوئی۔ تبھی آنکھیں سکیڑ کر سوال ہوا تھا۔ جس پر احان نے پیشانی مسلی اس کا ارادہ تو ڈاکٹر عاصم کا دیدار کر کے واپسی کرنے کا تھا لیکن یہاں برا پھسا تھا۔

"آپ نہیں جانتی۔" احان ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ٹالنے کے انداز میں بولا۔

"میں کیسے نہیں جانتی؟ آپ جانتے ہیں نہ میں آپ کی بیسٹ فرینڈ ہوں، اور ڈاکٹر دیبا اپنے فرینڈ کے بارے میں سب جانتی ہیں، بتائیں ایسے کونسے عزیز ہیں جن کی عیادت کیلئے خود بنفس نفس ایس پی صاحب ہمارے ہوسپٹل تشریف لائیں ہیں؟" دیبا نے کمر پر ہاتھ جمائے۔

"یار ایک کیس کے سلسلے میں آیا تھا، اب آپ میرا انٹروگیشن بند کریں، اور فوراً جا کر اپنا بیگ لیکر آئیں میں آپ کے ڈاکٹر عاصم سے پرمشن لے چکا ہوں، ہم گھر چل رہے ہیں میں آپ کا باہر گاڑی میں انتظار کر رہا جلدی آئیں۔۔" احان اسکی کھوجتی نظروں سے نظر چراتے ہوئے فوراً اگزٹ کی طرف بڑھا تھا۔

"آج کل بڑی عجیب وغریب حرکتیں کرنے لگے ہیں آپ ایس پی صاحب پتا لگانا پڑے گا مسئلہ کیا ہے۔" دیبا جو کچھ دنوں سے اس کے برتاؤ میں عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ اس کے نظر چرا کر جانے پر کچھ اور مشکوک ہوئی۔

\-

"اب آ بھی جاؤ چوہدری کے پالتو انسانی کتّوں، کیا پرواز کے پاس کوئی اور کام نہیں ہے ؟۔۔۔"پرواز گھڑی میں ساڑھے گیارہ کا وقت دیکھتی کوفت سے بولی۔

صبح کے دس بجے سے وہ ٹول ناکے سے کچھ دوری پر موجود پیڑ کے سائے میں بیٹھی چوہدری کی ٹرکس کی منتظر تھی۔ کیونکہ اس کی اطلاع کے مطابق آج گوڈاؤن سے نکلنے والی پانچ ٹرکوں میں سے کسی ایک میں بہت کچھ سپلائے ہونے والا تھا۔اور پرواز کیلئے یہ ایک بہترین موقع تھا ایک اور ٹھوس ثبوت اپنے خزانہ میں محفوظ کر کے چوہدری کی کمر توڑنے کا۔ ساری تیاری تو وہ پہلے ہی کر آئی تھی۔اور ٹول ناکے پر دو توندو آفیسر جو شکل سے ہی حرام کھا کر بیٹھے لگتے تھے انہیں دیکھ اسے اپنا کام اور آسان ہوتا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ ایک مطمعین نظر اپنے جیکٹ کے اندر موجود چھوٹے چھوٹے ڈیوائس پر ڈال کر پر اسرار سی مسکرائی۔ جب اس کے مارک کئے نمبر والے ٹرک گاؤں کی روڈ سے ہائی وے پر آتے نظر آئے۔ وہ فوراً اپنا کیمرا بیگ پیڑ پر رکھتی محتاط قدم اٹھاتی آگے بڑھی تھی۔اور حسب توقع ٹرک ایک کے پیچھے ایک لائن سے آکر ٹول ناکے پر رکی تھی۔

"Time is on parwaz you have just 5mins"

ٹرک ڈرائیورز کے گاڑی سے اترتے ہی پیر کے گھنے سائے میں بیٹھ کر دانتوں میں خلال کر رہے تینوں باوردی پولیس کے نام پر دھبّا آفیسروں نے ہاتھ اٹھا کر سلامی دی تھی۔ پانچوں ڈرائیور صاحبان بھی اپنے پیلے دانتوں کی نمائش کرتے ان کی طرف بڑھ گئے تھے۔ پرواز ایک افسوس بھری نظر ان پر ڈال کر پھرتی سے پہلے ٹرک کی طرف بڑھی تھی۔ اور ان کے سلام دعا کیلئے پانچ سے سات منٹ کے وقفے میں اس نے بڑی تیزی سے پانچوں ٹرکس کے نیچے دبک کر اپنا کام سرانجام دیا تھا۔ اور وہ ان کے لوٹنے سے پہلے ہی اسی تیزی سے واپس اسی پیر کے سائے میں آکر گھرے گھرے سانس لیتی دھپ سی بیٹھ گئی تھی۔

"تیرا بہت بہت شکر میرے رب، بھلے پرواز اکیلی ہے لیکن میرے ساتھ تو اور میری اماں کی دعائیں ہیں جو مجھے کہیں ناکامیاب ہونے نہیں دے گی۔۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتی دل سے مسکرائی۔ آنکھوں میں وہی کامیابی کی الوہی چمک تھی جو کسی بھی دیکھنے والے کو خیر کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔

"کب تک چوہدری کب تک اپنے گرد کھوکھلے حفاظتی دیوار بلند کرتے رہو گے، تیرے ان حفاظتی دیواروں کو ملیامیٹ ہونا ہے اور وہ ہو کر رہیں گے، تمہیں برباد ہونا ہے تم ہو کر رہو گے چاہے ایسے یا تیسے، کیونکہ اب پرواز کے پر اس وقت تک نہیں رکیں گے جب تک تیرے پر کتر تجھے تڑپتا ہوا تیرا انجام تک نہ پہونچادے، اب تو بس ایک ایک کر کے تیری ایک ایک حرکت میں اپنی طرف سے برکت ڈالنے کے دیر ہے۔۔" پرواز وہاں سے ایک کے پیچھے ایک نکل رہی ٹرکوں پر اپنی فاتحانہ نظر گاڑھے بڑبڑائی۔

"Ok!then mission-2 succesfull,weldone parwaz."

"تو کیا ہوا بھئی کوئی مجھے داد دینے والا نہیں میں خود تو خود کو داد دے سکتی ہوں۔۔" پرواز اپنی سکوٹر کی طرف بڑھتی اپنی پیٹ تھپتھپا کر بولی۔ جب عقب سے آئی بھاری آواز پر اس کے سرشاری سے اٹھ رہے قدم تھمے تھے ہاتھ فوراً کیپ اور ماسک کی طرف گیا تھا۔

"میں بھی آپ کو داد دے سکتا ہوں مس جرنلسٹ آپ کی اس عظیم بیوقوفی کیلئے۔۔" ارسلان طنزیہ بولا۔

چوہدری کی ٹرکس کا سن کر وہ بھاگم بھاگ کر کے یہاں پہونچا تھا لیکن پھر بھی لیٹ ہو گیا تھا۔ کیونکہ ٹرکس یہاں سے گزر چکے تھے، ابھی وہ مایوس ہو کر لوٹنے ہی لگا تھا کی اسی بلیک کیپ والی جرنلسٹ کو دیکھ اس کی بھنویں تنی تھی۔ آس پاس دور دور تک کسی زی روح کا کوئی نام و نشان نہیں تھا اس جنگلاتی علاقہ میں۔ سوائے ان شکل سے ہی شیطان دکھنے والے آفیسرس کے۔ یہی سوچ کر ناچاہتے بھی ارسلان دندناتا ہوا اس تک پہونچ گیا تھا جو بڑے سرشار انداز میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"کس بیوقوفی کیلیئے؟" پرواز کیپ نیچے کرتی پیشانی پر بل لیئے پلٹی تھی۔ لہجے میں خفگی واضح تھی۔

"اسی بیوقوفی کیلیئے، کل ہی میں نے آپ کو بتایا تھا نہ یہ ہائے وے آپ جیسی لڑکیوں کیلیئے ٹھیک نہیں پھر آپ یہاں کیوں آئیں؟ آپ کو اندازہ بھی ہے یہاں سے کیسے کیسے لوگوں کا گزر ہوتا ہے، سوری ٹو سے لیکن میرا خیال ہے یا تو آپ بہت بڑی بیوقوف اور احمق ہیں یا بہت معصوم اور بھولی جو بنا اپنی سیفٹی کی پرواہ کیئے روزانہ یہاں منہ اٹھا کر چلی آتی

ہیں۔"ارسلان کو نا چاہتے ہوئے بھی مقابل کھڑی لڑکی پر تاؤ آرہا تھا۔جو جرنلسٹ بنی گھوم رہی تھی اور خود کی پرواہ ہی نہیں تھی۔

"مجھے بیوقوف سمجھنا سمجھنے والے کی احمقانہ سوچ ہے،اور معصوم بھولی تو میں جب پیدا ہوئی تھی تب بھی نہیں تھی،ہاں لوگ پرواز کو ڈِنجرس،نڈر،مسٹریس کے القاب سے ضرور نوازتے ہیں،سو اپنے وورڈز واپس لے لیں انسپکٹر ورنہ بعد میں آپ کو خود اپنے الفاظ پر افسوس ہو گا۔"پرواز اس کے لہجے میں چھپا فکر محسوس کر کے ہولے سے مسکراتے لہجے میں بولی۔جس پر ارسلان کی پیشانی پر بل پڑے تھے۔

"سیریسلی؟؟؟؟"ارسلان نے طنزیہ لہجہ اپنایا۔

"سو فیصد،گیارہ سال کی عمر سے اپنی حفاظت خود کرتی آرہی ہوں،کسی مائی کے لال میں اتنی جرت نہیں کی پرواز کے طرف ٹیڑھی نگاہ بھی اٹھا لے،کیونکہ وہ جانتا ہے پرواز کوئی ابلا ناری نہیں،سب پر بھاری ہے۔۔"پرواز خود اعتمادی سے بولی۔جس پر ارسلان نے ایک آئ برو اٹھا کے دائیں پیر کو پیچھے لیتے ہوئے تیزی سے پرواز کو ہٹ کرنا چاہا لیکن یہ کیا سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پرواز نے اپنے بائیں پیر کو آگے کر کے اس کی کوشش ناکام کی

تھی۔

!Nice attempt officer

وہ دل کشی سے مسکرائی تھی۔ جس پر ارسلان جس نے اسے آزمانے کیلئے یہ حرکت کی تھی حیرانی سے اپنے پیر نیچے کر گیا۔

" بھئی آپ پولیس والوں کی ایک چیز مجھے بڑی بری لگتی ہے آپ قانون ثبوت مانگتا ہے والے معقولے پر بڑی سختی سے عمل آور ہوتے ہیں، اتنی سختی سے کی آپ کی سختی کی مرہوں منت میں کئی بے گناہ قید اور گناہ گار رہائی پا جاتے ہیں، لیکن آپ لوگ اپنے سسٹم کے ایس سے پیچھے نہیں ہٹتے بہت بری بات ہے یہ۔۔" پرواز اپنی کیپ کچھ اور نیچے کو سرکاتی تاسف سے بولی۔ جس پر ارسلان نے آنکھیں سکیڑی۔

"اور آپ جرنلسٹ لوگ کیا کرتے ہیں، بات کا بتنگر بنا کر لوگوں کے دماغ خراب کرتے ہیں، اور پھر آپ کے پاس تو کوئی ثبوت گواہ ہوتا نہیں ہے اور خوار ہم پولیس والے ہوتے ہیں۔۔" ارسلان صاحب کی غیرت فوراً جاگ گئی تھی۔

"ہر جرنلسٹ بات کا بتنگڑ نہیں بناتا مسٹر آپ اس طرح کسی پروفیشن کو جج نہیں کر سکتے۔۔"پرواز کی بھی فوراً غیرت بلبلائی تھی۔

"تو آپ کے خیال میں ہر پولیس والا ایک جیسا ہوتا ہے، یہ جج کرنا سہی ہے۔۔؟؟؟۔"ارسلان کیوں پیچھے رہتا۔

"میں نے جج نہیں کیا جنرل بات کی ہے۔۔"پرواز اپنا ماسک اپر کرتی دانت پیس کر بولی۔

"میں نے بھی جنرل بات ہی کی ہے۔"ارسلان اس کی جھنجھلاہٹ سے لطف اندوز ہوا۔

"تت۔۔تو کریں آپ اپنی جنرل نولیج میں اضافہ میں چلتی ہوں۔۔"پرواز مقابل کے اطمینان پر جھنجھلاتی آگے بڑھی۔

"دو اتفاق ایک میری تلاش، اب اگر تیسری بار ایسا کوئی اتفاق ہوا تو پھر یہ انسپکٹر ثبوت تلاش کرے گا۔۔"ارسلان اس کی پشت دیکھ پر سوچ انداز میں خود کلامی کی۔آج بھی وہ ان آنکھوں میں شناسی بھانپ گیا تھا لیکن سوال وہی تھا کی ممکن کیسے ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔"اللہ ہمیشہ سے میرا تو ہی رہا ہے تیرے سوا نہ کوئی

تھا میرا نہ ہے، تو نے ہمیشہ مجھے بہتر نہیں بہترین سے نوازا ہے، تو نے وہ سب مجھے بن مانگے دیا جس کی ہر کوئی خواہش کرتا ہے، تو بے شک مہربان ہے میرے رب، صرف ایک چیز کی کمی تھی میری زندگی میں رشتوں کے خوبصورت رنگوں کی اسے بھی تو نے نیلم جیسے دوست سے بھر دیا تھا، نیلم جیسی مخلص دوست کے بعد مجھے لگا کی سب رنگ مجھ سے جھن گئے ہیں، لیکن میں غلط تھی تو نے تو میری زندگی میں اس انمول تحفے کے زریعہ مزید خوشیوں کے رنگ بھر دئے، اس کیلئے میں تیری جیتنی شکر گزار ہوں کم ہے، لیکن ایک بار پھر شائد میری زندگی سے ان رنگوں کی رخصتی کا وقت میرے دروازے پر دستک دے رہے ہیں، بس فرق اتنا ہے کی اب کی بار آخری فیصلہ لینے کا اختیار مجھے سونپا گیا ہے، لیکن میں۔۔ میری کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ اب تو ہی کوئی راستہ دکھا میرے رب تو ہی کسی بہترین نتیجہ پر پہونچا، بے شک مجھے ثوبان عزیز ہے لیکن مجھے اس کی حفاظت بھی اتنی ہی عزیز ہے، جو اکیلی میں نہیں کر سکتی، خاص کر ان حالات میں جب وہ حیوان میرے بچّے پر گھات لگائے بیٹھا اس کی بو سونگھتا گھوم رہا ہے۔۔" حبہ عشاء کی نماز کے بعد سجدے میں سر دئے آنسوں کے درمیان اللّٰہ سے راز و نیاز کر رہی تھی۔ جب اس کے سر پر ننھے ننھے

ہاتھوں کی تھپکی دی گئی تھی۔اس نے دونوں ہاتھوں سے آنسوں صاف کرتے ہوئے سر اٹھایا۔اور مقابل اپنے شہزادے کو دیکھ مسکراتے ہوئے اسے فوراًاپنے اندر سمیٹ گئی۔

"مم۔۔ مما۔۔ مما۔۔۔"حبہ کے اتنے محبت سے سمیٹتے ہی ثوبان صاحب کو لارڈ آیا تھا۔لیکن ان مما کو بو آئی تھی وہ بھی دوائیوں کی ساتھ ہاتھ میں کچھ چپچپا مادہ بھی لگا تھا۔

"شہزادے کونسا مشن کمپلیٹ کرکے آرہے ہیں۔۔"حبہ نے ثوبان کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے سامنے کھڑا کیا،دو تین الگ الگ قسم کی دوائیوں کی بوتو آہی رہی تھی ساتھ ہاتھ میں عجیب چپچپا مادہ حبہ کو بہت کچھ سمجھارہا،لیکن کمرے میں ڈم لائٹ آن ہونے کی وجہ سے وہ صحیح سے دیکھ نہیں پارہی تھی کے اپنے ہمیشہ کی طرح کامیاب مشن میں ثوبان صاحب نے کارنامہ کیاانجام دیاہے نتیجہ کیاآیاہے۔لیکن یقینِ کامل تھاکی وہ جو اپنی ٹینشن میں ابھی ثوبان کو سردی کھانسی کی دوائی کھلانے کے بعد دوائیوں کو بیڈ صوفے پر چھوڑآئی تھی۔اس کا یقیناًایک قابل ڈاکٹر کے بیٹے ہونے کے ناتے ثوبان صاحب نے تفصیلی معائنہ کیاہے۔

"ڈاکٹر باجی یہ ثوبی بابا کا دلیہ۔۔"نوری کمرے کی لائٹ آن کرتی ہاتھ میں ٹرے تھامے بیڈ کی دوسری جناب مصلّے پر بیٹھی حبہ کے پاس چلی آئی تھی۔

"باجی!!!!!!!!!!۔"ثوبان پر نظر پڑتے ہی مارے صدمہ کے نوری کی بری چینخ نکل گئی تھی۔جس پر جہاں ثوبان نے منہ بنا کر اپنی دشمن کو دیکھا تھا وہیں اس کی ہولناک چینخ پر حدا نے آنکھیں میچی تھی۔

"باجی!!!!!!!!!!۔"ثوبان پر نظر پڑتے ہی مارے صدمہ کے نوری کی بری چینخ نکل گئی تھی۔جس پ رجہاں ثوبان نے منہ بنا کر اپنی دشمن کو دیکھا تھا وہیں اس کی ہولناک چینخ پر حدا نے آنکھیں میچی تھی۔

"نوری تم اپنی یہ بات بے بات بھیانک چینخ مارنے والی عادت کب چھوڑو گی۔۔؟؟"حبہ نوری کی دل دہلا دینے چینخ سے کان کے پردوں میں ہوئی ارتعاش کے زیر اثر اونچی آواز میں بولی۔جسے نوری میڈم نے ڈانٹ کے زمرے میں لیا تھا۔

"باجی جی آپ ہمیشہ غلط بندے کو ڈانٹ پلاتی ہیں۔۔"نوری نے منہ پھلا کر شکوہ کیا نظر دشمن اول پر تھی جو معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر نوری کو سلگا رہا تھا۔

"اچھا! جی اب بتاؤ اب کونسا ملک میں سیلاب آیا ہے جو تم نے ایمرجنسی الارم بجادیا، کیونکہ بقول تمہارے شرارتوں کا کبھی نہ سوکھنے والا سمندر میرے جگر کا گوشہ تو میری آغوش میں ہے۔" حبہ اس کے خفا چہرے پر نظر گاڑھے اب کے اصل مسئلہ جاننا چاہا۔یقین ہوتے ہوئے بھی کے ثوبان لازمی ملوص ہوگا۔ساتھ ممتا کے ہاتھوں مجبور چھوٹا سا امید کا دیا روشن تھا کی وجہ ثوبان نہیں ہوگا۔

"لو جی ڈاکٹر باجی کرلو بات،اب سمندر آپ کے آغوش میں سما گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تھوڑی نہ ہے کی سمندر کی مچائی تباہی بھی آپ کے آغوش میں سکون کی سانس لے رہا ہے۔۔"نوری بیڈ پر ٹرے رکھتی صوفے کے پاس ثوبان نامی سونامی کی مچائی تباہی پر نظر ڈال کر مزے سے بولی۔آنکھوں میں الوہی چمک تھی کی آج دشمن کی عزت افزائی پکی ہے۔

"نوری صاف بات کرو گی؟؟؟۔" حبہ مچل رہے ثوبان کو سیدھا کھڑا کرتی ہوئی اس کی عجیب پہیلی سے اکتا کر بولی۔

"او جی ڈاکٹر باجی صاف بات تو آئینہ سے زیادہ صاف ہے بس آپ کے کمرے میں گند پھیل گئی ہے، ساتھ آپ کے شہزادے بھی نہائے دھوئے صاف ستھرے ہوئے آپ کی گود میں جلواہ افروز ہیں۔۔" نوری نے مزے سے کہتے ہوئے اپنے دشمن کا پردہ فاش کیا تھا۔ مطلب ثوبان صاحب کو پلٹا کر ان مختلف دوائیوں کے رنگوں سے رنگی پشت حبہ کے آنکھوں کے سامنے کی تھی۔

"ثوبان!!!!!۔" حبہ نے صدمہ سے اپنی بڑے چاؤ سے ثوبان کیلئے خریدی گئی کریم کلر کے سویٹر پر اورینج، گرین، یلو، کلر دوائیوں سے سے مل کر بنا نجانے کس چیز کی پینٹنگ کو دیکھا۔

"دیکھ لیا باجی جی اپنے تخلیق کار بیٹے کو ڈاکٹر کے بیٹے ہیں تو مصوری کیلئے بھی دوائیوں کا ہی استعمال کیا ہے، صرف یہاں ہی نہیں اس مہان مصوّر کی اصل تصویر تو وہاں ہے، وہاں

نظر کرم کریں۔۔"نوری طرح طرح کے منہ بنا رہے ثوبان کو گود میں اٹھائے آج دشمنی کے سارے تکازے خوش اسلوبی سے نبھا رہی تھی۔

اس کی بات پر صدمہ زدہ سی حبہ مصلّا سمیٹ کر اپنی جگہ کھڑی ہوتی صوفے کے سامنے کا منظر دیکھ تو صحیح معنوں میں چکرا کر رہ گئی تھی۔جہاں ٹی ٹیبل کے سامنے دوائیوں کی بٹّی کے ساتھ ثوبان کے سارے دوائیوں کے ڈھکن کھلے شیشیاں ادھر ادھر لڑکے ہوئے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے چار شرابیوں نے نشہ کرنے کے بعد گند وہیں پھیلا چھوڑ کر فرار ہوگئے ہوں۔

"میں اتنا فٹ کر کے ڈھکن لگاتی ہوں سیرپ کا پھر آپ نے کھول کیسے لیا شہزادے۔؟؟؟؟" حبہ نے صدمہ سے اپنے شہزادے سے پوچھا جو بڑی بڑی بٹن جیسی آنکھیں کھولے ماں کی نظروں کی تعقب میں تو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے خدانخواستہ یہ سب کسی اور نے کیا ہو۔جبکہ نوری کے دانت پوری طرح باہر آگئے تھے مطلب دشمن کی ڈانٹ بس ایک قدم دور تھی۔

"نوری بیٹا اسے مجھے دو میں اسے وائپس سے صاف کر دیتی ہوں، ابھی پانی ڈالا تو سونے تک ناک آنکھ سردی سے سرخ کر لینی ہے اور میرے پاس کوئی دوائی موجود نہیں ہے اور نہ ہی فلیٹ نیچے والی میڈیکل کھلی ہو گی۔۔" حبہ صدمہ سے نکل کر ثوبان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ جس پر نوری نے منہ بسور کر برے برے منہ بنا رہے ثوبان صاحب کو حبہ کی طرف بڑھایا۔

"اور پلز اس قالین کو اٹھا کر باہر رکھ آؤ کل لونڈری میں دے دینا ابھی وہاں موب سے پوچھا مار دو۔۔" حبہ ثوبان کو لیکر بیڈ کی طرف بڑھی۔ اور اس کے فرمان پر نوری کا صدمہ سے منہ کھلا۔

"ڈاکٹر باجی یہ تو کھلا تضاد ہے بھئی، آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہیں۔۔۔" نوری نے صدمہ سے نکلتے ہوئے دانت دکھا رہے ثوبان کو دیکھ احتجاج بلند کیا۔

"زیادتی ؟؟؟۔" حبہ نے اچمبھے سے نوری کا احتجاج ملاحظہ کیا۔

"یہ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے باجی جی ؟ ایک تو ویسے ہی میرے دشمن کو ڈانٹ نہیں لگانے پر میں صدمہ میں ہوں دوسرا آپ ان کا پھیلایا گند مجھ سے صاف کرا کر میرے زخموں پر

نمک چھڑکتے ہوئے دشمن کو خوش ہونے کا موقع دے رہی ہیں۔۔"نوری نے منہ پھلا کر لفظ زیادتی کی اپنے حساب سے تشریح کی۔ جس پر حبہ نے تاسف سے سر ہلایا تھا نوری اور ثوبان صاحب کی دشمنی کا کوئی حل نہیں تھا یہ امر اجر دشمنی تھی۔

"نوری۔۔۔۔"

"نہ! ڈاکٹر باجی اب یہ مت کہنا کی بچہ ہے، یہ بچّے ضرور ہیں لیکن دماغ ان کا بڑا ہی کوئی شاطر کھلاڑیوں جیسا ہے اپنا داؤ کھیل کر بچّے کے آڑ میں بچ جاتے ہیں، اور کام ڈانٹ دونوں میرے حصّے آتا ہے، مجھے پکا یقین ہے یہ ثوبی بابا نے سازشی طور پر جان کر کیا ہے تاکے مجھے کام لگے اور وہ مزے لیں۔۔"نوری حبہ کی بات کاٹ کر خرگوش کی طرح دانت دکھارہے ثوبان کو گھورتی روہانسی ہوئی۔

"اچھا بھئی مان لیا اب جاؤ جلدی اپنا کام کر آؤ میں بھی اپنا کام کر لوں، اور شہزادے آپ بھی نوری آپی کے خلاف سازش نہیں کریں، اب ڈانٹ دیا میں نے انہیں بھی خوش؟۔۔"حبہ نے مصنوعی غصے سے ثوبان کو ڈانٹ پلائی۔ جس پر نوری دانت دکھاتی جی باجی کہتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

"پاگل ہے پوری۔" حبہ نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ثوبان اور نوری مشکل سے مشکل وقت میں بھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ لے آتے تھے۔

"اب آپ دانت نہیں نکالیں آپ کو واقعی ڈانٹ پڑے گی اب۔۔" حبہ دانت دکھا رہے ثوبان کو بیڈ پر بیٹھاتی ہوئی مصنوعی خفگی سے بولی۔ پھر بیڈ پر بیٹھا کر وائیپس کی مدد سے ہاتھ پیروں میں لگے دوائی کو صاف کرنے لگی۔ جبکہ نوری بھی موب لیکر سرشار سی کمرے کی صفائی کرنے لگی تھی۔ پھر دس سے پندرہ منٹ بعد ہی نوری منہ ہاتھ دھو کر حبہ کے پاس چلی آئی تھی۔

"نوری تم آج گھر کیوں نہیں گئی۔۔؟؟" حبہ نے ثوبان کے جیکٹ کا زپ بند کرتے ہوئے پوچھا۔ جبکہ جواب وہ جانتی تھی۔

"کل جب سے آپ گھر آئیں ہیں پریشان ہیں ڈاکٹر باجی، نہ صحیح سے کھا رہی ہیں اور نہ زیادہ کچھ بول رہی ہیں، یہاں تک کے مجھے ڈانٹ بھی نہیں پلا رہیں، کل بھی مصلّے بیٹھی رو رہی تھیں آج بھی رو رہی تھیں، اب بتائیں ایسے میں نوری کے قدم گھر کیلئے کیسے اٹھ سکتے ہیں؟۔"نوری دوپٹہ سے ہاتھ صاف کرتی بیڈ پر اس کے مقابل آ کر بیٹھ گئی تھی۔ حبہ نے

ثوبان کو گود میں لٹاتے ہوئے محبت سے اس کی محبت کو دیکھا تھا۔کچھ لوگوں کا دل بہت انمول ہوتا ہے۔جن سے خون کا رشتہ نہیں جڑتا ان سے وہ دل کا انمول رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔اور ہر قدم پر ان کی خوشی غم کا احساس کرتے ہوئے انہیں اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔

"بتائیں نہ باجی جی کوئی مسئلہ ہے کیا؟یوں تو آپ اتنی پڑھی لکھی سمجھدار ہیں جس کے آگے یہ نوری کچھ نہیں لیکن پھر بھی،اماں کہتی ہیں زندگی میں کچھ مسئلہ ایسے ہوتے ہیں جو پڑھے لکھے لوگوں کا ذہن بھی مفلوج کر دیتے ہیں۔۔"نوری ثوبان کو تھپکی دے رہی حبہ کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہاری اماں بالکل صحیح کہتی ہے نوری،میں اپنی ایک دوست کی وجہ سے پریشان ہوں،وہ بالکل ایسی ہی سچوئشن سے گزر رہی ہے،دراصل میری ایک فرینڈ ہے جو اپنے بہن بہنوئی کے انتقال کے بعد پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے اکیلے اپنی بہن کی آخری نشانی اپنی بھانجی کی پرورش کر رہی ہے،لیکن اب اس کی بہن کا دیوار مطلب اس بچی کا چچا اس کا طالب بن کر میری فرینڈ کے مقابل کھڑا ہو گیا ہے،اور اس کی ممتا کو دیکھ کر اس نے میری فرینڈ کو

نکاح کا آفر کیا ہے لیکن میری فرینڈ کو سمجھ نہیں آرہا کی وہ کیا کرے، پریشانی یہ بھی ہے کی وہ بچی کو چھوڑ نہیں سکتی، اور نہ ہی وہ بندہ دست بردار ہونے کو تیار ہے، اب ایسے میں اسے کیا کرنا چاہئے ؟۔۔" حبہ نے ثوبان پر نظر گاڑھے اپنی پریشانی نوری کے گوش گزارا تھا۔جو آنکھیں سکیڑ کر بڑی سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"نکاح !۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد نوری نے ایک لفظی جواب دیا۔

"کیا مطلب ؟؟؟۔" حبہ نے ناسمجھی سے سر اٹھایا تھا۔

"اس میں مطلب سمجھنے جیسا کیا ہے باجی جی ؟ آپ کی دوست سے کہیں کی نکاح کرلے، اب اکیلے ایک بچّے کی پرورش کرنے سے تو بہتر ہے کی ایک عزت دار مرد کی عزت بن جائے۔۔"نوری سادہ لہجے میں بولی۔

"وہ عزت دار مرد ہے یہ تمہیں کیسے پتا؟" حبہ نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

" باجی جی اماں کہتی ہے ایک عزت دار مرد ہی عزت سے عورت کو عزت بنانے کی بات کرتا ہے، ورنہ عیاش مردوں کیلئے ہزاروں راستے ہوتے ہیں، اب آپ ہی سوچیں وہ آدمی چاہتا تو یوں بھی آپ کی دوست سے بچّی لے سکتا تھا یا الٹے سیدھے ہتھکنڈے آزما کر آپ

کی دوست کو پریشان کر سکتا تھا، لیکن اس نے عزت سے نکاح کی بات کی تو اس کا مطلب کیا ہوا۔؟؟؟"نوری نے الٹا سوال کیا تھا۔ جس پر حبہ کی آنکھوں میں حشام کا شائبہ لہرایا تھا۔

"اچھا میں کھانا لگا دوں ثوبی بابا سو گئے ہیں آپ انہیں لٹا کر ٹیبل آ جائیں۔"نوری ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔

"اور باجی اماں کہتی ہے پریشانی کو جتنا سوچیں گی وہ اتنی بڑی نظر آئے گی، اس لیئے سب اللہ پر چھوڑ دیں وہ اپنے بندے کیلیئے بہتر نہیں بہترین سوچتا ہے۔۔۔"نوری دروازے سے پلٹ کر کہتی نرم مسکراہٹ حبہ کی طرف اُچھال کر نکل گئی تھی۔ پیچھے حبہ اسودگی سے مسکرادی۔

"ماما جانی پلز جلدی سے کچھ اسپیشل تناول کیلیئے دے دیں یقین کریں آج آپ کے ھسبنڈ نے بہت تھکایا ہے معصوم بچّے کو اور لنچ بھی کرنے نہیں دیا ہے پلززز۔۔۔"ارسلان نے

علی وِلا میں قدم رکھتے ہی بنا سلام دعا کے با آواز بلند تحسین بیگم کو آواز لگائی تھی۔اس کا جب لارڈ اٹھاوانے کا موڈ ہوتا وہ تحسین بیگم کو ماما جانی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔جس پر تحسین بیگم پھولے نہیں سماتی تھی۔ابھی بھی اپنے لاڈلے کی پکار پر خوش سے دو بالا ہوتی وہ ہاتھ پوچھتی کچن سے باہر آئی تھی۔

"مانا کے بہت بڑے ندیدے ہو لیکن لازم تو نہیں تم پر کی ہر وقت ندیدے پن کا مظاہرہ کرو مطلب گھر میں داخل ہوتے ہی اخلاق کی چٹنی کے ساتھ لحاظ نامی روٹی کو چٹکارے لیکر چٹ کر گئے۔اللہ اللہ کیا دن آ گئے ہیں۔۔"صوفے پر بیٹھی نشوہ نے گول گپے کے ساتھ بھرپور انصاف کرتی ہوئی نجانے ارسلان سے کب کا بدلہ نکالا تھا۔

"اللہ! اللہ! واقعی میں کیا دن آگئے ہیں،اب تو اکڑھائی سے کہہ رہا ہے کی تم کالی ہو،چہ! چہ! قیامت کے آثار ہیں سب۔۔"ارسلان مزے سے جوابی کارروائی کرتا صوفوں کی طرف چلا آیا تھا۔

"تم لعنتی انسپکٹر تم نے یہ کڑھائی کسے کہا؟"نشوہ پلیٹ سامنے ٹی ٹیبل رکھتی کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑاکا عورتوں کی طرح پوچھا۔

"اوہ! سوری تمہیں برا لگا گیا کی میں نے تمہیں بے بی ایلیفینٹ نہیں کہا، کوئی نہیں اب ایک گانا سنا دیتا ہوں تمہاری شان میں آخر کو میری اکلوتی پھوپھو کی دس ملا کر ایک ہی بیٹی ہو۔۔" ارسلان آنکھوں میں شرارت لیئے فوراً معذرت خواں انداز میں بولا۔

ایک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا

جیسے گوبی کا پھول جیسے آلو گول گول

جیسے گیہوں کی بوری جیسے پکی چٹوری

جیسے سامنے ہو کوئی ہتھنی کھڑی!!!!!!

"اہ! اللہ موٹی پیر توڑ دیا۔۔" ارسلان صاحب جو بڑے راگ سے سُر تال ملا رہے تھے، نشوہ کے زور سے پیر پر پیر مارنے پر بلبلا اٹھے۔

میں تو رستے سے جا رہی تھی میں تو گول گپے کھا رہی تھی۔

تیری ٹکر ہوا تو میں کیا کروں؟ تیری ٹانگ ٹوٹی تو میں کیا کروں؟

نشوہ اپنا پیر پکڑے خود کو گھور رہے ارسلان کے گرد چکر کاٹتی ہوئی دانت پیس کر حساب برابر کیا تھا۔

"تم موٹی گول گپّے کھاؤ میری بلا سے ساتھ پلیٹ بھی کھا جاؤ لیکن میرا پیر کیوں توڑا، ہائے ماما جانی آپ کمشنر صاحب سے کہدے کی فوراً سے میری ایک مہینے کی چھٹّی کنفارم کر دے ورنہ میں نے ان کی اکلوتی، ہیلتھی سے بھی اُپر کی، ہیلتھی بھانجی کے خلاف ایف آئی آر درج کروا دینی ہے۔۔" ارسلان نے لنگڑاتے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر دھمکی تھی۔

"اؤ! ڈائناسور کے منہ والے کام چور انسان یہ دھمکی تم کسے دے رہی ہو، دوسرا ٹانگ بھی توڑ دوں نہ تو بھی کوئی مجھے کچھ نہیں کہے گا الٹا تمہاری مستقل رہائش کا انتظام تھانے میں ہو جائے گا اور تم جیسے فسادی انسان سے علی وِلا کو آزاد کرانے کی خوشی میں پورا علی ولا تا عمر میرا احسان مند رہے گا آیا بڑا دھمکی دینے والا۔۔" نشوہ نے ناک چڑھائی۔ جس پر ارسلان نے رونی شکل بنا کر اپنے لیٔے سنڈوچ لیکر آ رہی تحسین بیگم کو دیکھا۔

"اتنا تنگ ہیں آپ لوگ مجھ سے ماما جانی۔۔" ارسلان نے ہونٹ لٹکا کر مسکین شکل بنائی۔ بس آنکھوں میں آنسوؤں کی کمی تھی ورنہ سین مکمل ہو جاتا۔

"اس سے بھی زیادہ۔۔" نشوہ نے پورا گول گپّا منہ میں غائب کرتے ہوئے ٹکڑا لگایا۔

"نہیں کہو ایسے میرا بچہ تو گھر کی رونق ہے، بیٹا تم یہ کھاؤ تمہاری چائے لیکر ملازمہ آرہی ہے۔۔" تحسین بیگم نے اس کے پاس بیٹھ کر لارڈ سے اس کے بال سہلائے۔

"دیکھو موٹّی میری اہمیت میں رونق ہوں گھر کی اور تم لعنت ہو کچن کی ایک مہینے کا راشن ایک دن میں کھا جاتی ہو، تمہاری وجہ سے ملک میں اناج بحران ہونے کا خدشہ ہے۔۔" ارسلان سینڈوچ کا ایک بڑا بائٹ لیتے ہوئے فخریہ بولا۔

"دیکھو بے غیرت انسپکٹر بندہ جتنا چاہیے احسان فراموش ہو لیکن رازداروں سے بیر اچھا نہیں ہوتا، کیا پتا آنکھوں دیکھے راز سے پردہ اٹھ جائے اور داابو بندے کو دنیاں سے اٹھادے ویسے کتنا خوبصورت راز ہے نہ ایک دم فلمی۔۔" نشوہ اطمینان سے ارسلان کے پہلو میں بیٹھتی کان میں پھس پھسائی۔ جس پر ارسلان کے گلے میں سینڈوِچ اٹکا تھا۔

"پانی پی لو انسپکٹر کہیں راز کے چکر میں سانس ہی نہ اٹک جائے۔۔" نشوہ نے مسکراہٹ دبا کر ارسلان کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا۔

"ایک میں بھی چکھ ہی لیتی ہوں۔" ارسلان کے پانی پینے تک وہ ارسلان کی پلیٹ سے ایک سینڈوِچ اٹھا چکی تھی۔ اور اس کی دھمکی کا مارا ارسلان صرف اسے گھور کر رہ گیا تھا۔ صحیح

کہتے ہیں بندہ دیوار کو راز دار بنا لے لیکن منہ پھٹ یار کو نہ بنائے۔

آج تیسرے دن وہ اسی ریسٹورنٹ کے اسی ٹیبل گرد رکھی کرسی پر ثوبان کو نرمی سے اپنے آغوش میں سمیٹے خاموش بیٹھی تھی۔ سامنے ہی حشام اور رافع بھی لب سیئے بیٹھے تھے۔ لب کشائی کرنے میں کوئی شائد پہل نہیں کرنا چاہتا تھا یا شائد لفظوں کا ذخیرہ ناکافی تھا اس معنٰی خیر خاموشی کو توڑنے کیلیئے۔ حشام کو فکر تھی کے اگر حبہ نے انکار کر دیا تو اس کی پریشانی دو بالا ہو جائے گی نہ وہ ثوبان سے دست بردار ہو پائے گا نہ جان کر حبہ کی ممتا کو اگنور کر پائے گا اور نہ ہی بنا حبہ کے مدد کے ثوبان کو ایک مکمل زندگی دے پائے گا۔ جبکہ دوسری طرف اپنے مشکل فیصلے پر ہزاروں بار روشنی ڈال کر نجانے کئی پہلو سے دیکھنے کے بعد ایک نتیجے پر پہونچ کر ساری ہمت مجتمع کر کے یہاں آئی حبہ کا حال اب بھی بے حال تھا۔

"مم۔۔میرا خیال ہے کی آپ دونوں کو تنہائی میں بات کرنی چاہئے آپ لوگ زیادہ کمفٹیبل رہیں گے۔۔"خاموشی کی مدت طویل ہوتا دیکھ رافع نے گلا کھنگارا۔ جس پر دونوں چونک کر ہوش میں آئے تھے۔

"دراصل مجھے بھوک بھی زوروں کی لگی ہے سو آپ لوگ تب تک باتیں کریں میں اور شہزادے ثوبان کچھ پیٹ پوجا کر آتے ہیں،اوکے بڈی۔۔"رافع حشام کا کاندھے پر تھپکی دیتا اپنی جگہ سے اٹھ کر حبہ کے پاس آیا تھا۔ جس نے خاموشی سے ثوبان کو اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"اوکے ڈاکٹر ہم آتے ہیں، چلیں چیمپ۔۔"رافع دونوں کو ہاتھ دکھاتا منہ بسور رہے ثوبان کو لیکر کینٹین سائیڈ بڑھ گیا تھا۔اب ٹیبل پر وہ دونوں تھے اور خاموشی تھی دونوں ہی ایک دوسرے کی پہل کرنے کے منتظر تھے۔

"اہم!!پہلے آپ پہلے آپ میں اکثر گاڑی چھوٹ جاتی ہے تو چلیں آپ پہلے اپنا فیصلہ بتادیں تاکے اس حساب سے میں بات آگے لے جاؤں۔۔"حشام کچھ پل کے انتظار کے بعد اپنی جگہ سیدھا ہوتا گلا کھنگار کر بولا۔ جس پر حبہ نے لب چباتے ہوئے بھیگ رہی

ہتھیلیوں کو آپس میں مسلا تھا بڑے بڑے اوپریشن کرتے ہوئے جس ڈاکٹر کے ہاتھ نہیں کانپتے تھے آج اپنے سے چھوٹے عمر کے لڑکے کے آگے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے ڈاکٹر حبہ کی حالت غیر ہو رہی تھی۔اتنی سردی میں پیشانی اور ہاتھ بار بار عرق آلود ہو رہے تھے۔

"شائد آپ کا جواب نہ ہے، خیر جیسی آپ کی مرضی۔۔" حشام سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھتا افسردگی سے بولا۔

"نن۔۔نہ۔۔نہیں۔بب۔۔بالکل بھی نہیں مجھے یہ کنٹریکٹ منظور ہے بٹ میری کچھ شرائط اور کچھ سوال ہے۔۔" حبہ فوراً اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھتی ایک ہی سانس میں بولی۔وہ بھلا اپنے شہزادے کے بغیر جی سکتی تھی جو بیوقوفوں کی طرح اپنے موت کر پروانے پر دستخط کرتی۔

"Thank god!..."

حشام نے بے ساختہ آنکھیں بند کر کے ٹھنڈی سانس خارج کی تھی۔جس پر حدا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"اس تھنک گاڈ کا کیا مطلب ہوا؟" حبہ نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔ جس پر حشام گڑبڑایا تھا۔ پھر چہرے کے خوش کن تاثرات سنجیدہ کرتا مکمل اس کی طرف متوجہ ہوا جو عجیب نا فہم نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کوئی مطلب نہیں ہے۔ بلکے مدع ہے یہاں ہمارے نکاح کا۔

"نکاح کا نہیں کنٹریکٹ کا۔۔" حبہ نے تصیح کرنا ضروری سمجھا۔

"جی ڈاکٹر کنٹریکٹ کا، مہربانی ہو گی اگر آپ مجھے ڈیسٹریکٹ نہیں کریں گے۔۔" حشام بد مزہ ہوا۔ مطلب ابھی نکاح کی بات بھی شروع نہیں ہوئی روک ٹوک شروع۔

"سو سب سے پہلے میں آپ کا اپنا مختصر تعارف دیتا ہوں، میں ہوں حشام انصار علی، میرے داابو ایک ریٹائر آرمی آفیسر ہیں خود میرے ڈیڈی بھی آرمی میں ہیں، باقی میرے ڈیڈی سے بڑے دو بھائی ہیں بڑے تایا آئی جی ہیں اطہر علی نام لازمی سنا ہو گا، دوسرے تایا کے نام سے بھی آپ واقف ہو نگی کمشنر اکبر علی، جنہیں ہم چاچو کہتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس چاچو کی کمی تھی۔ پھر میرے دو کزن ہیں ایس پی احان اور انسپکٹر ارسلان، ایک بہن ہے جن سے آپ مل چکی ہیں ڈاکٹر دیبا۔ اینڈ موسٹ امپورٹنٹ تین

بیوٹیفل لیڈیز ہیں میری دو تائی ایک میری مام ہیں۔اور ہم سب مل کر علی وِلا میں رہتے ہیں مطلب جائنٹ فیملی سیسٹم ہیں جو ہمیں بہت عزیز ہے۔۔" حشام نے اپنی بات کو مختصر سے شروع کر کے تفصیل سے ختم کرتے ہوئے ٹیبل سے منرل واٹر اٹھایا تھا۔جبکہ حبہ منہ کھولے لفظ مختصر کا استعمال کہاں کیا گیا تھا ڈھونڈھ رہی تھی۔

"کیا ہوا کوئی پریشانی ہے ؟؟؟؟۔" حشام نے اسے منہ کھولے دیکھ حیرانی سے پوچھا۔

"یہ آپ کا مختصر تعارف تھا؟؟؟۔" حبہ سے ہضم نہیں ہوا تھا تبھی سوال کر گئی۔جس پر حشام کے لب مسکرائے تھے۔

"جی ڈاکٹر کیونکہ میں نے ابھی صرف سب کے نام سے آپ کو واقف کیا ہے باقی خصوصیات اور مصروفیات بتاؤں تو وقت کا قحط پڑ جائے گا سو جب آپ آئیں گی خود دیکھ لیجیۓ گا،اینڈ ویسے بھی اب تو اس فیملی میں دو اور میمبر کا اضافہ ہونے والا ہے۔۔" حشام دلکشی سے مسکرایا یہ سوچ ہی سکون بخش تھی کے اب اس کے بھائی کی پرچھائی ان کے آنگن میں بہار بن کر اترے گا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں۔۔" حبہ ٹھٹھک کے بولی۔

"آپ کیا نہیں سمجھی۔۔" حشام اس کا ٹھٹھکنا نوٹ کر چکا تھا تبھی مسکراہٹ سمیٹ کر پوچھا۔

"یہی آپ کی فیملی میں دو افراد کا اضافہ ہونے والا ہے والی بات۔۔" حبہ نے دو افراد پر زور دیا۔

"آپ سے اتنے احمقانہ سوال کی امید نہیں تھی ڈاکٹر۔۔" حشام اس کا مطلب سمجھ کر انجان ہونے پر تاسف سے بولا۔

"آپ کی امید پر کھڑا اترنے کی میں نے ذمہ داری نہیں اٹھائی ہی ہے آپ مطلب کی بات کریں۔۔" حبہ بے لچک انداز میں بولی۔ اس کا اس کنٹریکٹ کے لیے حشام کے گھر شفٹ ہونے جیسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس نے صرف حشام اور نوری کی جائز ناجائز بات کو دھیان میں رکھ کر فیصلہ لیا تھا۔ جبکہ اس کے انداز پر حشام کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔ تبھی دو ٹوک انداز میں گویا ہوا۔

"ویل! ڈاکٹر اتنے سارے کنفیوژن کے بجائے میں ٹو دی پائنٹ بات کرتا ہوں۔" حشام نے نظریں برائے راست مقابل کے چہرے پر گاڑھی۔

"ہمارے نکاح کے بعد بلکے نکاح سے پہلے ہی آپ اپنے تمام ضروریاتی اشیاء کے ساتھ علی ولا شفٹ ہو رہی ہیں۔۔۔"

"واٹ!!" حبہ کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

"کنٹریکٹ ہو رہا ہے ہمارے درمیان نارمل نکاح نہیں ہو رہا پھر میں کیوں آپ کے وِلا شفٹ کروں؟؟؟" حبہ نے پیشانی پر بل لیئے یاد دہانی کرائی۔

"سب سے پہلے تو آپ اس نارمل نکاح اور ہمارے نکاح کے درمیان کے فرق پر روشنی ڈالیں، کیا فرق ہے دونوں میں؟ کیا ہمارے نکاح میں ہم تین کی جگہ چھ بار قبول ہیں کہنے والے ہیں یا ڈیڑھ ڈیڑھ بار سے معملہ رفع دفع کریں گے۔؟؟؟" حشام اس کے برابر کھڑا ہوتا ٹیبل پر ہاتھ جمع کر تیکھے انداز میں پوچھا۔ جس پر حبہ کی پیشانی پر ناگواری کے بل واضح نظر آرہے تھے۔

"دیکھیں ڈاکٹر نکاح نکاح ہوتا ہے، اور رہی بات کنٹریکٹ کی تو وہ ہمارے درمیان کی بات ہے، میں آپ سے نکاح کر رہا ہوں مطلب آپ کو اپنا محرم اپنی عزت بنا رہا ہوں، اور عزت کو ہم عزت سے اپنے گھر لیجاتے اس طرح بیچ راہ میں اکیلا نہیں چھوڑ دیتے، نارمل

شادیوں کی طرح ہمارا نکاح بھی ہمیں ایک دوسرے پر پورے اختیارات دیگا، بس فرق اتنا ہے کی ہمارے بیچ موجود یہ کاغذ کا ٹکڑا ہمیں اس کے تکازے نبھانے سے باز رکھے گا، اینڈ ون مور اینڈ موسٹ امپورٹنٹ تھنک میں آپ کو پوری دنیاں کے سامنے پورے رسم و رواج کے ساتھ عزت سے بیاہ کر اپنے وِلا لیجاؤنگا، بزدل مرد نہیں ہوں جو چار گواہان کی موجودگی میں بند کمرے میں قبول ہے کہ کر منہ چھپا کر نکل جاؤں۔۔" حشام نے ایک ہی بار میں حبہ کے سارے ڈھیلے نٹ بھولٹ ٹائٹ کر دئے تھے۔

"لل۔ لیکن مجھے یہ ٹھیک نہیں لگ رہا میں اپنے فلیٹ میں ٹھیک ہوں آپ سے رشتہ جڑنے کے بعد آپ میرے فلیٹ آکر ثوبان سے مل سکتے ہیں یا کہیں بھی مل سکتے ہیں، پھر فیملی انوالو کر کے اس پورے ڈرامے کے ینڈ پر پوری فیملی کو ہرٹ کرنے کا کیا مقصد ہوا بھلا۔۔" حبہ ہاتھ مڑوتی اپنی جگہ واپس بیٹھی۔ لاکھ کوشش کے بعد بھی آواز میں سختی نہیں سمو سکی تھی۔

"اول تو یہ کی میں آپ سے نکاح کر رہا ہوں گناہ نہیں جو دنیاں سے چھپا کر رکھونگا، اور پھر وہ سب بعد کی بات ہے ڈاکٹر اور اگر مجھے چوروں کی طرح آپ کے فلیٹ اور باہر ہی ملنا

ہوتا تو میں یہ نکاح کا کھڑاک ہی کیوں پالتا۔ہاں اگر آپ کو اپنی پرائیویسی کی فکر ہے تو ڈونٹ ووری میری فیملی بھلے ہی جائنٹ ہے لیکن وہاں سب کو اس کے حصے کی سپیس دی جاتی ہے۔" حشام کچھ سوچ کر بولا۔

"نہیں! ایسی بات نہیں ہے، خیر یہ سب تو کنٹریکٹ کے درمیان کی باتیں ہوگئی جو مقرر را مدت کے بعد ہیپی لی اور سیڈ لی ختم ہو جائے گی، مسئلہ یہ ہے کی اگر بعد ثوبان نے بڑے ہو کر ہم دونوں کا ساتھ چاہا تو کیا ہو گا اس کنٹریکٹ کا؟؟؟" حبہ نے بات بدلتے ہوئے کب سے مچل رہے سوال کو الفاظ دئے۔

"ڈونٹ وری ڈاکٹر شائد اسی لیے اللہ نے ہم مردوں کو چار کا آپشن دیا ہے،اب ایک اپنے عزیز شہزادے کی محبت میں ویسٹ بھی ہو گیا تو کوئی مسئلہ نہیں میں دوسرا یوز کر لونگا،اتنا دریا دل تو میں ہوں، ویسے بھی وردی والوں کے خاندان سے ہوں جذبہ قربانی تو ہمارے خون میں شامل ہے۔۔" حشام شرارتی ہوا۔ جس پر حبہ نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"نہایت ہی گھٹیاں جوک تھا۔" حبہ اسکی آنکھوں میں ناچ رہی شرارت کو دیکھ دانت پیس کر بولی۔

"شکر آپ سمجھ گئی ورنہ مجھے نکاح سے پہلے طلاق ہوتا معلوم ہو رہا تھا۔" حشام اسکے جھنجھلاہٹ سے لطف اندوز ہوا۔

"یہ پہلے والے سے بھی زیادہ گیا گزرا تھا۔۔" حبہ اس کے لطف اٹھانے پر مزید سلگ کر بولی۔

"ہاں! تو کونسا میں نے فرانس سے کامیڈی میں ڈگری لی ہے جو ورلڈ کلاس جوک کریک کرونگا۔" حشام مسکراہٹ دبا کر بولا۔ پھر حبہ کا چہرہ دیکھ اُبل اُبل کر آرہے قہقہ کا گلا گھونٹ کر گویا ہوا۔

"خیر آپ اپنی تیاری کرلیں میں گھر بات کرلیتا ہوں، باقی آگے کے مراحل تو گھر والوں کی قیادت میں ہی طے پائیں گے۔۔"

"میرا خیال ہے آپ اپنے فیصلے پر ایک بار پھر غور کر لیں، میری تو خیر ہے لیکن آپ کے فیملی کی اموشنز کا سوال ہے، کیونکہ یہ رشتہ دو فریقین تک محدود نہیں رہتا۔" حبہ نے پھر ایک کوشش کی۔

"فیصلوں پر بار بار غور کرنے سے فاصلے بڑھ کر ارادے کمزور ہو جاتے ہیں، لیکن میں جلد از جلد یہ فاصلہ سمیٹنا چاہتا ہوں، علی وِلا کے در و دیوار میں پھر سے ثوبان کی قلقاریوں میں اپنے بھائی کا قہقہہ سننا چاہتا ہوں، جس میں تاخیر میرے ضبط کا کڑا امتحان ہے۔۔" حشام اپنی طرف آرہے رافع کے گود میں موجود ثوبان پر نظر ٹکائے بولا۔ جس پر حبہ نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تھا۔

"سچ بتائیں ڈاکٹر حبہ یہ شہزادے ہمیشہ سے اتنے مغرور ہیں یا اپنے چاچو کی صحبت میں بگڑ گئے ہیں، مطلب کی مجال ہے جو اس آدھے گھنٹے میں انہوں نے ذرا مجھ سے کوئی بات کی ہو شکل بالکل اس سڑے ہوئے انسان کی طرح بنائے مجھے گھور رہے تھے، ان کے اس قدر سنجیدہ پلس رنجیدہ اس پر تضاد معصوم شکل دیکھ تو لوگ مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہے

تھے، شکر میں پھر بھی ون پیس میں لوٹ آیا۔۔" رافع منہ بسور رہے ثوبان کو ٹیبل پر بیٹھاتے ہوئے تھکے انداز میں بولا۔ جس پر حشام نے اسے گھورا تھا۔

"اوروں کا معلوم نہیں لیکن میرے شہزادے مغرور نہیں، بس میرے عادی زیادہ ہیں تو جلد کسی سے گھلتے ملتے نہیں۔۔" حبہ منہ بسور رہے ثوبان کے گال پر لگا چوکلیٹ صاف کرتے ہوئے بولی۔اور اسکی لوگوں والی بات پر حشام کی بھنویں تنی۔

"اور بہت جلد میرے بھی عادی ہو جائیں گے۔۔اوپس سوری!" حشام نے جیسے ہی ثوبان کو اٹھانے ہاتھ بڑھایا حبہ کے ہاتھ سے مس ہوتے ہی شرمندہ سا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"مطلب یہاں معملہ ڈن ہو گیا؟؟؟؟۔" رافع نے بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے پوچھا۔ جس پر حشام نے ثوبان کو شال اڑھا رہی حبہ پر نظر ٹکائے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں چلتی ہوں مارکیٹ میں کچھ کام ہے مجھے۔۔" حبہ اپنا پرس سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کو نہیں لگتا ثوبان کو پیار کرنے کا مجھے بھی حق ہے۔" حشام اسکی تیاری دیکھ تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کا حق ہے تبھی ڈاکٹر حبہ آپ کے مقابل کھڑی ہے ورنہ پہلی ملاقات کا اوپریشن بھولنے لائق تو نہیں تھا، لیں۔۔" حبہ نے جتاتے ہوئے ثوبان کو تھوڑا اسکی طرف جھکایا پھر چبھتی نظروں سے اسے ثوبان کا ایک ایک نقش چوم کر محبت لٹاتا دیکھتی رہی۔ اور اسکے فری ہوتے ہی لمبے لمبے ڈگ اٹھاتی وہاں سے نکل گئی۔

"دنیاں کی کوئی آخری جیلس ڈاکٹر ہے۔" حشام نے دانت پیسیں۔

"ادب سے گستاخ اب وہ میری ہونے بھابھی ہے، جس نے پہلی ہی ملاقات میں تمہارا اوپریشن کیا تھا، مجھے تو لگ رہا ہے اب تو روزانہ ہی مرہم پٹّی کیا ہوا ملے گا ڈاکٹر بھابھی جو لا رہا ہے، ہاہاہاہاہاہا۔۔" رافع بولنے کے ساتھ پوری رفتار سے بھاگا تھا۔ اور حشام اس کے پیچھے دونوں گھوڑے کے گھوڑے ہو کر اتنے لوگوں کی موجودگی کو فراموش کئے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

"بہت خوب چوہدری، جتنی صفائی سے تم حرام خوری کرتے ہو اسکی ایک گنا صفائی سے اگر

اپنے پیلے گندے دانت صاف کرتے تو بات بے بات بے ہنگم لگائے قہقہ سے ماحول میں پھیلتی گندی بدبو سے لوگ مروت کی موت نہیں مرتے۔۔۔" پرواز نے لیپ ٹاپ میں اپنے لگائے ڈیوائیس کا ریزلٹ دیکھتے ہوئے آنکھوں میں چمک لیئے تبصرہ کیا۔ نظر سامنے سکرین پر تھی جہاں ٹرک سے ریڈ کراس کے مارک والی بوریوں کو الگ کر کے نکالا گیا تھا۔

"چلو یہاں سے ایک کلو تو ملا اگلی بار ٹارگیٹ بدل لیں گے۔۔" پرواز بوریوں پر نظر ٹکائے پر اسرار سا مسکرائی۔ جب پاس رکھا اس کا فون رنگ ہوا تھا۔ سکرین پر اماں کالنگ دیکھ اسکے لب خوبصورت انداز میں مسکرائے تھے۔

اسے گاؤں سے آئے دو ہفتے ہونے کو آئے تھے۔ ناراضگی کے اظہار کیلئے اس نے نور بانو سے صحیح سے بات نہیں کی تھی۔ ہاں البتہ ارسلان کا اسے فلیٹ پر چھوڑنے سے لیکر ہوسٹل تک ڈراپ کر کے پیسے دینے تک ایک ایک بات تفصیل میں جا کر بتائی تھی۔ اس امید پر کی کیا خبر اسی بہانے اماں کو اپنے فرشتے صفت صاحب جی میں ایک عام انسان نظر آجائے۔ لیکن ایسا ہوا بالکل نہیں تھا۔ اماں تو اپنی صاحب جی کی مرید بنی ہوئی تھی۔ الٹا

منتٰہی کی طبیعت صاف کردی کی وہ ایک اعلی تربیت یافتہ آئیڈیل بیٹا ہے۔ جو اس طرح اپنے فیملی کو ٹھیس نہیں پہونچانا چاہتا۔ وقت آنے پر سب ٹھیک کر دے گا۔

"السلام علیکم !۔ "منتٰہی نے فون سپیکر پر رکھ کر نروٹھے پن سے سلامتی بھیجا۔ جس پر دوسری طرف نور بانو کو پتنگے لگے تھے۔

"وعلیکم سلام، لڑکی یہ کونسا انداز ہے اور کتنے سال تک یہ خاموش احتجاج کرنے کا ارادہ رکھتی ہو ؟ اللہ پوچھے اتنا سوہنا فرشتے صفت شوہر ملا ہے، لیکن مجال ہے جو تمہارے منہ سے شکر کے دو لفظ پھوٹے ہوں، بیٹھی ہو منہ پھلائے، نہیں بتاؤ ذرا ہے پورے گاؤں میں کسی کا میری منو جتنا اونچا بخت ہے، چراغ لیکر ڈھونڈھتی تب بھی مجھے صاحب جی کی جوتی کے برابر جیون ساتھی نہیں ملتا تیرے لیئے لیکن تو ہے کی تیرے نخرے ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے حد ہے ناشکری کی۔" نور بانو نے ڈپٹتے ہوئے اچھے سے منتٰہی کی طبیعت صاف کی تھی۔ جس پر بیچاری کا مارے صدمہ کے منہ ہی کھل گیا تھا۔

"اماں نہ میں کوئی گری پڑی ہوئی ہوں اور نہ ہی تیرے صاحب جی کوہ قاف کے شہزادے ہیں، اصل تو تو یہ بتا میں تیری بیٹی ہوں کے وہ صاحب جی حد ہے طوطا چشمی کی بھی۔۔"منتہیٰ تڑخ کر بولی۔

"لڑکی بتا رہی ہوں سدھر جا شوہر ہے تیرا ادب سے بات کر۔۔"نور بانو نے تنبیہ کیا۔

"اماں تو مجھے ہی تنبیہ کیوں کر رہی ہے، تیرا حاتم طائی ورژن ٹو صاحب جی مجھے چھوڑ گیا تھا میں نے اسے نہیں۔۔۔"منتہیٰ نے احتجاج کیا۔

"لڑکی شوہر ہے وہ تمہارے یہ کیا گستاخ لہجہ اپنایا ہوا ہے، خاموشی سے صاحب جی کو فون کر کے خبر خیریت معلوم کر، اور خبردار جواب انکار کیا میں جانتی ہوں تمہیں ابھی تک توفیق نہیں ہوئی ہو گی صاحب جی کو ایک فون کرنے کی۔۔"نور بانو اپنی بیٹی کو جانتی تھی تبھی حکمیہ لہجے میں بولی۔

"مجھے کیوں توفیق ہو توفیق تو تیرے صاحب جی کو ہونی چاہیے تھی، ذمہ داری بول کر محافظ کا تمغا لیے وہ گھوم رہے ہیں، اور تو مجھ پر گرم ہو رہی ہے۔۔"منتہیٰ بگڑ کر بولی۔

"منو! وہ تیرے محافظ ہیں اس بات سے تو انحراف نہیں کر سکتی۔۔"نور بانو نے جتایا۔ جس پر دو دن پہلے ہائی وے پر ارسلان کی اپنے لیئے فکر یاد کر کے منتہٰی کے لب مسکرائے۔اسے ارسلان کی آنکھوں کے زریعہ پہچان تک پہونچے کی جدو جہد بڑا مزہ دے رہا تھا۔

"مجال میری اماں جو میں انکار کر جاؤں، لیکن یہ بھی سچ ہے کی تیرے صاحب جی کو خود منتہٰی نور سے پرواز کو تلاش کرنا ہوگا، آخر کو میں ذمہ داری ہوں ان کی،اور خبر دار جو تو نے اپنے صاحب جی کی حمایت کی ورنہ تجھ سے بات نہیں کرونگی۔۔"منتہٰی نے منصوبے کے ساتھ دھمکی بھی دی۔ جس پر دوسری طرف نور بانو نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔ان کی بیٹی کی اپنی ہی منتبق تھی اپنے موقف سے ہٹنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

"اچھا ابھی فون بند کر رہی ہوں پھر فرصت سے بات کرونگی۔۔"منتہٰی سکرین پر نظر گاڑھے بولی۔ جس پر نور بانو نے چند ایک ہدایت کے بعد خود ہی کال رکھ دیا تھا۔

-------------------،-------------------------------

"ٹن ٹنان بتاؤ ارسلان میں کیا لیکر آئی ہوں ؟؟؟؟؟۔" نشوہ نے کمرے میں داخل ہوتے چہک کر پوچھا۔

"دو چٹکی زہر اور دونوں چٹکی تم خود ہی کھالو، اور خبر دار جو مرنے کیلئے میرے خواب گاہ کا انتخاب کیا باہر جا کر مرو۔۔" بیڈ پر بیٹھ کر فون میں گیم کھیل ارسلان نے جل کر صلاح دیا۔ جس پر نشوہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے پاس چلی آئی تھی۔

"یار کیا ابھی تک ناراض ہو، دیکھو ایک کی جگہ میں تمہارے لیے پورے تین سینڈوِچ لیکر آئی ہوں۔" نشوہ مشکل سے اپنے غصے کو ضبط کرتی خوشبو لٹاتی سینڈوِچ پلیٹ اس کے آگے کیا۔

"یہ تین بھی ٹھونس لو، اور دفع ہو جاؤ، میری توبہ جو دوبارہ کبھی میں نے تمہیں اپنا رازداں بنایا، تم جیسی دوست سے تو دشمن بہتر نہیں بہترین ہے۔۔" ارسلان رخ موڑ کر نروٹھے پن سے بولا۔ نشوہ کی دھمکی پر گلے میں اٹکا نوالا وہ بھولا بالکل نہیں تھا۔

"یار اب صلہ تو کر رہی ہوں ناں۔۔" نشوہ نے پلیٹ بالکل اس کے منہ کے آگے کیا۔

"تم سے صلہ کرنے سے بہتر میں سولی نہ چڑھ جاؤں۔" ارسلان للچاتی نظریں بامشکل سینڈوچس ہٹاتے ہوئے بولا۔

"یار مان بھی جاؤ اب، اتنا بڑا راز ہے بار بار باہر نکل آتا ہے تو میں کیا کروں، لیکن اب نہیں آئے گا میں نے راز کو دل کے تہ خانے میں بارہ فٹ گہری قبر کھود کر دفن کر دیا ہے، سمجّی۔۔" نشوہ نے معصوم شکل بنائی۔

"سچ کہ رہی ہو۔" ارسلان نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

"سو فیصد تمہاری قسم۔۔" نشوہ نے فوراً اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا۔ جس پر وہ کرنٹ لگے شخص کی طرح تڑپ کر پیچھے ہوا تھا۔

"مجھے ابھی نہیں مرنا تم اپنی قسم کھاؤ، ویسے بھی ایک جھوٹی قسم سے تو تمہارے سر کے جویں تک نہ مرے تم کیا مرو گی۔۔" ارسلان ناک سکیڑ کر بولا۔ جس پر نشوہ نے مٹھیاں بھینچی۔

"اچھا یہ سینڈوِچ کھاؤ اور تیار ہو کر نیچے آؤ، سنا ہے پاس ایک ریسٹورنٹ کھلا ہے، تمہاری سیلری بھی آئی ہوئی ہے تو اسی بات پر پارٹی کر آتے ہیں۔۔" نشوہ آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔ جس پر ارسلان کا آدھا منہ میں گیا سینڈوِچ اسی رفتار سے باہر آیا تھا۔

"میں بھی سوچوں تم اچانک جانی دشمن سے جگری یار کیسے نکل آئی، لیکن میں بیوقوف ہرگز نہیں، صبح سے اب تک کا ریکارڈ ہے میرا مجھے دا ابو کی ڈانٹ نہیں پڑی اور اس ریکارڈ کو قائم رکھنے کیلئے میں کوئی ٹیڑھی حرکت افورڈ نہیں کر سکتا، میں نہیں لے جا رہا ہے، تم ایس پی صاحب کو پکڑو، میں بھی سوچوں اچانک موٹی کیوٹی کیسے بن گئی، اور یہ بھی پکڑو۔۔" حشام منہ بناتا سینڈوِچ پلیٹ میں رکھتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"کیوں نخرے کر رہے ہو یار نانا ابو کو کچھ پتا نہیں چلے گا ہم ہلکا پھلکا ڈنر کر کے چوری چھپے باہر نکلیں گے۔۔" نشوہ ساری محنت یوں ہی برباد ہونے نے نہیں دے سکتی تھی تبھی اس کے پیچھے آئی۔

"تم ہلکا پھلکا کر دیا اپنے وجود کی طرح بھاری بھر کم میں نہیں لیکر جا رہا یہ طے ہے، پچھلی بار بھی تم دونوں نے ایسا ہی کیا تھا، دا ابو کو دیکھتے ہی بزدلوں کی طرح فرار ہو گئے تھے، اور

رات کے دس بجے بھرے پیٹ کے ساتھ گارڈن کی دس راؤنڈ میں نے لگائے تھے۔"ارسلان منہ بنا کر کہتا دو دو سیڑھیاں پھلانگتا نیچے کی طرف بڑھا۔

لیکن آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی سامنے حال کا سنجیدہ ماحول دیکھ ٹھٹھک کر اس کے قدم رکے تھے۔جہاں تینوں سینئر علی برادران ایک جانب صوفے پر بیٹھے تھے۔جن کے مقابل دا ابو ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے سنجیدہ سے اپنی مخصوص نشست پر جلوہ افروز تھے،تینوں بیگمات بھی ایک جانب سنجیدہ سی کھڑی تھی۔اور سب کی سنجیدہ نظروں کا مرکز معدب سا کھڑا احشام تھا۔

"مجھے آپ لوگوں سے بہت ضروری بات کرنی تھی،جیسا کے میں نے آپ لوگوں کو بتایا کی میں پچھلے ایک سال سے وہیں سے بھائی کے پارٹنر کے ساتھ بھائی کا آفس دیکھ رہا ہوں،اور بہت جلد آفس جوائن کرنے والا ہوں،چونکہ آفس جوائن کرنے کے بعد کم از کم ایک ڈیڑھ سال تک مجھے بالکل وقت نہیں ملے گا کیونکہ نیا کام وقت اور توجہ کا طالب ہوتا ہے اس لیئے میں چاہتا ہوں کی۔۔۔"سر جھکا کر اپنے مدع کی طرف آرہا

حشام نے لب دانتوں تلے دبا کر سر اٹھایا۔دھڑلے سے اپنی شادی کی ڈیمانڈ کرنا مشکل تو بہت تھا۔

"توآپ چاہتے ہیں کی۔؟؟؟؟۔"داابو نے اپنے مخصوص رعبدار آواز میں لفظ دہرائے۔

"توآپ چاہتے ہیں کی۔؟؟؟؟۔"داابو نے اپنے مخصوص رعبدار آواز میں لفظ دہرائے۔

"تو۔۔تو۔تو میں چاہتا ہوں کی۔۔"سب کی نظر خود پر محسوس کر کے حشام کا گلا بار بار خشک ہو رہا تھا۔جبکہ اس نے نظر اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا لیکن نظریں سب کی اسی پر ٹکی تھی اس بات سے بخوبی واقف تھا۔

"میں چاہتا ہوں کی۔۔۔"حشام نے دوبارہ حلق تر کیا۔

"جی آگے بھی فرمائیں برخردار ہم یہاں خالص آپ کی چاہت ہی سننے بیٹھے ہیں،سب ہمہ تن گوش ہے بس آپ ہی کی گاڑی جام ہو گئی ہے۔۔"دا نے اپنے مخصوص بھاری لہجے میں اس کے اٹکنے پر چوٹ کیا۔جس پر حشام نے تھوک نگلتے ہوئے ایک لمبی سانس اندر کھینچی۔

"جی تو میں چاہتا ہوں کی آپ لوگ میری شادی کر دیں۔" حشام نے تیزی سے بول کر آنکھیں کھولا جہاں سب ورطہ حیرت میں اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ جیسے سمجھنا چاہ رہے ہوں کی آیا انہوں نے صحیح سنا ہے یا ان کے کان میں ابھی سے شہنائی بج رہے ہیں۔

"اور آپ اچانک سے ایسا کیوں چاہنے لگے ہیں؟" داابو نے کھوجتی نظروں سے پوچھا۔

"جی۔۔وہ۔۔وہ میں۔۔میں نے بتایا نہ کی آگے مجھے فرصت نہیں ملے گی۔۔" حشام نے جواز تراشا۔

"تو ابھی کونسی آپ کی عمر نکلی جارہی ہے صاحب زادے ڈیڑھ دو سال بعد کر لیں گے ابھی آپ کی عمر ہی کیا چھبیس سال۔۔" اب کے سپاٹ انداز میں جواب انصار صاحب کی طرف سے تھا۔ جس پر حشام کی پیشانی پر بل پڑے۔

حشام کو آئے ایک مہینہ ہونے کو تھا لیکن دونوں باپ بیٹے نے ایک دوسرے سے سیدھے منہ بات نہیں کی تھی۔ حشام انہیں اپنے بھائی کی موت ذمہ دار مان رہا تھا تو وہ اپنے دونوں بیٹوں کے سوِل نہ جوائن کرنے کا غصہ دل میں دبائے بیٹھے تھے۔

"دا ابو میں نے لڑکی دیکھ لی ہے، دیبا کے ہوسپٹل میں ڈاکٹر ہے، آپ لوگ جا کر بات کر آئیں میں جلد از جلد اسی ہفتے کے اندر نکاح کر کے اگلے ہفتے آفس جوائن کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔۔" حشام سپاٹ چہرے کے ساتھ فیصلہ کن انداز میں بولا۔ جس پر سوائے دا ابو کے سب نے بے یقینی سے حشام کو دیکھا تھا جس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"برخردار جب سب کچھ آپ طے ہی کر آئیں ہیں تو نکاح کر کے سیدھا دلہن رخصت کر آتے پھر ہم سکون سے ولیمے کی سنت ادا کرتے اور آپ اطمینان سے اپنا آفس جوائن کر لیتے، مطلب کی سرکشی کی حد ہے ابھی آفس میں قدم رکھا نہیں ہے صاحب زادے نے بیوی کی ڈیمانڈ لیکر حاضر ہو گئے ہیں وہ بھی ایک ہفتے میں شرم لحاظ کوئی نہیں اللّٰہ جانے میری ہی دونوں اولاد نافرمان کیوں نکل آئے۔"اس کے فیصلہ کن انداز پر انصار صاحب کو تپ چڑھی تبھی بھپر کر اپنی جگہ کھڑے ہوتے طنزیہ بولے۔

"ڈیڈ آپ بھائی کو بیچ میں نہیں لائیں۔" حشام مٹھیاں بھینچتا نیچی آواز بولا۔

"تمہارا بھائی میرا بیٹا تھا اگر تمہیں یاد ہو تو۔۔" انصار صاحب اس کے مقابل چلے آئے تھے۔اور دونوں باپ بیٹے کو مقابل دیکھ تنزیلہ بیگم کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ پانی اتر آیا تھا۔

"انصار۔۔" داابو کی تنبیہ کرتے لہجے پر وہ جبڑے بھینچتے واپس اپنی جگہ بیٹھے۔

"کب سے جانتے ہیں اس لڑکی کو؟؟؟؟" داابو واپس اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جی یہی کچھ بیس پچیس دن سے،اب آپ لوگ کہیں گے کی کتنا جانتے ہیں تو میں پہلے ہی بتادوں ان کے بارے میں جاننے کو زیادہ کچھ نہیں ہے،وہ یتیم ہیں یتیم خانے میں پلی بڑھی ہیں، مجھ سے ایک ڈیڑھ سال بڑی ہوں گی اینڈ ان کا ایک ایک سال بیٹا ہے۔ ہسبنڈ کا شائد انتقال ہو گیا ہے یا طلاق شدہ ہیں آئی ڈونٹ نو۔۔" حشام نے بے تاسیر چہرے کے ساتھ مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے تفصیل بتائی۔ جس پر اب کی بار سارے کے سارے منہ کھولے اپنی اپنی جگہ کھڑے حشام کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔ جبکہ وہ سب کہ کر مطمعین کھڑا تھا۔

"حشام آپ ہوش میں ہیں؟؟؟۔" داابو نے ناگوار لہجے میں سوال کیا۔

"جی داابو میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔۔" حشام نے ٹھوس لہجے میں تصدیق کی۔

"ہمیں تو نہیں لگ رہے۔۔" داابو کا لہجہ گہرا طنز لیے تھا۔

"میرا نہیں خیال کی میں نے کوئی ایسی بات کی ہے جس سے میرے ہوش میں نہ ہونے کا خدشہ گزرے۔۔" حشام سادہ لہجے میں بولا۔ جب تنزیلہ بیگم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔ وہ فوراً دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کرتی حشام تک پہونچ کر اس کا ہاتھ پکڑ کے گھسیٹتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"اللہ! اللہ! بیٹا ارسلان یہاں صرف اپنی پسند بتانے پر حشام بھائی جیسے گبر سنگھ کی حالت پتلی کر دی سب نے مل کر اگر جو انہیں تمہاری نکاح کا پتا چل جائے تو۔۔" سوچ کی ہی ارسلان نے جھڑ جھڑی لی تھی۔ پھر حشام کا ہاتھ تھامے اپنے روم کی طرف بڑھ رہی تنزیلہ بیگم کے پیچھے ہوا۔

"مام!۔"

"مام! ہاتھ چھوڑیں کیا ہو کیا گیا ہے، میں ایسی کونسی غیر مناسب بات کر دی ہے جو آپ مجھے ایسے گھسیٹ رہی ہیں۔۔" روم میں پہونچتے ہی حشام نے اپنا ہاتھ آزاد کرایا۔ جس پر تنزیلہ بیگم تنفر سے اسے دیکھا۔ جو باہر اتنا بڑا ہنگامہ ڈال کر پوچھ رہا تھا کی کیا کیا ہے۔

"غیر مناسب بات بیٹا؟ تمہارے خیال میں بے شرموں کی طرح دھرلے سے بڑوں کے سامنے شادی کی ڈیمانڈ کرنا بنا ماں سے اطلاع مشورہ کئے، وہ بھی اپنے سے بڑی لڑکی ایک بچے کی ماں سے تمہارے خیال میں یہاں صرف غیر مناسب لفظ کا استعمال مناسب ہے۔ اوہ! میرے خدایا۔۔" تنزیلہ بیگم نے سر ہاتھوں میں تھاما۔۔

"تو مام اس میں اتنا ویرڈ کیا ہے، مطلب ایک بچّے کی ماں سے نکاح گناہ تو نہیں۔۔" حشام چڑ کر کہتا ان کے پاس چلا آیا تھا۔ جو بیڈ پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔ جب وہاں تحسین بیگم، شمیم بیگم کے ساتھ ارسلان کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"ویرڈ؟ حشام چار سال فرانس رہ کر تمہیں مغرب کی ہوا لگ گئی، مطلب تم بے شرموں کی طرح باہر بھرپور بے شرمی کا مظاہرہ کرنے کے بعد پوچھ رہے ہو کی ویرڈ کیا ہے؟۔ نہیں! مجھے تو تم سے زیادہ اس لڑکی۔۔ سوری! اس عورت کا سوچ کے حیرانی

ہو رہی ہے جو ایک بچے کی ماں ہو کر۔۔۔" تنزیلہ بیگم تنفر سے بولتے ہوئے اس سے پہلے کی حبہ کے کردار پر سوال اٹھاتی حشام نے اپنا دیاں ہاتھ کھڑا کر کے انہیں کچھ غلط لفظ استعمال کرنے سے باز رکھا۔

"مام! آپ کو بے شرم، بے حیا، بے غیرت، جو بھی کہنا ہے مجھ کہیں ان سے نہیں کیونکہ یہاں ان کی کوئی غلطی نہیں، آپ کہیں گی کے انہوں مجھ پر ڈورے ڈالے مجھے پھسایا تو بتادوں آپ کا بیٹا کوئی کمزور مرد نہیں جو کوئی اسے اپنی اداؤں میں پھانس لے، جو کچھ بھی ہے سب میری طرف سے میں ہی نکاح کرنا چاہتا ہوں ان سے۔" حشام مظبوط لہجے میں بولا۔

"تم چاہتے ہو اور وہ عورت مان گئی؟؟؟" تنزیلہ بیگم طنزیہ بولی۔ جس پر حشام جبڑے بھینچے۔

"مجھے آج سمجھ آیا مام کی کیوں بھائی نے مجھے اپنی قسم دے کر بہت سی باتیں علی وِلا سے چھپانے کی ہدایت کی تھی، جو میں اب اپنی آخری سانسوں میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ

شیئر نہیں کرونگا۔" حشام تاسف سے بولا۔اس کا ارادہ ثوبان کے سب سے گھلتے ملتے ہی حقیقت بتانے کا تھا جو تنزیلہ بیگم کے شدید رد عمل نے پل میں بدل دیا تھا۔

"بس اتنا سمجھ لیں مام ایک ہفتے کے اندر یا تو ڈاکٹر حبہ یہاں مسز حبہ حشام علی کی حثیت سے موجود ہوں گی یا حشام یہاں موجود نہیں ہو گا۔" حشام کھلے لفظوں میں اپنا فیصلہ سنا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ پیچھے سب ہکا بکا سے رہ گئے تھے۔یہی دھمکی آج سے تقریباً تین سال پہلے احتشام نے دی تھی اور پھر وہ جنازے میں ہی واپس آیا تھا۔

"بھ۔بھ۔۔بھابھی۔۔یہ۔۔یہ۔کک۔۔کیا کہ گیا۔۔" تنزیلہ بیگم نے لڑکھڑاتی آواز میں کہتے خالی خالی نظروں سے شمیم بیگم کو دیکھا۔کچھ ایسا ہی حال باہر کھڑے داابو کا تھا جو حشام سے بات کرنے آئے تھے۔

"کچھ نہیں بس غصہ ہے جوان خون ہے جوش میں کہ گیا تم فکر نہیں کرو سب ٹھیک ہو گا میں بات کرونگی۔۔" تحسین بیگم نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے پانی کا گلاس منہ سے لگایا تھا۔اور پاس کھڑا ارسلان پہلی بار صحیح معنوں میں پریشان ہوا تھا۔وہ تو منتٰی جلد از جلد ڈھونڈھ کر گھر لانے کا سوچ رہا تھا۔لیکن اب اس کا ارادہ واپس ڈگمگا گیا تھا۔

"حان جانتے ہیں آج ہسپتال میں بہت مزہ آیا، میری ڈیوٹی چلڈرن وارڈ میں تھی وہاں ایک بچے کو بالکل حشام بھائی کی طرح انجکشن کے نام سے خوف آتا تھا، اس نے مجھے اور میری کلیگ ڈاکٹر کو پورے وارڈ میں دوڑیں لگوائی، لیکن آخر کار ہم نے اسے دبوچ ہی لیا لیکن اللہ اسکی چیخ میری کلیگ نے تو ڈر کر بچے کو چھوڑ ہی دیا، لیکن میں نے ہار نہیں مانی جانتے ہیں پھر میں نے کیا کیا۔۔؟؟؟" دیا نے اپنے مخصوص انداز میں جھولے پر بیٹھ کر پیر ہلاتے ہوئے پورے دن کی روداد سناتی تجسس سے اس کی طرف مڑی تو اسے گہری نظروں سے خود کو تکتا دیکھ ایک پل کو دھڑکن تھمی۔

"حان میں کچھ بول رہی ہوں کہاں دھیان ہے آپ کا؟؟؟۔" دیا اسے اسی طرح خود کو نہارتا دیکھ ہاتھ ہلایا۔ جس پر احان فوراً ہوش میں آیا تھا۔

"کک۔۔ کہیں نہیں۔۔ آپ۔۔ آپ بتائیں کیا بتا رہی تھیں۔۔" احان اپنی محویت پر خجل ہوتا بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"کیا بتاؤں؟؟؟۔" دیبا مکمل اس کی طرف گھومی۔

"جج۔۔جو آپ بتا رہی تھیں۔۔" احان اس کی نظریں خود پر ٹکی دیکھ نروس ہوا۔

"اور میں کیا بتا رہی تھی؟؟۔" دیبا نے ای برو چڑھائے۔

"وہ۔۔وہ تو آپ کو معلوم ہو گا نہ۔۔" احان نے پیشانی مسلی۔

"احان آپ کو پتا ہے آج کل آپ بہت کھوئے کھوئے سے رہنے لگے ہیں، میری کسی بھی بات پر رسپونس ہی نہیں کرتے، مجھے تو لگ رہا ہے اب آپ مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں۔۔" دیبا واپس آگے دیکھتی نروٹھے پن سے بولی۔ جس پر احان نے تڑپ کر فوراً اسے کاندھوں سے تھام کر اپنی طرف گھمایا۔

"دیبا آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں۔۔" احان نے ناراضگی سے استفسار کیا۔

"اوکے! نہیں کرتی پھر آپ کو میرے ساتھ ایک گیم کھیلنا ہو گا۔۔" دیبا واپس دونوں پیر اُپر کو کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ جس پر احان نے اس کے کندھوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اثبات سر ہلایا۔

"تو ایس پی صاحب فرض کریں میں ہوں ایک خطرناک آنکر اور آپ ہیں ایک ایماندار افسر اور میں پوچھونگی آپ سے کچھ اہم سوال جس کا آپ دیں گے سچ سچ جواب۔تالیاں۔۔" دیبا نے خود ہی ہاتھ کھڑے کر کے تالی پیٹی۔ جبکہ احان آنکھیں سکیڑ کے اسے گھور رہا تھا۔

"ڈاکٹر دیبا آپ کے بیسٹ فرینڈ نے کتنی رشوت خوانی کی ہے جو وہ فرض کرے کی وہ ایماندار آفیسر ہے ؟؟۔" احان تیکھے انداز میں آنکھیں چھوٹی کر کے استفسار۔ جس پر دیبا نے زبان دانتوں تلے دبائی۔اور احان نے فوراً سے پہلے نظروں کا زاویہ تبدیل کیا۔

"اچھا سوری، لیکن اب سیر یسلی گیم سٹارٹ کرتے ہیں۔" دیبا نے کان پکڑے جس پر احان ہولے سے مسکرایا۔

"سو مسٹر ایس پی احان اطہر علی سب سے پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کی اس دن آپ وہاں حیات ہسپتال میں کس سلسلے میں تشریف لائے تھے، کیونکہ جو آپ نے ڈپلومٹیک آنسر دیا تھا اس پر آپ کی خود کی بیسٹ فرینڈ کو شک ہے۔۔" دیبا نے ہاتھ کا مائک بنا کر احان کے آگے کرتے ہوئے شرارتی انداز میں پوچھا۔

"دیبا یار یہ ایک سوال آپ ایک ہفتے میں ایک سو سے زیادہ مرتبہ کر چکی ہیں اور جواب بھی دے چکا ہوں کی میں کسی کی عیادت کیلیئے گیا تھا۔۔" احان پہلے سوال پر ہی جز بز ہوا۔

"ہاں! دیا ہو گا لیکن اگر ہم آپ کے جواب سے مطمعین نہیں ہوئے تو اس میں ہماری تو کوئی غلطی نہیں ہے۔" دیبا ہنوز ہاتھ آگے کیئے ہی بولی۔

"تو پھر غلطی کس کی ہے۔۔" احان نے ای برو اٹھائے۔

"جواب دینے والے کی۔۔" جواب جھٹ کمال بے نیازی کے ساتھ موصول ہوا۔ جس پر احان نے نفی میں سر ہلایا۔

"بتانے کا بہت شکریہ تازہ ترین آنکر صاحبہ اگلا سوال پلز۔۔" احان ٹالنے کے انداز میں بولا۔

"ٹھیک جز وقتی ایماندار آفسر صاحب، لیکن اگلے سوال کا جواب تشفی بخش ہونا چاہئے۔۔" دیبا نے جیسے احسان کیا۔ جس پر احان نے ہلکے سر کو خم دیا تھا۔

"تو اب بتائیں ایس پی صاحب کی کچھ دنوں سے آپ اتنے کھوئے کھوئے الجھے الجھے سے کیوں رہنے لگے ہیں، بیٹھے بیٹھے کہیں گم ہو جاتے ہیں، کہتے کہتے خاموش ہو جاتے ہیں، سنتے

سنتے خوابوں میں کھو جاتے ہیں آخر وجہ کیا اس بوڈی پریزنٹ مائنڈ اپسینٹ کی؟ میڈیکل پائنٹ آف ویو سے یہ بڑی خطرناک بات ہے ویسے؟؟؟ اب سوال ٹالنے کی کوشش بالکل نہیں کیجئے گا کیونکہ دنیاں میں ماں اور بیسٹ بڈی دو ایسی مخلوق ہیں جن کی نظریں کبھی دھوکہ نہیں کھاتی۔۔" احان کے منہ کھولنے سے پہلے ہی دیبا نے خبردار کیا۔ جس پر احان نے پیشانی مسلی تھی۔ اگر دیبا نے یہ سب نوٹ کیا تھا اور سوال کیا تھا تو بنا جواب لئے خاموش نہیں ہونے والی تھی۔

"میڈیکل پائنٹ آف ویؤ سے یہ خطرناک تو ہے ہی لیکن یوں بھی اچھا سائن نہیں ہے میں بتا رہی ہوں، اس لیئے یاروں سے شیئر کرنے میں جھجھک اور دیر بالکل نہیں کریں کیونکہ ایسے بے نام مرض کا علاج خالص یاروں کے پاس ہی ہوتا ہے۔۔" دیبا احان کی طرف جھک کر رازداری سے بولی۔ اور اس کے قریب آنے پر احان جھجھک کر جھولے کے دوسرے سرے سے لگا۔

"بتائیں بھئی مسئلہ کیا ہے، ویسے تو کچھ کچھ مجھے کلک ہو رہا لیکن مریض اپنا مرض خود بیاں کریں علاج کا یہی اصول ہے۔" دیبا اس کی مسلسل خاموشی سے زچ ہوئی۔

"کوئی مرض نہیں ہے یار مجھے، آپ فضول میں مشکوک ہو رہی ہیں، بس کچھ دنوں سے عجیب سی کیفیت ہو رہی ہے جو سمجھنے سے قاصر ہوں۔۔" احان الجھن زدہ سی کیفیت میں کہتا جھولے سے اتر کے سائیڈ گملوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"مثلاً کیسی کیفیت ہے ؟؟؟" دیبا اس کے برابر آ کر رازدارانہ انداز میں سوال کرتی سرد ہواؤں کے جھوکوں سے اٹھ کھیلیاں کر رہے بڑے بڑے گملوں میں لگے رنگ برنگے پھولوں کے پودوں کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہی تو سمجھ نہیں آ رہی کی اصل کیفیت کیا ہے، اس کے پاس ہوتا ہوں تو چین نہیں مجھے دور جاتا ہوں تو سکون نہیں دل کو عجیب سی کشمکش کا شکار ہوں، وہ نظروں سے اُجھل ہوتی ہے تو جی چاہتا ہے اس کے پاس جا کر اسے نہارتا رہوں اس سے بہت ساری باتیں کروں، زیادہ اس کی سنوں بس کچھ اپنی سناؤں، لیکن جب اس کے پاس ہوتا ہوں تو دل خوف زدہ بچّے کی طرح بار بار سرزنش کرتا ہے کی اگر وہ تمہاری نظروں کا ارتکاز بھانپ گئی تم سے خفا ہو گئی تو کیا کرو گے، نظریں اس سے ہٹنے سے انکاری ہوتی ہے لیکن خواہش بھی کرتی ہے کی ان پر اس کی نظر نہیں پڑے، الجھ سا گیا ہوں اس دل و دماغ کی کشمکش میں پھس کر

کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" احان اس کے گلابی انگلیوں کی گرفت میں نرمی سے مقید ادھ کھلی کلی پر نظر ٹکائے الجھے انداز میں اپنی کیفیت بتا رہا تھااور وہ گہری مسکراہٹ کے ساتھ سب سن رہی تھی۔

"دیبا دانت اندر کریں میں نے کوئی جوک نہیں سنایا ہے۔" احان اس کی مسکراہٹ دیکھ خفا خفا سا بولا۔ جس پر دیبا کا قہقہ اُبل پڑا تھا۔

"ہاہاہاہاہاہاہا۔۔ حان کتنے کیوٹ لگ رہے ہیں آپ الجھے ہوئے۔۔" دیبا نے اسکی الجھن سے ہزن اٹھایا۔ جس پر احان کا منہ کچھ اور غبارے کی طرف پھولا تھا۔

"ڈاکٹر دیبا یہ نہایت ہی غلط بات ہے پہلے کسی کو فورس کرنا بتانے کیلئے پھر اس کا مذاق اڑانا۔۔" احان نے رخ موڑ کر برا منایا۔ جس پر دیبا ہنس ہنس کر سرخ ہے چہرے پر ہاتھ پھیرتی اس سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"خفا نہیں ہوں حان میں آپ کا مذاق نہیں اڑا رہی تھی مجھے بس اس بات ہنسی آ گئی کی دا ایس احان علی جو بندے کی شکل دیکھ کر مجرم اور ملزم کا فیصلہ کرلیتا ہے اسے اتنی چھوٹی سی بات سمجھ نہیں آرہی۔۔" دیبا نے مسکراہٹ دباتے ہوئے صفائی پیش کی۔

"چھوٹی سی بات۔۔" احان نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"جی ایس پی صاحب چھوٹی سی بات لیکن بہت اہم۔۔" دیبا ایڑیوں کے بل اُونچا ہو کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ جس پر وہ مزید الجھا۔

"دیبا صاف صاف بتائیں کیا بات۔۔" احان زچ ہوا۔

" بات یہ ہے ایس پی صاحب کی اب آپ مرض لاعلاج میں مبتلہ ہو گئے ہیں، جسے لوگ محبت کے نام سے جانتے ہیں، تو اسی بات پر بتائیں ان خوش نصیب محترمہ کا اسم مبارک۔۔" دیبا نے روانی سے کہتے ہوئے احان کے سر پر بم پھوڑا تھا۔اس نے جھٹ پلٹ کر بے یقینی سے دیدے پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"بتائیں بھئی تاکے سچّے یار کا فرض ادا کر سکوں۔" دیبا اس کی بے یقینی پر کھل کر مسکرائی۔ جس احان نے سر جھٹکا۔

"مطلب؟؟؟۔" احان اتنے واضح لفظوں کے بعد بھی تصدیق چاہی۔

"مطلب یہ کی نیچے کا زبردست سین آپ دونوں طوطا مینا کی جوڑی سے مس ہو گیا۔۔" دیبا کی خلاصہ تصدیق کرنے سے پہلے نشوہ کی ہانپتی کانپتی آواز پر دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مطلب ؟؟؟۔" دونوں ایک زباں ہوئے۔

"مطلب یہ کی۔۔۔۔" نشوہ نے پھولتی سانسوں کے درمیان ہی پوری کہانی سنائی تھی۔ جس پر دونوں سرپٹ نیچے کی طرف بھاگے تھے۔ جہاں حال کا ماحول گرم تھا وہیں تنزیلہ بیگم کے کمرے کا ماحول بوندا باندی والا تھا۔

پچھلے تین دن کی طرح آج بھی علی وِلا کی فضا گرم ہی تھی۔ حشام کو سمجھانے کی سب نے ایک ایک ناکام کوشش کر کے دیکھ لیا تھا۔ چند دن کی جان پہچان سے ایسے اب نارمل رشتے نہیں جڑتے لیکن حشام اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔ دوسری طرف انصار صاحب کا غصہ بھی سوا نیزے پر تھا وہ پہلے ہی اس کے سول نہ جوائن کرنے سے ناراض تھے کی وہ پھر سے

ہٹ دھرمی پر اتر آیا تھا۔ رافع کے سمجھانے اور غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس نے اسی رات آکر تنزیلہ بیگم نے اپنے روڈ رویہ کی معافی مانگ لی تھی لیکن ساتھ یہ بھی باور کرا دیا تھا کی وہ اپنے فیصلے میں کوئی ترمیم نہیں لائے گا۔ ابھی حشام اپنے کمرے میں یوں ہی بیٹھا ثوبان سے بات کرنے بارے میں سوچ رہا تھا جب تنزیلہ بیگم نے کمرے میں آکر واپس وہی مدع چھیڑ دیا تھا۔

"آئی ڈونٹ ڈیم کیر مام کی وہ ایک بچے کی ماں ہے یا چار مجھ سے ایک سال بڑی ہے یا چار سال، آئی جسٹ وانٹ ٹو میرّی ہر، میں بس اتنا جانتا ہوں مجھے ان سے نکاح کرنا ہے مطلب کرنا ہے، فرق نہیں پڑتا مجھے کسی اور بات سے، اور آپ لوگوں کو بھی نہیں پڑنا چاہئے، کیونکہ میں اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹنے والا ہوں، میرا فیصلہ اٹل ہے۔" حشام بلیزر کھول کر بیڈ پر اُچھالتا جھلا کے بولا۔ سب کی یہی رٹ تھی کے لڑکی ایک بچے کی ماں ہے، اب وہ انہیں کیا بتاتا کی وہی بچہ تو وجہ ہے اس سب کی۔

"حشام پاگل مت بنو تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا آج نہیں تو کل تمہیں اس بات سے فرق پڑے گا، ممتا سے گندھی عورت تک کسی اور کے بچّے کو برداشت نہیں کر پاتی تو تم

کیسے کرلو گے، پھر بھی ایک عورت کسی صورت میں مجبور ہو کر کسی اور کا بچہ قبول کر بھی لیتی ہے لیکن مرد اس معمالے میں اتنا بڑا ظرف نہیں کر سکتا،اس لی ئے فضول ضد مت کرو۔" تنزیلہ بیگم نے رسان سے سمجھایا۔ جس پر حشام کا من کیا اپنا سر سامنے دیوار پر دے مارے۔وہ کیسے سمجھاتا انہیں کی وہ بچہ اس کے عزیز جان بھائی کی آخری نشانی ہے کوئی غیر نہیں ہے وہ حشام علی کیلئے۔اس بچّے سے اسے اپنے بھائی کی خوشبو آتی ہے۔

"مام آپ کا بیٹا کم ظرف نہیں ہے۔" حشام سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتا اپنے اندر کے اُبال کو کم کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں! لیکن اتنا اعلٰی ظرف بن کس لی ئے رہے ہو یہ بتادو اپنی مام کو، نہیں تمہیں آئے ابھی مشکل سے ایک مہینہ نہیں ہوا ہے،اور تم پر شادی کا بھوت چڑھ گیا وہ بھی ایک بچّے کی ماں سے،کیسے ؟۔" تنزیلہ بیگم نے کھوجتی نظروں سے حشام کا جھنجھلایا چہرہ دیکھا۔

"مام یہ ایک بچے کی ماں ایک بچے کی ماں کیا لگا رکھا ہے یار ؟۔" حشام نے بے چینی سے پیشانی مسلتا اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

"میں نے خود نہیں لگا رکھا ہے وہ ایک بچے کی ماں ہے میرے بچّے، اور جو رشتہ تم اس سے جوڑنے کی ضد لگائے بیٹھے ہو اس کے بعد ہر کوئی یہ بات کہے گا۔۔" تنزیلہ بیگم اپنی بات پر زور ڈالتے ہوئے اسے بہت کچھ باور کراتے لہجے میں بولی۔

"یو نو واٹ مام، مجھے ہماری سوسائٹی کی ایک بات سمجھ نہیں آتی، اگر ایک عورت کا کوئی بچہ نہ ہو تب بھی لوگ بات بناتے ہیں ہو تب بھی بات بناتے ہیں وائے؟ اینڈ بائی دا وے مام مجھے فرق نہیں پڑتا اٹس ہونر فرمی، یہ میرے لیٔے اعزاز کی بات ہے۔" حشام پہلے افسوس سے کہتا آخر میں گردن میں بل ڈالے بولا۔ جبکہ تنزیلہ بیگم کی کچھ کھوجتی نظریں حشام کے سنجیدہ چہرے سے ایک پل کیلئے نہیں ہٹی تھی۔

"حشام صحیح صحیح بتاؤ اس ایک ہفتے میں تمہیں اس ڈاکٹر میں ایسے کونسے سرخاب کر پر نظر آگئے ہیں کے تم ضد پکڑ کے بیٹھ گئے ہو، اگر تمہیں صرف شادی کرنی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، ایک سے بڑھ کر ایک خاندان اور خاندان کے باہر کی لڑکیوں کی ہم لائن لگا دیں۔۔۔۔" تنزیلہ بیگم کی خود پر گڑھی کچھ کھوجتی نظروں سے نظر چراتا وہ رخ موڑ گیا تھا۔

"مام مجھے صرف شادی نہیں بلکے صرف ڈاکٹر حبہ سے شادی کرنی ہے۔۔" وہ رخ موڑے بولا۔

" حشام کیوں ضد کر رہے ہو سمجھ کیوں نہیں جاتے اس طرح کے رشتے نہیں ٹکتے آسان نہیں ہوتا کسی اور کے خون کو اپنی تپش دینا۔" تنزیلہ بیگم تھکے انداز میں بولیں۔

"مام اگر وہ بچہ میرے سگے بھائی کا ہوتا تب بھی آپ کے الفاظ یہی ہوتے ؟؟؟؟۔" حشام نے گہری نظروں سے ماں کے بدلتے تاثرات دیکھے۔

"آج کہ دیا دوبارہ نہیں کہنا میرا شامی ضدی اُکھڑ تھا نافرمان سرکش نہیں، وہ اپنے آخری سانسوں میں بھی ایسا کچھ کرنے کا نہیں سوچ سکتا۔۔" تنزیلہ بیگم سپاٹ چہرے کے ساتھ ناگواری سے بولی۔ لہجے میں لفظوں سے زیادہ احتشام پر ان کا اعتبار بول رہا تھا۔ جس پر حشام نے لب بھینچے احتشام نے بھلے ہی ان کا مان نہیں توڑا تھا لیکن۔۔اس سے آگے حشام سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

"مام آپ کو برا لگا اس کے لیۓ سوری میں بس آپ کو ایک مثال دینا چاہ رہا تھا، اینڈ مام آپ کو اس بات پر اعتراض ہے نہ کی وہ مجھ سے عمر میں

بڑی اور ایک بچّے کی ماں ہے۔اور اپنے اعتراض کے بنا پر آپ نے یہ کہ دیا کی میں ایک ابنارمل رشتہ جوڑنے کی ضد کر رہا ہوں،مام پھر آپ اس رشتے کو کیا نام دیں گی جہاں ایک غیر شادی شدہ لڑکی کو اس دس پندرہ سال بڑے چار بچوں کے باپ بیاہ دیا جاتا ہے ؟؟۔"حشام کے سوال پر تنزیلہ بیگم پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔

"آپ اس لڑکی کے گھر اطلاع کر دیں کی عصر تک ہم ان کے گھر آ رہے ہیں۔۔"عقب سے آئی دا ابو کی سنجیدہ آواز پر حیرت کے سمندر میں غوطے کھاتے ہوئے پیچھے کو مڑا تھا جہاں ڈور فریم میں دا ابو دونوں ہاتھ پیچھے کو باندھے کھڑے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"ابو۔۔"تنزیلہ بیگم نے شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"حشام ابھی دو بج رہے ہیں جائیں اپنی دونوں تائی کو اطلاع کر آئیں کی وہ پانچ بجے تک تیار ہو جائیں لڑکی کے گھر جانے کیلیئے۔۔"دا ابو انہیں اگنور کرتے حشام سے مخاطب ہوئے جو خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

"ابو یہ آپ نے کیا کیا وہ تو بچہ ہے انصار کی ضد میں ایسا کر رہا ہے لیکن آپ تو سمجھدار ہیں۔۔"تنزیلہ بیگم پریشان سی ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"یہی تو میرا سوال ہے بیٹا وہ تو بچہ ہے سمجھداری اس میں نہیں، لیکن آپ تو سمجھدار سلجھی ہوئی ہیں آپ کیوں کم فہم لوگوں کی طرح اس بات پر اعتراض بلند کر رہی ہیں کی وہ لڑکی حشام سے عمر میں بڑی ہے ایک بچّے کی ماں ہے، بیٹا اگر ہم پڑھے لکھے لوگ ہی ان دقیانوسی باتوں کو اہمیت دینے لگے تو ہم لوگوں سے کیا توقع رکھیں گے؟ دیکھو بیٹا آپ ایک ماں ہیں میں آپ کی پریشانی سمجھ رہا ہوں، لیکن چھوٹا بچہ حشام بھی نہیں ہے، اور اگر اس نے اتنا بڑا فیصلہ لیا ہے تو لازمی سوچ سمجھ کر لیا ہو گا، اور پھر علی وِلا کے بچوں کی تربیت ایسی نہیں کی وہ بھٹک جائے آپ تسلی رکھیں اور تیاری پکڑیں۔۔" دا ابو رسان سے سمجھایا۔

"ابو میرا دل نہیں مان رہا، کون ہے کیسی ہے، حشام خود اسے ٹھیک سے نہیں جانتا وہ تو اتنا بھی نہیں جانتا کی آیا وہ طلاق شدہ ہے یا بیوہ۔۔" تنزیلہ بیگم کی پریشانی برقرار تھی۔

"جو بھی ہے وہ تو چل کر معلوم ہو گا، ابھی میں بس اتنا جانتا ہوں کی ایک بوڑھا باغباں اپنے چہچہاتے باغیچے سے کسی بھی چڑیا کا رخصتی کا منظر نہیں دیکھ سکتا۔ آپ تیار ہو جائیں چلتے ہیں۔۔" دا ابو ان کے سر پر ہاتھ رکھتے واپسی کیلئے مڑ گئے۔

"میں نہیں جانتی کی مسٹر حشام نے آپ کو میرا تعارف کیا کہ کر کرایا ہے لیکن میں اپنا تعارف خود کرانا پسند کرونگی، میں نے جب آنکھیں کھولی خود کو یتیم خانے میں ہی پایا ہے، کسی فرشتے صفت کی مہرباں کی مہربانی نے مجھے ایک معمولی حبہ سے ڈاکٹر حبہ بنایا، اس کے بعد میری زندگی میں یہ تحفہ آیا، جو میری زندگی ہے، ثوبان دراصل میری بہت عزیز مرحومہ دوست کی آخری نشانی ہے، جو مجھے بہت عزیز ہے، ثوبان کے کچھ رشتے داروں سے ثوبان کی جان کو خطرہ ہے، جن سے ایک بار مسٹر حشام نے ہماری جان بچائی تھی،اس لیۓ مسٹر حشام نکاح کرکے مجھے اور ثوبان کو تحفظ دینا چاہتے ہیں،اس سے زیادہ ہمارے درمیان کچھ نہیں۔" حبہ نے نظر جھکاۓ ثوبان کو انگلیوں سے کھیلتے ہوۓ سادہ لفظوں میں کچھ مبالغہ آرائی کے ساتھ اپنا تعارف دیا۔اوراس کے انکشاف پر سب نے حیرانی سے حشام کو دیکھا جو خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔جس نے اس کے لاکھ سمجھانے پر بھی وہی کہا تھا جو اسے کہنا تھا بس تھوڑی سی مہربانی کرکے ترمیم کیا تھا۔

"مطلب یہ بچہ آپ کا نہیں ہے۔۔" تحسین بیگم نے ورطہ حیرت سے پوچھا۔ وہ دا ابو اور شمیم بیگم کے ساتھ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی حبہ کے فلیٹ پر پہونچے تھے۔ جبکہ تنزیلہ بیگم نے طبعیت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر دا ابو سے معذرت کر لی تھی۔

"جی صرف میں نے اسے جنم نہیں دیا ورنہ یہ میرے وجود سے جدا نہیں۔" حبہ جھک کر سب کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ثوبان کی پیشانی چوم کر بولی۔ جس پر حشام کے لب بے ساختہ مسکرائے تھے۔

"مطلب آپ شادی شدہ نہیں ہیں ؟؟؟۔" پوچھتے عجیب تو لگا لیکن شمیم بیگم نے الجھن کو زبان لازمی دیا۔

"جی نہیں۔" حبہ نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ جس پر سب نے واپس پلٹ کر حشام کی طرف دیکھا۔ جو دانتوں میں لب دبائے معصوم شکل بنائے بیٹھا تھا۔

"آپ لوگ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔۔" حبہ کچن پر ایک نظر ڈال کر بولی۔

"میں اسے لے لوں۔۔" تحسین بیگم نے اجازت چاہی۔"

"میں انہیں اٹھالوں ؟؟" تحسین بیگم نے حبہ کو ثوبان کو لیکر پلٹتا دیکھ اجازت چاہی۔ انہیں تو ویسے ہی بچے بہت پسند تھے۔ اور یہ گول مٹول سا بڑی بڑی آنکھوں سے سب کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے شہزادے کی تو بات ہی الگ ہے مجال ہے جو ذرا شہزادے نے اپنے مما کی گود سے نکلنے کی کوشش کی ہو۔

"جی یہ تھوڑے زیادہ شرارتی ہیں تو آپ کو پریشانی ہو گی۔۔" حبہ نے سہولت سے انکار کیا۔ وہ جانتی تھی کے ثوبان پر ان سب کا حق لیکن اپنے اندر کے ڈر کا کیا کرتی جو ثوبان کو لیکر اسے دن بدن پوزیسیو بنا رہا تھا۔

"ارے پریشانی کیسی بیٹا، ویسے آپ کی اطلاع کیلئے بتادوں مجھے شرارتی، شریف، اور ضدی سبھی قسم کے بچوں کو ہینڈل کرنے کا تجربہ ہے۔۔" تحسین بیگم نے مسکراتے ہوئے لفظ ضدی جسے دیکھ کر ادا کیا تھا اس نے مصنوعی خفگی سے انہیں دیکھا۔

"نہیں آنٹی جی ہو گا آپ کو تجربہ لیکن ثوبی بابا تجربہ سے باہر کے بچّے ہیں، آپ نہیں جانتے آنٹی جی یہ آنکھوں میں دھول جھونک کر ایسی شرارت کر جاتے ہیں کی ان کی

معصوم شکل دیکھ آپ آنکھوں دیکھا کو جھٹلا دیں۔۔" نوری نے دونوں ہاتھ سے ٹرے تھامے اپنے دشمن کی برائی کرتے ہی انٹری ماری تھی۔ جس پر حبہ نے تاسف سے سر ہلایا۔

"مطلب؟؟؟" سب بیک وقت حیرانی سے اسے دیکھا جس کی نظر دشمن اول پر تھی۔ دشمن صاحب بھی منہ بسورتے ہوئے نوری کے بھری محفل میں عزت کا فالودہ بنانے پر خفا معلوم ہو رہے تھے۔

"کچھ نہیں آنٹی ان دونوں کا چلتا رہتا ہے۔" حبہ نوری کو آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔ جیسے نوری میڈم نے اثر لے ہی لینا تھا۔

"اچھا آپ لوگ کچھ لیں میں ابھی آئی۔۔" حبہ نے منہ بسور رہی نوری کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ثوبان کو تحسین بیگم کے حوالے کر کے کچن کی طرف بڑھی۔

"اب بتائیں برخودار اتنی مبالغہ آرائی سے کام آپ نے جان کر لیا یا آپ کی ناقص معلومات کی مرہون منت ہے۔۔" حبہ کے وہاں سے نکلتے ہی دا ابو نے حشام کی کلاس لگائی۔ جس پر وہ سوائے اس ڈاکٹر کو کوسنے کے کچھ نہیں کر سکا۔

"بالکل! حشام اتنی پیاری ہے بچی کہاں سے تم سے بڑی لگتی ہے، بولو بھلا میں تو گھر سے نکلنے سے پہلے پتا نہیں کیا سوچ سوچ کر آئی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد تو سب الٹ ہی ہو گیا، اللہ کا کرم کی ہم نے کچھ کہنے میں پہل نہیں کی ورنہ کتنا برا لگتا۔۔" شمیم بیگم نے پہلے سے دا ابو کی کڑی نظروں کے زد میں موجود حشام کو جھاڑ پلائی۔

"بالکل! بھابھی حبہ کے ہمارے سامنے آکر بیٹھنے تک مجھے یقین نہیں تھا کی یہ وہ لڑکی ہو سکتی ہے، میں نے تو سوچا تھا نئے مہمان کا سن کر کسی کو بلایا ہو گا ہیلپ کروانے کیلئے لیکن یہاں تو۔۔" تحسین بیگم ثوبان کے ہاتھ میں کٹے ہوئے ایپل کے پیس پکڑاتے ہوئے اسے گھورا۔

"اور نہیں تو کیا بالکل دیبا جیسی تو لگ رہی ہے، بس دیبا کی مزاج میں ابھی ٹھہراؤ نہیں آیا جبکہ ڈاکٹر حبہ کی مزاج میں ٹھہراؤ ہے، بات کرنے اور اپنی بات رکھنے کی سمجھدار ہے۔" اب کے شمیم بیگم کے لہجے میں پسندیدگی بول رہا تھا۔

"ہاں! سو تو ہے، اور افسوس کے ساتھ ان برخردار میں اسی سمجھداری اور ٹھہراؤ کی ابھی سخت کمی ہے۔۔" دا ابو تاسف سے بولے۔اب کے حشام کی بس ہوئی تھی۔

"کیا یار یہاں کوئی مکالمہ چل رہا ہے، سب ایک ایک جملہ بول رہے ہیں پھر اس کی تشریح کر رہے ہیں، مجھے جتنا معلوم تھا اس وقت میں نے آپ لوگوں کو بتا دیا، اور آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے ان محترمہ نے مجھے خود بتایا کی وہ مجھ سے بڑی ہیں، میں ان سے بڑا اس لیے لگ رہا ہوں کیونکہ میں کھاتے پیتے گھرانے کا صحت مند لڑکا ہوں۔۔"حشام نے منہ بسورتے ہوئے حوالے کے ساتھ دلیل بھی دی۔

"یہ درست ہیں انکل میں واقعی ان سے عمر میں بڑی ہوں۔"سب حشام کو گھورنے میں مصروف تھے۔ جب ہاتھ میں ٹرے اٹھائے حبہ حشام کی بات کی تصدیق کرتی وہاں چلی آئی تھی۔ جس پر حشام نے تینوں کو آنکھوں سے اشارہ کیا کی دیکھو وہ خود اعتراف کر رہی ہے۔

"میں نے فیملی اور رشتے نہیں دیکھے لیکن سوسائٹی اور ان کی سوچ سے واقف ہوں، اس لیے میں جانتی ہوں کی اس طرح ایک بچّے کی ماں اور عمر میں بڑی لڑکی کا رشتہ جوڑنا آپ سب کیلئے کتنا مشکل ہے، یہ بات میں نے مسٹر حشام کو بھی سمجھائی تھی بٹ یہ نہیں مانے اور آپ لوگوں کو پریشان کر دیا، ویل ابھی بھی مجھے کوئی اشو نہیں ہے میں نے ہمیشہ

سے اپنی راہ میں آئے ہر ہرڈل کو اکیلے اپنے بل بوتے پر پار کیا ہے یہ بھی کرلونگی، سو آپ لوگ پریشان نہیں ہوں، اینڈ تھنکس مسٹر حشام آپ نے میرے اور میرے بچے کیلئے اتنا سوچا، اور آپ لوگ میرے گھر آئے مجھے بہت خوشی ہوئی۔۔" حبہ نے بڑے شائستہ انداز میں رشتے سے انکار کیا تھا۔ جس پر حشام کی بھنویں تنی تھی۔ یہ ڈاکٹر اس کے سوچ سے زیادہ سمارٹ تھی کتنی آسانی سے وہ نکاح سے انکار کر کے خود تو مہان بن ہی رہی تھی ساتھ حشام کا پتہ ہمیشہ کیلئے کاٹ رہی تھی لیکن حشام بھی کم نہیں تھا فوراً اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"نہ میں سوسائیٹی کی پرواہ کرتا ہوں اور نہ ہی میری فیملی کو اس کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، اگر میں نے کہا ہے کی میں آپ کو اور ثوبان کو اپنا نام اور تحفظ سونپوں گا تو اس کا مطلب ہوا کی اسی وقت آپ اور ثوبان میری ذمہ داری بن گئ، ہماری تربیت جس ماحول میں ہوئی ہے وہاں بہت سختی ہے اور اسی سختی کی مرہون منت ہے کی ہماری زبان اور فیصلے سب اٹل ہوتے ہیں جن میں زرا سی بھی ترمیم قطعی گنجائش نہیں ہوتی۔۔" حشام کا لہجہ بڑا سنجیدہ روعب لیے تھا۔ لیکن خونخوار نظریں کوئی اور ہی زبان بول رہی تھی جسے سمجھ کر حبہ نے دانت پیسے تھے۔ اچھا خاصہ اسی بہانے اس نے حشام سے جان چھڑوانی چاہی تھی لیکن یہ جناب بہت ہی کوئی منجھے ہوئے کھلاڑی تھے۔

"بٹ۔۔۔"

"حشام بالکل ٹھیک کہ رہا ہے بیٹا ہمیں تنگ ذہن لوگ اور ان کی چھوٹی سوچ سے فرق نہیں پڑتا، اور اگر آپ حشام کے بجائے مجھے بھی ملتی اور یہ نالائق شادی کیلئے تیار نہ بھی ہوتا تب بھی میں نے آپ دونوں کا نکاح کرادینا تھا، اس لیئے آپ کسی بات کی فکر نہیں کریں ایک بار آپ علی وِلا آجائیں پھر ہم آپ کے کیس پر بھی دھیان دیتے ہیں، لیکن ابھی کیلئے آپ کی اور ثوبان کی حفاظت اہم ہے۔" حبہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی دا ابو نے اپنی بھاری آواز میں نرمی پیدا کرتے ہوئے سمجھایا تھا۔ جس پر حشام نے فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں! بیٹا اور ویسے بھی آپ حاشی سے بڑی لگتی کہاں ہیں، جہاں تک دو تین سال چھوٹی ہی لگتی ہیں۔" تحسین بیگم نے ہلکا قہقہ لگایا۔ جس پر حبہ سر جھکا کر اثبات میں سر ہلاتی سب چائے کی کیتلی سے چائے سرو کرنے لگی۔

"نہیں بیٹا مجھے شوگر ہے۔۔" دا ابو اسے اپنی طرف چائے کا کپ بڑھاتا دیکھ بولے۔

"جی اسی لیے میں نے اس میں شوگر فری ڈالے ہیں۔۔" حبہ نے کپ ان کے ہاتھ میں رکھا۔

"آپ کو کیسے معلوم میں شوگر پیشینٹ ہوں۔۔" دادا ابو حیران ہوئے۔ حیرت تو خیر حشام تحسین بیگم لوگوں کو بھی ہوئی تھی۔

"جی ڈاکٹر ہوں چھوٹی چھوٹی چیزیں خود بخود نوٹس ہو جاتی ہے۔۔" حبہ نے گلاب جامن کی کٹوری کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر دادا ابو نے زندگی سے بھرپور قہقہ لگایا تھا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔بیٹا آپ میڈیکل کے بجائے کسی اور بھی فیلڈ میں ہوتیں تو بہت ترقی کرتیں۔۔" دادا ابو نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو اب حشام کی طرف چائے بڑھا رہی تھی۔

"اسسسسسس!۔" حشام نے جان کر یا انجانے میں پیالی کو ہاتھ لگایا اور اپنے ہی پیروں کی سیوا کر لی۔

"سوری! سوری!۔۔" حبہ جلدی اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ باقی سب بھی متوجہ ہوئے تھے۔

"اٹس اوکے بس چند چھینٹے گرے ہیں آپ مجھے واش روم دکھا دیں میں انہیں صاف کر لونگا۔" حشام ڈرائینگ روم سے نکلتے ہوئے بولا۔ جس پر ناچار حبہ بھی اس کے پیچھے ہوئی تھی۔ وہ اسے لیکر دوسرے بیڈ روم میں آئی تھی۔

"وہاں ہیں واش روم۔۔" حبہ نے بنا کمرے میں داخل ہوئے دائیں جانب اشارہ کیا۔ جس پر حشام بجائے ادھر جانے کے دوسری جانب سے گھوم کر حبہ کے راہ میں حمائل ہو گیا۔ ایسے کی اب حبہ اندر اور حشام باہر تھا، یہ سب حشام نے اتنی تیزی سے کیا تھا کی حبہ کے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔

"وہ مجھے بھی نظر آرہا ہے، لیکن ابھی آپ مجھے یہ بتائیں کی آپ نے تازہ تازہ میری کلاس کس خوشی میں لگوائی جبکہ میں نے آپ سے کہا تھا کی آپ نے میرے لفظوں کو اپنی زباں دینی ہے۔۔" حشام نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔ لہجے میں سختی تھی لیکن حبہ کو خاک فرق نہیں پڑتا تھا۔

"میں نے سچائی سے کام لیا ہے اب اگر میرے سچ سے آپ کی کلاس لگ گئی تو میری کیا خطاء اینڈ میں نے تو آپ کو پہلے ہی بتایا تھی کی میں جھوٹ نہیں بولتی۔" حبہ دونوں ہاتھ سینے پر فولڈ کرتی اطمینان سے بولی۔

"اچھا! آپ اگر سچائی کی چلتی پھرتی کتاب ہیں تو کیا آپ کے خیال میں میں نے جھوٹ بولنے میں ڈپلوما کیا ہوا ہے؟" حشام نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورا مطلب بے نیازی کی انتہا تھی۔

"مجھے کیا معلوم میں نے کونسا آپ پر پرسنلی ریسرچ کی ہوئی ہے، ویسے بھی بڑے لوگ کہتے ہیں ڈگری سے زیادہ تجربہ اہم ہوتا ہے اور جس طرح تین دن میں آپ کی فیملی نے اس ابنارمل رشتے کیلیئے رضامندی ظاہر کی ہے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کی آپ اس میں مہارت رکھتے ہیں۔" حبہ نے جتایا۔ جبکہ اس کا لفظ ابنارمل حشام کا میٹر گھما گیا تھا۔

"آپ کے انہیں بڑے لوگوں کا قول ہے کی انسان کی تعلیم بڑی ہو نہ ہو سوچ بڑی ہونی چاہئے۔" حشام نے دانت پیس کر چوٹ کیا۔ جیسے حبہ نے اثر لے ہی لینا تھا۔

"جی ایک مشہور مقولہ یہ بھی ہے کی حقیقت تلخ ہوتی ہے،اور ویسے بھی آپ کے خیال میں کنٹریکٹ مرتیج نارمل شادی ہے؟؟؟۔" حبہ نے طنزیہ انداز میں سوال کیا۔ جس پر حشام ماتھے پر بل لیئے اس کی طرف تھوڑا جھکا تھا۔

"تو آپ چاہتی ہیں ہماری شادی نارمل ہو؟؟؟؟۔" سوال کمال سنجیدگی سے ہوا تھا۔

"بکواس نہیں کریں۔۔" حبہ کے ماتھے پر ناگواری کے بل نمودار ہوئے تبھی درشتگی سے ٹوک کر واپسی کیلیئے آگے ہوئی ساتھ حشام بھی سائیڈ پر ہوا۔

"ویسے ڈاکٹر بہت ضدی ہوں میں میرے ڈیڈ کہتے ہیں ہٹ دھرمی میں میرا کوئی مقابلہ نہیں سنبھل کر رہیئے گا، گھر والے نہ بھی مانتے تب بھی آپ مسز حشام کے عہدے پر فائز ہوتیں۔۔" حشام ضدی انداز میں کہتا واش روم میں بند ہوا تھا۔اور حبہ تلملاتی وہاں سے نکل کر واپس ڈرائینگ روم چلی آئی تھی جہاں محترمہ نوری صاحبہ پورے زور وشور سے اپنی ڈاکٹر باجی کی تعریف اور ثوبی بابا کی برائی کرنے میں بزی تھی۔حبہ کے کئی بار آنکھ دکھانے پر بھی چپ نہیں ہوئی تھی۔اور شہزادے ثوبان اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہے

تھے جیسے کہ رہے ہوں کاش میری زبان ہوتی نوری میں تمہاری زبان کھلنے ہی نہیں دیتا۔ پھر چند منٹ بعد حشام کے آتے ہی سب واپسی کیلئے کھڑے ہو گئے تھے۔

"بیٹا آپ اپنی مختصر پیکنگ کر لیں کل شام حشام آکر آپ کو لیجائے گا آنا تو میں خود چاہتا تھا لیکن مجھے کل چیک اپ کیلئے جانا ہے، اور آج منگل ہے جمعہ کو نکاح رکھ لیتے ہیں دراصل اس کے بعد مجھے ضروری کام سے چند دنوں کیلئے شہر سے باہر جانا ہے۔۔" دا ابو نے حبہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوری پلاننگ بتائی جس پر حبہ نے بوکھلا کر حشام کو دیکھا جس کے دانت باہر تھے۔

"شہزادے ہم انتظار کریں گے کل آپ کا جلدی آئے گا۔۔" تحسین بیگم نے ثوبان کی پیشانی چومی۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس بچے سے ایک لگاؤ سا محسوس کرنے لگی تھی۔

"جلدی چلی آنا بیٹا، ہمیں آپ کا اور اس ننھے شہزادے کا انتظار رہے گا۔" شمیم بیگم نے بھی ثوبان کے گال پر پیار کیا۔

"ابھی تو صرف ٹوئنٹی فائیو پرسینٹ فیملی میمبر سے ملاقات ہوئی ہے اسی میں آپ کی ماما کی ہوائیاں اڑ گئی ہے باقی سب سے مل نے کے بعد کیا ہو گا، خیر لو یو اینڈ مس یو کل جلد نکلیں

گے اپنے گھر کیلئے۔" حشام نے حبہ کے گود میں موجود ثوبان کی آڑ میں ان کی ماما کا خون جلاتے ہوئے اس کی پیشانی پر پیار کرتا نکل گیا تھا۔ ساتھ سب بھی کل جلد آنے کی ہدایت کرتے ایک کے پیچھے ایک نکل گئے تھے۔

"تم کیا دانت دکھا رہی ہو؟؟؟" حبہ جیسے ہی انہیں رخصت کر کے واپس آئی نوری کو دانت دکھاتے دیکھ جل کر پوچھا۔

"دولہا بھائی بہت پیارے ہیں۔" نوری نے کھی کھی کرتے ہوئے حبہ کا خون جلایا۔ جس پر حبہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"تمہیں صرف ڈانٹ ہی کی نہیں پٹائی کی بھی سخت ضرورت ہے مہمانوں کے آگے بھی تم نے دادی اماں کا بہت اچھا کردار نبھایا ہے۔" حبہ کڑے تیور لیے اس کی طرف بڑھی جو کھلکھلاتے ہوئے بھاگی تھی۔

"ڈاکٹر باجی دولہا بھائی واقعی بہت پیارے ہیں، آپ انہیں بھی میری طرح نہیں ڈانٹ پلائے گا، ایک اور بات اب جلدی سے جا کر پیکنگ کریں دولہا بھائی کو انتظار کرانا ٹھیک تو

نہیں۔۔۔"نوری واپس ڈور فریم سے منہ نکال کر شرارت سے کہتی غائب ہوئی تھی۔ جس پر حبہ پیر پٹک کر رہ گئی۔

حشام کو اپنا فیصلہ سنانے کے بعد ہی حبہ نے مختصر انداز میں نوری کو بھی سمجھادیا تھا کی اب بہت جلد وہ یہاں سے شفٹ ہو جائے گی۔ جس پر نوری جہاں اداس ہوئی تھی وہیں حبہ کیلئے خوش بھی تھی اسے پہلے دن سے اندازہ تھا کی ڈاکٹر باجی غیر شادی شدہ ہے لیکن ثوبان کو دیکھ کر اپنی سوچ جھٹلا دیتی۔

منتٰہی آج آفس کے بعد منہل کے ساتھ سیدھا مال چلی آئی تھی۔ بلکے یہ کہنا بہتر ہوگا کی منہل نے دوستی کے ہزاروں واسطے دے کر اسے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا۔ اور پیچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے وہ شوپنگ کو ترسی ہوئی منہل کے پیچھے خوار ہو رہی تھی جس کی شوپنگ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا جبکہ پرواز نے چند ایک چیز جو پسند آئی تھی اسے بھی دیکھ کر چھوڑ دیا تھا۔ گو کے اس کی پگار اچھی خاصی تھی وہ چاہتی تو آسانی سے ان چیزوں کو افورڈ

کر سکتی تھی۔ لیکن اسے ابھی برانڈیڈ شوپنگ نہیں بلکے اپنے برانڈیڈ خواب جو اس نے اپنی ماں کو آرام دہ زندگی دینے کیلئے دیکھے تھے اسے افورڈ کرنا تھا۔

"منہل اب بخش دو مجھے، یار پہلے ہی پورے دن کے خوار ہوئے ہیں کیوں اور اس منحوس شوپنگ کے پیچھے رہی سہی انرجی کی بھی بیٹری لو کرنے پر تلی ہو؟؟؟۔ "پرواز کے برداشت کی حد ہوئی تو پیچھلے ڈیڑھ گھنٹے کئی دفع کا دہراے جملہ ایک بار پھر دہرایا۔ لیکن شوپنگ کی شوقین لڑکیوں نے شوپنگ کے درمیان ملک الموت کی نہیں سننی تو پھر یہ تو منتٰہی نور پرواز ہی تھی۔

"منتٰہی بس پانچ منٹ یار۔۔ "منہل نے مصروف انداز کئی بار دیا جواب چپکایا۔ ابھی پرواز اس کی کلاس لگاتی کی عقب سے آئی آواز پر اس کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ اور ہاتھ بے ساختہ اپنے چہرے پر گیا تھا۔

"ارے شوپنگ فلو میں مبتلہ مخلوقوں کچھ تو خدا کا خوف کرو ڈھائی گھنٹہ سے ایک ریسپیکٹیڈ انسپکٹر کو اپنا پرسنل اسیسٹینٹ بنایا ہوا ہے۔ "ارسلان بیگز نیچے زمین پر پٹکتا جھلّا کے بولا۔

"برا کیوں منا رہے ہو یار کونسا ہم ریسپیکٹڈ انسپکٹر کو ڈِس ریسپیکٹ کر رہے ہیں، ہم تو اُلٹا دنیاں کو بتا رہے ہیں کی ریسپیکٹڈ انسپکٹر کس طرح خوبصورت لڑکیوں کی خدمت کر کے ووِمینز کے ریسپیکٹ پر کھلے عام درس دے رہے ہیں، تم رول ماڈل بن گئے ہو یار۔۔" نشوہ نے بڑی پیاری مسکراہٹ کے ساتھ ارسلان کو سمجھاتے ہوئے آخر میں اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"مجھے نہیں بننا رول ماڈل اور نہ ہی درس دینا ہے سنبھالو اپنی شاپ شاپ گھوم کر جمع کی گئی بھیک۔" ارسلان نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بیگز اس کی طرف بڑھائے۔

"ٹھیک ہے نہ سنبھالو پھر گھر جا کر اپنے داابو کو سنبھالنا۔۔" نشوہ کمینی مسکراہٹ کے ساتھ واپس وہی دھمکی دی۔ اسی دھمکی کے آڑ میں تو وہ دونوں ارسلان کو اپنے ساتھ گھسیٹ لائے تھے۔

"شرم کر لو کچھ صحت مند انسان کی بچّی۔۔" ارسلان روہانسا ہوا۔

"شرم تو اپنے وقت کے اتنے بڑے بادشاہ شاہ جہان نے اپنی محبت کی نشانی بناتے ہوئے نہیں کی ہم اپنے عشق شوپنگ کے معمالے میں کیوں کر کریں۔" نشوہ ڈھٹائی سے بولی۔ جس پر ارسلان صرف دانت پیس سکا تھا۔

"نشوہ یہ دیکھو کیسا لگ رہا ہے۔؟؟؟" تبھی وہاں دیبا ہاتھ میں لائٹ پنک کلر کا فراک تھامے حاضر ہوئی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ! کانٹ بلیو دِس دیبا کمال، دھمال، بے مثال، لاجواب، بیوٹیفل، کیوٹ، بہت بہت بہت پیارا لگ رہا ہے، تم اسے پہن کر بالکل باربی ڈول لگو گی میری معنوں اسے ڈن کرو، اور اس مال سے خود کو دفع۔۔" نشوہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ارسلان نے جان جھڑوانے کے غرض سے فراک کی شان میں دھر ادھر قلعے باندھے تھے۔

"ہو گیا تمہارا انسپکٹر میں یہ لینے نہیں بس نشوہ کو اس شاپ کی طرف لیجانے کیلئے لیکر آئی ہوں، اور مجھے باربی ڈول نہیں لگنا اب یہاں کھڑے رہو ورنہ نشوہ تو نہیں لیکن میں نے دا ابو کو ضرور بتانا ہے کی ان کے چھوٹے شہزادے نے داد طلب کام کیا ہے ایک گاؤں کی دیسی بیوٹی کو ہیرو کی طرح غنڈوں کے نرغے زندہ بچانے کے بعد نشوہ کے دوستوں کے

فلیٹ میں محفوظ رکھ کر۔۔"دیا جتا کر کہتی نشوہ کا ہاتھ تھامے وہاں سے نکل گئی تھی۔ پیچھے جہاں ارسلان نے منہ بنا کر دونوں چڑیلوں کو جی بھر کے کوسا تھا وہیں منہ پر ماسک لگا رہی پرواز ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی تھی۔ جب سامنے لگے آئینہ میں ارسلان کی نظر اس پر پڑی تھی۔

"یہ یہاں بھی۔۔"ارسلان اسے اپنا کیپ ٹھیک کرتا دیکھ اس کی طرف بڑھا۔ جو شائد اس کے اپنے طرف بڑھتے قدم بھانپ گئی تھی۔ تبھی بیگ میں کچھ تلاش کرتی سائیڈ پر ہونے لگی۔

"یہاں اے سی لگے مال میں سورج صاحب کس طرح آپ کے سکن پر اثر انداز ہو رہے ہیں؟؟؟۔"ارسلان اس کے نکلنے سے پہلے اس کی راہ میں حمائل ہوتا ہوا بولا۔

"سکن پر تو نہیں لیکن آپ ہماری رفتار پر اثر انداز ضرور ہو رہے ہیں انسپکٹر۔"پرواز نے کیپ نیچے کرتے ہوئے جتایا۔ جبکہ ارسلان کی نظر اب بھی اس کی آنکھوں کو دیکھنا چاہ رہی تھی۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے سورج صاحب کی مہربانی اور سکن کی کیر تو ایک بہانہ ہے اصل اس نقاب سے تو کچھ اور ہی کام لیا جا رہا ہے۔" ارسلان بلیو جنز پر گھٹنوں سے کچھ نیچے تک آتی براؤن کلر کی کرتی پہنے کہنیوں تک بازو فولڈ کئے ایک ہاتھ میں نفیس سی گھڑی پہنے دوسرے ہاتھ میں شاپر پکڑے کھڑی پرواز کا سنجیدگی سے جائزہ لیا۔ جس پر مقابل کا پہلو بدلنا بھی وہ اچھے سے نوٹ کر گیا تھا۔

"شک کے جراثیم کا کوئی علاج نہیں، لیکن اس میں آپ کی بھی کوئی غلطی نہیں ہے اب بندہ جو شعبہ چنے گا وہی کام کرے گا نہ، اور آپ کے ادارے سے تو شک سوا کوئی کام ہوتا ہی نہیں۔" پرواز اسکی کھوجتی نظروں سے نظر چراتے ہوئے مزاحیہ انداز میں بولی۔

"جی ہم شک کرتے ہیں تو شک کی تصدیق بھی کرتے ہیں وہ بھی مکمل ثبوت و گواہ کے ساتھ، آپ جرنلسٹ کی طرح سوال کر کے سوال کھڑے نہیں کرتے۔" ارسلان بار بار اس کا پہلو بدلنا نوٹ کر کے گہری بات کی۔

"میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہئے۔" پرواز اپنا کیپ ٹھیک کرتی سائیڈ سے نکلنے لگی تھی۔ جب ارسلان کی سرگوشی پر قدم کے ساتھ دل بھی تھما تھا۔

"ہمارا یوں بار بار ملنا اتفاق تو نہیں ہو سکتا۔" ارسلان کی بھاری سرگوشی پر پرواز کی ہتھیلی بھیگی تھی۔ لیکن جلد خود پر قابو کرتی دو قدم دور ہوئی۔

"بالکل نہیں، کیونکہ مجھے لگتا ہے یہ اتفاق نہیں عوام کیلئے ایک اشارہ ہی کی اب جاگ جائیں کیونکہ ہمارے ملک کی پولیس سوائے سڑکیں ناپنے اور سرکار کا ڈیزل جلانے کے علاوہ کچھ نہیں کر رہی، اور ہاں مال میں لیڈیز کے شاپرز اٹھانے کے علاوہ بھی۔" پرواز اپنی خود اعتماد بحال کرتی واپس اپنے ٹون میں آئی۔ جس پر ارسلان نے دونوں ہاتھ پوکیٹ جیب میں ڈالتے ہوئے ای بر واٹھائے۔

"اشارے تی بہت کچھ کر رہے ہیں، لیکن آپ شکر کریں محترمہ جرنلسٹ کے ابھی تک میں کچھ نہیں کر رہا، اگر کر رہا ہوتا تو آپ جتنے نہ صحیح ایک دو نقاب تو میں نو بھی اٹھا ہی دینے تھے، لیکن کوئی نہیں دیر آئے درست آئے، سی یو سون ہمارا ٹکراؤ تو خیر سے ہوتے ہی رہتا ہے۔" ارسلان بڑی معنیٰ خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہتا وہاں سے نکل گیا تھا کیونکہ پرواز کے پیچھے لگے شیشے میں اس نے اپنی دونوں چڑیل کزنس کو شاپ سے نکلتا دیکھ لیا تھا۔

"اتنی آسانی سے تو نہیں مسٹر حاتم طائی ورژن ٹو، پرواز نے اچھے اچھوں کی اڑان کے رخ موڑ دیا ہے تو آپ کس کھیت کی مولی ہے، وہ کیا ہے نہ بڑا مزہ آرہا ہے آپ کی تلاش کو دیکھ کر۔۔" پرواز پر اسرار سے مسکراتی ایک آخری نظر ارسلان کے پشت پر ڈال کر اپنا کیپ اور ماسک کھولتی منہل کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہو گیا تم لوگوں کا اگر نہیں بھی ہوا تو اس سے میرا کوئی سروکار نہیں بھائی ٹو بی بھابھی کو لیکر علی ولا کیلئے نکل گئے ہیں اس لیے میں بھی نکل رہا ہوں۔" ارسلان فون جیب میں ڈالتے ہوئے دونوں سے مخاطب ہوا۔

"ہو گیا ہے سڑے ہوئے انسپکٹر بس اب اس مال کا فینس فوڈ کورٹ سے پیزا کھانا باقی ہے۔۔" آواز بے شک کھانے کی شوقین نشوہ کی طرف سے تھا۔

"تم بھوکی مخلوق گھر جا کر جتنا ٹھونسنا ہے ٹھونس لینا ابھی چلو۔۔" ارسلان ان کے ہاتھ سے شاپر لیکر آگے بڑھا۔

"ارسلان میں نے کچھ نہیں کھایا اس پر اتنی دیر سے گھوم گھوم کر تھک گئی ہوں بیہوش ویے ہوش ہو گئی تو۔۔" نشوہ للچاتی نظریں اُپر فوڈ کورٹ پر جمائے روہانسی آواز میں

بولی۔ کب سے اس کا دل وہاں جانے بے تاب تھا وہ تو دیبا کی شوپنگ کر چکر میں جی مار رہی تھی۔

"تم نہ کبھی خدا کا خوف کر لو گھر ٹھونس کر آئی تھی وہ بھی چار پلیٹ اور اب بھوکی ہو، اللہ اللہ اس جھوٹ پر اس کی عمر نہیں کم ویٹ ایک دس کیلو گھٹا دے۔۔" ارسلان نے سر اٹھا کے دعا کی۔

"تم کھلا رہے ہو کی نہیں؟؟؟؟۔" نشوہ نے انگلی اٹھا کے استفسار کیا۔

"نہیں! شوق سے گھر جا کر دا ابو کو بتانا کی میں نے ایک خوبصورت لڑکی کی مدد کی اسے رہنے کو چھت دیا، ساتھ یہ بھی کہنا کی کسی ہیرو کی طرح اس سے نکاح بھی کر لیا اب کچھ دن میں اسے لیکر علی وِلا بھی آؤنگا، لیکن اب چلو۔۔" ارسلان نے جل کر ساری سچائی بتاتے ہوئے لفٹ کی طرف رخ کیا۔ لیکن افسوس پیچھے دونوں میں سے کسی نے اس کی سچائی پر ایمان نہیں لایا تھا۔ دونوں تو پیزا جھوٹ جانے کے غم میں ہلکان ہو رہے تھے۔

"دولہا بھائی میری ڈاکٹر باجی بہت اچھی ہیں بس ثوبی بابا کے معملے میں ظالم بن جاتی ہیں اور کس کے ڈانٹ پلاتی ہیں، اس لیئے ثوبی بابا سے آپ بنا کے رکھئے گا۔" نوری نے سوں سوں کرتے ہوئے حشام کو صلاح دی۔

حشام اپنے کہے کے مطابق وقت سے پہلے ہی حبہ کے فلیٹ پر پہونچ گیا تھا۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں حبہ اپنا تیار کیا دو سے تین بیگ لیکر حاضر ہو گئی تھی۔ جس میں زیادہ ثوبان کے سامان تھے۔ ثوبان کے کھیلونے اور دوسری ضروریات کی چزیں وہ پہلے ہی لے جا چکا تھا۔

"نوری اپنا خیال رکھنا اور اس بار تم نے لازمی میٹرک پاس کر کے ایف ایس سی میں داخلہ لینا ہے۔" حبہ آنکھوں کے بھیگے گوشے صاف کرتی ہوئی نم آواز میں روعب لیے بولی۔ قریب ایک سال کا ساتھ تھا لگاؤ کیسے محسوس نہیں ہوتا۔

"جی ڈاکٹر باجی، اور میں آپ کے ہسپتال ملنے بھی آیا کرونگی آپ سے اور اپنے دشمن سے ملنے۔۔" نوری نے جھک کر اپنے سوئے ہوئے دشمن کے گال چھوئے۔

"ہوسپٹل کیوں نوری آپ علی وِلا چلی آیئے گا اپنے دشمن سے ملنے۔" حشام مسکرا کر بولا۔ جس پر نوری کھل اٹھی تھی۔

"آپ بہت اچھے ہیں دولہا بھائی اور میری ڈاکٹر باجی کا بھی اچھے سے خیال رکھئے گا۔" نوری میڈم کو اپنے دلہا بھائی ضرورت سے زیادہ ہی پسند آ گئے تھے۔ جبکہ اس کے بار بار دولہا بھائی کہنے پر حبہ جز بز ہو رہی تھی۔

"ہمم! ہاتھ اِدھر کریں۔۔" حشام نے مسکرا کر اس کی ہتھیلی آگے کرنے کو کہا۔ جس پر نوری نے نا سمجھی سے ہتھیلی کھول دی تھی۔ حشام نے سامنے ڈیش بورڈ سے لفافہ اٹھا کر اس کے ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"دولہا بھائی!!!۔"

"رکھ لیں آپ کی نیک ہے اگر ہم آپ کی ڈاکٹر باجی کو اتنی سادگی سے رخصت کر کے نہیں لیجاتے تو آپ نے دودھ پلائی جوتے چھپائے اور پتا نہیں کیا کیا لینی تھی نہ مجھ سے یہ وہی، دراصل میں آپ نے کہا نہ میں بہت اچھا ہوں اس لیئے میں کسی کا حق نہیں مارتا اپنا خیال رکھیں اور علی ولا لازمی آئیں۔۔" حشام نے نرمی سے اپنے عمل کی تصدیق کی۔ جس پر نوری مسکراتے ہوئے پیچھے ہو گئی تھی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حشام نے وہاں سے گاڑی نکال لی تھی۔ سائیڈ مرر سے آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ ہاتھ ہلا رہی

نوری کو دیکھ حبہ کے آنسوں بھی تسلسل آنکھوں سے گال اور وہاں سے سوئے ہوئے ثوبان کے کنبل پر جزب ہونے لگے تھے کوئی رشتہ نہ ہوتے ہوئے بھی اس چھوٹی سی لڑکی سے ڈاکٹر حبہ کا بڑا گہرہ رشتہ تھا احساس کا ساتھ کا محبت کا اپنائیت کا۔

"چہرہ صاف کرلیں ہم علی وِلا پہونچنے ہی والے ہیں۔۔" حشام نے سارا راستہ اسے یوں ہی رونے دینے کے بعد سامنے ڈیش بورڈ پر رکھا ٹیشو اٹھا کے حبہ کی طرف بڑھایا تھا جسے وہ خاموشی سے تھام گئی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر میں ان کی گاڑی ایک عالی شان وِلا کے باہر رکی تھی۔ گیٹ پر کھڑے باوردی چوکیدار نے پہلے ہی ہارن پر دور کر دروازہ کھولا تھا۔ حشام کے گاڑی اندر داخل ہوتے ہی چوکیدار نے سلامی دی تھی۔ پھر اسی طرح جیسے جیسے گاڑی اندر بڑھ رہی تھی آس پاس وسیع و عریض گارڈن کی دیکھ بھال میں مصروف ملازم سب ہی اپنے ہاتھ روک کر اسے سلامی پیش کر رہے تھے۔ جسے دیکھ حبہ کو کوئی حیرت نہیں تھی جتنا اس بندے کا ٹھاٹھ باٹھ تھا یہ سب تو اکسپیکٹیڈ تھا۔ کار کے مین ڈور کے آگے رکتے حبہ نے سر اٹھایا تھا۔

جہاں سب آگے ڈاکٹر دیبا کے ساتھ ایک اور صحت مند سی لڑکی کھڑی تھی۔ جس کے پیچھے تحسین بیگم اور شمیم بیگم کھڑی مسکرا رہی تھی۔ ایک طرف دونوں ہاتھ پشت پر

باندھے روعبدار سے داابو کھڑے تھے۔ وہاں تنزیلہ بیگم کو موجود نہ دیکھ حشام کو مایوسی ہوئی تھی۔ سب نے اتنا سمجھایا تھا لیکن وہ اپنی ضد پر قائم تھیں اس لیئے دا ابو نے سب سے کہہ دیا تھا کی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ہے گھر کے باقی کے مرد حضرات ابھی گھر نہیں لوٹے تھے۔ بھابھی کے دیدار کو ترسا ہوا بچہ ارجینٹ کام نکل آنے کی وجہ سے واپس تھانے کیلئے نکل گیا تھا۔

"ویلکم ٹو بی بھابھی جی۔۔" دیبا اور نشوہ نے دور کر ڈور کھولتے ہوئے با آواز بلند ویلکم کیا تھا۔ جس پر اتنی پر اعتماد حبہ کچھ نروس ہوئی تھی۔ جب داابو بھی وہیں چلے آئے تھے جنہیں دیکھ دونوں فوراً سائیڈ پر ہوئی تھی۔

"آئیں بچّے، لائیں پہلے شہزادے کو ہمیں دیں۔۔" داابو نے جھک کر ثوبان کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ جسے کچھ جھجھک کے ساتھ حبہ نے ان کے گود میں دے دیا تھا۔ یہ منظر دیکھ جہاں سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھری تھی وہیں حشام کی آنکھیں بھیگی تھی۔ جسے اس نے فوراً رخ موڑ کر چھپا لیا تھا۔ پھر حبہ کے باہر نکلتے ہی دیبا اور نشوہ اسے بنا کچھ سمجھنے کا موقع

دیۓ کسی نئی نویلی بارہ گز کا لہنگا پہن کر شرماتی گھبراتی دلہن کی طرح تھام کر اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جس کا دل پیچھے ثوبان ہی میں اٹکا تھا۔

وہ دونوں اسی طرح سہج سہج کے قدم اٹھاتی اسے اپنے ساتھ لیۓ واسیع و عریض حال کی طرح بڑھ رہی تھی۔ اور حبہ آنکھوں میں ڈھیروں اشتیاق لیۓ بجائے وِلا کے اندرونی حصے کا جائزہ لینے کے رخ موڑے پریشان نظروں سے پیچھے ثوبان کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں شمیم بیگم تحسین بیگم سب اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے تھے۔ دل میں کہیں خوشی نے شہنائی بجائی تھی کے ثوبان اس کی طرح رشتے پریوار سے محروم زندگی نہیں گزارے گا تو کہیں خوف نے اپنے پر پھیلائے تھے کی چار سال بعد جب یہ کنٹریکٹ ختم ہو گا تب کیا ثوبان ان سب کو چھوڑ کر واپس اس کے فلیٹ کی تنہا زندگی قبول کر پائے گا۔ اس سوچ کے آتے ہی اس کی آنکھوں میں مرچیاں بھری تھی۔ جسے وہ پلک جھپک کر چھپاتی رخ موڑ کر سامنے دیکھنے لگی۔

علی وِلا جتنا باہر سے کشادہ خوبصورت تھا اندر اس کئیں زیادہ خوبصورت تھا۔ بڑے سے حال میں چاروں طرف بڑی بڑی کھڑکیاں تھی جس پر شائد شام ہونے کی وجہ سے بھاری پردے گرادئے گئے تھے۔ بالکل حال کے درمیان سے گھوم گھوم کر اُپر کی جانب جاتی چمچماتے ماربل لگے سیڑھیاں تھی۔ جس کے دائیں جانب لائن سے تین خوبصورت دروازے تھے تو بائیں جانب کے کھلے حصے میں بیش قیمتی دبیز قالین پر سجے بڑے سے شیشے کے ٹی ٹیبل کے گرد چار صوفے لگے ہوئے تھے جس کے چاروں جانب بڑے بڑے انٹک واس رکھے تھے۔ جگہ جگہ دیواروں پر لگے قیمتی پینٹنگ انٹک شوپیس سب ہی اس ولا کی شان میں چار چاند لگا رہے تھے۔ غرض علی وِلا کا ہر ایک کونہ سراہے جانے کے قابل تھا کہیں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں تھا سب مکمل تھا بس حبہ کو اپنا آپ یہاں مس فٹ معلوم ہو رہا تھا۔

"سومائی ڈیر ٹوبی بھابھی جی یہ ہے علی ولا جسے ہم کہتے ہیں خوشیوں کا سنسار یہاں سب کا ہے ایک ہی روزگار جہاں ملے گا آپ کو ڈھیر سارا پیار۔ تالیاں۔۔۔" نشوہ نے خود ہی اپنے بے سرپیر کے شعر پر تالیاں بجائی تھی۔

"ویسے بھابھی گاڈ سوئیر اس پورے وِلا میں آپ کی سب سے زیادہ منتظر میں تھی، جانتی ہیں کیوں؟؟؟۔" نشوہ دونوں ہاتھ آپس میں مسل کر کہتی اس کی طرف مڑی۔ جس پر حبہ نے چونک کر نفی میں سر ہلایا۔

"جس طرح اس دن حاشی بھائی مجنو، رانجھا، فرہاد، جیسے ناکام عاشقوں کیلئے ایک جیتا جاگتا مثال بنے نانا ابو اور باقی تینوں علی برادران کے آگے ڈٹ گئے تھے اور جتنی دھرلے سے انہوں کسی عاشق مجنو دیوانہ کی طرح آپ کا نام لیا تھا قسم سے بھابھی لیزیز کھانوں سے سجی ٹیبل کے بعد وہ پہلا منظر تھا جب نشوہ کی آنکھیں پھٹی تھی، پھر بھائی کی دیوانگی والی ضد قسم سے میں تو آپ کو دیکھنے کیلئے پاگل ہو رہی تھی اور میری پاگل پن میں چار چاند لگا رہے تھے آپ کی ان ڈاکٹر نند اور نانا ابو بڑی ممانی اور چھوٹی ممانی کی تعریفوں کے تعمیر کردہ بڑے بڑے قلعے۔ بٹ آئی مسٹ سے آپ ان کے خوبصورت لفظوں کے رنگوں سے نکھار کر بنائی گئی تصویر سے بھی زیادہ۔۔۔۔" نشوہ دونوں کاندھوں سے حبہ کو تھامے پورے جوش و خروش سے اپنے لفظوں کی تشریح کر رہی تھی۔ جب حبہ کی ہونق شکل دیکھ دیبا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"بس کرجاؤیار نشوہ دیکھو بھابھی کا چہرہ تمہاری مستقل بک بک سے زرد ہو گیا ہے، اگر وہ بیہوش ہو گئی تو میں کچھ نہیں کرونگی کیونکہ اپنے سینئر ڈاکٹر کا علاج میرے بس کی بات نہیں۔۔" نشوہ کے بار بار منہ ہلانے پر دیبا اس کے کان میں گھس کر بولی۔

"لیکن میں تو اپنے اشتیاق کو الفاظ دے رہی ہوں۔" نشوہ اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتے ہی دیبا کی طرف جھک کر صفائی پیش کی جبکہ نظریں دو قدم کی دوری پر لائٹ پنک کلر کے ہلکے کام والے شلوار قمیض میں دوپٹہ ایک سائیڈ پر پن اپ کیئے خوبصورت مگر حیران چہرے کے گرد وائٹ حجاب کیئے کھڑی حبہ پر تھی۔

"ہاں میری جان لیکن ڈاکٹر حبہ پورے ہسپتال میں کم گو محنتی اور گریس فل شخصیت کی مالک ڈاکٹر کے نام سے جانی جاتی ہیں یہ میں نے بتایا تھا نہ تمہیں پھر کیوں نان اسٹاپ بولے جارہی ہو؟ انہیں زیادہ بولنے والے لوگ نہیں پسند۔۔" دیبا نے اس کے معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو کیا یہ ہم جتنا بات نہیں کریں گی سلام کرنے پر سر ہلائیں ہے خیریت دریافت کرنے پر سینے پر ہاتھ رکھ کر میں ٹھیک ہوں کا اشارہ کریں گی؟۔۔" نشوہ نے صدمہ سے اگلا سوال

کیا۔ جس پر دیبا کا من کیا سائیڈ واس اٹھا کر سر پھوڑ دے اس صحت مند لڑکی کا۔ جس کا صرف جسم ہی صحت مند تھا دماغ صدیوں کا بیمار۔ ابھی وہ دونوں اور کوئی سوال جواب کرتے کی داابو کی آواز پر اس طرف متوجہ ہوئے۔

"حبہ بیٹا یہ حشام کی ماما ہیں ہماری تیسری بہو تنزیلہ ،اس دن طبیعت خرابی کی وجہ سے آپ کے گھر نہیں آسکیں تھی۔" داابو نے سنجیدہ چہرے کے گرد نماز کے سٹائل میں دوپٹہ باندھے کھڑی خاتون کی طرف اشارہ کیا۔

"السلام علیکم۔" حبہ نے دھیمی آواز میں سلام کیا تھا۔ جس کا انہوں نے شائد داابو کا لحاظ کر کے سر ہلا کر جواب دیا تھا۔

"خوش آمدید میرے نماز کا وقت نکلا جا رہا تھا اس لی ئے میں آپ کے استقبال کیلئے دروازے تک نہیں آسکی۔۔" تنزیلا بیگم بنا چہرے پر اپنی مخصوص نرم مسکراہٹ لانے کی زحمت اٹھائے عذر تراشا۔

سب نے انہیں حبہ کی ساری حقیقت من وعین سنانے کے ساتھ سمجھایا بھی بہت تھا۔ لیکن ان کا یہی کہنا تھا کی ایک تو بے جوڑ اس پر ہمدردی میں بنا رشتہ پائیدار نہیں

ہو سکتا۔ایک ماں ہونے کے ناتے وہ بھی اپنی جگہ صحیح تھیں یہی سوچ کر کسی نے ان پر دباؤ نہیں ڈالا تھا۔کیونکہ اتنا تو سب جانتے تھے کی تنزیلہ بیگم حبہ کے ساتھ جاہل روایتی ساسوں جیسا برتاؤ نہیں کریں گی اور رہی بات ان کے خدشات کی تو وہ گزرتے وقت کے ساتھ خود ہی ٹھیک ختم ہو جائیں گے۔

"اچھا دیبا آپ لوگ انہیں ان کا کمرہ دکھادیں میں چلتی ہوں دعا مانگنا باقی رہتا ہے۔" وہ ایک نظر خاموش نظروں سے خود کو دیکھ رہی حبہ پر ڈال کر واپسی کیلئے مڑ گئی۔جس پر حبہ افسوس ہوا تھا وہ کوئی بچّی نہیں تھی بہت چھوٹی عمر میں اس نے چہرے پڑھنا سیکھ لیا تھا پھر تنزیلہ بیگم کی ناراضگی وہ کیسے نہیں پڑھتی۔

"آپ نے مجھے یہاں لا کر بالکل ٹھیک نہیں کیا مسٹر حشام۔۔" حبہ نے لب بھینچ کر سوچا۔جب ثوبان کے رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"لیں شائد اسے بھوک لگی ہے۔" حبہ کے پیچھے پلٹتے ہی حشام نے نظر چراتے ہوئے ثوبان کو اسکی طرف بڑھایا تھا۔حبہ کی آنکھوں میں صاف صاف لکھی تحریر وہ پڑھنا نہیں چاہتا

تھا۔اسی کے قول تھے کی وہ پوری عزت سے اسے اپنے گھر لے جائے گا لیکن سب کے اتنے خلوص پر تنزیلہ بیگم کا سرد رویہ اسے اپنی ہی نظروں میں شرمندہ کر گیا تھا۔

"آپ مجھے ثوبان کا بیگ لادیں گے، مجھے ان کا فیڈر بنانا ہے۔" حبہ اس کے نظر چرانے کو اگنور کرتی دیبا کے اشارے پر صوفے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ کہاں وہ ابھی قدم اٹھانے کو روادار نہیں تھی کہاں اپنے شہزادے کو بھوک سے بے تاب ہوتا دیکھ سب سے پہلے جاکر صوفے پر نشست سنبھال گئی تھی۔جب ملازم تینوں بیگ اٹھائے وہیں چلا آیا تھا۔حبہ نے جلدی سے ثوبان کا چھوٹا بیگ نکال کر ایک ہاتھ سے اسے سنبھالتے ہوئے دودھ کا بوتل نکالا۔

"لیکن اس وقت تو ثوبی دلیہ کھاتے ہیں شائد۔۔" حشام اسے تیز تیز ہاتھ چلاتا دیکھ پوچھا۔

"جی لیکن۔۔۔" حبہ ہچکچائی۔اب وہ دھڑلے سے اپنے شہزادے کی عشق میں کچن کا راستہ تھوڑی نہ پوچھ سکتی تھی۔

"لیکن کیا بیٹا، بچہ کی جو ٹائیمنگ ہے وہی رہے گی آپ بتائیں کونسا دلیہ کھاتے ہیں میں بنادوں۔" تحسین بیگم اس کی ہچکچاہٹ دیکھ اپنائیت سے کہتی ان کے پاس آئی۔

"نہیں آنٹی اگر آپ مجھے کچن بتادیں تو میں خود بنالونگی دس منٹ کا تو کام ہے۔۔" حبہ ان کے محبت پر مسکرا کر بولی۔

"اول تو آپ مجھے آنٹی نہیں حاشی کی طرح چاچی کہیں دوّل ہم اتنے بھی بے مروت نہیں ہیں کی بہو کے گھر میں قدم رکھتے ہی اسے کچن کا راستہ دکھادیں، آپ اطمینان سے شہزادے کو لیکر اُپر کمرے میں جائیں میں ابھی دس منٹ میں دلیہ تیار کر کے بھیجتی ہوں۔" تحسین بیگم فیڈر چوستے ہوئے واپس اونگ رہے ثوبان کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آنٹی آپ فضول میں پریشان ہو رہی ہیں میں بنالونگی۔۔" حبہ نے زور دیا۔

"پھر آنٹی، اور کوئی پریشانی نہیں ہو رہی بھئی برسوں بعد گھر میں چھوٹے بچے کی قلقاریاں سننے کو ملے گی ہمیں اس میں پرشانی کہاں ہے، دیبا نشوہ بھابھی کو کمرہ دکھادیں، جائیں شاباش آرام کریں۔" تحسین بیگم کے واپس کہنے پر حبہ ثوبان کو سنبھالتی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ کدھر بھائی صاحب۔۔" حشام کو بیگ اٹھاتا دیکھ نشوہ نے ای بری اٹھائے۔

"اُپر اور کہاں۔" حشام اچنبھے سے بولا۔

"آج بدھ ہے کل جمعرات اور پرسوں آتا ہے جمعہ کا دن،اور بعد نماز جمعہ ہے آپ کا نکاح اس لیئے آج سے ابھی سے اسی وقت سے آپ کا ہماری بھابھی جی سے ہے مکمل پردہ اس لیئے آپ اُپر آنا تو دور کی بات اپر کی سیڑھیوں پر قدم تک نہیں رکھیں گے، چلیں بھابھی ہم چلتے ہیں بھائی آپ انتظار کی لزت سے لطف اندوز ہوئیں تاکے پرسوں آپ کو اپنی جیب خالی کرتے ہوئے دکھ نہیں ہو۔" نشوہ بڑے شاہانہ انداز میں ہونق شکل لیئے کھڑے حشام کو صلاح دیتی حبہ کو تھامے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"افسوس میری بہنوں کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلہ ہو تم لوگ۔" حشام نفی میں سر ہلاتا وہیں صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر کچھ یاد آنے پر فون پر کوئی نمبر ڈائل کرتا عجلت میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

منتہٰی اپنے بیڈ پر بیٹھی چوہدری کے خلاف جمع کئے ویڈیو کلپس اور فوٹوز وغیرہ کو احتیاطی طور پر ایک دوسرے یو ایس ڈیوائس میں ٹرانسفر کر رہی تھی۔ اس کی ہمیشہ سے عادت تھی ہر پروجیکٹ کی دو سے تین کاپی ضرور بنا کر رکھتی۔ یہ پروجیکٹ تو پرواز کیلیئے کچھ زیادہ ہی امپورٹنٹ تھا جس کی اس نے پہلے ہی دو تین جگہ ڈیٹا سیو کیا ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی آج مال سے وہ ایک اور یو ایس بی اٹھا لائی تھی۔ عقابی نظریں لیپ ٹاپ پر جمی تھی اور انگلیاں ایک تسلسل سے کی بورڈ پر رقص کر رہے تھے۔ لیکن ذہن ارسلان کی طرف تھا۔ اسے نجانے کیوں شک ہو چلا تھا کی ارسلان اسے پہچان گیا ہے یا پھر اس کا شک یقین کا سفر طئے کر رہا ہے۔ مال سے واپسی پر بھی اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو لیکن کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

"ریلیکس منو کچھ نہیں ہے، ان باتوں کی مشین انسپکٹر کو ویسے ہی عادت ہے فضول ہانکنے کی، بھلا وہ تجھے پہچان کیسے سکتے ہیں تو توان محترم کی نظروں میں گاؤں کی گوار ہے۔" منتہٰی نے خود ہی خود کو تسلی دی۔ لیکن یہ تسلی زیادہ دیر تک دل کا بھرم نہیں رکھ سکا تھا جب بہت پاس بھاری آواز میں سرگوشی ہوئی۔

"اشارے تو بہت کچھ کر رہے ہیں، لیکن آپ شکر کریں محترمہ جرنلسٹ کے ابھی تک میں کچھ نہیں کر رہا، اگر کر رہا ہوتا تو آپ جتنے نہ صحیح ایک دو نقاب تو میں نے بھی اٹھا ہی دینے تھے، لیکن کوئی نہیں دیر آئے درست آئے، سی یو سون ہمارا ٹکراؤ تو خیر سے ہوتے ہی رہتا ہے۔"

"افففففف! نہیں کرتی میں کچھ فضول کے مصیبت میں پھسا دیا ہے اماں نے۔۔"تپ رہے کان کے لو کو دونوں ہاتھوں سے زور سے رگڑتے ہوئے وہ جھنجھلائی تھی۔ جب پاس رکھا فون بج اٹھا سکرین پر اماں کالنگ دیکھ منتہٰی نے پیشانی مسلی۔ اس کی اماں کے پاس تو ویسے ہی سوائے صاحب جی کے گن گانے کے آج کل کوئی کام نہیں تھا۔

"السلام علیکم اماں کیسی ہے تو؟"منتہٰی نے ہشاش بشاش آواز میں سلامتی بھیجی کان اماں کی ڈانٹ سننے کو کھڑے تھے۔

"وعلیکم السلام، میں تو بالکل ٹھیک ہوں لیکن اگر تیری یہی حرکتیں رہی تو، تو ٹھیک نہیں رہے گی یہ میں تجھے پہلے ہی بتا رہی ہوں۔۔"توقع کے عین مطابق نور بانو کا تپا جواب دھمکی کے تڑکے کے ساتھ آیا تھا۔ جس پر منتہٰی نے آنکھیں میچ کر کھولی۔

"اماں ہزاروں منتوں مرادوں کے بعد ہوئی اکلوتی اولاد ہوں تیری تجھے شوبھا دیتا ہے یوں بار بار اپنی معصوم بچّی کو کھڑی کھوٹی سنانا وہ بھی کسی ایرے غیرے کیلیئے۔۔" آخری دو لفظوں پر خاصا زور ڈال کر سوال معصومیت کی انتہا کو چھوتے ہوئے ہوا تھا۔

"ہاں! میری اکلوتی اولاد تجھے بڑا شوبھا دیتا ہے ایک قابل سمجھدار پڑھی لکھی لڑکی ہو کر اپنے شوہر کو پریشان کرنا اسے ایرے غیرا کہنا، اور معصوم بچی کی حرکتیں ایسی ہے کی تجھے چھترول پرنی چاہئے لیکن تیرے اونچے بخت کی میں وہاں موجود نہیں۔۔" نور بانو نے فون ہی سے منتہٰی کی اچھی خاصی کلاس لگائی۔ جس پر منتہٰی کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

"اماں تجھے میری کلاس ہی لگانی ہے تو فون رکھ دے چار فون کال کے پیسے بچا کر شہر چلی آ پھر جی بھر کے اپنے صاحب جی کے اوصاف پر کتابیں لکھتے ہوئے میری کلاس لینا۔۔" منتہٰی نروٹھے پن سے بولی۔ مطلب جب سے صاحب جی نامی مخلوق نے زندگی میں انٹری لی تھی اماں کے تو ہاؤ بھاؤ ہی بدل گئے تھے۔

"میں بتا رہی ہوں منو، اگر آج تو نے خود فون کر کے صاحب جی کا حال احوال معلوم نہیں کیا تو میں نے یہیں سے ہوائی چپل بھیجنی ہے تیری عیادت کیلئے۔" نور بانو اس کی ناراضگی کا اثر لیئے بغیر بولی۔

"اماں میں بھی بتا رہی ہوں تو چاہئے میری عیادت کیلئے ہوائی چپل بھیج یا سلائی، کڑھائی، ملائی چپل میں تیرے حاتم طائی کے جانشین صاحب جو کوئی کال نہیں کر رہی یہ ایک بات یہاں طئے ہے، ویسے بھی تو ہی کہتی ہے نہ کی تیرے صاحب جی اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں پھر فرشتے کیلئے کسی کو تلاش کرنا کونسا مشکل کام ہے تلاش کرے خود مجھے میں کیوں بھٹکتی روح کی طرح زبردستی نازل ہو جاؤں کسی پر۔۔" منتہٰی کہاں اثر لینے والی تھی فوراً منہ بگاڑ کر اپنا فیصلہ سنایا۔ جس پر نور بانو نے حقیقت میں سر ہاتھوں میں گرایا تھا۔ ان کی بیٹی کی ضد اور منتبق وہ بھی کبھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"اچھا صاحب جی کو چھوڑ تو مجھے یہ بتا تو جب گاؤں آئی تھی تب تو نے یہاں کچھ گڑبڑ کی تھی کیا؟؟۔" نور بانو نے سنجیدہ ہوتے ہوئے سوال کیا۔ جس پر منتہٰی کے بار بار پیشانی مسل رہے ہاتھ تھمے تھے۔

"کک۔۔ کیا بول رہی ہے تو اماں میں کیوں کوئی گڑ بڑ کرنے لگی بلکہ میرے ساتھ گڑ بڑ ہو گئی تھی تجھے نہیں یاد اسی گڑ بڑ کی مرہون منت تو ہے تیرے صاحب جی۔۔" منتہٰی نے جان کر بات بدلنی چاہی۔

"بات مت بدل منو سچ سچ بتا تو نے اپنے کمرا (کیمرا) کے ساتھ کچھ کیا تھا یا نہیں؟۔۔" نور بانو نے اب کے تیز لہجے میں پوچھا۔

"اماں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تو کیا بول رہی ہے، مجھے کچھ کام ہے پھر بات ہوتی ہے۔۔" نور بانو کو گہرائی میں جاتا دیکھ منتہٰی نے جان چھڑوانی چاہی۔ کیونکہ اگر نور بانو کو معلوم ہو جاتا کی وہ رات کے ایک بجے اکیلے چوہدری کے گوڈاؤن تک پہونچ گئی تھی تو پھر فساد ہو جانا تھا۔

"پہلے میرے سوال کا جواب دے تیرے کام ہوتے رہیں گے۔۔" نور بانو سختی سے ٹوک گئی تھی۔

"چوہدری کے بندے کتّوں کی طرح بو سونگھتے گھوم رہے ہیں اس شخص کا جس نے چوہدری کے کام میں ناک گھسائی ہے، مجھے زیادہ اچھے سے تو نہیں معلوم لیکن یہاں گاؤں

میں آج کل یہی چل رہا ہے کی کسی نے چوہدری کی بیڈیو (ویڈیو) بنائی ہے، اور وہ تیرے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا اس بات کا مجھے سو فیصد یقین ہے۔۔" نور بانو پُر یقین ہوئی۔ جس پر منتٰہی نے لب بھینچے لیکن بولی کچھ نہیں۔

"اس لیئے میں چاہتی ہوں تو جلد از جلد صاحب جی سے رابطہ کر اور اپنے محافظ کے چھت تلے محفوظ ہو جا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد نور بانو دوبارہ سنجیدہ آواز ابھری۔ جس پر منتٰہی نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کیا۔

"اماں میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرد کو دیکھا ہے اور افسوس رہا ہے کی کیوں دیکھا، وہ بھی میرے دنیاں میں آنے سے پہلے ہی اٹھا لیا جاتا تو میری ماں کو ذلت اٹھاتا دیکھ میرا کلیجہ چاک نہیں ہوتا، خیر میں بس اتنا کہنا چاہتی ہوں اماں کی میں تیرے صاحب جی سے خود رابطہ کر کے یہ نہیں کہونگی کے وہ مجھے تحفظ سونپیں، محافظ وہ میرے بنے تھے ذمہ داری اٹھانے کا حلف انہوں نے لیا تھا میں زبردستی ان پر مسلط ہو کر اپنی ذات کا غرور نہیں کھو سکتی کیونکہ یہ غرور میں نے تیری دعاؤں اور رات دن کی مشقت سے اپنے بل بوتے پر حاصل کی ہے، اس لیئے تیرے صاحب جی کو مجھے خود تلاش کرنا

ہو گا، نہیں کرنا تو کوئی مسئلہ نہیں اللہ سے بڑا مہرباں اور سائباں کون ہو سکتا ہے، اور ویسے بھی اماں تو ہی کہتی ہیں نہ رشتے مان محبت کے ہونے چاہئے زبردستی اور بوجھ کے نہیں، اچھا رکھتی ہوں اپنا خیال رکھا اگر کچھ گڑ بڑ محسوس ہو تو فون کر اور شہر چلی آ خدا حافظ۔۔" منتہیٰ سنجیدگی سے کہتی بنا نور بانو کو کچھ کہنے کا موقع دئے فون کاٹ گئی تھی۔

اللہ اب بس تیرا ہی سہارا ہے بچا لینا مجھے اس ڈاکٹر کے عتاب کا نشانہ بننے سے۔۔" حشام ہاتھ میں سفید بڑا سا باکس اٹھائے ایک لمبی سانس اندر کھینچتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اس نے سر گھما کر احتیاطی طور پر چاروں طرف کا جائزہ لیا تھا جہاں پورے حال میں اندھیرے کا راج تھا بس راہداری میں اور انٹرینس پر پیلے رنگ کی نائٹ بلب روشن تھی۔

"ثوبی بیٹا آپ کی محبت آپ کے حاشی چاچو سے کیا کیا کروا رہی ہے۔" جلدی جلدی سیڑھیاں پھلانگ کر اُپر پہونچتے ہی حشام منہ ہی منہ بڑبڑایا۔

راہداری سے دائیں جانب چار کمرے تھے جو بالترتیب ارسلان، احان اور حشام کے تھے اور آخری والا احتشام کا تھا جو اس کے بعد صرف صفائی کیلیئے کھولا جاتا تھا۔ جبکہ دائیں جانب کے چار کمروں میں سے ایک میں دیبا اور نشوہ تھے تو دوسرا حبہ کیلیئے تیار کیا گیا تھا۔ باقی کے دو گیسٹ روم کی طرح استعمال ہوتے تھے۔ حشام ایک نظر بائیں جانب کے بند کمروں پر ڈالتا دبے قدموں دائیں جانب کی طرف بڑھا ابھی وہ دیبا کے کمرے کے آگے سے گزر رہا تھا جب اچانک دیبا کے روم کا دروازہ کھلا تھا۔

میرے سامنے والے کمرے میں
ایک چاند سا مکھرا رہتا ہے

ارسلان نے دو انگلی کا بندوق بنائے حسب حال گانے کا تہس نہس کرتے ہوئے ہی انٹری ماری تھی۔ جس کے پیچھے ہی دونوں شیطان کی نانیوں نے بھی دو انگلیوں کا بندوق بنائے اس کے گرد چکر لگانے شروع کر چکی تھی۔ اور حشام کا شدت سے من کیا تھا اپنی اس بد قسمتی پر یہیں سے نیچے چھلانگ لگا دے جو فسادی لوگوں کے گروہ میں برا پھسا تھا۔

"کیپٹن ہیلتھی مانتی ہیں نا اب آپ مجھے اپنی اس ٹیم زیرو زیرو سیون کا لیڈر؟؟؟۔"ارسلان نے گردن اکڑا کر نشوہ کی رائے جاننی چاہی۔

"تم لعنتی انسپکٹر زبان کو لگام دو ہم ابھی مشن پر ہیں اور دشمن ہمارے نرغے میں۔" نشوہ سنجیدگی سے تینوں کو دیکھ رہے حشام کو دیکھ دانت پیس کر بولی۔

"آپ اپنی زبان کو کھانا پانی دینا بند کریں کیپٹن ہیلتھی کیونکہ اس مشن میں آپ کے قابل لیڈر نے یہی نام رکھا ہے آپ کا، خیر دشمن کو دیکھ ہمیں زور و شور سے ایک گانا یاد آرہا ہے اسے بھولنے سے پہلے ہم اپنی سریلی آواز کا سحر طاری کرنا چاہتے ہیں۔"ارسلان کن کھیوں سے حشام کو دیکھتے ہوئے گلا کھنکار کر شروع ہوا۔

"اللہ بچائے میری جان کے
رضیہ غنڈوں میں پھس گئی۔

"تصحیح کرو نکمّے انسپکٹر ہم غنڈے نہیں سیکرٹ ٹیم ہیں۔۔" دیبا نے فوراً تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔جب حشام کی بس ہوئی تھی۔وہ سائیڈ واس پر باکس رکھتا کمر میں ہاتھ رکھ کر تینوں کی طرف مڑا۔

"سوسیکرٹ ٹیم زیرو زیرو سیون اگر اب تم لوگوں نے اپنی فضول گوئی بند نہیں کی تو تم میں سے وّن بھی میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔" حشام نے ایک ہی گھوری میں تینوں کو دھمکایا۔ جس پر تینوں فوراً اپنے ہتھیار نیچے کرتے شریف بچے بنے۔

"بھائی یار اصلولاً تو سوال ہم لوگوں کو کرنے چاہئے کی آپ داابو کے بنائے سخت رولز کو توڑ کر کڑی پنشمنٹ کی پرواہ کئے بغیر کہاں گئے تھے ہے اس باکس میں کیا ہے ؟۔" دونوں کے ٹہوا دینے پر ارسلان نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مارے باندھے سوال کیا۔

"تم لوگ میری جاسوسی کر رہے ہو ؟۔" حشام نے ای بر واٹھائے۔

"ننن۔۔ نہیں بھائی یار میں معصوم مظلوم حالات کا مارا لڑ کا کنوارا شریف شہزادہ بلکے شرافت کی مورت میں کیوں کسی کی جاسوسی کرنے لگا، جاسوسی تو یہ دونوں بی جمالو کی بہویں کر رہیں تھی میں تو بس ان کے عاجزی کرنے پر ان کا لیڈر بن گیا تھا بس دل رکھنے کیلئے۔" ساری فساد کی اصل جڑ ارسلان پل میں مکر گیا تھا۔ جس پر مارے صدمے کے دونوں کا منہ کھلا تھا۔

"دوغلے انسپکٹر یہی وجہ ہے کی نوکری کو ایک سال ہو گئے اور تمہیں پرموشن نہیں ملی۔" نشوہ نے اس کے پیٹ میں کہنی ماری۔ جس پر ارسلان بلبلا اٹھا تھا۔

"بھائی اسی نے آپ کو ڈنر کے بعد باہر جاتے دیکھ ہم سے کہا کی ہم تینوں مل کر آپ کی جاسوسی کرتے ہیں کیونکہ اسے آپ کے حرکات مشکوک لگ رہے ہیں۔۔" دیبا نے دانت پیستے ہوئے سچائی سے کام لیا۔

"مشکوک ہاں؟؟؟۔" حشام نے ای برو اٹھا کے اس کی طرف قدم اٹھانے شروع کئے۔

"شرم کرو بزدلوں مجھے دوغلا کہ رہی ہو اپنے لیڈر کے ساتھ اس غداری کو تم لوگ کیا نام دو گے؟ یاد نہیں ہم نے اس مشن کے شروع ہونے سے پہلے ایک دوسرے کیلئے جان دینے کا وعدہ کیا تھا۔" ارسلان حشام کو آستین چڑھاتے ہوئے اپنی طرف بڑھتا دیکھ ایک ایک قدم پیچھے لیتے ہوئے انہیں شرم دلانی چاہی۔

"ایس پی احان علی کے رہتے ہوئے علاقے میں کوئی غیر قانونی کام نہیں ہو گا۔" عقب سے آئی احان کی کڑک آواز پر سب نے پیچھے دیکھا جہاں ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس لمبے چوڑے سے ایس پی صاحب انسپکٹر صاحب کو فرشتے نظر آئے تھے۔

"بھائی آپ بھی۔۔" حشام نے تاسف سے سر ہلایا۔

"جی حاشی صاحب مانا کے یہ تینوں فسادیوں نے اُلٹے کاموں میں پی ایچ ڈی کرر کھی ہے لیکن آج ان لوگوں نے اپنے اُلٹے طریقے سے سیدھا کام کیا ہے، چلیں اب اچھے بچوں کی طرح بتائیں کی رات کے اس پہر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟؟۔" احان نے قریب آکر حشام کے کندھوں پر بازو پھیلایا۔

"ہاں بھائی پوچھیں پوچھیں وہ بھی ثوبی والے چوکلیٹ کیک کے ساتھ، لیکن بھائی کیک والے سے شائد غلطی ہوگئی اس نے بے بی کی جگہ ثوبی لکھ دیا ہے ہاہاہاہا۔۔" اظہار ے خیال کرتے ہوئے انسپکٹر صاحب نے خود ہی قہقہ لگایا۔ جب حشام نے اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر باکس لیا تھا۔

"یہ ثوبان کیلیئے ہے۔۔" حشام چاروں کی شرارتی نظریں خود پر محسوس کر کے جھنپ کر بولا۔

"ثوبان کیلیئے، لیکن ناراض تو ثوبان کی ماما ہوگی آپ سے، اؤ شائد ثوبان کے زریعہ ان کی ماما کو منائیں گے سمارٹ ہاں۔۔ مطلب معصوم بچّے کے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلا رہیں

ہیں۔۔" ارسلان نے خود ہی اندازہ لگاتے ہوئے شرارت سے حشام کو کاندھے مارا۔ وہ تو شکر تھا کی حشام کے ہاتھ میں کیک باکس تھا ارسلان بچ گیا ورنہ پٹنا طئے تھا۔

"بکواس نہیں کر وارسلان آج ثوبان کا برتھ ڈے ہے، یہ اسی کا کیک ہے۔" حشام نے آخر کار بلی تھیلے سے نکال ہی دیا۔ جس پر سب کا منہ کھلا تھا۔ پھر ہوش میں آتے ہی سب گرتے پڑتے حبہ کے روم کی طرف بھاگے کیونکہ بارہ بجنے میں چند منٹ ہی باقی رہ گئے تھے۔

نیلم دیکھ رہی ہو آج ہمارا شہزادہ ایک سال کا ہو گیا ہے، دیکھو شہزادے کیسے اپنے برتھ ڈے کیلیئے اکسائیٹیڈ ہیں خوشی کے مارے سو بھی نہیں رہے، لیکن افسوس میں ان کے پہلے برتھ ڈے پر کیک نہیں ارینج کر سکی، انجان گھر ہے کیا کرتی۔۔" حبہ بیڈ پر کھیل رہے ثوبان کو دیکھ افسردہ ہوئی۔

"سوری شہزادے مما کل آپ کیلیئے لازمی کوئی اسپیشل گفٹ لائے گی۔۔" حبہ نے نیلم کی فوٹو فریم تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے ثوبان کو اپنے اندر سمیٹا۔ جب دروازے پر ہلکی دستک ہوئی تھی۔ حبہ نے حیرانی سے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں بارہ بجنے میں صرف دو منٹ باقی تھے۔

"محترم فرما رہے تھے پرائیویسی کا خیال رکھا جائے گا یہاں رات کے بارہ بجے جن بھوت کی طرح ہم ماں بیٹے کو ڈسٹرب کیا جا رہا ہے۔" مسلسل ہوتی دستک سے تنگ آکر حبہ دوپٹہ اچھے سے سر پر لیتی ثوبان کو لیئے ہی دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"کون؟؟؟۔" دروازے کے بالکل قریب جا کر حبہ نے احتیاطاً پوچھا۔

"میں ہوں ڈاکٹر۔۔" حشام منہ کھول رہے ارسلان کے منہ پر ہاتھ جماتا ہوا بولا۔

"آپ کیوں ہیں؟؟؟۔" لٹھ مار انداز میں سوال ہوا تھا۔ جس پر سب نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنے قہقہ کا گلا گھونٹا۔

"آپ دروازہ کھولیں گی تو میں تفصیل میں بتاؤنگا۔" حشام ارسلان کو گھورتا مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ دانت پیس کر بولا۔ یہ ڈاکٹر جہاں اس کی کلاس نہ لگائے۔

"یہاں رات کے بارہ بجے تفصیل جاننے میں کوئی انٹرسٹیڈ نہیں ہے، سو آپ وقت برباد نہیں کریں جاکر آرام کریں، ثوبان جاگے ہوئے ہیں مجھے انہیں سلانا ہے۔۔" حبہ نے تفصیلی جواب تیکھے انداز میں دیا تھا۔

"ڈاکٹر حبہ پلزدروازہ کھول دیں ہم سب باہر کھڑے ہیں۔" بھائی کی شکل دیکھ اب کے دیبا نے آواز لگائی جس پر حبہ نے ایک منٹ میں بڑھ کر دروازہ کھول دیا تھا۔اور سامنے پوری پلٹن کو دیکھ اس کی آنکھیں حیرانی سے پھیلی۔البتہ وہ سب بڑے اطمینان سے اسے کے سائیڈ سے ہوتے اجازت لینے کی زحمت اٹھائے بغیر کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔

"آاا۔۔آپ لوگ یہاں۔۔" حبہ نے حیرانی سے انہیں ٹی ٹیبل پر چیزیں سیٹ کرتے دیکھ پوچھا۔

"جی ہم سب یہاں، لیکن آپ کو تو تفصیل جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہیں نہ پھر سوال کی وجہ۔۔؟" حشام نے ہونق شکل لیئے کھڑی حبہ کو کڑی نظروں سے گھورا۔ جس نے آج اس کے بھائی بہنوں کے آگے اس کی عزت کا فالودہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

"دیبااسے کنڈل لانے بھیجا ہے یابنانے۔؟؟؟۔"حشام اسے اسی طرح حیران چھوڑ دیبا کی طرف مڑا۔جب آندھی طوفان بنا ارسلان بنا بریک کی گاڑی کی طرف اندر داخل ہوا تھا۔

"یہ لیں کینڈل۔۔"ارسلان کنڈل صوفے کی طرف اچھالتا منہ کھولے کھڑی حبہ کی طرف مڑا۔

"السلام علیکم بھابھی جی خاکسار کو انسپکٹر ارسلان کہتے ہیں۔"ارسلان پھولتی سانسوں کے ساتھ پیٹ پر ہاتھ رکھے حبہ کے آگے جھکا تھا۔جس پر حبہ ڈر کے بے ساختہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"اسے بے کار بھی کہتے ہیں بھابھی۔۔"نشوہ نے کینڈل جلاتے ہوئے ٹکڑا لگایا۔

"اور اسے کنگارو کی سردار کہتے ہیں۔"ارسلان نے جل کر حساب برابر کیا۔

"تم لوگ چپ کرو گے۔۔"احان نے دونوں کو گھورا۔

"ہاں موٹی تم اپنا منہ بند رکھو میں بھابھی کو اپنا تعارف دیتا ہوں،سو بھابھی میں ہوں آپ کا قابل مگر چھوٹا دیوار انسپکٹر ارسلان علی،آپ کے استقبالیہ پروگرام میں شرکت نہیں کرسکا کیونکہ مجھے آفیشل کام (جو در اصل میرا ذاتی کام تھا) کیلئے جانا پڑا تھا ڈنر پر آپ موجود

نہیں تھیں، اور اب ہم ایسے مل رہے ہیں، یقیناً آپ کو مجھ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہو گی مجھے بھی بہت خوشی ہوئی ہے لیکن یہ۔۔۔" ارسلان نے روانی میں بولتے ہوئے جیسے ہی حبہ کے گود میں آنکھیں سکیڑ کر خود کو گھور رہے ثوبان کو دیکھا اس کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگا تھا۔

"یہ ثوبان ہے۔" حبہ نے جھٹ ثوبان کا تعارف کرایا۔ یہ ہے بات تھی کے وہ دونوں چچا بھتیجا پہلے سے ہی آنکھیں سکیڑ کر دونوں گھورتے ہوئے اپنے خرافاتی انداز میں تعارف دے رہے تھے۔

"ہائے برتھ ڈے بوئے میں ارسلان ہے اور آپ؟؟۔۔" ارسلان نے مقابل کو ڈٹا دیکھ خود پہل کی لیکن مجال مغرور شہزادے نے پلک جھپکا ہو چھوٹی سی پیشانی پر بل لیئے اسی طرح گھورے جا رہے تھے۔ جس سے ان کی چھوٹی سی ٹھوڑی پر ارسلان سے مماثلت رکھتا گڑھا واضح ہو رہا تھا۔

"بھابھی یہ موسٹ الیجبل بیچلر والا لک کیوں دے رہے ہیں۔۔؟؟" ارسلان ثوبان کو منہ بسورتا دیکھ بدمزہ ہوا۔

"ویسے ثوبان صاحب زیادہ ہواؤں میں نہیں اُڑیں آپ کیوٹ ہیں تو کیا ہوا میں بھی ہینڈ سم ہوں۔۔"ارسلان نے بھی منہ بسورا۔

"آجاؤ کاؤنٹ ڈاؤن شروع کرتے ہیں، ڈاکٹر ثوبی کو لائیں

۔۔" حشام کی آواز پر ارسلان مغرور شہزادے کو دیکھتے ہوئے ٹیبل کی طرف بڑھا۔ جہاں درمیان میں چھوٹا سا راؤنڈ شیپ کیک رکھا تھا جس کے گرد چھوٹی چھوٹی موم بتیاں روشن تھیں۔ احان نے بڑھ کر کمرے کا لائٹ آف کیا تو کمرے کا ماحول اور بھی خواب ناک ہو گیا تھا۔

"یہاں آئیں۔۔" حشام خود سائیڈ پر ہوتا حبہ کو درمیان میں جگہ دی۔

"بھائی یہاں آئیں کیا آپ دونوں مل کر کاٹیں گے چلیں جلدی سے کٹ کریں ٹائم ہو گیا ہے۔۔" دیبا نے زبردستی حشام کا ہاتھ حبہ کے ہاتھ پر رکھا۔ جس پر ایک پل کیلئے دونوں کی دھڑکن تھمی تھی۔ لیکن دوسرے ہی پل ثوبان کو بے چین ہوتا دیکھ دونوں نے موم بتی بجھا کر کیک کٹ کیا۔

"ہیپی برتھ ڈے شہزادے۔" حبہ نے انگلی کے کونے پر کیک لگا کر ثوبان کو چٹایا۔ جسے ثوبان صاحب نے پہلے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے برا منہ بنا کر اندر کیا پھر چٹخارے لینے لگے۔ جس پر سب کا قہقہ ابلا تھا۔

"بہت شکریہ میری زندگی میں آکر ان روشنیوں کا شہر آباد کرنے کیلیئے شہزادے ورنہ آج میں شائد اپنے بھائی کی یاد میں کسی اندھیرے کونے میں بیٹھا سسک رہا ہوتا۔" حشام اسے سینے سے لگاتے ہوئے دھیمی مگر نم آواز میں بولا۔ کل سے اس کے آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے جسے وہ ثوبان کی موجودگی کا خیال کر کے مسکراتے ہوئے صاف کر رہا تھا

"بھئی ہمیں بھی شہزادے کو وش کرنا ہے۔ تو کیا ہوا ہم گفٹ نہیں لائے کل لا لینگے پہلی غلطی تو شہزادے معاف کر ہی دینگے۔" احان اسے اسی طرح ثوبان کو گلے لگائے حشام کو محسوس کرتا دیکھ شرارتی انداز میں بولا۔ جس پر حشام اپنی آنکھیں صاف کرتا اسے احان کی طرف بڑھا دیا۔ حبہ نے بڑے غور سے ڈم لائٹ میں اس مغرور ضدی شخص کے نم چہرے کو دیکھا تھا۔ نیلم کو کھونے کا درد اس کے سینے میں بھی رہ رہ کی اٹھ رہا تھا۔ لیکن حشام کا درد اس سے کئیں زیادہ بڑا تھا۔

"چلیں مغرور شہزادے ایک پیاری سی کسّی دے دیں پھر کل آپ کیلئے میں بڑا سا کوئی ٹوئے لاؤنگا۔۔"سب کے آخر میں ارسلان نے ثوبان کو اٹھاتے ہے گال اس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے ڈیمانڈ کے ساتھ لالچ بھی دیا۔ جس پر ثوبان صاحب نے کچھ دیر آنکھیں پٹپٹانے کے بعد اپنا کیک سے سنا ہاتھ اس کے گال پر رکھ دیا تھا۔ جو وہ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر تبھی لگا چکے تھے۔

"یار شہزادے آپ کی کسی اتنی کریمی کیوں ہے؟؟؟"ارسلان نے گال پر چکنائی محسوس کر کے محبت سے پوچھا۔ اب اندر کی بات اسے کیا معلوم۔ جب دیبا نے جا کر لائٹ آن کی تھی۔ اور ارسلان کا چوکلیٹی گال دیکھ سب کا قہقہ ابلا تھا۔ جس میں ثوبان کی قلقاریاں بھی شامل تھی۔

"آپ لوگ دانت کیوں دکھا رہے ہیں جلن ہو رہی ہے کی کسّی صرف مجھے ملی۔؟؟؟؟۔"ارسلان سب کو قہقہ لگاتا دیکھ گردن میں بل ڈال کر پوچھا۔

"ہاہاہاہا۔۔ ہم جل نہیں رہے مقافاتِ عمل دیکھ رہے ہیں مطلب سیر کے ساتھ سوا سیر والا معملہ ہو گیا۔۔"احان نے اس کے گود سے ثوبان کو لیتے ہوئے اس کا رخ ڈریسنگ کی

طرف موڑا۔ اور اپنے دائیں گال پر چار ننھی نگلیاں چھپی دیکھ ارسلان نے صدمے سے اس چھوٹے شیطان کو دیکھا تھا جس کی قلقاریاں بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"یہ ٹھیک نہیں کیا آپ نے پارٹنر پہلی ملاقات میں ہی پنگا۔۔" ارسلان نے اسے گھورا۔

"ڈراؤ نہیں میرے بچے کو کیونکہ وہ ڈرتا نہیں ڈراتا ہے، کیوں شہزادے؟۔ حشام نے پیار سے ثوبان کو لیکر اس کی پیشانی چومتے ہوئے حبہ کی طرف بڑھایا۔ پھر احان کے اشارے پر سب گُڈ نائٹ کہتے وہاں سے نکل گئے تھے۔

جمعہ کا دن علی وِلا پر رحمت بن کر اترا تھا۔ بعد نماز جمعہ سادگی سے حبہ اور حشام کا نکاح ہو گیا۔ جس میں چند بہت قریبی رشتے دار ہی مدعو تھے وجہ دا ابو کی ایک ہفتے کیلئے شہر سے باہر کا ٹور تھا ساتھ وہ چاہتے تھے کی حبہ علی وِلا کے ماحول میں خود کو پہلے اچھی طرح ارجیسٹ کر لے۔ دا ابو نے ہی فیصلہ کیا تھا کی ان کی واپسی کے بعد پندرہ بیس دن کے اندر ولیمے کی سنت ادا کی جائے گی۔ اس بیچ وہ کوئی اور بھی فیصلہ لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس

کے سلسلے میں بعد نماز مغرب سارے بڑے داابو کی طرف سے اسٹڈی میں منعقد کردہ اجلاس میں موجود تھے۔اور باہر حال میں بیٹھے ینگ جنریشن کے پیٹ میں مڑوڑ اٹھ رہا تھا۔ جن میں ارسلان اور نشوہ کے نام قابل ذکر ہے۔

"میں بتارہاہوں سب کان کھول کر سن لو کسی نا کسی کی آج لازمی وکٹ گرنے والی ہے تاریخ گواہ ہے جب بھی بڑوں کی ایسی پراسرار بیٹھک ہوئی ہے کسی نہ کسی کی واٹ لگی ہے۔"ارسلان نے ادھر سے ادھر مارچ کرتے ہوئے سب کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"میں بتارہاہوں سب کان کھول کر سن لو کسی نا کسی کی آج لازمی وکٹ گرنے والی ہے تاریخ گواہ ہے جب بھی بڑوں کی ایسی پراسرار بیٹھک ہوئی ہے کسی نہ کسی کی واٹ لگی ہے۔"ارسلان نے ادھر سے ادھر مارچ کرتے ہوئے سب کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"ایک تم،دوسرا تمہاری فضول بکواس، مطلب تمہاری جس بکواس پر خود تمہیں یقین آتے آتے آتا ہے اس پر ہم کیوں بھروسہ کریں؟؟اس لیئے اپنا پھٹا ریڈیو بند کرو اور اپنی تشریف کا ٹوکرا کہیں رکھو ملک الموت کی طرح جان پر سوار ہو گئے ہو۔" نشوہ

اس کی مسلسل مارچ سے زچ ہو کر بولی۔ یہ اور بات تھی کے وہ بھی اس کے برابر ہی جلے پیر کی بلی بنی چکر کاٹ رہی تھی۔

وہ سب اس وقت بڑے سے حال میں موجود تھے۔ عصر کی نماز کے فوراً بعد ہی جن چند ایک رشتے داروں نے شرکت کی تھی ان کی بھی واپسی ہو چکی تھی۔ اس لیے ابھی حال میں رکھے صوفوں میں سے ایک پر کڑکڑاتے سفید کرتا شلوار میں حشام اور احان پر سوچ نظریں اسٹڈی پر ٹکائے بیٹھے تھے تو ان کے مقابل صوفے پر بیٹھی دیبا بھی اسی عمل میں محو تھی۔ جبکہ اس کے برابر میں ثوبان کو لیے بیٹھی حبہ کی حیران پریشان نظریں اس پورے فیملی کے سب سے منچلے لوگوں پر تھی یعنی ارسلان اور نشوہ پر۔ جو کسی پر دھیان دیے بغیر جنگ و بدر کا میدان گرم کیے بیٹھے تھے۔

"میں ملک الموت کی طرح سوار ہو گیا ہوں؟؟؟" ارسلان کڑے تیور لیے نشوہ کے مقابل آیا۔ جس پر نشوہ نے شرافت سے اثبات میں سر ہلایا۔

"خود کو دیکھا ہے تم نے پوری شُعلے فلم کی گبر لگ رہی ہو بس ہاتھ میں ایک ہنٹر اور اپنی پھٹے ریڈیو جیسی آواز میں 'ارے اؤ کالیا کتنے آدمی تھے' والا ڈائلاگ کی کمی ہے ورنہ تمہاری شکل اور ہاتھی جیسے بھاری قدموں کی چاپ مکمل اس سین کی عکاسی کر رہے ہیں۔" اینٹ کا جواب پتھر سے دینا تو کوئی ان دونوں سے سیکھتا۔

"اللہ کرے فسادی انسپکٹر تمہیں ہاتھی جیسی بیوی ملے بلکے ہاتھی ہی ملے۔" نشوہ نے تلملاتے ہوئے ہاتھ اُپر اٹھا کے بد دعا دی۔ جس پر ارسلان صاحب کے لبوں پر کھلنے والی مسکراہٹ قابل دید تھی۔ آنکھوں میں بیک وقت دو عکس اترے تھے۔ ایک معصوم تو دوسرا اخراٹ پر دونوں ہی قیامت خیز تھے۔

"ہاتھی نہیں مائی ڈیر ہیلتھی کزن ہلکی پھلکی زیرو سائز کی نازک سی لڑکی آسان لفظوں میں تشریح کروں تو بالکل حور جیسی دلہن لاؤ نگا میں (یہ اور بات ہے کی اس کے گُن جیمس باؤنڈ والے ہونگے)۔" ارسلان گردن اکڑا کر کالر اٹھاتے ہوئے فخریہ بولا۔ باقی جو لفظ دل میں ادا ہوئے تھے اس کے تاثرات چہرے پر واضح اس نے بالکل نہیں کیا تھا۔

"شکل دیکھی ہے اپنی بالکل چوسے ہوئے آم جیسی لگتی ہے، تمہیں بیٹی تو کیا کوئی ہاتھی نہ دے، آیا بڑا حور جیسی دلہن لاؤ نگا لنگور کا سگا ہنہ !" نشوہ نے ناک چڑھاتے ہوئے ارسلان کا مذاق اڑایا۔ جس پر بجائے وہ غصہ ہونے کے دلکشی سے مسکراتا اس کے مقابل آیا تھا۔

" بھئی مجھے کوئی لڑکی دے نہ دے تمہیں ہاتھی اپنا لڑکا لازمی دیگا آخر تم شکل اور جسامت میں جوان سے مماثلت رکھتی ہو، آئی بڑی بے بی ایلیفینٹ ہنہ !۔" ارسلان بڑی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ نشوہ کے تن بدن میں آگ لگا یا تھا۔

"تم۔۔تم۔۔نہ۔۔تم بچ جاؤ بس مجھ سے۔۔۔" نشوہ اس کی مسلسل زچ کرتی مسکراہٹ سے آگ بگولا ہوتی اس کی طرف بڑھی جب تنگ آکر احان اپنی جگہ کھڑا ہوتا سرعت سے دونوں کے درمیان آیا۔

"بس ! آج کیلئے اتنا کافی ہے تم دونوں کا۔" احان قدرے رعبدار لہجے میں دونوں کو باز رہنے کا اشارہ کیا۔

"پر بھائی یہ۔۔۔۔"

"خاموش! اور ذرا بھابھی کو دیکھو تم لوگوں کی یہ ٹام اینڈ جیری فائٹ کی ہمیں عادت پڑ چکی ہے لیکن بھابھی بیچاری کو ابھی اس کی عادت نہیں اس لیئے نو مور فائٹس۔۔" احان نے ہونق شکل لیئے دونوں کو دیکھ رہی حبہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر سب کے ساتھ حشام نے بھی سرسری سی نظر ڈالنی چاہی لیکن نظر اٹھنے کے بعد سرسری بالکل نہیں رہی تھی۔

وہ اس وقت اسی کالا یا وائیٹ کلر کے ڈریس میں ملبوس تھی۔ جس کے گلے اور دامن میں سرخ رنگ کا باریک نفیس سا کام تھا۔ میک اپ سے پاک گلابی گلابی چہرے کے گرد سرخ دوپٹہ سکارف کی شکل میں لپیٹا گیا۔ اس نے کبھی بھی حبہ کو بنا سکارف کے نہیں دیکھا تھا سوائے ثوبان کے برتھ ڈے والی رات اس رات بھی حبہ نے دوپٹہ تقریباً آدھی پیشانی تک کھینچ لیا تھا۔ دونوں ہاتھ گود میں بیٹھے ثوبان کے گرد لپٹے وہ مکمل نشوہ احان اور ارسلان کی طرف متوجہ تھی۔ حشام نے کسی کی نظر میں آنے سے پہلے ہی سرعت سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ جو تھوڑا مشکل لگا تھا۔

"بھابھی؟ بھائی آپ تو حشام بھائی سے بڑے ہیں نہ تو آپ بھابھی کو بھابھی کیوں کہیں گے؟؟؟؟۔" ارسلان کے خرافاتی ذہن نے فوراً دوسرا مدعٰ چھیڑا۔

"ہاں! یہی میں بھی سوچ رہیں ہوں۔" نشوہ بھی پرسوچ انداز میں کہتی ارسلان سے اتفاق کررہی تھی۔ جو کچھ دیر پہلے اس کی جان لینے کے درپے تھی۔

"جی احان آپ میرے ایج فیلو ہیں آپ مجھے حبہ بلالیا کریں۔۔" حبہ نے فوراً لب کشائی کی۔ ویسے بھی وہ سب کے اسے حشام کے حوالے سے بلانے پر سخت جھنجھلائی ہوئی تھی کم از کم ایک سے تو جان چھوٹ رہی تھی تو کیا حرج تھا۔

"نہیں بھابھی میں آپ کو بھابھی ہی بلاؤنگا آخر میری بھی ایک بھابھی ہونی چاہئے، کیوں شہزادے؟؟؟۔" احان مسکرا کر کہتے ہوئے آخر میں خود کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے شہزادے کی رائے چاہی جن کی نظر ارسلان پر تھی۔

"دیکھ لیں بھابھی ان پرنس چارلیس کو پرسوں گال پر کیک مل دیا کل میرے بجائے اس موٹی کے گود میں جا کر میری بے عزتی کردی اور آج بھی کیسے کینہ توز نگاہوں سے میری نظر اتار رہے ہیں، ویسے بھابھی ایک چیز نوٹس کی آپ نے ان کے ٹھوڑی پر پڑتا گڑھا میری

ٹھوڑی کے خوبصورت گڑھے سے مماثلت رکھتا ہے شائد اسی لیے یہ مجھ سے جیلس ہیں۔۔"ارسلان نروٹھے پن سے بولتا ثوبان کے قریب آکر اس کی ٹھوڑی پر انگلی رکھتے ہوئے بولا تھا۔جس پر حبہ نے بے ساختہ نظر حشام کی طرف اٹھائی جو مسکراتی نظروں سے ثوبان کو دیکھ رہا تھا تبھی ارسلان کی دلخراش چینخ پورے حال میں گونجی تھی۔

"ہائے اللہ کاٹ دی میری نازک انگلی، یار دانت اتنے ہی تیز ہیں تو اس موٹو کا دو کیلو صاف کر دیتے مجھ معصوم کا کیوں۔۔۔"ارسلان انگلی پکڑ کے ادھر ادھر چکر لگاتا ثوبان کو گھورتے کراہ رہا تھا۔اور باقی سب ہنس ہنس کے بے حال ہو رہے تھے۔اور ارسلان کی ٹھوڑی پر رکھی انگلی کو جھک کر اپنے خرگوش جیسے تیز دانتوں کے درمیان اچھے سے پیس کر نکالے ثوبان صاحب چار دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے آنکھوں میں شرارتی چمک لیے اس مداری بن بندر ناچ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"بھابھی میں بتا رہا ہوں یہ تین بار اعلان جنگ کر چکے ہیں اگر میں میدان میں کود گیا تو پھر مقابلہ برابری کا ہو گا،اور تیسری عالمی جنگ چھڑے گی علی ولا میں۔۔"ارسلان سب کی

کھی کھی کو اگنور کرتا ہاتھ جھٹکتے ہوئے حبہ کے پاس آیا۔اور ارسلان کی شہادت کی انگلی پر گڑھے دو دانتوں کے نشان کو دیکھ حبہ نے صدمے سے ثوبان کو دیکھا تھا۔

"شہزادے بری بات ایسے نہیں کرتے۔" حبہ نے سنجیدگی سے ثوبان کو ڈپٹا جیسے محترم نے سمجھ ہی جانا تھا۔

"دیکھیں ڈاکٹر غلطی اس کی ہے اس نے ہمارے شہزادے کے منہ میں انگلی ڈالی آپ ہمارے شہزادے کو نہیں ڈانٹ سکتیں، آئیں شہزادے۔" حشام فوراً اپنے راج دلارے کا وکیل بنا تھا۔ساتھ بڑی نرمی سے اسے حبہ سے لے بھی لیا تھا۔ باقی سب کی بھرپور تائید حاصل تھی مظلوم ارسلان کا کوئی حمایتی موجود نہیں تھا وہاں۔

"ارسلان آپ یہیں بیٹھیں میں آپ کیلئے کچھ لاتی ہوں۔" حبہ حشام کو گھورتی اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

"ارے! نہیں بھابھی اتنے غیروں میں آپ نے میرا سپورٹ کیا یہی کافی ہے ورنہ میرے اس فولادی جسم پر تو دشمن کی گولی بے اثر ہے یہ تو پھر اِتّو سے دشمن کے دانت ہیں۔" ارسلان نے کالر چڑھاتے ہوئے اپنے تازہ ترین دشمن کو دیکھا۔ جس نے بڑے

بے زار انداز میں آنکھیں گھمائی تھی معنوں اسے ارسلان کا یہ بھاری ڈائلاگ کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔ حشام فون نکال کر کچھ ٹائپ کرتا ثوبان کو لی ئے سائیڈ پر ہو گیا تھا

"چھوڑو یار یہ دشمن دوست کی باتیں یہ سوچو اندر بڑوں کی پر اسرار میٹنگ کا مدع کیا ہو گا اور اگر یہ فسادی بندہ صیح ہے تو کس کی وکٹ گرے گی مجھے تو لگتا ہے احان بھائی اور دیبا کی۔۔" نشوہ کی نظر واپس اسٹڈی پر جاتے ہی اس نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔ اب کے اندازہ بھی لگایا گیا تھا۔ جس پر کسی کا تو نہیں لیکن احان کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا۔ اس نے چور نظروں سے دیبا کی طرف دیکھا جو شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ آنکھوں سے کوئی اشارہ کرتی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے فوراً سامنے ٹیبل پر رکھا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا۔ اس دن دیبا کے اتنے واضح لفظوں میں خلاصہ کرنے کے باوجود بھی وہ حقیقت تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔ کیونکہ اسے یہی لگتا تھا کی وہ اس کی بیسٹ فرینڈ ہے اس لی ئے وہ یہ سب برداشت نہیں کر پا رہا ہے۔

"ویسے دیا کیلئے تو میں نے لڑکا دیکھ لیا ہے اس کے ہسپتال کا کھڑوس ڈاکٹر کیا نام ہے اس کا۔۔۔ہاں یاد آیا ڈاکٹر عاصم۔۔۔" نشوہ کے چہک کر کہنے پر احان کے گلے میں زبردست پھندا لگا تھا۔ وہ گلا پکڑ کے زور زور سے کھانسنے لگا جب اسٹڈی کا دروازہ کھلا تھا۔

"یار ان سب معزز حضرات نے اپنے شکل مبارک پر انکم ٹیکس والوں جیسے خطرناک حد تک سنجیدہ تاثرات کیوں سجائے ہوئے ہیں قسم سے انہیں دیکھ تو مجھے اس بلیک منی ہولڈر والی فیلنگ آرہی ہے جس پر چند ثانیے بعد ریڈ پڑنے والی ہو۔" ارسلان دا ابو کے ہمراہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ ان لوگوں کی طرف ہی آرہے سینئر سیٹزنس کو دیکھ نشوہ کے کان میں گھس کر پھس پھسایا۔

"Same here!".

نشوہ نے فوراً تائید کی۔ جب تک وہ لوگ ان تک پہونچ گئے تھے۔ حشام بھی ثوبان سے کھیلتا وہیں آگیا تھا۔ جبکہ دیا احان حبہ اپنی اپنی جگہ معدب سے کھڑے ہو گئے تھے۔

"اگر ہم غلط نہیں ہیں تو یقیناً آپ لوگ یہاں اس میٹنگ کی نوعیت جاننے کیلئے بے تاب بیٹھے ہیں، کیوں برخردار؟؟؟۔" دا ابو قدرے رعبدار انداز میں کہتے ہوئے آخر میں

نظرے خاص ان پر ڈالی جو معصومیت کے ریکارڈ توڑ رہے تھے۔ لیکن دا ابو کی نظر پڑتے ہی بری طرح گڑ بڑائے۔

"نن۔۔ نہیں دا ابو ہم کیوں بھلا کوئی نوعیت مقصد جاننے کو بے تاب ہونگے۔۔ یہ یہ تو بھابھی کیوریئس تھی۔ ہاں ہاں بھابھی۔۔۔ بھابھی ہی کیوریئس تھی۔" ارسلان کے بات شروع کرتے ہی نشوہ نے زور زور سے سر ہلا کر اس کی تائید کرتی حبہ کی طرف اشارہ کیا جس پر حبہ کے چھکّے چھوٹے تھے۔

"نن۔۔ نہیں دا ابو ہم تو کمرے میں جا رہے تھے یہ لوگ ہی۔۔" بوکھلاہٹ کے مارے حبہ سے کچھ بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ بھلا کب یہاں آئی تھی وہ تو اچھا خاصہ کمرے میں جا رہی تھی یہ لوگ خود اسے گھسیٹ کر لائے تھے اب سارا ملبہ اس کے سر ڈال رہے تھے۔ جبکہ اس کے قینچی سے تیز چلتی زبان کو لڑکھڑاتا دیکھ حشام نے بمشکل امڈ آنے والی مسکراہٹ کو دبایا تھا۔

"بیٹا آپ کو صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے ہم سب ان ڈیو بلیکیٹ سپائے کو بہت اچھے سے جانتے ہیں، یہ جب تک الٹے سیدھے طریقوں سے پورے گھر کی جاسوسی نہ کر لیں

ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔۔" دا ابو نے کڑی نظروں کی گرفت میں ان دونوں کو لیتے ہوئے حبہ کو تسلی دی۔ جس پر وہ اثبات میں سر ہلاتی فوراً حشام کے پاس گئی تھی۔

"ہاں! تو چلیں بھئی جلدی سے میز چُن دیں سب تھکے ہوئے ہیں آرام کریں گے۔۔" دا ابو دونوں سے نظریں ہٹاتے ہوئے اپنے مخصوص نشست کی طرف بڑھے۔ اور انہیں اتنی آسانی سے مدع تبدیل کرتا دیکھ دونوں کے پیٹ میں واپس مڑوڑ شروع ہو چکی تھی۔

"دد۔۔ دا ابو ویسے کوئی بہت امپورٹنٹ ڈیسکیشن چل رہی تھی کیا؟؟؟؟" ارسلان نے حلق تر کرتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ بناوجہ جانے اسے نیند نہیں آنی تھی۔

"ہاں! لیکن آپ تھوڑی نہ جاننے کیلئے کیوریئس تھے۔" دا ابو سادہ انداز میں کہتے ٹیبل سے پیپر اٹھا گئے تھے۔

"ہاں دا ابو لیکن نشوہ جاننا چاہتی ہے، ورنہ اس کا کھانا ہضم نہیں ہو گا اور اگر کھانا ہضم نہیں ہو گا تو یہ اور موٹی ہو جائے گی۔۔" ارسلان نے فوراً نشوہ کا بازو پکڑ کے آگے کیا۔ جس پر اطہر صاحب نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا تھا وہ اور احان اتنے سلجھے مزاج کے تھے یہ مسخرا نجانے کہاں سے ان کے یہاں امپورٹ ہو گیا تھا۔ لاابالی پنا تو ختم تھا اس پر۔

"بزدل انسپکٹر مجھے نہیں گھسیٹو اور موٹے ہوں میرے دشمن ہلکے تو ند نکلے جھوٹ بولنے کی سزا کے طور پر۔۔" نشوہ نے فوراً احتجاج بلند کیا۔جب دا ابو پیپر ٹیبل پر رکھتے ان دونوں کی طرف بڑھے۔

"تم دونوں کی اسی روز روز کی تو تو میں میں سے تنگ آکر ہم سب نے طے کیا ہے کی تم دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا جائے تاکے گھر کا ماحول خوشگوار رہے، باقی کمرے میں تلوار چلے یا آگ لگے ہم اس سے کیا۔۔" دا ابو نے بڑے سنجیدہ انداز میں دونوں کے سماعتوں پر دھماکا کیا تھا۔جس پر دونوں کا جو حال تھا سو تھا باقی بڑوں کے منہ بھی کھل گئے تھے۔

"نکاح کر دیا جائے ؟؟؟؟ بھلا یہ کونسا طریقہ ہوا گھر کا ماحول خوشگوار کرنے کا،ایسے تو میں روزانہ چور ڈاکوں سے بھی لڑتا بھڑتا رہتا ہوں تو کیا ایک ایک نکاح ان سب سے بھی کھڑا کالوں ؟؟۔" دونوں میں سب سے پہلے ارسلان کو ہوش آیا تھا تبھی صدمہ زدہ سا بولا۔

"یہ ہمارا طریقہ ہے۔۔" دا ابو اطمینان سے بولے۔ساتھ ہاتھ اٹھا کر لب کشائی کیلئے تیار اکبر صاحب کو روکا بھی۔

"نانا ابو اس لنگور سے نکاح کرنے سے پہلے میں خود کشی نہ کر لوں۔۔" نشوہ ہوش میں آتے ہی روہانسی آواز میں دانتوں تلے ارسلان کو پیستے ہوئے بولی۔

"تو کر لو میں تو ہرگز نہیں لیکن کوئی معصوم نہ کردہ گناہ کی سزا کاٹنے سے بچ جائے گا۔" ارسلان نے فوراً جل کے مشورہ دیا۔ باقی سب اب بھی حق دق کھڑے تھے۔

"نانا ابو۔۔" نشوہ پیر پٹکتی دادا ابو کے قریب ہوئی۔

"ڈنر لگ چکا ہے آجائیں سب۔۔" تحسین بیگم کی اطلاع پر دونوں کے ہوائیاں اڑی شکل دیکھ دادا ابو لب بھینچ کر مسکراہٹ ضبط کرتے ڈائننگ حال کی طرف بڑھے۔ باقی سب نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔ اور وہ دونوں جو دادا ابو کے سنجیدہ مذاق کا نشانہ بنے تھے وہیں کھڑے ایک دوسرے کو ناک سکیڑ کر آنکھوں سے سالم نگلنے کا ارادہ باندھے کھڑے تھے۔

-------------،-----،--------------،--------------

ڈنر کے فوراً بعد دیا اور نشوہ اسے حشام کے بیڈروم میں چھوڑ گئے تھے۔ جہاں پہلے سے ہی

اس کے ساری ضروریات کی اشیاء بڑی خوبصورتی سے نشوہ اور دیا نے تحسین بیگم کی ہدایت پر سیٹ کیا تھا۔ صرف ایک دن کے وقت میں بھی تحسین بیگم نے حشام، دیا، نشوہ کے ہمراہ جا کر اس کیلئے اچھی خاصی شوپنگ کر آئی تھی۔ وہ تو اسے بھی لیجانے پر بضد تھیں لیکن حبہ کے امپورٹنٹ اوپریشن کا کہنے پر وہ خود چلی گئی تھیں۔ اور سادہ سے کانٹریکٹ میرتج کا ارادہ کئے یہاں شفٹ ہوئی حبہ اتنا سب پروٹوکول دیکھ سخت جھنجھلائی ہوئی تھی۔ کئی بار حشام سے بات کرنی چاہی جس پر اس کا یہی جواب تھا کی نکاح ہمارے لیۓ سمجھوتہ ہے گھر والوں کیلئے اصل ہے وہ بھی علی وِلا کی پہلی شادی ہے تو یہ سب عام سی بات ہے۔ ابھی بھی وہ حشام کے کمرے میں شفٹ ہونے پر ذرا رضامند نہیں تھی لیکن مجبوری آخر نام کس چڑیا کا ہے آخر جلتے کڑھتے اسے یہاں شفٹ ہونا ہی پڑا تھا۔

اس نے کمرے میں آنے کے بعد سب سے پہلے خود چینج کیا تھا پھر ثوبان کے پیروں کی مالش کرنے کے بعد اسے چینج کرا کر بیڈ پر بیٹھاتی کل ہسپتال کیلئے اپنا اور ثوبان کا بیگ تیار کرنے میں جٹ گئی تھی۔ جب حشام آیا بھی اور نائٹ ڈریس لیۓ واش روم میں غائب بھی ہوگیا۔ وہ سارے کام سے فارغ ہوتی بیڈ پر جمائیاں روکتے ہوۓ

نیند کے خمار سے سرخ ہو رہی آنکھوں سے سارے کھلونوں کا الٹ پلٹ کر جائزہ لے رہے اپنے شہزادے کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

"آپ بھی بیڈ پر سوئیں گی؟" واش روم سے نکلتے ہی ٹول سے اپنے بال رگڑ رہے حشام نے حیرانی سے ہاتھ روک ڈاکٹرنی صاحبہ کو اپنے بیڈ پر جگہ بناتے دیکھ سوال کیا۔

"تو آپ کو کیا لگا کی آپ ہی بیڈ پر سوئیں گے؟" حبہ درمیان میں ثوبان کیلیئے آرام دہ بستر سیٹ کرتی بنا اپنی مصروفیت ترک کیئے 'ہی' پر خاصہ زور ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

"نو آئی مین ٹو۔۔۔" حشام اسکے تیکھے انداز میں کیئے سوال پر ٹول اسٹینڈ پر رکھتا اس کی طرف مڑا۔

"یس آئی نو واٹ ڈو یو مین۔" حبہ اس کی بات کاٹ کر ثوبان کے ہاتھ میں تیر تر پکڑاتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"دیکھیں مسٹر حشام علی یہ بیڈ صوفے والے چونچلے ڈرامے سیریلز میں اچھے لگتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے بے تاثیر چہرے کے ساتھ بالکل اس کے مقابل آ کر کھڑی ہوئی۔

"یہاں نہ ہی میں کوئی ڈرا دھمکا کر لائی گئی مظلوم ہیروئن ہوں نہ آپ کوئی ہزاروں لڑکیوں کے دل دھڑکانے والے ہیرو، اور نہ یہ کوئی محبت کی عظیم داستان ہے، اٹس کنٹریکٹ میریج، اگر آپ نے اپنے گھر میں آکر رہنے والا شوشہ نہیں چھوڑا ہوتا یا آپ کے گھر والے ہمارے بیچ ہوئے ڈیل سے واقف ہوتے تو یہ نوبت ہی نہیں آتی، بٹ اب جب حالات یہ ہیں اور بہت سے معملوں میں مجھے کومپرمائز کرنا پر رہا ہے تو اتنے پر شکر ادا کرتے ہوئے آپ مزید مجھ سے کوئی امید مت رکھیں، کیونکہ کنٹریکٹ میں کسی ایک چیز پر ہی سمجھوتہ کیا جاتا ہے۔ اینڈ ویسے بھی ہم کوئی ٹین ایجر نہیں جو اس طرح کی فضول چیزیں ہمیں سوٹ کرے۔" ڈاکٹرنی صاحبہ کمال سنجیدگی سے خطاب کر رہی تھی، اور حشام صاحب سینے پر ہاتھ باندھے سمجھنے کے انداز میں سر ہلا رہے تھے۔

"اور کوئی ہدایت ڈاکٹرنی صاحبہ؟" حشام نے لب بھینچ کر مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے ہاتھ باندھے ہی ادب سے سوال کیا۔ جس پر حبہ کے پیشانی پر بل پڑے تھے۔

"آئم سیریس مسٹر حشام۔" حبہ مقابل کے ہنسی روکنے کی کوشش میں سرخ ہوا چہرہ دیکھ لفظ چبا کر بولی۔

"آئی نو۔بٹ ہاہاہاہاہاہا۔۔" آخر کار لاکھ کوشش کے باوجود حشام کا قہقہ ابل ہی گیا تھا۔ جس پر حبہ اس پر ایک سخت نظر ڈال کر پیر پٹکتی بیڈ پر بیٹھ کر اؤنگ رہے ثوبان کے پاس چلی آئی تھی۔

"نہیں یار سوچیں ذرا آپ کسی پکاؤ لیکچرر کی طرح بولے جا رہی ہیں بولے جا رہی ہیں، ویسے ایک بات بتائیں کیا آپ ہوسپٹل کے ساتھ کسی میڈیکل یونیورسٹی میں بھی۔۔۔۔" حشام نے مزے سے بولتے ہوئے اسے دیکھا جو غصے سے لال پیلی ہوتی پیچھے سے کشنز اٹھا اٹھا کر بیڈ کے بیچ و بیچ دیوارِ چین تعمیر کر رہی تھی۔

"ڈاکٹرنی صاحبہ شائد ابھی آپ ہی نے کہا تھا کی ہم کوئی ٹین ایجر نہیں ہیں، پھر اس حد بندی کی وجہ ؟۔" حشام بیڈ کے دوسری جانب جگہ بناتے ہوئے حبہ کی کچھ دیر پہلے کہی بات اسے ہی لوٹائی۔

"ہم ماں بیٹے تنہائی پسند ہیں، اور ہم ایک دوسرے کیلئے کافی بھی ہیں، ہمارے درمیان کسی تیسرے کی جگہ کبھی نہیں رہی، سو بہتر ہو گا اگر آپ اپنے سائیڈ تک محدود رہیں، ناؤ گڈ نائٹ۔ سلیپ ویل۔" حبہ آخری کشن درمیان میں رکھتی کھلے لفظوں میں حشام کو اس کی

جگہ دکھاتی اپنی جگہ دراز ہوئی۔اور جیسے ہی اس نے ثوبان کو اپنے حصار میں لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا حشام نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"میں نے شائد آپ سے کہا تھا ڈاکٹر حبہ ہم ایک چین میں ہیں، بہتر ہو گا اگر آپ یہ تھرڈ پرسن والا آپشن ہمارے درمیان سے نکال ہی دیں، ثوبان جتنا آپ کا ہے اتنا میرا بھی ہے مطلب برابر۔" حشام نے کہنے کے ساتھ ہی بیچ میں چند منٹ پہلے بنی دیوار کو ڈھئے کر ثوبان کے قریب ہوا۔ساتھ ڈاکٹرنی صاحبہ کے بھی۔

"کیا بیہودگی ہے؟؟؟۔" حبہ حشام کے ہاتھ کا لمس اپنی کلائی پر محسوس کر کے کرنٹ لگے شخص کی طرف اُچھل کے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔چہرہ پل میں سرخ انگار ہوا ہاتھ سے تو جیسے آگ نکل رہا تھا، جبکہ دھڑکنیں ڈھول کی طرح بج رہی تھی۔اس نے اپنی ستائیس سالہ زندگی میں کسی مرد کا لمس تو بہت دور کی بات ہے قریب سے کسی صنف مخالف کی خوشبو تک محسوس نہیں کی تھی۔اس کے مقابل حشام بالکل نارمل تھا۔

"بیہودگی نہیں ڈاکٹر برابری، مطلب فیئر گیم کھیل رہے ہیں تو ہر چیز میں ہمیں برابر حصہ ملنا چاہیئے، کیا خبر ثوبان آپ کو لپٹ کر سونے کا عادی ہو جائے اور اس کی یہی ایک عادت

اسے مجھ پر آپ کو فوقیت دینے پر مجبور کر دے ہو سکتا ہے ناں؟۔" حشام کہنیوں کے بل تھوڑا اونچا ہو کر مقابل کے گلابی چہرے میں گھلی سرخی کو نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ جس پر حبہ کی آنکھوں میں ناگواری اتری تھی۔

"آپ کو پتا ہے آپ بہت برا جوک کریک کرتے ہیں۔" حبہ اندر سے اٹھ رہے اشتعال کو دباتے ہوئے تحمل سے بولی۔

"ہو سکتا ہے، لیکن ابھی تو میں سیریس ہوں۔" حشام نے تائید کی۔

"دیکھیں آپ کے فضول مذاق کا یہ بالکل بھی صحیح وقت نہیں ہے، ثوبان کو نیند آرہی ہے اگر ابھی میں نے انہیں نہیں سلایا تو نہ ساری رات انہوں نے خود سونا ہے اور نہ ہمیں سونے دینا ہے سو پلیز آپ اپنا ہاتھ ہٹا کر اپنی جگہ پر جائیں۔۔" حبہ تحمل سے کہتی اپنی جگہ بیٹھی تھی۔

"ہاں! تو آپ سلائیں میں نے کونسا آپ کو لوری سنانے سے روکا ہے، لیکن میں ہاتھ نہیں ہٹا رہا۔" حشام اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔

"آپ اتنے ڈھیٹ کیوں ہیں؟؟؟۔" حبہ زچ ہو کر نیچی آواز میں چلائی۔

"اس کا تو مجھے خود نہیں معلوم۔" جواب سادگی لیے تھا۔ جس پر حبہ نے مٹھیاں بھینچی یہ واحد بندہ تھا جو پہلی ملاقات سے ڈاکٹر حبہ کا بی پی ہائی کرتے آرہا تھا۔

"دنیاں کے سارے مرد اتنے اڑیٹیٹنگ ہوتے ہیں یا آپ اکیلے نے پورے صنف کو بدنام کرر کھا ہے۔۔" حبہ نے آنکھیں گھما کر خود کو پرسکون کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں آپ ہماری صنف پر ریسرچ کرر ہی ہیں ؟؟۔" حشام کسمسار ہے ثوبان کو تھپکی دیتے ہوئے الٹا سوال کیا۔

"میرے پاس اتنا فضول وقت کبھی نہیں رہا، بس آپ کو دیکھا تو سارے مجھ جیسی مظلوم بہنوں کا خیال آگیا۔" حبہ کے جواب پر تو حشام کا روم روم سرشاری سے جھوم اٹھا تھا۔ دنیاں کے کوئی آخری انوکھے کپل تھے جو شادی کی پہلی رات ساری قوم کا درد لئے بیٹھے تھے۔

"ویسے دنیاں کی تمام صنف نازک اتنے ہی نازک سوال پر سوال کرتی ہیں یا میں خاص ہوں ؟؟۔" حشام اسے واپس اپنی جگہ دراز ہوتا دیکھ سوال کیا۔

"سنا ہے چار سال فرانس میں اکیلے رہیں ہیں، میرا تو خیال ہے ہماری صنف کے مزاج کے متعلق مجھ سے زیادہ آپ کو علم ہو گا۔" حبہ اپنے سائیڈ کا لیمپ آف کرتے ہوئے سادے انداز میں بولی۔ جس پر حشام کے لب خوبصورت انداز میں پھیلے تھے۔

"اصولاً تو ہونا چاہئے، لیکن افسوس کے ساتھ ہے نہیں کیونکہ میں وہاں بزنس پڑھ کر بزنس میں ڈگری لانے کے مقصد سے گیا تھا، اگر حسین چہرے پڑھ کر خوبصورتی پر رپورٹ تیار کرنے گیا ہوتا تو چار گوریوں کو تاڑ کر دو کو تو لازمی ساتھ لے آتا اور دا ابو مجھے علی ولا سے نہیں ملک سے باہر پھکوا چکے ہوتے۔۔" حشام مصنوعی افسوس سے بولا۔

"مطلب ملال ہے ؟۔" حبہ نے ای بر واٹھا کے سوال کیا۔ جس پر حشام نے مسکین شکل بنا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"اب ہاتھ ہٹائیں۔" حبہ واپس مدع پر آئی۔

"ڈاکٹر مجھ سے جیتنا ناممکن ہے فضول کوشش میں خود کو ہلکان نہیں کریں۔" حشام ثوبان پر اپنا پورا بازو پھیلاتا سکون سے آنکھیں موند گیا۔

"ہارنا تو میرا ابھی ممکن نہیں۔۔" حبہ بھی بنا اس کے اتنے قریب ہونے کی پرواہ کیئے ثوبان کی پیشانی پر لب رکھ کر آنکھیں موند گئی۔دونوں کی اس قدر ہٹ دھرمی پر کھڑکی سے کمرے کا منظر ملاحظہ کر رہا چاند مسکرایا تھا۔پسلی کا جوڑ تھا دونوں کا پھر ایک دوسرے سے کم کیسے ہوتے۔

--------،---------

"آپ درست ہیں صاحب جی منو کا پورا نام منتہٰی نور پرواز ہے،وہ بچپن سے بہت ضدی ہے اس نے اپنی ضد میں اپنے والد رشید کا نام اپنے سکول میں لکھوانے کے بجائے میرا نام لکھوا کر آخر میں خود ہی پرواز لگالیا،اس کی ضد تھی کے وہ پولیس میں بھرتی ہوگی میرے اعتراض کرنے پر کیمرا والی بن گئی،اس دن بھی وہ گھر سے بھاگنے کو رضامند نہیں تھی،لیکن اس کی کمزوری یعنی میرے آنسوں نے اسے مجبور کیا وہ اپنا حلیہ بدل کر گھر سے فرار ہو،اور آگے کیا ہوا آپ جانتے ہیں،اور رہی بات اب کی تو آپ نے اسے وہاں اس کے ہوسٹل کے پاس چھوڑا وہ سب اس نے مجھے بتایا لیکن ساتھ آپ سے رابطہ کرنے سے سختی سے منع کر دیا،اس لیۓ آپ سے گزارش ہے کی اس کے علم میں نہیں آنا

چاہئے کی میں نے آپ کو کچھ بتایا ہے۔"ارسلان کے کال ملا کر منتہٰی کے متعلق دریافت کرنے کی ہی دیر تھی نور بانو تو جیسے پردہ فاش کرنے تیار بیٹھی تھی۔

نور بانو سے ساری تفصیل جان کر ارسلان کو بالکل بھی حیرانی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ حیرت کے سارے پہاڑ تو دو دن پہلے مال سے پرواز کا ہوسٹل تک پیچھا کرنے سے لیکر اس کی ساری انفارمیشن نکالنے کے بعد ہی ٹوٹ پڑے تھے۔اس گاؤں کی گوری نے تو پہلے دن سے اس کے اوسان خطاء کئے ہوئے تھے۔

"پرواز سے میں دو سے تین بار مل چکا ہوں ایک نمبر کی لڑاکو طیارہ ہے، مم۔۔میرا مطلب بہت بہادر ہے وہ چاہتی تو ان تین ٹٹپنجوں کو دھول چٹا سکتی تھی، لیکن اس نے ایسا کیوں نہیں کیا؟؟؟۔"اب کے ارسلان نے اصل الجھن کو سوال دیا۔

"ہاں! صاحب جی بہت بہادر ہے وہ بچپن سے،اس دن وہ چاہتی تو شیدا اپنے پیروں پر چل کر واپس نہیں آپاتا، لیکن اس نے ایسا چاہا نہیں، وہ کہتی ہے اس کا مقصد بہت بڑا ہے جس کیلئے ایسے چھوٹے موٹے خطرے مول لینا ہی ہوگا، صاحب جی میں اس کیلئے بہت پریشان

ہوں وہ جس کے خلاف کھڑی ہوئی ہے وہ بہت خطرناک ہے لیکن وہ میری سنتی نہیں، صاحب جی آپ نے مجھے اس کی حفاظت کا وعدہ دیا ہے اللہ کے بعد مجھے بس آپ کا سہارا ہے صاحب جی اسے روکیں۔۔"نور بانو کی آواز آخر میں بھیگ گئی تھی۔

"کس کے خلاف؟؟؟۔"ارسلان نے فکر مندی سے جھٹ سوال کیا۔اس سر پھری لڑکی کی سائیکی وہ خود بھی دیکھ چکا تھا۔لیکن اس کے متعلق جمع کی گئی انفارمیشن پھر اڈیٹر امجد کی زبانی ان کی بہادری کے قصّے سن کر تو وہ بھونچکا کر رہ گیا تھا کی محترمہ کوئی منجھی ہوئی خطروں کی کھلاڑی تھی۔

"چوہدری! ہمارے گاؤں کا خاندانی زمیندار فرعون کہنا غلط نہیں ہوگا۔"نور بانو نفرت سے بولیں۔لہجے میں ڈر تھا خوف تھا لیکن جذبہ نفرت اس سب پر حاوی تھا۔اور چوہدری کے نام پر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا ارسلان جھٹکے سے سیدھا ہو کر سائیڈ ڈرار پر جھکا تھا اور دوسرے ہی پل ریڈ فائل اس کے ہاتھ میں تھی۔

"آپ کا مطلب ہے سلیمان چوہدری؟؟؟"ارسلان نے عجلت میں ورق الٹ کر نام پڑھتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"ہاں! صاحب جی لیکن آپ کیسے جانتے ہیں اسے ؟؟۔"نور بانو کے تصدیق کرنے پر ارسلان کی پیشانی پر ڈھیروں سوچ کر جال نمودار ہوئے تھے۔

"وہ میں آپ کو پھر کبھی بتاؤں گا آپ فکر نہیں کریں میں اپنا وعدہ نہیں بھولا ہوں بس مجھے کچھ وقت درکار تھا۔اور مجھے احساس ہے میں نے غلط کیا ذمہ داری لی تھی تو نبھانا بھی چاہئے تھا مجھے ،اس غیر ذمہ دارانہ حرکت کیلئے میں معذرت خواہ ہوں لیکن اب ایسا نہیں ہو گا خدا حافظ۔"ارسلان فائل کے اوراق پلٹتے ہوئے مظبوط لہجے میں انہیں یقین دلاتا ہوا بولا۔پھر نور بانو کی ڈھیروں دعاؤں پر آمین کہتا فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا آنکھیں موند گیا۔

"گاؤں کی گوری میں شہری تڑکا مجھے تو لگتا ہے بیٹا ارسلان تیری قسمت ہی میں دبنگ لوگ لکھے گئے ہیں، کیا یہ وردی والے کم تھے جو منکوحہ بھی مار کاٹ والی دے دی۔"ارسلان نے منہ بسورتے ہوئے سر اٹھا کر شکوہ کیا۔پھر سائیڈ ڈرار سے چار پیپر پر مشتمل پرواز کی انفارمیشن فائل نکالی جس کے فرنٹ پیج پر ہی محترمہ کی بلیک ماسک اور بلیک کیپ سے چھپے چہرے کی تصویر تھی۔جسے دیکھ ارسلان کے لب بے ساختہ مسکرائے۔

"اب سیدھے سیدھے جا کر محترمہ چلیں میرے ساتھ کہو نگا تو دو کوڑی کی عزت نہیں رہ جائے گی بہتر ہے منکوحہ صاحبہ آپ سے آپ ہی کی زبان میں ہم کلام ہوا جائے، وہ کیا ہے نہ شائد آپ بھول رہیں ہیں آپ محترمہ چاہے جتنی اسمارٹ ہوں بنی تو میری ہی بیک بون سے ہیں، اب تو پردہ بھی اٹھے گا جلوہ بھی دکھے گا لیکن پردے میں رہ کر۔۔۔" ارسلان آنکھوں میں شرارتی چمک لیئے پراسرار سا مسکرایا۔ بھلا ارسلان جیسا خرافاتی بندہ کوئی کام سیدھے طریقے سے کر سکتا تھا نہ ممکن۔

صبح معلوم کے مطابق سبھی نو بجے ٹیبل پر موجود تھے اور خلافِ معمول آج لیٹ لطیف کے ہونربیل ایوارڈ سے نوازے گئے انسپکٹر ارسلان صاحب بھی سرخ سرخ آنکھوں کے ساتھ کھا کم جمائیاں زیادہ لے رہے تھے۔ جس کے ساتھ بیٹھی نشوہ اس کے بار بار ہاتھ منہ تک لے جانے سے سخت تنگ تھی۔ سربراہی کرسی پر دا ابو تشریف فرما تھے جن کے دائیں جانب کے پانچ کرسیوں پر ان کے تینوں باوردی سپوت کے ساتھ احان حشام بیٹھے تھے۔ بائیں جانب بالترتیب دیبا، نشوہ، ارسلان اور حبہ بیٹھی تھی۔ جبکہ تینوں بیگمات ایک

سائیڈ پر کھڑی تھی۔ حبہ نے ان کے ساتھ کھڑے ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جس پر تحسین بیگم اور شمیم بیگم نے محبت سے ڈپٹ کر اسے خاموش کر دیا تھا۔ جبکہ تنزیلہ بیگم کا رویہ اس کے ساتھ سرد ہی تھی نکاح کے بعد انہوں صرف دا ابو کی زبان کا مان رکھنے کیلئے اس کے ہاتھ میں خاندانی سیٹ رکھا تھا جسے اس نے پہننے کی زحمت نہیں اٹھائی تھی۔

اور ان سب کے درمیان نک سک سے تیار ماحول میں اپنے چارم سے سحر پھوک رہے ثوبان صاحب تحسین بیگم کے گود میں مچل مچل کر ٹیبل پر سلیقے سے سجے چیزوں کو تہس نہس کرنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔

"مم۔۔ میرا ہو گیا میں چلتی ہوں خدا حافظ۔۔" حبہ کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتی اپنی جگہ کھڑی ہوتی دھیمی آواز میں بولی۔ جس پر سب نے اپنے اپنے ہاتھ روک کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

"مم۔۔میرا ہو گیا میں چلتی ہوں خدا حافظ۔۔" حبہ کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتی اپنی جگہ کھڑی ہوتی دھیمی آواز میں بولی۔ جس پر سب نے اپنے اپنے ہاتھ روک کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

"بیٹا کہاں جارہی ہیں آپ؟؟؟۔" دا ابو نے سب کو واپس ناشتے کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہسپتال۔" حبہ سب کی نظروں سے نروس دھیمی آواز میں جواب دیتی اس کی گود میں آنے کیلئے ہمک رہے ثوبان کی طرف بڑھی۔ جو ماں کے اس تک پہونچنے سے پہلے ہی آدھا حبہ کی طرف جھک گیا تھا۔

"کیوں بیٹا؟ آپ نے ہسپتال میں لیو نہیں دیا میں نے تو آپ کو یاد کرایا تھا نہ کی دو تین دن کی لیو لگا لیں، کل ہی آپ کا نکاح ہوا ہے آنے جانے والے لگے رہیں گے اس طرح آپ گھر نہیں ہونگی تو اچھا نہیں لگے گا، آپ ایسا کریں حشام کے ہاتھ ابھی لیو بھیجوا دیں۔۔" شمیم بیگم حبہ کی طرف آتے ہوئے بولی۔ جس پر تحسین بیگم نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"نہیں آنٹی یہ ممکن نہیں دراصل میرے کچھ اسپیشل پیشنس ہیں تو ایک ویک تک میری کوئی لیو اکسیپٹ نہیں ہو گی، اور آج گیارہ بجے تو مجھے ایک کریٹیکل پیشنٹ کا اوپریشن کرنا ہے، سو۔۔" حبہ نے ہاتھ مروڑتے ہوئے کچھ جھوٹ کچھ سچ کا سہارا لیا۔ وہ اتنے ہی تام جھام سے سخت بے زار تھی مزید منہ دکھائی پروگرام میں شرکت کرنے جیسا کوئی ارادہ نہیں تھا اس کا۔

"پر بیٹا۔۔۔"

"بیٹا آپ جائیں انسان کو اپنی پروفیشن کو لیکر ایسے ہی ڈیکیٹڈ ہونا چاہئے، رہی بات ملنے ملانے والوں کی تو اس کیلئے ساری زندگی پڑی ہے، پھر ان شاءاللہ جلد ولیمے کی تقریب میں سب مل لیں گے، اور میرے آنے سے پہلے تک میں چاہتا ہوں کی آپ لوگ بچوں کو ہمارے فیصلے سے آگاہ کر کے تیاری شروع کر دیں۔۔" داابو نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے فیصلے والی بات پر نشوہ اور ارسلان کو بیک وقت پھندا لگا تھا۔ دونوں نے گلا پکڑ کے جو کھانسا شروع کیا تو پھر داابو کے دونوں کے سر پر اپنا بھاری ہاتھ رکھنے کے بعد ہی بند ہوا۔

"داابو میں بتا رہا ہوں میں نہیں کر رہا اس ضرورت سے زیادہ صحت مند لڑکی سے کوئی نکاح وکاح، آپ کو اتنا زیادہ ہی اس ہاتھی کی ہوتی سوتی سے محبت ہے تو آپ اس کا نکاح احان بھائی سے کروادیں۔۔" ارسلان نے فوراً دس قدم کے سیف ڈسٹینس پر جا کر انکار کے ساتھ مشورے سے بھی نوازا تھا۔ یہ اور بات تھی کے دل سوکھے پتے کی طرح ڈول رہا تھا۔ اور اب کی بار گلے میں نوالا احان اور دیبا کے اٹکا تھا۔ جبکہ نشوہ چمچ پٹکتی اس تک پہونچی تھی۔

"شکل دیکھی ہے تم نے اپنی جل ککڑے نکمّے انسپکٹر تم سے نکاح کرنے سے پہلے تو بندہ بریانی میں زہر ڈال کر موت کو گلے لگالے۔" نشوہ دانت کچکچا کر بولی۔

"مطلب تم نے زہر بھی خالی نہیں کھانا، مرتے مرتے بھی ایک مہینے کا راشن ختم کر جانا ہے؟؟؟۔" ارسلان کو پورے جملے میں لفظ بریانی بری طرح کھلی تھی۔ جبکہ باقی سب سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھے تھے۔

"ہاں تو بندہ اب مرے بھی اپنی مرضی سے نہیں۔" نشوہ نے برا منہ بنا جیسے وہ واقعی مرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔

مطلب تم کنفارم مر رہی ہو؟ارسلان کتنے عظیم ہستی ہو تم دھرتی پر یہ احسان بھی تمہاری بدولت ہو رہا ہے۔"ارسلان نے اپنی پیٹھ تھپھپائی۔

"مرے میرے دشمن، میں کیوں مرنے لگی۔"نشوہ نے جھر جھری لی۔

"مطلب ؟؟؟۔"

"ہو گیا آپ دونوں کا؟؟؟۔"داابو کی اچانک دہاڑ پر دونوں کی زبان کو بریک لگا تھا۔

"اگر ہم نے دوبارہ آپ دونوں کو کمر بستہ دیکھا تو بنا قاضی کے نکاح پڑھوا دیں گے وہ بھی ابھی کے ابھی سمجھ آرہی ہے ؟؟؟۔"داابو نے انگلی اٹھا کر سنجیدہ وارینگ دی۔جس پر دونوں نے بناوقت ضائع کئے بیل کی طرح سر ہلایا۔

"ہاں تو آپ لوگ ہماری واپسی تک یہ کام کر لیجئے گا،ان شاءاللہ ہماری واپسی ایک ہفتے تک ہو جائے گی پھر ولیمے کی سنت کے ساتھ ساتھ کچھ فرائض بھی ادا ہو جائے گے۔"داابو واپس سب کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔جس پر جہاں سب بڑوں نے ایک نظر ہاتھ میں بیگ اٹھائے کھڑی دیبا اور باوردی سنجیدہ سے احان کو دیکھا۔وہیں ینگ جنریشن نے فرض سنت والی بات پر الجھ کر داابو کو دیکھا تھا۔

"تو پھر میں چلتی ہوں چلیں شہزادے۔" تبھی دونوں بیگ کیری کرتی ثوبان کو شال اڑھائے حبہ وہاں حاضر ہوئی تھی۔

"انہیں کہاں لے جارہی ہیں بیٹا؟؟؟۔" انصار صاحب نے مچل رہے ثوبان کو دیکھ سوال کیا۔

"جی ہسپتال۔" حبہ نے کچھ چونک کر جواب دیا۔ جس پر سب نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ جبکہ حشام کے پیشانی پر بل پڑے تھے۔

"ہسپتال میں الاؤ ہے؟؟۔"

"نہیں! ثوبان کا ڈے کیر سینٹر وہیں نزدیک ہے تو۔۔۔"

"لو یہ کیا بات ہوئی بھلا گھر بھر لوگ ہیں اور آپ بچے کو ڈے کیر سینٹر چھوڑیں گی لائیں انہیں ادھر اور آپ سکون سے ہسپتال جائیں۔۔" تحسین بیگم نے فوراً حبہ کے گود سے ثوبان کو لیا تھا۔ ساتھ اس کے سر سے شال ہٹا کر وہاں اپنے لب رکھے۔

"آنٹی آپ لوگوں کو پروبلم ہوگی یہ بہت شرارتی ہیں، اور میں جب تک دوپہر میں انہیں دیکھ نہ لوں مجھے کچھ نہیں سدھرتا۔۔" حبہ روہانسی ہوئی۔ وہ کیا سوچ کر آئی تھی یہاں سب الٹا ہو رہا ہے۔

"علی وِلا میں یہ پہلے بچے نہیں ہیں، ان سے پہلے بھی یہاں چھ بچوں نے پرورش پائی ہے۔" تنزیلہ بیگم نے طنز کیا تھا یا مطلع لیکن نظر ثوبان پر گاڑھ جملہ ادا ہوا تھا۔ نجانے کیوں اس انجان بچے میں انہیں ایک کشش سی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے معصوم من موہنے چہرے میں کسی کا عکس لہراتا تھا۔

"ہاں! بیٹا یہ ٹھیک کہ رہی ہیں آپ اطمینان سے ہسپتال جائیں بہوئیں دیکھ لیں گی، اکبر آپ لوگ ذرا میرے کمرے میں آئیں۔" داابو حبہ کے سر پر ہاتھ رکھتے سینئر علی برادران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے آگے بڑھے۔ جس پر ان تینوں نے فوراً ان کی تقلید کی تھی۔

"آنٹی لیکن ثوبی بہت ضدی بھی ہیں فضول میں آپ لوگوں کو تنگ کریں گے۔" حبہ نے ایک اور کوشش کی۔

"اس ڈاکٹر کی چالاکی کا کوئی علاج نہیں ہے۔" حشام نفی میں سر ہلاتا اس کے پاس پہونچا۔

"کم آن ڈاکٹر کیوں اتنی فکر کر رہی ہیں یار گھر میں مام لوگ بور ہی ہوتے ہیں شہزادے سے دل بہل جائے گا ان لوگوں کا، اور رہی بات آپ کی تو آپ جب چاہیں چاچی کو ویڈیو کال کر کے شہزادے کا دیدار کر لیجئے گا۔" حشام لہجے میں محبت سموئے بولا۔ جس پر حبہ نے دانت پیستے ہوئے آنکھیں دکھائی دنیاں کا کوئی آخری چالاک بندہ تھا۔

"اور وقت نکال کر ایک دو ویڈیو کال ہمارے بھائی کو لگا دیجئے گا، تاکے انہیں بھی دیدار کا شرف مل جائے بے چین دل کو کچھ قرار ہی آجائے گا۔" ارسلان حسب عادت ٹیبل سے دو سینڈوِچ دونوں ہاتھوں میں اٹھاتے ہوئے سادہ لہجے میں بولا۔

"ارسلان!!!!!!۔" حشام نے تنبیہ کرنے کے انداز میں اس کا نام لیا لیکن دوسری طرف بے نیازی عروج پر تھی۔

"یار بھائی میں تو بھلے کی بات کر رہا تھا مطلب اچھے کے ساتھ اچھا ہونا چاہیئے نہ اب آپ ہی بتائیں کل نکاح ہوا اور آج بھابھی آپ کو اکیلا چھوڑ جاب پر جا رہی ہیں، اس جان لیوا تنہائی میں آپ کیا کریں گے جب آسمان پر تارے تک گننے کیلئے موجود نہیں، چاند میں یار کی

تصویر دیکھنے کیلئے داغ دار چاند تک دستیاب نہیں۔آآآآا۔۔۔"ارسلان دونوں سینڈ وِچ ک باری باری بائٹ لیتا اپنے قیمتی خیالات سے سب کے کانوں سے خون نکال رہا تھا جب حشام نے اس کی کمر سیکی۔

جس پر جہاں حبہ سر جھکائے خود بخود سرخ ہوئے چہرے کو سب کی نظروں سے چھپانے کے چکر میں ہلکان ہو رہی تھی۔وہیں باقی سب بھی ادھر ادھر سر گھماتے ہوئے مسکراہٹ چھپا رہے تھے۔ایک شہزادے ثوبان صاحب تھے جو ارسلان کی رونی صورت دیکھ قلقاریاں مار رہے تھے۔شکر تھا کی محترم نے ابھی کھڑے ہونا نہیں سیکھا تھا ورنہ لازمی بھنگڑے ڈالتے۔

"شہر کے عزت مآب انسپکٹر کی گھر میں کوئی عزت ہی نہیں ہے،دیکھیں یہ چھٹاک سے بھی کم کا بچہ تک میری درگت پر دانت دکھا رہا ہے۔"ارسلان روہانسا ہوا۔مکّے سے زیادہ دشمن کی قلقاری کا غم لگا تھا۔

"اب تمہاری حرکت درگت بنانے والی ہو گی تو کون پھولوں کا ہار چڑھائے گا۔"نشوہ نے فوراً اپنا حصہ ڈالا۔

"تم چپ کرو موٹی بات کوئی نہیں ہے بس ظالم لوگوں نے اظہار خیال کی آزادی چھین لی ہے۔" ارسلان پیر پٹکتا دو اور سینڈوِچ اٹھا کر باہر نکل گیا تھا۔

"شرارت بالکل نہیں کرنی ہے شہزادے مما جلدی آجائے گی۔" حبہ ثوبان کی پیشانی چوم کر بولی۔ بنا اپنے شہزادے کے جانا ٹھیک تو نہیں لگ رہا تھا لیکن ثوبان کیلیئے یہی بہتر تھا بو جھل دل میں ایک گونہ سکون تھا کی ثوبان یہاں محفوظ ہے۔

"حشام تم بھابھی کو لے جاؤ میں دیبا کو لیکر نکلتا ہوں۔۔" حبہ کے بیگ لیکر آگے بڑھتے ہی احان کی آواز پر حبہ نفی میں سر ہلاتی نکل گئی تھی۔

"ہاں! تو بتائیں شام کب لے نے آؤں؟؟۔" ہسپتال کے باہر گاڑی روکتے ہی حشام اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"دیکھیں مسٹر حشام یہ بہت سے بھی زیادہ ہو رہا ہے۔" حبہ ضبط کے باوجود قدرے تیز آواز میں بولی۔

"کیا زیادہ ہو گیا یار سوال تو کیا ہے ???۔" حشام اسکے غصے پر حیران ہوا۔

"انجان نہیں بنیں آپ جانتے ہیں ہمارے کنٹریکٹ میں کہیں بھی یہ فضول کی چیزیں درج نہیں ہے، پھر میں اس سب کو کیا سمجھوں ؟؟ میں نے آپ کی فیملی کو کلئیر بتایا تھا کی یہ شادی خالص آپ کی ضد ہے اس میں میرا کہیں عمل دخل نہیں، دین یہ پک اینڈ ڈراپ سروس، یہ نارمل شادیوں والا پروٹوکول کیوں ؟ میں سمجھتی ہوں کی آپ کی فیملی بہت ملنسار مخلص ہے لیکن میں۔۔ میں نے ایک سادہ زندگی گزاری ہے میرے لیئے یہ شاہی رہن سہن یہ وی ائی پی پروٹوکول ٹھیک نہیں کل کو مجھے اپنی دنیاں میں لوٹنا ہے کیونکہ میں آپ کی دنیاں سے بلاؤنگ نہیں کرتی، اس لیئے گزارش ہے کی آپ اپنی فیملی کو سمجھائیں کی وہ مجھے اسپیشل ٹریٹ نہیں کریں، یہ سب میرے لیئے بعد میں مشکل ہو گا۔" حشام ک بس سوال کرنے کی دیر تھی حبہ تو جیسے پھٹ پڑی تھی۔ جب سے وہ علی ولا آئی تھی سب کے اتنے محبت اپنائیت سے پیش آنے پر سخت پریشان تھی۔ کیونکہ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جسے ایک بار انسان محسوس کر لے تو بھی دستبردار ہونا نہ ممکن ہوتا ہے لیکن چار سال بعد اسے اس سب سے دست بردار ہونا تھا۔ پھر وہ کیوں خود کو محبت کی لت لگاتی جب زندگی تنہا ہی گزارنی تھی۔

"آپ کا ہو گیا ڈاکٹر؟؟؟۔" اسکی اتنی لمبی چوڑی تقریر پر حشام نے سنجیدگی سے بس اتنا ہی پوچھا تھا۔ جس پر حبہ کا پارہ کچھ اور چڑھا تھا۔

"دیکھیں مسٹر حشام۔۔۔۔"

"دیکھیں آپ ڈاکٹر ہمارا نکاح ہوا ہے مذاق نہیں ہوا، اور میں نے جان بوجھ کر میری فیملی کو اس میں انوالو کیا ہے تو ظاہر سی بات ہے کی ان کے خواہشات، ارمان، جذبات سب اس میں انوالو ہونگے، آپ مانیں یا نہ مانیں سچائی یہی ہے کی اب آپ علی وِلا کی بہو ہیں، اس لیئے وہاں کے بہو کو جو پروٹوکول ملنا چاہیئے آپ کو ملیں گے اور ایک بہو کے جو تکازے ہوتے ہیں وہ بھی آپ کو نبھانے ہونگے، اور ایک ضروری بات بڑے ہمارے رشتے کی حقیقت سے واقف ہے لیکن میرے بھائی بہن یہی جانتے ہیں کی حشام علی اپنی مسز ڈاکٹر کے عشق کا مریض ہے جسے عمر بھر اپنا طبیب مسیحا بنائے رکھنے کیلیئے اس نے پورے علی وِلا میں بھونچال لا لیا تھا، تو اس سے یہ خلاصہ ہوا کی ڈاکٹر حبہ کا چہرہ علی ولا میں ہمہ وقت سرخ ہی رہے گا چاہے غصے سے ہو یا شرم کی لالی سے کیونکہ میرے بھائی

بہنوں نے تو آپ کو میرے حوالے سے چھیڑنا بالکل نہیں چھوڑنا ہے۔" حشام دانتوں تلے لب دبائے سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے اس فضول سے کنٹریکٹ کیلئے حامی ہی نہیں بھرنی چاہئے تھی، اگر مجبوری میں ہاں کر بھی دی تھی تو علی وِلا قطعی شفٹ نہیں ہونا تھا۔" حبہ غصے سے پیچھے سے بیگ اٹھاتی بڑبڑائی۔اب وہ واقعی اپنے فیصلے پر پچھتا رہی تھی۔ لیکن اب پچھتاوے کا کیا فائدہ جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

"تو پھر لینے کب آؤں۔" حشام اس کے غصے سے سیخ وپا ہوئے چہرے کو نظروں کے گرفت میں لیتا شرارتی لہجے میں بولا۔

"جائیں ہی نہیں یہیں رہ جائیں ہوسپٹل کے باہر اپنی کار کی ڈگی میں ایک چائے شاپ کھول لیں۔" حبہ جل کر بولی۔ جس پر حشام کا چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔ مطلب۔۔"

تیرے گھر کے سامنے ایک گھر بناونگا

چھوٹا ہی صحیح۔

کاورژن ٹو میں لکھوں کی

تیرے ہسپتال کے سامنے ایک ایک چائے شاپ لگاؤنگا

کار کی ڈگی میں ہی صحیح۔۔۔ہاہاہاہا۔۔" حشام اپنے جوک پر خود ہی ہنس ہنس کر لوت پوت ہو رہا تھا۔ جس پر حبہ کا بس نہیں چل رہا تھا کی سامنے جس سٹیرینگ پر ہاتھ مار کر وہ اپنا بھونڈا جوک انجوئے کر رہا ہے اسی پر اس کا سر دے مارے۔

"Very funny."

حبہ زور سے ڈور مار کر گاڑی سے اترتے ہوئے بولی۔

"Yeap!it's funny"

"ہاہاہاہاہاہا۔۔ مطلب ڈاکٹر یار سوچیں ذرا ماناکی دنیاں کو لگتا ہے کی مابدوت آپ کی محبت کے مرض میں اس حد تک مبتلا ہیں کی مون پر آپ کیلیئے ایک کٹیا بنادیں، لیکن چائے شاپ۔ہاہاہاہا۔۔۔" حشام سامنے سٹیرنگ پر ہاتھ مار کر قہقہ لگاتا۔ حبہ کا اچھا خاصہ خون جلا چکا تھا۔ تبھی وہ بنا کچھ بولے اپنا بقیہ خون بچاتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

____

ارسلان تھانے میں اپنے مخصوص چیر پر بیٹھا دونوں براؤں سکوس میں مقید پیر سامنے ٹیبل پر رکھے اس کہاوت پر پورا اتر رہا تھا کی پولیس والے تھانے میں سوائے کرسی توڑنے کے کچھ نہیں کرتے۔ڈنڈا، کیپ، پیسٹل سامنے ٹیبل پر ایک سائیڈ رکھی ہوئی تھی۔ جبکہ دوسری جانب ریڈ اور براؤن کلر کی فائل کھلی تھی۔اور شرارتی آنکھیں سامنے سکرین پر جگمگا رہے نمبر پر تھی انتظار تھا تو بس دوسری جانب سے کال پک کئے جانی کی۔

"اب اٹھا بھی لیں گاؤں کی مظلوم گوری، عرف منو، عرف منتّھی ؟اینڈ آفکورس عرف پرواز۔۔۔"ارسلان دوسری بار بھی کال نہ رسیور ہونے پر تصور میں اپنی منکوحہ کے سبھی پہچان سے ہم کلام ہوا۔جب دوسری طرف کال پک کرلی گئی تھی۔ارسلان ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا سپیکر پر ہاتھ رکھ کر گلا صاف کرتا سڑک کے طرف کھل رہی کھڑکی کی طرف بڑھا۔

"ہیلو کال کر کے سو گئے ہو کیا یا سماعت سے محروم ہو؟؟؟۔"کان سے فون لگاتے ہی دوسری طرف سے آئی پرواز کی کڑک جھنجھلائی آواز میں اتنے خوبصورت الفاظ پر ارسلان نے جھرجھری لیتے ہوئے استغفار پڑھا۔

"سماعت سے محروم نہیں بس سلامتی کا منتظر تھا۔"ارسلان اپنی آواز بھاری کرتے ہوئے اسے لتاڑنا چاہا لیکن مقابل بھی پرواز تھی۔

"آپ منتظر تھے یا متنفر یہ جاننے میں یہاں کسی کو دلچسپی نہیں ہے کال کا مقصد بیاں کریں یا کال ڈراپ کردیں، کیونکہ اجنبیوں پر میں لعنت نہیں بھیجتی سلامتی تو بہت دور کی بات ہے۔"پرواز کاٹ کھانے والے انداز میں بولی۔وہ بہت اہم کام کرنے میں محو تھی جب اس فون کال نے اس کا دھیان منتشر کردیا۔

"ایک قابل جرنلسٹ کے لبوں سے اتنے سخت الفاظ سن کر شدید مایوسی ہوئی، مطلب آپ جرنلسٹ ہی تو ہوتے ہیں جو ہر ایرے غیرے کا غم مرچ مسالہ لگا کر بانٹنے پہونچ جاتے ہیں۔۔"ارسلان نے اس کے تیکھے لہجے کا جواب اسی کے انداز میں دیا تھا۔جس پر پرواز نے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کو گھورتے ہوئے آنکھیں گھمائی۔

"یہاں کوئی آپ کی توقعات پر کھڑا اترنے نہیں بیٹھا ہے جو آپ کی مایوسی سے کسی کو فرق پڑے، اب کوئی کام کی بات ہے تو کریں نہیں تو کال ڈراپ کرنے کے ساتھ میں آپ کو بھی کہیں ڈراپ کروا سکتی ہوں،" پرواز دانت پیس کر بولی۔ جس پر ارسلان دلکشی سے مسکراتا واپس ٹیبل کے پاس آیا۔

"مثلاً؟؟؟؟۔" سوال معصومیت سے ہوا تھا۔

"تھانے، حوالات۔" جواب بڑے اطمینان کے ساتھ آیا۔ جس پر ارسلان نے سامنے بند حوالات پر نظر ڈال کر خود کو اس کے اندر تصور کرتے ہوئے جھرجھری لی تھی۔

"منتہٰی نور پرواز، والد ماسٹر رشید والدہ نور بانو، مادری وطن میرپور، رہائش حسنہ آباد چورستہ ہوسٹل گولڈن فیوچر، روم نمبر 212، روم میٹ نصرت، پیشہ جرنلسٹ۔۔۔" ارسلان فائل میں موجود ڈیٹیل ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ابھی آگے کچھ بولنے والا تھا کی منتہٰی کی تیز آواز کان کے پردے پھاڑ گئے تھے۔

"کیا بکواس ہے یہ ؟؟؟؟۔ "منتہٰی چلاّئی تھی۔اس نے بس اپنا کام مشہور کر رکھا تھا ورنہ اس کی پرنسل ڈیٹیل کوئی نہیں جانتا تھا۔لیکن یہ بندہ جس طرح ایک رٹے رٹائے انداز میں بول رہا تھا یقیناً بہت کچھ جانتا تھا۔

"آپ اپنے بیو ڈیٹا کو بکواس مانتی ہیں ؟؟۔ "ارسلان اپنے کان میں انگلی گھماتے ہوئے پوچھا۔

"اس سارے بکواس کا مقصد ؟؟؟۔ "منتہٰی اسکے فضول سوال کو اگنور کرتی سخت لہجہ اختیار کیا۔

"مقصد بہت خاص بھی ہے نہیں بھی، لیکن یہ جاننا آپ کیلئے ضروری ہے کی میں آپ کے بارے میں سب جانتا ہوں یہ بھی کی آپ نکاح شدہ ہیں اور آپ کا نکاح ایک ایکسیڈنٹل نکاح ہے اور۔۔۔۔۔"

"اُنف !!!!!!!۔۔ مقصد بتاؤ "پرواز کی رگیں تنی تھی۔

"وہ تو مل کر بتاؤنگا تو بتائیں کہاں ملیں گی آپ مجھے ؟؟؟"ارسلان اس کے طیش میں آنے کا نوٹس لیئے بغیر بولا۔

''اور آپ کو یہ غلط فہمی کیوں کر ہو رہی ہے کی پرواز آپ کو ملاقات کا شرف بخشے گی، پرواز ہوں میں میرا وقت میرے لیئے مجھ سے بھی زیادہ امپورٹنٹ ہے۔''پرواز اپنے اشتعال کو دباتی جبڑے بھینچ کر باور کراتے لہجے میں بولی۔

''جملہ درست کریں محترمہ غلط فہمی نہیں کانفیڈینٹ، اور اگر آپ کا وقت قیمتی ہے تو فضول یہاں ہم بھی نہیں، اور ایک بات بھولیں مت کی میں آپ کی پیدائش سے لیکر آپ کی پریزنٹ کنڈیشن تک سے واقف ہوں۔۔''ارسلان بھی اب کے سنجیدہ ہوا۔ کیونکہ منکوحہ صاحبہ تو کچھ زیادہ ہی اسے ہلکے میں لے رہی تھی۔

''بلیک میل کر رہے ہو؟؟؟؟۔''پرواز نے تمسخرے سے پوچھا۔ ایسے بلیک میلنگ کالز اسے کافی موصول ہوتے تھے۔ لیکن وہ تو پرواز تھی جسے پرواہ ہی نہیں ہوتا تھا۔

''ہاہاہاہا۔۔یہ نامردوں کے کام ہے۔۔''ارسلان نے قہقہ لگایا۔

''کسی کی انفارمیشن نکالنا آپ کے خیال میں عظیم مردوں کا کام ہے؟؟؟۔''پرواز کا انداز اب کے استہزائیہ تھا۔

"یہ تو آپ کو مل کر بتاؤنگا، سو اگر آپ راضی ہیں تو میل کئے اڈریس پر پہونچ جائے گا کل ورنہ آپ کے انکار کی صورت میں چوہدری کے خلاف چال میں نے اکیلے ہی چلنی ہو گی، خدا حافظ۔" ارسلان اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر کال ڈراپ کر گیا تھا۔ ساتھ فون سے سیم نکال کر والیٹ میں رکھا۔

۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"مام کیا سسپینس کریٹ کرنے کے چکر میں پڑی ہیں یار جلدی سے کہیں کیا کہنا ہے مجھے چھت پر بھی جانا ہے حان میرا ویٹ کر رہے ہونگے دیکھیں ساڑھے سات ہونے کو ہیں۔۔" دیا سائیڈ ٹیبل سے الرم کالک اٹھا کر بیڈ پر بیٹھی تنزیلہ بیگم کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔ جس پر انہوں نے غور سے اپنے مخصوص حلیہ ریڈ گھٹنوں تک آتی گھیرے دار فراک پر پٹیالہ پاجامہ پہنے گلے میں لاپرواہی سے دوپٹہ لٹکائے سلکی بالوں کی اونچی بنائے منتظر نظروں سے خود کو دیکھ رہی اپنی لخت جگر کو دیکھا۔

"اب کیا آپ نے مجھے نظر لگانا ہے ؟؟؟"۔ "دیبا انہیں مسلسل خود کو گھورتا دیکھ بولی۔ جس پر تنزیلہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔ بات لبوں تک تھی بس کہنے کیلئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"تو پھر بتائیں جلدی سے یار حان انتظار کر رہے ہوں گے اور میں پورے آدھے گھنٹے لیٹ ہوں ان کے آدھے سیکنڈ لیٹ ہونے پر میں انہیں بہت سناتی ہوں میرے آدھے گھنے لیٹ ہونے پر تو انہوں نے مجھے لازمی تھوڑا بہت سنانا ہے، ویسے بھی آج کل مجھے حان کے مزاج کی سمجھ نہیں آرہی الٹا کو سیدھا سیدھا کو الٹا کہتے ہیں ممکن ہے مجھ سے ناراض بھی ہو جائیں (عشق کا مرض جو لاحق ہے)۔" آخری لفظ دل میں بول کر وہ خود ہی دلکشی سے مسکرائی۔ دیبا سوچ سوچ کر حیران ہو رہی تھی کے اس کے سنجیدہ دوست کو محبت ہو گئی۔ اور لڑکی کے متعلق جاننے کو بے تاب بھی تھی کیونکہ اس دن کے بعد سے گھر کے ماحول نے ذرا اجازت نہیں دی تھی دونوں کو مل کر اس مدع کو زیر بحث لانے کی۔

"اچھا اپنے حان کی ناراضگی سے اتنا فرق پڑتا ہے ہماری بیٹی کو؟؟"۔ "تنزیلہ بیگم نے اس کا ہاتھ تھام کر پاس بیٹھایا۔

"اتنا نہیں بہت زیادہ پڑتا ہے مام آخر کو میرے بیسٹ بڈی ہیں وہ۔" دیبا چہک کر بولی۔

"اور اگر جو آپ کو اپنے حان سے دور ہونا پڑے؟؟" تنزیلہ بیگم نے کہنے کے ساتھ اس کے چہرے کے بدلے تاثرات دیکھے۔

"کس میں اتنی ہمت ہے مام جو ایس پی احان علی کو ڈاکٹر دیبا علی سے دور کرنے کے بارے میں سوچنے کی بھی جرت کرے؟" دیبا طیش میں اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

"اگر جو ہو گیا؟؟؟" تنزیلہ بیگم نجانے کیا سننا چاہتی تھی۔

"تو مام حان نے اس کا جو حشر کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے لیکن میں نے بنا اوپریشن کئے اس کے دونوں کڈنی نکال کر ہماری دوستی کی نظر اتارنی ہے۔" دیبا مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ جس پر تنزیلہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"بس مجھے مل گیا میرا جواب جائیں اب اپنے حان کے پاس۔" تنزیلہ بیگم اطمینان سے کہتی بیڈ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ دیبا کچھ پل تو نا سمجھی سے ان کی پشت تکتی رہی پھر دور کر دروازے سے باہر نکل رہی تنزیلہ بیگم تک پہونچی۔

"کیسا جواب مام؟؟؟"

"یہی کے یہ فیصلہ ہماری پیاری سی ڈاکٹر کے حق میں بہتر نہیں بہترین ہے۔۔" تنزیلہ بیگم نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اس کی پیشانی چومی۔

"کونسا فیصلہ مام یار یہ سسپنس نہیں پھیلائیں۔" دیبا پریشان ہوئی۔

"بھئی ہم سب نے ملکر یہ فیصلہ لیا ہے کی ہماری پیاری سی شرارتی ڈاکٹر کو ہمارے سنجیدہ سو برسے ایس پی کے نام لکھ دیا جائے۔۔۔"

"بھئی ہم سب نے ملکر یہ فیصلہ لیا ہے کی ہماری پیاری سی شرارتی ڈاکٹر کو ہمارے سنجیدہ سو برسے ایس پی کے نام لکھ دیا جائے۔۔۔" تنزیلہ بیگم نے دیبا کے گال کھینچتے ہوئے جیسے اس کے سر پر دھماکا کیا تھا۔اس نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا لیکن ان کے چہرے سے پھوٹ رہی خوشی کو دیکھ وہ دنگ رہ گئی تھی۔

"کک۔۔ کیا۔۔ کیا مطلب ہے مام۔۔؟؟؟" بڑی مشکل سے یہ چند لفظ حلق سے برآمد ہوئے تھے۔ورنہ ان کے لفظوں کا مفہوم سمجھ کر تو آس پاس بس دھماکے ہو رہے

تھے۔ وہ جانتی تھی دا ابو کی فیصلوں میں تبدیلی تو کیا ذرا سی ترمیم کی تک گنجائش نہیں ہوتی دا ابو کا ہر فیصلہ آخری ہوتا تھا اس کے آگے نہ کوئی سوال ہوتا نہ جواز۔

"بھئی میں نے کوئی پہیلی تو سنائی نہیں ہے اتنے واضح لفظوں میں مطلع کیا ہے پھر کیا مطلب سمجھاؤں، ویسے بھی بڑے بزرگ کہتے ہیں یہ باتیں لڑکیوں سے برائے راست نہیں کرنا چاہئے۔" تنزیلہ بیگم اس کی حالت کا اندازہ لگائے بغیر شرارت سے بولی۔ ان کے معنی خیز شرارت کا مطلب سمجھ کر دیبا کا دماغ سن ہوا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں دیبا آپ کیلئے، میں ہمیشہ سے جانتی تھی ہمیں ہماری پری کیلئے احان سے بہتر کوئی نہیں مل سکتا، میں نے ہر نماز میں آپ کے اور احان کیلئے دعا کی تھی جو آج جا کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔" تنزیلہ بیگم نے فرط جذبات میں شدت سے اس کی پیشانی پر لب رکھے تھے۔ جس پر دیبا ہوش میں آتی ان سے چار سے پانچ قدم دور ہوتی انجان نظروں سے ماں کو دیکھا۔ پھر بولی تو تنزیلہ بیگم کو حیرت کے سمندر میں مکمل ڈبو گئی تھی۔

"مام کیا۔۔کیا کہہ کیا رہی ہیں آپ؟؟میں اور حان۔۔تو مام میں اور حان ہم دونوں ایک دوسرے کو لیکر ایسا تصور میں بھی تصور نہیں کر سکتے،مجھے تو حیرت ہے کی آپ لوگ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں،حان میرے دوست ہیں بیسٹ فرینڈ ہم بیسٹ بڈیز ہیں اس کے علاوہ ہمارے درمیاں کوئی رشتہ نہیں بن سکتا نو نیور کسی بھی صورت نہیں۔۔"دیبا ابھی نہیں تو کبھی نہیں والے معقولے پر عمل کرتے ہوئے نفی میں سر ہلاتی قطعت سے بولی۔اور اس کے اس قدر واضح انکار کے ساتھ شدید رد عمل پر اندر تنزیلہ بیگم اور باہر اسے بلانے کیلئے آیا احان پر سکتہ طاری ہوا تھا۔

"کیا مطلب ہے اس فضولیت کا دیبا؟؟۔"تنزیلہ بیگم کا لہجہ خود بخود سختی اختیار کر گیا تھا۔

"مطلب صاف ہے مام آپ لوگ جو سوچ رہے ہیں وہ ناممکن ہے۔۔"دیبا نے جان کا اپنا لہجہ بے لچک رکھا۔وہ جان کر اپنے بیسٹ فرینڈ کے ساتھ غلط نہیں کر سکتی تھی۔جس نے اپنی ستائیس سالہ زندگی میں سوائے اس کے کسی کو اپنے دوست ہونے کا اعزاز نہیں بخشا۔

اس کا سنجیدہ سو بر کم گو دوست نجانے کیسے مگر محبت جیسی خوبصورت مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ایک سچّا دوست ہونے کے ناتے اسے اس کی محبت سے ملا کر دوستی کا فرض نبھانا

تھا۔ وہ تو آج احان سے لڑکی کے متعلق تمام معلومات لیکر ولیمے سے پہلے پہلے گھر میں ایک اور شہنائی بجوانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"کیوں ناممکن ہے بھئی ؟؟؟ مطلب مسئلہ کہاں ہے آخر آپ دونوں دوست ہیں، ایک دوسرے کو بہترین طریقے سے سمجھتے ہیں جتنا کے ماں ہونے کے ناتے ہم اور بھابھی آپ دونوں کو نہیں جانتے اتنا آپ اور احان ایک دوسرے کو جانتے ہیں، آپ دونوں کے درمیاں ہر وہ جذبہ ہے جو ایک کامیاب ازدواجی زندگی کیلئے ضروری ہے کہیں آپ کو احان سے محبت نہیں ؟ انکی پرواہ نہیں ؟ وہ لیٹ آئیں تو آپ کو ان کی فکر نہیں ہوتی ؟۔" تنزیلہ بیگم نے اسے گھورتے ہوئے تحمل سے کام لیا لہجہ اب بھی سختی سموئے حیران تھا انہیں ذرا یقین نہیں تھا کی دیبا یوں دھڑلےّ سے انکار کردے گی، وہ تو اس کا خوشی سے تمتماتا چہرہ دیکھنے منتظر تھیں۔ جس پر دیبا کا من کیا اپنا سر دیوار دے مارے۔

"محبت، پرواہ، فکر سب ہے میں آپ کی بات سے انحراف نہیں کررہی لیکن آپ لوگ جیسا سمجھ رہیں ہیں ویسا نہیں، یہ سارے جذبے خالص ہماری دوستی کی مرہون منت ہے، ہاں ! ہماری آپس میں انڈرسٹینڈنگ اچھی ہے لیکن یہ تو عام سی بات ہے ہر اچھے

دوست میں تال میل ہوتی ہے، اور ویسے بھی مام ہر پائنٹ پر ہماری سوچ نہیں ملتی اگر ملتی ہوتی تو آج یا تو حان میڈیکل میں ہوتے یا میں سول میں، سو پلز یار مام کسی بات کو کسی بات سے نہیں جوڑیں، دو اچھے دوستوں کی پسند ناپسند ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہے بلکے مختلف ہے میری اور حان کی پسند میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن ہم اپنی پسند کو اپنی دوستی کے درمیاں نہیں لاتے۔" دیبا کو سمجھ نہیں آرہا تھا کی کونسی ایسی دلیل دے جو یہ بات یہیں دفن ہو جائے۔

"بیٹا یہی ایک چیز تو رشتے کو کامیاب بناتی ہے۔" تنزیلہ بیگم اسکے اتنے لمبے چوڑے تقریر پر سمجھانے کے انداز میں بولیں۔ جس پر جہاں دیبا نے سر پر ہاتھ مارا تھا وہیں باہر کھڑے احان کا ہاتھ ڈھول کی طرح بج رہے اپنے دل پر گیا تھا۔

"سو باتوں کی ایک بات مام میں اور حان ہماری دوستی کے خالص پاکیزہ رشتے کو کوئی اور نام نہیں دے سکتے اور نہ ہی دینا چاہیں گے، ہم دونوں مختلف ہیں ہماری پسند مختلف ہے، اس لی ئے بجائے اس بارے میں سوچ کر وقت کا ضائع کرنے کے آپ لوگ حان سے معلوم کریں اگر ان کی کوئی پسند رہی تو اسے بیاہ کر لے

آئیں، کیونکہ میری طرف سے تو پرمیننٹ نہ ہے اور حان بھی یہاں مجھ سے اگری کریں گے۔" دیبا انہیں ہنٹ دینے کے انداز میں کہتی بیڈ سائیڈ رکھے جگ کی طرف بڑھی۔ لیکن والدہ ماجدہ تو بجائے اشارہ سمجھنے کے بھڑک اٹھیں تھیں۔

" مجھے معاف رکھیں بیٹا آپ اپنی یہ دلائل اور انکار بذات خود جا کر اپنے ڈیڈ اور دا ابو کو بتائیں مجھے مطلع کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی جو میں نے کر دی باقی آپ جانیں آپ کے دا ابو جانیں، اللہ جانے کیوں میری ہی اولاد نافرمان نکل آئی ہے۔" تنزیلہ بیگم بھڑک کر کہنے کے ساتھ ایک آخری شرار ابار نظر منہ کھولے پریشان کھڑی دیبا پر ڈال کر وہاں سے واک آوٹ کر گئی تھی۔ پیچھے دیبا جو کچھ دیر پہلے احان سے مل کر سب جاننے کیلئے پاگل ہو رہی تھی غصے سے باتھ روم میں بند ہوئی تھی اور در و دیوار ہلا دینے والی دروازہ بند ہونے کی آواز پر احان باہر نکل کر بنا کمرے پر ایک نظر ڈالے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے پھر گھر سے نکلتا چلا گیا تھا۔ سوچ تو وہ بھی دیبا کو لیکر ایسا نہیں سکتا تھا لیکن دیبا کے انکار سے نجانے کیوں دل میں درد سا اٹھا تھا۔

وہ ہاتھ میں کافی مگ تھامے خوبصورت چہرے پر خطرناک حد تک سنجیدہ تاثرات سجائے سامنے چورستے کے مصروف ترین سڑک پر دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب سے اس اجنبی کا کال آیا تھا اس کی ذہنی حالت یہی تھی ہزاروں ہربے آزمائے اندازہ لگانے کی کون ہو سکتا ہے لیکن ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ دماغ میں بار بار اس اجنبی کا پختہ یقین اور دلیل گردش کر رہے تھے۔

وہ جتنا اس اجنبی کال کے متعلق سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھتی جا رہی تھی۔ سوال ہر بار یہی کھڑا ہو رہا تھا کی اس اجنبی کے پاس پرواز کی اتنی صحیح انفارمیشن آئی کہاں سے جبکہ آفس میں سب کانفیڈنشئل رکھا جاتا ہے۔ پھر وہ بھی بہت محتاط رہتی تھی۔ پھر یہ سب ممکن کیسے ہوا؟۔ اور اگر ایک صورت میں یہ ممکن ہوا بھی تو چوہدری کے کیس میں پرواز کی انوالومینٹ کی خبر کیسے لیک ہوئی، کیونکہ یہ بات سوائے ایڈیٹر حامد کے اس نے کسی کے ساتھ شیئر نہیں کی تھی اور ایڈیٹر صاحب کچھ لیک نہیں کریں گے اتنا تو اسے یقین تھا۔ پھر وہ نہیں ایڈیٹر صاحب نہیں تو کون۔ لیکن ہاں ایک اور سخصیت بھی ہے جو اس سب واقف ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ عجلت میں بیڈ پر رکھے فون کی طرف بڑھی تھی۔ فنگر

پرنٹ سے فون ان لاک کرتے ہی نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگاتی وہ واپس کھڑکی کے پاس چلی آئی تھی۔ اب انتظار تھا تو بس دوسری جانب سے فون اٹھائے جانے کا۔

"السلام علیکم اماں کیسی ہے تو؟۔" پانچ سے چھ منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد آخر کال پک کر لی گئی تھی۔

"وعلیکم السلام میں تو ٹھیک ہوں لیکن تو مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی مطلب میری دنیاں کی کوئی آخری مصروف ترین اولاد نے خود مجھے یاد کیا۔" نور بانو نے چھوٹتے ہی شکوہ کیا تھا۔ منتہٰی کی بے وقت فون اس پر سنجیدہ آواز سن کر کچھ کچھ تو اندازہ ہو چلا تھا لیکن منہ کھولنے کا ارادہ وہ بالکل نہیں رکھتی تھیں تبھی الٹا چڑھ دوری۔

"اماں دنیاں کی آخری نہ صحیح لیکن مصروف ہوتی ہوں، اور رہی بات تجھے یاد کرنے تو میں تجھے بھولتی ہی کب ہوں بس جب مجھے فرصت ملتی ہے تو مصروف ہو گی سوچ کر کال نہیں کرتی۔" منتہٰی نے صفائی پیش کی۔

"ہاں! ہاں! بھئی سمجھتی ہوں۔ تو بتا کیسی ہے تو؟؟۔" نور بانو اسے بجائے بھڑکنے کے صفائی دیتا دیکھ محبت سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں تو بتا وہاں گاؤں میں سب کیسا ہے ؟ دوبارہ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا نہ چوہدری کی طرف سے ؟؟۔"اب کے سوال میں فکر تھی۔ جس پر نور بانو مسکرائی۔

"نہیں اللہ کے کرم سے یہاں سب ٹھیک ہے۔"

"اماں۔۔اماں کچھ پوچھوں تو برا تو نہیں منائے گی ناں ؟؟"منتہیٰ نے کچھ جھجھک کے سوال کیا۔

"ہاں ! بول بھلا میں کیوں برا منانے لگی ؟؟؟۔"نور بانو نے بنا ہچکچائے اجازت دی۔ وہ جانتی تھی ان کی ذرا سی ہچکچاہٹ ان کی منجری کا راز کھول سکتی ہے۔

"وہ۔۔وہ۔۔ان کا فون وغیرہ آتا ہے تجھے ؟؟"پوچھتے ہوئے ایک عجیب سی جھجھک محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن مجبوری کے آگے جھجھک کی کیا اوقات۔

"ان کا کن کا ؟؟۔"نور بانو اپنی فر فر زبان چلانے والی دختر کی جھجھک سے لطف اندوز ہوتے ہوئے انجان ہوئی۔ جس پر منتہیٰ پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔ اسے بس اتنا ہی جاننا تھا کی آیا ارسلان نور بانو کو کال کرتا ہے یا نہیں اگر کرتا ہے تو پھر شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی کے نور بانو کے کسی دکھڑے سے اس نے ساری معلومات نکلوائی ہے۔

"بتایا نہیں بھئی کن کا؟؟؟۔"دوسری طرف مکمل خاموشی محسوس کرکے واپس سوال ہوا تھا۔

"اماں انجان نہیں بن بتا آتا ہے کی نہیں؟؟"منتہٰی جھنجھلائی۔

"میں انجان نہیں بن رہی منو انجان تو بن رہی ہے وہ بھی اس انسان سے جس کے سوا اس بھری دنیاں میں تیرا کوئی اپنا نہیں،اور مجھے کوئی فون نہیں آتا صاحب جی کا۔اور شکر ہے کی نہیں کرتے وہ مجھے فون ورنہ بات سے بات نکل کر میں نے کچھ بول دیا تو تو نے فضول میں مجھ پر بگڑنا ہے۔۔"نور بانو نے کمال اداکاری سے اپنا آپ بری ذمہ کیا تھا۔

" ہممممم!۔۔"منتہٰی نے نظر دور سڑک پر ٹکائے پر سوچ انداز میں صرف ہمم کرنے پر اکتفا کیا تھا۔

"منو کوئی پریشانی ہے کیا؟؟؟۔"اس کے اتنی جلدی مان جانے پر نور بانو نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں! کوئی پریشانی نہیں ہے، اچھا یہ بتا تو نے اتنی دیر سے فون کیوں اٹھایا، اور یہ آوازیں کیسی آرہی ہے کوئی گلی میں لڑ رہا ہے کیا؟؟۔" منتہٰی نے یوں ہی بات بدلنے کے غرض سے سوال کیا۔

"ہاں! پڑوس میں ریاض اور افشین کی ٹھنی ہوئی ہے دو تین دن سے۔۔" نور بانو نے سادہ لہجے میں مطلع کیا۔

"کیوں؟ وہ دونوں تو مثالی جوڑی ہیں گاؤں کی ان میں کیوں ٹھنی ہوئی ہے، اور پھر ریاض بھائی تو اتنے نرم مزاج ہیں پھر اتنی بڑی بڑی آوازیں کس کی آرہی ہے؟؟۔" منتہٰی حیران ہوئی۔

"ہاں! وہ بھی ہے لیکن یہاں مسئلہ سمجھ سے پڑے ہے دو تین دن سے ریاض مسلسل رات نشہ کر کے گھر آرہا ہے لیکن صبح ہوتے ہی قسم اٹھانے کو تیار ہو جاتا ہے کی اس نے کوئی نشہ نہیں کیا، اس لیے آج افشین کا کہنا ہے کی وہ اسے گھر میں نہیں لے گی بس اسی بات پر چل رہی ہے دونوں کی تو تو میں میں۔ اللہ جانے اتنے اچھے بچے کو کیا ہو گیا۔" نور بانو نے افسوس سے بتایا۔

''اماں ریاض بھائی اور نشہ میں نہیں مانتی اماں ریاض بھائی ایسا نہیں کر سکتے۔''منتہٰی بے یقین ہوئی۔

''ہم سب کا یہی خیال ہے لیکن آنکھوں دیکھا جھٹلایا تو نہیں جا سکتا نہ ابھی میں دیکھ کر آ رہی ہوں اس کے لڑکھڑاتے پیر، سرخ آنکھیں، بھاری خمار آلود آواز لڑکھڑاتی زبان، اب اس سب کا کیا مطلب نکلتا ہے، ویسے بھی آج کل وہ جن لوگوں کی ماتحت میں کام کر رہا ہے سب ممکن ہے۔''نور بانو تاسف سے بولیں۔

''مطلب کن لوگوں کے ماتحت اماں؟؟''منتہٰی نے الجھ کے سوال کیا۔

''چوہدری کے اور کس کے۔''نور بانو نخوست سے بولی۔

''کیا مطلب اماں کیا کام کر رہے ہیں ریاض بھائی چوہدری کے یہاں؟؟۔''نور بانو کی بات پر منتہٰی کے کان کھڑے ہوئے تھے۔

''کچھ پتا نہیں لیکن افشین بتا رہی تھی کے نہر والی زمین پر چوہدری نے کوئی خاص فصل کی کاشت کی ہے بس اسی کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی ہے ریاض کو۔''نور بانو کچھ سوچ کر بولیں۔ جس پر منتہٰی کے سارے حواس پل میں بیدار ہوئے تھے۔ دماغ کچھ

کلک ہوتے ہی وہ فوراً بیڈ کی طرف بڑھی۔ سرہانے سے لیپ ٹاپ نکال کر مخصوص فائل کھول کر عجلت میں ایک دو سطر پڑھتے ہی اس کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"منو!۔۔۔"

"ہہ۔۔ہاں بول۔۔"منتہٰی جو نظروں سے جلدی جلدی آگے پڑھ رہی تھی نور بانو کے آواز میں ہڑبڑا کر ہوش میں آتی ہوئی بولی۔

"پھر کہاں کھو گئی کوئی پریشانی ہے تو بتا؟؟؟۔"

"ارے! نہیں اماں کوئی پریشانی نہیں اچھا میں اب کال رکھتی ہوں کچھ کام ہے، لیکن تو ایک کام کرنا صبح جب ریاض بھائی واپس ہوش وحواس میں آئیں تو یاد سے ان سے میری بات کروانا او کے اللہ حافظ اپنا بہت سارا خیال رکھ۔۔"منتہٰی نے نور بانو کی چند ایک ہدایت سن کر کال ڈراپ کر دیا تھا۔

"تو گرا ہوا ہے سب جانتے ہیں لیکن تو کبھی نہ اٹھنے کیلئے گرا ہے یہ صرف میں جانتی ہوں، اور بہت جلد تو بھی مجھے جان جائے گا اب اور میں تجھے معصوموں کی زندگی کے ساتھ کھیلنے نہیں دوں گی۔۔"وہ سرخ آنکھوں سے لیپ ٹاپ کو گھورتی تصور میں چوہدری

سے مخاطب تھی ساتھ یہ بھی فیصلہ ہو چکا تھا کی کل وہ لازمی اس اجنبی شخص سے ملنے جائے گی۔

داابو کے بنائے رول کے مطابق ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے پورا علی ولا ڈائننگ ٹیبل کے گرد موجود تھا۔ماحول کو نامکمل کرتی خالی سربراہی کرسی وہاں ہر شخص کو داابو کی کمی کا شدت سے احساس دلا رہا تھا۔بے شک بزرگ حضرات گھر کی رونق ہوتے ہیں۔

داابو کے علاوہ وہاں ایک اور شخصیت کی نشست بھی اس وقت خالی تھی جو وہاں سب سے زیادہ ڈاکٹر دیبا کو کھل رہی تھی۔وہ نشست بلاشبہ ایس احان علی کی تھی۔وہ بے دلی سے پلیٹ میں چمچا چلاتی بار بار احان کی خالی کرسی کو دیکھ رہی تھی۔تنزیلہ بیگم کی طرف سے کئے دھماکے کے بعد وہ کمرے میں نکلی ہی نہیں تھی اور نہ ہی احان کو فون کیا تھا اور اب اس کی غیر موجودگی دیبا کو پریشان کے ساتھ مزید اداس کر گیا تھا۔وہ پوچھنا چاہتی تھی کی احان کیوں موجود نہیں ہے لیکن تنزیلہ بیگم کی طرف سے خاموش تھی۔یہ جانے بغیر کی

تنزیلہ بیگم بہت پہلے سے نہ صرف اس کا بلکے اس کے چہرے کے پل پل بدل رہے متلاشی، بے زار، فکر مند تاثرات کا نوٹس لے رہی ہے۔

"احان ابھی تک واپس نہیں آئے؟۔" اطہر صاحب نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے احان کی خالی چیر دیکھ سوال کیا۔ جس پر دیبا جھٹ فوک نیچے رکھتی ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آئے نہ۔" ارسلان مزے سے چمچ بھر کر منہ میں ڈالتا ہوا بولا۔

"پھر کہاں ہے وہ؟ ٹیبل پر کیوں نہیں آئے؟۔" اب کے عجلت بھرا سوال دیبا کی طرف سے تھا۔

"واپس چلے گئے اس لی ئے۔" ارسلان نے دانت دکھاتے ہوئے جواب دیا۔ جس پر دیبا کا دل بڑی شدت سے چاہا کی ہاتھ میں پکڑا کانٹا پوری قوت سے اسکے ہاتھ میں گاڑھ دے۔

"ارسلان!!!!۔" اطہر صاحب نے تنبیہ کرنے کے انداز میں اس کا نام لیا۔

"ڈیڈ میرا مطلب بھائی آئے تھے پھر کوئی ضروری کام نکل آیا تو واپس چلے گئے۔۔"ارسلان نے شرافت کا مظاہرہ کیا جس پر اطہر صاحب نفی سر ہلاتے وہاں سے نکل گئے تھے۔ان کے پیچھے ہی انصار صاحب بھی وہاں سے نکلے تھے۔اور دونوں ہیڈلر کے ٹریز کے فرسٹ کوپی کے وہاں سے رخصت ہوتے ہی ارسلان پھیل کر بیٹھا تھا۔کمشنر اکبر نے ماتھے پر بل لیئے آنکھیں سکیڑ کر اس کا شاہانہ انداز ملاحظہ مطلب ان کا کوئی خوف ہی نہیں لیکن دوسری طرف پرواہ کسے تھی۔

"ویسے حان لوہے کی کان ڈیو بلیکیٹ سرٹیفیکیٹ کی دکان میرا مطلب جعلی ڈاکٹر دیا تمہارا دوست غائب ہے اور تمہیں خبر تک نہیں چہ!چہ!افسوس کے ساتھ حیرت کا مقام ہے بھئی آپ کے حان نے آپ کو اطلاع تک نہیں کیا ورنہ ایس پی صاحب کا بس چلے تو وہ اپنی لی جانے والی سانسوں کی تک رپورٹ بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کریں۔"کب سے لب بامشکل سئے بیٹھے ارسلان کو اطہر صاحب کے ٹیبل سے نکلنے کا ہی انتظار تھا ان کے نکلتے ہی آس پڑوس میں چھیڑ چھاڑ شروع۔

"تم اپنا ٹھونسو اور بھی لوگ کھڑے ہیں انہیں بھی کھانا ہے۔" دیبا ماں کی نظر خود محسوس کر کے دانت پیستے ہوئے ٹیبل کے گرد کھڑی حبہ تحسین بیگم لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

صبح تو تحسین بیگم کی پیار بھری ڈانٹ کا بھرم رکھ کر وہ ٹیبل پر بیٹھ گئی تھی۔ لیکن اب حبہ زبردستی ثوبان کو لیے ان کے برابر کھڑی ہوگئی تھی۔ جسے ہر ایک نوالے کے بعد حشام بڑی گہری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"دیبا اور غصہ !!!!! کہیں جھگڑا تو نہیں ہوا تم دونوں کا۔" اب کے حیرت اور اشتیاق سے ملی جھلی آواز بلاشبہ نشوہ کی تھی۔

"آنکھیں اندر کرو موٹی اور غور سے سنو یہاں قابل ایس پی اور جعلی ڈاکٹر کی بات ہو رہی ہے ان کی جوڑی کے آگے تو جئے اور ویرو کی دوستی بھی فیل ہے۔۔" ارسلان نے دیدے پھاڑے اشتیاق سے دیبا کو دیکھ رہی نشوہ لتاڑا۔

"تم سے کسی نے معلومات نہیں مانگی جل ککڑے سو تم اپنا پھاٹک بند رکھو۔۔" نشوہ نے آنکھیں دکھائی۔

"ویسے بھی لڑائی جھگڑا تکرار کوئی بری چیز تھوڑی ہے اس سے تو محبت بڑھتی، اس حساب سے تو مجھے لگتا ہے احان بھائی اور دیبا میں روزانہ لفاظی جنگ ہوتی ہوگی تبھی تو ان دونوں میں اتنی محبت ہے۔۔" نشوہ نے کھانے سے ہاتھ روکے بغیر فلسفہ جھاڑا۔ اور لفظ محبت پر دیبا کو زبردست اچھو کا لگا تھا۔ جس پر حشام اور حبہ نے بیک وقت اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ اپنی مظبوط ہتھیلی نرم ملائم ہاتھ کا لمس محسوس کر کے حشام کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا اس نے گھبرا کے حبہ کی طرف دیکھا جو ثوبان کو ٹیبل پر بیٹھا کر ایک ہاتھ سے گلا پکڑ کر مسلسل کھانس رہی دیبا کیلئے پانی نکال رہی تھی۔

"ڈاکٹر دیبا اسے پیئیں، ریلیکس آرام سے پیئیں، اوکے گُڈ۔۔" حبہ نرمی سے اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے اسے پانی پلا رہی تھی۔ جبکہ حشام اپنی بے وجہ بڑھی دھڑکن کے شور لیکر سائیڈ پر کھڑا ہونق شکل لئے اسکی کاروائی ملاحظہ کر رہا تھا۔

"بیٹا کیا سچ میں آپ دونوں کا جھگڑا ہوا ہے ؟؟۔" شمیم بیگم نے تشویش سے پوچھا۔ جس پر زور زور سے نفی سر ہلاتی دیبا کی نظر بے ساختہ سامنے کھڑی تنزیلہ بیگم کی طرف اُٹھی تھی۔

"پھر کسی کو بتا کر کیوں نہیں گیا یہ بچہ مغرب میں کچن میں بھی آیا تھا کافی بنانے تب بھی کچھ ایسا ذکر نہیں کیا نجانے اچانک کیا کام نکل آیا۔" شمیم بیگم پریشان ہوئیں۔

"بھابھی پریشان نہیں ہوں آپ تو جانتی ہیں پولیس والوں کی نوکری ہی ایسی ہوتی کبھی بھی جانا پڑ جاتا ہے کوئی ٹائم ٹیبل تھوڑی نہ ہوتا ہے اس جاب میں، ویسے حشام تم کب سے آفس جوائن کر رہے ہو؟؟؟۔" اکبر صاحب نے شمیم بیگم کو سمجھاتے ہوئے گم سم کھڑے حشام کو مخاطب کیا۔

"جج۔۔جی چاچو کل سے۔۔" حشام نے گڑبڑا کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

" ہممممم! آفس تیار ہو گیا تمہارا؟ ویسے میری تو صلاح تھی کے تم احتشام والا آفس ہی رینوویٹ کروا لیتے فضول میں نئے آفس کے چکر میں پڑے۔۔" کمشنر اکبر نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے سوال کے ساتھ اپنے خیال کا اظہار بھی کیا تھا۔

"چاچو جو میرے بھائی کا ہے وہ صرف میرے بھائی کا میرے بھائی کی استعمال کی ہوئی ہر چیز میرے لیے کسی مقدس شئے سے کم نہیں ہے، میں انہیں استعمال میں

لانا تو دور لانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، وہ جو مجھے اکیلا کر کے پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ ساری نشانیاں میرے لیے انمول ہے ان سے دستبردار ہونا حشام علی کیلئے سوہانِ روح۔۔" مسکراتی نظریں ثوبان پر ٹکائے نم لہجے میں وہ شاہی آن بان والا شخص اپنے بھائی سے عشق کا اعلان کرتا حبہ کو بہت مختلف لگا تھا۔ حشام کے اتنے تفصیلی جواب پر خوش گوار ماحول میں اچانک ہی اداس خاموشی نے اپنے پر پھیلائے تھے۔ خواتین کے تو باضابطہ آنکھیں بھیگ گئی تھی جبکہ حشام سرخ آنکھوں سے سمجھ سے پڑے زبان میں ثوبان کی ہم ہاں سن رہا تھا جو اس کے جلتے دل پر ٹھنڈی پھوار کی طرح گر رہے تھے۔

"اب تو کچھ شرم تم کر ہی لو برگت کے پیڑ کی طرح پھیل رہی انسان کی بچّی، کل سے تو بھائی بھی پروپر طریقے سے آفس جوائن کر رہے ہیں تم کب تک گھر بیٹھ کر راشن ختم کرتی رہو گی، مطلب نکمّے پنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔۔" ماحول کی سوگواریت کو دور کرنے کیلئے ارسلان نے واپس نشوہ کو سلگایا تھا۔ اور اس سے پہلے کی نشوہ ارسلان کی شامت بلاتی ارسلان کے تازہ ترین دشمن نے سامنے رکھا سالن سے بھرا کٹورا الٹ کر ارسلان کو سالن سے نہلا دیا تھا۔ جس پر ارسلان ہڑ بڑا کر اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"شہزادے یہ۔۔۔۔۔۔۔!!!!۔"ارسلان نے صدمے سے اپنی آج ہی نئی لا کر پہنی برانڈیڈ وائٹ شرٹ دیکھی جس پر سالن سینے سے پھسل کر نیچے کی طرف جارہا تھا۔

جبکہ شہزادے ثوبان تو اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے پر دونوں ننھے ننھے ہاتھوں سے تالی پیٹتے ہوئے بھرپور قلقاریاں مار رہے تھے۔ان دونوں کے برعکس باقی سب ہونق شکل لیے اچانک رونما ہوئی صورت حال سمجھنے کی کوشش کررہے تھے۔اور جیسے سب کی نظر ارسلان کے وائٹ شرٹ(جو اب رنگین شرٹ میں تبدیل ہوچکی تھی) اس سے ٹپک کرزمین پر گر رہے سالن پر گئی پورے ڈائننگ حال میں سب کا مشترکہ قہقہ گونجا تھا۔

"ہاہاہاہاہاہا۔۔۔شاباش میرے شیر ایسے ہی بدلہ لینا اس نکمّے انسپکٹر سے خود تو تھانے میں بیٹھا کرسیاں توڑتے رہتے ہیں اور نکمّے کے ٹائٹل سے مجھے نوازرہے تھے۔۔۔"نشوہ نے دور سے ہی کھلکھلا رہے ثوبان کو شاباشی دی۔باقی سب اب بھی ثوبان کے برابر ہنس ہنس کر لال ہورہے تھے۔ایک تنزیلہ بیگم تھیں جن کی نظر ثوبان میں کسی اور کے عکس کو تلاش رہی تھی۔

"بھابھی دیکھیں اپنے سپوت کا کارنامہ۔۔" سب کے قہقہہ سے جل کر ارسلان روہانسی شکل بنا کر اپنے شہزادے کے کارنامے پر حق دق کھڑی حبہ کی طرف گھوم کر شکایت لگائی۔

"آئم۔ آئم سوری ارسلان آئم رئیلی ویری سوری، میری غلطی ہے مجھے انہیں یہاں بیٹھانا ہی نہیں چاہئے تھا۔۔" حبہ ہوش میں آتی فوراً کھلکھلا رہے ثوبان کی طرف بڑھ کر اسے اٹھاتی شرمندہ ہوئی۔

"آئم سوری آنٹی میری غلطی تھی میں جانتی ہوں یہ شرارتی ہیں پھر میں بھی میں نے انہیں۔۔۔" تنزیلہ بیگم کی نظر ثوبان پر گڑھی دیکھ حبہ نے صفائی دینی چاہی جب وہ بنا کچھ کہے وہاں سے نکل گئی تھی۔ جس پر حبہ کچھ اور شرمندہ ہوئی۔

"آئم سوری اگین، ششش !! آواز نہیں اب۔۔" حبہ نے معذرت کرتے ہوئے ثوبان کو ڈپٹا جو ارسلان کی رونی شکل دیکھ ہنس ہنس کر لال ہو رہا تھا۔

"خبردار ڈاکٹر جو آپ نے میرے بچے کو کچھ کہا، اسے ادھر لائیں اور خود ڈنر کر کے اُپر آئیں۔۔" حشام نے فوراً حبہ کو آنکھیں دکھاتے ہوئے منہ بسور رہے ثوبان کو اس سے

لیا تھا۔ ثوبان صاحب کو ڈانٹ کا برا پتا تھا ذرا سی ڈانٹ پر چہرے کے تاثرات ہی بدل گئے تھے۔

"ہاں! بیٹا بچہ ہے انہیں کیا معلوم، لیکن سچ کہیں تو ارسلان کے ساتھ بالکل صحیح ہوا ہے یہ ہر وقت کسی نہ کسی کو زچ کرتے رہتے ہیں اب جا کر اپنی وائٹ شرٹ پر برش کریں گے، ہاہاہاہاہا۔۔ "کمشنر اکبر قہقہ لگاتے ہوئے وہاں سے نکل گئے تھے۔ان کی بات پر واپس محفل زعفران ہوئی تھی۔ جس پر ارسلان دھپ دھپ کرتا حشام کے گود میں موجود ثوبان کے پاس آیا۔

"دِس اِز نوٹ فیئر پارٹنر ہم بچہ سمجھ کر آپ کو رعایت کیا دے رہے ہیں آپ تو ہمیں ہی لتاڑ رہے ہیں، پہلے کیک پھر بے عزتی پھر ٹیڑھی میڑھی نگاہیں آج تو حد ہی کر دی یار میرا پہلا پہلا پیار وائٹ شرٹ پر نقش نگاری کر دی بس آج سے ساری رعایت ختم اب بس برابری کا مقابلہ ہو گا تیار ہو جائیں، کیونکہ علی وِلا میں صرف ایک ہی سوا سیر ہے وہ ہے ارسلان علی۔۔ "ارسلان کالر اٹھا کر کھلے لفظوں میں اپنے ڈیڑھ فٹ کے دشمن کو دھمکی

دیتاوہاں سے روانہ ہوا تھا۔ جس پر دشمن صاحب نے صرف اپنی چھوٹی سی ناک سکیڑ کر دھمکی کو ہوا میں اڑایا تھا۔

"جاؤ جاؤ میرا شہزادہ کسی سے نہیں ڈرتا۔۔" حشام اسے زبان دکھاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"چلو بیٹھو ہم بھی کھا لیتے ہیں۔" تحسین بیگم نے سب کو ٹیبل پر بیٹھنا کا اشارہ کیا۔۔

"چاچی وہ آنٹی۔۔" حبہ نے تنزیلہ بیگم کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ بھی آجائیں گی آپ بیٹھیں۔۔" تحسن بیگم اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی خود ان کے کمرے کی طرف بڑھیں۔

"دس بج گئے ہیں حان اب آ بھی جائیں، ایک تو آپ فون نہیں اٹھا رہے جس کی وجہ سے مجھے میرے کمرے میں تک چین نہیں۔۔۔" دیبا مسلسل حال میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ خود ہی بڑبڑائی۔ سب ڈنر کے بعد اپنے اپنے کمروں کا رخ کر چکے تھے، کیونکہ احان کو

سوائے دیبا کے کسی کو اپنا انتظار کرانا نہیں پسند تھا وہ منع تو دیبا کو بھی کر چکا تھا لیکن اس نے کب ایس پی صاحب کی سنی تھی جواب سنتی۔

"دیبا آپ یہاں کیوں مارچ کر رہی ہیں؟؟؟۔" وہ اسی طرح بڑبڑاتی چکر کاٹ رہی تھی۔ جب عقب سے آئی احان کی حیرت میں ڈوبی آواز پر خطرناک تیور لیئے پلٹی۔

"کرکٹ کھیل رہی ہوں آپ نے بولنگ کرنی ہے؟؟؟۔" دیبا بھڑکی۔

"دیبا خفا کیوں ہو رہی ہیں یار سوال ہی تو کیا ہے، مطلب رات کے دس بجے آپ یہاں اس طرح۔۔" احان اس کے شولا جوالا روپ سے نظر چراتے ہوئے بولا۔

"کیوں رات کے دس بجے یہاں واک کرنے پر بین ہے؟؟۔" دیبا خواہ مخواہ ہی ہائیپر ہوئی۔ اسے اصل غصہ تو احان کے کال رسیو نہ کرنے پر تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کی دیبا کال کرے اور احان رسیو نہ کرے۔ وہ چاہے جتنا بھی مصروف ہوتا کال لے کر بزی ہوں کہنے کے بعد واپس کال ڈراپ کر دیتا لیکن اگنور کبھی نہیں کیا۔

"اب بتانا پسند کریں گی اصل وجہ کیا ہے جھانسی کی رانی کے بیدار ہونے کی؟؟؟؟۔"احان نے اب کے برائے راست اس کی خفا خفا چہرے پر نظر گاڑھے سوال کیا۔

"آپ کہاں گئے تھے اور میری کال کیوں نہیں لی؟؟؟۔"دیبا نے منہ پھلا کر سوال کیا۔احان کی ٹینشن میں تنزیلہ بیگم والی بات وہ یکسر فراموش کر گئی تھی۔اس کے سوال پر احان پیشانی مسلی۔اب وہ اسے کیا بتاتا کی وہ کہاں گیا تھا وہ تو بے مقصد پولیس سٹیشن جا کر وقت گزار کر آ رہا تھا۔سوچ تو خیر وہ بھی دیبا کو لیکر اس طرح نہیں سکتا تھا لیکن سچ یہ بھی تھا کی اسے دیبا کا انکار برا لگا تھا۔

"بتایا نہیں۔۔"دیبا اسے خود کو چھوڑ کر پورے حال کا تفصیلی جائزہ لیتے دیکھ بگڑے تیور لیئے ہی ای بر واٹھائے۔

"کہیں نہیں یار بس تھانے پر کچھ کام تھا تو وہیں گیا تھا،اور فون شائد سائلینٹ پر ہو گا تبھی معلوم نہیں ہوا آپ ایسا کریں جا کر آرام کریں میں بھی چلتا ہوں۔۔"احان پہلی بار اپنی اکلوتی دوست سے جھوٹ بول رہا تھا تبھی نظر چرا گیا۔

"آپ نظریں کیوں چرا رہے ہیں حان ؟؟۔" دیبا اسے سائیڈ سے نکلتا دیکھ مقابل آئی۔ جس پر احان نے بر وقت اپنے قدم تھام کر تصادم کو ٹالا تھا۔

"میں نظر نہیں چرا رہا آپ جاسوس ہو رہیں ہیں، اچھا جائیں میرے لیئے کھانا گرم کردیں میں آتا ہوں۔۔" احان نے اسے ٹالنا چاہا اور شکر کی وہ ٹل بھی گئی۔

"سوری دیبا۔۔۔" احان اسکی چھوٹی پشت دیکھ ایک سرد سانس فضا کی سپرد کرتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ جب صوفے کے پیچھے سے دو سر نمودار ہوئے۔

"اب تو مجھے بھی لگ رہا ہے ان دونوں کے بیچ لازمی کچھ ہوا ہے۔" ارسلان نشوہ کے کان میں گھس کر پھس پھسایا۔

"تمہیں صرف لگ رہا ہے میں تو ٹو ہینڈرڈ پر سینٹ شور ہوں، بلکہ ہمیشہ سے شور تھی، دیکھو ہم دونوں بھی فرینڈز ہیں ہمارے تو تو میں میں تو لگے رہتے ہیں تو یہ لوگ کونسے دودھ کے دھلے ہیں۔۔" نشوہ نے بھی اسی رازداری کا مظاہرہ کیا۔

"پھر کیا کہتی ہو کریں ان دونوں کی جاسوسی ؟؟؟۔" ارسلان نے سرگوشی کرنے کے ساتھ ہاتھ آگے کیا تھا۔

"کرنے میں تو کوئی قباحت نہیں ہے ان فیکٹ آئی لو جاسوسی، لیکن تم جو درمیان میں بزدلوں کی طرح مکر جاتے ہو تمہاری وہ خصلت مجھے زہر سے بھی زیادہ بری لگتی ہے۔۔ نشوہ نے اسے گھورتے ہوئے برا منہ بنایا۔

"جان کر نہیں مکرتا مجبوری ہوتی ہے تم دونوں تو صنف نازک جو کے تم ہو نہیں اس کی آڑ میں بچ جاتی ہوں مجھ بیچارے کی سیوا ہو جاتی ہے بس یہی وجہ مجھے منجری کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔" ارسلان نے مسکین شکل بنائی۔ پھر کچھ ہی دیر میں دونوں چند ایک شرائط کے بعد مشن بیسٹ بڈی پر نکل گئے تھے۔

"ڈاکٹر ہمارا جھگڑا ہو سکتا ہے۔۔" ڈنر کے بعد جیسی ہی حبہ ثوبان کا فیڈر بوتل اٹھائے روم میں داخل ہوئی حشام نے دروازے پر ہی اسے متوقع ہونے والے جھگڑے سے آگاہ کیا تھا۔

"جی؟؟۔" حبہ نے اچنبھے سے ای برو اٹھائے۔

"جی ! بالکل صحیح سنا آپ نے، اگر جو آپ نے دوبارہ یوں بھری محفل میں میرے شہزادے کو ڈانٹا بلکہ کمرے میں بھی آنکھیں دکھائی تو ہمارے درمیان گمبھیر جنگ چھڑ سکتی ہے میں آپ کو پہلے ہی خبردار کر رہا ہوں۔۔" حشام نے ماں کے ہاتھ میں فیڈر دیکھ مچل رہے ثوبان کو زبردستی سنبھالتے ہوئے حبہ کو تفصیل بتائی۔ جس پر حبہ نفی میں سر ہلاتی دروازہ بند کرنے لگی۔

"ڈاکٹر میں سیریس ہوں۔" حشام اسکے اتنے ٹھنڈے ردعمل پر اپنی سنجیدگی کا احساس دلانا چاہا۔

"جی مجھے بھی یہی لگ رہا ہے کی آپ ضرورت سے زیادہ سیریس ہیں سو آئی سجیسٹ کی جلد از جلد کسی ماہر سائکاٹرسٹ سے رجوع ہو کر وقت کے رہتے ٹریٹمنٹ شروع کرلیں، کیونکہ آپ جانتے ہیں میں گائینا کالوجسٹ جو مردوں کی کوئی ہیلپ نہیں کر سکتی صرف سجیشن دے سکتی ہیں، انہیں مجھے دیں۔۔" حبہ اطمینان سے حشام کو بہترین صلاح سے نوازتی۔ منہ کھولے صدمہ زدہ سے حشام کے گود سے ثوبان کو لیئے بیڈ کی طرف بڑھی۔

"ڈاکٹر آآ۔۔۔آآپ۔آپ ان ڈائریکٹ مجھے سائکو پیشنٹ کہہ رہی ہیں ؟؟؟۔" حشام کا سکتہ ٹوٹا تو وہ فوراً اس کے سر پر پہونچا روہانسا ہوا۔اس نے فضول کی بحث تو اس لی ئے شروع کی تھی اس چھوٹے سے حادثے کے بعد سے ایک سو اسّی (180) کی سپیڈ مینٹین کر رہے دل صاحب کو سمجھائے کی مقابل اب بھی ایک کھڑوس ڈاکٹر ہے اور وہ خود ایک اکڑو ضدی حشام علی، لیکن ان محترمہ نے تو دل کے مرض کو دماغ کا مرض فرض کر لیا تھا۔کہنا بہتر ہو گا کی ہارٹ پیشنٹ کو نفسیاتی قرار دیا جا رہا تھا۔

"میں ان ڈائریکٹ نہیں مسٹر حشام ڈائریکٹ آپ کو منٹل پیشنٹ کہہ رہی ہوں کیونکہ آپ ثابت کر رہے ہیں اس چیز کو۔۔" حبہ آرام سے ثوبان کو لٹا کر فیڈر اسے پکڑاتی ثوبان کے کھلونے سمیٹتے ہوئے مصروف انداز میں بولی۔

"اور وہ کس بنا پر ؟؟؟۔" حشام اپنی تلملاہٹ پر قابو پاتا اس کے مقابل آیا جو گھوم گھوم کر کھلونے باسکٹ میں ڈال رہی تھی۔

"وہ ایسے مسٹر حشام کی ہماری فرسٹ میٹنگ سے ہمارے درمیان بحث و مباحثہ کا بازار ہی گرم رہا ہے، آپ کی زبان میں جھڑپ، جنگ، جھگڑا، تو پھر اس کیلئے نئے سرے سے مجھے

مطلع کرنے کی کیا تک بنتی ہے، جبکہ جلد ہی صحیح لیکن ان پچیس دنوں میں مجھے عادت ہو گئی ہے آپ سے بحث کرنے کی جو بلاشبہ ہر بار آپ شروع کرتے ہیں۔۔" حبہ صوفے سے گرے کشنز واپس صوفے پر سیٹ کرتی سارا ملبہ حشام پر ڈالا۔ جس پر وہ بلبلاتا اس کے سر ہوا تھا۔

" محترمہ ڈاکٹر ذرا اپنی اسٹیٹمنٹ کر کشن کرنے کی تکلیف کریں، بحث نہیں۔۔ نہیں بلکے تشدت پر آپ اُتری ہماری پہلی ملاقات میں یاد نہیں جھانسی کی رانی بنی اپنے ڈیڑھ انچ کے تلوار کو میرے گردن پر تان کر میرے شہ رگ کو زخمی کر دیا تھا، وہ تو شکر اللہ نے میری زندگی لکھی تھی ورنہ دل میں تو میں نے پانچوں کلمہ پڑھ لیا تھا۔۔" حشام تڑخ کر کہتے ہوئے منہ اُپر کو اٹھا کر گلے میں موجود نشان پر انگلی رکھ کر جتایا۔

" فضول کوشش ہے میں ہر گز بھی شرمندہ نہیں ہونے والی، ہر ماں اپنے بچے کی حفاظت کیلئے شیرنی جھانسی کی رانی بنتی ہے میں بنی تو کونسی بڑی بات ہے، اور قسمت نے واقعی آپ کا ساتھ دیا کی میرے گود میں شہزادے تھے ورنہ۔۔۔" حبہ تھوڑا قریب ہو کر اس کے زخم کے نشان کا معائنہ کرتی زیر لب مسکراہٹ دبائے نفی میں سر ہلایا۔

"ورنہ؟ ورنہ کیا آپ شادی سے پہلے ہی بیوا ہو جاتیں، چہ! چہ! افسوس صد افسوس ڈاکٹر جہاں عورتیں اپنے شوہر کی دراز عمر کیلئے دن میں چار چار روزے رکھتی ہیں وہاں آپ۔۔۔" حشام تھوڑا اور آگے بڑھتا نفی میں سر ہلا کر گویا افسوس کا اظہار کیا۔

"ہاں! بھئی بہت صحیح سلام ہے میری ان بیوقوف بہنوں کو جو دن میں چار چار روزے رکھ کر اپنے سرتاج کی عمر دراز کرواتی ہیں اور سرتاج صاحب بار بار سر پر سہرا سجا کر چار چار شادیاں کھڑکاتے پھرتے ہیں، اکیس توپوں کی سلامی میری ان عظیم بہنوں کو۔۔" حبہ نے متاثر کن انداز میں باضابطہ ہاتھ اٹھا کلیپنگ کی تھی۔ اپنی بے تکی بحث میں وہ دونوں اتنے محو ہو گئے تھے کی انہیں بات کے بہت دور اور دونوں کے قریب آجانے کا تک ہوش نہیں رہا تھا۔

"دیکھیں ڈاکٹر آپ ان عورتوں کی قربانی کا مذاق اڑا رہی ہیں یہ ٹھیک بات نہیں۔۔" حشام کو ان ان دیکھی ان جانی عورتوں سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں! حشام صاحب یہ صحیح ہے ہم عورتیں قربانی دیں اور آپ مرد حلال کرتے رہیں، ماشاءاللہ کیا خیالات ہیں آپ کے دل کر رہا ہے کھڑے کھڑے آپ کو۔۔" حبہ

دانت پیستی دو قدم کا فاصلہ سمیٹ کر انجانے میں حشام کی طرف بڑھی اور توقع کے عین مطابق دونوں کا زبردست تصادم ہوا تھا۔اور نتیجہ کے طور پر دونوں پیچھے صوفے پر ڈھیر ہوئے۔حبہ تو اچانک اس افتادے پر ایسا بوکھلائی کے اسے حشام کے اُپر گرنے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا وہ اسی طرح دونوں ہاتھ مضبوطی سے حشام کے کاندھے پر جمائے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔اور دوسری طرف حشام صاحب کے (180) کی سپیڈ پر اکتفا کر رہے دل صاحب نے 360 کی رفتار پکڑلی تھی جیسے آج ہی سارے سگنل توڑ کر نکلنا ہو۔ایک سے ڈیڑھ منٹ تک اسی پوزیشن میں رہنے کے بعد آخر ہوش پہلے حشام کو ہی آیا تھا۔ تبھی گمبھیر سرگوشی کے انداز میں گویا ہوا۔

"کھڑے کھڑے جو مرضی کر دیں ڈاکٹر بس خدارا انجکشن نہیں لگائے گا دراصل بچپن سے مجھے انجکشن سے بڑا خوف آتا ہے۔۔" حشام اسکے بوکھلاہٹ سے حظ اٹھاتا بھاری لہجے میں بولا۔جس پر حبہ ہڑبڑا کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔۔

"مم۔۔میں ثوبان کو چینج کر دیتی ہوں دودھ گرالیا ہوگا انہوں نے۔۔" حبہ خجل ہو کر سرخ چہرے پر ہاتھ پھیرتی ثوبان کی طرف بڑھی۔

"بیٹا حشام ڈاکٹر کو قبول ہے کہ کر تو نے بہت بڑا رسک لیا ہے ویسے یہ مرض کا علاج کرتی ہیں یا مبتلا۔۔" حشام سینا چیڑ کر باہر آنے کو بے تاب دل کو تھپتھپاتا اس کی پشت دیکھ بڑبڑاتا واڈروب کی طرف بڑھا۔ وہاں سے نائٹ سوٹ نکال کر واش روم میں غائب ہوا تھا۔ ڈور بند ہونے کی آواز پر حبہ دھپ سے بیڈ پر بیٹھی۔

"افففففف! حبہ کیا بھوگی تھی یہ؟ اور تمہیں ضرورت کیا تھی اس بندے کو اپنے دس کیلو میٹر کے دائرے میں داخل ہونے دینے کی بھی، بھولو مت تم یہاں اپنے شہزادے کو ساری عمر کیلئے جیتنے آئی ہوں خود کو ہارنے نہیں۔۔" حبہ نے پیشانی مسلتے ہوئے خود کو سرزنش کیا تھا۔ پھر ثوبان کا چہرہ صاف کر کے اسے چینج کرا کر بیڈ کے وسط میں بیٹھا کر چاروں طرف سے کشن کا حفاظتی دیوار بناتی خود سادہ سا کاٹن سوٹ اٹھائے بیڈ کے دائیں جانب موجود ڈریسنگ روم میں بند ہوئی۔ یوں تو کل سنڈے تھا لیکن اسے چند گھنٹوں کیلئے ہسپتال کا لازمی وزٹ کرنا ہوتا تھا۔

حشام جب چینج کر کے باہر نکلا اس وقت حبہ کمرے میں موجود نہیں تھی البتہ ثوبان صاحب بیڈ کے وسط میں مزے سے بیٹھے اپنا آدھا ختم کیا فیڈر بوتل کے نپل کے ساتھ اپنی

خرگوش جیسی تیز چار دانتوں سے چھیڑ خانی کرنے میں مصروف تھے۔ مطلب شہزادے نے ہر وقت کچھ نہ کچھ چاہیئے ہوتا تھا الٹا پلٹا کرنے کیلیئے۔ حشام مسکراتا ثوبان کے پاس چلا آیا تھا۔اس بچےؓ کو اپنے اتنے قریب محسوس کر کے اسے اپنا جان سے عزیز بھائی یہیں کہیں آس پاس محسوس ہوتا تھا۔وہ ثوبان کو پیار کر رہا تھا جب حبہ باہر آگئی وہ بنا حشام پر ایک نظر ڈالے مین لائٹ آف کر کے بیڈ کے پاس چلی آئی تھی۔

"ڈاکٹر جب شہزادے کیلیئے دودھ لا ہی رہیں تھیں تو ایک گلاس میرے لیئے بھی لے آتی تو کیا ہو جاتا؟۔"حشام نے جان کر واپس اپنی ٹون پہلے جیسی کی۔

"کس لیئے؟؟؟۔"حبہ نے حیرانی سے محترم کی فرمائش ملاحظہ کیا تھا۔

"کیا مطلب کس لیئے یار ڈاکٹر ہے اتنا نہیں پتا دودھ سے انرجی ملتی ہے سوتے وقت دودھ پینا صحت کیلیئے اچھا ہوتا ہے دودھ سے کیلشیم ملتا ہے اور۔۔۔"حشام نان اسٹاپ شروع ہوا۔مقصد صرف دلِ بیگانہ کو بس اتنا سمجھانا تھا کی بھئی اپنی پرانی رفتار پر آؤ کوئی معرقہ نہیں مارا ہے تم نے جو دھپ دھپ ڈھول کی طرح بجے جا رہے ہو۔

"دودھ کے فوائد پر دیوان لکھنے کے بجائے یہ فرمائیں کی میں آپ کیلئے دودھ کس خوشی میں لاتی؟؟؟۔" حبہ نے درمیان میں اسے ٹوکا۔

"کیا مطلب کیوں لاتی سے یار؟؟؟ کل سے میں آفس جوائن کرنے لگا ہوں، مشقت بھرا کام ہے انرجی کی ضرورت ہوگی مجھے، آپ کو تو کوئی احساس ہی نہیں۔۔" حشام نے بیڈ پر اسکے برابر دراز ہوتے ہوئے برا منایا۔

"پہلے تو آپ اپنا الو درست کریں کل سنڈے ہے آپ پرسوں آفس جوائن کر رہے ہیں یعنی منڈے، دوسرا اپنے ہی جملے پر غور کریں آپ آفس جا رہے ہیں حمالی کا کام کرنے چاول کی مل یا سمینٹ وغیرہ کی فیکٹری نہیں، اور تیسرا آپ پہلے سے درست ہیں کی واقعی مجھے آپ کا ذرا احساس نہیں ہے۔" حبہ نے اپنی جگہ دراز ہوتے ہوئے ایک بہترین ٹیچر کی طرح حشام کی تمام غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔

"ڈاکٹر آپ کو نہیں لگتا آپ کچھ زیادہ ہی میری باتوں پر غور کرنے لگی ہیں خیریت تو ہے؟؟؟۔" حشام ثوبان کے اپر اپنا بازو پھیلاتا آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ کے ہوتے ہوئے خیریت کیسے ہو سکتی ہے کسی کی۔۔"اس کے ثوبان کو حصار میں لی ئے مظبوط بازو کو دیکھ دانت پیسے۔

"کچھ کہا؟؟؟۔"

"جی کہا کی آپ غلط فہمی کا شکار ہیں میں آپ کی باتوں پر غور نہیں کر رہی بس غلطیاں مجھ سے برداشت نہیں ہوتی اتنا سا مسئلہ ہے بس۔۔" حبہ اؤنچا ہو کر ثوبان کی پیشانی چومتے ہوئے بولی۔

" بائی داوے محترمہ آپ کی اطلاع کیلئے بتادوں آفس سنبھالنا حمالی کا کام کرنے سے زیادہ مشکل کام ہے اس میں دماغ صرف ہوتا ہے۔۔"آنکھیں بند کرتے کچھ یاد آنے پر حشام نے جتایا۔ جس پر حبہ نے آنکھیں کھول کر اپنے بہت نزدیک کہنیوں کے بل چہرہ اٹھائے اس عظیم ہستی کو دیکھا۔

"اطلاع دینے کا بہت بہت شکریہ واقعی اے سی آفس میں سوٹیڈ بوٹیڈ ریلوا وینگ چیر پر گھومتے ہوئے کافی کی چسکیوں کے ساتھ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانا، روکھی سوکھی کھا کر

چلچلاتی دھوپ میں کندھے پر ساٹھ ساٹھ کیلو کا وزن اٹھانے سے زیادہ مشکل کام ہے۔۔" حبہ نے جیسے حشام کا مذاق اڑایا۔

"ڈاکٹر آپ بہت کڑوا بولتی ہیں۔" حشام نے تلملا کے کہا۔

"اور آپ ضرورت سے زیادہ بولتے ہیں۔" حبہ نے پل میں حساب برابر کیا۔

"ڈاکٹر آپ سے کسی نے کہا ہے کی آپ بہت زیادہ کھڑوس قسم کی خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ کافی تیکھی مرچ ہیں۔۔" حشام نے بظاہر آرام سے مگر دانت پیس کر پوچھا۔

"نہیں آج سے پہلے میری کبھی اس درجے کے فضول انسان سے ملاقات نہیں ہوئی، ویسے آپ سے کسی نے کہا ہے کی آپ ایک نمبر کے اکڑ واور کوپڑ وائر کی طرح ٹیڑھے انسان ہیں؟؟؟۔" حبہ نے بھی اسی انداز میں سوال کیا۔

"آج سے پہلے مجھے بھی کسی کڑوی کسیلی بندی سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا۔" حشام بھنا کر کہتا آنکھیں موند گیا تھا۔ حبہ بھی ہنہ کرتی زہین آنکھوں کو گھنی پلکوں کے پردے میں چھپا دیا تھا۔ اور دونوں طوفانی اکسپیرس کے پلیٹ فرام پر رکتے ہی شرارتی ثوبان صاحب بڑی نرمی سے دونوں کے درمیان سے نکل کر حشام کے پیٹ پر چڑھ کر

سو گئے تھے۔ جاگتے میں اس کے ٹام جیری والدین صلہ نہیں کر سکتے تو کیا ہوا نیند میں تو قریب آ ہی سکتے ہیں۔

"اسی لیۓ مجھے غیر پابند اور غیر ذمہ دار لوگوں سے چڑ ہے،دل کرتا ہے سارے غیر ذمہ داروں کے ٹولے کو لائن میں کھڑا کر کے شوٹ کر دوں کم از کم اسی بہانے ملک کا بھلا ہو گا اور ملک ترقی کرے گا۔"پرواز ٹیبل پر ہاتھ مارتی بھنا کر بولی۔

وہ پچھلے پندرہ منٹ سے اس انجان اجنبی کے بتائے ریسٹورنٹ میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی اور محترم کی سواری تھی کے بادِ بہاری آ ہی نہیں رہی تھی۔اگر مجبوری نہ ہوتی تو پرواز کی جوتی بھی یہاں نہیں آتی اگر آ بھی گئی تھی تو دو حرف بھیج کر یہاں سے دفع ہو جاتی لیکن مسئلہ یہی تھا کی مجبوری تھی۔چوہدری کی گھناؤنی سرگرمیاں بڑھتی ہی جا رہی تھی جسے جلد از جلد روکنے اور چوہدری کو اس کا انجام تک پہونچانے کیلئے اکیلے پرواز کی اڑان کافی نہیں تھی۔وہ جب تک سارے ثبوت جمع کر رہی تھی تب تک چوہدری بہت

سے معصوم کی زندگیاں برباد کر سکتا تھا۔یہی سوچ کر آج وہ یہاں ان مسٹر بونگیاں سے ملنے آگئی تھی کے جس کے پاس پرواز کے متعلق اتنی معلومات ہے کچھ تو چوہدری کے بارے میں بھی ضرور ہو گا آخر کو اتنا کانفیڈنٹ جو شو کر رہا تھا اپنے لہجے سے۔

"کچھ دیر اور میری گاؤں کی بھولی بھالی گوری، جیمس باؤنڈ کی جانشین،اتنا مجھے تڑپایا ہے کچھ حق تو میرا ابھی بنتا ہے ویسے بھی ارسلان علی اپنا حق اور بدلہ کبھی نہیں چھوڑتا۔"ارسلان پیڑ کے پیچھے سے اس کی جھنجھلاہٹ سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔یہ ایک اوپن ریسٹورنٹ ایریا تھا۔اور ارسلان پچھلے پندرہ منٹ سے پرواز کے مزے لے رہا تھا۔اب بھلا ارسلان صاحب کچھ سیدھا کر سکتے ہیں ان کا بس چلے تو وہ خود بھی الٹا چلنا شروع کر دیں پر مسئلہ یہی تھا کی ان کا بس نہیں چلتا تھا۔

"پاگل ہو تم پرواز جتنی دیر اس گمنام بندے کے انتظار میں برباد کر رہی ہوں اتنے میں تم چوہدری کے خلاف کوئی چھوٹا موٹا ثبوت تلاش کر سکتی تھی۔۔"مزید پانچ منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد پرواز کی بس ہوئی تھی۔وہ ابھی ٹیبل سے اٹھنے ہی لگی تھی کے اسی بھاری آواز نے اس کی توجہ اپنے طرف کھینچی۔

"السلام علیکم، آپ نے کہا تھا کی آپ اجنبیوں پر لعنت نہیں بھیجتی سو آپ میرے سلام کا جواب نہ بھی دیں تو آئی ڈونٹ مائنڈ میں نے اپنے مسلمان ہونے کا فرض ادا کیا ہے۔۔" ارسلان اس کے مقابل کرسی پر بیٹھتا اطمینان سے بولا۔ آواز بھاری اتنی بہترین طریقے سے نکال رہا تھا کی خود وہ اپنی آواز پہچاننے سے قاصر تھا۔ اس کی اتنے بڑے تشریح حوالہ طنز پر پرواز نے بھنویں اچکا کر مقابل کو دیکھا۔ ریڈ ہوڈی سے پیشانی چھپائے آنکھوں پر گہرا سیاہ گاگل لگائے باقی چہرہ کو بلیک ماسک سے چھپائے مقابل مکمل پردے میں تھا۔ پرواز نے الجھ کے مقابل کو دیکھا۔

"آپ نے اپنا چہرا کیوں چھپایا ہوا ہے؟؟؟۔" توقع کے عین مطابق سوال ہوا تھا۔

"شائد میں بہت زیادہ خوبصورت ہوں اس لیے۔۔" ارسلان ٹیبل پر کہنی ٹکا کے اس کی جانب جھک کر رازدارنہ انداز میں بولا۔ بھلا جس نے اسے اپنی آنکھیں دیکھنے کو ترسایا تھا وہ اسے اپنی آنکھیں کس خوشی میں دکھاتا۔

"یہ آپ کی خالص خوش فہمی ہے یا غلط فہمی؟؟۔" پرواز نے بھی اسی انداز میں تیکھے لب و لہجے کے ساتھ سوال کیا تھا۔

"یہ میری خود پسندی کی انتہا ہے دراصل میں اپنے آپ سے بہت محبت کرتا ہوں، یوں کہہ لیں میری بیوی کا پہلا سوتن خود میں ہوں، ہاہاہاہا۔۔" ارسلان نے اپنے بھونڈے مذاق پر خود ہی قہقہہ لگایا تھا۔ جس پر پرواز نے پیشانی مسلی۔

"اللہ ان کی بیوی کو صبر دے۔۔" پرواز نے صدق دل سے دعا مانگی خود کیلئے۔ جس پر ارسلان نے باآواز بلند آمین کہا تھا۔

"بائی داوے چہرہ آپ کا بھی پردے میں ہے آپ بھی میری طرح ہی ہیں؟؟؟۔" ارسلان اسے کوفت سے خود کو دیکھتا دیکھ معصومیت سے پوچھا۔

"جی الحمداللہ میں خود پسند، غلط فہم، خوش فہم، ان تینوں کیٹگری سے کوسوں دور ہوں، بس میں اپنے پروفیشن میں چہرے سے نہیں اپنے عکس سے جانی جاتی ہوں۔۔" پرواز نے اطمینان سے پیچھے کرسی کو ٹیک لگاتے ہوئے اپنے ازلی خوداعتمادی کا مظاہرہ کیا۔

" ہممممم! ایمپریسو۔۔" ارسلان واقعی اپنی گاؤں کی گوری سے متاثر ہوا تھا۔

"ویل تو مقصد کی طرف آتے ہیں سب سے پہلے تو آپ۔۔" پرواز آس پاس ایک احتیاطی نظر ڈال کر ٹیبل پر جھکتے ہوئے بول رہی تھی جب ارسلان نے اس کی بات کاٹی۔

"جی میں جانتا ہوں آپ جاننا چاہیں گی کے مجھے آپ کی اتنی صحیح انفارمیشن کہاں سے ملی تو سوری وہ میرا پرسنل سورس ہے اور پروفیشن کا اصول ہے ہم اپنا سورس کے متعلق کسی کو کچھ نہیں بتاتے، اور آپ کا دوسرا سوال ہو گا کی چوہدری کو میں کیسے جانتا ہوں اور اس کیلئے میں نے آپ کو کیوں کانٹیکٹ کیا تو بتا دوں کی مینڈک جتنا چاہے دودھ میں ڈُبکی لگا لے اس کے جسم کا نجال جوں کا توں رہتا، چوہدری دنیاں کیلئے ایک کسان بہترین کاشت کار ہے تو چوہدری میرے اور آپ جیسے کیلئے جرم کے سمندر کا مگرمچھ بھی ہے، سواٹس ویری کلئیر کی جس طرح آپ اس کی اصلیت سے واقف ہیں میں بھی ہوں آپ اس کا پردہ فاش کر کے اس گند کے ڈھیر کو شہر سے باہر اس کی اصل مقام تک پہونچانا چاہتی ہیں تو میرا مقصد بھی یہی ہے اور جب مقصد ایک ہے تو الگ الگ چلنے سے بہتر ہے کی ایک ساتھ چلیں، وہ معقولہ تو سنا ہو گا جتنے ہاتھ اتنی رفتار۔۔" ارسلان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اپنے مطابق پرواز کے ساری الجھن کا سلجھاؤ کیا۔ جس پر کچھ پل تو وہ خاموش ہی رہی تھی۔ بندہ جتنا مسخر الگ رہا تھا اتنا ہی کارآمد بھی تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کی میں آپ کے ساتھ مل کر کام کرونگی؟؟۔" پرواز واپس اپنی جگہ سیدھی ہو کر اسی خود اعتمادی کا مظاہرہ کیا۔

"آپ کی آمد نے۔" ارسلان نے سامنے رکھے پانی کے بوتل کو ٹیبل پر گھماتے ہوئے بلا تردد جواب دیا تھا۔ جس پر اب کے پرواز متاثر ہوئی تھی۔

"یہ آپ کی خام خیالی بھی ہو سکتی ہے، پرواز کو کیا پڑی کے ایک اجنبی پر بھروسہ کر کے ٹیم اپ کرے، تجسس کے ہاتھوں بھی میں یہاں آسکتی ہوں۔۔" پرواز نے اسے جانچنا چاہا۔ وہ بندے کے انداز سے اس کا ارادہ بھانپ لیتی تھی اور یہ بندہ اسے صحیح لگا تھا تبھی وہ اس سے ملنے آئی تھی ورنہ ایسے کالز کو وہ بڑی آسانی سے بلیک لسٹ کے نذر کر دیتی تھی۔

"تجسس کے ہاتھوں مجبور بندہ اتنا بھی مجبور نہیں ہوتا کی وہ ہفتے میں ایک بار منتوں مرادوں کے بعد آئے سنڈے کو اپنی عادت کے خلاف جا کر انتظار کی لزت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے برباد کر دے۔۔" ارسلان بھی کم نہیں تھا انسان کی پکڑ وہاں کرتا جہاں بحث اپنی اوقات کھو دیتی۔

"میں آپ کا اعتبار کیوں کروں؟ کیا گارنٹی ہے کی جو آپ دکھ رہیں ہیں وہی آپ کی اصلیت ہے، آپ چوہدری جیسے بڑے بے ہنگم پتیلے کے ایک معمولی چمچے بھی نکل سکتے ہیں۔" پرواز نے اب کے دوسرا پینترا اپنایا۔

"میں نے آپ کو ٹیم ورک کا آفر کیا ہے، آپ کی عشق میں گوٹے گوٹے ناک تک ڈوب کر شادی کا پرپوزل نہیں ڈالا ہے جو اعتبار بھی سونپوں، مرضی ہے آپ کی چاہے ہاں کریں چاہے نہ کریں، میرا مقصد مجھے مبارک۔۔" ارسلان نے جان کر لہجہ سپاٹ کیا مقابل منکوحہ تھی تو کیا ہوا پولیس والے کی بھی غیرت ہوتی ہے۔

"میں نے صرف ایک قیاس لگایا تھا۔" پرواز کو اپنے الفاظ کی سختی کا اندازہ ہوا۔

"جو غلط ہی نہیں کسی کے غیرت پر چوٹ تھا۔" ارسلان نے جیسے جتایا۔

"میرا نہیں خیال کی آپ کو اسے غیرت پر لینا چاہئے تھا، جرنلسٹ ہوں اپنے سایے پر اعتبار نہیں ہوتا ہمیں، پھر آپ تو اجنبی ہیں۔۔۔" پرواز نے معذرت کی جگہ صاف گوئی سے کام لیا۔ جس پر ارسلان عش عش کر اٹھا تھا۔ مطلب بے نیازی محترمہ منکوحہ پر ختم تھی۔

"سایے پر اعتبار نہیں کریں کیونکہ چھاؤں میں وہ ساتھ چھوڑ دیتا ہے لیکن ساتھی پر اعتبار کرنا لازم ہوتا ہے کیونکہ اسے اعتبار کی ڈور ہی آپ سے باندھتی ہے۔۔"ارسلان سنجیدگی سے بولا۔اس کی یہ فلسفانہ باتیں علی وِلا کا کوئی فرد خاص کر نشوہ سن لیتی تو لازمی بیہوش ہو جانا تھا اسے۔

"کسی کو کبھی ساتھی بنایا نہیں تو اعتبار کرنے کی نوبت نہیں آئی۔۔"پرواز ایک پل کو آنکھیں بند کر کے کھولتی سپاٹ انداز میں بولی۔

"ساتھی بنایا نہیں یا اعتبار سونپنے میں آپ کی اس ہچکچاہٹ نے بننے نہیں دیا؟؟؟۔"ارسلان نے اس پل بڑی شدت سے اس کی آنکھیں پڑھنی چاہی تھی۔لیکن بھلا ہو اس کالی منحوس کیپ کا۔

Thats non of your business.

پرواز رکھائی سے ٹوک گئی۔آنکھوں میں کسی کا سایہ لہرا کر خوبصورت آنکھوں میں مرچ بھر گیا تھا۔

"Yes!you are right its not mai business.

ارسلان نے سہمتی دی۔

"سواب جب سب کلئیر ہو گیا ہے تو ٹیم۔۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ارسلان نے ایک گہری سانس لیکر ہاتھ آگے کیا تھا۔ جس پر لب بھینچے ضبط کے کڑے مرحلے سے گزر رہی پرواز ہوش میں آتی اپنا گلفس میں مقید ہتھیلی ارسلان کے چوڑی مظبوط ہتھیلی پر رکھا تھا۔

"او کے دین اگلا قدم ہم فون پر ڈسکس کریں گے، چونکہ آج سنڈے ہے تو اسے برباد نہیں کرنا چاہیئے۔۔" ارسلان اپنا ہوڈی ٹھیک کرتا اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ جس پر پرواز بھی سر ہلاتی اس کے برابر کھڑی ہوئی تھی۔ انجانے میں ہی صحیح ارسلان نے لفظ ساتھی کا استعمال کر کے اس کے زخم کرید دیئے تھے۔ جسے بھرنے کیلیئے اسے تنہائی چاہیئے تھی۔

"اپنا نام نہیں بتایا؟؟۔" ارسلان کو مڑتا دیکھ پرواز نے ہانک لگائی۔

"سٹرینجر کہ لیں نام میں کیا رکھا ہے۔" ارسلان نے کندھے اچکا کر لاپرواہی سے کہا۔

"بہت کچھ رکھا ہے نام ہماری پہچان ہوتی ہے۔" پرواز اس کے جواب سے متفق نہیں ہوئی تھی۔

"اچھا جی تو آپ کا نام منتہیٰ نور پرواز کیوں ہیں؟ اصولاً تو آپ کے شوہر کا نام ہونا چاہئے آگے۔۔"ارسلان نے بنا پلٹے جان کر مدع چھیڑا۔

"آپ پرسنل ہو رہے ہیں۔۔"پرواز نے ماتھے پر بل لیئے ناگواری سے کہا۔

"عام سا سوال تھا کونسا میں نے آپ کے ولیمہ (مطلب اپنے) ولیمے کی بریانی کا مطالبہ کر لیا ہے۔"ارسلان کے ٹکے سے جواب سے پرواز تلملائی۔ بندے کی ایک ایک بات پر مقابل کا بی پی شوٹ کر جائے۔

" بائی داوے چلتا ہوں، اور ایک بات کال میں خود آپ کرونگا جب ضرورت ہوگی کیونکہ یہ نمبر بالخصوص میں نے آپ سے بات کرنے کیلئے لیا ہے تو اسے آپ سے بات کرنے تک ہی فون میں رکھتا ہوں۔۔"ارسلان نے مطلع کیا۔

"کیوں؟ ہم ٹیم ہیں میں جب چاہے آپ سے بات کر سکتی ہوں؟؟۔"پرواز تڑخ کر بولی۔

"بات تو درست ہے لیکن معملہ بیوی کا ہے شک میں مبتلا ہوگئی تو اللہ اللہ۔۔"ارسلان نے شرارت سے کو سنجیدگی کے لبادے میں لپیٹ کر پرواز کا بی پی کچھ اور ہائی لیول پر لے گیا۔

"اتنا ہی بیوی سے خوف ہے تو کام ایسے کیوں کرتے ہیں؟" پرواز نے مٹھیاں بھینچی۔ عجیب بندہ تھا پل میں تولہ پل میں ماشا۔

"اب جس کی بیوی شیرنی ہو بندے کا ڈرنا تو بنتا ہے۔۔" ارسلان ایک بھرپور نظر اپنی آتش فشاں پر ڈال کر معنی خیزی سے بولا۔ جو پرواز کو خاک سمجھ نہیں آیا تھا۔

"اوکے خدا حافظ۔۔" ارسلان ہاتھ ہلاتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ کیونکہ زیادہ دیر بھاری آواز نکالنے کی وجہ سے حلق میں جلن سی ہو رہی تھی۔ ورنہ تلملاتی خون جلاتی شیرنی کو چھوڑ کر جانے کا ذرا من نہیں تھا۔

"سارے عجیب و غریب مخلوقوں سے میرا ہی پالا پڑنا تھا کیا وہ مسٹر حاتم طائی اماں کے فرشتے صاحب جی کم تھے جو یہ محترم بھی میرا بی پی شوٹ کرانے چلے آئے میری زندگی میں۔۔۔" پرواز غصے سے بڑبڑاتی بل رکھ کر وہاں سے نکل گئی جو ارسلان کے انتظار میں اس نے کافی منگوائی تھی۔

سنڈے کا دن تھا موسم بہت ٹھنڈا خوش گوار تھا تبھی حبہ عصر کی نماز کے بعد ثوبان کو اٹھائے گارڈن میں چلی آئی تھی کے اسے چلنا سکھائے کھڑے ہونے کی کوشش وہ خود بھی کر رہا تھا لیکن تیس سے چالیس سیکنڈ بعد خود ہی گر جاتا جو دیکھ حبہ کا دل ڈوب کے ابھرتا۔ فکر مند حبہ بلا ناغہ روزانہ رات سونے سے پہلے اس کے پیر کے مالش کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی بظاہر گول مٹول صحت مند نظر آنے والا اس کا شہزادہ اندر سے کمزور ہے کیونکہ اسے ماں کی خالص دودھ کی جگہ ڈبے کے دودھ کے نام پر پانی ملا ہے۔ ابھی وہ ثوبان کو لیکر گارڈن تک پہونچی ہی تھے کے حشام کا وہاں نزول ہوا تھا۔ اسے دیکھ کوفت تو ہوئی لیکن کونسا محترم کے صحت پر اثر ہونا تھا جو بندے کے ساتھ مغزماری کرتی تبھی چپ کر گئی تھی۔

"بولو ثوبی با۔۔ با۔۔" حشام ثوبان کی انگلی پکڑ کر اسے اپنے ننھے قدم اٹھانے کیلئے تیار دیکھ حبہ پر نظر ڈال کر ایک اور کوشش کی۔ اسے جب بھی ثوبان کے ساتھ وقت ملتا وہ لازمی کوشش کرتا لیکن ثوبان صاحب تھے تو ثوبان صاحب تھے کوئی رٹو طوطا تھوڑی سے جو سیکھ جاتے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کے اس کا اس طرح ثوبان پر حق جتانا ڈاکٹرنی صاحبہ کے نازک طبیعت پر کس قدر گراں گزرتا ہے۔اور توقع کے عین مطابق ثوبان کی دوسری انگلی تھامے چلنے کیلئے تیار ڈاکٹرنی صاحبہ نے اسے سخت نظروں سے گھورا تھا۔

"ہم بچے کو چلنا سکھا رہے ہیں وہی سکھائیں تو بہتر ہے، فضول چیزیں سیکھا کر بچے کا دماغ خراب کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔" حبہ جھک کر ثوبان کے شو لیس باندھتی اپنے ازلی سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"ہمممم! لیکن اگر ایک ساتھ دو کام ہو جائے تو اس میں قباحت کیا ہے ڈاکٹرنی صاحبہ؟ اب یہ آپ کا ہوسپٹل تو ہے نہیں جہاں ہر کام سیریل وائز ہو، پہلے معائنہ پھر ایڈمٹ پھر دوا علاج پھر ایک لمبے چوڑے بل کے بعد ڈھیر ساری ہدایت، پرہیز بلا بلا کے بعد ڈیسچارج کے ساتھ ہر ہفتہ حاضری لگانے کا اوڈر۔" حشام بھی حبہ کے برابر بیٹھ کر ثوبان کے دوسرے شو لیس ٹائٹ کرتے ہوئے بولا۔ جس پر حبہ اسے سخت نظروں گھورتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نے یہ نہیں کہا کی اس عظیم کام کو پینڈنگ رکھیں یا ون بائی ون کریں، میں نے سمپل اسٹیٹ لائن میں کہا ہے کی بچے کو فضول چیزیں سکھانے کی ضرورت نہیں ہے، اور ناہی ہمہ وقت میرے اور ثوبان کے بیچ اپنی موجودگی کو یقینی بنانے کی کوئی ضرورت ہے۔" حبہ اسے پہلے بندھے شو لیس کو دوبارہ ٹائٹ کرتا دیکھ تپ کر بولی۔ نجانے اس شخص کو کیا تکلیف تھی جو وہ چاہتا تھا وہ ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی ہر وقت ہر کام میں اس کے اور ثوبان کے بیچ چلا آتا تھا۔ خواہ اسکی ضرورت ہو نا ہو۔ کل رات کے اس فضول سین کے بعد کم از کم اسے حشام کی اپنے آس پاس موجودگی برداشت سے باہر لگ رہی تھی۔

"یہ فضولیت نہیں بلکہ بہت اہم چیز ہے ڈوکٹرنی صاحبہ، ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے اور ہمارا ثوبی صرف مما بولتا ہے، جبکہ اسکے ہم عمر دوسرے بچے پڑوسیوں کو تک انکل آنٹی کہہ کر بلاتے ہیں۔" حشام نے مبالغہ آرائی کی حد کرنی چاہی تھی۔

"سارے بیرون ممالک سے آئے لوگ اتنے ہی دماغ سے پیدل ہوتے ہیں، یا یہ خاصیت صرف آپ تک محدود ہے؟" حبہ نے دانت کچکچا کے سوال کیا۔ جس پر حشام پیشانی مسلی۔

"اور ہاں بھولیں نہیں مسٹر حشام انصار علی کے آپ ثوبان کے بابا نہیں اسکے چاچا ہیں، ثوبان کے بابا کے بھائی ریمیمبر؟" حبا نے ہمیشہ کی طرح جتانا ضروری سمجھا تھا۔ جس پر حشام کا پارہ چڑھا تھا۔

"اور آپ بھی مت بھولیں ڈوکٹر حبہ حشام علی کی آپ ثوبان کی ماما نہیں اسکی منہ بولی آنی ہیں، ثوبان کے ماما کی فرینڈز میمبر؟" حشام نے بھی پل میں حساب برابر کرنا ضروری سمجھا تھا۔ آخر وہ کیوں ان محترمہ کے نخرے سہتا جو کوئی موقع اسے جتائے بغیر نہیں جانے دیتی تھی۔

"جس طرح مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے، اسی طرح پیدا کرنے اور پالنے والے کا بھی حساب ہے، تو کیا ہوا کی ثوبان کی رگوں میں میرا خون نہیں دوڑتا، لیکن اسکی چلتی سانسیں ڈاکٹر حبا کی زندگی کی گواہی دیتا ہے، اور تھوڑی تصیحح کر لیں اِٹس جسٹ ڈاکٹر حبہ۔" حبہ اسکے جتانے پر ثوبان کو گود میں اٹھاتے ہوئے اسکی پیشانی چوم کر الٹا جتایا۔ یہ اسکی زندگی کا واحد رشتہ تھا بھلے ہی یہ بھی خون کا نہیں تھا لیکن ڈاکٹر حبہ کے رگوں میں خون کی طرح بہتا تھا۔

"اب میں ہم جس کام کیلئے آئیں ہیں وہ کرلیں یا اپنی لڑائی کنٹنیو کریں؟؟؟۔" حشام اسے ثوبان کو پیار کرتا دیکھ دونوں قریب آیا۔ دل نے عجیب سی خواہش کی تھی کے وہ بھی اس کڑوی کسیلی ڈاکٹر کے برابر ثوبان کو پیار کرے جس طرح عام کپل کرتے ہیں۔ اور اس نے اپنی خواہش پر لبیک کہتے ہوئے ثوبان کی پیشانی چوم رہی حبہ کے بالکل قریب جاکر ثوبان کے نرم ملائم بالوں سے بھرے سر پر لب رکھے تھے۔ جس پر حبہ پل میں پیچھے ہوئی۔

"ا۔ انہیں چلنا سکھاتے ہیں۔۔۔" حبہ ثوبان کو نیچے اتارتے ہوئے بولی۔ پھر کافی دیر وہ دونوں ثوبان کو ننھے ننھے قدم اٹھانا سیکھاتے رہے تھے۔

سنڈے کا دن ہمیشہ کی طرح علی وِلا میں فیملی ڈے کی طرح منایا جارہا تھا۔ چاروں خواتین کچن میں گھسی اپنا ہنر آزما رہی تھی۔ حبہ نے ساتھ دینے کی خواہش ظاہر کی تھی جس پر تحسین بیگم نے یہ کہ کر اسے باہر کا راستہ دکھایا تھا کی "ابھی تمہارے ہاتھوں میں مہندی تک نہیں لگی ولیمے کی ڈیٹ تک فائنل نہیں ہوئی ہم تمہیں کچن میں گھسنے دیں نا ممکن"۔ لہذا ابھی بڑوں کی الگ محفل اور ینگسٹرز کی الگ محفل حال میں بیٹھی باتیں بگاڑھ

رہی تھی۔ دا ابو کی کمی کو اکبر صاحب کی طرف سے لگائے ویڈیو کال نے کچھ کم کیا تھا تو کچھ تین دن بعد دا ابو کی آمد کی خوش نے پُر کر دیا تھا۔

"بھابھی شادی کا بھی اپنا ہی فائدہ بندہ کام سے بچ جاتا ہے کچھ دنوں کیلئے۔۔" نشوہ متاثر کن انداز میں بولی۔

"بول تو ایسے رہی ہوں موٹی جیسے سارا دن تم کھاتی نہیں پکاتی ہو۔۔" ارسلان بھلا نشوہ کو بخش دے ناممکن۔

"تم نے ری ایکٹ تو ایسے کیا ہے جل ککڑے جیسے تم نکمّے کی کمائی کھاتی ہوں۔۔" نشوہ نے جل کر جواب دیا۔

"تم نے ری ایکٹ تو ایسے کیا ہے جل ککڑے جیسے تم نکمّے کی کمائی کھاتی ہوں۔۔" نشوہ نے جل کر جواب دیا۔

"اول تو اگر میں نکمّا ہوں تو میری کمائی کہاں سے آئے گی اور اگر میرے لُکس کی وجہ سے آئے گی بھی تو میں کوئی اتنا نیک انسان تھوڑی ہوں جو نیکی کر کے دریا میں بھی نہیں سمندر میں ڈالتا جاؤں، وزن دیکھا ہے اپنا ایک طرف پورا اعلی وِلا دوسری طرف تمہیں ڈالا جائے تب بھی برابر نہیں ہو گا، لیکن فکر تمہیں اب بھی نہیں ٹھونسے جا رہی ہوں۔۔" ارسلان اس کے ہاتھ میں پکڑی فروٹس کی پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے شرم دلانی چاہی۔ لیکن سب جانتے تھے اس معملے میں نشوہ اعلیٰ درجے کی ڈھیٹ ثابت ہوتی ہے۔

"تمہاری اتنی لمبی چوری کان سے خون نکال دینے والی نا قابل برداشت تقریر کے بعد میری صرف اتنی سی دعا ہے کی اللہ تمہیں اتنی موٹی بیوی دے۔۔۔ اتنی زیادہ موٹی بیوی دے کی وہ اگر ایک ہاتھ بھی تمہارے اُپر رکھ دے تو تم کم از کم تین دن تک اٹھنے کے قابل نہیں بچو۔۔۔" نشوہ دونوں ہاتھوں سے پلیٹ اٹھائے شدت سے دعا گو تھی۔ اور

اسکی مانگنے کی شدت پر بے ساختہ سب نے جھرجھری لی تھی۔البتہ ارسلان نے اپنی شیرنی کا نازک سراپا تصور میں لاتے ہوئے بھرپور قہقہ لگایا تھا۔

"مجھے لگتا ہے اتنی صحت مند بیوی کا تصور کر کے ہی فسادی انسپکٹر نے اپنا دماغی توازن کھو دیا ہے۔۔۔" دیبا احان کی طرف جھک کر بڑبڑائی۔جس پر احان نے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے اپنے بھائی کو دیکھا۔

"مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے شائد میرے بھائی کو صدمہ لگا ہے۔۔"احان نے بھی تائید کی۔

"ارسلان اس رائل جوک کا اثر زائل ہو چکا ہے ہوش کی دنیاں میں لوٹ آؤ، تمہاری اس ویلنوں والی بے ہنگم ہنسی دیکھ کر میرے شہزادے کو ہیرو والی فیلنگ آرہی ہے ابھی اس نے کچھ کر دیا تو تمہاری شکایتیں ختم نہیں ہو گی۔۔" حشام حبہ کی گود میں فیڈر بوتل کے نپل کو دانتوں سے چباتے ہوئے گہری سوچ میں محو ارسلان کو گھور رہے اپنے شہزادے کی طرف اشارہ کیا جو اکثر کوئی کارنامہ انجام دینے سے پہلے خاموش ہو جاتا تھا۔

"ہاہاہاہاہاہا۔۔بھائی یار میں کیا کروں میری ہنسی کنٹرول نہیں ہو رہی، یہ موٹی یہاں اپنا محبوب کھانے کا عمل روک کر مجھے بد دعا دے رہی ہے یہ جانے بغیر کی میری بیوی تو بالکل چھوئی موئی سی نازک مگر شیرنی صفت کی حسین دوشیزہ ہے۔۔"ارسلان نے قہقہ روکتے ہوئے مزے سے اپنی بیوی کا ذکر کیا۔جس پر سب کا منہ کھلا تھا۔

"کیا!!!!!!؟۔۔"سب کی بیک وقت اونچی حیران آواز پر ارسلان ہڑبڑا کر ہوش میں آتا زبان دانتوں تلے دبا گیا تھا۔

"مم۔۔میرا مطلب ہے کی میں اتنا ہینڈسم ہوں،ڈیشنگ ہوں،اس پر تضاد دبنگ پولیس والا ہوں تو ظاہر سی بات ہے میرے لیئے گھر والے کوئی نازک حسین و جمیل دوشیزہ ہی لائیں گے آخر گھر کی بڑی بہو اتنی کامنی سی ہے،اس حساب سے اس موٹی کی دعا تو قبول ہونے سے رہی۔۔۔"ارسلان نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جو منہ میں آیا کہ دیا۔

"اچھا؟؟؟؟۔۔اور وہ شیرنی والی بات؟؟؟۔" نشوہ کمر پر ہاتھ جماتی آنکھیں سکیڑ کر مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شش۔۔ شیرنی۔۔ وہ۔۔ وہ داابو کہتے ہیں نہ عورتوں کو خوداعتماد، خود مختار، بہادر سیلف میڈ ہونا چاہئے اس حساب سے کہا۔۔" ارسلان نے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے زبردستی مسکراہٹ سجائے جواب دیا۔

"لیکن تم نے آخر میں لفظ 'ہے 'کا استعمال کیا" "ہو گی" "کا نہیں اس پر روشنی ڈالو پلیز۔۔۔" نشوہ مکمل ارسلان کی طرف متوجہ ہوتی اس کے بالکل قریب پہونچ کر آنکھوں میں شرارتی چمک لی ئے بولی۔ کبھی تو دشمن کی زبان لڑکھڑاتی تھی تبھی پے در پے وار کرو تو ہی دشمنی کا قرض ادا ہو۔

"موٹی تمہیں اٹھا کر واشنگ مشین میں نہ ڈال دوں برین واشنگ کیلیئے، اتنی سی بات تمہاری موٹے دماغ میں نہیں سما رہی کی جب حشام بھائی جیسے بقول چاچو کے اڑیل گھوڑے ضدی شیر کو ہماری بھابھی زیر کر سکتی ہے تو کیا میرے لئے چوہیا آئے گی؟؟۔" ارسلان نے دانت پیس کر واپس حشام کو گھسیٹا جس پر حشام نے کن کھیوں سے کھڑوس ڈاکٹر کو دیکھا جو لب دبائے یقیناً مسکراہٹ چھپا رہی تھی۔ جسے دیکھ حشام کے تن بدن میں آگ لگی تھی وہ فوراً کھسک کر اس کے قریب ہوا۔

"ڈاکٹر مفت میں بدنام کر رکھا ہے یار مجھے۔۔" حشام نے ثوبان کی انگلی سے کھیلتے ہوئے سرگوشی کی۔

"مجھے الزام نہیں دیں، آپ نے ہی کہا تھا کی آپ کے بھائی بہنوں کو لگتا ہے کی آپ میرے عاشق مجنوں دیوانے ہیں تو لازم سی بات ہے عشق میں رسوا لوگ شیر تو ہوتے نہیں باقی آپ سمجھدار ہیں۔۔" حبہ نے سامنے دیکھتے ہوئے ٹکا سا جواب دیا۔

"ڈاکٹر آج تو بتا ہی دیں آپ نے میڈیکل میں ڈگری لی ہے یا پولیٹکس میں، ایسے مقابل کا بی پی ہائی کر دینے والے جواب آپ کو آتے کہاں سے ہیں؟؟؟۔" حشام نے دانت پیس کر پوچھا۔

"صحبت کا اثر ہے، ورنہ میں بہت کم گو صلہ جو مزاج کی بندی ہوں۔۔" حبہ ثوبان کی انگلیوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔ جس پر حشام بجائے مزید اپنا خون جلانے کے واپس اپنی جگہ پر کھسک گیا۔ حبہ نے بھی مسکراتے ہوئے بار بار گود سے نکلنے کی کوشش کر رہے ثوبان کو گود سے اتار دیا تھا جو آزاد ہوتے ہی نشوہ سے بحث میں مصروف ارسلان کی طرف بڑھا تھا۔

"تمہاری ساری دلائل اپنی جگہ ارسلان صاحب لیکن ڈیٹیکٹیو نشوہ اب بھی مطمعین نہیں مطلب کہیں تو کچھ مسینگ ہے کوئی کڑی کہیں تو جڑنا باقی ہے لیکن کہاں ؟؟؟۔۔" نشوہ اب بھی اپنے موقف پر ڈٹی جیمس باؤنڈ کو پیچھے چھوڑ رہی تھی۔

"موٹی اگر تم میری ہی جاسوسی کرتی رہو گی تو ہمارے 'مشن بیسٹ بڈیز' کا کیا ہو گا؟؟۔۔ غور سے دیکھو سامنے کیسے جان لو ہے کے کان اور ان کی دیبا فساد کی دکان خاموش رخ موڑے بیٹھے ہیں لیکن تمہیں مجھ سے لڑنے سے پیٹ بھرنے سے فرصت ملے تب اس طرف دھیان جائے، تف ہے ہماری جاسوسی دماغ پر۔۔۔" ارسلان نے اس کا دھیان خود سے ہٹاتے ہوئے سامنے کی طرف کیا۔ جہاں واقعی دونوں خلافِ معمول خاموش تھے۔

"بات تو سو فیصد درست ہے یار لیکن سمجھ نہیں آرہا شروعات کہاں سے کریں۔۔" نشوہ پرسوچ انداز میں بولی۔ جس پر ارسلان نے جان چھوٹنے پر گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے اپنے فون کیلیئے سائیڈ پر ہاتھ مارا۔ وہ منتہٰی سے مل کر گھر میں داخل ہوتے ہی فائل سمیت ہی محفل میں اپنی جگہ بنا گیا تھا۔ فائل اور فون دونوں بالکل اپنے پہلو میں رکھ

دیا تھا کی کچھ دیر سے کمرے میں رکھ آئے گا۔ لیکن اب فون غیر موجود دیکھ کر ارسلان نے جھٹکے سے پہلو میں دیکھا جہاں نہ فون تھا نہ پرواز کی انفارمیشن والی ریڈ فائل۔۔

"فائل ؟؟؟۔" ارسلان نے پریشانی سے ادھر ادھر متلاشی نظریں دوڑائی جو کچھ تگ ودو کے بعد صوفوں کے پاس کھیل رہے ثوبان صاحب کی انڈر کسٹڈی نظر آیا۔ لیکن اپنی اصلی حالت میں نہیں بلکے ورق ورق قالین کی زینت بنے۔

"مما۔۔ مما۔۔ مما۔۔" ثوبان ایک پیپر لیئے صوفے کے سہارے کھڑا ہوا تھا۔ جو دیکھ ارسلان رو دینے کو تھا۔

"افففف ! اللہ یہ شہزادے سچ میں میرے دشمنِ اول ہیں، بہت دشمن دیکھے ہیں شہزادے ثوبان لیکن باخدا تم سا نہیں دیکھا۔۔" ارسلان وہیں پاس صوفے پر محو گفتگو تینوں سینئر علی برادران کو دیکھ پیشانی پر نمودار ہوئی ننھی ننھی پسینے کی بوندیں صاف کرتا ثوبان کو گھورتا عجلت میں اس طرف بڑھا۔

"ارے شہزادے آپ یہاں آئیں بھئی۔۔" اطہر صاحب نے مسکراتے ہوئے ثوبان کو اٹھا کر صوفے پر لیا۔ جس پر تینوں علی برادران مسکرا دئے تھے۔ یوں بھی علی ولا میں

برسوں سے کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا تو دوسرا اس بچّے میں ایک عجیب سی کشش تھی جو سب کو اس کی طرف کھینچتی تھی۔

"ارے! بھائی صاحب یہ کیا ہے؟؟؟؟۔منتہٰی نور پرواز، عمر چوبیس سال، فادر محمد رشید، مدر نور بانو، فیلڈ جرنلسٹ، ویلیج میرپور۔۔۔"انصار صاحب نے حیرانی سے اطہر صاحب کی گود میں پڑا پیپر اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔جس پر وہاں تک پہونچے ارسلان کے ہاتھ پیر پھولے تھے۔اس نے جلدی سے نیچے پڑے باقی کے تین پیرز فائل میں سمیٹا۔

"وہ۔۔وہ میرے ہیں چاچو۔۔"ارسلان نے حلق تر کرتے ہوئے ہاتھ آگے کیا۔جس پر تینوں بھائیوں نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"برخردار آپ نے کب سے رشتے والی خالہ کی جاب شروع کردی ہے؟؟؟؟۔"اطہر صاحب اپنے تھائے پر بیٹھے ثوبان کے دونوں ہاتھوں سے مڑوڑ کر چوس رہے پرواز کے بلیک کیپ اور بلیک ماسک سے ڈھکے چہرے والی تصویر لیکر اس کے آگے لہرائی۔

"وہ۔۔وہ۔۔ڈڈ۔۔ڈیڈ۔۔یہ۔۔یہ تو ایک۔۔ایک کیس کے سلسلے میں نکالا ہے۔۔"ارسلان نے تھوک نگلتے ہوئے فوراً تصویر ان کے ہاتھ سے لیکر فائل میں رکھی تھی۔

"اچھا؟؟؟۔؟اطہر صاحب مشکوک ہوئے۔

"جی بھائی صاحب ایک امپورٹنٹ کیس میں نے انہیں ہینڈل کرنے کیلئے دی ہے یہ اسی کی فائل تھی۔۔ہے نہ برخردار؟؟؟۔"اکبر صاحب کے بروقت بات سنبھال کر استفسار کرنے پر ارسلان نے زور زور سے سر ہلایا تھا۔

"گُڈ!اسے سنبھال کر رکھیں اور جتنی جلدی ہوسکے ہمیں تفصیل سے آگاہ کریں۔۔"اکبر صاحب کے حکم پر ارسلان فوراً اثبات میں سر ہلاتا اپنے کھلکھلا رہے دشمن پر ایک ناراض نظر ڈال کر وہاں سے نو دو گیارہ ہوا تھا۔

"اکبر تمہاری بے جا لاڈ پیار اور چھوٹ تمہیں مہنگی پڑ سکتی ہے،خیال رکھا کرو۔۔"اطہر صاحب کا اشارہ سمجھ اکبر صاحب نے صرف اثبات میں سر ہلایا تھا۔لڑکی کی انفارمیشن دیکھ انہیں حیرت تو ہوئی تھی لیکن میرپور کا نام انہیں مطمعین کر رہا تھا۔

"اللہ بچالے اس شیرنی نے تو میری جان ہی لے لینی ہے لیکن میں بھی کیا کروں، مجھے بھی یہ سب عجیب ضرور لگ رہا ہے لیکن سچ یہی ہے کی میں انکار نہیں کر سکتا، کیوں؟ اس سوال کا جواب تو خود میرے پاس نہیں ہے، شائد میں اپنی دوست شیئر نہیں کر سکتا اس لی ئے، یا شائد میں اپنی اکلوتی دوست کو کسی اور کی ملکیت کے طور پر قبول نہیں کر سکتا اس لی ئے، یا پھر۔۔یا پھر۔۔یا پھر نہیں معلوم بس میں دیبا کیلئے انکار نہیں کر سکتا۔۔۔" احان نے بے بسی سے دونوں ہاتھوں میں بال جکڑا۔

داابو کو واپس آئے آج تیسرا دن تھا اور آج وہ خود اس سے دیبا کے متعلق پوچھنے آئے تھے۔ جس پر اس نے جو آپ لوگ مناسب سمجھیں والا ڈپلومیٹیک آنسر دے دیا تھا۔ جس پر داابو آئم پراؤڈ آف یو کہ کر چل دئے تھے۔ اور اب وہ چھت پر جلے پیر کا بلاّ بنا کسی بھی وقت آکر پھٹنے والی آتش فشاں کو سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم، ایس پی صاحب اینڈ سوری فر دی لیٹ۔۔" دیبا نے چھت پر قدم رکھتے ہی اپنی سوچوں میں غرق دوست کی خدمت میں سلامتی کے ساتھ معذرت بھی پیش کیا تھا۔اور اس کی چہکتی آواز پر پریشان احان نے فوراًا اپنے چہرے کے تاثرات ٹھیک کئے تھے۔

"آئیں۔۔" احان فوراًکھسک کر جھولے کے بالکل کنارے پر ہوا۔

"یہ لیں اپنی کافی، اور اٹھائیں راز سے پردہ کی آخر اس کشادہ پیشانی پر گہری سوچوں کے جال کس سلسلے میں بنے گئے ہیں؟؟؟؟۔" دیبا نے کافی کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اطمینان سے استفسار کیا تھا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔۔" احان نے نظریں چرائی۔اگر ابھی تک بات دیبا کے علم میں نہیں آئی تھی تو اس میں احان کی بھلائی تھی ورنہ وہ ابھی اس کے پہلو میں بیٹھی اسے کافی آفر کرنے کے بجائے بی پی چیک کر رہی ہوتی۔

"غلط فہمی مجھے نہیں آپ کو ہو رہی ہے آپ جانتے ہیں میں آپ کو آپ سے بہتر طریقے سے جانتی ہوں، سو جلدی سے بتائیں الجھن کیا ہے؟؟؟۔۔ ویٹ! لیٹ می گیس وہ

محترمہ جس کے قریب نہ میرے دوست کو چین ہیں نہ دور آئم آر ائٹ ؟؟؟۔" دیا نے

آنکھوں میں چمک لیئے تائید چاہی۔

"آآآ۔۔ایسا کچھ نہیں ہے کون محترمہ ؟ کیسی محترمہ ؟؟۔اس کے اس قدر صحیح اندازے پر

ارسلان اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا گملوں کے پاس چلا آیا تھا۔

"وہی محترمہ جس نے میرے دوست کی راتوں کی نیند دن کا چین دل قرار چرا کر پہلا پہلا

پیار بن گئی ہے ،اب زیادہ ہچکچائیں نہیں بس جلدی سے موصوفہ کا پتا بتادیں باقی کا کام آپ

کی فرینڈ سنبھال لیں گی۔۔" دیا جلدی سے اس کے قریب آتی تیزی سے بولی۔دا ابو گھر

آگئے تھے اس سے پہلے کی بات آگے بڑھتی وہ احان والا معملہ آگے کر کے بڑوں کی سوچ

کو وہیں دفن کر دینا چاہتی تھی تا کے اس کی پوزیشن احان کے سامنے اکورڈ نہیں بنے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے دیا کوئی محترمہ موصوفہ نہیں ہے ،آپ فضول میں بال کی کھال نکال

رہیں ہیں۔۔" احان جز بز ہوا۔

"ایسا ہی ہے حان اور آپ فضول میں فوٹیج کھا رہے ہیں جلدی سے اتا پتا بتائیں تا کے گھر

میں ایک اور شہنائی بجے ، مطلب سوچیں کتنا مزہ آئے گا گھر میں دو دو ولیمے ہونگے ، میں

نے سوچ لیا ہے آپ کی بارات میں نے لازمی ڈانس کرنا ہے وہ بھی 'لو چلی میں اپنے حان کی بارات لے کے گانا گاتے ہوئے،۔۔" دیبا نے خیالی محل بنانے میں شیخ چلی کے قبر کو لات مارا۔

"آپ ایسے نہیں بتائیں گے میں جا کر پورے گھر میں بات پھیلا کر آتی ہوں پھر جب سارے بڑے انویسٹیگیشن کریں گے تو خود ہی آپ رٹو طوطے کی طرح سب فر فر سے بولنے لگیں گے۔۔" دیبا دو منٹ تک جواب کا انتظار کرتی مڑنے لگی تھی کے احان اس کا بازو جکڑا۔

"دیبا آپ بھی جلد بازی کی حد کر رہی ہیں یار، پوری بات جانیں بغیر خود ہی سب اخذ کر کے نتیجے تک پہونچ گئیں ہیں، ایک بار جان تو لیں کی میں نے جو فیلنگس آپ کے ساتھ شیئر کی ہیں وہ در حقیقت میں محسوس کس کے لیۓ کرتا ہوں، کم از کم اس انسان کا نام۔۔" احان اسے ہاتھ پر سر سو جمانے کو تیار دیکھ پریشانی سے بولا وہ اپنی دلی کیفیت سے پریشان تھا اس پر دیبا۔۔

"ہاہاہاہاہاہاہا۔۔اس میں جاننے جیسا کیا ہے حان ؟جب میں پہلے سے واقف ہوں کی وہ کوئی بہت ہی حسین و جمیل دوشیزہ ہے، ظاہر سی بات ہے بھئی اب ایس پی صاحب کی دھڑکنیں کانسٹیبل غفور کو دیکھ کر تو منتشر ہونے سے رہی۔ہاہاہاہا۔۔" دیبا نے اپنی بات کا خود ہی مزہ لیا تھا۔ جس پر احان نے لاحول پڑھا۔

"اچھا بابا ناراض نہیں ہوں بتائیں نام کیا ہے محترمہ کا؟؟؟؟" دیبا اس کی پریشان شکل دیکھ بولی۔

"نشوہ،ارسلان تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟؟؟؟"

"نشوہ ارسلان سیریسلی حان۔؟؟۔" دیبا نے برا منہ بنا کے اچنبھے سے احان کو دیکھا جو سامنے دیکھ رہا تھا۔اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو دونوں دانت نکالے چند قدم کی دوری پر نظر آئے۔

"تمہاری وجہ سے پکڑے گئے ہیں ہم موٹی بھاری بھرکم وجود کو چھپا نہیں سکتی تھی۔۔" ارسلان نے لبوں پر مسکراہٹ سجائے دانت پیس کر اسے دیکھا۔دونوں جیمس باؤنڈ کے شاگرد آئے تو جاسوسی کرنے تھے لیکن ایس پی صاحب کے نظروں میں آ گئے۔

"میری وجہ سے نہیں مچھڑ کی وجہ سے، تمہیں کیا ضرورت تھی مجھے گملے کے پیچھے چھپانے، تم کیا کم تھے جوان کم بخت مچھروں نے بھی آدھا خون چوس لیا۔۔" نشوہ ہاتھ کھجلاتی ہوئی دانت کچکچا کر بولی۔

"اگر غریبوں کا پیٹ بھر رہا تھا تو بھرنے دیتی کونسا ساتھ ستر کیلو خون میں سے ایک ڈھیر کیلو خون کم ہونے پر تم فوت ہو جاتی۔۔" ارسلان نے دبی دبی سرگوشی کی۔

"ہو گیا تم دونوں کا رازو نیاز اب بتاؤں ہماری جاسوسی کس سلسلے میں کر رہے تھے؟؟؟۔" احان نے کمر پر ہاتھ جماتے ہوئے بھاری آواز میں استفسار کیا۔

" ججج۔۔ جاسوی کیسی جاسوسی یار ہم تو بس چھت پر ہوا خوری کیلئے آئے تھے ہے نہ نشوہ؟؟؟۔"

"ببب۔ بالکل بھائی بھلا کوئی اپنے بھائی بہن کی جاسوسی کرتا ہے کیا، ہم تو ہوا خوری کیلئے ہی آئے تھے، دراصل میں اور ارسلان ہمہ وقت لڑتے رہتے ہیں جس سے سب پریشان ہیں تو سوچا کی چھت کی ہوا کی تاسیر سے شائد سدھر جائیں۔۔" نشوہ نے معصوم شکل بنائی۔

"بالکل ہم معصوم تو جاسوسی کے "ج" تک سے نابلد ہیں، ہم کیا جاسوسی کریں گے، چلو نشوہ ہم نیچے لڈو کھیلتے ہیں، آپ لوگ بھی آئیں ایک ایک گیم ہو جائے، ویسے بھی بڑوں نے کچھ امپورٹنٹ اناؤنس کرنا ہے۔۔" ارسلان نشوہ کا بازو تھامے نیچے کی طرف بڑھا۔ جس پر احان اور دیبا بھی اپنی بات درمیان میں چھوڑ کر ان کے پیچھے ہوئے۔

اور پھر ڈنر پر جو دھماکا دا ابو نے کیا تھا وہ احان کو تو نہیں لیکن دیبا کے چودہ طبق روشن کر گئے تھے۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں باری باری سب کو دیکھنے کے بعد احان کو دیکھا جو رغبت سے کھانے میں ایسے مصروف تھا جیسے یہ اس کی زندگی کا آخری کھانا ہو۔ کچھ دیر تو وہ ضبط کرتی بے یقینی کی سی کیفیت میں بیٹھی رہی پھر پلیٹ کھسکا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ جسے وہاں سب نے شرم سے ماخوز کیا تھا۔ بس احان اور تنزیلہ بیگم اس واک آؤٹ کی اصل وجہ سے واقف تھے۔ باقی سب بہت خوش تھے بس ارسلان اور نشوہ صدمے میں تھے۔

"ڈاکٹر آپ کا کیا خیال بڑوں کا یہ فیصلہ صحیح ہے مطلب احان بھائی اور دیبا

والا؟؟؟۔" حشام نے تسلسل سے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے واڈروب میں گھسی حبہ کی رائے چاہی۔

" بڑوں نے اگر اتنا بڑا فیصلہ لیا ہے تو لازمی کچھ سوچ کر لیا ہو گا۔۔۔" حبہ نے واڈروب میں گھسے ہی سادہ انداز میں جواب دیا۔

"میں نے آپ کی ذاتی رائے پوچھی ہے ڈاکٹر ورنہ میں بھی جانتا ہوں بڑوں نے بہت کچھ سوچ کر یہ فیصلہ لیا ہے۔۔" حشام نے سوال کو آسان کیا۔

"آپ کسی مرض یا میڈیکل سے متعلق سوال کرتے تو یقیناً میری رائے ٹھوس دلائل کے ساتھ کارآمد ہوتی، لیکن آپ نے رشتوں کے متعلق میری ذاتی رائے کی ڈیمانڈ کی ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کے یہ ایک چیز ہے جس میں ڈاکٹر حبہ بالکل کوڑی ہے، سو میرا کوئی ذاتی خیال نہیں ہے، کیونکہ میرا ماننا ہے جس بارے میں آپ کو علم نہ ہو اس میں رائے رکھنا حماقت ہے۔۔" حبہ سادہ انداز میں کہتی اپنا اور حشام کا کل پہننے والا ڈریس لے کر اسٹینڈ کی طرف بڑھی۔

اتنے دنوں میں کچھ نہیں لیکن وہ حشام کے کپڑے وغیرہ کا خیال رکھنے لگی تھی۔ وہ بھی مجبوری تھی ورنہ محترم تنزیلہ بیگم کو اٹھالاتے تھے۔

"ایسے کیوں کہ رہی ہیں ڈاکٹر۔۔" اس کی بات حشام کو بری لگی تھی۔ وہ کہاں سے کوڑی تھی علی وِلا کے ہر مکیں کے ساتھ اتنے بہترین طریقے سے پیش آتی تھی سارے نکازے نبھارہی تھی بس حشام سے اسے خدا واسطے کا بیر تھا۔

"بھئی ایسے اچنبھے سے کیا دیکھ رہے ہیں جیسے آپ ڈاکٹر حبہ کی پچھلی زندگی سے واقف نہیں۔" حبہ اسے خاموش نظروں سے خود کو دیکھتا دیکھ ہنس کر بولی۔ لیکن اس کی ہنسی حشام کو بالکل بناوٹی لگی تھی۔

"آپ جانتے ہیں مسٹر حشام کی ڈاکٹر حبہ کی زندگی ایک مشین کی طرح ہے جسے اگر میں پنّے پر اتارنا چاہوں تو ایک ورق بھی بہت ہو جائے گا، ایسا نہیں ہے کی ہر یتیم خانے میں پروش پایا وجود مجھ جیسا ہوتا ہے لیکن میں ہوں کیونکہ مجھے زندگی کی رنگیوں اور اپنی پہچان کی بیچ ایک کو چنّا تھا۔ اور میں نے ایک کو چُنا۔" حبہ سادگی سے کہتی آئل بوتل اٹھا کر بیڈ پر کھیل رہے ثوبان کے پاس چلی آئی تھی۔ اور اس کے سادہ لہجے میں چھپی محرومی محسوس

کر کے حشام کی لیپ ٹاپ پر چل رہی انگلیاں تھمی تھی اس رخ موڑ کر حبہ کو دیکھا جو ثوبان کی طرف متوجہ تھی۔

"ڈاکٹر کیا آپ نے کبھی اپنے رشتے داروں کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی؟؟؟"۔ حشام کچھ پل کی خاموشی کے بعد بولا۔ حشام کے سنجیدہ سوال پر ایک پل کو حبہ کے ثوبان کے پیروں کی مالش کر رہے ہاتھ رکے تھے۔ پھر واپس چلنے لگے۔

"اس کیلیئے تو پہلے مجھے اپنے والدین کا نام پتا نکالنا پڑتا نہ۔۔" حبہ ہلکا سا مسکائی۔

"کیا مطلب آپ اپنے والدین کا نام نہیں جانتی؟؟؟"۔ "حشام ورطہ حیرت میں مکمل اس کی طرف گھوم کر پوچھا۔ جس پر حبہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں! جنہوں نے آشیانہ میں میری پرورش کی تھی ان کا کہنا ہے کی کوئی مجھے فلمی سٹائل میں ٹوکرے میں یتیم خانے کے باہر لاوارث چھوڑ گیا تھا۔" حبہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"ویسے جب میں گیارہ سال کی تھی تب گرینی نے مجھے اڈوپٹ کیا تھا جو ایک بہترین ڈاکٹر تھی مجھے ڈاکٹر بننے کی انسپریشن انہیں سے ملی تھی، کیونکہ وہ بھی آشیانہ کا حصہ رہ چکی

تھیں، لیکن افسوس ہمارا ساتھ صرف چند مہینے کا تھا گرینی کو کوئی بیماری تھی جو جان لیوا ثابت ہوئی، اس کے بعد میں واپس آشیانہ چلی آئی، لیکن اب کے میرے پاس گرینی کے میرے نام لکھ پروپرٹی اور کچھ بننے کا جنون تھا، بس باقی قسمت نے ساتھ دیا اور میں یہاں تک پہونچ گئی۔۔" حبہ نے واقعی چند لائن میں اپنی پوری زندگی حشام آگے بیان کر دی تھی۔ جس پر حشام کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ خاموش نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے واپس لب کشائی کی۔

"ایسے ترحم بھری نظروں سے مجھے نہیں دیکھیں، مجھے اس سے سخت چڑ ہے، کیونکہ میں اپنی زندگی سے مطمعین ہونے کے ساتھ ساتھ اس پاک پروردگار کی شکر گزار ہوں کی اس نے مجھے مکمل بنایا ہے، مجھے ایک نام اور پہچان دی ہے، ورنہ روزانہ ہزاروں لوگوں کو لاوارث بے یارو مددگار سڑک کے کنارے دیکھ دل کانپ اٹھتا ہے کی اگر میں بھی یہاں ہوتی۔۔" حبہ ثوبان کو سلاتی برائے راست حشام کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ جس پر حشام کے من میں کیا سمائی کے اس نے آگے بڑھ کر اسے خود میں بھینچ لیا تھا۔ حبہ تو اس اچانک افتاد پر مزاحمت تک نہیں کر پائی تھی۔

"آپ کا پاسٹ پاسٹ تھا ڈاکٹر لیکن پریزنٹ آپ کے پاس ہر رشتہ موجود ہے، اسے محسوس کریں محرومی کے احساس کو کہیں دور چھوڑ آئیں۔۔" حشام نجانے کس جزبے کے تحت اسے تسلی دے رہا تھا۔ جب حبہ جھٹکے سے اسے خود سے جدا کرتی بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میرا پاسٹ ہی میرا پریزنٹ ہے اور میرا پریزنٹ ہی میرا فیوچر ہے، میں کل بھی اکیلی تھی میں آج بھی اکیلی ہوں اور کل بھی اکیلی ہی رہونگی، اور غلط فہمی ہے آپ کی کے میں محرومی کا شکار ہوں، ہاں! ان جزوقتی رشتوں کو محسوس کرنے کے بعد میں احساس محرومی کا شکار لازمی ہوسکتی ہوں، لیکن میں یہ ہونے دونگی۔۔" حبہ نے قطعت سے کہتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ جس پر حشام لب چبا کر رہ گیا تھا۔ جب حبہ خود ہی ماحول کی گمبھیر خاموشی کو زائل کرنے کے غرض سے گویا ہوئی۔

"ویسے ہمارا مدع کہیں سے کہیں پہونچ گیا، رائے تو نہیں لیکن میرا خیال ہے کی احان بھائی اور دیا ایک بہترین کپل ثابت ہوں گے کیونکہ ان کی انڈرسٹینڈنگ کمال کی ہے بن کہے وہ ایک دوسرے کا ذہن پڑھ کر سمجھ جاتے ہیں، پھر ان کے بیچ دوستی کے ساتھ احترام کا

مظبوط رشتہ بھی ہے، جو نیلم اور آپ کے بھائی کے درمیان تھا میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں وہ اگر آج ہوتے تو ایک مثالی کپل ہوتے، خیر باتیں بہت ہو گئی سوتے ہیں اب صبح کام ہے۔۔" حبہ سادہ لہجے میں کہتی واڈروب سے سادہ سوٹ نکال کر واش روم کی طرف بڑھی۔ پھر کچھ یاد آنے پر واپس مڑی تھی۔

"اینڈ مسٹر حشام مجھے جذباتی سہارے کی ضرورت کبھی نہیں پڑی، آئندہ خیال رکھئے گا پلیز۔۔" حبہ کا اشارہ اس کی ہگ کرنے کی طرف تھا۔ جس پر حشام نے کوئی ردعمل نہیں دیا تھا۔

"پریوار کسے اچھا نہیں لگتا مسٹر حشام خاص کر ایسے محبت سے گندھے لوگ، لیکن میں جذباتی ہو کر آپ سے یا ان سے کوئی رشتہ استوار نہیں کر سکتی، میں یہاں اپنا واحد رشتہ جیتنے آئی ہوں، اپنے ادھورے خواہشات محرومیوں کو پورا کرنے چلی تو آخر میں خسارہ میرا ہی مقدر بنے گا، کیونکہ اس طرح تو میں اپنے واحد سرمایہ کو بھی کھو دونگی آپ کے پاس ہزاروں رشتے ہیں آپ کو سنبھالنے کیلئے لیکن ڈاکٹر کے حبہ کے پاس ڈھونڈھنے سے بھی کوئی نہیں، کبھی کبھی تو خدا سے شکوہ کرنے کو دل کرتا ہے کی وہ ہم جیسے وجود کو دنیاں میں

بھیجتا ہی کیوں ہے۔" حبہ واش روم کے دروازے سے ٹیک لگائے وہیں بیٹھتی چلی گئی تھی۔ باہر کھوکھلی خود اعتمادی دکھا کر اپنے اندر کی توڑ پھوڑ کو چھپائے بامشکل واش روم میں بند ہوئی حبہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کے آنسوں چننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

کتنا عجیب کھیل ہے نہ بے قدروں کے پاس رشتوں کی بھرمار ہوتی ہے اور جو قدر کرتے ہیں انہیں محرومی کی مار پڑتی ہے۔

چلیں بہت دن ہو گئے آج اپنی شیرنی کی خبر گیری کرتے ہیں۔۔" ارسلان نے آنکھوں میں چمک لیئے فون میں دوسرا سم لگاتے ہوئے خود کلامی کی۔

توقع کے عین مطابق دوسرے ہی دن کمشنر اکبر کی عدالت میں اس کی پیشانی ہوئی تھی۔ لیکن مسئلہ کوئی نہیں ہوا تھا کیونکہ سالڈ کہانی جو تیار تھی انسپکٹر صاحب کے پاس۔ بڑی آسانی سے ارسلان نے کاٹ چھانٹ کر صرف کام کی بات کمشنر صاحب کے

علم میں لاتے ہوئے انہیں اپنے اعتماد میں لے لیا تھا۔اور اس قدر ذہانت اور دل جمعی سے کیس پر کام کرنے پر کمشنر صاحب نے اس کی پیٹھ بھی تھپتھپائی تھی۔ جس پر ارسلان نے اپنے خفیہ نکاح کا کمشنر صاحب کے علم میں آنے کے بعد ری ایکشن کو تصور میں لاتے ہوئے جھرجھری لی۔

"یقین کامل ہے شیرنی بھری پڑی ہو گی۔۔" سکرین پر شیرنی نام جگمگاتا دیکھ ارسلان نے خود کلامی کی تھی ان کی ملاقات کو آج دس دن ہو گئے تھے اور ارسلان آج اس سے رابطہ کر رہا تھا تو لازمی عزت افزائی ہونی تھی۔اور توقع کے عین مطابق مقابل کی جلی کٹی ارسلان کے کانوں میں رس گھول گئی تھی۔

"آپ کی اطلاع کیلیئے بتادوں مسٹر سو کالڈ سٹرینجر اگر آپ کے پاس فضول وقت ہے تو اس کا ہرگز بھی یہ مطلب نہیں ہے کی مقابل کے پاس بھی کوئی کرنے لائق کام نہیں ہے سوائے آپ کے فضول کی بونگیاں ملاحظہ کرنے۔۔" منتہیٰ تو جیسے بھری بیٹھی تھی۔ پہلی ہی بیل پر کال رسیو کر کے ارسلان پر برس پڑی۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے ارسلان کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی جو مسلسل سوئچ آف جا رہا تھا۔اس کے کال کے انتظار میں دیر رات تک

جاگ بھی رہی تھی کے کیا پتا کوئی نئی خبر کے ساتھ رابطہ کریں لیکن محترم تو جیسے بھول ہی گئے تھے۔

"محترمہ میں کونسا دن میں تین تین بار آپ کو کال کر کے تنگ کرتا رہتا ہوں جو آپ اس طرح برس رہیں ہیں مجھ پر، بھئی بزی تھا ہزاروں کام ہوتے ہیں میرے پاس ویلا تھوڑی ہوں۔۔" ارسلان نے اترا کے بتایا۔ جیسے محترم کے پاس سانس لینے کی فرصت نہیں ہو۔

"اگر آپ ویلے نہیں ہیں تو کیا میں یہاں ٹاور پر بیٹھی آپ کے فون کا انتظار کر رہی ہوں، میری بلا سے آپ بزی رہیں یا فضول، میں پہلے ہی بھی اپنے مقصد کیلئے کافی تھی اب بھی ہوں۔۔" پرواز نخوست سے بولی۔

"ہاہاہاہا۔۔ پھر میری کال کا اس بے صبری سے انتظار کیوں ہو رہا تھا؟؟۔" ارسلان نے قہقہ لگاتے ہوئے مقابل کو تپایا۔

"یہ غلط فہمی یقیناً آپ نے ابھی ابھی پالی ہے۔۔" پرواز تپ کے بولی۔

"جی آپ کے لہجے نے پالنے پر مجبور کیا ہے، ورنہ میں خاصا حقیقت پسند ہوں۔۔" ارسلان کہاں ہاتھ آنے والا تھا۔

"کوئی کام کی بات ہے آپ کے پاس یا بس بیوی نے شک کی بنا پر کمرے سے نکال دیا تو آپ بالکنی میں مچھروں کو اپنا خون چوسنے کی آفر کر کے خود میرا خون جلانے حاضر ہو گئے۔۔" پرواز جل کر بولی۔ وہ اچھے اچھوں کو لاجواب کرتی تھی یہ بندہ اس کی بولتی بند کر دیتا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔ میری بیوی تو خود اپنا خون جلا رہی ہے مجھے کیا غرض کسی کا خون چوسنے کی۔۔" ارسلان معنیٰ خیزی سے بولا۔ جو ہمیشہ کی طرف پرواز کے پلے نہیں پڑا تھا۔

"ویسے کام کی بات کرنے کیلئے ہی کال لگایا ہے ورنہ کوئی بیوقوف ہی شہد کے چھتّے میں سر ڈال کر سلامتی کی دعا مانگ سکتا ہے۔

"ویسے کام کی بات کرنے کیلئے ہی کال لگایا ہے ورنہ کوئی بیوقوف ہی شہد کے چھتّے میں سر ڈال کر سلامتی کی دعا مانگ سکتا ہے۔" ارسلان سائیڈ مرر میں دیکھ کر پیشانی کے بال سنوارتا ہوا واپس شرارتی ہوا۔

"آپ بہت زیادہ فنی ہیں اس میں کوئی شک نہیں، لیکن آپ صبح سات بادام کھائیں تاکے آپ کی یاداشت کا مسئلہ نہ ہو۔۔"پرواز سلگ کر قدرے تحمل سے بولی۔

"مطلب؟؟؟۔"ارسلان سیدھا ہوا۔

"مطلب یہ محترم کی ہم یہاں بہت امپورٹنٹ کیس ڈسکس کرنے بیٹھے ہیں کامیڈی شو نہیں چل رہاہے۔۔"پرواز نے تیکھے انداز میں یاددہانی کرائی۔ جس پر ارسلان نے برامنہ بنایا۔

"محترمہ آپ ضرورت سے زیادہ خشک مزاج ہیں(اللّٰہ جانے میرا مستقبل کیا ہوگا اتنے وردی والے جلاد کم تھے جو نصف بہتر بھی جذبات سے عاری بندی کو بنادیا۔)"ارسلان نے برامنہ بنایا۔

"تعریف کا شکریہ آگے بتائیں۔"پرواز رکھائی سے بولی۔

"جی! ہاں یوں تو چوہدری ہر قسم کے غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوس ہے لیکن آپ اس کے گاؤں کی ہیں تو آپ یہ بھی بہتر جانتی ہوں گی اس نے خواہ ڈرادھمکا کر طاقت کے بل بوتے پر ہی صحیح لیکن لوگوں کی نظر میں اپنا ایک بہت مظبوط اچھا امیج بھی بنارکھاہے جو

ہمیں کوئی مظبوط قدم اٹھا کر برائے راست اس کے گردن دبوچنے سے باز رکھے ہوئے ہے۔"ارسلان سنجیدہ ہوا۔

"جی بالکل یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے کی چوہدری سلیمان کتنا دوغلا منافق انسان اور انسانیت کے نام پر بدنما داغ ہے، غریب اس کی رعب و دبدبے فرعونیت کے آگے گھٹنے ٹیکے مجبور بیٹھا ہے تو اس جیسے حرام خور بے ضمیر اسکی دولت، شہرت، طاقت کی کھوکھلی بلند و بالا امارات کے فریب میں اس کے تلوے چاٹ رہا ہے، میرا بس چلے تو میں ایسی عبرت ناک موت دوں کی دنیاں دیکھے اور عبرت حاصل کرے کی انسانیت کو پامال کرنے والے فرعون کا انجام ہر دور میں ایک ہی ہے۔۔"پرواز کے لہجے میں نفرت کے شعلے بھڑکتے دیکھ ارسلان نے الجھ کر کان سے فون ہٹایا۔مانتا تھا کی وہ ایک ایماندار جرنلسٹ ہے اسے جرم سے نفرت ہے لیکن مجرم سے اس قدر نفرت یہ بات ارسلان کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن جانتا تھا وہ مقابل سے پوچھ نہیں سکتا۔

"اس کا انجام تو واقعی عبرت ناک ہوگا اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس قبل ہمیں اس کے خلاف ایسے پختہ ثبوت جمع کرنے ہونگے کی جھٹلائے غلط ثابت ہو، کیونکہ اس نے اب تک

اپنا ہر سنگین جرم اتنی صفائی سے کیا ہے اس کے خلاف مقدمہ چلنا تو دور کی بات کوئی ایف آئی آر تک کسی تھانے میں درج نہیں، ایسے کلین شیٹ پاور فل انسان کے خلاف ہر قدم اتنی مضبوطی سے جمانا ہو گا کی وہ اپنی ساری طاقت مجتمع کرنے کے بعد بھی ہمارے قدم نہ ڈگمگا سکے، مجھے تو حقیقت میں حیرت ہے کی اتنے گھٹیاں انسان کا اتنا صاف امیج ممکن کس طرح ہے۔۔"ارسلان نے سنجیدگی سے اسے اپنے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے آخر میں حیرت کا اظہار کیا تھا۔ جس پر پرواز کے ہونٹوں کو طنزیہ مسکراہٹ نے چھوا۔

"آپ حقیقت میں اتنے انجان اور معصوم ہیں یا ایکٹنگ میں مہارت رکھتے ہیں؟؟۔"پرواز نے کچھ توقف کے بعد سوال کیا۔

"مطلب؟؟؟۔"ارسلان نے اس کے عجیب سوال پر الجھ کے پوچھا۔

"مطلب یہ مسٹر سٹرینجر کی پولیس والوں اور پولیٹشنس کی توندیوں ہی باہر لٹکی ہوئی نہیں ہوتی ہے، یہ چوہدری جیسے حرام خوروں کی تلوے چاٹنے پر انعام میں ملی پہچان ہوتی ہے، یقین نہیں تو کبھی میرپور ٹول ناکے کا دورہ کر لیجئے گا دعوا ہے دوبارہ یہ سوال نہیں ہو گا۔۔"پرواز تمسخرے لہجے میں بولی۔ جس پر ارسلان نے مٹھیاں بھینچی تھی۔

"آپ چند رشوت خوروں کی بنا پر پورے ڈیپارٹمنٹ کو گالی نہیں دے سکتیں مس جرنلسٹ، ہزاروں وردی میں ملبوس بیٹے باپ بھائی اپنے فرائض کیلئے روزانہ جان کی بازی لگاتے ہیں۔۔" ارسلان سنجیدگی سے اسے ٹوک گیا تھا۔

"اور انہیں ہزاروں میں چند سو اپنی وردی کے ساتھ غداری کرتے ہوئے اپنی پاور کا ناجائز فائدہ اٹھا کر لاکھوں لوگوں کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔۔" پرواز نے واپس طنز کیا۔

"آپ کہنا چاہتی ہیں کی ان سو غداروں کی غداری کو وجہ بنا کر آپ ان ہزار وفاداروں کی ریاضت کو نظر انداز کر دیں گی؟؟۔" ارسلان نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔ آواز میں سختی خود بخود در آئی تھی۔ اس نے بچپن سے اپنے خاندان کے ہر فرد کو اپنی وردی کے ساتھ ہر حال میں وفا کرتے دیکھا تھا پھر وہ کیسے ایسے لفظ برداشت کرتا۔

"آپ ری ایکٹ تو ایسے کر رہے ہیں جیسے آپ سول میں ہوں۔۔" پرواز نے اس کی سنجیدگی پر چوٹ کیا۔

"حق بات کرنے کیلئے حقیقت میں تعلق ہونا لازم نہیں ہوتا۔" ارسلان نے جتایا۔ وہ ابھی اسے کسی قسم کے شک میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ جتنی محنت اس نے ان چند دنوں

میں اس کیس پر کیا تھا اس سے ایک بات تو صاف ہو گئی تھی کے پرواز کے بغیر یہ کیس رن نہیں کر سکتا۔اس کیلئے اسے اپنی پہچان چھپانی تھی۔

"خیر یہ بتائیں آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کی چوہدری کے خلاف کسی تھانے میں کوئی کیس درج نہیں؟؟۔"پرواز واپس مدعے کی طرف آئی۔

"آپ عام کھائیں گٹھلیوں میں کیا رکھا ہے۔۔"ارسلان نے اسے ٹالنا چاہا۔

"بہت کچھ رکھا ہے آخر عام کے ساتھ گٹھلیوں کی بھی قیمت ادا کی ہے۔۔"لفاظی جنگ میں تو دونوں کا ہی کوئی ثانی نہیں تھا۔

"میرے اپنے سورسیس ہیں بتایا تھا نا۔"ارسلان اس کی حاضر جوابی پر ہولے سے مسکراتا ہوا بولا۔

"ہممممم!کال کرنے کی کوئی خاص وجہ ابھی تک سامنے نہیں آئی۔۔"پرواز اسے ریلیکس دیکھ سوال کیا۔

"وجہ نہیں پلان ہے اور وہ میں آپ کو میل کر دونگا، انکار کی گنجائش نہیں ہے سو۔ میرا نہیں خیال آپ انکار کریں گی۔۔"ارسلان نے پہلے ہی سب واضح کر دیا تھا۔ جس پر پرواز نے آئی برو اٹھائے۔

"آپ مجھ پر اپنا فیصلہ تھوپ رہے ہیں؟؟۔"پرواز نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"جی! کیونکہ میں آپ کا باس ہوں۔۔"ارسلان نے شرارتی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے تصور میں شیرنی کے بھپرے ہوئے چہرے کو لانا چاہا۔ لیکن ہائے رے نصیب وہ تو محترمہ کی آنکھوں کے علاوہ کسی بھی نین نقش سے نابلد تھا۔

"ایکسکیوزمی!! میرا کوئی باس نہیں اس لیئے اپنی باس گیری اپنے جیب میں رکھیں، حد ہے خوش فہمی کی۔۔"پرواز نے نخوست سے سر جھٹکا۔

"آپ مانیں نہ مانیں محترمہ لیکن میں تو آپ کا باس ہوں، کیونکہ میں اس کیس کے ساتھ ساتھ آپ کے بارے میں بھی سب جانتا ہوں اور آپ میرا نام تک نہیں جانتی۔"ارسلان اترایا۔ جس پر پرواز نے آنکھیں گھمائی۔

"خیر میل کر دی ہے پڑھ لیں، پہلے چوہدری کو بجلی کا ہلکا سا جھٹکا دے کر اسے بوکھلانے پر مجبور کریں گے پھر تو یہ سب اس کی زندگی کا حصہ بن جائے آخر کب تک مقدر کا سکندر بنا جرم کی دنیاں کی تخت پر براجمان رہے گا۔۔"ارسلان واپس سنجیدہ ہوا تھا۔اول تو کمشنر اکبر کی طرف سے کیس کی رفتار بڑھانے کا اوڈر مل گیا تھا دوسرا ارسلان کا خود اب اس کیس میں انٹرسٹ پیدا ہو گیا تھا اپنی شیرنی کا جنون دیکھ۔

"اوکے ! پھر تیار رہئے گا چوہدری کے پہلے جھٹکے پر بوکھلاہٹ دیکھنے کیلئے خدا حافظ۔۔"ارسلان جانتا تھا اس کے بعد ہزاروں سوال ہونگے اس لیئے فوراً کال ڈراپ کر گیا تھا۔جس پر پرواز نے زور سے فون بیڈ پر پٹکتے ہوئے لیپ ٹاپ کھولا۔اور میل میں ارسلان کا پلان پر پڑھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑے تھے جو پھر بڑھتے ہی چلے گئے تھے۔

------------------،----------------------------

"ابو اتنی جلدی شادی وہ بھی بیٹی کی کیسے ممکن ہے ؟؟ ایسا نہیں ہو سکتا کی ہم نکاح ابھی

کرلیں رخصتی چند مہینوں کیلئے روک دیں۔۔ میرا مطلب پندرہ دن بہت کم ہے۔۔" تنزیلہ بیگم شادی کی پندرہ دن بعد کی تاریخ سن کر دھیمی آواز میں بولیں۔

"یہ کیا بات ہوئی بیٹا نکاح کا مطلب ہی شادی ہوتا ہے، پھر ایک گھر میں رہ کر رخصتی روکے رکھنے کی کیا تک بنتی ہے، اور یہ بیٹی والی کیا بات ہوئی بھلا بیٹی بھی آپ کی ہے بیٹا بھی آپ کا ہے میرے خیال میں تو پندرہ دن بہت زیادہ ہے آپ لوگوں نے کپڑے وغیرہ ہی کی تو شوپنگ کرنی ہے باقی فنکشن کے کام تو ہم سب سنبھال لیں گے کیوں اطہر۔۔" داابو نے انہیں سمجھاتے ہوئے اطہر صاحب کی رائے چاہی جس پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

سارے بڑے بشمول حشام آج شادی کی تاریخ رکھنے حال میں بیٹھے تھے جب داابو کی طرف سے فائنل کی گئی پندرہ دن بعد کی تاریخ پر تنزیلہ بیگم نے اعتراض بلند کیا۔ جس کی سراسر وجہ اس ایک ہفتے سے دیا کی مسلسل خاموشی تھی۔ ڈائینگ ٹیبل پر ہوئے انکشاف کے بعد انہیں پورا یقین تھا کی دیا احتجاج بلند کرے گی لیکن وہ خاموش تھی ضرورت سے

زیادہ ہی خاموش جو تنزیلہ بیگم کو بری طرف کھل رہی تھی اس لیئے وہ چاہتی تھی کے اسے کچھ وقت ملے نکاح کے بعد احان کو اس طرح قبول کرنے کیلیئے۔

"تنزیلہ تم بالکل بھی فکر نہیں کرو ہماری کپڑے اور جیولری کی شوپنگ ہی تو رہتی ہے وہ سب ہم تینوں حبہ اور دیبا کو ساتھ لیکر جتنے دن میں ہو مکمل کر لیں گے، کچھ رہ گیا تو بھی کوئی مسئلہ نہیں بعد میں ہو جائے گا، ویسے بھی کونسا دیبا نے رخصت ہو کر کہیں اور جانا ہے جو تم روایتی ماؤں کی طرح فکر مند ہو رہی ہو۔۔" تحسین بیگم نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ درست ہیں بھابھی لیکن نشوہ دیبا سے بڑی ہے تو میرا خیال ہے پہلے ہمیں اسے رخصت کرنا چاہیئے، ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔۔" تنزیلہ بیگم نے ایک اور جواز تراشا۔ وہ اپنی بیٹی کے تیور دیکھ گھبرائی ہوئی تھی۔ دیبا کی کسی بھی بیوقوفی کی بنا پر وہ احان جیسا رشتہ کھونا نہیں چاہتی تھی جبکہ دیبا نے صاف لفظوں میں انہیں کہا تھا کی وہ احان کو لیکر اس طرح سوچ بھی نہیں سکتی یہی بات انہیں اندر تک کھائے جا رہی تھی۔

"بھابھی یہ تو کوئی جواز ہی نہیں ہوا۔۔۔" سلیمہ بیگم مسکائی۔

"بالکل تنزیلہ یہ کیا آپ فضول کے بے بنیاد جواز لیکر بیٹھ گئیں ہیں۔۔"انصار صاحب ناگواری سے بولے۔

"نہیں انصار ایک حساب سے بہو بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے، لیکن بیٹا جس کا جب مقدر میں لکھا ہوتا ہے ہو جاتا ہے،اور ویسے بھی ہم نے کہا تھا کی ہم تب تک اپنی گھر کی بیٹیوں کو رخصت نہیں کریں گے جب تک وہ خود مختار نہیں ہو جائے گی، ہم انہیں ان ڈیپینڈنٹ اس لیٔے نہیں بنانا چاہتے کی وہ آفیسوں کے دھکے کھاکر اپنا نان نفقہ اٹھائے ہم انہیں سیلف میڈ اس لیٔے بناچاہتے ہیں کی کل اگر وقت پڑے تو وہ اپنے ذات کا وقار قائم رکھ کر دنیاں کے آگے بناڈگمگائے ڈٹ کر کھڑی رہیں،انہیں سہارے کی ضرورت پڑے لیکن جب وہ لڑکھڑائے تب نہیں جب مسکرائے کامیابی کے منازل طے کرے تب۔اور اس حساب سے ابھی دیبا سٹیبل ہے نشوہ نہیں۔۔"داابو نے رسان سے انہیں سمجھایا۔جس پر تنزیلہ بیگم چپ کر گئیں تھیں۔

" صحیح یاد کرایا ہے آپ نے ابو ایک سال ہو گئے ہیں اس لڑکی کو یونیوسسٹی سے فارغ ہوئے لیکن تب سے فارغ ہی بیٹھی ہے، کچھ کریں اس کا بھی۔۔"سلیمہ بیگم پریشانی سے

بولیں۔ وہ خود ایک نامی گرامی یونیورسٹی میں پروفیسر تھی اور ان کی خواہش تھی کے ان کی بیٹی بھی کچھ بنے کیونکہ ان کے خاندان میں ہر کوئی اپنی لائف میں سیٹل تھا۔ لیکن نشوہ تو نشوہ تھی کھانا اور جاسوسی یہ دو ہی کام محترمہ کو آتے تھے۔

"ڈونٹ وری پھوپھو میں آپ لوگوں سے اسی سلسلے میں بات کرنے یہاں آیا تھا، دراصل میرے آفس میں فینانس ڈیپارٹمنٹ میں ایک ویکنسی ہے تو مجھے لگا نشوہ کیلئے ٹھیک ہو گا۔ آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟؟۔" ارسلان نے سب کی رائے چاہی۔

"ہم نے کیا کہنا ہے بیٹا آپ نے سوچنا ہے نشوہ کو آفس وغیرہ کا کچھ علم نہیں پورا دن تو جینس باؤنڈ کی شاگرد بننے سے اسے فرصت نہیں ہوتی۔۔" سلیمہ بیگم خفگی سے بولیں۔ ایک ہی اولاد تھی ان کی لیکن افلاطون تھی پوری۔

"آپ فکر نہیں کریں پھوپھو سیکھ جائے گی۔۔" حشام نے انہیں اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔

"بس رافع صاحب مان جائیں۔" سلیمہ بیگم کو پریشان دیکھ آفر تو کر دیا تھا لیکن رافع کا بڑا مسئلہ تھا جو نشوہ کے نام سے توبہ کرتا تھا۔

احان آج شہر کے اعتراف گاؤں کے تھانوں کے دورے پر ہونے کی وجہ سے گھر لیٹ پہونچا تھا۔ حال میں محو گفتگو دادا ابو لوگوں سے کھڑے کھڑے سلام دعا کرتا شرٹ کے بٹن کھولتا ہوا ہی کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کیونکہ مسلسل کچّی سڑکوں پر جیپ سے سفر کرنے کی وجہ سے اسکے کپڑے دھول مٹی سے اٹ گئے تھے جو نفاست پسند احان کی طبیعت پر گراں گزر رہا تھا۔

"افففف! آج کا دن واقعی تھکا دینے والا تھا۔۔" احان آخری بٹن کھول کالر پیچھے کو سرکاتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جب کمرے میں ادھر سے ادھر مارچ کر رہی دیبا کو دیکھ دروازے میں ہی اس کے قدم ٹھٹھک کے رکے تھے۔ پچھلے ایک ہفتے سے دیبا اور اس کا سرسری سا ہی سامنا ہوا تھا کچھ وہ بھی مصروف تھا تو کچھ دیبا سے تفصیلی ملاقات سے اجتناب برت رہا تھا۔ وجہ واضح تھی ڈر تھا کی دیبا روبرو سوال نہ کر لے تو دوسرا اس کے انکار کا خوف تھا عجیب سی حالت تھی ان دنوں احان کی اچانک کسی اور حیثیت سے دیبا کو

قبول کرنا عجیب لگ رہا تھا تو اسکے خود سے دور ہونے کا سوچ کر ہی دلِ مضطرب واویلا کر رہا تھا۔

"تھنک گاڈ احان آپ آ گئے میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں چلیں جلدی سے نیچے سارے بڑے بیٹھیں ہیں آپ جا کر انکار کر دیں، بتا دیں انہیں کی ہم ایک دوسرے کو لیکر ایسا نہیں سوچ سکتے وی آر جسٹ فرینڈز۔۔" دیبا عجلت میں تیز تیز بولتی اس کے قریب پہونچ کر اس کا کسرتی بازو تھام گئی تھی۔

"کک۔۔کک۔۔کیسا انکار؟؟؟۔" احان کی سانسیں حلق میں اٹکی تھی۔

"کیا مطلب ہے کیسا انکار کیا آپ نہیں جانتے گھر والے ہم دونوں کو لیکر کتنا غلط سوچ رہے ہیں، اور آج تو حد ہی کر دی بنا ہم سے پوچھے نکاح کی ڈیٹ فائنل کر دی مجھے تو لگا تھا دادا ابو لازمی آپ کی اور میری رائے لینے آئیں گے لیکن یہاں تو، خیر کوئی نہیں ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ہم چلتے ہیں۔۔۔" دیبا اپنی کہتی احان کا بازو پکڑ کے مڑنے لگی تھی۔جب احان سرعت سے اپنا بازو آزاد کراتا بیڈ کی طرف بڑھا۔

"حان!!!۔" دیبا بے یقینی سے اپنا خالی ہاتھ اور نظر چرا کر آگے بڑھے اپنے دوست کو دیکھا۔

"حان کیا مطلب ہے اس کا؟؟؟۔" دیبا کڑے تیور لیۓ اس کے سر ہوئی جو ڈریسینگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"کس کا مطلب تلاش کر رہی ہیں آپ میری کچھ سمجھ نہیں آرہا، ہم کچھ دیر سے بات کرتے ہیں ابھی مجھے فریش اپ ہونا ہے۔۔" احان مکمل آئینہ میں سے بھی دیبا سے نظریں چراتا وا لیٹ گھڑی ڈریسینگ پر رکھ کر واش روم کو طرف بڑھنے لگا تھا۔ جب دیبا خطرناک تیور لیۓ اس کے راہ میں حمائل ہوئی۔

"اگر کچھ سمجھ نہیں آرہا تو مجھ سے نظریں کس سلسلے میں چرا رہے ہیں حان؟ مجھے دیکھنے گریز کیوں کر رہے ہیں؟؟ میرے روبرو آنے سے اجتناب کیوں برت رہے ہیں؟؟ مجھے اگنور کیوں کر رہے ہیں؟؟۔۔" دیبا اس ایک ہفتے میں اس کے ہر عمل کا نوٹس لیتی اس سے حساب مانگ رہی تھی۔

"احان اطہر علی کبھی دیا انصار علی کو اگنور کر ہی نہیں سکتا چاہ کر بھی نہیں، اس بات پر آپ سے زیادہ ایمان تو شائد ہی کوئی لا سکتا ہے۔۔" احان نے برائے راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا جہاں ہزاروں سوال تھے جس کا جواب کم از کم ابھی احان کے پاس نہیں تھا۔

"تو پھر اس سب کو روک کیوں نہیں رہے؟؟" دیا اس کی سچائی پر ایمان لاتی الجھ کر پوچھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کی اگر احان کسی کیلیئے اتنے خوبصورت جذبات رکھتا ہے تو پھر خاموش کیوں ہے۔ وہ تو اس لیئے خاموش تھی کے اس سب کو دیکھ احان کو اپنے جذبات کا صحیح سے ادراک ہو گا تب وہ خود ہی کوئی اسٹینڈ لیگا لیکن یہاں تو محترم بالکل سمندر کی طرف خاموش تھے جو دیا کو آج یہاں برائے راست بازپرس کرنے آنے پر مجبور کر گیا تھا۔ ورنہ وہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

"کیا سب؟؟؟۔" احان واپس رخ موڑ گیا۔

"حان آپ ابھی اور اسی وقت رشتے سے انکار کر رہے ہیں۔۔" دیا اس کے نظریں چرانے پر سیخ پا ہوتی اس کا بازو تھام کر رخ اپنی طرف موڑتی حکمیہ انداز میں بولی۔

"میں نہیں کر رہا انکار۔۔"احان ہولے سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جدا کرتا دھیمے لے پر بولا۔ جس پر دیبا نے اسے ایسے دیکھا تھا جیسے اس کے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

"ک۔۔ کیا کہا آپ نے ؟؟؟۔"دیبا کی آواز اس کے نظر چرانے پر لڑکھڑائی تھی۔

"یہی دیبا کی میں اس نئے جڑنے والے رشتے سے انکار نہیں کر رہا۔۔"احان اس کی حالت کا اندازہ ہونے کے باوجود مظبوط لہجے میں بولا۔

"کیوں ؟؟؟"دیبا اسکے اتنے صاف انکار پر اس سے چار قدم دور ہوتی تیز لہجے میں پوچھا۔

"آپ کیوں چاہتی ہیں کی ایسا نہیں ہو ؟؟؟۔"احان نے اب کے الٹا سوال کیا تھا۔ جس پر دیبا کا دماغ گھوما مطلب وہ محترم کی بھلائی چاہتی تھی اور وہ الٹا اسے آڑے ہاتھوں لے رہے تھے۔

"کیونکہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں ایس پی صاحب آپ کو نہیں خبر حیرت ہے آپ میرے بیسٹ فرینڈ میرے بنا کہے سب جان جاتے ہیں یہ راز نہیں لے پائے صد افسوس۔۔"دیبا طنزیہ بولی۔ لیکن اس کی طرف سے رخ موڑے کھڑے احان علی پر تو

معنوں سکتہ طاری ہو گیا تھا اس نے بے یقینی سے پلٹ کر اسے دیکھا جو سرخ آنکھوں سے اسے ہی گھور رہی تھی۔

"د د۔۔دیبا کیا فضول مذاق ہے یہ جھوٹ کیوں بول رہی ہیں۔۔" طویل خاموشی کے بعد احان کچھ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"کیوں مذاق کیوں ہے؟ اور میں جھوٹ کیوں بولوں گی بھلا، آپ کو جواز چاہیئے تھا انکار کا وہ مل گیا اب بس جائیں انکار کر آئیں۔۔" دیبا اسے اپنے طنز پر یقین کرتا دیکھ ایسا تو ایسا ہی صحیح سمجھ کر بنا غلط فہمی دور کیئے اسی لہجے میں بولی۔ یہ جانے بغیر کے اس کے الفاظ احان پر کیا حشر برپا کر رہے ہیں۔

"کون ہے وہ؟ وہ ڈاکٹر عاصم؟؟؟۔" احان نے سرخ آنکھوں سے جو دماغ میں پہلا نام آیا تھا اسی پر تصدیق چاہی۔ دل شدت سے دعا گو تھا کی وہ نفی کر دے لیکن دیبا کے اثبات میں ہلا سر احان علی کی آخری امید کی ڈور بھی ٹوٹ گئی تھی۔

"اب تو جا کر انکار کر آئیں اور لگے ہاتھوں دا ابو کو اپنی پسند سے بھی آگاہ کر دیں۔۔" دیبا اس کی حالت کا اندازہ لگائے بغیر کندھے اچکا کر بولی۔ جس پر احان مٹھیاں بھینچتے ہوئے دو قدم کا فاصلہ سمیٹتا اسے دونوں بازو سے تھامے پیچھے واش روم کے دروازے سے لگایا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی دیبا انصار علی کی میں ایسا کچھ کرونگا، پہلے تو پھر بھی شائد میں اس بارے میں سوچتا لیکن اب سوچنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے آپ نے، اس میں کوئی شک نہیں کی آپ کی ہر خواہش احان اطہر علی اپنا فرض سمجھ کر پوری کرتا ہے، لیکن ایک مقام ایسا ہے جہاں احان علی کیلئے آپ کی خواہش سے زیادہ کچھ اور اہمیت رکھتا ہے وہ ہے آپ سے دستبرداری، جب آپ ہسپتال سے لائی گئیں تھی محض تین دن کی تھی جب سے آپ میری ساتھی رہی ہیں آپ کے علاوہ احان علی نے کسی کو اپنے قریب بھٹکنے تک نہیں دیا دوستی تو بہت دور کی بات ہے، تو آپ سوچ بھی کیسے سکتی ہیں کی وہ آپ کی زندگی میں کسی اور قبول کر لے گا، ہر گز بھی نہیں اب تو یہ رشتہ ہر قیمت پر جڑ کر رہے گا چاہے آپ چاہیں یا نہیں۔۔" احان سرخ آنکھیں اس کے وحشت زدہ چہرے پر گاڑھے نیچی آواز میں غرراتا بہت کچھ باور کرا گیا تھا۔ دیبا تو بت بنی وحشت زدہ سی بس اپنے نرم مزاج کم گو سنجیدہ دوست کا یہ بالکل مختلف جنونی روپ دیکھ پتھرا گئی تھی۔

"اب جائیں، اپنے لہجے کی معذرت نہیں کرونگا کیونکہ میں منافق نہیں دل اس عمل کو برا نہیں کہتا تو منہ سے معافی کا کیا جواز بنتا ہے۔" احان نرمی سے اسے سائیڈ ہٹاتا دروازہ کھول کر واش روم میں بند ہوا تھا۔ جبکہ دیبا اب بھی وہیں پتھرائی کھڑی تھی۔ اس نے بس احان کو اکسانے کیلیئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی لیکن یہاں سب الٹا ہو گیا تھا۔ اسی لئے تو کہتے ہیں انسان کو اپنا ہر لفظ سوچ سمجھ کر ادا کرنا چاہیئے کیونکہ ادا ہوئے لفظ لوٹ کر نہیں آتے آتا ہے تو صرف مقابل کا ردعمل جو احان کا آیا تھا اور مستقبل میں آنے والا تھا۔

\-------------------------------

\--------------------

"بیس سال بیس سال سے یہ کام کر رہا ہوں آج تک میرا مال پکڑا جانا تو بہت دور کی بات کبھی کسی کو شک تک نہیں گزرا پھر میری ٹرک کی تلاشی کیسے ہوئی میرا کروڑوں کا مال پکڑا کیسے گیا؟ دیکھ انسپکٹر، انسپکٹر ہو گا تو اپنے تھانے میں چوہدری کیلیئے تو بس ایک زریعہ اس کے مال کو باحفاظت محفوظ مقام تک پہونچانے کا جس کا تجھے چوہدری تیری سوچ سے بڑھ کر چارہ ڈالتا ہے پھر یہ منجری کیسے ہوئی؟؟۔۔۔" چوہدری ٹیبل پر دونوں ہاتھ جمائے سامنے

خوف زدہ سے بیٹھے انسپکٹر پر جھکا پوچھ کم دھاڑ زیادہ رہا تھا۔اس کی غیض و غضب سے سرخ ہوئی آنکھیں اس پر دھاڑ انسپکٹر سہم کے اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"بکواس کر و ورنہ میرے بندے اپر کا ویزا بہت اچھا لگاتے ہیں جانتا ہے نہ ؟؟؟۔" چوہدری تمسخرے انداز میں بولا جس پر مقابل کی جان سوکھی تھی۔

"نن۔۔ نہیں چوہدری سرکار مم۔۔ میرا یقین کریں آپ کی ٹرکوں اور مال کا سن کر میں اپنے سارے کام چھوڑ کر ٹول ناکے پر پہونچنے نکلا تھا لیکن راستے میں کمشنر صاحب زبردستی مجھے لیکر اپنے آفس کیلئے نکل گئے میں نے۔۔۔" چوہدری کی دھاڑ انسپکٹر کے باقی کی صفائی حلق میں دم توڑ گئے تھے

"بکواس بند (گالی) حرام خوری کرتے ہو میرے یہاں اور دم ہلاتے ہو اپنے کمشنر کے آگے ،جانتا ہے تو تیری ذراسی کوتاہی کی وجہ سے زندگی میں پہلی بار چوہدری کے کڑوروں کا نقصان ہونے کے ساتھ اسے تھانے کے چکر لگانا پڑا ہے ایک دو ٹکے کے وردی والے کے آگے صفائی دینی پڑی ہے وہ تو شکر کر وقت پر منسٹر نے داؤ کھیل کر میرے پانچوں ٹرکوں کے ساتھ مجھے بھی شک کے گھیرے سے نکال کر ان پانچوں ڈرائیور کو حوالات

کے اندر کروایا، ورنہ تیری لاش کے چیتھڑے چیل کوؤں کو تک نصیب نہیں ہوتے۔۔۔" چوہدری کے سرد ٹھنڈے ٹھار انداز میں غررانے پر انسپکٹر صرف خشک لبوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تھا۔

"اب یہاں کھڑے کھڑے کیا اپنی قبر کھودنے کا ارادہ رکھتا ہے جا جا کر معلوم کر کون تھا جس نے چوہدری کے ٹرکوں کی تلاشی لیکر اپنے موت کا زریعہ تلاش کیا ہے؟؟ اور خبر پکی چاہئے مجھے کہیں کوئی جھول رہا تو دوبارہ یہاں آنے سے پہلے اپنی بیوی کو سفید چادر چڑھا کر آنا۔۔" چوہدری کے حکم پر انسپکٹر سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگا تھا۔ جانتا تھا تلاشی لینے والے کا نام لیکن زبان پر لا نہیں سکتا تھا کیونکہ اگر چوہدری جرم کی دنیاں کا بادشاہ تھا تو مقابل بھی انصاف کی دنیاں کا شہزادہ تھا۔

"ہو کون سکتا ہے؟ آخر ہوں کون سکتا ہے؟ میرے آدمیوں میں تو اتنی جرت نہیں کی میرے آگے سر اٹھالے منجری کرنا تو خیر بہت دور کی بات ہے، اور ان پولیس والوں کی اتنی اوقات نہیں کی مجھ سے آنکھیں ملا کر بات کر لے تو میری ٹرک پر ٹیڑھی نظر کیا خاک ڈالیں گے پھر کون؟۔۔ کون۔۔ ہاں وہ (گالی)۔۔" چوہدری اضطرابی کیفیت میں

ادھر سے ادھر ٹہلتا دماغ کے گھوڑے دوڑاتا اس منجر کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا جب یکایک جھماکا ہوا۔

آج صبح نو بجے ہی چوہدری کی اناج سے بھری ٹرک میں ہمیشہ کی طرح خفیہ طور چھپایا گیا کڑوڑوں کا مال پکڑا گیا تھا۔ بیس سال کے دورانیہ میں پولیس کی نظروں میں آیا یہ مال چوہدری کے دم پر لات رکھنے کی مترادف تھا۔ جس پر چوہدری بلبلا اٹھا تھا لیکن اسکی اپر تک پہونچ کی وجہ سے وہ بڑی آسانی سے اس سب سے نکل گیا تھا، کیونکہ پانچوں ڈرائیور نے پولیس کے سامنے اعتراف کیا تھا کی گوڈاؤن سے نکلنے کے بعد انھوں نے یہ مال اٹھوایا تھا۔ ان کی جھوٹی گواہی سے چوہدری تو کچھ وقت کیلئے بچ گیا تھا لیکن پولیس حرکت میں آگئی تھی۔ جو چوہدری کیلئے اچھی بات بالکل نہیں تھی اس لیئے وہ اصل منجر تک پہونچنا چاہتا تھا۔ جو اتنا آسان نہیں تھا۔ لیکن کلو اسے مل گیا تھا۔

"انور!"

"انور! کہاں جا مرے ہو حرام خور۔۔۔" چوہدری کے زور زور سے چلانے ور انور حواس باختہ سا انداز داخل ہوا تھا۔

"سلام سرکار۔۔"انور نے سر جھکا کر اپنی آمد کا پتا دیا۔

"اپنی سلاتی اپنے جیب میں رکھ اور بتاؤ اس گوڈاؤن میں گھسی (گالی) کا کچھ پتا چلا کی نہیں، مجھے پورا یقین ہے اس منجری کے پیچھے وہی ہے۔۔"چوہدری بھپرے شیر کی طرح چکر کاٹتا پریقین انداز میں بولا۔ جس پر انور نے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"سرکار اس نے سب اتنی صفائی سے کیا کی پیچھے کوئی سراغ ہی نہیں چھوڑا یہاں تک کی قدموں نشان تک نہیں ملے اس کے، اور گاؤں سے معلوم کرنے پر بھی کوئی نیا شخص بھی ان دنوں یہاں دیکھا نہیں گیا، میں پچھلے ایک مہینے سے اسی تلاش میں ہوں لیکن۔۔"انور نے بس سر جھکا دیا تھا۔ جب چوہدری چلتا ہوا اس کے سر پر پہونچ کر اس کا کالر دبوچا۔

"لیکن تجھے کچھ معلوم نہیں ہوا ہے نہ؟؟۔"چوہدری کے سرد انداز میں انور کی پیشانی پر خوف کے مارے پسینے کی بوند نمودار ہوئی تھی۔ کیونکہ چوہدری کا ایسا رویہ خطرے کی گھنٹی ہوتی تھی۔

"پھر تو تجھے اس (گالی) کا بھی کوئی خبر نہیں ہوگا، یقیناً میرے عزیز جان بھانجے کو بھی تو نے اس کا جنت رسید ماں باپ تک نہیں پہونچایا ہوگا ہے نہ ؟؟؟۔" چوہدری اس کے کالر پر اپنی پکڑ کمزور کرتا بڑے آرام سے سوال کر رہا تھا جو انور کیلئے بالکل ٹھیک نہیں تھا۔

"اس کا معلوم ہو گیا ہے سرکار لیکن ایک مہینے کے قریب سے وہ بچہ اس ڈے کیر سینٹر پر نہیں لایا جا رہا ہے اور اس ڈاکٹر کا فلیٹ بھی مقفل ہے، میں خود کئی بار وہاں گیا ہوں۔۔" انور منمنایا۔

"اور وہ ڈاکٹر کہاں مقفل ہے ؟؟؟۔" چوہدری نے اب کے مکمل اپنے ہاتھ انور کے گریبان سے ہٹالی ئے تھے۔

"ہہ۔۔ ہسپتال میں آآآآآ۔۔۔۔۔" چوہدری کی گن سے نکلی گولی انور کے بازو کو چیرتی ہوئی پیچھے دیوار میں جا کر پیوست ہوئی تھی۔ اور پورا کمرہ انور کی دل خراش چینخ سے گونج اٹھا تھا۔ جس پر چوہدری کے چہرے کا سکون دیکھنے لائق تھا۔

"اب تجھے خود علاج کی ضرورت ہے تو مجھے یقین ہے تجھے یاد رہے گا کی چوہدری کو اس ڈاکٹر کے ساتھ اس (گالی) کی موت خبر سننی ہے ورنہ مجبوراً تیری چینخ سے کام چلانا

پڑے گا مجھے۔۔" چوہدری پسٹل سائیڈ پر رکھ کر نیچے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر درد سے دو بھر ہو رہے انور کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ جس پر انور نے سرخ چہرے کے ساتھ صرف سر ہلایا تھا۔

"یہ ڈاکٹر آخر اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے ڈیڈ مجھے ضدی ہٹ دھرم کہتے ہیں شائد انہوں نے اپنی بہو کی ہٹ دھرمی ابھی تک ملاحظہ نہیں کیا ہے۔۔" ارسلان غصے سے فون سامنے ٹیبل پر پٹختا ہوا اونچی آواز میں بڑبڑایا۔ جب گلاس ڈور کھول کر رافع اندر داخل ہوا تھا۔

"کیا ہوا دلہے راجہ شادی کو ایک مہینہ نہیں ہوا ہے ولیمے میں پانچ دن باقی ہے اور پیشانی پر شکنیں ایسی ہے جیسے چار بچوں کے بعد ہم مرد حضرات کی ہوتی ہے۔ کوئی مسئلہ ہے تو بتا لیکن اس طرح دکھی آتمامت بن مطلب پانچ دن بعد ولیمہ ہے تیرا کر مووی میں تیری سات دن کی باسی سڑی ہوئی شکل دیکھ آنے والے علی جنریشن ڈر جائیں گے۔۔" رافع شوخی سے بولتا ہوا احشام کے سامنے رکھی چیر پر ٹک گیا تھا۔

"کہیں بنا ہی نہ لے محترمہ میرے ساتھ مووی۔۔" حشام نے برا منہ بنایا۔

"کیا ہو گیا ہے یار کیوں ایسے برے برے منہ بنا رہا ہے؟؟" رافع اس کی شکل دیکھ سیدھا ہوا۔

"ہونا کیا ہے محترمہ نے جو قسم اٹھائی ہی کی دنیاں چاہے ادھر کی ادھر ہو جائیں انہوں نے میری بات سے انحراف ہی کرنا مجھے سب کی نظر میں مشکوک ہی کرنا ہے وہی کر رہی ہیں اور کیا؟؟۔" حشام نروٹھے پن سے کہتا یوں ہی سامنے رکھی فائل اٹھا کر گردان کرنے لگے۔

"اوۓ! بھائی میرے غور سے دیکھ مجھے، میں کوئی ساس نہیں ہوں تیری جو تو نخریل داماد بنا بیوی کی شکایتیں لگا کر ہمدردی بٹورنے بیٹھ گیا ہے چپ چاپ سے بتا مسئلہ کیا ہوا ہے بھابھی سے کوئی جھگڑا وغیرہ ہوا ہے تو بتا دوں میں بھابھی کے سائیڈ ہوں کیونکہ جھگڑا بلاشبہ تیری طرف سے شروع ہوا ہو گا وہ تو بھلی مانس کیا تجھے کچھ کہے گی۔۔

"کوئی جھگڑا وغیرہ ہوا ہے تو بتادوں میں بھابھی کے سائیڈ ہوں کیونکہ جھگڑا بلاشبہ تیری طرف سے شروع ہوا ہوگا وہ تو بھلی مانس کہاں تجھ جیسے اڑیل گھوڑے سے سر پھوڑے گی۔۔"رافع نے غدار دوست کے سارے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے ہوئے سارا ملبہ حشام پر ڈال کر ہری جھنڈی دکھائی۔

"شرم تو تجھے ذرا نہیں آئی یوں منہ پر اپنے بچپن کے دوست سے بے وفائی کرتے ہوئے۔"حشام نے اپنی سیٹ سے کھڑے ہوتے ہوئے اسے شرم دلانی چاہی جو شیشے کے ٹیبل پر فائل گول گھماتے ہوئے چکنا گھڑا بنا ہوا تھا۔

"اور تیری اطلاع کیلیئے بتادوں کوئی بھلی مانس نہیں ہے وہ ڈاکٹر اعلیٰ درجے کی جیلس بندی ہیں، بلکے ایک نمبر کی کھڑوس، لیڈی ہیٹلر اپنی چلانے والی تیکھی مرچی ہے جو جب بھی زبان کھولتی ہے میری مخالفت کیلیئے ہی کھولتی ہے، اور اللہ بہتر جانتا ہے محترمہ کڑوا تو اتنا بولتی ہیں کی کڑیلا اور نیم کو ملا کر جوس بنایا جائے تو موصوفہ کی زبان کا مقابلہ نہ کر پائے، خدا جانے میری ہر بات سے انحراف کر کے ڈاکٹر کو کتنے نوافل کا ثواب ملتا ہے۔"حشام تو جیسے بھرا بیٹھا تھا بس رافع کے پوچھنے کی دیر تھی پھٹ پڑا۔

"ایسے منہ کھول کر کیا دیکھ رہے ہو کوئی غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا، میرا لفظ لفظ سچائی میں ڈوبا ہوا ہے تیری طرح اکیسویں صدی کا پہلا اور آخری جھوٹ بھلی مانس نہیں بول رہا۔۔" حشام رافع کو ورطہ حیرت میں منہ کھولے آنکھیں پھاڑے خود کو تکتا دیکھ اپنی سچائی کا یقین سونپا۔

"ماشاءاللہ ماننا پڑے گا بھائی ایک مہینے میں اتنی ترقی کرلی تو نے کی آج تو بھابھی کے خوبصورت اوصاف پر ایک کتاب لکھ سکتا ہے، اپنے جگر کی اس خوبی کا تو مجھے خبر ہی نہیں تھا، نوٹ بیڈ یار۔۔" رافع نے باضابطہ گھوم کر حشام کے سائیڈ آتا اس کی پیٹھ تھپتھپائی تھی۔ جس پر حشام اسے بس گھور کر رہ گیا۔

"ویسے سچ سچ بتا یار بھابھی نے اس ایک مہینے میں تجھے گھانس نہیں ڈالی اس لیے اُکھڑ اُکھڑا ہے نہ تو؟؟۔" رافع نے ٹیبل پر جھک کر شرارتی انداز میں رازداری سے پوچھا۔

"جانتا ہوں تجھے کوئی اگنور کرے یہ تجھ سے برداشت نہیں ہوتا، لیکن جانے دے یار چِل کر کوئی نہیں ہوتا ہے، کبھی کبھی زندگی میں انسان کو کچھ اپنی عادت کے خلاف بھی فیس

کرنا پڑتا ہے، خیر اب جب تو مظلوم عوام کی فہرست میں شامل ہو ہی گیا ہے تو ایک راز بھی جان لے بندہ باہر کتنا بھی شیر کیوں نہ ہو بیوی نامی مخلوق اسے زیر کر ہی دیتی ہے، غم نہیں منا سُپر مین سے لیکر پرائم منسٹر تک سب بیوی کے آگے بھیگی بلی ہیں، پھر تو کونسے کھیت کی مولی ہے۔۔" رافع نے اسی رازداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دانست میں حشام کو بڑی پتے کی بات بتائی تھی۔ جس پر حشام دانت پیس کر رہ گیا۔

" دنیاں کے سارے ہی دوست اتنے بے غیرت، لعنتی، ہرجائی ہوتے ہیں یا میں واحد بد قسمت ہوں ؟؟؟۔۔" حشام اسے آنکھوں سے سالم نگلنے کا ارادہ لیئے سوال کیا۔

" مخلص دوست ہوں مفید مشورہ دے رہا ہوں، جس میدان میں جیتنے کی کوئی امید ہی نہ ہوں وہاں کا امیدوار بننا احمقانہ فیصلہ ہے۔۔" رافع نے بڑے بزرگ کا انداز اپنایا۔

" تو ایسا کر پہلی فرصت میں دفع ہو جا یہاں سے، اس ڈاکٹر نے کیا کم خون جلایا ہوا ہے جو تو بھی ڈریکولا بنا گھس آیا ہے فوراً اپنے کیبن میں دفع ہو۔۔" حشام کڑے تیور لیے اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"اوۓ! بھائی ذرا ہولا ہاتھ رکھ، ہوگا تو یہاں کا بوس لیکن سینئر میں ہوں یہاں تیرا، فینانس ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہوں تیری سیلری رکوا سکتا ہوں، اس لیے شرافت سے اپنی جگہ ٹک کر بیٹھ۔۔" رافع نے اپنے سینئر ہونے پر اترا کر مقابل کی تیز تراری ہوا کی۔ جس پر حشام مٹھیاں بھینچتا واقع اپنی جگہ ٹک گیا۔

"ہاں! تو میری روٹھی ہوئی محبوبہ دُکھی آتما غم زدہ بھٹکتی روح بتا کیا مسئلہ ہوا ہے؟؟؟۔" رافع نے پچکارتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

" کھینچ لی میری ٹانگ، ہو گئی تسلی، اب بتا میں اس ڈاکٹر کا علاج کس طرح کروں؟؟۔" حشام لب بھینچے اسکی مسکراہٹ دیکھ تپ کر پوچھا۔

"پہلے مسئلہ تو بتا یار؟؟۔" رافع کے سوال پر حشام کنپٹی مسلتا اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

" دیکھ تو جانتا ہے اس شادی پر جہاں سب نے کھلے دل سے رضامندی دی ہے وہیں مام اپنے بہت سے خدشات کو وجہ بنا کر اب تک ناراض ہیں، اس پر آۓ دن یہ ڈاکٹر اس رشتے سے لاتعلقی برتتے ہوئے انکے شک پر تصدیق کا مہر لگاتی جا رہی ہیں، پہلے ہماری نکاح کی شوپنگ پر جانے سے انہوں نے انکار کیا، تب میں نے اور چاچی نے بات سنبھال

لی، لیکن اب پھر ولیمے کی شوپنگ میں ان کی عدم دلچسپی مام کو مزید شک میں مبتلا کر رہی ہے کی واقعی یہ ایک ابنارمل رشتہ ہے جو جوڑا تو جا سکتا ہے لیکن ساری زندگی نبھایا نہیں جا سکتا، یار پچھلے دس بارہ دنوں سے گھر کی خواتین بازاروں میں خوار ہو رہی ہیں لیکن مجال ہے جو محترمہ کسی ایک دن محض دکھاوے کیلئے ہی صحیح ان کے ساتھ ہوئی ہوں، اس پر آج جب چاچی اور بڑی ماما کی مشترکہ حکم پر میں نے انہیں ساتھ برائیڈل ڈریس لینے چلنے کو کہا تو پھر وہی ہٹ دھرمی مجھے نہیں جانا کچھ بھی لے لیں مطلب کی حد ہے۔۔" حشام مسلسل ادھر سے ادھر چکر کاٹتا اپنی کھولن نکال رہا تھا جب رافع نے پانی سے بھرا گلاس اس کے آگے کیا۔

"حوصلہ کر اور پانی پی یہاں بیٹھ پہلے۔۔" رافع نے اس کا بازو تھام کر آفس میں موجود صوفے پر بیٹھایا۔

"نہیں یار اگر محترمہ میرے ساتھ چلے جائیں گی تو کونسا گناہِ عظیم ہو جائے گا، اب تو ہی بتا کیا جواب دونگا میں گھر جا کر سب کو؟؟۔" حشام ایک سانس میں پورا گلاس خالی کرتا واپس پیشانی پر سلوٹیں لئے رافع کو دیکھا۔

"سمپلی کہدے بھابھی کے ہسپتال میں اچانک ایمرجنسی یا پھر کوئی امپورٹنٹ آپریشن آگیا تھا اس لیئے تم لوگ نہیں جا پائے لہذا چاچی لوگ خود ہی یہ کام سرانجام دے لیں۔۔"رافع نے کچھ سوچ کا صلاح دیا۔

"آپریشن ہے کوئی اجتماعی نکاح پروگرام نہیں جو سب لائن میں کھڑے ہو کر لائف کا ایک اہم ٹاسک ختم کر جائیں،اور نہ ہی پورے شہر میں حیات ہسپتال اکلوتا ہوسپٹل ہے علاج کیلئے اور حیات ہوسپٹل میں ایک ہی قابل ڈاکٹر،ڈاکٹر حبہ بچی ہوئی ہیں سمجھ آرہی تجھے، محترمہ روزانہ گھر والوں کو یہی گولی دے رہی ہیں میرے گھر والے پاگل نہیں ہیں،سب سمجھ آرہی ہے ان کے اور بہت جلد مام نے مجھ سے اس معملے بازپرس کرنی ہے۔"حشام نے جل کر مطلع کیا۔کیونکہ تنزیلہ بیگم کی تفتیشی نظریں وہ کچھ دنوں سے خود پر کچھ زیادہ ہی محسوس کر رہا تھا۔

"بات تو واقعی تشویش ناک ہے لیکن تو جو چاہے گا کی بھابھی اپنی ستائیس سال سے جیتی آرہی لائف سٹائل کو ستائیس دن میں بدل کر اس سب کو کھلے دل سے قبول کرلے یہ اتنے کم عرصے میں ممکن نہیں،اور پھر بھابھی کے خدشات،احتیاط، تجھ سے اور اس رشتے

سے اجتناب سب اپنی جگہ بالکل درست ہے، تو ہی سوچ وہ کس بنا پر تیری اور تیری فیملی کی طرف سے کی گئی عنایتوں کو آگے بڑھ کر کھلے دل سے اپنا حق سمجھ کر قبول کرے، کس طرح جڑا ہے تمہارا رشتہ؟ محبت ہے؟ فیملی انوالو تھی؟ دوست تھے تم دونوں؟ یا کوئی وجہ بنی تمہارے درمیان اس رشتے کے قیام کی؟۔" رافع نے بولتے ہوئے نظر اٹھا کر خود کو عجیب نظروں سے دیکھ حشام کو دیکھا۔

"تمہارا رشتہ بڑے انوکھے ان چھوئے انداز میں جڑا ہے یار، مطلب اس نفسا نفسی کے دور میں کون ایسے بے غرض لوگ ہوتے ہیں جو اپنی ذات و خواہشات کو پڑے رکھ کر کسی اور کیلئے زندگی جئے، تیری زندگی میں بھابھی کا داخلہ تیری احتشام بھائی سے عشق کی حدوں کو چھوتی محبت کی وجہ سے ہوئی ہے تو دوسری طرف بھابھی تجھ سے اپنی زندگی کے واحد رشتے سے عشق کی بنا پر جڑی ہیں، تم دونوں نے یہ رشتہ اپنے لیئے نہیں جوڑا ہے یہ رشتہ تمہیں تمہارے انتہا کی عشق کی سوغات میں ملا ہے،اس لیئے بھابھی کو وقت دے سب سمجھنے اور قبول کرنے کیلئے افراتفری میں سب برباد مت کر،انہیں سمجھ انہوں نے اب تک ہر جزبے سے عاری مشینی زندگی جی ہے،اب اچانک سے اتنے محبت کرنے والوں کے بیچ ان کا بوکھلانا متوقع ہے۔۔" رافع نے رسان

سے سمجھاتے ہوئے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ جس پر حشام خاموشی ہی رہا تھا۔ کیونکہ کنٹریکٹ والی بات تو اس نے رافع سے بھی چھپائی تھی اسے پتا لگ جاتا تو رافع نے لازمی اسکی کٹ لگانی تھی۔

"اور ویسے بھی بھابھی جتنی سمجھدار ہیں بہت جلد سمجھ جائیں گی بس تو حوصلہ کر۔" رافع اسے خاموش دیکھ مزید بولا۔

"سمجھدار؟؟؟؟۔" حشام نے رخ موڑ کر آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا ان کی سمجھدار اور گریس فل پرسنالٹی کی وجہ سے ہی تو پہلی نظر میں وہ مجھے پسند آ گئی تھی آااا۔۔" رافع نے مسکرا کر کہتے ہوئے پیچھے صوفے کو ٹیک لگایا جب حشام نے بنا پلٹے اسکی گردن پر اپنی کہنی رکھی تھی۔ جس پر بیچارہ کراہ اٹھا تھا۔

"کیا بکواس کی تو نے؟؟؟۔" حشام نے اس کی آہ و پکار کی پرواہ کئے بغیر کرخت لہجے میں استفسار کیا۔

"اہ! ظالم انسان چھوڑ دے پسند پسند میں فرق ہوتا ہے، میری الگ والی پسند تھی، بھابھی ہے میری قابل احترام ماں جیسا مقام ہے ان کا۔۔۔" رافع بامشکل بڑھتے دباؤ کو برداشت کرتے ہوئے بولا۔

" قابل احترام تک ٹھیک ہے، کوئی اماں نہیں ہے وہ، تجھ جیسے سانڈ سے پانچ چھے سال چھوٹی ہی لگتی ہے۔۔" حشام بالوں کو سیٹ کرتا اسے ٹوک گیا تھا۔ آنکھوں کے پردے پر ظالم ڈاکٹرنی کا نازک سراپا لہرایا تو ہولے سے مسکرا دیا۔

بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں
دل کی بربادی کے آثار نظر آتے ہیں۔

"ہائے! ایسی بات ہے لالے کی جان بہت جلد حالات خراب ہونے والے لگتے ہیں تیرے۔۔۔" رافع اسکے گلے میں بازو حمائل کرتا معنی خیزی سے بولا۔ جس پر حشام خجل ہوا تھا۔

"بکواس نہیں کر جا کر کچھ کام کر۔۔" حشام اس کا بازو جھٹک کر خود سے بھی نظر چراتا واپس چیر کی طرف بڑھا۔

"میں تو کوئی کام کرہی لونگا پیارے، لیکن تیرے جلد نکما ہونے کے آثار نظر آرہے ہیں مجھے، یہ سوغاتِ عشق، عشق کی لازوال کہانی لکھنے والی ہے لگتا ہے۔۔" رافع نے جان لیوا مسکراہٹ کے ساتھ پیش گوئی کی۔

"تو جاتا ہے کی نکالوں جوتا۔۔" حشام اسکی بکواس پر نیچے جھکا جب رافع فوراً وہاں سے دفع ہوا تھا۔

" تحمل سے بات کرنا گھر جا کر بھابھی سے مان جائے گی۔" رافع دروازے سے منہ نکال کر مشورہ دیا۔

" تحمل سے ؟ میں کونسا توپ بارود لیکر بات کرتا ہوں، ہنہ ! ہیٹلر کی جانشین۔۔" حشام تصور میں حبہ کا سنجیدہ چہرہ لاتے ہوئے سر جھٹک واپس کام کی طرف متوجہ ہوا۔

"لیکن شوپنگ تو وہ میرے ساتھ چلیں گی یہ طے ہے۔۔" حشام واپس بڑبڑایا۔

شام کا وقت تھا علی وِلا میں شادی کے دن قریب ہونے کی وجہ سے الگ ہی رونق لگی ہوئی

تھی۔ کچھ قریبی رشتے داروں کی قبل از وقت شرکت کی وجہ سے گھر میں عام دنوں کے مقابل کچھ زیادہ ہی گہما گہمی تھی۔ ابھی تمام خواتین حال میں اپنی شوپنگ بکھیرے کپڑے جیولری اور دیگر آرائش وزیبائش کی چیزوں پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ پاس حبہ ثوبان کو لیے نشوہ لوگوں کے ساتھ خاموشی بیٹھی تھی۔

" بھئی ماننا پڑے گا تحسین تمہاری پسند کو ایک سے ایک جوڑا اٹھایا ہے، اور نکاح والا تو ماشاءاللہ دیبا پر بے انتہا جچے گا۔۔" ہلکے پیازی کے رنگ کے بھاری کامدار لہنگے کا جائزہ لیتے ہوئے ایک رشتے دار آنٹی نے دیبا کو دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔ جس پر نا چاہتے ہوئے بھی دیبا کے گال دہک اٹھے تھے۔ اس نے چور نظروں سے آس پاس دیکھا سب کو اپنی طرف متوجہ دیکھ گلابی رنگت میں کچھ اور سرخی گھلی تھی۔ جسے دیکھ سب کا چھت پھاڑ قہقہ ابلا تھا۔

اس دن کے بعد دیبا نے دوبارہ نہ احان کا سامنا کیا تھا اور نہ ہی اس نئے جڑنے والے رشتے پر کسی قسم کا احتجاج بلند کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کی وہ اس نئے بننے والے رشتے کو قبول کر چکی تھی۔ اس کے اندر کا خناس ابھی بھی جوں کا توں تھا۔ مقفل لب کی وجہ تو احان کا وہ جنونی

روپ تھا جو اس نے اپنی چوبیس سالہ زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ جو اسے اندر تک سہما گیا تھا۔ بس اسی خوف کے زیر اثر وہ بنا چوں چراں کئے شوپنگ وغیرہ میں حصہ لیتی جا رہی تھی۔

"کیا بات ہے بیسٹ فرینڈ کے نام پر بلش کیا جا رہا ہے، نوٹ بیڈ بھابھی شادی میں بیوٹی پارلر والی کو بلش آن کے استعمال سے گریز کرنے کیلئے کہیں گے بس وقفے وقفے سے احان بھائی کا نام لے لیں گے، کیوں صحیح آئیڈیا ہے نہ۔۔" نشوہ نے چھیڑنے کے انداز میں دیبا کو ٹہو دیا جس پر بیچاری اسے گھور بھی نہیں سکی تھی۔ وہ خود جاننے سے قاصر تھی کے ان دنوں احان کے محض نام لینے سے اس کے گال کیوں دہک اٹھتے ہیں۔

"نہ پریشان کریں یار بچی کو ایک ہفتے سے اپنے جان سے ملاقات کا موقع دستیاب نہ ہونے پر بیچاری ویسے ہی بہت اداس ہے۔" حبہ نے بھی شوخی سے کہتے ہوئے نشوہ کا ساتھ دیا۔

"بھابھی آپ بھی۔۔۔" دیبا روہانسی ہوئی۔

"میں بھی کیا میں تو آپ کا سپورٹ کر رہی ہوں۔۔" حبہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے گود سے نکلنے کیلئے ہمک رہے ثوبان کو قابو کرتے ہوئے بولی۔

"ہمیں بھی بتائیں بھئی ہم بھی بھرپور سپورٹ کیلئے تیار ہیں، کیوں شہزادے۔۔" حشام مزے سے کہتا حبہ کے پاس موجود جگہ پر ٹک گیا تھا اس طرح کی دونوں کے کندھے مس ہو رہے تھے۔

"مسٹر حشام سائیڈ ہو کر بیٹھیں۔۔" حبہ تھوڑا کھسک کر فاصلہ پیدا کرتی اتنی آواز بولی جو صرف حشام کے سماعت تک ہی رسائی کر سکے۔ لیکن ادھر متوجہ کون تھا محترم تو اپنے شہزادے میں گم تھے۔

"بھئی مجھے تو لگ رہا ہے بیوٹی پارلر والی کو بلش آن لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، یہاں تو دلہنوں پر صرف نام سے ہی غضب کا روپ آ رہا ہے۔۔" حبہ کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ پاس بیٹھی کسی کزن نے گوہر افشانی کی تھی۔ جس پر سب کا قہقہ پڑا تھا۔

"ہائے! میرے معصوم کزن اگر انہیں معلوم ہو جائے کی ڈاکٹرنی شرما نہیں رہی بلکے اپنے اندر کے اشتعال کو دبا رہی ہے تو ان کے دانت ابھی کیا شادی کے بعد بھی باہر نہیں آئے۔۔" حشام حبہ کی خونخوار نظریں غیض و غضب سے سرخ ہوا چہرہ دیکھ سوچا۔

"چلو شہزادے ہم گارڈن سے ہوا خوری کر کے آئیں یہاں خواتین میں کیا رکھا، سوائے تیکھی مرچ کے۔" آخری لفظ حبہ کے کان کے پاس کہتا حشام ثوبان کو لیکر کھڑا ہو گیا تھا۔ جب تحسین بیگم کے سوال پر حبہ کا حلق خشک ہوا تھا۔

"حشام میں نے کہا تھا نا آج تم اور حبہ جا کر ولیمے کا ڈریس لے آؤ پھر گئے کیوں نہیں؟" تحسین بیگم کے سوال پر حشام نے حبہ کو دیکھا جو روہانسی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ مطمعین تھی کے نکاح کی طرح حشام اب بھی کچھ اٹھا لائے گا لیکن اب تحسین بیگم کے سوال پر اسے حشام پر طیش آیا تھا۔

"ہاں! چاچی لیکن آج آفس میں میری ایک امپورٹنٹ میٹنگ تھی جو میں کسی طور ڈیلے نہیں کر سکتا تھا، دوسرا ڈاکٹر بھی آج فری نہیں تھیں تو ہم نے کل جانے کا ڈیسائیڈ کیا ہے اس کیلیئے ڈاکٹر نے تو ہسپتال میں کل لیو بھی لگائی ہے، کل صبح جلد نکل جائیں گے ہم کیوں ڈاکٹر؟؟۔" حشام نے جھوٹ کا ایک خوبصورت محل تعمیر کرتے ہوئے حبہ کو بھی گھسیٹا جس پر حبہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ کمال کا شاطر بندہ تھا اپنی کسی حال منوا کے رہتا تھا۔

"بتائیں ڈاکٹر چاچی کو ہم صبح نکل رہے ہیں نہ؟ شہزادے کو بھی ساتھ لے جائیں گے تاکے میچینگ شوپنگ کر کے ہم دونوں نمایاں فنکشن نظر آ سکیں، کیوں شہزادے؟؟۔"

حشام کے اس قدر چالا کی پر حبہ کا دل عش عش کر اٹھا تھا۔

"جج۔۔جی چاچی آپ فکر نہیں کریں ہم کل لے آئیں گے۔۔" حبہ اسے گھورتی لفظ چبا چبا کر بولی۔ جس پر حشام سب کی نظروں سے بچا کر دایاں آنکھ دبا کر اسے مزید تپاتا ثوبان کو ہوا میں اچھالتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

"چاچی یہ تو ناانصافی والی بات ہو گئی یہ موقع احان بھائی اور دیبا کو بھی ملنا چاہئے تھا۔۔" نشوہ نے فل وردی میں تھکان زدہ چہرہ لیئے حال میں داخل ہوئے احان کو دیکھ دیبا کو چھیڑا۔

"مجھے نہ یہاں بیٹھنا ہی نہیں چاہئے صحیح کہتا ہے ارسلان اول درجے کی فسادی ہو۔۔" دیبا جھلّا کر اپنی جگہ کھڑی ہوتی جیسے ہی مڑی سامنے احان کو دیکھ ایک پل کو گڑ بڑا گئی تھی۔

"آنکھوں کی گستاخیاں معاف ہو۔"

نشوہ گنگناتی دیبا کے برابر کھڑی ہوئی تھی۔ جس پر وہ اپنے سرخ چہرے پر ہاتھ پھیرتی تقریباً بھاگتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔

"کیا یہ اب تک مجھ سے ناراض ہے؟؟؟۔"احان اس کا سرمئی انچل کو کمرے میں بند ہونے تک دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے سب کو سلام کر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"اس میں ناراض ہونے جیسے کیا تھا صحیح ہی تو کہا تھا، میں نہیں برداشت کر سکتا کی میری بیسٹ فرینڈ کسی اور کی ہو جائے، پھر اس میں اتنا خفا ہونے جیسے کیا ہے؟ کیا وہ برداشت کر لیتی مجھ پر کسی اور کی ملکیت۔۔"آج پورے دس دن بعد احان چھت پر آیا تھا اور چھت پر ادھر سے ادھر چکر کاٹتے ہوئے اسکی نظروں میں دیبا کا چہرہ گھوم رہا تھا۔

اس دن کی جھڑپ کے بعد دیبا احان کا سامنا کرنے سے مکمل اجتناب برت رہی تھی۔ کچھ احان بھی اکبر صاحب کے اُوڈر کیئے میر پور ٹول نا کے پر کی جانے والی ریڈ کے بعد سے بزی ہو گیا تھا۔ اس کیس کی چھان بین کرتے ہوئے رات دیر گئے گھر واپسی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے ان دونوں کا چھت پر ہونے والا اجلاس منعقد نہیں ہو پا رہا تھا۔ اور آج وہ آیا بھی تھا تو دیبا نہیں آئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بجائے جھولے پر بیٹھنے کے اضطرابی کیفیت میں چکر کاٹ رہا تھا۔ ابھی احان اپنے آپ میں الجھا تھا جب بن بلائی مصیبت نے وہاں اپنے قدم رنجھا فرما کر احان کی پرائیویسی کا بیڑا غرق کیا تھا۔

اہم! اہم! جب ہم ہیں تو پھر کیا غم ہے؟ تنہائی سے ہم کلام ہونے کے بجائے اپنے سُپر انٹلیجینٹ سُپر، ڈیشینگ بھائی سے گفتگو کریں، کیونکہ آپ اس دنیاں کے واحد خوش نصیب انسان ہیں جن کے پاس ارسلان ہے۔۔" ارسلان شاعرانہ انداز میں اپنی تعریف کے پل باندھتا سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا تھا۔

" کتنی بار سمجھایا ہے کسی کی پرائیویسی میں ناک نہیں گھساتے لیکن ڈھیٹ ارسلان صاحب کے بھیجے میں بات فٹ ہو جائے ناممکن۔۔" احان اسکی بے وقت مداخلت پر بدمزہ ہوا۔

"کہاں کی پرائیویسی میرے بھائی آپ کو یہ گملے، یہ جھولا، اس تاریکی اور تاروں کے ساتھ پرائیویسی چاہیئے ؟؟؟ اللہ اللہ ابھی شادی میں چار دن باقی ہیں اور آپ ابھی سے۔۔۔" ارسلان نے تاسف سے سر ہلایا۔

"فضول ہانکنے کی نہیں ہو رہی، تمہاری اطلاع کیلیئے بتا دوں پرائیویسی اسے ہی کہتے ہیں جب بندہ اپنے ساتھ کچھ وقت گزارے، لیکن ہر کسی کی پرائیویسی میں ناک گھسانے والے کو پرائیویسی کا کیا پتا۔۔" احان نے جتایا۔ جس پر ارسلان ڈھیٹائی سے مسکرایا تھا۔

"بھائی آپ کا کوئی بوئے فرینڈ ہے ؟؟؟۔" کچھ پل کی خاموشی کے بعد ارسلان کے معصومیت بھرا سوال ہوا تھا۔ جس پر احان کو زبردست پھندا لگا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ ارسلان ؟؟؟؟۔" احان نے مارے خجالت کے سرخ ہوتے ہوئے اس کی گردن دبوچی۔

"تشدد پر کیوں اتر رہے ہیں یار، بوئے فرینڈ سے مراد میل فرینڈ، لیکن آپ کا ردعمل تو بتا رہا ہے آپ نے سوائے اس جعلی ڈاکٹر کے کسی کو منہ ہی نہیں لگایا۔" ارسلان نے اپنی گردن آزاد کراتے ہوئے برا منہ بنایا۔

"تم اپنی فضول گوئی کی عادت سے باز نہیں آنا۔۔"احان نے تیز نظروں سے بے شرموں کی طرف دانت دکھارہے انسپکٹر کو گھورا۔

"فضول گوئی نہیں بڑے پتے کی بات کی ہے سوچیں ذرا اس زمانے میں لوگ بیوی بھی ایک نہیں رکھتے آپ نے فرینڈ ایک رکھی ہے، وہی بیسٹ بڈی وہی سب کچھ، اور افسوس کے ساتھ وہ اکلوتا فرینڈ بھی ڈھنگ کا نہیں۔۔"ارسلان نے افسوس کے اظہار کیا۔

"میرا تو مخلصانہ مشورہ ہے بھائی ابھی بھی چار دن کا وقت ہے آپ کے پاس اپنے فیصلے پر دوبارہ نظر ثانی کریں، ابھی ہی وہ جعلی ڈاکٹر آپ کے اتنے کان کھاتی ہے نکاح کے بعد تو آپ کے کان کھانے کا اس کے پاس پروپر لائسنس ہو گا، پھر آپ کا کیا ہو گا؟؟؟۔۔"ارسلان نے چہرے پر دنیاں جہان کی فکر سجائے احان کو سمجھایا۔

"ٹھیک ہے تم یہیں رہو میں دا ابو کو نشوہ اور تمہارے والے معملے پر نظر ثانی کرنے کے مفید مشورے سے نواز کر آتا ہوں، ایک ہی فنکشن میں پانچوں نبٹ گئے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی۔۔"احان ارسلان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتا آگے بڑھا جب ارسلان نے ہڑ بڑا کر پیچھے سے اسکے شانوں کو جکڑا تھا

"بھائی میں تو آپ کا بھلا چاہ رہا ہوں یار آپ تو مجھے سیدھا سولی پر چڑھا رہے ہیں (میری گاؤں کی شیرنی نے تو کچّا چبا جانا ہے مجھے ہے ڈھکار بھی نہیں لینی ہے بعد میں۔)۔" ارسلان روہانسا ہوا۔

"اپنے تشریف کے ٹوکرے کے ساتھ اپنے مشورے کا پٹارہ اٹھاؤ اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔۔" احان نے ایکزٹ کا راستہ دکھایا۔ جس پر ارسلان منہ بناتا ہوا نکل گیا تھا۔ پیچھے احان واپس اپنی بیسٹ فرینڈ کی فکر میں ڈوب گیا تھا۔ اسے بھی یہ نیا رشتہ عجیب لگ رہا تھا لیکن مطمعین تھا کی اس کے زریعے دیبا ہمیشہ کیلئے اس کی رہے گی۔

"یہ رہی چوہدری کے کچھ خفیہ اڈوں کے تفصیلات نقشہ اور اڈریس کے ساتھ۔۔" ارسلان نے خاکی رنگ کی فائل کمشنر اکبر کی طرف بڑھائی جسے وہ اسے دیکھتے ہوئے تھام گئے تھے۔

"شاباش! اس بار واقعی آپ نے داد طلب کام کیا ہے برخردار آئم پروڈ آف یو۔۔" فائل کے چند اوراق پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کمشنر اکبر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی پیٹھ تھپتھپائی تھی۔

"بہت شکریہ لیکن اس شاباشی کا میں اکیلے حقدار نہیں، اس کا اصل حقدار تو وہ ہے جس نے رات دن کا فرق مٹا کر یہ سب جمع کیا اور چوہدری کو پہلا جھٹکا دینے میں جس کی انفارمیشن نے ہماری بھرپور تعاون کی۔۔" ارسلان نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اپنی شیرنی کی بہادری کا حوالہ دیا تھا۔

"ہاں! بھئی اس بات کو تو ہم نظرانداز کر ہی نہیں سکتے اگر جرنلسٹ پرواز نے ہمیں ان ٹرکس کی وہاں سے گزرنے کا صحیح وقت اور ان بوریوں سے متعلق معلومات نہیں دی ہوتی تو یہ اتنی آسانی سے ممکن نہیں تھا۔۔" کمشنر اکبر نے تائید کی۔ جس پر ارسلان کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی تھی۔

"جی! اور اس کیس کے اختتام تک وہ ہمارا بھرپور ساتھ دینے کے لیے کمر بستہ ہیں۔۔" ارسلان نے انہیں پرواز کے ارادوں سے باخبر کیا۔

"اس بہادر لڑکی کے بارے میں اتنی معلومات دے کر تم مجھے مجبور کر رہے ہو کی میں ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کروں، کیا تم میری آفس یا کہیں باہر پرواز کے ساتھ میٹنگ فکس کرا سکتے ہو؟؟؟۔" کمشنر اکبر متاثر کن لہجے میں بولا۔ جس پر ارسلان کا دل بلیوں اچھلنے لگا تھا۔ لیکن وقت کنڑول کرنے کا تھا۔

"جی ممکن نہیں، بندی جتنی خطرناک جرنلسٹ ہیں اس سے کہیں زیادہ ذہین ہیں، اور احتیاط کی تو انتہا ہے محترمہ کے پاس، ملاقات کیلئے راضی ہونا مشکل ہے۔۔" ارسلان نے ناامیدی ظاہر کی۔ جس پر کمشنر اکبر سر ہلا کر رہ گئے تھے۔

"ہممم! احتیاط ضروری ہے، اتنے بڑے بڑے مجرموں کا پردہ فاش کرتی ہیں وہ محتاط رہنے میں ہی عقل مندی ہے۔۔" کمشنر اکبر سمجھنے کے انداز میں بولے۔ اور ان کے اتنی آسانی سے مان جانے پر ارسلان سیدھا ہوا۔

"نہیں! اب اتنا بھی ناممکن نہیں ہے، میرے پاس ایک راستہ ہے اگر آپ انہیں پرسنلی فون کر کے ہمارے گھر ہو رہے فنکشن میں انوائٹ کریں تو۔۔۔" ارسلان نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ دل شدت سے دعا گو تھا کی وہ ہاں کر دے۔

"ہمممم! آئیڈیا اچھا ہے، ویسے بھی جتنی وہ ہماری مدد کر رہی ہیں، ہمارا اخلاقی فرض ہے کی انہیں ہم انوائٹ کریں، تم مجھے ان کا نمبر واٹس اپ کر دو میں موقع دیکھ کر بات کر لونگا۔" کمشنر اکبر کی بات پر ارسلان لڈّو پھوڑ رہے دل کو صبر کرنے کی تلقین کرتا اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

"اب تو پردہ اٹھ کے رہے گا میری شیرنی۔۔" ارسلان نے کمشنر آفس سے نکلتے ہی شیرنی کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ دراصل اب بیچارے کا بنا اپنی شیرنی کے دیدار کے گزارہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان ڈیڑھ مہینے میں تو وہ حیرت سے پھیلی آنکھیں بھی بھولنے لگا تھا اس لیٔے جان کر یہ طریقہ اپنایا۔

"کیسا فیل ہو رہا ہے پارٹنر چوہدری کو پہلا بجلی کا جھٹکا دے کر۔۔" کال رسیو ہوتے ہی ارسلان نے چہک کر پوچھا۔ جس پر اپنے آفس میں مصروف بیٹھی پرواز نے اچنبھے سے فون کو دیکھا۔

"بتایا نہیں؟؟۔" ارسلان خاموشی محسوس کر کے واپس سوال کیا۔

"بہت اچھا لیکن دل کو ٹھنڈ تب پڑتی جب چوہدری کا بوکھلایا ہوا چہرہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔" پرواز اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں حسرت سموئے بولی۔

"ڈونٹ وری پارٹنر یہ تو بس شروعات ہے، اب ایسے بلکے اس بھی زیادہ مزے دار دیکھنے لائق موقعے آتے رہیں گے۔۔" ارسلان نے اپنی جیپ کی طرف بڑھتے ہوئے تسلی دی۔

" ہممممم! ویسے مان گئے مسٹر سٹرینجر آپ کے سورسیس کو مطلب اتنی آسانی سے چوہدری کے چودہ طبق روشن کر دئے۔۔" پرواز کی متاثر ہونے پر ارسلان کے لبوں کو محظوظ کن مسکراہٹ نے چھوا تھا۔ پھر چوکنے کے انداز انداز میں گویا ہوا۔

"سورسیس سے یاد کمشنر صاحب نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی، آپ کی اجازت کے بغیر میں انہیں کچھ کہہ نہیں سکتا تھا اس لیئے آپ کا نمبر دے دیا ہے وہ آج کل میں آپ سے رابطہ کریں گے۔۔" ارسلان کی دی گئی اطلاع پر پرواز کرنٹ کھا کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔

"واٹ؟آپ نے یہ حماقت کس کی اجازت سے کی؟؟؟۔۔" پرواز نے کرخت لہجے میں استفسار کیا۔

"پارٹنر ہیں آپ میری، حق ہے میرا آپ پر پھر اجازت کسے درکار ہے یہاں، اچھا میں رکھتا ہوں، پھر بات ہوتی ہے ابھی مجھے ایک امپورٹنٹ کال کرنی ہے۔۔" اس سے پہلے کی پرواز اسے لتاڑتی ارسلان سے کھٹاک سے کال کاٹ دیا تھا۔ جس پر پرواز فون کو گھور کر رہ گئی تھی۔

"اب مزید اور صبر کا دامن نہیں تھاما جاتا مس مصیبت اب تو دیدار ہو گا وہ بھی دھواں دھار ہو گا، لیکن افسوس آپ بے خبر ہیں۔۔" سیٹی کی دھن بجاتا جیب وہاں سے اڑا لے گیا تھا۔

"ہاں! یہ فائنل کر دیں، ڈاکٹر بڑی بھوک لگی ہے اب ایک زبردست سا لنچ کر کے گھر کی راہ لیتے ہیں، آپ کا تو پتا نہیں میں اور شہزادے بہت تھک گئے ہیں۔۔" حشام کا سنی کلر کا

بھاری کامدار لہنگا سیلز بوئے کی طرف بڑھاتا حبہ کی طرف متوجہ ہوا جو منہ کھولے اسے گھور رہی تھی۔

"مجھے یہ نہیں لینا آپ کوئی اور دکھائیں پلزز۔۔" حبہ اسے خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے لہنگا تہ کررہے سیلز بوئے سے مخاطب ہوئی۔

"آپ لے جائیں۔۔۔" حشام نے واپس سیلز بوئے کو اشارہ کیا جس پر وہ بنا حبہ کی طرف دیکھے وہاں سے نکل گیا تھا۔ آخران میڈم نے اتنا خوار جو کیا تھا پچھلے دو گھنٹے سے۔

"مسٹر حشام آپ کو اپنی ضد آخر اتنی عزیز کیوں ہے سامنے والے کی سننے کی زحمت کیوں نہیں اٹھاتے آپ؟؟۔" حبہ نے بھنا کے پوچھا۔ جب سے وہ آئے تھے حشام پنی منمانی کئے جا رہا تھا چاہے ثوبان کے کپڑوں کا معملہ ہو یا حبہ کے۔

"ہر وقت تو آپ سناتی رہتی ہیں، بندہ بشر ہوں اُپر سے دو ہی کان ہیں سُن سُن کر تھک جاتے ہیں اس لیٔے میں اپنی سنانے اور کرنے لگتا ہوں، اس پر آپ کا اعتراض یا احتجاج جائز تو بالکل نہیں ہے۔۔" حشام نے نروٹھے پن سے جواب دیا جبکہ شرارتی نظریں پیچ کلر کے حجاب میں تپے چہرے پر تھی۔

"واقعی ؟؟آپ اپنی ضد کی آگے کسی کی چلنے دیتے ہیں ؟؟۔" حبہ نے طنزیہ پوچھا۔

اتنا کیوں بھڑک رہی ہیں یار، آخر میرے اور شہزادے کی مشترکہ پسند کردہ لہنگے میں پروبلم کیا ہے، اتنا پیارا تو ہے، ہے نہ شہزادے مما کا لہنگا پیارا ہے نہ ؟؟؟۔" حشام نے ثوبان کو گدگداتے ہوئے تائید چاہی جس پر شہزادے کھلکھلا اٹھے تھے۔

"دیکھیں شہزادے تک اتنے خوش ہیں، کتنے پیار واشتیاق سے وہ لہنگے کو دیکھ رہے تھے، ایک آپ ہی سڑی ہوئی بیٹھی ہیں۔۔" حشام نے بڑا منہ بنایا۔

"حد ہے مطلب، بچے ہر چمکتی چیز کو اشتیاق سے دیکھتے ہیں، اور ابھی وہ آپ کی تائید میں نہیں آپ کے گدگدانے پر کھلکھلائے تھے۔۔" حبہ نے حشام کی عقل پر ماتم کیا۔

"اطلاع کرنے کا بہت بہت شکریہ ڈاکٹر لیکن ایک اور وجہ ہے اس لہنگے کی سلیکشن کے پیچھے کی جس سے یقیناً آپ جیسی ذہین خاتون واقف ہونگی، آئم آرائٹ ؟۔۔" حشام نے آنکھیں پٹپٹا کے تصدیق چاہی۔

"اسی لیئے تو میں یہ نہیں لینا چاہتی۔۔" حبہ کی زبان پھسلی۔جس پر حشام کا بھرپور قہقہ پڑا تھا۔حبہ کو اصل صدمہ تو تب لگاجب ثوبان صاحب نے بھی بڑی سی چینخ کے ساتھ قلقاریاں مارتے ہوئے حشام کا بھرپور ساتھدیا تھا۔اللہ جانے کیا سمجھ آئی تھی محترم کے۔

"دیکھیں ڈاکٹر آپ کی جھنجھلاہٹ تو ہمارے شہزادے بھی انجوئے کر رہے ہیں،اور آپ بالکل درست ہیں ہم دونوں باپ بیٹے نے اس لہنگے کو اسی مقصد کے تحت فائنل کیا ہے کیونکہ ہم دونوں فنکشن میں آپ کے لہنگے کے ہم رنگ ٹائی لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں،آخر ہمیں پورے فنکشن میں نمایاں نظر آنا ہے،یوں تو میرا اور شہزادے کا چارم ہی محفل میں چار چاند لگانے کیلیئے کافی ہے،لیکن وقت کا تکازہ،حالات کی نزاکت اور ہمارے عظیم الشان ولیمے کی تقریب ہمیں مجبور کر رہی ہے کی ہم آپ کو مجبور کریں۔" حشام نے کھلکھلا کر ماں کا خون جلارہے ثوبان کا گال باری باری چومتے ہوئے تفصیلی جواب دیا۔

"آپ تو یوں ہی اپنی شخصیت کے سحر کو لیکر خوش فہمی کے حدود کو چھو رہے ہیں،پھر مجھ ناچیز کو مجبور کرنے کی مجبوری کیوں کرلاحق ہوئی آپ کو؟؟۔" توقع کے عین مطابق حبہ

کے جلے بھنے سوال پر حشام کا واپس قہقہ پڑا تھا اور بلا تردد شہزادے نے بھی واپس والد محترم کا ساتھ دیا تھا۔

"وہ کیا ہے نہ ڈاکٹر آپ کے بنا ہم ادھورے ہیں۔" قہقہ لگاتے ہوئے حشام کی بے ساختہ زبان پھسلی تھی۔ جس پر حبہ کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا اس نے ہونق شکل لیئے حشام کو دیکھا۔

"ممم۔۔ میرا مطلب ہے کی ہماری چھوٹی سی پیاری فیملی نا مکمل ہے۔۔" حشا نے اپنی زبان پر لعنت بھیجتے ہوئے بات سنبھالی۔ جس پر حبہ خجل سی ہو کر خواہ مخواہ ہی شاپ کا جائزہ لینے لگی۔

"اچھا آپ مزید پانچ منٹ یہاں کھڑے ہو کر شاپ کا تفصیلی جائزہ لیں میں اور شہزادے کاونٹر سے ایک ضروری کام نبٹا کر آتے ہیں۔۔" حشام نیچے پڑا اچھا خاصہ بھاری شاپر اٹھاتے ہوئے بولا۔ جو وہ آتے ہوئے ساتھ لایا تھا۔

"کیوں؟؟۔" حبہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

"کیونکہ میں کاونٹر پر بل کلئیر کر کے اس مایوں والے کپڑوں کے حساب سے آپ کے ولیمے والے لہنگے کی فٹینگ وغیرہ سمجھا کر آتا ہوں، آپ کو ساتھ لے گیا تو آپ نے فضول میں وہاں اپنی رائے گھسانی ہے جو میں سنو نگا تو نہیں، لیکن نئی نویلی بیوی کی طرف سے جھڑ کے جانے پر بے عزتی ہو جائے، وہ کیا ہے نہ اس مال کے اونر سے میری پرسنل جان پہچان ہے۔۔" حشام نے دوبارہ تفصیل سے سمجھایا۔ جس پر مارے صدمے کے حبہ کا منہ ہی کھل گیا تھا وہ آنکھیں پھاڑے اس سمجھ سے پڑے ہمہ وقت اپنی چلانے والے ڈھیٹ بندے کو دیکھ رہی تھی جو اس کا پلان بننے سے پہلے ہی فلاپ کر دیتا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا اس بار وہ حشام کی نہیں سنے گی بلکے گھر پہونچ کر کوئی نہ کوئی نقص نکال کر لہنگا واپس کر دے گی، لیکن مقابل موقع دے تب نہ گھر جانے تک کی۔

"کیا ہوا ڈاکٹر ایسے شاکی نظروں سے کیا دیکھ رہی ہیں، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے مجھے کوئی آڑ محسوس نہیں ہو رہی کی آپ بہت سمارٹ ہیں، بھئی میڈیکل جیسی ٹف اسٹڈی کی ہے آپ نے قابل ڈاکٹر ہیں تو ذہین بھی ضرورت سے زیادہ ہیں، لیکن بیوقوف تو میں بھی نہیں، میں آپ کے دماغ میں پکنے والی کھچڑی سے واقف تھا وہ بھی تب سے جب سے

آپ نے پکانے کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا،اور مجھے یہ بھی اندازہ ہے کی آپ سیدھی انگلی سے نکالی جانے والی گھی نہیں ہیں،اس لیے بجائے انگلی ٹیڑھی کرنے میں وقت ضائع کرنے کے میں نے گھی کو پگھلا لیا مطلب نشوہ کی مدد سے یہ مایوں میں پہنے جانے والا جوڑا اٹھالایا جس کا آپ نے چاچی اور بڑی ماما کی شریف بہو بننے کے چکر میں خود بوتیک جا کر صحیح فٹینگ ماپ دے کر آئی تھی،تو کیسا لگا اپنے ایکسٹرا ذہین شوہر کا ماسٹر پلان ؟۔" حشام نے ہونق شکل لیئے خود کو گھور رہی حبہ کے آگے چٹکی بجائی۔جس پر حبہ ہڑبڑا کر ہوش میں آتی اسے گھورنے لگی تھی۔

"آپ ایک نمبر کے چالاک اور شاطر انسان ہیں مسٹر حشام۔۔" حبہ نے میٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے صحیح القاب سے نوازا تھا جسے حشام نے سر کو خم دیتے ہوئے اعزاز سمجھ کر قبول کیا تھا۔

"اور آپ ایک نمبر کی تیز ترار تیکھی مرچ اور کڑوی کسیلی کڑیلے پر نیم چڑھی ڈاکٹر ہیں،ڈاکٹر۔۔" حشام بھی دوبدو بولا۔جس پر حبہ تلملا کر رہ گئی تھی۔اور اس کا تپا تپا چہرہ

دیکھ حشام کی شرارتی رگ مزید پھڑکی۔ نجانے کیوں اسے اس ڈاکٹر کو تپانے میں بڑا مزہ آتا تھا۔

"یار ہم نے تو سنا تھا آپ کے شعبے کے لوگ کافی رحم دل، نرم مزاج، شریں گفتار، اور نرم خو طبیعت کے مالک ہوتے ہیں، لیکن آپ تو بالکل الٹ ہیں، ہم معصوم باپ بیٹے سہم جاتے ہیں آپ کے جلال سے، خیر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا اپنے شعبے کا خیال کرتے ہوئے اپنی گزشتہ رویوں پر مٹی ڈال کر آپ ہم دونوں مظلوم باپ بیٹے کے ساتھ محبت، اپنائیت، سے پیش آسکتی ہیں، ہم بھلے مانس کوئی شکوہ شکایت نہیں کریں گے۔۔" حشام نے مسکین شکل بنائی۔ شرارت سے چمک رہی آنکھیں مقابل کے سرخ انگار چہرے پر تھی جو شائد مٹھیاں بھینچے خود کو کوئی سخت جوابی کارروائی کرنے سے روک رہی تھی۔

"اگر معصومیت کے ڈیفینیشن پر آپ فٹ بیٹھنے لگے تو میرا مشورہ ہے دنیاں کی ساری ڈیکشنریوں کو آگ میں جھونک دینا چاہئے۔۔" حبہ بھنا کر بولی۔

"اچھا آپ یہاں بیٹھ کے مجھے کو سیں میں بل پے کر کے آتا ہوں۔۔" حشام ایک نرم گرم نظر آتش فشاں بنی اپنی ڈاکٹر پر ڈال کر کاؤنٹر کی طرف بڑھا تھا۔اور حبہ اپنے ہاتھوں میں سر گراتی واپس وہیں سٹول پر بیٹھ گئی تھی۔

اسے اب شدت سے احساس ہو رہا تھا کی حشام جیسے ضدی، اڑیل، چالاک، خاص کر ڈھیٹ بندے سے نکاح کا کر کے اس نے کتنی بڑی سنگین غلطی کی ہے۔ پچھلے ایک مہینے سے یہ بندہ اپنے ہر عمل سے حبہ کا اچھا خاصہ برداشت آزما رہا تھا۔اپنی آئے دن کی حرکتوں سے حبہ کا بی پی شوٹ کرانے میں تو محترم نے کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی تھی۔ڈھیٹ پنے کی تو انتہا تھی جو محترم چاہتے وہ منوا کے رہتے تھے۔حبہ تو یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی کے ایک مہینے میں یہ حال ہے اس کا چار سال میں تو وہ لازمی پاگل ہو جائے گی۔اس پر تضاد پچھلے ایک ہفتے سے حشام کے ہر عمل سے جھلکتا استحاق جو حبہ کو مزید تشویش سے دوچار کر رہا تھا۔

وہ انھی سوچوں میں گم تھی جب اپنی جان لیوا مسکراہٹ کے ساتھ حشام وہاں نازل ہوا تھا۔پھر بنا حبہ کو موقع دئے خود ہی اس کا بازو تھام کر سیکنڈ فلور پر موجود فورڈ کورٹ کی

طرف بڑھا تھا۔اور وہاں اپنی کلیگ ڈاکٹر سے ملاقات کے بعد ہوئے انکشاف پر حبہ نے تو حقیقت میں ماتھا پیٹ لیا تھا۔وہ جتنا اس نکاح کو خفیہ رکھنا چاہتی تھی محترم ڈھیٹ حشام انصار علی نے صبح ہی بڑے انداز میں جا کر حیات ہسپتال کے چپراسی سے لیکر ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ غرض پورے سٹاف کو دیا کے نکاح اور اپنے ولیمے پر مدعو کر آئے تھے ساتھ دھمکی بھی دی تھے کے سب نے لازمی آنا ہے ورنہ حبہ ان سے ناراض ہو جائے گی۔مبالغہ آرائی کے اس انتہا پر تو حبہ بس اس چالاک انسان کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔الفاظ ہی نہیں تھے جو دو حرف بھیجتی مقابل کی ڈھٹائی پر۔

سفید کلف لگے شلوار قمیض جس میں اسکے چوڑے شانے نمایاں ہو رہے تھے،وہ قد آور آئینہ کے مقابل کھڑا اپنی تیاری کو آخری ٹچ دیتے ہوئے دل کھول پرفیوم کی بارش کر رہا تھا۔ڈیڑھ سے دو منٹ کے وقفے میں اسکے ساتھ ساتھ پورا کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا تھا۔پرفیوم کے بعد اس نے سائیڈ دراز سے کل ہی خرید کر لائی گئی مہنگی ترین رولیکس کی گھڑی کو اپنی چوڑی کلائی پر سجایا۔ابھی وہ بیڈ پر تحسین بیگم کی طرف سے رکھ کر گیا لائٹ یلوّ

واس کورٹ پہننے کے غرض سے اٹھانے لگا تھا جب اسکی نظر سائیڈ پر رکھے اپنے فون پر گئی تھی آنکھوں میں شرارتی چمک لی ئے اس نے فون اٹھایا پھر دھپ سے بیڈ پر بیٹھتا فون کان سے لگایا۔

"تو آرہی۔۔۔ مم۔۔ میرا مطلب جارہی ہیں آپ کمشنر صاحب کے گھر کے فنکشن میں؟؟؟ارسلان نے سامنے آئینہ میں اپنے لمبے چوڑے خوبرو وجود کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ نے کوئی دوسری راہ چھوڑی تھی میرے ل ئے، نہیں آپ کو غرض کیا تھی میرا نمبر کمشنر صاحب کو دینے کی کوئی بہانہ نہیں گڑھ سکتے تھے، فضول میں اب مجھے وہاں جانا ہوگا (اور اگر مسٹر حاتم طائی ورژن ٹو نے مجھے پہچان لیا تو ایک اور مصیبت گلے پڑ جائے گی جبکہ اس کیس کے مکمل ہونے تک میں ایسا کچھ افورڈ نہیں کرسکتی۔)"پرواز تو جیسی بھری بیٹھی تھی کی کب مسٹر سٹرینجر کال کرے اور کب وہ اپنی بھراس نکالے۔

"لگتا ہے کمشنر صاحب نے کافی اصرار کیا ہے۔۔"ارسلان اسکی جھنجھلاہٹ سے محظوظ ہوا۔

"جی آپ کی مہربانی،اماں کی تربیت اور کمشنر صاحب کے خلوص کا نتیجہ ہے کی آج ناچاہتے ہوئے مجھے اتنے انجان لوگوں کے بیچ جانا پر رہا ہے۔۔"پرواز کا پارہ اب بھی چڑھا ہوا ہی تھا۔

کل دوپہر کمشنر صاحب نے کال کر کے نہ صرف اصرار کیا تھا بلکے پرواز کے آفس اپنے ڈرائیور کے ہاتھوں کارڈ بھی بھیجا تھا۔ جس پر مجبوراً آج وہ فنکشن میں جانے کیلئے تیار ہورہی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا مشکل سے پندرہ بیس منٹ رک کر وہ واپسی کرلے گی۔ بڑے لوگ بڑی محفل اس پر اماں کے فرشتے صفت صاحب جی سب ہی اسکی جھنجھلاہٹ کی وجہ بن رہے تھے۔

"وہ لوگ انجان تو نہیں آپ کیلئے بلکے آپ کے اپنے ہیں۔۔"ارسلان آنکھیں بند کر کے تصور میں اس کی حیرت سے پھیلی آنکھیں لاتا کھوئے لہجے میں بولا۔

ایکسکیوزمی کیا مطلب ہے اس بات کا؟؟؟؟۔" پرواز نے ناسمجھی سے قدرے تیز آواز میں استفسار کیا۔

"گدھے ہو پورے۔" ارسلان نے خود کو خود ہی چپت لگائی۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا کی جان پہچان بڑھانے سے ہی تو اجنبیت کی دیوار گر کر نئے رشتے استوار ہوتے ہیں۔" ارسلان نے خود پر ملامت کرتے ہوئے بات بنائی۔

"ہمممم! کمشنر صاحب سے کافی اچھی الیک سلیک معلوم ہوتی ہے آپ کی آپ تو لازمی آرہے ہونگے؟؟۔" پرواز کے سوال پر ارسلان شرارتی مسکراہٹ عنابی لبوں میں دبائے واسکورٹ اٹھا کر واپس آئینہ کے مقابل کھڑا ہو گیا تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں، لیکن افسوس کے ساتھ میں نہیں آرہا، دراصل آج میرے بھائی اور کزن کی لائف کا بہت امپورٹنٹ دن ہے، سو آج میں انہیں جوائن کرونگا۔" ارسلان واسکورٹ کے درمیان میں ہیرے کی طرح چمک رہے دو بٹن بند کرتا سچائی بیاں کر گیا تھا۔ لیکن افسوس پرواز کی سمجھ کچھ نہیں آیا تھا۔

"ہمممم! اوکے انجوئے کریں پھر، ویسے میرا ابھی زیادہ دیر ٹھہرنے کا کوئی خاص ارادہ نہیں ہے، جلد از جلد واپسی کرلونگی۔۔"پرواز نے اپنے پلان سے آگاہ کیا۔

"آپ آئیں تو پہلے مسز جانے کا تو بعد دیکھیں گے۔۔"ارسلان واسکورٹ کے اندر سے کالر ٹھیک کرتے ہوئے بڑبڑایا۔ پھر مزید دو تین منٹ کی گفتگو کے بعد پرواز نے خود ہی کال رکھ دیا تھا۔

"سٹرینجر، انسپکٹر کس کس سے خود کو چھپائیں گی مسز، میں تو ہر کردار میں آپ کے گرد گھوم رہا ہوں۔"ارسلان اپنا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے آنکھوں میں چمک لیئے خود سے ہم کلام تھا جب عقب سے آئی گلا کھنگارنے کی آواز پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں ڈور فریم میں اورنج اینڈ ییلو غرارے میں اپنے صحت مند وجود کے ساتھ تیار نشوہ کمر پر ہاتھ ٹکائے آنکھیں سکیڑ کر اسے گھورنے میں مگن تھی۔

"کیا ہے موٹی نظر لگاؤ گی کیا؟؟۔۔"ارسلان برش اٹھا کر واپس سیٹ کیئے بالوں میں پھیرتے ہوئے اسے لتاڑا۔

"ایسی شکل تمہاری نظر لگ جائے، بلکے اگر صبح نیوز چینل پر تمہاری شکل دکھا دی جائے تو پوری دنیاں کی نظر اتر جائے۔۔"نشوہ اسکے موٹی کہنے پر تپ کے بولی۔

"اور تمہاری معلومات میں اضافہ کرتی چلوں کی آج کے دلہے احان بھائی ہیں جو خاصے ہینڈ سم چارمینگ پلس اٹریکٹیو پرسنالٹی کے مالک ہیں، جن کے آگے تم پانی کم چائے ہو اس لیے خود کو مزید نہار کر آئینہ کو خودکشی کرنے پر مجبور نہ کرتے ہوئے باہر تشریف لاؤ، گارڈن میں مہمان آنا شروع ہو چکے ہیں،اور بڑے ماموں چھوٹے ماموں کے ساتھ نانا ابو دو سے تین بار تمہیں یاد فرما چکے ہیں،اس سے پہلے کی وہ تمہاری ان نخریلی دلہنوں والی تیاری سے اپنی آنکھوں کو خیر کریں تم اپنی تیاری کو خیر اباد کہو، حد ہے کب سے دیکھ رہی ہوں بندہ اتنا بھی خود کو لیکر خوش فہم نہ ہو۔۔"نشوہ نے آخر میں ناک چڑھائی۔

"باتوں کو اتنا گھما کیوں رہی ہو صاف سیدھے لفظوں میں کہو کی تم میری غیر معمولی حسن سے بری طرح جیلسی محسوس کر رہی ہو۔"ارسلان واسکورٹ کا کالر ٹھیک کرتا اترایا۔ جس پر نشوہ نے بیزرگی سے آنکھیں گھمائی۔

"ہائے! یہ غلط فہمیاں لے ڈوبے گی تمہیں میرے یار وقت ہے سدھر جاؤ، ورنہ احان بھائی کے بعد جو ہم تمہارے لیئے گاؤں کی گوری لانے کا ارادہ رکھتے ہیں اسکے کرچی بیلن نے تمہیں بہت برے طریقے سے راہ راست پر لانا ہے۔۔" نشوہ کی طرف سے کھینچے گئے مستقبل کے نقشے پر ذہن کے پردے پر پرواز کا سراپا لہراتے ہی ارسلان کا چھت پھاڑ قہقہ بے ساختہ تھا۔

"اؤ! بھائی اپنے مستقبل کا تصور کر کے صدمہ لگ گیا ہے کیا؟؟" نشوہ نے ہونق شکل لیئے پوچھا۔ جس پر ارسلان نے نفی میں سر ہلایا۔

"صدمہ تمہیں لگے گا میری بے بی ایلیفینٹ، لیکن میں نے بھی سوچ لیا ہے اب میں بھی پوری محنت سے تمہارے لیے بابا ایلیفینٹ تلاش کرونگا، تاکے تمہارے یہاں سے دفع ہونے سے دھرتی پر سے نہ صحیح ہم سب کی زندگی سے ایک بوجھ ہلکا ہو۔۔" ارسلان زور سے نشوہ کے دائیں کندھے پر لٹک رہی فرنچ چٹیا کھینچ کر وہاں سے بھاگا۔ پیچھے نشوہ نے منہ بھر کے اسے گالیوں سے نوازا تھا۔

------------------------------،------------------------------

----

"تو یہ ہے تمہاری بہو بھئی ماشاءاللہ سے بہت پیاری ہے کوئی دیکھ کر کہہ ہی نہیں سکتا کی عمر میں حشام سے بڑی یا ایک بچے کی ماں ہیں۔" پچھلے کئی دنوں کی طرح آج پھر ایک اپ ٹو ڈیٹ آنٹی جی کے تبصرے پر حبہ بس ہولے سے مسکرادی تھی۔

تحسین بیگم کے اشارے پر تنزیلہ بیگم حبہ کا اپنے جان پہچان والوں سے تعارف کرا رہی تھی۔اور تقریباً ہر دوسری تیسری آنٹی جی کے لبوں سے حیرت میں ڈوبا یہ فقرا ادا ہو رہا جسے حبہ بنا کچھ کہے اپنی نرم مسکراہٹ کے ساتھ نظرانداز کر رہی تھی۔اس نے نہ کبھی اپنی عمر چھپائی تھی اور نہ اسے چھپانے کا کوئی شوق تھا۔

"ہاں ! تم بالکل صحیح کہہ رہی ہوں عمر تو بالکل سمجھ نہیں آ رہی، بھئی ہمارے زمانے اور تھے آج کل کے دور میں تو ہزاروں اقسام کے کریم سرجری اور پتا نہیں کیا کیا نکل آئے ہیں، اپر سے یہ تو خود ڈاکٹر ہیں تو کچھ بھی ممکن ہے۔ہاہاہاہا۔۔" حشام کے ماما کی کزن کے تبصرے پر سب نے بیک وقت قہقہہ لگایا تھا۔ جس پر تنزیلہ بیگم کے تاثرات بگڑے تھے وہ لاکھ اس رشتے کے خلاف صحیح لیکن حبہ ان کی بہو تھی اسکے لی ئے ایسے الفاظ انہیں ذرا پسند

نہیں آئے تھے۔ جبکہ حبہ بنا کچھ کہے دور اسٹیج کے قریب ثوبان کو اٹھائے وائٹ شلوار قمیض پر یلو واسکورٹ پہنے اپنے چارم سے واقعی ماحول پر چھارہے حشام کو دیکھا۔ دونوں باپ بیٹے آپس میں نجانے کونسا لطیفہ شیئر کرر ہے تھے کی ہنسی ہی نہیں تھم رہی تھی۔ ثوبان کی قلقاری تو یہاں تک سنائی دے رہی تھی۔

"ویسے بچہ بہت پیارا ہے آپ کا، آپ کے نکاح پر سسرال والوں نے اپنے خون کا مطالبہ نہیں کیا، مطلب کے عموماً ایسا ہوتا ہے نہ کی لوگوں کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کی ان کا خون سوتیلے باپ کے سائے میں پرورش پائے۔۔" حبہ کی نظر ثوبان پر محسوس کر کے اسی آنٹی نے واپس سوال کیا۔ جس پر حبہ کی پیشانی پر سلوٹیں نمودار ہوئی تھی جسے وہ سرعت سے چھپاگئی تھی۔

"وہ میرا بیٹا ہے آنٹی جی میں اس کی کفالت بھی کر سکتی ہوں اور پرورش بھی، پھر کوئی کون ہوتا ہے مجھ سے میری اولاد کا مطالبہ کرنے والا۔۔" حبہ کے سنجیدہ لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جو وہ آنٹی جی چپ کر گئیں تھیں۔

"حبہ مہمان سارے آگئے ہیں آپ جاکر دیا کو لے آئیں۔" حبہ کے ٹکے سے جواب سے مطمعین ہوتے ہوئے تنزیلہ بیگم نے اسے منظر سے ہٹانا چاہا تھا۔ جس پر حبہ سر ہلاتی آگے بڑھی تھی۔

"ہمیں قریب سے بھی دیکھیں گی تم ہم کوئی اعتراض تھوڑی کریں گے دور سے نظر لگانے کی کیا ضرورت تھی ڈاکٹر؟؟۔" اسٹیج کے قریب سے اندر کی طرف بڑھ رہی حبہ کے قدم حشام کے شوق جملے پر تھمے تھے اس نے ای برو اٹھا کے اسے دیکھا۔

"بات ضرورت کی کریں تو آپ کو ہمہ وقت لاحق ہونے والی خوش فہمی نامی مرض کے علاج کی اشد ضرورت ہے۔۔" حبہ سینے پر دونوں بازو باندھتی تپ کر بولی۔ ان آنٹی جی کے تبصرے پر پہلے ہی وہ تپی ہوئی تھی اس پر یہ محترم۔

"سنا ہے جھوٹ بولنے سے ناک لمبی ہوتی ہے۔۔" حشام نے یلو اینڈ اورنج کلر کے خوبصورت غرارے پر دونوں ہاتھوں میں گجرے پہنے ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ حشام کی نظروں کو الجھا رہے نقوش کو گرد اپنے مخصوص انداز میں اورنج حجاب کئے خود کو گھور رہی ڈاکٹرنی کو جتایا۔

"میں آپ کو نہیں ثوبان کو دیکھ رہی تھی، تفتیش کر کے تسلی مل گئی ہو تو میں اندر جا کر دیبا کو لے آؤں تا کے خالی اداس نظر آرہا اسٹیج خوبصورت لگے؟؟۔" حبہ نے لفظ چبا کر اجازت چاہی۔

"کتنی اچھی لگتی ہیں ڈاکٹر ایسی فرمابردار، تعبدار، سعادت مند بیوی کے کردار ادا کرتے ہوئے۔۔" حشام نے اسے مزید سلگایا۔

"کاش! میں سیم ٹو یو کہہ پاتی۔۔" حبہ حسرت سے کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"ایسے گھور کر کیا دیکھ رہیں ہیں شہزادے یار تعریف ہی کر رہا تھا تمہاری ماما کی اب اگر میرا طریقہ تھوڑا مختلف ہے تو اعتراض تو نہیں کرو۔۔" حشام وائٹ شلوار قمیض پر بلیو واسکورٹ پہنے پھولے پھولے گالوں سے خود کو گھور رہے ثوبان کے گالوں پر پیار کیا۔

دراصل تحسین بیگم کے آئیڈیے پر عمل کرتے ہوئے گھر کے تمام مرد حضرات نے سفید شلوار قمیض پر بلیو واسکورٹ پہنا تھا۔ لڑکیوں نے غرارے جبکے خواتین اسی رنگ سے ملتا جھلتا اپنے من مرضی کا ڈریس زیب تن کیا تھا۔

قیامت ہے تیرا یوں بن سنور کر سامنے آنا

ہمارے دل کو چھوڑ آئینے پر کیا گزرتی ہو گی۔

احان اپنے ڈیپارٹمنٹ کچھ لوگوں کے ساتھ محو گفتگو تھا جب اسکی غیر ارادی نظر گھر کے اندرونی حصے کی طرف اٹھی تو پھر جھکنا بھول گئی۔ وہ مبہوت سا اپنی بیسٹ فرینڈ جو چند گھنٹے پہلے اسکی نصف بہتر بنی تھی اسے دیکھ رہا تھا۔ اورنج اینڈ یلو غرارے پر ہائی جوڑا کیا ہوا تھا۔ چہرے پر لمبا اورنج کلر کا جالی دار گھنو گھنٹ نکالا ہوا تھا جو اسکے خوبصورت چہرے کو چھپانے میں بری طرح ناکام تھا۔ دونوں گجروں سے سجے نازک کلائیوں سے غرارا تھامے سہج سہج کر قدم اٹھاتی نشوہ اور حبہ کے ہمراہ اسی طرف آ رہی تھی۔ احان ٹرانس کی سی کیفیت میں اس طرف بڑھا تھا۔ جب تک حبہ اور نشوہ نے اسے لے جا کر اسٹیج پر موجود صوفے پر بیٹھا دیا تھا۔ یلو اینڈ اورنج پھولوں سے خوبصورتی سے سجائے گئے اسٹیج پر نازک سی گھبرائی گھبرائی سی دیبا اسی ماحول کا ایک اہم حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

"آپ ہی کے گلے کی گھنٹی ہے بھائی آپ نے ہی بجانا پھر اتنے اتاولے کیوں ہو رہے ہیں۔۔"احان اسی طرح مبہوت سا آگے بڑھ رہا تھا جب ارسلان نے اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ جس پر احان بدمزہ ہوا۔

"کیا بدتمیزی ہے؟؟۔"احان نے اسے گھڑکا۔اس وقت ارسلان کی یہ مداخلت اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"بدتمیزی نہیں بھائی صاحب یہ عقلمندی ہے،آپ بھول گئے تو یاد کراتا چلوں کی آپ ایک باوقار، صوبر،ڈیسینٹ قسم کے مخلوق ہیں آپ کو زیب نہیں دیتا کی آپ اپنی چند گھنٹے پہلے بنی بیوی کو یوں دنیاں و معافیہ سے بیگانہ ہو کر تاڑیں، بھئی محفل کے اداب ہیں کچھ۔۔" ارسلان نے شرارتی انداز میں احان کی ٹھیک ٹھاک کلاس لگائی تھی۔ جس پر بیچارہ مارے خجالت کے اسے گھور بھی نہیں پایا تھا۔اس سے پہلے کی احان وہاں سے غائب ہوتا کمشنر صاحب وہاں کسی کو لیکر حاضر ہوئے تھے۔

"ان سے ملیں پرواز یہ ہیں میرے بڑے بھتیجے اور اس شہر کے ایس پی،ایس پی احان علی،یہ ہیں ہمارے چھوٹے شہزادے،انسپکٹر ارسلان علی اور یہ ہیں ہماری شرارتی پری

نشوہ،اور بچوں یہ ہماری بہت خاص مہمان پرواز۔"کمشنر صاحب نے باری باری تینوں کے تعارف کرایا تھا۔ارسلان علی کے تعارف پر بڑی مشکل سے منتہیٰ نے اپنے چہرے کے تاثرات چھپائے تھے۔

وہ بس ابھی جھجھکتے ہوئے علی وِلا میں داخل ہوئی تھی۔انٹرنس پر ہی اسے کمشنر صاحب مل گئے تھے۔سلام دعا کے بعد وہ سیدھا اسے اسی کے مقابل لیکر چلے آئے تھے جس سے سامنے کے ڈر سے وہ یہاں آنے سے گریز کر رہی تھی۔

کچھ بات تو ہے تیری باتوں میں

جو بات یہاں تک آپہونچی

ہم دل سے گئے دل تم پہ گیا

اور بات خدا تک جاپہونچی

دوسری طرف انسپکٹر صاحب تھے ان کیلئے تو جیسے پوری دنیاں ہی تھم گئی تھی۔وہ آنکھیں پھاڑے آج پورے ڈیڑھ مہینے بعد مقابل کھڑی اپنی منکوحہ نامی مخلوق کو دیکھ کر جیسے ارد

گرد فراموش کر بیٹھا تھا۔ گندمی صاف رنگت تیکھے نقوش سی گرین کلر کے پیروں کو چھوتی فراک میں دائیں ہاتھ میں نفیس سی گھڑی پہنے میک اپ سے پاک سنجیدہ چہرے کے ساتھ بڑی بڑی قاتل آنکھوں پر نظر کا فریم لیس چشمہ لگائے دنیاں کی بولتی بند کرنے والے اچھے اچھوں کے چودہ طبق روشن کر دینے والے انسپکٹر ارسلان علی کو وہ چاروں خانے چت کر گئی تھی۔

"یہ مجھے ایسے کیوں گھور رہے ہیں، کہیں یہ مجھے پہچان تو نہیں گئے، نہیں نہیں اللہ جی رحم میں ابھی اس باتوں کی مشین بندے کو برداشت کرنے کے فیس میں بالکل بھی نہیں ہوں۔۔" ارسلان کی گہری نظریں خود محسوس کر کے پرواز جزبز ہوتے ہوئے نا محسوس انداز میں اپنے ناک پر چشمہ درست کرتے ہوئے من ہی من بڑبڑائی۔ وہ چشمہ لگا کر ہی اس لیئے آئی تھی کے ارسلان اسکی آنکھوں کے زریعہ واپس چہرہ تلاش کرنے نہ نکل جائے لیکن ابھی اسکی نظریں پرواز کو ٹھیک ٹھاک پریشان کر رہی تھی۔

"اچھا بھئی مجھے دوسرے گیسٹ اٹینڈ کرنا ہے ہماری یہ خاص مہمان کی اؤ بھگت کی ذمہ داری ہم آپ کو سونپتے ہیں، ہمیں شکایت کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔۔" کمشنر صاحب کی آواز پر ارسلان ہڑبڑا کر ہوش میں آیا تھا۔ ساتھ نا چاہتے ہوئے بھی سرعت سے پرواز سے نظر ہٹا گیا۔

"نہیں! کمشنر سر ہم کچھ دیر میں نکلیں گے، بس آپ کی بات ٹال نہیں سکتے تھے اس لیئے چلے آئے۔۔" پرواز ارسلان کی نظروں سے نروس ہوتی ہوئی بولی۔ بڑے بڑے چور ڈاکوں کے اڈوں پر کیمرے کے ساتھ بے خوف گھس جانے والی جرنلسٹ پرواز اپنے منکوح کی نظروں سے نروس ہو رہی تھی۔

"ایسے کیسے مس پرواز ہماری گیسٹ ہیں اور ہمارے یہاں کا اصول آتے اپنی مرضی سے ہیں جاتے ہماری مرضی سے ہے، چاچو آپ جائیں ہم آپ کی خاص مہمان کا خاص خیال رکھیں گے۔۔" ارسلان خود کو نارمل کرتا واپس اپنی ٹون میں آیا۔ وہ پرواز کا نروس ہونا اچھے سے نوٹ کر رہا تھا تبھی شیر ہو کر بولا۔

"یاد رہے بر خردار ہم کوئی شرارت یاشکایت برداشت نہیں کریں گے تو احتیاط کیجئے گا۔۔"کمشنر اکبر اسکی آنکھوں میں ناچ رہی شرارت کو دیکھ تنبیہ کرتے وہاں سے نکل گئے تھے۔احان بھی کسی کے بلاوے پر اس طرف نکل گیا تھا۔اور پرواز دونوں شیطانوں کے بیچ گھر گئی تھی۔

"رضیہ غنڈوں کے بیچ پھسی تھی میں ان باتوں کے مشینوں کے بیچ برا پھس ہوں اللہ حفاظت کرنا بس تیرا ہی سہارا ہے۔"پرواز نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھ دل سے دہائی دی۔کیونکہ اس دن فلیٹ پر نشوہ اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ پائی تھی لیکن اپنی باتونی طبیعت وہ منتہی پر اچھی طرح واضح کر چکی تھی۔اور انسپکٹر صاحب کی اس خصوصیت سے وہ واقف تھی تو ڈر جائز تھا۔

"بائی داوے پرواز مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کی میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے ؟۔"نشوہ نے کچھ دیر سوچنے کی زحمت اٹھانے کے بعد سوال کیا۔جس پر ارسلان نے پرواز کی ہوائیاں اُڑی شکل دیکھ لب بھینچ کر مسکراہٹ ضبط کیا تھا۔

"نہیں برا نہیں منائیں، آپ بہت پیاری ہیں نہ شائد اس لیئے شناسہ چہرہ لگ رہا ہے۔۔" نشوہ کا اپنا ہی لاجک تھا۔

"شکر کرو تم لڑکی ہوں ورنہ اس کھلے عام فلرٹ کرنے کے جرم میں میں تمہیں ایک دو سو سال کیلیئے اندر کر چکا ہوتا۔" ارسلان پرواز کی ہونق شکل دیکھ نشوہ کے کان میں گھس کر بولا۔ تبھی کسی کزن نے اسٹیج پر آنے کی دعوت دی تھی۔ کیونکہ اب دیبا کے پہلو میں احان کو بیٹھایا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے احان کو کنگال کرنے کے خطرناک پلان کو عملی جامہ پہنانہ تھا۔

"ہم یہیں ٹھیک ہیں آپ لوگ جائیں۔۔" پرواز دونوں کی نظر خود پر ٹکی دیکھ بولی۔

"آپ وہاں بھی ٹھیک ہی رہیں گی، ڈونٹ وری وہاں کوئی دنگا فساد نہیں ہونے والا ہے، امن وامان کا راج ہو گا آجائیں۔۔" ارسلان کے جواب پر اتنی دیر میں پہلی بار پرواز نے نظر اٹھا کر مقابل کو دیکھنا چاہا لیکن دوسرے ہی پل نظریں واپس جھک گئی تھی کیونکہ مقابل مکمل اس طرف ہی متوجہ تھا۔ ابھی وہ اسی کشمکش تھی کے نشوہ اسے کھینچتی اسٹیج کی

طرف بڑھی تھی۔ پیچھے ارسلان بھی تھا۔

"ارے! ارے! ایس پی صاحب کیا کر رہے ہیں یار اچھا لگے گا مزبان تشریف رکھیں اور مہمان اپنے پیروں کو زحمت دئے کھڑے رہے ہیں۔۔" اسٹیج پر چڑھتے ہی اس سے پہلے کی احان دیبا کے پاس والی نشست سنبھالتا ارسلان اور نشوہ کے ساتھ دو تین اور کزن اسے پڑے کرتے صوفے پر بیٹھ کم ایک دوسرے پر چڑھ زیادہ گئے تھے۔اس شرارت پر جہاں وہاں موجود نفوسوں کے لبوں کو خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا تھا وہیں احان اور پرواز حق دق کھڑے الجھن زدہ سے صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب ؟اور اگر یہاں آپ لوگوں نے ہی بیٹھنا ہے تو مجھے بلوانے کی تکلیف کیوں کرا ٹھائی گئی ؟؟۔" احان نے سب کی شرارت سے چمک رہی آنکھیں اور دبی دبی مسکراہت دیکھ ماتھے پر بل ڈالے استفسار کیا۔ نگاہ غلط اس وجود پر ڈالنے سے مکمل اجتناب برتا جا رہا تھا جس پر کب سے نظریں پھسل رہی تھی۔

"وہ کیا ہے نہ ایس پی صاحب کسی عظیم انسان کا مشہور معقولہ ہے شادی صرف قید ہی نہیں کنگال ہونے کا نام بھی ہے، اس حساب سے آپ قید تو چند گھنٹے پہلے ہی ہو چکے ہیں بس کنگال ہونے کی تیاری پکڑیں، اب شادی کو یوں ہی بربادی فسادی بلا بلا تو نہیں کہا گیا ہے نہ کچھ تو گہرا راز ہو گا جواب افشاں ہو گا۔۔"ارسلان نے نجانے کس عظیم انسان کا قول دہرایا تھا۔

"عظیم کا تو علم نہیں کسی فسادی انسان کا معقولا معلوم ہوتا ہے۔"پرواز اسٹیج کے گرد ہنسی ٹھٹھولی کر رہے سب پر نظر دوراتی دل میں بولی۔

"کون عظیم انسان؟؟؟۔"نشوہ کو اسکے الفاظ کچھ ہضم نہیں ہوئے تھے۔ تبھی دلہن بنی دیبا کو پیچھے ہٹاتی اسے دیکھا۔

"میں اور کون؟؟۔"ارسلان نے فرضی کالر جھاڑے۔

"تم اور عظیم؟؟؟جوک آف دا ڈے، حقیر کہتے تو کم از کم انکساری ظاہر ہوتی۔۔"نشوہ ان سب کے بیچ دب کر مسل رہی دیبا کو پیچھے ہٹاتی ناک چڑھا کر بولی۔

"موٹی اپنی چونچ بند رکھو اور بھولو نہیں ہم یہاں ایک امپورٹنٹ مشن پر ہیں، ہاں! تو ایس پی صاحب نکالیں خرچہ پانی لے جائیں اپنی رانی میرا مطلب نشست۔۔" نشوہ کو ٹکا سا جواب دینے کے بعد واپس احان کو مخاطب کیا۔ جس پر احان نے بھونیں سکیڑ کر مشکل سے تین انسان کے بیٹھنے لائق صوفے پر زبردستی ارجیسٹ ہونے کی ناکام کوشش کئے ان چھ انسانوں کو دیکھا۔

"خرچہ پانی یہیں دوں یا رشوت مانگنے کے جرم میں پولیس تھانے تک چلنے کی تکلیف آپ لوگ اٹھائیں گے؟؟۔" احان نے کمال سنجیدگی سے ای برواٹھا کے پوچھا تھا۔ جس پر سب نے بیک وقت لاحول پڑھا تھا۔ جبکہ پرواز اور حبہ کے ساتھ حشام کے لب بھی خوبصورت انداز میں مسکرائے تھے۔

"بھائی پولیس ہونگے آپ اپنے تھانے میں یہاں آپ دلہے ہیں اور آپ کو ہمیں نیک دینا ہوگا، چلیں جلدی سے صرف پچاس ہزار دے دیں، ایماندار آفیسر ہیں تو اتنے پر آج ڈیل ڈن کرتے ہیں۔۔" نمرہ (احان کی ماموزاد) نے دریادلی کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا! آپ کے کہنے کا مطلب ہوا کی دلہا ہونا جرم ہے؟؟۔"احان کی سنجیدگی برقرار تھی۔ وہ مزاجاً بہت ریزرو تھا لیکن کبھی کبھی ارسلان کے بھائی ہونے کے اثرات صاف نظر آتے تھے۔

"جرم نہیں بھائی سزا، ہم مظلوم کو مجرم نہیں کہ سکتے اتنے سنگ دل ظالم نہیں ہیں۔۔"ارسلان نے تصحیح کی۔ جس پر سب نے بیل کی طرح سر ہلا کر تصدیق کی مہر لگائی تھی۔

"جرم، سزا، جزا ہم بعد میں ڈسکس کریں گے ابھی وہاں سے اٹھیں وہ ان کمفٹیبل فیل کر رہیں ہیں، شاباش۔۔"شوخی سے سب کی شرارتوں کے جواب دیتے ہوئے احان کی نظر جیسے ہی جالی دار گھونگھٹ سے نظر آرہے دیبا کے روہانسے چہرے پر پڑی فکرمندی سے بولا۔

"ہائے! وہ!!!!!!۔"سب نے وہ کو کھینچتے ہوئے احان کا اچھا خاصا ریکارڈ لگایا تھا۔ جس پر بیچارہ جھنپ کر رہ گیا۔

"اپنی 'وہ' کی آرام کی اتنی ہی فکر ہے تو ٹیکس بھر دیں نہ بھائی ورنہ ہم نے تو ایک دو کو اور ارجیسٹ کرنے کا سوچا ہے، بھابھی ذرا شہزادے کو تو لائیں۔۔" ارسلان نے بولنے کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر آنکھیں پٹپٹا کر سب کو دیکھ رہے ثوبان کو اپنے گود میں بیٹھایا تھا۔ پرواز نے چونک ارسلان کے گود میں مسکرا رہے بچے کو دیکھا۔

"بھائی دے دیں دیبا واقعی میں بہت ان کمفرٹیبل ہے، لیکن یہ بھی طے ہے کی یہ لوگ چندہ لیئے بغیر ٹلیں گے نہیں۔۔" حشام کو بھی بہن کا خیال آیا تھا۔ تبھی احان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں! بھائی حشام صحیح کہ رہے ہیں، ارسلان کچھ لوگوں کی طرح کسی کی نہیں سننے والوں میں سے ہیں۔" حبہ نے بھی تائید کے ساتھ طنز کیا تھا۔ جس پر حشام نے بھویں سکیڑ کر جگمگا رہی اس ڈاکٹر کو دیکھا۔ احان اثبات میں سر ہلاتا ان سب کی طرف ڈیل کرنے بڑھا تھا۔ کیونکہ مزید دیبا کو پریشان دیکھنا ایس پی صاحب کی برداشت کا کڑا امتحان تھا۔

"پہلی بار اتفاق کیا تھا آپ نے مجھ سے ڈاکٹر کیا ہوتا اگر خالص رکھتی، مطلب طنز کی ملاوٹ لازم تو نہیں تھی۔" حشام نے نامحسوس انداز میں حبہ کے کان کے پاس جھک کر شکوہ کیا۔

"لازم تو نہیں لیکن آپ راستہ بھی تو کوئی نہیں چھوڑتے۔۔"حبہ سرعت سے فاصلہ قائم کر گئی تھی۔ نظر سامنے احان پر تھی جو سب سے نمٹنے کے بعد اب دیبا کے پہلو میں بیٹھا ماحول کو مکمل کر گیا تھا۔

"اٹس امپوسبل ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"پرواز نے سامنے نظر آرہے منظر سے نظر ہٹاتے ہوئے خود کو سرزنش کر کے اسٹیج سے اترنا چاہا۔جب ارسلان اس کی راہ میں حمائل ہوا تھا۔

"ابھی بہت کچھ ہے میرے چاچو کی خاص مہمان صاحبہ،آئیں شروعات تفصیلی تعارف سے کرتے ہیں۔۔"ارسلان نے بڑے شائستہ لہجے میں اسے واپس سب کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ جس پر پرواز نا چاہتے ہوئے بھی واپس سب کے درمیان چلی آئی تھی۔

"سو گائز یہ ہیں مس پرواز چاچو کی خاص مہمان جن کی مزبانی جیسی بڑی ذمہ داری چاچو نہ ہمارے ناتواں کاندھوں پر ڈالی ہے۔۔"ارسلان نے سب کے درمیان آتے ہی باآواز بلند پرواز کا تعارف دیا تھا۔ جس پر سب بیک وقت سی گرین کلر کے فراک میں سادہ مگر باوقار حلیے میں موجود پرواز نامی بلا کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ جس نے اتنی سادگی سے مایوں

کے فنکشن میں شرکت کیا تھا گویا فیملی ڈنر پر آئی ہو۔ سادہ سمپل مگر ایک کشش تھی اس کی پرسنالٹی میں۔ سب کی نظریں خود پر گڑھی دیکھ پرواز جز بز ہوئی تھی۔

"اب ایسے نہیں دیکھیں انہیں یاریوں تو چاچو بتا رہے تھے بڑی توپ چیز ہیں لیکن نروس ہر کوئی ہوتا ہے۔" ارسلان نے سب کو سرزنش کیا جس پر سب مسکرا دئے تھے۔ لیکن حبہ ہنوز ایک ٹک پرواز کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"سو مس پرواز اب میں باری باری ان حضرات کا آپ سے تعارف کراتا ہوں، اپنے سٹائل میں، تو شروعات کرتے ہیں ان صاحب بہادر اور ماسٹر مائنڈ، ڈائینامک، تھنڈر سٹروم مطلب تیسری عالمی جنگ میں میرے اپونینٹ سے۔" ارسلان نے اپنے گود میں موجود عظیم ہستی کی طرف توجہ دلائی جو ارسلان کو ہی مسکرا کر دیکھ رہے تھے (بھئی تعریف کسے بھلی نہیں لگتی)۔

"یہ ہیں علی وِلا کے ننھے مہمان،

بستی ہے جس میں سب کی جان،

پتا نہیں خود کو سمجھتے ہیں کہاں کا سلطان،

ایک نمبر کے ہیں یہ شیطان،

لیکن نہیں لاتا کوئی اس حقیقت پر ایمان،

سب کرتے ہیں مجھے بدنام،

ان کے مظالم اور عتاب کا نشانہ بننے والا میں تنہا انسان،

اس عظیم مخلوق کا نام ہے شہزادے ثوبان۔

"تالیاں !۔" ارسلان نے ثوبان کو ہوا میں اچھالتے ہوئے داد چاہی۔ جس پر سب نے جہاں ہلکا قہقہہ لگاتے ہوئے تالی بجائی تھی۔ وہیں ثوبان صاحب نے ارسلان کے سلیقے سے سیٹ کئے بالوں کو نوچتے ہوئے چینخ کے ساتھ قلقاری ماری تھی۔ جس پر ارسلان روہانسا ہوا۔

"لیں سنبھالیں اپنے شریف شہزادے کو۔" ارسلان نے روہانسی شکل بناتے ہوئے ثوبان کو حبہ کی طرف بڑھایا جسے درمیان میں ہی حشام نے تھام لیا تھا۔ اور اس کی شکل دیکھ پرواز نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"زیادہ دانت نہیں دیکھائیں اب آپ ہی کی باری ہے۔"ارسلان نے احان کو دیکھا۔ جس پر احان نے اسے آنکھوں سے باز رہنے کا اشارہ کیا تھا لیکن مقابل ڈھیٹوں کا سردار تھا۔

"یہ ہیں حان لوہے کے کان،

جعلی ڈاکٹر دیبا ہیں ان کی جان،

جو کھاتے رہتی ہیں ان کے کان،

لیکن یہ نہیں ہوتے پریشان،

بلکے سونپ دیا ہے انہیں اپنا دل و جان،

مطلب مظلوم آف داڈے (برائڈ گروم)۔"ارسلان کے اس بے باکانہ شرارتی تعارف پر دیبا اور احان اپنی جگہ شرم سے پانی پانی ہو کر رہ گئے تھے۔ جبکہ باقی سب ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں زمین پر ندیدہ چیز کی کھوج میں نظر دورا رہے تھے۔ایک ارسلان اور پرواز تھے جو کھل کر مسکرا رہے تھے۔

"تعارف باقی ہے پیاری عوام

ابھی سے کیوں کر رہے ہیں خود ہلکان۔"

ارسلان نے واپس توجہ چاہی۔اب اس کا رخ ایک مکمل خوبصورت منظر پر تھا۔یعنی حشام اسکے گود میں کھلکھلا رہے ثوبان ان کے پہلو میں کھڑی مسکرا رہی ڈاکٹرنی صاحبہ۔

"یہ محترمہ ہے ہماری پیاری سی بھابھی ڈاکٹر حبہ حشام،اور یہ محترم ہیں ان کے فل ٹائم غلام،

میرے کہنے کا مطلب ان کے سرتاج میرے پیارے بھائی حشام۔" حشام کے آنکھ دکھانے پر ارسلان نے فوراََ زبان کو لگام دیا تھا۔

"اب مزید بکواس نہیں منشی چاچا۔۔" نشوہ نے اپنی باری آنے سے پہلے ہی اسے سرزنش کرنا چاہا ورنہ اس نے اسکے ویٹ سے شروع ہو کر ویٹ پر ہی قدم روکنے تھے۔

"کیوں حلوائی چاچا کی بہو ڈر لگ رہا ہے،اپنی باری سے ؟؟۔"ارسلان کہاں لحاظ کرنے والا تھا۔

"میرا منہ نہیں کھلواؤ۔۔" نشوہ نے دانت پیس کی دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔جس کا مقابل پر رتی برابر پر فرق نہیں پڑا تھا۔

"خیر چلتے ہیں آگے کی طرف۔۔"ارسلان نے صاف نشوہ کو اگنور کرتے ہوئے اشتیاق سے خود کو دیکھ رہی اپنی شیرنی پر نظر ڈالی۔ جس پر بیچاری گڑبڑائی تھی۔

"لاسٹ بٹ ناٹ لیسٹ مابدولت ہیں ارسلان،

علی وِلا کی آن بان شان،

محبت سے سب کہتے ہیں شیطان،

اس موٹی (نشوہ) کو اگنور کریں میرے چاچو کی خاص مہمان۔"ارسلان نے نشوہ کو زبان دکھائی۔ جس پر وہ سوائے تلملانے کے کچھ نہیں کر پائی تھی۔

"افففف! اللّٰہ یہ بندہ۔۔"پرواز نے باضابطہ ارسلان کی جانب سے رخ موڑ لیا تھا۔اس کا وہم تھا یا حقیقت لیکن اسے لگ رہا تھا جیسے ارسلان بظاہر تو سب سے خطاب کر رہا ہے لیکن آنکھیں صرف اس سے مخاطب ہے۔

"بریانی، نہاری، قورمہ ہو یا چکن کڑھائی

سب کی دشمن بری ہرجائی،

دوستی میں کرتی ہے جو بے وفائی

کھانے کی کرتی ہیں ہمیشہ تیاری

نشوہ یاسر بہو آف حلوائی۔۔۔۔۔

تالیاں۔۔۔"وہ ارسلان ہی کیا جو نشوہ کو بخش دے۔اسکے اتنے خوبصورت تعارف پر تو نشوہ جل کر راکھ ہو گئی تھی۔جبکہ سب اسکا خیال کر کے اپنا قہقہ روکنے کے چکر میں بے حال ہو رہے تھے۔

"عرض کیا ہے۔۔"نشوہ بڑے ضبط کے ساتھ سامنے آئی تھی۔حساب جو برابر کرنا تھا۔

"بزدل انسپکٹر صاحب دھیان سے سنئے گیان،

رازداروں سے اچھی نہیں ایسی زبان،

صرف خافیہ ردیف ملا لینے کو نہیں کہتے شاعری پیارے میزبان،

آپ ایک نمبر کے نکمّے ہیں،اب مزید نہیں لیں غالب کے برداشت کا امتحان۔"

نشوہ نے ارسلان کے مقابل آتے ہوئے ناک کے ساتھ نادیدہ کالر بھی چڑھائے تھے،جس پر محفل زعفران ہوئی تھی۔سب نے اب کے ہنسی کنڑول کرنے کی کوشش بالکل نہیں کی تھی۔لیکن ارسلان کا دل تو اپنی شیرنی کو دیکھ کر تھم گیا تھا۔وہ بجائے نشوہ کو

گھورنے یا جوابی کارروائی کرنے کے منہ پر ہاتھ رکھے شائد اپنی زندگی میں پہلی بار اس طرح کھل کر ہنس رہی پرواز کو دیکھ رہا تھا جس کی بڑی بڑی آنکھوں میں اب پانی اتر آیا تھا جس کی نمی خم دار پلکوں میں معلوم ہو رہی تھی۔

"آپ اب ٹھیک ہیں؟؟؟۔" سب کو اپنے آپ میں مگن دیکھ احان دیبا کی طرف جھکا تھا۔ جس پر دیبا کی سٹی گم ہوئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گھونگھنٹ کو ٹھیک کرتے ہوئے سر ہلایا۔

"نشوہ بتا رہی تھیں کے آپ نکاح کے وقت بہت روئی تھیں جان سکتا ہوں کیوں؟۔۔۔۔ دیبا میں کوئی غیر نہیں ہوں آپ کا بیسٹ فرینڈ آپ کا حان ہوں اس ریلکس رہیں آئی نیور ہرٹ یو، ہرٹ کرنا تو دور کی بات میں کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔" احان اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ دیکھ نرمی سے بولا۔ جب سے نشوہ سے معلوم ہوا تھا کی نکاح کے وقت دیبا نے رو رو کر پورا گھر سر پر اٹھا لیا تھا وہ پریشان تھا۔

جواب میں دیبا کچھ نہیں بولی تھی کیا بتاتی کی وہ لمحہ ہی ایسا ہوتا ہے زندگی کا کی آنسوں نکل آتے ہیں اور دیبا کے طوفان لانے کی وجہ تھا اس کا عزیز بھائی جس کی وہ گڑیا تھی لیکن

قسمت کی کرنی کے آج وہ اپنی گڑیا کو دلہن بنا دیکھنے کیلئے موجود نہیں تھا۔ احتشام کا یاد کر کے دیبا کی آنکھیں واپس بھر آئی تھی گال سے لڑک کر گجرے سے سجی کلائی پر گرے قطرے کو دیکھ احان نے رخ موڑ کے اسے دیکھا تھا جو لب بھینچے آنسوں ضبط کر رہی تھی۔

"دیبا کیا ہو گیا ہے یار؟؟؟۔" پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہوتے ہوئے احان کی پریشان آواز بلند ہو گئی تھی تھا۔ جس پر سب بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ حشام سرعت سے ثوبان کو حبہ کو تھما تا خود دیبا کے دوسرے جانب بیٹھ کر اسے خود سے لگا گیا تھا۔

"گڑیا مزید نہیں، کیا حاشی بھائی کے ہونے کی آپ کو خوشی نہیں ہے؟؟؟؟" حشام نے لب بھینچ کر پوچھا تھا۔ صبح سے وہ جتنا خود روئی تھی اتنا ہی تنزیلا بیگم کو رلا رہی تھی۔ اور احتشام کا دیوانہ مرد ہونے کی سزا میں مسکرا کر اپنے آنسوں کو اندر اتار رہا تھا۔ کیونکہ دنیاں رونے والے مرد کو کمزور سمجھتی ہے لیکن وہ شائد یہ نہیں سمجھتی کے مٹی کے بنے ہر انسان کو درد ہوتا ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ جذبات ہوتے ہیں احساسات ہوتے ہیں، درد سے سینا پھٹتا ہے برداشت کی شدت سے آنکھیں سرخ ہوتی ہے لیکن آنسوں بہانے کا حق نہیں ہوتا شائد۔

"بھابھی آپ نے کچھ کھایا، بڑی بیگم نے کہا تھا کی آپ کا مہندی لگانا ہو جائے تو میں کچھ دیر سے آپ کو کھانا لا دوں، تو لا دوں ؟۔۔" رات ساڑھے گیارہ کے قریب مہندی لگانے والی لڑکی کے باہر جاتے ہی ملازمہ نے بیڈ پر دونوں ہاتھ پیر پھیلا کر چہرے پر بیزار سے تاثرات سجائے بیٹھی حبہ سے اجازت چاہی۔

"نہیں آپ جائیں اس فضول کی الجھن میں مجھے کوئی کھڑاک نہیں پالنا۔۔" حبہ اکتائے انداز میں بولی۔ جس پر ملازمہ نے اسکے دودھیا ہاتھوں پیروں پر مہارت سے بنائے گئے خوبصورت بیل بوٹے کو دیکھا جسے اسکی بھابھی جی فضول کی الجھن کہ رہی تھیں۔

"جائیں بس دس منٹ سے ثوبان کیلیئے دودھ گرم کر کے دے جائے گا۔" حبہ اسے اپنے پنڈلیوں سے کچھ اُپر تک اٹھے پائینچوں سے پیروں پر لگے مہندی کو غور سے دیکھتا دیکھ بولی۔ جس پر وہ جی بھابھی کہتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

"افففففف! عجیب الجھن میں پھسا دیا چاچی نے۔۔" حبہ بار بار جوڑا ڈھیلا ہونے کی وجہ سے نکل کر چہرے پر جھول رہے لٹوں کو انگوٹھے کی مدد سے پیچھے کرتے ہوئے جھنجھلائی۔

وہ اس وقت دیبا کے ڈھیلے ڈھالے ہاف سلیو فراک پر کھلے پائیچوں والا پاجامہ پہنے خاصا غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اسکے پاس سارے ہی تری بائی فور سلیو ڈریس تھے اور مہندی کہنیوں سے لگانی تھی اس لیے تحسین بیگم نے زبردستی اسے یہ کپڑے پہنائے بھی تھے اور دھمکی دیکر کہنیوں تک مہندی بھی لگوائی تھی۔ ہمیشہ اپنا سر دوپٹہ سے ڈھانک کر رکھنے والی حبہ کا دوپٹہ لاپرواہی سے گلے میں جھول رہا تھا حشام کی کسی بھی وقت کمرے میں آمد کا سوچ کر اسکی سانسیں سوکھ رہی تھی۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں مبتلا تھی جب تھکا تھکا سا حشام کمرے میں داخل تھا دروازہ بند کر کے پلٹتے ہی جیسے ہی نظر بیڈ پر خود سے ہی الجھی بیٹھی ڈاکٹر پر پڑی رگوں میں سرایت کر رہا بوجھل پن شرارت میں تبدیل ہوا تھا۔

"کیسے مزاج ہیں ڈاکٹر ؟تاثرات تو کافی بگڑے معلوم ہو رہے ہیں ؟؟؟۔" حشام شوخی سے کہتا ایک بھرپور نظر الٹے ہاتھ سے خود پر دوپٹہ برابر کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی ڈاکٹر پر ڈال کر میٹھی نیند سے سو رہے ثوبان کی پیشانی پر پیار کیا۔

"مزاج نہیں عذاب کہیں، بغیر گناہ کے یہ عذاب نازل ہو گیا ہے، الجھن ہو رہی مجھے اس مہندی نامی بلا سے۔۔" حبہ اس کی گہری نظر خود پر محسوس کر کے مزید جھنجھلاتی بیزار گی سے بولی۔

"اصل الجھن کی وجہ کیا ہے ڈاکٹر مہندی یا میرے نام کی منہدی۔۔" حشام اسکے اکتائے لہجے پر سنجیدہ ہوا تھا۔

"دونوں مسٹر حشام بلکے یہ سب کچھ گھٹن میں مبتلا کر رہا ہے۔" حبہ اسکی سنجیدگی کا نوٹس لیئے بغیر مزید اکتاہٹ سے بولی۔ جس پر حشام کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"ذرا اس سب کچھ بالخصوص "گھٹن" کی تشریح کریں گی ڈاکٹر۔۔" حشام پیشانی مسلتا اسکی طرف متوجہ ہوا۔

"جی! بالکل مسٹر حشام سب کچھ سے مراد سب کچھ مجھے گھٹن میں مبتلا کر رہا ہے، یہ تام جھام، یہ نکاح ولیمے کی فارملٹی، یہ بلاوجہ کی رسمیں، آپ کا حوالہ، یہ جگہ آپ کے لوگ، لوگوں کی باتیں آپ کی مسیحائی کے چرچے، میری مظلومیت کے قصے سب میری گھٹن کی وجہ بن رہی ہیں اور کیا کیا بتاؤں میں آپ کو اور تشریح چاہیئے تو، تو پھر تفصیل سنئے۔۔"

"مسٹر حشام میں نے ایک سادہ سی زندگی گزاری ہے دن کے چوبیس گھنٹے کا شیڈیول بنا ہوتا تھا میرے پاس، وقت کی پابندی کرتے ہوئے اس شیڈیول کو فالو کرنا میرا کام ہوتا تھا، یہ بناوٹی زندگی، یہ شان شوکت، یہ سوسائٹی، یہ محبت نامی فریب، یہ لبوں پر مسکراہٹ اور لفظوں میں زہر سی کاٹ، یہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ بولنا یہ میرا شیوا نہیں تھا، لیکن آپ کی وجہ سے مجھے یہ سب اپنانا پڑ رہا ہے، اس رشتے کا انجام جانتے ہوئے بھی میں سب کی اس سے امیدیں وابستہ کرا رہی ہوں، اس کہانی میں اپنے عارضی کردار سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود بھی میں سب کو خود سے مظبوطی سے جڑنے سے نہیں روک پا رہی، ان سب چیزوں سے مجھے گھٹن ہو رہی ہے مسٹر حشام، میں ایسی نہیں ہوں میں نے ہمیشہ فیر لائف جی ہیں میں نے کبھی کسی کو کوئی دھوکہ نہیں دیا، سنا تھا فریب کو

خوبصورت لفظوں میں "محبت" کہتے ہیں، لیکن آج اس حقیقت پر ایمان لے آئی ہوں، مزید مجھ سے یہ ڈرامہ نہیں ہو گا مسٹر حشام میں اپنی دنیاں میں خوش ہوں گھر کے فنکشن ختم ہوتے ہی آپ اپنی فیملی کو سب۔۔۔۔" حبہ کی بات ابھی درمیان میں ہی تھی جب کب سے اپنے اندر کے اشتعال کو دباتے ہوئے کنپٹی پر بار بار ابھر رہی رگ کو مسل رہا حشام ایک جست میں اسکی طرف جا کر ایک ہی جھٹکے میں اسے اپنے برابر کھڑا کیا تھا۔اچانک افتاد پر بوکھلائی حبہ ٹوٹے شاخ کی طرح اسی کے چوڑے سینے آ لگی تھی۔

"میں اپنی فیملی سے کیا ڈاکٹر؟؟؟؟۔" حشام نے درد سے پھٹ رہے سر کی وجہ سرخ ہوئی آنکھیں اسکی خوف سے پھیلی آنکھوں میں گاڑھی تو حبہ کے حلق میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوا تھا۔

"بتایا نہیں ڈاکٹر میں اپنی فیملی کو؟؟؟۔" مقابل کے چہرے پر خوف دیکھنے کے باوجود حشام کی پکڑ اور آواز میں ذرا نرمی نہیں آئی تھی۔دوسری طرف پہلی بار چنچل شوخ سے حشام کا یہ سخت روپ دیکھ تو حبہ ششدر رہ گئی تھی زبان تو جیسے تالوں سے جا چپکی تھی۔

"پہلے کہا تھا اب کہہ رہا ہوں، لیکن دوبارہ نہیں کہونگا، کیونکہ ایک بات کو بار بار دہرانا میری فطرت میں نہیں، سو کان کھول کر سنیں، میں نے آپ سے نکاح کیا ہے جائز رشتہ جوڑا ہے گناہ نہیں کیا، عزت بنائی ہے اور اپنی عزت کو اسکے مرتبے کے شایانِ شان پوری دنیاں کے مقابل متعارف کرانے کا ہنر علی وِلا کے مردوں کو خوب آتا ہے، اہمیت نہیں رکھتا رشتہ عارضی ہے یا مستقل آپ میری نکاح میں ہیں میری عزت ہیں اور علی ولا کی بہو ہیں، علی ولا کے بہو کا جو ٹھاٹھ باٹھ ہونا چاہیئے وہ آپ کے ہونگے خواہ یہ آپ کی تسکین کا باعث بنے یا گھٹن کا اہمیت نہیں رکھتا، اور بات دھوکے کی کریں تو کوئی دھوکہ نہیں دے رہے ہیں ہم، دنیاں میں ہر رشتہ ایک معاہدہ ہی ہوتا ہے، میاں بیوی کے درمیان ہزاروں راز ہوتے ہیں ضروری نہیں اس کا اشتہار لگایا جائے، اور دنیاں مجھے مسیحا کہتی ہے یا آپ مظلوم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیئے کیونکہ یہ دنیاں کا دردِ سر ہے ہمارا نہیں، سمجھ آ رہی ہے آپ کے ؟؟؟؟۔" حشام نے سرد بے لچک انداز میں کہتے ہوئے اپنے بازوؤں میں بت بنی حبہ کو جھٹکا دیا تھا۔ جس پر حبہ نے بنا سمجھے بس سر ہلایا تھا۔

گُڈ! اب یہاں بیٹھیں میں کھانا منگواتا ہوں۔۔" حشام نے بڑی نرمی سے اسے واپس اسکی جگہ پر بیٹھایا تھا۔

"مم۔۔مجھے نہیں کھانا۔۔" حبہ منمنائی۔کیونکہ حقیقت یہی تھی کے وہ حشام کے جاہ و جلال سے سہم گئی تھی۔اسکی سرخ آنکھیں چٹانوں سا سخت ہر قسم کی نرماہٹ سے عاری لہجہ اس پر سخت گرفت توپ چیز ڈاکٹر حبہ کو اندر تک خوف زدہ کر گیا تھا۔آخر اتنے عرصے میں اس نے اس بندے کا یہ روپ دیکھا ہی کب تھا شائد آج بھی نہیں دیکھتی اگر غلط وقت غلط لفظ ادا نہ کرتی تو۔وہ مقابل کی موجودہ کیفیت سے انجان اپنی بھڑاس نکالنے بیٹھی تھی اور ردعمل پر خود بھیگی بلی بن گئی۔

"میں نے پوچھا نہیں ہے اطلاع دی ہے کی کھانا منگوا رہا ہوں۔۔" حشام اپنے قدموں میں گرے اسکے دوپٹے کو اٹھا کر سلیقے سے اسکے شانوں پر پھیلاتے ہوئے اسی سرد بے لچک لہجے میں بولا۔جس پر حبہ چپ کر گئی تھی۔پھر کچھ ہی دیر میں ملازمہ ٹرے گھسیٹتی اندر آئی تھی۔حشام نے بنا کچھ کہے ٹرے اٹھا کر ڈریسنگ سٹول لا کر بیڈ پر دونوں پیر سیدھا کئے چور نظروں سے خود کو دیکھ رہی حبہ کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"منہ کھولیں ڈاکٹر۔۔" اسپون سختی سے پیوست لبوں کے قریب لے جا کر کچھ نرمی سے حکم ہوا تھا۔

"نہیں کھانا کہاناں۔" حبہ اسکی ذرا سی نرمی پر شیر ہوئی۔ جس پر حشام کی پیشانی پر واپس سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔

"میری نرمی کو غلط رنگ نہیں دیں ڈاکٹر، میرا غصہ بالکل بھی ٹھیک چیز نہیں ہے، جو بد قسمتی سے اس وقت سوا نیزے پر ہے میرا نہیں خیال آپ مزید اسکی زد میں آکر کوئی رسک لینا افورڈ کریں گی۔۔" حشام کا انداز ہی کچھ ایسا دھمکی بھرا تھا کی حبہ نے خاموشی سے منہ کھول دیا تھا۔ پھر پلیٹ خالی ہونے تک نہ حبہ کا منہ رکا تھا نہ حشام کا ہاتھ۔ حبہ نے زندگی میں پہلی بار اتنا کھایا تھا وہ بھی ہیوی ڈیش "بریانی" ابکائی آرہی تھی لیکن ہائے یہ بزدلی، ڈاکٹر سے جو نہ کروائے۔ کھانے کے بعد حشام نے نیپکن سے اس کا منہ صاف کیا پھر نرمی سے دونوں کندھوں سے تھام کر اسے بیڈ پر دراز کیا تھا حبہ بے حس و حرکت اسکی ساری کاروائی پر بس عمل کر رہی تھی۔

"گھٹن کا مطلب جانتی ہیں ڈاکٹر؟" گھٹن "درد سے لبریز دل سے رہ رہ کر اٹھ رہی درد کی ٹیسوں کو برداشت کرتے ہوئے محض دنیاں کو مطمعین کرنے کیلئے صرف لبوں سے نہیں آنکھوں سے بھی مسکرانا، ان آنکھوں سے جسے لوگ دل کا آئینہ کہتے ہیں، وہ ہوتی ہے

اذیت کی انتہا آپ کے مطابق گھٹن، اور حیرت انگیز طور پر یہ اکثر ہم مردوں کے حصے آتی ہے کیونکہ ہم مرد ہیں نہ ہمیں زیب نہیں دیتا اپنے درد کو زباں دینا یا آنکھوں سے بہا دینا۔ گُڈ نائٹ۔" حشام بڑے نرم انداز میں اسے گھٹن کے صحیح معنے مطلب سمجھا کر وہاں سے نکل گیا تھا پیچھے حبہ ابھی تک اسکے لفظوں میں چھپا درد محسوس کر کے ساکت پڑی تھی۔

وہ تو اتنے دنوں سے فنکشن میں شرکت کرنے والے اور گھر میں موجود مہمانوں خواتین کے چہ میگوئیاں دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ برداشت کر کر کے تھک گئی تھی تبھی آج سارا غبار حشام پر نکال گئی تھی۔ لیکن اسے حشام سے اس قدر شدید ردعمل کی توقع بالکل بھی نہیں تھی۔ اس نے ان دنوں ایک بات اچھے سے جان لی تھی خواہ اپر سوسائٹی ہو یا لویر لوگوں کے معملے میں اپنی رائے اور ناک گھسانہ ہر جگہ کے لوگوں کا خاص کر خواتین کا شیوا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر کوئی حشام کو مسیحا اور اسے مظلوم کہہ رہا تھا بس یہی بات حبہ کو تپا گئی تھی اور وہ یہ سب کہہ گئی لیکن حشام کے لفظوں میں چھپا درد نجانے وجہ کیا تھی اس اذیت کی حبہ کا دل بے چین کر گیا تھا۔ لیکن وہ کمرے میں تو تھا ہی نہیں۔ جو کچھ کرتی۔

"تحسین یار ایک کپ چائے کا سوال تھا، بھئی جلدی لائیں کل صبح کی ساری ذمہ داری میری ہے مجھے فریش رہنا ہے۔۔"کمشنر اکبر نے ٹول سائیڈ اسٹینڈ پر رکھتے ہوئے اپنی بیگم کو آواز لگائی جوان کی سونے سے پہلے والی اسپیشل چائے لانے جا کر غائب ہو گئی تھی۔

"لے آئیں یار، یہ اس وقت کون ہے؟؟؟۔"وہ دروازے سے باہر جا کر آواز لگانے کا ارادہ رکھتے تھے جب فون کی آواز پر بیڈ کے قریب آئے فون پر غیر ملکی نمبر دیکھ ٹھٹھکے تھے پھر کچھ سوچ کر فون کان سے لگایا۔

"بھئی فون کیا ہے تو بات بھی کرو کیا فون لگا کر مراقبے میں چلے گئے ہو؟؟؟۔"کافی دیر دوسری طرف سے پہل کرنے کی انتظار میں کمشنر اکبر جھلا کر بولے۔

"ہاہاہاہاہاہا۔۔بوڑھے ہو گئے ہو کمشنر لیکن شخصیت کا رعب جوں کا توں ہیں، ذرا آواز میں نرمی نہیں آئی تمہارے آئی لائک اِٹ۔۔۔"دوسری طرف سے لگائے گئے بے ہنگم قہقے سے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں کمشنر اکبر نے مقابل کو پہچانہ تھا ساتھ پیشانی پر خود بخود

ایک کے بعد دیگر سلوٹیں پڑتی گئی تھی مٹھیاں بھینچتے وہ ہٹ کر کھڑکی کے قریب چلے آئے تھے۔

"خاموش ہو گئے ہو مطلب میں انجان نہیں، یوں کہنا بہتر ہو گا کی سالوں بعد بھی مجھے بھلایا نہیں گیا ہے، بھئی یار ہو تو تم جیسا اور یاد داشت بھی ہو تو تمہاری جیسی مزہ آگیا۔ہاہاہاہاہا۔۔۔" مقابل کی بے ہنگم قہقہ پر کمشنر اکبر کی کنپٹی کی رگیں ابھر آئی تھی۔

"اگر مجرم کو قانون بھول جائے تو دنیاں مجرموں سے بھر جائے گی اس لی ئے بے فکر رہو نہ تجھے بھولا ہوں اور نہ ہی تیرا دیا زخم بھرنے دیا ہے،روز اس زخم سے رسرتے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب رکھتا ہوں تا کے لوٹانے میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔۔"کمشنر اکبر کی سرد آواز پر مقابل نے واپس بے شرموں کی طرح واپس قہقہ لگایا تھا۔

"بہت خوب، بس اسی زخم کو تازہ کرنے آج یاد کیا اپنے پرانے جگری یار کو، سنا ہے کل تمہارے ایس پی بھتیجے کی شادی ہے بھئی بہت بہت مبارک ہو اللہ جوڑا سلامت رکھے، کل بارات خیر و عافیت سے نمٹ جائے، ویسے بارات سے یاد آیا ماضی کے دردناک

یادوں کی بارات سے تم پیچھے کیسے چھڑاتے ہو؟ بھئی ماننا پڑے گا تمہارے جگر کو۔۔" مقابل نے جیسے زخم پر نمک چھڑک درد کا مذاق اڑایا تھا۔ کمشنر اکبر نے لب بھینچ کر اس درد کی شدت کو محسوس کیا تھا لیکن مقابل پر آشکار کرنے والے وہ نہیں تھے۔

"میرے جگر کو تو بزدل انسان صرف مان ہی سکتا ہے کیونکہ جو ہے جتنا دل والا انسان شیر کا سینا ماپ تھوڑی نہ سکتا ہے۔اور بات رہی دردناک یادوں کی تو ایک بار اس سرزمین پر قدم رکھ تیرے احتساب کی گھڑیاں جواب دے گی تیرے ان اہم سوالوں کے ۔۔" کمشنر اکبر کے جواب پر واپس قہقہ ہی ابلا تھا۔

"مطلب انتقام کی آگ وردی والوں کے سینے میں بھی بھڑکتی ہے بھئی نئی اطلاع ہے میرے لیئے۔۔" مقابل کی استہزائیہ انداز پر کمشنر اکبر نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا تھا جہاں سے تحسین بیگم کی آواز آرہی تھی۔

"یہ آگ تب تک جلے گی جب تک تو اس میں جل کر بھسم نہیں ہو جاتا، ایک اہم بات ذہن نشین کرلے خدا رسی ڈھیل کرتا ہے ایک حد تک اب تیری حد ختم ہو رہی ہے اب تو میری حد دیکھے گا، غلطی کی تو نے آج مجھے کال کر کے اب پچھتائے گا تو۔۔" کمشنر اکبر نے

سرد آواز میں وارننگ دینے کے ساتھ نہ صرف فون بند کیا تھا بلکے سوئچ آف کر دیا تھا۔ پھر تحسین بیگم کے آنے سے پہلے واش روم میں گھس گئے تھے۔

"کیا ہے اکبر چائے مانگتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں؟؟؟۔" ان کے پانچ سے سات منٹ بعد واپسی پر تحسین بیگم انہیں گھورا۔ کمشنر اکبر نے غور سے اپنی ہمسفر کو دیکھا تھا جو واقعی میں ہمسفر کے معنٰی مطلب پر کھڑی اترتی تھیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہیں ہیں کچھ ہوا ہے کیا؟؟؟۔" وہ انہیں ایک ٹک خود کو دیکھتا دیکھ تشویش سے بولیں۔

"دیکھ رہا ہوں آپ دن بدن حسین ہوتی جا رہی ہیں۔" کمشنر اکبر سر جھٹکتے ہوئے شوخی سے بولے۔ جس پر وہ جھنپ گئی تھی۔

"اکبر فضول نہیں بولیں اور چائے نوش فرمائیں کیونکہ میں دوبارہ گرم نہیں کر رہی۔۔" وہ اپنی جھنپ مٹانے کو رخ موڑنے لگی تھی لیکن کمشنر صاحب نے پہلے ہی انہیں کندھوں سے تھام کر رخ اپنی جانب کر لیا تھا۔

"بھئی خفا نہیں ہوں جھوٹ نہیں بول رہا، کل آپ بچیوں کے ساتھ بیٹھی تھیں میں نے آپ کو بچیوں کی سہیلی سمجھا تھا، یقین کریں۔۔" وہ آنکھوں میں شرارت لئے سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"کچھ نہیں ہے سر درد سر چڑھ کر بول رہا ہے، چائے کے ساتھ دوائی بھی لے لیں میں تو چلی سونے۔۔" وہ ان کی بے وقت کی بے تکی بات پر تپ کر بولیں۔

"بیگم بیویاں ترستی ہیں تعریف کیلئے اور آپ ٹھہری ناقدری۔۔" انہوں برا منہ بنایا۔

"ہر چیز کی نہ ایک عمر ہوتی ہے عمر پر ہی اچھی لگتی ہے، ریٹائرمنٹ کی عمر میں عشقیاں شاعر بننے کی خواہش کریں گے تو۔۔" آگے انہوں نے بس تاسف سے ہلایا۔

"لو بیگم دل ہی توڑ دیا، اصل بات کچھ نہیں ہے آپ کے پاس اپنے شوہر کیلئے وقت ہی نہیں، کیونکہ سارا وقت تو آپ اپنے بچوں کو دے آتی ہیں۔۔" کمشنر اکبر مصنوعی ناراضگی سے بولے۔

"انہیں بچوں نے تو میری پیاسی ممتا کو سیراب کیا ہے، شائد دنیاں میں ایک عورت کیلئے سب سے بڑی بدقسمتی بے اولاد ہونا ہے اور میں۔۔۔" وہ آنکھوں کی نمی کو اندر ڈھکیلنے کی

کوشش کرتی مسکرانے کی ناکام کوشش کررہی تھیں جب کمشنر اکبر نے نفی میں سے ہلایا تھا۔

"ششششش!!!!!دوبارہ یہ مت کہئے گا یہ سب ہمارے ہی بچے ہیں،اللّٰہ نے ہمیں ایک کے بدلے پانچ اولاد دئے ہیں سب کے سب فرمابردار محبت کرنے والے،اس رب کا جتنا شکر کریں کم ہے۔۔"وہ انہیں لیکر بیڈ پر چلے آئے تھے۔ تحسین بیگم بنا کچھ کہے کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی۔۔بے شک ان بچوں کی محبت ان کی ترستی ممتا پر ٹھنڈی پھوا کے مانند تھی لیکن احساسِ محرومی کا کیا۔اس ادھورے پن کا کیا۔اس بے اولاد ہونے کے غم کا کیا۔کہتے ہیں نہ ریگستان میں جتنا بھی پانی بہادو اسکی پیاس نہیں بھجتی رہتا تو وہ ریگستان ہی ہے۔

"جس نے اس محرومی سے آپ کو روشناس کرایا ہے اسے چھوڑونگا نہیں میں تحسین وعدہ ہے میرا۔۔"وہ انکی پشت دیکھ ہمیشہ کی طرح بس خود سے عزم کر سکے تھے۔

"ارے! ارے! ایس پی صاحب کدھر ذرا بریک پر پیر رکھئے جناب، کچھ ہمارے سوالوں کے جواب دیں، کچھ ٹول ناکے کے اصول وضوابط پر عمل آوری کریں، لیکن سب سے پہلے ذرا اس بات پر روشنی ڈالیں کی سر پر کلہ بدن میں شیروانی کدھر کیلئے ہے اس شیر کی روانی؟؟۔" احان تحسین بیگم کے کہنے پر جلدی جلدی اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جب کمرے سے چار پانچ قدم دور ہی پوری ایک فوج نے اسے اپنے گھیرے میں لیا تھا۔

کچھ دیر پہلے وہ لوگ ہوٹل سے واپس آئے تھے اس کے بعد رسموں کا دور چلا تھا۔ جس کے ختم ہوتے ہی احان کو کسی ضروری آفیشل کام سے باہر جانا پڑا تھا۔اب تین بجے تحسین بیگم کی ڈانٹ کھا کر وہ کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا کی شیطانوں کی پوری ٹولی کے گرفت میں اکیلا جان ہلکان ہونے کیلئے پھس گیا تھا۔ جس کے سردار تھے انسپکٹر ارسلان اوران کی آل ٹائم جاسوس اینڈ کرائم پارٹنر نشوہ یاسر۔ان دو معصوم صورتوں کو دیکھنے کے بعد ہی بندے کو سمجھ آجانا چاہئے کی رضیہ بری طرح سے غنڈوں کے نرغے میں پھس گئی ہے۔ جیسا ابھی احان سمجھ گیا تھا۔

"بھائی صاحب اتنی محبت سے نہیں دیکھیں معصوم جان نازک دل کے مالک ننھے منے بچے ڈر جائیں گے۔۔" نشوہ آنکھیں پٹپٹا کر معصوم شکل بناتی احان کی گھوری کے جواب میں بولی۔

"اس سے پہلے کی میں ان ننھے منے بچوں کے معصوم جان کو ہلکان کرتے ہوئے نازک دل پر قہر ڈھاؤں۔۔ گیٹ آوٹ۔۔" احان نے سنجیدگی سے نائٹ بلب کی پیلی روشنوی میں چمک رہی خالی راہداری کی طرف اشارہ کیا۔

"ایویں! گیٹ آوٹ۔۔ بھئی ایس پی صاحب آج آپ اپنا رعب، دھمکی اینڈ آف کورس یہ جاہ وجلال اپنے پاکٹ میں کچھ وقت کیلئے محفوظ کرتے ہوئے وہاں اپنی بے قدری پر رو رہے محترم وولٹ کو باہر نکالیں اور ہم معصوموں کی ننھی ننھی مانگیں پوری کرتے ہوئے اپنی بیسٹ بڈی اور تازہ ترین زوجہ محترمہ کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کیلئے اپنے خواب گاہ میں تشریف کاٹوکرا بڑے شان سے لے جائیں۔۔ سیمپل۔۔" ارسلان نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے رسان سے سمجھایا۔ جس پر احان نے آنکھیں سکیر کر سنجیدہ نظروں سے دونوں شیطان استاد کو گھورا تھا۔

"مطلب کی ایس صاحب یہ سمجھیں کی چندے کیلئے چند سڑک چھاپ غنڈوں نے شہر کے ایس پی کے نئی نویلی دلہن کو اغوا کیا ہے؟؟؟۔" بھاری آواز میں ای بر واٹھا کے پوچھے گئے سادہ سوال پر ارسلان کا حلق سوکھا تھا۔

"کلک۔۔ کیسی باتیں کر رہے ہیں بھائی کہاں سڑک چھاپ ہیبت ناک دھشت ناک غنڈے کہاں ہم معصوم چوزے، ہم تو بس آپ سے نیک یعنی بہنوں کا حق وصول کرنے یہاں جمع ہوئے ہیں۔۔" نشوہ نے ارسلان اڑی رنگ دیکھ بات سنبھالی۔

"اور آپ؟؟؟۔" اب احان کے طنزیہ نظروں کا مرکز دنیاں آخری شریف ترین بندہ انسپکٹر ارسلان صاحب تھے۔

"بھائی میں تو بس لڑکیوں کے سپورٹ کیلئے کھڑا تھا، میرا کیا لینا دینا ان نیک شیک سے۔۔" ارسلان کندھے اچکاتے ہوئے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"فریبی انسان جھوٹ تو نہیں بولو، بھائی یہ کوئی سپورٹ کرنے نہیں کھڑا یہاں برابر حق لیتا بلکے مہندی والا نیگ تو پورا ہڑپ گیا تھا، ابھی دودھ پلائی میں ملا نیک بھی اسی کے جیب

کی زینت بنی ہوئی ہے، کہ رہا تھا یہاں سے نیک ملنے کے بعد حصہ کرے گا۔۔" نشوہ نے فوراً ٹرپ کر کہتے ہوئے سارے راز افشاں کئے تھے۔

"مجھ سے ہمیشہ راز دار بنانے میں نجانے کیوں غلطی ہو جاتی ہے، اب بھول جاؤ کی ایک پھوٹی کوڑی بھی میں تم لوگوں کو دونگا۔۔" ارسلان ٹھینگا دکھا کر احان کے روم سے بالکل لگ کر موجود اپنے روم بند ہوا تھا۔ باقی سارے مظلوم حق دق کھڑے اپنی محنت پانی میں ڈوبتا دیکھ رہے تھے۔

"یہ لو تم لوگ بھی یہاں سے جاؤ۔۔" احان سب کی لٹکی ہوئی شکل دیکھ اپنا کریڈٹ کارڈ نشوہ کے ہاتھ میں رکھتا آگے بڑھا۔

---------------،-------------------------------------

"اچھا! دیا تم یہاں آرام سے بیٹھو گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، باہر سے بحث و مباحثے کی آوازیں آنا بند ہو گئی ہے مطلب احان بھائی کسی بھی وقت یہاں تشریف لانے والے ہیں۔ اس سے پہلے مجھ کباب میں ہڈی کو یہاں سے نو دو گیارہ ہو جانا چاہئے۔۔" حبہ

دلہن بنی گھبرائی گھبرائی سی دیبا کا لہنگا اچھے سے بیڈ پر پھیلاتی ہوئی اس کا گال چھو کر شریر لہجے میں بولی۔

"ننن۔۔ نہیں بھابھی آپ۔۔ آپ ایسے نہیں جائیں۔۔" دیبا نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما۔ گھبراہٹ کے مارے اسکے ہاتھ ٹھنڈے ٹھار ہو رہے تھے۔

"دیبا ایسے نہیں جاؤں تو احان بھائی کے گیٹ آوٹ کا انتظار کروں؟؟؟" حبہ نے شرارت سے اسے چھیڑا۔

"بھابھی پلززز۔۔" دیبا روہانسی ہوئی۔ وہ ابھی اس رشتے سے متعلق کچھ سوچ بھی نہیں پائی تھا نہ ہی دماغ کا فتور نکلا تھا۔ اس لیئے اسے لگ رہا سب آناً فاناً ہو گیا ہے۔ اور آج وہ اپنے بیسٹ فرینڈ کی سیج سجائے بیٹھی تھی جو وہ کبھی نہیں چاہتی تھی۔

"دیبا ریلیکس، تجربہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن سن بہت رکھا ہے کی محبت سے نکاح کا سفر بعض اوقات بدقسمتی سے ناکام ازدواجی زندگی کی داستان رقم کر دیتی ہے، لیکن دوستی سے نکاح کا سفر ہمیشہ سے کامیاب ازدواجی زندگی کی زمانت رہی ہے، وجہ جانتی ہیں

کیوں؟؟؟۔" حبہ نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اسے دیکھا۔ جس پر دیبا نے معصومیت سے نفی میں سر ہلایا۔

"کیونکہ محبت میں "م" ہوتا ہے جو بازاوقات مستقبل میں "مطلب" اور "میں" میں بدل جاتا ہے، لیکن دوستی میں "د" ہوتا ہے جو دوست کے دماغ کو پڑھ کر اپنے دل کی سنتا ہے اور پھر اپنے عزیز دوست کے احساسات کو سمجھ کر اسے بہتر محسوس کرانے کی تگ ودو میں جٹ جاتا ہے، نکاح کا مطلب بھی تو یہی ہوتا ہے نہ اپنے پارٹنر کو سمجھنا۔۔ شاباش اب گھبرانا نہیں ہے بالکل پر سکون ہو جائیں، اور اس روتی بسورتی شکل کو ٹھیک کر کے اچھے سے ملیں ہمارے جیٹھ جی سے۔ اوکے۔۔" حبہ آخر میں شرارت سے اس کے حیا سے سرخ اناڑی ہوئے گال محبت سے چھوتی بیڈ سے اتر گئی تھی۔

"اور ایک چیز مزید آنسوں نہیں نکلنا چاہئے جتنا تم نے ان پانچ دنوں میں خاص کر آج رخصتی پر خود رو کر سب کو رولایا ہے کوئی بعید نہیں ایک اور آنسوں نکالنے پر کل ولیمہ ہمیں بورٹ پر کرنا پڑے۔۔" حبہ نے پلٹ کر خاص ہدایت دی تھی۔ جب دروازہ کھول کر احان داخل ہوا تھا۔

"اہم ! ! السلام علیکم بھائی سنبھالیں اپنی دوست کو۔۔۔"احان کو دروازے میں مبہوت کھڑا دیکھ حبہ نے گلا کھنگارتے ہوئے توجہ حاصل کی۔ جس پر احان گڑبڑایا تھا۔

"جججج۔۔جی بھابھی۔۔وہ چچی نے آپ کو بتانے کیلئے کہا تھا کی شہزادے چچی کے پاس سو گئے ہیں تو آپ آرام کرلیں۔۔"احان نے تحسین بیگم کا پیغام دیا۔ہوٹل سے واپسی پر حبہ کو مسلسل سوں سوں کر رہی دیبا کے پاس چھوڑ کر ثوبان کو تحسین بیگم اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

"جی گُڈ نائٹ۔۔"حبہ سر ہلاتی وہاں سے نکل گئی تھی۔اس کے پیچھے ہی دروازہ بند کر کے احان کے بھاری قدم خود بخود ٹرانس کی سی کیفیت میں بیڈ کی طرف اٹھنے لگے تھے۔جہاں وہ نروس سی اپنے ہاتھوں پر ظلم کر رہی تھی۔

قیامت ہے تیرا یوں بن سنور کر سامنے آنا
ہمارے چھوڑو آئینہ پر کیا گزری ہو گی۔

خود پر گڑھی احان کی گہری کچھ بولتی نظریں بھاری قدموں کی چاپ اس پر کمرے میں پھیلی مختلف پھولوں اور پرفیومز کی خوشبو کے ساتھ معنٰی خیز خاموشی دیبا کو لگ رہا ابھی اس

فسوں خیز ماحول کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ بیہوش ہو جائے ہتھیلی بار بار بھیگ رہی تھی جسے وہ رگڑ کر خشک کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی اے، سی، کی کولینگ بھی دیبا کے صبیحہ پیشانی پر ننھے ننھے پسینے کی بوندوں کو نمودار ہونے سے روکنے میں بری طرح ناکام ہوئے تھے۔ گو کے اے سی کی ضرورت نہیں تھی موسم خوشگوار تھا۔ لیکن دیبا کی اسی S گھبراہٹ سے بہ رہے پسینے کو دیکھ حبہ نے اے سی آن کر دیا تھا۔ لیکن لگ رہا تھا کی اب وہ بھی دیبا کے لیٔے ناکافی تھا۔

یہ چوڑیاں، یہ کنگن، یہ جھمکا، یہ مھندی

سنگار تو تیرے ہیں، طلبگار میرے ہیں۔

"مم۔۔میں چینج کر لیتی ہوں۔۔ مم۔۔ الجھن ہو رہی ہے۔۔" دیبا اسے اپنے مقابل بیڈ پر بیٹھتا دیکھ ساری ہمت جمع کرتی دوسری طرف سے اترنے لگی تھی جب احان نے سرعت سے اسکی کلائی تھامی۔

اسکی آہنی گرفت میں نجانے ایسا کیا تھا جس سے دیبا کے پورے بدن میں برقی لہر دوڑ گئی تھی۔ دل تو جیسے کلائی میں دھڑکنے لگا تھا۔ جبکہ پلکیں خود بخود عارض پر سجدہ ریز

ہو گئی۔ رخسار تپ اٹھے تھے۔ وہ صورت حال کا مقابلہ نا کرتے ہوئے گردن جھکا گئی تھی۔ دوسری طرح حواس سلب کر دینے والا دلنشین منظر دیکھ احان اپنے حواس کھونے لگا تھا۔ جب مقابل کی مزاحمت نے حقیقت میں لا پٹخا۔ احان نے سر جھٹکتے ہوئے اپنی معصوم دوست کو خود کو آزاد کرانے کی تگ ودو ہلکان دیکھ ہولے سے مسکراتا سنبھل کر گویا ہوا۔

"آپ کو مجھ سے گھبرانے یا پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے میں کل بھی آپ کا دوست حان تھا، آج بھی آپ کا حان ہوں، اور ہمیشہ رہو نگا، آئیں یہاں واقعی یہ بھاری جھمکے لڑیوں سے آپ کو الجھن ہو رہی ہو گی میں کچھ ہیلپ کرا دیتا ہوں۔۔" احان دیبا کیلئے مخصوص نرم وملائم لب ولہجے کا استعمال کرتا اسے نرمی سے کھڑا کر کے ڈریسنگ کے قد آور آئینہ کے مقابل لے آیا تھا۔

"ایک منٹ پلزز۔۔۔" دیبا نے ابھی چوڑیوں کی طرف ہاتھ ہی بڑھایا تھا۔ احان کی التجا بے ساختہ جھکی پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ جو جیب سے فون نکال رہا تھا۔

"مجھے نہیں سامنے آئینہ میں دیکھیں۔۔۔" احان نے فرنٹ کیمرہ آن کرتے ہوئے اس کا رخ آئینہ کی طرف کیا تھا۔ دیبا نے دھڑکتے دل کے ساتھ بوجھل پلکیں اٹھا کے نظر آئینہ پر ڈالی پھر جیسے نظر سامنے بنے خوبصورت مکمل عکس پر ٹھہر سی گئی تھی۔

بقول ارسلان کے صدا کے بورنگ ایس پی نے ایک ہی پوز میں دو تین خوبصورت یادیں کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کیا تھا۔ اس بیچ دیبا نے ایک پل کیلئے بھی پلک نہیں جھپکائی نجانے کیا تھا آئینہ کے سینے میں بنے اس عکس پر نظر ہٹنے سے انکاری تھی یوں لگ رہا تھا دنیاں کا حسین ترین منظر آئینہ پر اتر آیا ہے۔ کاسنی رنگ کے بھاری کامدار جوڑے میں ہیوی میک اپ اور جیولری سے لدی پھندی کچھ شرمائی گھبرائی سی نازک جان دیبا اور اسکے پشت پر پورے استحاق سے گولڈن شیرنی میں کھڑا شیر جوان اسکے وجود کو چھپاتا احان کا لمبا چوڑا وجود۔۔۔

"اب آپ اس سب سے رہائی حاصل کر سکتی ہیں۔۔" اسے اسی طرح ایک ٹک آئینہ میں دیکھتا دیکھ احان دھیمی مسکراتی آواز میں بولا۔ جس پر وہ خجل ہوتی اپنا گھونگھٹ ٹھیک کرنے لگی چہرہ خود بخود گلنار ہوا تھا۔

اب کی بار مجسم ہونے کی باری احان کی تھی وہ بے خود سا اسے دیکھتا تھا گیا تھا۔ نجانے کیا تھا ان لمحوں میں جو دل نے پل میں ہزاروں خواہشوں کے پُل باندھنے شروع کر دئیے تھے۔ اپنی بدلتی کیفیت پر وہ خود حیران ہوا تھا۔ جبکہ اسے خود کو نہارنے میں مگن دیکھ نروس ہوتی دیبا سے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ خواہ مخواہ بھاری دوپٹہ کو سنبھالنے کی کوشش میں وہ لڑکھڑائی تھی۔ احان نے فوراً آگے ہو کر اپنی متاع حیات کو خود میں سمیٹا پھر احتیاط سے سٹول پر بیٹھایا۔ اس بیچ دیبا کے دل پر جو بھی حشر برپا ہوا ہو احان نے خود پر مکمل قابو پالیا تھا۔

"مم۔۔ میں کرلونگی حان۔۔۔" دیبا اس کا ہاتھ دوپٹہ کی طرف جاتا دیکھ کپکپاتی آواز میں جلدی سے بولی۔ اسکے قریب ہونے پر جان ہوا ہو رہی تھی اسکی عنایتوں پر ڈاکٹر کو لازمی ڈاکٹر کی ضرورت پر جانی تھی۔

"آپ خود کو ریلیکس کرلیں یہی بہت ہے، باقی یہ سب آپ سے اگلے سال تک نہیں ہونے والا، اور بھروسہ رکھیں آپ کا حان اپنی حد جانتا ہے۔۔" حان نے نرم لہجے میں بات سمجھائی۔ جس پر دیبا خواہ مخواہ ہی شرمندہ ہوئی تھی۔ اور احان نے خاموشی سے اپنا

کام شروع کیا تھا۔ دوپٹہ سے پن کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر ایس پی صاحب کو نانی یاد دلا گیا تھا۔

"دیبا کیا پارلر والی کی اپنی پن کی فیکٹری ہے یا کوئی انہیں مفت میں دے گیا تھا۔۔" احان نے ڈریسنگ پر رکھے پنز کے پہاڑ کو دیکھ حیرت میں غوطہ ظن آواز میں پوچھا۔ اسکی پھٹی نظریں دیکھ دیبا کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ جس میں حان کے احمری لب بھی مسکرائے۔

"ہاہاہاہا۔۔ یہ تو کچھ نہیں حان جوڑے میں تو اتنے لگائیں ہیں کی آپ کانوں کو ہاتھ لگائیں گے۔۔" احان کے پر سکون کرنے پر دیبا بھی پرانی والی دیبا بنی تھی۔

"آپ نے محترمہ کو کہا نہیں کی میں خود ڈاکٹر ہوں مجھے انجکشن کی قطعی ضرورت نہیں۔۔" احان بھی مسکرایا۔

"ہاہاہا۔۔ میں نے تو نہیں نشوہ اور بھابھی نے کہا تھا۔۔" دیبا نے واپس قہقہ لگایا۔ جب احان کا ہاتھ اسکے جوڑے کی طرف گیا تھا۔

"نن۔۔ نہیں حان یہ آپ سے نہیں ہوگا میں کرلونگی۔۔" دیبا فوراً بولی۔

"ایس پی ہوں اس شہر کا ابھی بھی چاروں کو حوالات کی ہوا کھلا کر آرہا ہوں، مجھ سے سب ہو گا۔۔" احان گردن اکڑا کے بولا۔

"بٹ حان یہ کریمینل نہیں پنز ہیں۔۔" دیبا روہانسی ہوئی۔ لیکن ایس پی صاحب نے تو بات غیرت پر ہی لے لی تھی۔ دیبا کی ایک سنے بغیر یوٹیوب سے ویڈیو لگا کر دیبا کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اس سے دیکھتے ہوئے تقریباً پندرہ سے بیس منٹ میں آخر قید آبشار کو روانی دی تھی۔ اور بعد میں خود کی جان پر بن آئی تھی۔

"اب آپ چینج کریں میں آتا ہوں۔۔" حان اسکے پشت پر بکھرے گھنے سیاہ گھٹاؤں سے نظر چراتا واڈروب کی طرف بڑھا۔ وہاں سے کپڑے لیکر واش روم میں بند ہوا۔ پیچھے دیبا بھی زیورات سے دو دو ہاتھ کرنے میں لگ گئی تھی۔ پندرہ منٹ میں گیلے بالوں کے ساتھ ٹراؤزر شرٹ میں فریش سے احان کی واپسی ہوئی تھی۔ پھر دیبا اپنے کپڑے اٹھا کر اندر کی طرف بڑھی تھی۔ دیبا کے واپس آنے تک احان نے اسکے کنفرٹ کا خیال کرتے ہوئے بیڈ سے پھول وغیرہ ہٹا دیا تھا۔ لیکن اب نیا مسئلہ درپیش تھا سونے کا۔

احان تو بڑے آرام سے جہازی سائز بیڈ کے ایک جانب دراز فون میں مگن تھا یا بس شو کر رہا تھا۔ لیکن دوسری جانب دیبا دراز ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے ایک نظر ٹو یسٹر صوفے پر ڈالی پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بیڈ کے قریب آئی۔ ایک نظر احان پر ڈال کر اس نے تکیہ لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کی گداز کلائی پر محسوس کی جانے والے لمس سے وہ پورے جان سے کانپی تھی۔ خوف زدہ ہرنی کی طرح پھیلی آنکھیں اٹھائی تو اسے سنجیدگی سے اپنی طرف ہی متوجہ دیکھ فوراً پلکوں کی جھالڑ گرالی۔

"بیڈ پر سوتے ہوئے رات بھر میں ایک بار آپ ضرور زمین کو سلامی دیتی ہیں۔ ٹو یسٹر پر سونے کا مطلب ہوا آپ نے اپنی ہڈیاں تُڑوا کر مستقل بیڈ ریسٹ لینا ہے، جو مجھے قطعی منظور نہیں، اس جانب آرام سے سو جائیں، نہ یہ کمرہ آپ کیلئے انجان ہے نہ ہی کمرے کا مالک۔۔" احان کی بھاری آواز پر دیبا بنا بحث میں پڑے لب چباتی اسی جگہ دبک کر لیٹ گئی تھی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا احان روزانہ نیند میں لازمی ایک بار وہ بیڈ سے گرتی تھی بچپن کی عادت تھی آج تک نہیں چھوٹی تھی اس لیئے دیبا کے بیڈ کے دونوں جانب احان نے خاص قسم کا سپینج قالین کی شکل میں بچھوایا تھا۔

"کک۔ کیا کر رہے ہیں۔۔" احان کو اپنی جانب کھڑا دیکھ دیبا کی سانس حلق میں اٹکی تھی۔

"انتظام۔۔" احان اسے گہری نظروں سے دیکھا گمبھیر لہجے میں بولا۔

"مم۔ مطلب۔۔" دیبا کا حلق خشک ہوا تھا۔

"مطلب یہ، کل انشااللہ مستقل انتظام کر دونگا آج کیلئے یہ کافی ہے۔۔" احان اسکے ہوائیاں اڑی شکل دیکھ مسکراہٹ ضبط کرتا نیچے کشن رکھنے لگا تھا۔

"ڈاکٹروں پر لوگ اندھا بھروسہ کرتے ہیں، اس لحاظ سے ڈاکٹر کا بھی فرض بنتا ہے کی دوست کا اعتبار رکھے۔۔" احان مسکراتے لہجے میں شکوہ کرتا اپنی جگہ دراز ہو کے لائٹ آف کر گیا تھا۔ دیبا بھی شرمندہ سی آنکھیں موند گئی تھی۔

"اس کمرے کی لائٹ کس نے روشن کی؟؟؟" اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی حبہ سائیڈ کمرے کی لائٹ آن دیکھ حیران ہوئی۔

کیونکہ وہ کمرہ ہمیشہ بند ہی رہتا تھا۔ دیبا سے معلوم ہوا تھا کی وہ کمرہ احتشام کا ہے جسے صرف تنزیلا بیگم صفائی کے غرض سے کھلواتی ہیں اور پھر اپنی نگرانی میں کمرے کی صفائی کروانے کے بعد مقفل کر جاتی ہیں۔ آج پہلی بار اس دروازے کی ذرا سے سان سے آرہی نائٹ بلب کی روشنی دیکھ حبہ کا چونکا جائز تھا۔

"شائد آنٹی بھول گئی ہونگی۔۔" حبہ نے سر جھٹکا۔ اور خاموشی سے اپنے کمرے داخل ہو گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی پہلی نظر بیڈ پر گئی تھی۔ خالی بیڈ دیکھ حبہ نے دیوال گیر گھڑی پر نظر ڈالی جو ساڑھے تین کا اعلان کر رہی تھی۔ تھوڑی سی تشویش ضرور ہوئی تھی۔ لیکن وہ مجھے کیا کہتی واش روم غائب ہوئی۔ آرام دہ لباس میں ملبوس جب بیس منٹ بعد حبہ کی واپسی ہوئی کمرہ اب بھی خالی تھی۔ تجسس سے مجبور وہ کمرے سے نکل آئی تھی۔ جب نظر واپس حشام کے کمرے پر پڑی۔ اور قدم خود بخود اس جانب اٹھے تھے۔ کمرے کے پاس پہونچ کے دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تھا جو کھلتا چلا گیا تھا۔ کمرے میں ہر سو پھیلی نائٹ بلب کی پیلی روشنی میں ایک پل کیلئے حبہ کے کچھ سمجھ ہی

نہیں آیا تھا۔ وہ اپنے تجسس پر لعنت بھیجتی پلٹنے لگی تھی۔ جب نظر بیڈ سے پشت ٹکائے قالین پر گھٹنوں میں سر دئے وجود پر پڑی۔

"حشام۔۔۔" حبہ کے لب پھپھڑائے۔ نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں وہ قالین پر ابتر حالت میں موجود وجود کو پہچان گئی تھی۔ اور اگلے ہی پل پریشان سی حشام کے سر پر کھڑی تھی۔ جو احتشام کی فوٹو فریم سینے سے لگائے سسک رہا تھا۔ آج دیبا کو رخصت کرتے ہوئے کیا کیا یاد نہیں آیا تھا۔ کتنی مشکل سے اس نے مرد ہونے کا بھرم رکھا تھا اور سب کے رخصت ہوتے ہی اپنے بھائی کے پاس چلا آیا اتنی جلد چھوڑ جانے کا شکوہ کرنے۔

"ح۔۔ حشام۔۔" حبہ نے سوکھے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس کا نام لیا۔ جس پر حشام نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔ اور اس کی لہو رنگ آنکھیں اور رونے کی وجہ سے بے تحاشہ سرخ ہوا چہرہ دیکھ حبہ وحشت زدہ سی دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"اا پ۔۔ آپ ٹھیک ہیں ؟؟؟" حبہ اسے دونوں ہاتھوں سے چہرہ رگڑتا دیکھ منمنائی۔ حوصلہ تو دکھانا ہی تھا۔ ورنہ ہمہ وقت ہنستے مسکراتے اپنی جان ہلکان کرتے حشام کے برعکس اس حشام کو دیکھ حبہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟؟؟"۔ حشام نے فوٹو فریم پیچھے بیڈ پر رکھ کر اپنی جگہ کھڑا ہوتا بھاری سرد و سپاٹ آواز میں سوال کیا۔ پیشانی پر ناگواری کے بل واضح تھے۔ اسکے سرد سرسراتے لہجے پر حبہ کی پیشانی عرق آلود ہوئی تھی۔

"میں نے پوچھا آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟؟؟؟"۔ حشام دبی دبی آواز میں دھاڑا۔ ظاہر سی بات تھی اسے اس وقت حبہ کی مداخلت زہر سے بھی زیادہ بری لگی تھی۔ ابھی تو اسے اور دل کا غبار نکالنا تھا۔ جی بھر کے رونا تھا۔ شکوے کرنا تھا۔

"وہ۔ وہ اس کمرے کی لائٹ روشن دیکھی تو کوئی مہمان نہ ادھر نکل آئے اس لیے بند کرنے چلی آئی، وہ دیبا بتا رہی تھی کے اس کمرے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں آنٹی خفا ہوتی ہیں۔"۔ حبہ نے رٹّو طوطے کی طرح ایک سانس میں سب رٹ دیا تھا۔ جس پر حشام ایک قہر برساتی نظر اس پر ڈال کر باہر آنے کا اشارہ کرتا خود نکل گیا۔

حبہ نے فوراً تقلید کی تھی۔ پھر وہ دونوں کمرہ لاک کر کے آگے پیچھے اپنے بیڈروم میں

داخل ہوئے تھے۔ حشام تو آتے ہی واڈروب سے کپڑے لیکر واش روم میں بند ہو گیا تھا۔البتہ حبہ اپنے شہزادے کی غیر موجودگی سے افسردہ سی منہ بسورتی بیڈ پر چلی آئی تھی۔ اس ایک سال میں ثوبان کی اتنی عادت ہو گئی تھی کے اسکے بغیر نیند ہی نہیں آتی تھی۔ وہ اسی طرح بیڈ پر کروٹ بدل رہی تھی جب ایک گھنٹے تک شاور لیکر بے تاثر چہرے کے ساتھ بال رگڑتا ہوا حشام باہر آیا تھا۔

"یہ بندہ خود نہا رہا تھا یا پورے محلّے کو نہلا رہا تھا، اتنا وقت تو لڑکیاں نہیں لگاتی، عجیب مخلوق ہے مفت میں ڈانٹ دیا جیسے میں محترم کی سیلری کھاتی ہوں۔۔" حبہ اسکی غیض و غضب سے سرخ ہوئی آنکھیں یاد کر وہشت زدہ سی بڑبڑائی۔ جب وہ سنجیدہ چہرے پر سرخ آنکھیں بھینچے جبڑوں کے ساتھ بیڈ کی دوسری جانب آکر بیٹھا تھا۔

"شہزادہ کہاں ہے؟؟؟۔" حشام نے رونے کی وجہ سے ہوئی بھاری آواز میں پوچھا۔ اس وقت ثوبان کی اسے سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس معصوم سے اسے اپنے بھائی کی خوشبو جو محسوس ہوتی تھی۔

"چچی کے پاس۔۔" حبہ منہ بنا کر بولتی کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی۔لو بھئی بندے کو ذرا ہلکا لیا تو اب بات بات پر ڈانٹ ہی پلا رہا ہے۔

"کیوں؟؟؟۔" حشام کے لہجے میں ناگواری واضح تھی۔

"یہ آپ چچی سے پوچھ لیں۔۔" اب کے حبہ کا لہجہ بھی سخت ہوا۔

"ڈاکٹر مجھے ثوبان چاہئے، سکون چاہئے۔۔" حشام بیڈ کراؤن سے سر ٹکاتا تھکے انداز میں بولا۔وہ احتشام کو لیکر اس حد تک حساس تھا کی اسکی جدائی اسکی یادیں اسے سکون لینے نہیں دے رہی تھی۔بس گھر والوں خاص کر تنزیلا بیگم اور دیبا کا خیال کر کے وہ ہنستا مسکراتا رہتا تھا۔ورنہ علی ویلا کے ہر ایک کونا اسے احتشام کی یاد میں بلکنے پر مجبور کرتا تھا۔حشام علی نے واقعی اپنے بھائی سے بے پناہ عشق کیا تھا۔

"میرا بیٹا کوئی سکون کی دکان نہیں چلاتا، آپ مجھے بتائیں سکون کہاں ملتا ہے میں لادونگی۔۔" حبہ اسکی حالت کا اندازہ لگائے بغیر غیر سنجیدہ انداز میں بولی۔اور ردعمل کے طور اگلے ہی پل حشام نے اسے بازو سے پکڑ کے اپنی جانب کھینچا تھا نتیجے کے طور پر وہ اس

افتاد بوکھلائی اسکے پہلو میں سانس روکے خوف سے آنکھیں پھیلائے صورت حال سمجھنے کی تگ ودو میں پڑی تھی۔

"میں بھی نہیں جانتا یہ سکون کیا ہوتا ہے، لیکن مجھے شامی بھائی بہت یاد آتے ہیں، دیبا کی شادی کو لیکر انہوں کتنی پلانگ کی تھی وہ اکثر کہتے تھے وہ اپنی گڑیا کیلئے احان بھائی جیسا لڑکا تلاش کریں گے جو اس کا بہت سارا خیال رکھے گا، اور آج جب انکی گڑیا احان بھائی سنگ رخصت ہوئی ہے تو۔۔۔" گمبھیر نم لہجے میں ہو رہی سرگوشی پر دم سادھے پڑی حبہ کو ہوش اپنے چہرے پر گرم سیال کے گرنے سے آیا تھا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر خود پر جھکے حشام کو دیکھنا چاہا جو آنکھیں بند کئے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکائے اسکی سانسیں درہم برہم کر گیا تھا۔

"پپ۔۔ پلز حشام۔ پپ۔۔ پیچھے۔۔۔" بگڑتے تنفس کے ساتھ حبہ نے بمشکل لفظ ادا کئے تھے۔

"مجھے سکون چاہئے ڈاکٹر۔۔" حشام بنا ہٹے بولا۔ پھر چند ثانیے اسی پوزیشن میں رہ کر حبہ کی جان عذاب میں ڈالے، اس پر سے ہٹ گیا تھا۔ لیکن آزادی اب بھی نہیں ملی تھی۔ کھسک

رہی حبہ کا سر اس نے سرعت سے اپنے بازو پر رکھا تھا۔ حبہ تو اسکے پاگل پن پر ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔ جبکہ وہ اپنے سکون کا زریعہ تلاش کر پر سکون سا آنکھیں موند گیا تھا۔ اسکی بے سکونی وجہ تھی یا کچھ اور حبہ نے اسکے کسرتی بازوں سے سر نہیں ہٹایا تھا۔ دن بھر کی تھکن کچھ ہی دیر میں نیند کی دیوی ان پر مہربان ہو گئی تھی۔

صبح حشام کی آنکھ بازو میں شدید درد محسوس کر کے ہوئی تھی۔ شائد ایک ہی پوزیشن میں رہنے کی وجہ سے بازو اکڑ گیا تھا۔ اس نے کسملندی سے آنکھیں کھولتے ہوئے جیسے ہی رخ موڑا نظر گھنے بالوں والے سر پر گئی تھی۔ رات حبہ کی مداخلت یاد کر کے جبڑے بھینچے تھے۔ لیکن نظروں نے جیسے سیاہ گھٹاؤں سے ہو کر اپنے سینے پر رکھے نرم گداز ہاتھوں تک کا سفر طے کیا تنے نقوش ڈھیلے پڑے تھے۔ ساتھ عنابی لب خوبصورت انداز میں پھیلے تھے۔ پھر نجانے کتنی دیر وہ بے حس و حرکت اسے تکتا گیا تھا۔ نظریں ہٹنے کو روادار جو نہیں تھی۔

تیری عاجزی تیری سادگی تیری ہر ادا ہی کمال ہے

مجھے فخر ہے مجھے ناز ہے میرا یار بے مثال ہے۔

حشام نے نرمی سے اسکے رخسار پر پردہ کئے زلفوں کے جال کو ہٹا کر اپنی صبح کا خوبصورت آغاز کرنا چاہا۔ تبھی نظروں کی تپش محسوس کر حبہ نے کسمسا کے آنکھیں کھولی تھی۔اور غائب دماغی سے اتنے قریب حشام کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"جب دیکھو چھوٹے ہیں آپ چھوٹے ہیں آپ کرتی رہتی ہیں اور رات بھر بچے کے بازو کو توڑتی رہیں بڑی ہی کوئی ظالم قسم کی ڈاکٹر ہیں آپ۔۔" حشام خود کو سنبھالتا حبہ پر چڑھ دوڑا۔ جس پر حبہ ہڑبڑا کر اپنی جگہ اُٹھ بیٹھی تھی۔اس کا شرم وحیا سے گلال ہوا چہرہ دیکھ حشام نے لب بھینچ کر مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے تھوڑا سا اٹھ کر پیچھے بیڈ کراؤن سے سر ٹکایا۔

"ہائے بازو ہی ٹوٹ گیا آج میرا ولیمہ ہے میں لوگوں سے مبارک باد کیسے وصول کرونگا۔۔" حشام اسے رخ موڑے بار بار چہرے سے لٹوں کو کان پیچھے اڑستا دیکھ شرارتی انداز میں دہائی دی۔ جس پر حبہ کچھ اور نروس ہوئی تھی ساتھ اپنی رات والی ہمدردی کے بخار پر جی بھر کے لعنت ملامت کیا تھا۔

"ڈاکٹر علی ویلا میں کشن تکیوں کی کمی نہیں، آپ کیلئے کمرے میں موجود پلوز نا کافی تھے تو آپ گیسٹ روم سے منگوا لیتی، لیکن میرا بازو واہ!!!۔۔" حشام نے جان کر اسے اکسایا۔ اپنی کڑوی کسیلی ڈاکٹر کی جلی کٹی سننے میں نجانے کونسا لطف آتا تھا اسے۔

"دد۔ دیکھیں۔۔ مم میں نے کچھ نہیں کیا، آپ مجھے الزام نہیں دیں۔۔۔" حبہ اسکے بے بنیاد الزام پر سلگ کر بولی۔ جس پر حشام کھل کر مسکرایا۔

"اچھا! مثلاً میں نے کیا کیا؟؟؟۔" حشام کے معصومانہ سوال پر حبہ سلگ ہی گئی تھی۔

"مجھے صبح صبح آپ سے الجھنا ہی نہیں۔۔" حبہ غصے سے کشن سائیڈ پر پٹختی بیڈ سے اتر گئی تھی۔

"ڈاکٹر ساڑھے دس بجے کا وقت صبح صبح نہیں کہلاتا شائد۔۔" حشام نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔ جس پر حبہ نے جھٹکے سے پلٹ کے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی تھی۔

"میں اتنی دیر سوتی رہی؟؟؟؟۔" حبہ نے صدمے سے روہانسی آواز میں خود کلامی کی۔

"ہاں! تو ایسے ہی میرا بازو نہیں ٹوٹا۔۔" حشام نے واپس اسے چھیڑا۔

''سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے، بہتر ہوتا اگر یہ سچ میں ٹوٹ جاتا، لیٹ کروادیا، پورا گھر مہمانوں سے بھرا ہے اللہ جانے لوگ کیا سوچ رہے ہونگے۔۔۔'' حبہ حشام کو گھرکتی واڈروب کی طرف بڑھی۔

''وہی سوچ رہے ہونگے جو عموماً ایسے مواقعوں پر سوچتے ہیں۔۔'' حشام معنیٰ خیزی سے بولا۔ جس پر حبہ نے استغفراللہ پڑھتے ہوئے اپنا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

''اب آپ باہر کیسے جائیں گی ڈاکٹر، لوگ تو ہزاروں سوال کریں گے۔۔'' حشام باز نہیں آیا تھا۔

''آپ اپنا منہ بند رکھیں یہی بہتر ہے سب آپ ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔۔'' حبہ زچ ہو کر بولی۔ اسکی جان خود ہلکان تھی اپر سے یہ بندہ۔

''ہاں ! تھوپ دیں سارے الزام میرے سر، بلکے یہ بھی کہدیں پرسوں جو جاپان میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے تھے اسکی وجہ بھی میں ہی تھا۔۔'' حشام منہ بنا کے بولا۔

"ہو بھی سکتا ہے۔۔" حبہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔اور خاموشی سے واش روم میں بند ہوئی۔ حشام بھی منہ بناتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔جہاں ملازمہ شہزادے صاحب کو لیکر آئی تھی۔ماں کی یادوں سے پیچھا چھڑاتا اب حشام کی تمام تر توجہ کا مرکز ثوبان تھا۔جو اپنی عجیب وغریب زبان میں حشام سے محو گفتگو تھا۔

"آج تو آپ کو آنا ہی پڑے گا جرنلسٹ صاحبہ۔۔" حشام نے گھڑی دیکھتے ہوئے تصور میں پرواز کو مخاطب کیا۔جس نے کل نکاح کا فنکشن گول کر دیا تھا۔اور بیچارے ارسلان کی لڑکیوں کی طرح وقت لگا کر کی گئی تیاری بیکار گئی تھی۔

"تمہارے ایسے ندیدوں کی طرح انٹرنس پر نظر گاڑھے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ کسی عقل وشعور سے ناپید انسان کی بچی نے بھی تمہیں منہ نہیں لگانا۔۔" نشوہ جو کب سے اسے انٹرنس پر نظر بچھائے دیکھ تنگ تھی۔جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔جس پر ارسلان کا منہ کڑوا ہوا تھا۔

"شکل تو تمہاری اچھی ویسے ہی نہیں سائز بھی ماشاءاللہ پورے شہر کا تم نے گین کر لیا ہے، کم از کم بات ہی اچھی کر لو، ویسے تم کیوں انٹرینس پر نظریں گاڑے بیٹھی ہو؟؟۔" ارسلان کمر پر ہاتھ رکھ کے پوچھا۔

"میرا دماغ درست ہے، نہ میں تمہاری طرح دماغ سے فارغ ہوں اور نہ ہی کام سے فارغ ہوں، اس لیے چونچ بند رکھو، تم کیوں نظر گاڑے بیٹھی ہو۔۔" آخر میں نشوہ نے منہ بگاڑتے ہوئے اسکی نقل اتاری۔

"اچھا! ہی ہے جو تم مصروف ہو کیونکہ یہاں جانوروں کی انٹری سختی سے ممنوع ہے تو تمہارے سسرالیوں کا آنا مشکل ہے۔۔" ارسلان نے افسوس سے ہونٹ باہر نکالے۔

"اور تمہارے سسرالی تو جیسے باہر کھڑے ہیں ناں ریڈ کارپیٹ کے انتظار میں۔۔" نشوہ فوراً اسکے بازو پر مکاّ جڑتے تپ کے بولی۔

"واہ!۔۔۔" نظر سامنے انٹرینس سے داخل ہو رہے شخصیت پر پڑتے ہی ارسلان کی آنکھوں کی چمک دوگنی ہوئی تھی۔

"آنکھوں میں چار سو وولٹ کا بلب کیوں روشن ہو گیا ہے ایسا کیا دیکھ لیا تمہاری ترسی نگاہوں نے؟؟۔" نشوہ اسکی آنکھوں کی چمک دیکھ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے ارسلان کیلیئے مخصوص اکھڑ انداز میں پوچھا۔

ارسلان بنا اس پر توجہ دیئے ہنوز آنکھیں میں چمک لبوں پر جان لیوا مسکراہٹ سجائے سامنے نظر آرہے منظر میں کھویا تھا۔ دل دماغ یہاں ہوتا تبھی تو لب کشائی کی جسارت سرزدہ ہوتی۔ تمام تر توجہ کا مرکز تو انٹرینس سے داخل ہو رہی سادگی کی پیکر بنی اسکی شیرنی نے کھینچ لی تھی۔ جو میرون کلر کے شارٹ شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس اپنی گلابی رنگت تیکھے نقوش کے ساتھ چہرے پر بلا کی سنجیدگی سجائے پُر اعتماد قدم اٹھاتی بڑی بڑی مقابل کو زیر کرتی قاتل نگاہوں کو ارسلان کی نگاہوں سے محفوظ رکھنے کے غرض سے فریم لیس چشمے کی آڑ میں چھپائے انسپکٹر کی دل کی دنیا ن درہم برہم کر گئی تھی۔

"اب بس کر دو جسے بھی تاڑ رہے ہو شہر کے سارے معزز ہستیوں کی فیملی مدعو ہے یہاں، کہیں پٹ نہ جاؤ اس نظر بازی کے چکر میں۔۔" نشوہ نے اسے نظروں کا زاویہ بدلتا دیکھ سرزنش کیا۔

"کک۔۔ کیا مطلب ہے میں تمہیں تاڑوں لگتا ہوں۔۔" ارسلان ہڑبڑا کو ہوش میں آتا گھور کر پوچھا۔

"نہیں تم کہاں کے نظر باز ہو ہر ہوٹل میں داخل ہونے والے کو تو میں تاڑ رہی ہوں، تم صوفی صاحب تو نظر اتار رہے ہو خوبصورت مہمانوں کی۔۔" نشوہ نے طنز کیا۔ جس پر ارسلان مدھم سا مسکرایا۔ واقعی وہ اپنی شیرنی کی نظر ہی اتار رہا تھا۔

"ویسے دیکھ کیا رہے تھے، مطلب سفارش پر تمہارا مشکل سے ہی صحیح انتظام ہو سکتا ہے۔۔" نشوہ تجسس کے ہاتھوں مجبور آفر کر گئی۔ جس پر ارسلان مسکراہٹ دباتا اسے گھورا نوازا۔ پھر خود میں مگن اسی طرف آرہے شخص کو دیکھ آنکھوں میں شرارتی چمک آئی۔

"سامنے دیکھو تمہاری آنکھیں بھی آٹھ سو وولٹ کی بلب کی طرح روشن ہو جائے گی۔۔" ارسلان نے مسکراہٹ دبا کر سامنے کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر نشوہ نے ناک چڑھاتے ہوئے سامنے دیکھا تھا۔ براؤن تھری پیس میں ملبوس رافع کو اپنی طرف

بڑھتا دیکھ نشوہ کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔اس نے برا منہ بنا کے ارسلان کو دیکھا جو مسکراہٹ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو گیا تھا۔

"ہو گئی نہ تمہاری آنکھیں بھی روشن روشن۔۔"ارسلان نے شرارت سے آنکھیں نچا کے پوچھا۔نشوہ کی رافع سے اور رافع کی نشوہ سے چڑ وہ اچھی طرح جانتا تھا تبھی جان کر اسے چھیڑا کیونکہ اس دم چھلے کے ساتھ وہ اپنی شیرنی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔

"آج اس شہر کے لوگوں کو ایک عدد نکمّے انسپکٹر سے رہائی مل ہی جائے گی،اور کل مجھے نوبل پرائز کیلئے نومینیٹ کیا جائے گا۔۔"نشوہ دانت کچکچاتی خطرناک تیور لیے اسکی طرف بڑھی۔

"ڈھیٹ ہوں اتنی آسانی سے کہاں؟؟؟۔"ارسلان رافع کو پیچھے حق دق کھڑا دیکھ دایاں آنکھ دبا کے بولا۔

"آج تم ضائع ہو کر رہو گے میرے ہاتھوں۔۔"نشوہ نے مٹھی بھینچ کر پیر پٹخا۔اور پیچھے حیران پریشان کھڑے رافع صاحب کے پیر کی تواضع ہو گئی۔رافع نے بمشکل لب بھینچ کر پینسل ہل کی تگری ضرب سے پیر کی انگلیوں کی شہادت پر خود کو ماتم کرنے سے روکا

تھا۔ جبکہ ارسلان نے نشوہ کو زبان چڑاتے ہوئے کمشنر اکبر کے ساتھ کھڑی پرواز کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

"تمہارا قتل مجھ پر ادھار رہا لعنتی انسان۔۔۔" نشوہ دانت پیس کر بولی۔

"ابھی بھی کچھ کمی باقی ہے محترمہ جو ایک اور قتل کرنے کا عہد کر رہی ہیں۔۔" رافع اسکی بڑبڑاہٹ پر دانت پیس کر پوچھا۔ اس فتنہ لڑکی کے ساتھ بچپن سے اس کا سے چھتیس کا اکڑا رہا تھا۔ جب بھی اس لڑکی سے ملاقات ہوتی فزیکل نقصان تو لازمی اٹھانا پڑتا تھا۔

"آپ کیوں یہاں سڑ گل رہے ہیں؟۔۔" نشوہ رافع کی جلی بھنی آواز پر بھنا کر پلٹتے ہوئے تیکھے انداز پوچھا۔ یہ موصوف بقول نشوہ کے ہمیشہ اس کیلیۓ منحوس ثابت ہوتا تھا۔ اس بندے کو دیکھ کر اسکی شرارتی رگ پھڑکتی تھی اور بعد میں ان محترم کی شکایت پر حشام سے پورے احتمام کے ساتھ عزت افزائی ہوتی تھی۔

"اگر بندہ خود صحت مند ہو تو اس کیلیۓ بالکل بھی ضروری نہیں کی وہ اوروں کی صحت کا دشمن بن جائے، یار دیکھ کر چلا کریں شوز کے اندر میری انگلیوں کا خیمہ بن گیا

ہے۔۔"رافع نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پیر کی طرف اشارہ کیا۔اور لفظ "صحت مند "تو نشوہ کو پتنگے لگا گیا تھا۔

"اور اگر بندہ خود کمزور لاغر بالکل چھوہارے جیسی ایکسٹرا اسمارٹ صحت والا ہو تو اس کیلیئے بھی ضروری نہیں کی وہ بجائے اپنی صحت پر دھیان دینے کی لوگوں کی اچھی صحت سے جل سڑ کر مزید اپنا خون جلائے،اس سے پہلے کی میں ان خیمہ بنی انگلیوں کی چٹنی بناؤ، آپ تشریف کا ٹوکرا اٹھائیں اور نو دو گیارہ ہو جائیں،ہر کسی کو میری صحت ہی کھلتی ہے جیسے ان کی کمائی کھاتی ہوں ہنہ !!۔"نشوہ نے تپ کر طنز کے تیر چلاتے ہوئے آخر میں ناک چڑھائی۔

"تو محترمہ ہم کونسا آپ کی حق حلال کی کمائی ہڑپ جاتے ہیں، جو آپ ہر ملاقات میں ہمارا فزیکل نقصان لازمی کر جاتی ہیں، کبھی ہاتھ، کبھی پیر، کبھی سر اور آج تو حد کر دی انگلیوں کو تک نہیں بخشا۔۔رافع اسکے تنے نقوش پر نظر ٹکائے تڑخ کر بولا۔

بے بی پنک کلر کے خوبصورت باربی فراک جو اسکے متناسب سراپے پر بڑا جچ رہا تھا، گلابی رنگت پر تیکھے نقوش پھولے پھولے گال اور غیض و غضب سے گھورتی بڑی بڑی غلافی

نگاہیں، مقابل کو موٹا کہنا زیادتی تھی ہاں وہ عام ویٹ کا نشیںس لڑکیوں کے مقابل، ہیلتھی تھی لیکن بے ڈول وجود نہیں تھا۔ لیکن رافع اسکے صحت پر چوٹ اس لیے بھی کر جاتا تھا کیونکہ یہ واحد چیز تھی جس سے وہ چڑتی تھی ورنہ بحث میں کون نشوہ یاسر کو ہرا سکتا تھا۔ موصوفہ تو دو منٹ کے ملاقات میں مقابل کا آدھا خون جلادیتی اپنی ترکی بہ ترکی جواب سے۔

"اب گھور کر میرا ویٹ کم کرنا ہے کیا چھوہارے کی صحت والے رافع کافے۔۔" نشوہ اسے خود کو گھورتا دیکھ ناک چڑھاتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"میری آنکھیں نہ پھوٹ جائے جس دن میں اس فتنہ کو گھوروں۔۔" رافع خود پر ملامت کرتا اسٹیج کی طرف بڑھا جہاں دیبا اور احان بیٹھے تھے۔ حشام اور حبہ کا صوفہ خالی تھا۔

"ارسلان ادھر آؤ ذرا میں تمہیں ہی ڈھونڈھ رہا تھا۔۔" جان کر کمشنر اکبر کے پاس سے گزر رہے ارسلان کی اس پکار کیلیئے ترس رہی سماعت پر جیسے ہی یہ لفظ پڑے آنکھوں کی چمک لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ لیکن سنجیدگی کا ناٹک بھی تو کرنا تھا۔

"جی چاچو آپ نے بلایا۔۔"ارسلان مؤدب سا ان کے قریب آیا۔پہلو میں کھڑی ہستی کو دیکھنے سے مکمل اجتناب برتا گیا تھا۔

"اماں یوں ہی اپنے صاحب جی کو شرافت کی مورت نہیں کہتی ایسی معصوم شکل بنائیں گے تو کوئی بھی مسٹر پک پک کو حاتم طائی کا جانیشن شرافت کا انویٹر سمجھنے کا دھوکہ کھا لے لیگا۔۔"پرواز نے تاسف سے سوچا کیونکہ ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے ارسلان کا نشوہ کو سرتاپا سلگانا والے نظارہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکا تھا۔

"ہاں ! نشوہ کہاں ہے ؟؟۔۔"کمشنر اکبر نے کسی کو پیچھے مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی ! وہ تو بھابھی کے پاس گئی ہے۔۔"ارسلان کی شریف بچوں والی ایکٹنگ عروج پر تھی۔

"او کے ! مجھے دوسرے گیسٹ دیکھنا ہے تم ایسا کرو انہیں لیکر چچی کے پاس جاؤ۔۔"کمشنر اکبر ہدایت دیتے وہاں سے نکل گئے تھے۔اب ارسلان نے اپنی استحاق بھری نظریں اٹھا کر برائے راست مقابل کو دیکھا۔جو نظروں کا زاویہ بدل گئی تھی۔

"مس چاچو کی خاص مہمان کیا ہم پہلے کبھی ملے ہیں، دراصل مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔۔" ارسلان نے سوچنے کی بھرپور اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ جس پر پرواز کا حلق خشک ہوا تھا۔ مقابل کی اڑی رنگت دیکھ ارسلان نے بمشکل اپنا قہقہ ضبط کیا تھا۔۔

"نن۔۔ نہیں تو۔۔ شش۔۔ شائد پرسوں دیکھا تھا نہ وہی یاد ہے آپ کو۔۔" پرواز اسکی گہری کچھ کھوجتی نظریں خود پر محسوس کر کے ہڑبڑاہٹ میں جو منہ میں آیا بول گئی۔

ارسلان کی انہیں کھوجتی نظروں سے بچنے کیلئے اس نے کل کے فنکشن میں شرکت نہیں کی تھی۔ نجانے کیسا مقناطیسی اثر تھا مقابل کی نگاہوں میں جو دنیاں کو اپنی ایک نظر سے زیر کر دینے والی پرواز کو نظر اٹھانے کی جسارت نہیں گریز پار کھتی تھی۔ اچھے اچھوں کا اعتماد ڈگمادینے والی جرنلسٹ صاحبہ کا اعتماد پست ہو جاتا تھا۔

"ہاں ! معلوم نہیں، لیکن جب سے میں نے آپ کو دیکھا ہے تب سے میں ایسا محسوس کر رہا ہوں۔۔" ارسلان نے مزید اسکی جان ہلکان کرنی چاہی۔ جس پر پرواز کا من کیا خود کہیں غائب کر دے اس بندے کی نظروں سے۔

"آپ مائنڈ نہیں کریں ذہن سے خیال گزرا تو پوچھ لیا، دراصل مجھے چند مہینوں سے مجھے ایک بہت خاص چہرے کی تلاش ہے، شائد آپ کی آنکھیں ان سے مماثلت رکھتی ہیں، خیر اگر میری بات بری لگی ہو تو معذرت آئیں میں آپ کو علی ویلا کی خواتین سے ملواتا ہوں۔۔" ارسلان مقابل کی سانس حلق میں اٹکا کر نچلا لب دباتا بات بدل کر آگے بڑھا۔ نئ پرشانی میں گھری پرواز نے اسکی تقلید کی تھی۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلے تھے کی ارسلان کے اچانک قدم روکنے سے اپنی سوچوں میں غلطاں پرواز بری طرح اسکے فولادی وجود سے ٹکرائی۔ پھر بوکھلا کے خود ہی دو قدم پیچھے ہوئی۔

"دیکھ کے چاچو کی خاص مہمان بہت قریب رہنے والوں سے ہی بار بار تسادم ہوتا ہے۔۔" ارسلان معنٰی خیزی سے بولا۔

"مطلب؟؟؟۔" پرواز نے ہونق تاثرات لیئے پوچھا۔

"کچھ نہیں دعا کیجیئے گا کی میری تلاش جلد اپنے اختتام کو پہونچے اور مجھے وہ خاص انسان مل جائے، وہ کیا ہے نہ سنا ہے اجنبیوں کی دعا کسی کے حق میں جلد قبول ہوتی ہے۔۔" ارسلان

اسکی ہونق شکل سے نظر چراتا ہوا بولا۔ اگر مزید ایک منٹ اس جنگجوں جرنلسٹ کی ہوائیاں اُڑی شکل دیکھ لیتا تو قہقہ لازمی ابل جانا تھا۔

"ہمم۔۔" پرواز نے محض ہوں کیا۔ جس پر ارسلان نرم مسکراہٹ اسکی طرف اچھالتا تحسین بیگم لوگوں کی طرف بڑھا۔

"اماں کہتی ہے صاحب جی کو سب بتادے، بنا میری شناخت کے یہ بندہ چند منٹ میں میرے حواس سلب کر گیا زندگی بھر۔۔۔" آگے پرواز نے جھڑ جھڑی لی تھی۔ سب کے پاس پہونچتے ہی ارسلان نے اپنے مخصوص انداز میں سب سے اس کا تعارف کرایا تھا۔ نرم مسکراہٹ کے ساتھ سب سے مل رہی پرواز کی الجھن زدہ نظریں شیمیم بیگم کے گود میں کھلکھلا رہے ثوبان پر اٹکی تھی۔

"سر اب آپ میم کے شولڈر پر ہاتھ رکھے کر بیک پر کھڑے ہو جائیں اور میم پلز اپ سر کو ذرا سا فیس ٹرن کر کے سمائل پاس کریں۔۔" حبہ کو ہدایت دیتے ہوئے کیمرہ مین کی آواز

میں عاجزی گھلی تھی۔ کیونکہ پیچھلے آدھے گھنٹے سے اتنا محتاط انداز میں ہدایت دیتے ہوئے بھی میڈم کے موڈ کا بیڑا غرق ہی تھا۔ جبکہ اسکی ہدایت پر توحبہ کا دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ البتہ شریف سعادت مند بچے کی شرافت کا کیا کہنا۔

"دیکھیں ہم نے صرف اپنی شادی کی چند یادگار تصور بنانے کیلئے آپ کو ہائیر کیا ہے، شارخ خان کا جول کو کاپی کرنے میں یہاں کوئی انٹرسٹڈ نہیں ہے، سو اسی لحاظ سے آپ پوز بتائیں، بلکے بس کریں اتنی تصویر کافی ہے۔۔" حبہ بمشکل اپنے اندر اٹھ رہے اشتعال کو دباتی مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

اسے تو یہ فوٹو شوٹ ہی نہیں کروانا تھا۔ تحسین بیگم اور شمیم بیگم کے ساتھ مشکوک نظروں سے خود کو دیکھ تنزیلا بیگم کا خیال کر کے یہاں کیا آگئی یہ محترم فوٹو گرافر نے تو نچا کو رکھ دیا تھا۔ بس ریمپ واک کی کسر رہتی تھی۔ حبہ کو اصل تپ تو حشام کی فرمابرداری دیکھ کر چڑھی تھی۔ جو لب سئے بس حکم بجالا رہا۔ کل رات کے حشام اور اب کے حشام میں ذرا برابر مماثلت نہیں نظر آرہی تھی۔ ایک پل کیلئے تو حبہ کو شک ہوا کی

کل اس نے کوئی خواب دیکھا تھا۔ لیکن صبح کا منظر خواب کی حقیقت ہونے کی چیخ چیخ کر تصدیق کر رہا تھا۔

"اتنا کیوں بگڑ رہیں ہیں ڈاکٹر، بندہ اپنا کام ہی تو کر رہا ہے، زیادہ فوٹو ہونگے تو آج سے بیس پچیس سال بعد ہم گارڈن میں سردیوں کی دھوپ سیکتے ہوئے دیکھ کر خوش ہونگے، وی سے آپ کافی بوڑھی ہو جائیں تب تک۔۔" حشام فوٹو گرافر کو اپنا پھیلاوا سمیٹنے کا اشارہ کرتا حبہ کے قریب آ کر شریر انداز میں بولا۔ جس پر حبہ نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"آپ نے تو جیسے جیون بوٹی کھائی ہوئی ہیں ناں تب بھی جوان رہیں گے۔۔" حبہ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے ہوئے تپ کر بولی۔

"ہاں! اس میں تو کوئی شک نہیں، وہ کہاوت نہیں سنی مرد اور گھورا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔۔" حشام مقابل کے تپے نقوش کو نگاہوں کی گرفت میں لیتا ہوا سرگوشی میں بولا۔ اپنی پسند کردہ کپڑوں میں میک اپ اور جیولری کے ساتھ ڈاکٹر لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی نگاہیں بے قابو ہو رہی تھی۔

"لیکن بیس سال کا یہاں انتظار کون کرے گا میں تو چار سال بعد چلی جاؤں گی۔۔" یہ لفظ ادا کرتے ہوئے حبہ کو اپنے اندر کچھ خالی پن کا احساس شدت سے ہوا تھا۔ لیکن وہ حقیقت بھولنا نہیں چاہتی تھی۔ جبکہ اسکے بات کے رد عمل میں حشام کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کے بل واضح تھا۔

"ڈاکٹر جو جب ہونا ہو گا ہو جائے گا، آپ کیلئے ضروری نہیں صبح شام ایک ہی راگ الاپنا۔۔" حشام درشتگی سے اسے ٹوک گیا تھا۔ اس نے یہ رشتہ کیا سوچ کر جوڑا تھا اور یہ ڈاکٹر تھی کے ایک بات کو پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

"آپ مجھ سے چھوٹے ہیں مسٹر حشام تو یہ رعب ڈالنے والا کام آپ رہنے ہی دیں۔۔" حبہ اسکے انداز سے سہم ضرور گئی تھی لیکن باور کرانا نہیں بھولی۔ وہ حشام کی بدلتی نگاہیں بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ اس لیئے ہمہ وقت کوشش میں رہتی کے ان سرکش جذباتوں پر ابھی بندھ باندھ دے، اس رشتے کی حقیقت وہ بخوبی جانتی تھی آج حشام کے گھر والوں کو ثوبان کو حقیقت معلوم ہو جائے تو کل ان کے اس اناً فاناً بنے رشتے کی سچائی منظر عام پر آجاتی اور نتیجہ۔۔ اس سے آگے وہ سوچنا ہی نہیں چاہتی۔

"کیا چھوٹا چھوٹا چھوٹا لگار کھا۔۔" حشام بھپر کر اس کا بازو تھام کر اپنے جانب کھینچا جس پر وہ کٹی پتنگ کی طرف اسکے چوڑے سینے سے آ لگی تھی۔ خوف سے آنکھیں پھیلی لیکن مقابل کی غیض غضب سے سرخ آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت مفقود تھی۔

"ڈریں اس دن سے ڈاکٹر جس دن حشام انصار علی آپ کو اس لفظ "چھوٹے" کا جواب اپنے طریقے سے دیگا، کیونکہ اس کے بعد یہ لفظ آپ کے زباں پر تو دور کی بات ذہن میں بھی آنے کی جسارت نہیں کرے گا میرا وعدہ ہے۔۔" حشام بھاری سر سراتی آواز میں مقابل کی سماعت میں وارینگ انڈیلتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ اور اسکی قربت میں کان کی لو تک سرخ ہوئی حبہ سینے پر ہاتھ رکھے بے ترتیب دھڑکنوں کو ترتیب دینے میں ہلکان ہو رہی تھی۔ اسکی لفظوں کی بازگشت اب تک ریڑھ کی ہڈی سنسنی دوڑا رہی تھی۔ پھر کافی دیر وہ اسی طرح مجسم بنی رہی تھی۔ جب نشوہ کی آواز نے حواس بحال کئے۔

"بھابھی چلیں آپ کے کلیگ آئیں ہیں۔۔" نشوہ اس کے پاس اکر بولی۔ جس پر حبہ آنکھیں بند کر کے سرد سانس فضا کے سپرد کرتی اس کے پیچھے نکل گئی تھی۔ اسٹیج پر پہونچ کر اسنے حشام کی طرف دیکھنے سے مکمل اجتناب برتا تھا۔ اسکے ہسپتال کے تقریباً سبھی

سٹاف میمبر زوہاں انہیں مبارک باد پیش کرنے موجود تھے۔ جس وجہ سے حبہ کا دھیان حشام کی طرف سے ہٹ گیا تھا۔

congratulations Dr. deeba.

ڈاکٹر عاصم کی بھاری دلکشن آواز پر دیبا کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔ اسی وقت سے تو وہ ڈر رہی تھی۔ احان جذباتی لمحے کے زیر اثر آکر کے مقابل جو غلط بیانی اس نے کام لیا تھا۔ رات احان کے نرم ملائم دل میں نئے جزبوں کو جگہ دیتا رویہ دیکھ دیبا کو اپنی حماقت پر سہی معنوں میں افسوس کے ساتھ خوف محسوس ہوا تھا۔

"دیبا رسیو کریں گفٹ۔۔" احان ہولے سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسکی توجہ ہاتھ میں خوبصورت بُکے لی ئے کھڑے ڈاکٹر عاصم کی طرف دلائی۔ دیبا نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا تھا۔

احان دیبا کا ذہن اس کے فق چہرے کے تاثرات دیکھ پڑھ چکا تھا۔ اور دل ہی دل مسکرایا بھی اسکی بیوقوفی پر جسے لگتا تھا کی احان نے اس کی بکواس پر یقین کیا ہو گا۔

"دیبا بھروسہ ہر رشتے کی بنیاد ہے، اور احان اطہر علی کے رشتوں کی بنیاد اتنی کمزور نہیں جو محض چند کھوکھلے لفظوں سے ڈگمگا جائے۔۔" ڈاکٹر عاصم کے ہٹتے ہی احان نے دھیمی آواز میں سرگوشی کی تھی۔ جس پر دیبا اچانک ہی پرسکون ہوئی تھی۔ لیکن ذہن سے احان کی پسند والی بات چمٹ کے رہ گئی تھی جو اسکے لاکھ جھٹکنے سے نہیں نکل رہی تھی۔

"یہ لیں بھئی سنبھالیں دنیاں کے خوش نصیب ترین بچے کو جو اپنی ماں باپ کے ولیمے میں مٹر گشتی کر رہا ہے۔۔" ارسلان سب کی جان ہلکان کئے کورٹ پینٹ میں ملبوس ثوبان صاحب کو حشام کے گود میں دیا۔

"لاؤ بھئی خوش قسمت تو خیر سے بہت ہے میرا بیٹا، لیکن تم کیوں چھوٹے نصیب والی شکل بنا کر گھوم رہے ہو۔۔" ثوبان کے گالوں کا بوسہ لیتے ہوئے حشام نے ارسلان کی سوجی شکل دیکھ استفسار کیا۔

"وہ اس لیے حشام بھائی آئینے کو اپنے نصیب پر رونے کیلئے مجبور کر کے جو تین گھنٹے سے دلہنوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے انسپکٹر نے اہتمام سے تیاری کی تھی اس پر پانی پھیرتے ہوئے شہزادے نے موصوف کے بال بگاڑ دیے

دیکھیں جیل سے سیٹ کئے بال جال کی طرح لیٹے ہوئے ہیں اب۔۔" نشوہ نے مزے سے کہتے ہوئے ارسلان کے بگڑے ہیر سٹائل کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر سب کا قہقہ ابلا تھا کیونکہ ارسلان کا اپنے بالوں کو لیکر عشق سب جانتے تھے۔

"اقوال زرین ہے کسی کی درگت پر نہ ہنسو ایسا نہ ہو کی تمہاری خود درگت بن جائے۔۔" سب کے مشترکہ قہقہے پر ارسلان کا دل جلا تھا۔

"کسی کی مصیبت پر نہ ہنسو ایسا نہ ہو کی تم خود پھس جاؤ، ایسا یہ۔۔" نشوہ کے ساتھ کھڑی پرواز نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے تصیح کرنا ضروری سمجھا۔ جس پر جہاں سب نے تائید کی تھی وہیں ارسلان نے آنکھیں سکیر کر اپنی منکوحہ کو دیکھا۔

"آپ بڑے موتیاں بکھیر رہی ہیں چاچو کی خاص مہمان کوئی خاص وجہ۔۔" ارسلان نے ایک ای برو اٹھا کا ذرا ابھاری آواز میں سنجیدگی سے پوچھا۔ ہے اسکی پر تپش نظریں پرواز کو گڑ بڑانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"نن۔۔ نہیں وہ تو۔۔"

"انسپکٹر جوکر کو دیکھ دانت دکھائے ہی جاتے ہیں۔۔" نشوہ نے پرواز کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے اسے ہمت دینے کے ساتھ ارسلان کو ٹکا سا جواب دیا۔

"چلیں جوکر ہی صحیح مسکراہٹ کی وجہ بنا،اسی مسکراہٹ کے طفیل دعا کیجیئے گا میری تلاش مجھے مل جائے۔۔" آخری لفظ پرواز کی طرف جھک کر بھاری لہجے میں بولا۔ جس پر پرواز کھسک کے نشوہ کے ساتھ لگی تھی اور ارسلان بالوں میں ہاتھ پھیرتا اب احان کو پریشان کرنے اسکی طرف بڑھا تھا۔

آج پھر دنیاں کی نظروں میں خوش مزاج خوش گفتار مظبوط چٹان کے مانند انسان کے دل میں برسوں سے دفن درد، اذیت، کرب کی داستان درد سے لبریز دل سے رہ رہ کر اٹھ رہی درد کی ٹیس ان خاموش تنہائی کو سنا رہی تھی۔اور وہ وجود بے حس و حرکت ساکت تھا۔اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی پیشماں تھا،اپنی نظروں میں سرخرو ہوتے ہوئے بھی نادم تھا، فخر سے سینا تان کر کھڑا ہونے کے باوجود کشادہ سینے ایک جانب درد سے بھرا دل نامی گوشت کا ٹکڑا اگردن اکڑانے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی

اس انسان ہمیشہ سے خود کو مجرم ہی تصور کیا تھا۔ ساری دنیاں پر ممتا لٹا رہی اولاد کیلئے ترسی اپنی محبت کو دیکھ وہ روز ایک نئی اذیت دو چار ہوتے تھے۔ کتنا مشکل ہوتا ہے نہ اپنے محبوب کو محرومی کا شکار دیکھ۔

کمشنر اکبر اپنے آفس میں کرسی کے بیک سے سر ٹکائے پیشانی پر بے شمار فکر کے جال بچھائے، اشکوں کے سمندر کے روانی کا واحد راستہ مسدود کئے آج سے ستائیس اٹھائیس پیچھے ماضی کے سفر کی تھکان چہرے پر لیئے گہری سوچ میں گم تھے۔ سامنے ٹیبل پر بہت سی گرد و غبار میں لتھری فائل پڑی تھی۔ جسے انہوں نے کئی دنوں کی ہتک محنت سے جمع کیا تھا۔ بھیانک ماضی اس قدر ان پر غالب آگیا تھا کی بہادری کی مثال کمشنر کے آنکھوں کے گوشے خود بخود نم ہو گئے تھے۔ لب بھینچ کر اس اذیت کو برداشت کرتے ہوئے آنسوں پینے کی کوشش میں انہوں نے سختی سے مٹھیاں اور جبڑے بھینچ لیے تھے، کنپٹی کی ابھتی رگیں ان کے برداشت کے انتہا پر ہونے کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہا تھا۔

وہ ماضی کے احتساب میں اس قدر گم تھے کی انہیں کے فل یونیفارم میں ملبوس احان کی اندر داخل ہونے تک کا احساس نہیں ہوا تھا۔ ہوش تو تب آیا جب احان نے پر تپاک انداز میں سیلیوٹ کیا تھا۔

"Good afternoon sir.

احان کی بھاری آواز پر کمشنر اکبر نے دائیں ہاتھ سے آنکھوں کے گوشے صاف کرتے ہوئے سرخ آنکھیں مقابل کے جانب اٹھائی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں چاچو؟؟؟۔"احان فوراً فکر مندی سے پانی کا گلاس لی ئے ان کے کرسی کے قریب آیا تھا۔

آفکورس ینگ مین، آئم ٹو ہینڈریڈ پر سینٹ فائن۔۔"کمشنر اکبر گلاس لیکر واپس ٹیبل پر رکھتے ہشاش بشاش سے بولے۔ان گزرے سالوں نے خود پر بر وقت کھول چڑھانا بخوبی سیکھا دیا تھا انہیں۔

"مجھے تو نہیں لگ رہے، کوئی پریشانی ہے کیا؟؟۔۔"احان بغور ان کا سرخ چہرہ لہو رنگ آنکھیں دیکھ فکر مندی سے بولا۔

"برخوردار یہ تو آپ کی اپنے چاچو سے بے انتہا محبت کی علامت ہے، ورنہ جس انسان کے تین گبھر و جوان بیٹے اسکے شانہ بشانہ کھڑے ہوں مجال ہے پریشانی کی جوان کے قریب بھٹک جائے۔۔۔"کمشنر اکبر اسکی کھوجتی نظروں سے نظر چراتے تفاخر سے بولے۔

"چاچو یہ لفظ آپ ارسلان کے مقابل ادا کرتے تو وہ نادان آپ کی اس تعریف کے پس پردہ وجہ کو اگنور کرتے ہوئے خوشی جھوم اٹھتا، لیکن افسوس کے ساتھ مقابل آپ کا احان ہے بتائیں کیا چیز آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ پچھلے دو ہفتے مطلب ہماری شادی کے جب سے آپ کے چہرے کی عجیب سی خاموشی نوٹ کر رہا ہوں میں۔۔"احان سنجیدہ ہوا۔ جس پر کمشنر اکبر گڑبڑائے تھے۔

"کچھ نہیں ہے یار تم تو بات کو پکڑ کے بیٹھ گئے ہو، بس تھوڑا سا سر درد ہے میڈیسن لی ہے بہتر ہو جائے گا، ویسے چوہدری کا کیس کہاں تک پہونچا؟؟؟۔"کمشنر اکبر بڑی خوبصورتی سے موضوع گفتگو تبدیل کر گئے تھے۔

"بس چوہدری کے گردن تک ہاتھ پہونچنا باقی ہے،اور آپ بھی جانتے ہیں یہ اتنا آسان نہیں کیونکہ ایک حرام خور کو سپورٹ کرنے کیلئے سیاست اور سحافت کے ہزاروں ضمیر فروش حرام خور کھڑے ہو جائیں گے۔۔"احان جبڑے بھینچ کر نفرت سے بولا۔۔۔

ارسلان کی مختصر جمع کردہ مواد کمشنر اکبر نے احان کے حوالے کر کے کیس احان کو ہینڈ اوور کر دیا تھا،انہیں ارسلان کی قابلیت پر کوئی شک نہیں تھا لیکن احان کی سوجھ بوجھ اور تجربہ ارسلان سے کئی زیادہ تھی۔ایک وجہ یہ بھی تھی کے ارسلان اس شعبے میں نیا تھا اور کمشنر اکبر اسے لیکر کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔دوسرا ارسلان بھی کھلے عام اس کیس میں ملوث ہو کر پرواز جیسی اس کیس کی اہم کڑی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔بہت سی اہم اور کار آمد معلومات انہیں پرواز کے زریعہ ہی ملی تھی۔اور توقع کے عین مطابق احان نے چوہدری کے جرم کی کشتی میں کئی جگہ چھید کر دیئے تھے۔جس پر چوہدری بوکھلایا ہوا تھا۔اور بوکھلاہٹ میں انسان غلط قدم ضرور اٹھاتا ہے بس اب احان چوہدری کی طرف سے اٹھایا جانے والا غلط قدم کا منتظر تھا۔

"اچھا! یہ کچھ امپورٹنٹ کیس کی فائل ہے، مجھے محسوس ہو رہا ہے کی اب ان کے واپس کھلنے کا وقت آ چکا ہے میں چاہتا ہوں تم ان فائلز کو ریڈ کر و اپنے ٹیم کے ساتھ ڈسکس کر کے اس پر ایکشن لو۔۔"کمشنر نے دھول میں لپٹی دس بارہ خاکی فائلز احان کی جانب سر کائی جسے دیکھ کر ہی معلوم ہو رہا تھا کی برسوں سے کسی نے انہیں پڑھنا تو دور دیکھنے کی زحمت تک نہیں اٹھائی ہے۔

"اتنی پرانی فائلز چاچو۔۔"احان کسی قدر حیرانی سے سوال کیا تھا۔ جس پر کمشنر اکبر زخمی سا مسکرائے۔

"مرض اور مجرم جتنا پرانا ہو اتنا ہی خطرناک ہوتا ہے، اس لی ئے اس کا انجام اس سے کئی زیادہ خطرناک اور عبرت ناک ہونا چاہئے۔۔" کمشنر اکبر کا لہجہ آخر میں خود بخود سخت ہوا تھا۔ انگارے اگلتی آنکھوں میں جیسے لہو اتر آیا تھا۔ جو تصور کے پردے میں قہقہ لگا رہے شخص کو بھسم کرنے کو بے تاب تھا۔

"شاکا۔ اتنے کیس؟؟؟؟؟۔"پہلی فائل کھولتے ہے احان نے شاکی نظریں کمشنر اکبر کی جانب اٹھائی تھی۔

"کڈنیپنگ سے لیکر قتل تک ڈرگ سمگلینگ سے لیکر ہیومن بورڈی پارٹ سپلئے تک کوئی ایسا جرم نہیں جو اس نے نہیں کیا ہو، یہ اسکی تصویر ہے بہت پرانی ہے، لیکن کوئی شک نہیں اسکی گھناؤنی شکل اب اور بھی ہیبت ناک ہو گئی ہو گی، بہت جلد یہ اس سرزمین پر قدم رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس زمین پر قدم رکھنے کے بعد اسے قبر میں قدم رکھنا تک نصیب نہیں ہونا چاہئے ایسی عبرت ناک موت ہونی چاہئے اسکی۔۔۔" کمشنر اکبر کا لہجہ سخت سے سخت تر ہو گیا تھا۔ وہ ہدایت نہیں حکم دے رہے تھے۔ اور احان کشادہ پیشانی پر سوچوں کے جال بنے ان کا غصہ اور نفرت کی زیادتی سے سرخ پڑتا چہرہ بہت غور فکر سے دیکھ رہا تھا۔

"چاچو یہ وہی شاکا ہے نہ جس کا ذکر آپ اور بابا کرتے ہیں میری پیدائش کے بعد والا۔۔" ان کے چہرے پر نظر ٹکائے احان نے تائید چاہی۔ جس پر کمشنر اکبر نے اپنے تاثرات چھپاتے ہوئے ہنکار بھرا تھا۔ احان بنا کچھ کہے اجازت لیکر وہاں سے نکل گیا تھا۔

تبھی آندھی طوفان بنے اچھلتے کودتے ارسلان صاحب نے انٹری ماری تھی اور بنا کمشنر صاحب کی گھوری کی پرواہ کئے ٹیبل پر کیپ اور سٹک اچھالتے ہوئے شان بے نیازی سے

کرسی پر ٹک گئے تھے۔ ہر ہر انداز سے ظاہر ہو رہی سرشاری ثبوت تھا کی محترم کا موڈ ضرورت سے زیادہ ہی ٹھیک ہے۔

"What's up chachu partner!"

ارسلان ان کی گھوری کا اثر لیے بغیر بتیسی کی نمائش کرتا گویا ہوا۔ ابھی تو اپنی شیرنی سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے آرہا تھا خوش کا انگ انگ سے پھوٹنا تو جائز تھا۔

"اتنے پیار سے نہیں دیکھیں یار مجھے شرم آتی ہے۔" ارسلان انہیں ہنوز خود کو خطرناک تیوروں سے گھورتا دیکھ دایاں ہاتھ شرارتی آنکھوں پر رکھتا لجا کے بولا۔

"شرم تو آپ کو واقعی آئے گی برخوردار جب آپ کی روز روز کی اس نان پروفیشنل ایکٹیوٹی سے تنگ آکر سزا کے طور پر ہم آپ کو کمشنر آفس کے باہر مرغا بنائیں گے۔۔" کمشنر اکبر اسکی ڈھٹائی سے تنگ آکر دھمکی آمیز لہجے میں بولے۔ لیکن دوسری طرف پرواہ کسے تھی۔

"استغفر اللہ! چاچو معصوم بچے کی مسکین شکل دیکھ لفظ سزا تو بشر کے ذہن میں نہ آئے کمشنر صاحب زبان پر لے آئے توبہ توبہ۔۔" ارسلان نے معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے ہوئے کانوں کا ہاتھ لگایا۔

"ارسلان بس اس وردی کا خیال ہے ورنہ یہیں جوتے سے تواضع کرتا میں تمہاری۔۔" مقابل کی ڈھٹائی پر کمشنر اکبر سہی معنوں میں زچ ہوئے تھے۔

"غلط بیانی سے کام نہیں لیں کمشنر صاحب آپ "وردی" کا نہیں "سردی" کا خیال کر کے میری چھترول نہیں کر رہے، کیونکہ ادھر آپ نے ارسلان کی دھلائی کی ادھر رات ایک عدد تکیے کے ساتھ میری جانِ جہاں ماما جان نے آپ کو کمرے سے دفع کیا۔۔" ارسلان آنکھیں نچا کے بولا۔ بھلا ارسلان کی زبان کو کبھی لگام لگ سکتا تھا اس کے زبان کے آگے تو خندک تھا۔

"وہ بکواس کرو جو کرنے آئے تھے۔۔" کمشنر اکبر نے ہار تسلیم کی۔ کیونکہ بات کسی حد تک درست تھی تحسین بیگم کی جان بستی تھی اس شرارتی شیطان کے شاگرد میں۔

"میں بکنے نہیں اہم اطلاع دینے آیا تھا، آپ نے ہی مجھے فضول میں بحث میں الجھادیا۔۔"ارسلان منہ بسور کر بولا۔ جس پر کمشنر اکبر صرف تاسف سر ہلا سکے تھے۔

"وہ جرنلسٹ پرواز سے بات ہو گئی ہے، ان محترمہ کے مطابق چوہدری اس سنڈے کوئی بہت خاص انسان کے ساتھ ڈیل کرنے والا ہے، مجھے لگتا ہے کی یہ بہترین موقع ہے چوہدری کی درازرسّی کو ذرا سا جھٹکا دینے کیلیئے۔۔"ارسلان سنجیدگی سے بولا۔ وہ لاکھ لاابالی لاپرواہ صحیح لیکن کام کے وقت اسکی سنجیدگی کا قابل دید ہوتی تھی۔اور اسکی یہی خاصیت کمشنر اکبر کو بہت بھاتی تھی۔

"تو تم لوگوں نے کیا سوچا اس بارے میں، مطلب کس طرح کروگے سب۔"کمشنر اکبر نے ان کا منصوبہ جاننا چاہا۔

"ہم نے طے کیا ہے کی ایک رات کیلیئے ہم میرپور کے خاص مہمان بن جائیں تاکے اس شیطان کے دعوت کی کچھ حسین منظر اس سے آنکھ بچا کر اپنے کیمرے کی آنکھوں میں محفوظ کرسکیں۔۔"ارسلان پراسرار سا مسکرایا۔

"خیال رہے میزبان جرنسلٹ کے گھر والے نہ ہوں، ہم کسی کی فیملی کو مشکل میں نہیں ڈال سکتے، میں تو چاہتا ہوں کی پرواز بھی اس سب میں پرسنلی انوالو نہ ہو لیکن ان کی ضد اور جنون کے آگے میں مجبور ہوں۔۔"کمشنر اکبر کی بات پر ارسلان نے سر ہلایا۔

"جی ہم دونوں نے بھی یہی ڈیسائیڈ کیا ہے، انشااللہ اتوار کی شام ہمارا قیام میر پور ہو گا۔۔"

"ہمممم! پھر تیاری کر لو لیکن یاد رہے اس بچی کی حفاظت کی ذمہ داری تمہاری ہو گی جس میں میں کوئی بھی کوتاہی برداشت نہیں کرونگا۔۔"کمشنر اکبر نے وارن کیا۔

"وہ میری ہی ذمہ داری ہے ویسے۔۔"ارسلان دلکشی مسکراتا بڑبڑایا۔

"کیا کہا۔۔؟؟؟۔"کمشنر اکبر کے کان کھڑے ہوئے۔

"مم۔مطلب کی ہم محافظ ہیں تو ہر کسی کی حفاظت کی ذمہ داری ہماری ہی ہے، ویسے اس بچی کو کوئی خاص پروٹیکشن کی ضرورت نہیں پڑنے والی محترمہ ماشاءاللہ ٹرین ہیں، اور ایک بات چوہدری کو چکما دے چکی ہے۔۔"ارسلان تفاخر سے بولا۔۔

حشام اپنی آفس میں بیٹھا لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔ جب رافع اُونر کا لحاظ کا رنر پر رکھتا دھڑلے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اور بڑے شاہانہ انداز میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا حشام کے مقابل رکھی کرسی پر ٹک گیا۔ حشام سکرین سے ایک پل کیلئے نظر ہٹا کر ماتھے پر بل ڈالے اسے تگڑی گھوری سے نوازتا واپس سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تو نے مجھے یاد کیا؟؟۔" حشام کو واپس سابقہ کام میں مصروف ہوتا دیکھ رافع نے کرسی گول گھماتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ حشام کی سیکریٹری نے یہی اطلاع دی تھی۔

"میرے اتنے برے دن نہیں آئے جو میں تجھے یاد کرونگا۔۔" حشام لیپ ٹاپ آف کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں! بھئی تیرے تو اچھے دن چل رہے ہیں بھابھی کے سنگ، اور ویسے بھی آج کل حشام انصار علی کے پاس اپنی ڈاکٹر کو یاد کرنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں۔۔" رافع بھی اسی کا دوست تھا بنا برا منائے لتاڑا۔ جس پر حشام نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"اب سیدھا ہو جا مجھے تجھ سے بہت امپورٹنٹ بات کرنی ہے، اور پہلے ہی وارن کر رہا ہوں پوری بات سن کر فلاپ موویز کے ایکسٹرا ایکٹر کی طرح اوور ری ایکٹ کرنے سے پرھیز

کرنا۔۔" حشام نے پہلے ہی وارن کیا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا رافع کا ردعمل کیسا ہونے والا ہے۔

"بکواس کرنے کی نہیں ہورہی جو بھوکنا ہے بھوکو جلدی، ری ایکٹ کیسا کرنا ہے یہ بات سن کر طے کرونگا۔۔" رافع اسکے وارنیگ پر سلگ کر گھر کا۔

" کمپنی کے باس کی تیری نظر میں عزت دو کوڑی کی بھی نہیں ناں۔۔" حشام نے ملامتی نظروں سے اپنے جگری یار کو دیکھا۔ مجال ہے جو اس نے کبھی اسے باس والا پروٹوکول دیا ہے۔

"شکل ہونی چاہیئے بندے کی دو کوڑی کی عزت والی۔۔" رافع نے دانت دکھائے۔ جس پر حشام نے دانت پیستے ہوئے پیپر ویٹ اٹھا کر اس کا نشانہ لیا تھا۔ جسے رافع جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ آرام سے کیچ کر کے سامنے ٹیبل پر گھمانے لگا۔

"اب بکواس کرے گا تو ویک اینڈ ہے مجھے جلدی کام نپٹا کر جانا ہے۔۔" رافع عجلت میں بولا۔

"تیرے بیوی بچے رو رہے ہیں ناں گھر میں جلدی جانا ہے۔۔" حشام نے منہ بگاڑ کے اسکی نقل اتاری۔

"واہ! بھابھی کی صحبت میں سڑے ہوئے مزاج خوش مزاجی بدل گیا تیرا نوٹ بیڈ۔۔" رافع دوست کی تبدیلی دیکھ متاثر کن انداز میں آنکھیں گھمائی۔۔۔

"تیری بھابھی خود سڑی ہوئی مرچی کڑوا کسیلا کڑ یلے کے جوس پر نیم کا پرت چڑھا مزاج رکھتی ان کی صحبت میں میں خوش مزاج ہو گیا ہوں؟؟؟ جوک آف دی ڈے۔۔" حشام نے برا منہ بنایا۔ جس پر رافع نے قہقہ لگایا تھا۔ پھر حشام کو سنجیدگی سے سیدھا ہو کر بیٹھتا دیکھ مارے باندھے خود بھی سیدھا ہوا۔

"دیکھ اب جو بول رہا ہوں تحمل سے سن اور عمل کر بجائے اوور ری ایکٹ کرنے کے، دراصل نشوہ جاب کرنا چاہتی ہے، چونکہ علی ویلا بلکے پورے خاندان میں کسی کا کوئی ہائی فائی بزنس نہیں چل رہا ہے سارے کے سارے وردی میں شہر کے کسی نہ کسی تھانے میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں سوائے میرے، اور گھر کی بچی کسی غیروں کے زیر سرپرست کام کرے یہ بات داابو کو پسند نہیں اس لیئے میں نے نشوہ کو اپنے آفس

میں کام سیکھنے کیلیئے بلوایا ہے،اس نے اکاؤنٹونٹ کی اسٹڈی کی ہے اس لی ئے۔۔۔۔"حشام جو رافع کو کسی طور راضی کرنے کیلیئے بال کی کھال بلکے پرت پرت الگ کر کے اصل مدعے کی طرف آرہا تھا۔رافع کو بدک کر ہاتھ اپر کو اٹھاتے ہوئے اپنی جگہ کھڑا ہوتا دیکھ سر ہاتھوں میں تھام گیا۔

"دیکھ بھائی اس فتنہ کو تو جس ڈیپارٹمنٹ کا چاہے منیجر بنادے، لیکن میرے ڈیپارٹمنٹ میں مجھے کوئی توڑ پھوڑ پنگا نہیں چاہئے ایک تو محترمہ کی زبان قینچی کو مات دیتی ہے،اس پر ہاتھ پیر کے ساتھ خرافاتی دماغ میں ہر وقت کچھ نہ کچھ الٹی کھچڑی اُبلتی پکتی رہتی ہے،اور بھیانک نتائج اللہ اللہ۔۔"دہل کر کہتے ہوئے رافع نے باضابطہ سر اپر اٹھا کے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔

"دیکھ رافع۔۔۔"

"نہ میں نے کچھ دیکھنا ہے نہ میں نے کچھ سننا ہے،ہاتھ پیر دماغ سلامت ہے خدا کا شکر ہے،انگلی کا زخم اللہ اللہ کر کے کچھ دن پہلے ہی ٹھیک ہوا ہے۔۔"رافع نے اسکی بات کاٹ کر اپنا دکھڑا رو دیا۔جس پر حشام نفی میں سر ہلاتا اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکے قریب آیا تھا۔

"رافع یحییٰ صاحب میری سننے کی زحمت اٹھائیں پلزز وہ کام سیکھنے یہاں آرہی ہے یار تجھے بس اسے کام سیکھانا ہے۔۔" حشام نے ہاتھ جوڑے۔

"دیکھ حشام میں خودکشی کرلونگا لیکن تیری اس آفت کی پُڑیا فساد کی جڑ دو گز لمبی زبان والی چلتی پھرتی مصیبت کزن کو کام نہیں سکھاؤنگا، اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔" رافع اپنے موقف پر ڈٹا ہاتھ اٹھا کر گویا بات ختم کر گیا تھا۔ جس حشام کی مسکراہٹ واپس احمری لبوں کی زینت بنی تھی۔

"پھر طے ہو گیا منڈے سے تو روز نو سے چار خودکشی کر رہا، میرا مطلب نشوہ کو کام سکھا رہا ہے اب نشوہ اور ارسلان جیسے جیمس باؤنڈ کے جانشینوں کو پورا دن جھیلنا خودکشی سے کم تھوڑی ہے۔۔" حشام نے مسکراتے ہوئے فیصلہ سنایا۔ جس پر رافع نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"تو میرا دوست ہے کی دشمن؟؟؟" رافع نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ جس پر حشام نے اسکے گلے میں بازو ڈالا تھا۔

"دوست ہوں یار تبھی تو یہ سُنہرا موقع تجھے دے رہا ہوں، دیکھ وہ تیرے انڈر کام کرے گی تو اس کا باس ہو گا مطلب تو اس پر حکم چلائے گا، اس طرح تیرے اگلے پچھلے حساب خود برابر ہو جائیں گے۔۔" حشام نے اب کے پینترا بدلہ۔

"سیم لائن تو نے تب بھی بولا تھا جب تیرے گھر کے دونوں عجوبوں کے میٹرک پیپرز تھے، اور انہیں میتھس پڑھانے کیلئے کوئی شریف ٹوئیٹر روادار نہیں تھا، اور تیری ریکویسٹ پر میں نے ایک پروبلم سیمجھایا، اور انعام کے طور پر دونوں نے مل کے میرے شوز میں زندہ مینڈک کو دفن کر دیا۔" رافع اس کا ہاتھ جھٹکتا دور ہو کر جھڑ جھڑی لیتے ہوئے بولا۔

"ہاہاہاہا۔۔اور انجانے میں شوز پہننے کے بعد تو پانچ منٹ تک فراگ جمپینگ کرتا رہا تھا۔ہاہاہاہا۔۔۔" وہ دن یاد کر کے حشام کا قہقہ پورے آفس گونجا تھا۔جب رافع نے اسکی کمر پر مکا جڑا۔۔

"زیادہ دانت دکھانے کی ضرورت نہیں ہے میں کوئی رسک نہیں لے رہا۔۔" رافع کے برا منانے پر حشام کا قہقہ سمٹا تھا کیونکہ دا ابو اور پھپھو کے سامنے بونگیاں جو مار کے آ رہا تھا۔

"دیکھ یار ایک تو تب وہ نادان بچی تھی ارسلان کی صحبت میں ہو گیا اس بار ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔" حشام نے یقین دہانی کرائی۔ جس پر رافع کو چاروناچار ماننا ہی پڑا تھا۔ لیکن حقیقت یہی تھی کے اسے اس فتنہ سے اچھی امید بالکل نہیں تھے۔

-----،---

"بھابھی کیا ہو گیا ہے ان دونوں کو آج، روزانہ پانچ بجے گھر ہوتے تھے آج سوا چھے ہونے کو آئے ہیں، اب تو ثوبان بھی بے چین ہونے لگا ہے۔۔" تنزیلا بیگم گود میں مچل رہے ثوبان کو سنبھالتی بیرونی دروازے پر بے چین نظر گاڑے پریشانی سے بولیں۔

"کوئی کام نکل آیا ہو گا تنزیلا پریشان کیوں ہو رہی ہو، لاؤ ادھر شہزادے کو میں دیکھتی ہوں کیسے بے چین ہوتے ہیں۔۔" تحسین بیگم خود فکر مند تھی۔ لیکن تنزیلا بیگم کو پریشان دیکھ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔۔

"لیکن بھا۔۔ حشام۔۔۔۔" ثوبان کو تحسین بیگم کی طرف بڑھا رہی تنزیلا بیگم کی نظر ہال میں داخل ہو رہے حبہ حشام پر پڑتے ہی حلق سے بے ساختہ چیخ برآمد ہوئی تھی۔ تحسین

بیگم نے پریشانی سے انکے نظروں کے تعاقب میں بیرونی دروازے کی طرف نظر اٹھائی تو ان کا بھی یہی حال ہوا تھا۔

حشام کے سر اور بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھے۔ بلیک تھری پیس پر جگہ جگہ مٹی کے دھبے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہیں حبہ کے پیشانی پر بھی چھوٹا سا بینڈ تیج لگا ہوا تھا۔ حبہ کا حد سے زیادہ زرد ہو رہا چہرہ تنزیلا بیگم کی چیخ پر سفید پڑا تھا۔ اس نے دہل کر حشام کی طرف دیکھا جو بنا کوئی تاثیر دیئے خوف اور بے یقینی سے پھیلی آنکھوں میں نمی لیئے کھڑی اپنی ماں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"کام ڈاؤن مام کچھ نہیں ہوا، مجھے بس چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، معمولی چوٹ آئی ہے، میں تو ان ڈاکٹر سے کہا بھی کے پٹّی وغیرہ کی ضرورت نہیں لیکن ڈاکٹر میری کہاں سنے گی۔۔" حشام تنزیلا بیگم کے آنسوں صاف کر کے محض انہیں مطمئن کرنے کی مسکرا کر بولا۔

ورنہ جو اس نے ابھی ایک گھنٹہ پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کے بعد مسکراہٹ کی مجال نہیں تھی کے لبوں کو چھو جائے۔ اس پر حبہ کے بحث نے الگ اس کا دماغ گھما دیا تھا۔

دراصل ہوا کچھ یوں تھا کی اپنے آفس سے نکل کر حشام وقت پر حبہ کو لینے اسکے ہسپتال پہونچ گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرف سڑک کے دوسری جانب گاڑی پارک کیئے وہ حبہ کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب حبہ اپنا وائٹ کورٹ اور پرس سنبھالتی ہسپتال سے باہر آئی تھی۔ دن بھر کی تھکن وہ تھکن زدہ سے چہرے کے ساتھ اپنی طرف بڑھ رہی اپنی ڈاکٹر کو دیکھ کر اتار رہا تھا۔ جب اسکی نظر حبہ کی طرف آرہی ٹرک پر پڑی تھی۔ حشام کے حواس اس وقت مفلوج ہوئے جب اس نے ٹرک ڈرائیور کو دانستہ طور پر حبہ کی طرف گاڑی ٹرن کرتے دیکھا۔ اچانک بنی صورت حال پر حبہ ایسا بوکھلائی کے ایک بڑی سی چیخ کے ساتھ سڑک کے بیچ و بیچ خوف سے پھیلی آنکھوں سے گنگ کھڑی ٹرک کو لمحہ بہ لمحہ اپنے قریب آتا دیکھنے لگی۔ ہوش تو تب آیا جب حشام نے دوڑ کر اسے اپنے باہوں میں بھرتے ہوئے سڑک کے دوسری جانب گرا تھا۔ سیکنڈ کا کمال تھا چھٹی کا وقت ہونے کی وجہ سے پل میں دونوں کے گرد ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔ اور ٹرک ڈرائیور موقع غنیمت جان کر وہاں سے نکل گیا۔ چونکہ حبہ حشام کے اپر گری تھی اسے صرف سر پر ہلکی چوٹ آئی تھی البتہ حشام کو دائیں باز و اور سر کے علاوہ اچھی خاصی چوٹ آئی تھی۔ فوراً سب دونوں کو لیکر ہسپتال میں داخل ہوئے تھے جہاں مرہم پٹی کا سلسلہ چلا تھا۔ حبہ پر خوف اس قدر حاوی تھا کی وہ زرد

چہرے کے ساتھ بس حشام کو دیکھ رہی تھی۔ کئی دنوں سے جو وہ اپنے تعاقب میں کسی کو محسوس کر رہی تھی وہ اس کا وہم نہیں حقیقت تھا جان کر اسکی جان ہوا ہوئی تھی۔ لیکن حشام کے قیاس کو میرا کون دشمن ہو سکتا ہے کہ کر اس نے بری طرح رد کر دیا تھا۔

"اتنی چچ۔۔چوٹ کیسے آئی۔۔" تنزیلا بیگم نے لرزتی آواز میں اسکے چہرے اور بازو پر ہاتھ پھیرا۔ آنسوں متواتر گالوں پہ رہے تھے۔ تحسین بیگم شاکی نظروں سے حبہ کا زرد پڑتا چہرہ آنسوں سے لبریز آنکھیں دیکھ رہی تھی۔

"مم۔۔میری وجہ سے۔۔" حبہ نے لب چباتے سر جھکا کر کسی مجرم کی طرح جرم کا اعتراف کیا۔۔ جس پر حشام نے اسے گھورا تھا۔

"حشام۔۔" تنزیلا بیگم نے وحشت زدہ نظروں سے حشام کو دیکھا۔

"مام! میں نے کہا نہ معمولی سا ایکسیڈنٹ تھا اور معلمولی چوٹیں ہی آئی، ہاں! ہوا یہ سب واقعی ان محترمہ کی وجہ سے ہی ہے۔۔" حشام نے سنجیدہ نظر ہمہ وقت ہیٹلر کی جانشین بنی ابھی اشکوں کا سمندر بہا رہی ڈاکٹر پر ڈالی۔ اسکے اشارے پر تنزیلا بیگم کی غصیلی نظر خود پر محسوس کر کے حبہ کا سر کچھ اور جھکا تھا۔

"حبہ نے کیا کیا ہے حشام؟؟؟"۔ حبہ کے آنسوؤں پر تحسین بیگم تڑپ کر اسکے قریب ہوتی حشام سے پوچھا۔

"بتایا نہیں حشام حبہ کیسے وجہ ہے اس سب کی؟"۔ تحسین بیگم نے نا محسوس انداز میں حبہ کو اپنے مہربان بازو کے حصار میں قید کرتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ نرمی تو انکی طبعیت کا خاصہ تھا ہی لیکن اس وقت تنزیلا بیگم کی حبہ پر گڑی تیز نظریں اور حبہ کی ندامت سے جھکی نظریں انکے رحم دل طبعیت پر سخت ناگوار گزرا تھا۔ تبھی حبہ کے جھکے سر کو سنجیدہ نظروں گھور رہے حشام کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"وہ اس طرح چچی کی پوری دنیاں کو ڈائٹ چاٹ اور ہیلتھی ڈائٹ کے فوائد پر گیان بانٹنے والی آپ کی یہ چہیتی گائینکالوجسٹ خود اپنی غذا کا ذرا خیال نہیں رکھتی، صبح کا ناشتہ کوؤں کی طرح آدھا تیری آدھا میری کر کے روکیٹ کی سپیڈ سے ہسپتال کیلئے نکل جاتی ہیں، اور لنچ تو اللہ بہتر جانتا ہے گول ہی کر جاتی ہونگی، ڈنر میں انہیں پلیٹ میں کانٹے چمچے کو بیلی ڈانس کرانے سے فرصت نہیں ملتی، اب اس طرح تینوں ٹائم متوازن غذا کو اگنور کریں گی

تو صحت لازمی متاثر ہو گی، صحت پر خراب اثرات مرتب ہونگے، نقاہت اور کمزوری محسوس ہو گی، سر بھی چکرائے گا، کھلتا چہرہ مرجھا کر زردی مائل ہو گا، اب اتنا سب ہونے کے بعد باقی کیا رہتا ہے چلتی سڑک کے درمیان کھڑے کھڑے بیہوش ہو کر زمیں بوس ہو جانا۔۔وہ بھی ہو گیا آج محترمہ سڑک پار کرتے ہوئے چکرا کے بیچ سڑک پر ڈھیر ہو گئی تھی، انہیں ریسکیو کرتے ہوئے میرا دھیان نہیں رہا بس ایک بائیک سوار کی غیر توجہی سے تھوڑی سے لگ گئی۔۔۔" حشام نے کچھ جھوٹ کچھ سچ کی آمیزیش سے ایک مکمل کہانی بیاں کرنے کے بعد آخر کے خالص جھوٹ کو دانتوں تلے چبا چبا کر ادا کیا۔اس کا لفظ چبانا وہاں صرف حبہ ہی نوٹ کر پائی تھی۔مارے بے بسی بس دل میں اس چالاک انسان کو چار پانچ القابات سے نواز سکی تھی۔

کیونکہ اب وہ تینوں خواتین کی فکرمند نظروں کے زد میں تھی۔تینوں خواتین اب نئی پریشانی میں گھری حبہ کا بے حد زرد پڑتا چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔

" کچّی گولیاں تو میں نے بھی نہیں کھیلی ڈاکٹر اب بچ کے بتائیں، میری کلین ابزرویشن پر داؤٹ بھگتیں اب جھوٹ کا انجام۔" حشام دل ہی دل حبہ سے مخاطب ہو تا ثوبان کو لیکر

پاس صوفے پر ٹک گیا تھا۔ کیونکہ حبہ گاڑی میں اسکے شک کو سنے بغیر رد کر گئی تھی۔ اور کھانے کے معمالے میں ڈاکٹر کتنی سست ہے یہ تو ان دو مہینوں میں سب ہی جان گئے تھے۔ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے غرض سے حبہ کی اس بری عادت کا استعمال حشام نے موضوع گفتگو میں ضروری سمجھا۔

اب تینوں خواتین تشویش میں گھری حبہ کا جائزہ لیتے ہوئے سوال کے ساتھ تبصرہ بھی کر رہی تھی۔ رائے کا اظہار اور نتائج پر ابھی پہونچا باقی تھا۔

''رافیہ (ملازمہ) ذرا دونوں کیلئے فریش جوس لیکر آنا، حبہ تم یہاں بیٹھو آرام سے صیح کہ رہا ہے حشام واقعی بہت کمزور ہو گئی ہو دیکھو کتنا سامنہ نکل آیا ہے۔۔'' شمیم بیگم نے حبہ کو میٹھی سی ڈانٹ پلاتے ہوئے حشام کے پہلو میں بیٹھایا۔

''تائی ماما یہ ایسے ہی بول رہے ہیں میں کھاتی ہوں تینوں ٹائم۔۔۔'' حبہ تینوں کے ہاتھوں ہاتھ لینے پر نروس ہوتی منمنائی۔ بس نہیں چل رہا تھا پہلو میں موتیاں بکھیر رہے شاطر انسان کا کچھ کر دے۔

"ہاں! آپ کتنا کھاتی ہیں وہ نظر آرہا ہے چلتی سڑک پر بیہوش ہو کر زمین بوس ہو گئیں۔۔" تنزیلا بیگم کے لہجہ میں بے شک نرمی مفقود تھی لیکن فکر کا عنصر نمایاں تھا۔

"بھئی کیوں سب مل کر بچی کو ڈانٹ رہے ہو کمزوری، چکر اور چہرہ زرد پڑنے کی صرف ایک وجہ غذا کا وافر مقدار میں نہ لینا ہی تو نہیں ہوتا، کچھ خوبصورت وجوہات بھی ہوتے ہیں اگر آپ لوگ غور کریں تو۔۔" عقب سے آئی سلیمہ بیگم کی مسکراتی معنیٰ خیز آواز پر تینوں خواتین نے ٹھٹھک کے پہلے انہیں پھر حشام کے پہلو میں برے برے منہ بناتی اپنا ناپسندیدہ اورنج جوس نوش فرمارہی حبہ کو دیکھا۔ ثوبان کے پھولے پھولے سیبی گالوں کا بوسہ لے رہے حشام نے بھی نا سمجھی سے نظر اٹھائی تھی۔ بس ایک حبہ تھی جس کا سرا دھیان میں اپنے منہ کا ذائقہ خراب کر رہے آدھے جوس کے گلاس پر تھا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کی۔۔۔۔" شمیم بیگم نے فرط مسرت سے بات ادھوری چھوڑی۔ جس پر سلیمہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر گویا آنکھوں ہی آنکھوں میں انکی بات مکمل کی تھی۔ اسکے بعد کیا تھا چاروں خواتین کی آنکھوں سے معنیٰ

خیز گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ حشام کچھ دیر تو ہونق شکل لیے انکی اشاروں کی زبان سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر نفی میں سر ہلاتا ثوبان کی عجیب زبان سمجھنے کی تگ ودو میں جڑ گیا۔

"حبہ بچے تم نے ہمیں بتایا کیوں نہیں کی تمہاری طبعیت بوجھل ہو رہی ہے۔۔"اب تحسین بیگم فکر مند سی حبہ کے پہلو میں بیٹھی۔خوشی ان کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ باقی تینوں بیگمات کا حال بھی ان سے مختلف نہیں تھا۔

"میری طبعیت خراب؟؟میری طبعیت خراب کب ہوئی؟؟؟۔"حبہ نے گلاس سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے اچنبھے سے انہیں دیکھا۔

"وہ تو ابھی جب ڈاکٹر نرمین آئیں گی تب ہی معلوم ہو گا کب سے آپ کی طبعیت بوجھل میرا مطلب خراب ہے۔۔"سلیمہ بیگم کی معنٰی خیز انداز پر حبہ اچھل کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔اب وہ بے یقینی کے عالم میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں خواتین کو دیکھ رہی تھی جنھوں نے چھوٹی سی بات کو کہاں تک کھینچ لیا تھا۔ حشام بھی ڈاکٹر نرمین کا نام سن کر ان سب کی غلط فہمی بھانپ گیا تھا۔ڈاکٹر کے سکتے پر جبڑے بھینچ کر قہقہ کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں ثوبان کو گدگدانے لگا۔

"آاا۔۔ پھپھو آپ لوگ غلط سمجھ رہی ہیں، ویسا کچھ نہیں ہے۔۔" حبہ شرم سے پانی پانی ہوتی گھگھیائی۔ بس نہیں چل رہا تھا چاروں خواتین کے دماغ میں گھس کر اس خرافاتی خیال کو نوچ پھیکے۔

"بھئی ہم کیا غلط سوچ رہے ہیں، ہم نے تو بس اتنا خوش کن قیاس لگایا ہے کی اب علی ویلا میں دو دو کھیلونے ہونگے ہم سب کی دل بہلائی کیلیئے۔۔۔" شمیم بیگم حبہ کا سرخ گال چھوتی سارے پردے ہٹا گئی تھی۔ جس پر حبہ کا زرد پڑے چہرے پورے جسم کا خون نچڑ آیا تھا۔

"آنٹی واقعی آپ لوگ غلط سمجھ رہیں ہیں پلزز آپ لوگ میری بات سمجھیں پلزز۔۔۔" حبہ حیا سے گلال ہوئے چہرے کے ساتھ روہانسی آواز میں بولی۔ جس پر حشام کا برداشت جواب دے گیا تھا۔ اب مزید ایک منٹ بھی وہ یہاں ٹھہرتا تو قہقہ اُبلنے سے نہیں روک پاتا۔ تبھی ثوبان کا گال صاف کرنے کا بہانہ لگا کے اپنے کمرے کی طرف نکل پڑا تھا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔۔واقع ان خواتین کا کوئی ہل نہیں، انہیں لگ رہا ہے کی اب علی ویلا میں جونیئر حشام۔ہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔" حشام کمرے میں پہونچتے ہی ثوبان کو بیڈ پر بیٹھا کر خود قالین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔حبہ کی روتی بسورتی شکل شرم وحیا سے گلال ہوا چہرہ اس پر لرزتی آواز میں دی جانے والی وضاحتیں یاد کر حشام قالین پر بیٹھا پاگلوں کی طرف ہنس رہا تھا۔ثوبان صاحب کیوں پیچھے رہتے وہ بھی باپ کا بھرپور ساتھ دینے لگے تو کیا ہوا بات ان کے پلے نہیں پڑی۔۔

"واہ! شہزادے آپ بھی اپنی ماما کی موجودہ حالت انجوئے کر رہے ہیں۔۔" حشام کافی دیر پاگل پن کی مثال قائم کرنے کے بعد بلند قلقاریوں کی آواز پر ہنس ہنس کے سرخ پڑے شہزادے کی طرف متوجہ ہوا۔جس نے حشام کی بات سمجھتے ہوئے بڑی سی قلقاری ماری تھی۔جس پر حشام کو اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا فوراً اسے اپنے باہوں میں بھرتا چٹاچٹ پیار کیا۔

حشام کے والہانہ پیار پر شہزادے منہ بسورنے لگے تھے۔شائد حشام کی بڑھی ہوئی شیو کی مداخلت شہزادے کے شاہی مزاج پر گراں گزرا تھا۔

"اب ایسے منہ بسور کے موڈ خراب نہیں کرو جان کر نہیں پھسایا تمہاری ماما کو میرا ارادہ تو بس تھوڑی سی ڈانٹ پروانے کا تھا، لیکن خدا کا انصاف دیکھو ہمہ وقت رعب ڈالنے والی ابھی خود منمنا رہی تھی۔۔ہاہاہا۔۔"ثوبان کی بسورتی شکل دیکھ حشام نے مزے سے وضاحت دیتے ہوئے واپس قہقہ لگایا۔اور ماما کے دیوانے شہزادے نے چٹاچٹ اسکے گالوں پر ننھے ہاتھوں کے تھپر برسائے آخر ماں کا وفادر بیٹا تھا۔

"ویسے شہزادے ایک بات تو ماننی پڑے گی یار بندے کی قسمت خراب ہو تو غنڈوں میں پھس جائے لیکن غلط فہمی کے ہتھے نہ چڑھے بے موت مارا جاتا ہے، میں نے تو تمہاری نک چڑی ماما کو ذرا مزہ چکھانا چاہا تھا لیکن لیڈی ہیٹلر کی قسمت بری پھسی ہے چاروں خواتین کے درمیان۔۔ہاہاہاہا۔۔" حشام نے تجزیہ کرتے ہوئے بھرپور قہقہ لگایا تھا۔ تبھی پھولے منہ کے ساتھ دروازہ کھول کر حبہ کمرے میں داخل ہوئی۔ حشام نے فوراً چہرے کے تاثرات سنجیدہ کرتے ہوئے کھڑا کھنگار کے بیڈ کی طرف بڑھا۔

آدھا گھنٹہ تینوں خواتین میں پھسی حبہ نے ایک ہی کام کیا تھا حشام کو کوسنے کا۔ پھر آخر کو گھڑی کے دوڑتے بھاگتے کانٹوں کو اس پر رحم آ ہی گیا تھا جو خدائی فوج بن کر ڈاکٹر

نرمین چلی آئی اور چاروں بیگمات کی غلط فہمی دور کر کے حبہ کی جان کا خلاصہ کر گئی۔ لیکن اب حشام کو بخشنے کا اس کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔ اس سازش کیلیئے وہ شاطر چالاک انسان سے کسی بھی حال بدلہ لینے کا ٹھان چکی تھی۔ سزا بھی تجویز کر لی تھی۔ اب بس کل صبح تک صبر کرنا تھا۔

"معاف کرنے والی تو میں بالکل نہیں وہاں مارونگی جہاں پانی نہیں ملتا۔۔" حبہ اسکی پشت دیکھ پر اسرار سا مسکراتی بیڈ قریب آتے ہی ثوبان کو چھپٹ لیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ ڈاکٹر۔۔" حشام اسکے انداز پر ناگواری سے بولا۔

"نیچے جو آپ کر کے آرہے ہیں میرے ساتھ اسکے بارے میں آپ کے نادر خیالات کیا ہیں؟؟۔" حبہ نے ای برو اٹھاتے ہوئے طنز کیا۔ جس پر حشام نے مسکراہٹ دبائی۔

"میں نے تو کچھ نہیں کیا سچ کہا ہے سو فیصد، کیا آپ بیہوش ہونے کے قریب نہیں تھیں۔۔" حشام نے حوالہ دیا۔

"ہاں! تو وہ سیچویشن ہی ایسی تھی کے کسی بھی انسان کے حواس جواب دے جاتے اس کا مطلب یہ تو نہیں کی آپ غلط فہمی کریئٹ کر دیں، ویسے بھولے تو آپ بنیں ہی نہیں اتنے

معصوم تو آپ ہر گز نہیں ہیں۔ جان کر سازش رچی ہے میرے خلاف۔۔" حبہ اسکی بھولی شکل دیکھ صبر و تحمل کر دامن جھٹکتی تلملا کے بولی۔

"الزام نہیں دیں ڈاکٹر میں نے صرف سچ کہا صرف اور صرف سچ اور سچ سے غلط فہمی دور ہوتی ہے کریٹ نہیں۔۔" حشام ذرا رعب سے بولا۔ جس پر حبہ نے دانت پیسے۔

"ہاں ! اور سچ کو بیاں کرنے کے انداز سے جو غلط فہمی کریٹ ہوئی اسے کلئیر کرنے کی ذمہ داری کس کی بنتی ہے ؟؟؟" ۔ حبہ نے تیکھے چتونوں سے اس شاطر انسان کو گھورا۔

"مجھ سے کیا پوچھ رہی ہیں ڈاکٹر میں تو چھوٹا ہوں آپ بڑے بزرگ تجربہ کار لوگ جانیں یہ گہری باتیں۔۔" حشام حبہ کی بات اسے ہی لوٹاتا۔ دامن بچا کر واڈروب کی طرف بڑھا۔ پھر اسکے واش روم میں گھسنے تک حبہ کی خونخوار نظروں نے اسکی پشت کو گھورا تھا۔

"ننھے کاکے ہیں آپ اب دیکھئے گا میں کیا کرتی ہوں اس فیڈر پیتے بچے کا۔۔" حبہ پر اسرار انداز میں بڑبڑائی۔ جس پر شہزادے صاحب کو ماں پر پیار آیا تھا اور وہ اپنی ملائی کسّی اپنی ماما پر لٹانے لگے۔

"گندی یہ تھوک والی گیلی محبت بھی آپ کو ان محترم نے ہی سکھائی ہے ناں۔۔" حبہ ثوبان کے ناک سے ناک رگڑتے ہوئے بولی۔

"ہاں! تو آپ کی طرح کڑوا کسیلا روکھا سوکھا تو میں اپنے شہزادے کو نہیں بنا سکتا ناں۔۔" حشام نے واش روم سے ہانک لگائی تھی۔

"فضول ترین انسان کپڑے چینج کرتے ہوئے بھی سکون نہیں۔۔" نفی میں سر ہلاتی بڑبڑائی۔

رات کے تیسرے پہر چوہدری کے گوڈاؤن کے پچھلے حصے میں بنے چوہدری کے مخصوص کمرے میں قبرستان کی سی خاموشی تھی۔ دیوار پر نصب گھڑیال کے کانٹوں کی ٹک ٹک کی آواز وحشت زدہ کمرے میں سرسراتی خوف ناک خاموشی کو وقفہ وقفہ سے چیڑ رہی تھی۔ جو مقابل کھڑے تینوں وجودوں پر کپکپی طاری کر رہی تھی۔ یوں بھی آج

کل ان کے سرکار کا جاہ وجلال عروج پر تھا۔ پارہ چڑھا ہی رہتا جس کی وجہ سے ہمہ وقت کوئی نہ کوئی عتاب کا نشانہ بنتا رہتا تھا

ساگوان کے مضبوط قیمتی لکڑی کے بنے راکینگ چیر پر لہو رنگ آنکھوں میں غیض و غضب سموئے چہرے پر چٹانوں سے سخت بے رحم سفاک تاثرات سجائے جبڑے بھینچ کر مقابل کھڑے تینوں وجودوں کو بھسم کرتی نگاہوں سے گھور رہے وجود نے اچانک چیر پر جھولنا شروع کر دیا۔ کرسی کے چڑچڑانے کی آواز نے بڑی آسانی سے گھڑیال کی ٹک ٹک کی آواز کہیں دبا دی تھی۔ اور مقابل کھڑے تینوں وجود سرکار کے اس عمل کے بعد ساکن سانس اور سفید پڑتے چہرے سے اپنا بھیانک انجام کے منتظر نیم اندھیرے کمرے میں واحد چمک رہی مقابل کے پانچوں انگلیوں پہنی سونے کی موٹی موٹی انگوٹھیوں کو دیکھ رہے تھے۔ جو انگلیوں کی اپر نیچے حرکت سے کبھی جھلملا رہی تھی تو کبھی مدھم پر رہی تھی۔

"سس۔۔ سسر۔۔ سرکار ہم نے پوری۔۔ پپ۔۔ پلاننگ۔۔ پلاننگ کے ساتھ۔ کک۔۔ کام کیا تھا۔۔ للل۔ لیکن۔۔" طویل خاموشی کی مدت اور خوف سے

بھرتے دل کی دہائی پر ان میں سے ایک نے لب کشائی کی لیکن چوہدری کے برفیلے لفظوں سے حلق میں برف جما دیا تھا۔

"خود کو مرد کہتے ہو اور ایک ننھی سی سہمی چڑیا کا شکار تم تین تین مشٹنڈوں سے نہیں ہوا تف ہے تم لوگوں کی مرادنگی پر، ایک مہینے سے گھات لگائے بیٹھے تھے اور ہاتھ کیا آیا؟؟؟؟؟؟۔" چوہدری نے بڑے اطمینان سے سوال کیا تھا۔ لیکن لہجے میں لپک رہے شعلے پر تو خدا مہربان تھا۔ چوہدری کی سر سراتے سوال پر تینوں کے گلے میں خوف سے گلٹ ابھر کر معدوم ہوا تھا۔ چوہدری کے جلال سے زیادہ اس کا سکون خطرناک ہوتا تھا۔

"سس۔۔ سرکار سب۔۔ سب ہونے ہی والا تھا ہم بالکل قریب تھے۔۔ لل۔۔ لیکن نجانے کہاں سے وہ لڑ۔۔۔" ان میں سے ایک نے واپس لب کشائی کی تھی۔ جب چوہدری دھاڑ کے ساتھ کرسی چھوڑ کھڑا ہوا تھا۔

"خاموش حرام خوروں شرم نہیں آتی وہ لڑکا وہ لڑکا کر کے اپنی بزدلی پر پردہ ڈالتے ہوئے، نامردوں کی فوج جمع کر رکھی ہے میں نے، اگر کوئی لڑکا آیا بھی تھا تو کیا تیرے ہاتھ پیر مفلوج ہو گئے تھے چڑھا دیتا اس پر بھی دھرتی کا ایک بوجھ کم ہوتا لیکن تم

سارے (گالی) منہ چھپا کر چلے آئے۔۔۔" چوہدری نے پھنکارتے ہوئے کالر سے پکڑ لمبے چوڑے وجود کو پیچھے دھکا دیا تھا۔ جس پر وہ لڑکھڑاتا اندھیرے میں پیچھے ٹیبل پر گرا تھا جس کی وجہ سے ٹیبل کا کونا بازو میں گھپ گیا تھا۔ لیکن مجال ہے جو منہ سے آہ برآمد ہوئی ہو۔ کیونکہ چوہدری کے مقابل آواز نکال کر وہ موت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ باقی دونوں تو اب باضابطہ کانپ رہے تھے۔ جبکہ چوہدری حقارت سے گرے وجود پر پے در پے لات برسا رہا تھا۔

"سمجھایا تھا ناں کی اس (گالی) کا کسی بھی حال اب مرنا ضروری ہے، کیونکہ وہ جس گھر کی بہو بن کر گئی ہے اسی گھر کے بیٹے کے خون سے ہمارے ہاتھ رنگے ہیں، اور اگر بچہ اس ڈاکٹر کے پاس ہے تو ہمارا راز بھی اسکے سینے میں دفن ہے، اس سے پہلے کی دفن راز ہمارے کفن کی تیاری کرے وہ ڈاکٹر منوں مٹی تلے دفن ہو جانی چاہئے لیکن تم نامرادوں نے۔۔۔" چوہدری نے ہنکار بھرتے ہوئے زور سے گرے ہوئے وجود کو ٹھوکر ماری تھی۔ جس پر وہ بے جان ہوتا ڈھے گیا تھا۔

"جب یہ نامراد لوٹ آیا تھا تم دونوں کس بِل میں منہ چھپائے بیٹھے تھے؟؟؟؟۔" اب کے چوہدری کے عتاب کا نشانہ وہ دونوں کپکپا رہے وجود تھے۔

"سس۔ سرکار ہم وہیں تھے آپ کے حکم کے مطابق لاش کو ٹھکانے لگانے کیلئے۔۔۔" دونوں ایک زبان ہوئے۔ جس پر چوہدری نے ہنکار بھرتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے کمرے میں دو بار ارتعاش پیدا ہوا تھا۔ ساتھ دونوں گھٹنوں کے بل چوہدری کے سامنے ڈھیر ہوئے پڑے تھے۔ چوہدری نے بڑی سفاکی دونوں کے سینے میں عین دل کے مقابل کا نشہ لیا تھا۔

"انور!۔" چوہدری کی ایک دھاڑ پر انور بوتل سے نکلے جن کی طرح وہاں حاضر تھا۔

"جج۔۔جی سرکار۔۔" انور بنا نیچے پڑے وجود پر نظر ڈالنے کی غلطی کئے مؤدب سا کھڑا ہوا۔ ویسے بھی اندھیرے میں کہاں کچھ نظر آرہا تھا۔ سوائے اس کے سفاک سرکار کے سونے کی انگوٹھیوں کے۔۔

"گند کی ڈھیر کو ٹھکانے لگاؤ۔۔" چوہدری حقارت بھری نظر تینوں وجود پر ڈال کر ہنکار بھرتے ہوئے حکمیہ انداز میں بولا۔ جس پر انور نے محض سر ہلایا تھا۔

"جرم کے جنگل کا بے تاج بادشاہ ہے شیر کھوکھران کے استقبال میں ذرا سی کوتاہی ناقابل قبول ہوگی، پہلے کی ناراضگی کو بھلائے واپس اس نے ہمیں موقع دیا ہے، یہ ہماری خوش بختی ہے جو انہوں نے ہمیں چُنا ورنہ شہر کے بہت سے نامور ہستیاں انکی مہمان نوازی کیلئے پلکیں بچھائے بیٹھے ہیں، اس لیے خیال رہے ذرا سی شکایت ملنے کی صورت میں تم سب کی لاش کو ٹھکانے لگانے کیلئے کوئی نہیں ہوگا یاد رکھنا۔۔" چوہدری انگلی اٹھا کے وارن کرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

چوہدری کے گوڈاؤن سے چلے جانے کا یقین کر کے انور نے ہاتھ مار کر لائٹ آن کیا تھا۔ فرش پر پڑے خون میں لت پت دونوں وجود پر ایک سپاٹ نظر ڈال کر کراہ رہے تیسرے وجود کے قریب پہونچ کر ایک پیر زمین پر ٹکاتے ہوئے اس وجود پر جھکا۔

"آگ حرارت پہونچانے سے زیادہ جلا کر راکھ کرنے کیلئے جانا جاتا ہے، اب آگ کی غلامی کروگے تو ہاتھ کیسے محفوظ رہیں گے۔۔ جہنم مبارک ہو۔۔۔" سرسراتے انداز میں پر اسرار سی مسکراہٹ کے ساتھ مقابل کے نفی میں سر ہلانے کی پرواہ کئے بغیر انور نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ اسکے سینے میں آگ اتار دیا تھا۔ لمحوں کا کھیل تھا تڑپ کے دم توڑ گیا۔

"شیر کھوکھر عرف شاکا تیرے دیدار کی خواہش میں ہی تو میں نے خود کو اس آگ میں جھونکا ہے اب تو دن گن رہا ہوں۔۔۔" کوئی اس وقت چوہدری کے وفادار بھروسے مند انور کو دیکھتا جس کی ہمہ وقت جھکی آنکھیں لہو جھلکاتی آگ اُگل رہی تھی انتقام کی آگ۔۔

آج اتوار کا دن تھا۔ معمول کے مقابل آج کے دن دابو کے میجر والے سخت رول ذرا نرم پر جاتے تھے۔ ناشتہ بھی ٹھیک نو بجے کے بجائے دس ساڑھے دس تک ہوتا تھا۔ اور بستر کی جان بھی سات کے بجائے نو بجے تک چھوڑنے کی جھوٹ ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کے نیند کے شیدائی مہان ارسلان صاحب کی معصوم بے ضرر سی خواہش ہوتی کی کاش ہفتے میں کم از کم چار اتوار ہوتے۔

سینئر علی برادران یاسر صاحب اور داابو کے ساتھ ہال میں بیٹھے تھے۔ موضوع گفتگو کوئی سیاسی مدع تھا۔ چاروں خواتین کچن میں گھسی ہوئی تھی۔ جب گھڑی پر نظر پڑتے ہی تحسین بیگم ہاتھ صاف کرتی باہر نکلی۔ کیونکہ حسب معمول ان کا لاڈلا لیٹ تھا۔

"ارسلان جلدی سے اٹھ جاؤ ناشتہ بالکل تیار ہے سب ٹیبل پر جمع ہونے لگے ہیں۔۔" تحسین بیگم اس کا بکھرا کمرہ سمیٹی ہوئی اونچی آواز میں بولی۔ لیکن بیڈ پر گھٹری بنے وجود میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی۔

"افففف! ارسلان بیٹا اٹھ جاؤ ساڑھے نو ہونے کو آئے ہیں تمہارے فریش ہونے تک دس ہو جائیں گے۔ جلدی کرو۔۔" تحسین بیگم اسکے پہننے کے کپڑے نکالنے کے غرض کبرڈ کی طرف بڑھتی پلٹ کر بولی۔ جواب ندارد تھا۔

"یا وحشت ارسلان۔۔" کبرڈ کا ڈور وا کرتے ہی کپڑوں کی گٹھری تحسین بیگم کے اپر گری تھی۔ اچانک افتاد پر انکی بڑی سی چیخ بر آمد ہوئی۔ جس پر ارسلان سرخ بوجھل آنکھیں مسلتا اٹھ بیٹھا تھا۔

"ارسلان کیا بیہودگی پھیلا رکھی ہے تم نے کل ہی میں نے تمہارے کبرڈ کی تفصیلی سیٹینگ کی ہے اور آج تم نے۔۔" تحسین بیگم نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کڑے تیور لیئے اسے گھورا۔ جو جھومتا ہوا ان کے پاس چلا آیا تھا۔

"کبھی کمشنر صاحب نے آپ کو بتایا ہے غصہ میں آپ بہت کیوٹ لگتی ہیں؟؟؟؟۔"ارسلان کی طرف سے نیند کے خمار سے بھاری ہوئی آواز میں کئے گئے بے تکے سوال پر تحسین بیگم نے اسے گھورتے ہوئے دھپ رسید کی تھی۔

"نہیں کی ہوگی بہت سڑے ہوئے ہیں۔۔"ارسلان بازو سہلاتا مسکرا کے بولا۔البتہ آنکھیں اب بھی بند ہی تھی۔

"یہ سب کیوں پھیلایا؟؟؟۔"تحسین بیگم اسکی بے سر پیر کی بات کو اگنور کرتے ہوئے فرش گرے کپڑوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

"بلیک لّکی چیکس والی شرٹ تلاش کر رہا تھا۔۔"ارسلان نے دانت نکالے۔یہ اس کا بہت خاص شرٹ تھا جو بہت خاص موقعوں پر ہی زیب تن کرتا تھا۔

"اب کونسی جنگ جیتنی ہے؟؟؟۔"

"جنگ نہیں کسی کے دل کی سلطنت فتح کرنی ہے۔۔"ارسلان نے کھوئے انداز میں تصحیح کی۔جس پر تحسین بیگم الرٹ ہوئی۔

"کن چکروں ہو میں ارسلان۔۔" تحسین بیگم نے اسے کندھے سے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ جس پر ارسلان کی نیند بھک سے اڑی تھی۔ تصور میں اپنی شیرنی کو لا کر جو گل افشانی کی تھی اسکے سنگین اثرات تحسین بیگم کے سنجیدہ چہرے پر واضح تھے۔۔

"کک۔۔ کوئی۔۔ کوئی چکر نہیں یار اویں منہ سے نکل گیا۔۔" ارسلان نے وضاحت دی۔ لیکن تحسین بیگم کا چہرہ بتا رہا تھا وہ ذرا مطمئن نہیں ہوئی ہیں۔

"ارے! میری جانِ جہاں ماما جان کوئی چکر و کر نہیں ہے، بس سوچ رہا تھا کب تک یہ خالص کنواروں والی سوکھی بے رنگ زندگی گزارونگا، لکی شرٹ پہن کے ایک آت لڑکی پٹا لیتا ہوں، آپ لوگوں کو تو خیال ہی نہیں گھر میں ایک عدد بچہ جوان ہو گیا ہے کوئی لڑکی شر کی دیکھی جائے اس کیلئے۔۔" آخر میں ارسلان نے منہ بسورا تھا۔ گویا گھر والوں نے کتنا بڑا ستم ڈھایا ہو معصوم پر۔۔

"اچھا وہ جوان بچہ جو دن میں تین سے چار بار اپنے داابو سے عزت افزائی کراتا ہے، آئے دن اپنے چاچو کی ڈانٹ کھاتا ہے، کمرے کو کبار خانہ سے بدتر بنا کے رکھتا ہے، اور تو اور اپنی دونوں کزن کی باتیں دیوار سے کان لگا کے سنتا ہے، نشوہ کا فریج میں رکھا چوکلیٹ چرا کے

کھاتا ہے، اس بچے کی ہم شادی کروائیں، کیا پاگل ہوئے ہیں ہم۔۔" تحسین بیگم نے کھلے لفظوں میں انکار کے ساتھ وجوہات پر بھی روشنی ڈالی تھی۔ جس پر ارسلان نے منہ لٹکایا۔

"یہ تو کوئی جواز نہیں ہوا شادی نہ کروانے کا، داابو کی ڈانٹ تو ڈائجسٹ پر وبلم سولو کرنے کیلئے کھاتا ہوں، کمشنر صاحب تو کسی حال مجھ محنتی ایماندار بچے سے خوش نہیں، ان دو چھپکلیوں کی باتیں تو بس تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سنتا ہوں، باقی چوکلیٹ تو میں بس اس موٹی کے بڑھتے ویٹ کا خیال کر کے کھا جاتا ہوں۔۔" ارسلان نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ ان کے سارے جواز خارج کئے تھے۔ جب حشام کی چیخ کی آواز پر دونوں نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر باہر کی طرف بھاگے۔ سارے کمرے علی ویلا کے ساؤنڈ پروف تھے لیکن دروازہ کھلا ہونے کی صورت تھوڑی بہت آواز باہر نکل جاتی تھی۔

"ڈاکٹر۔۔ڈاکٹر۔۔ڈاکٹر میں کہہ رہا ہوں اس فضول سی فساد کو مجھ سے دور رکھیں ورنہ میں

بہت براپیش آؤنگاآپ کے ساتھ۔۔" حشام صوفے کی دوسری جانب کھڑاروہانسی آواز میں بولا۔ جس پر حبہ نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"مسٹر حشام چھوٹے بچوں کی طرح ضد نہیں کریں یہ ضروری ہے آپ کولیناہی ہوگا۔۔۔" مسکراہٹ کاگلاگھونٹتی رعب دارانداز میں بولی۔

کل وہ حشام کی انجکشن سے خوف کے بارے میں جان گئی تھی۔ جب ڈاکٹر نے زخم کے جلد سوکھنے کیلیئے اسے انجکشن لگانے کی تجویز کی تھی۔ کل تواپنی پرشانی میں اس نے زیادہ زور نہیں دیاتھا۔ لیکن گھر آنے کے بعد حشام کی وہ والی حرکت نے حبہ کو مجبور کیاتھا ہسپتال سے وہ انجکشن منگوانے کیلیئے۔ صبح حشام کے فریش ہونے کے بعداس نے اسکی پٹی تبدیل کی تھی اور سرنج بھرتے ہی حشام بن مداری بندر کی طرح ناچ دکھاناشروع ہوگیا تھا۔ وہ حواس باختہ ساپوراکمرہ تہس نہس کرتاچھپ رہاتھا۔ اور حبہ انجکشن لیئے اسکے پیچھے گھوم رہی تھی۔

"ڈاکٹر تو آپ بھی ہیٹلر کی طرح ضد نہیں کریں، میں نے نہ کبھی انجکشن لگایا ہے اور نہ لگانے کا ارادہ ہے۔۔" حشام صوفے کے پیچھے سے غرایا۔۔یہ ڈاکٹر اس طرح بدلہ لے گی یہ تو حشام کے وہم و گمان میں نہیں تھا۔

"ہر چیز زندگی میں کبھی نہ کبھی پہلی بار ضرور ہوتی ہے، اس لیے یہ بندروں کی طرف اچھلنا بند کریں اور سامنے آئیں۔۔" حبہ نے مظبوط انداز میں حکم کیا۔

"ہوتا ہوگا لیکن میرا زخم ٹھیک ہے اس کی ضرورت نہیں۔۔" حشام نے وہیں سے حکم عدولی کی۔۔

"مسٹر حشام ڈاکٹر میں ہوں میں ڈیسائڈ کرونگی ضرورت ہے یا نہیں۔۔" حبہ زچ ہو کر بولی۔بدلہ اپنی جگہ لیکن انجکشن ضروری تھا۔۔

"ہونگی آپ ڈاکٹر لیکن میرا ابھی ریکارڈ ہے میرے باپ کا باپ بھی آج تک مجھے انجکشن نہیں لگوا سکا، پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں۔۔" حشام نے وہی سے حبہ کو للکارا۔۔

"یہ تو آپ سامنے آنے کی جرات کریں پھر بتاتی ہوں کس کھیت کی مولی گاجر ہوں۔۔" حبہ نے دانت کچکچائے۔جب تحسین بیگم ارسلان حواس باختہ سے اندر کا منظر دیکھ دروازے میں ساکت ہوئے تھے۔

"ڈاکٹر آپ ایک ڈاکٹر ہو کر اپنے شوہر کو انجکشن کیسے لگاسکتی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کے اسے انجکشن فوبیا ہے، میں نہیں لگوارہا، خاموشی سے اسے ڈسٹبن کے نذر کریں، عمر میں بڑی ہیں تو کیا ہوا درجہ تو میرا ہی بڑا ہے۔۔" مقابل کو اپنے موقف پر ڈٹا دیکھ حشام نے پینترا بدلہ۔اور اسکی روہانسی شکل دیکھ ارسلان نے بمشکل قہقہ ضبط کیا۔کیونکہ وہ ٹام اینڈ جیری ان کی موجودگی سے بے خبر تھے۔۔

"مسٹر میں بیوی نہیں ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے ناصرف اپنے پیشنٹ کو انجکشن لگاسکتی ہوں، بلکے ایسی بچکانہ حرکت کرنے پر کان کے نیچے بھی دو لگاسکتی ہوں، اب شرافت سے سامنے آئیں، یہ انجکشن میں نے کوئی ڈسٹبن کے نذر کرنے کیلئے نہیں منگوایا، اور خبر دار جو دوبارہ مجھے عمر کا طعنہ دیا۔" رعب جھاڑتے ہوئے آخر میں انگلی اٹھا کے وارننگ دی گئی تھی۔

"واہ! جیو میری شیرنی بھابھی بس میدان مار لیا آپ نے میں ارسلان اطہر علی اعلانیہ آپ کو فاتح قرار دیتا ہوں۔۔" عقب سے لگائی گئی اونچی بانگ پر دونوں نے بیک وقت رخ موڑا تھا۔ جہاں کھڑے دونوں نفوس مسکراہٹ ضبط کر رہے تھے۔۔

"تمہاری فاتح کی قرارداد تو میں نکالتا ہوں۔۔" حشام خطرناک تیور لیے دندناتا صوفے کے پیچھے سے نکلا اور حبہ کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ ارسلان کو سائیڈ پر ہٹاتا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ حبہ تحسین بیگم کو دیکھ انجکشن پکڑے دل مسوس کر رہ گئی۔

"بھابھی ہمت زنانہ مدد خدا، بس ٹوٹ پڑیں آج اس اؤنٹ کو اپنی مرضی کے کروٹ بیٹھا کر ہی دم لینا ہے آپ کو۔۔" ارسلان نے اسے شانت ہوتا دیکھ اکسایا۔۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے ارسلان حبہ اسے انجکشن لگواؤ زخم گہرہ نہ صحیح لیکن زخم ہے، کوئی انفیکشن ہو گیا تو لینی کی دینی پر جائے گی۔۔" تحسین بیگم اسکی جھجھک محسوس کرتی مسکرا کر بولی۔ پھر کیا تھا۔ ارسلان صاحب آگے بڑھے اور اپنی بھابھی کو زبردستی گھسیٹ کر ہال

میں لے آئے۔ ہال میں پہوچتے ہی دا ابو کے صوفے کے پیچھے کھڑے حشام پر نظر ڈال کر ارسلان نے شرارتی انداز میں اپنی تقریر کا آغاز کیا تھا۔

"حاضرین توجہ چاہونگا، کل ہیرو گری کے چکر میں زخمی ہوئے حشام انصار علی آج صبح ہی صبح اپنی انجکشن کو فوبیا جواز بنا کر اپنے تازہ ترین ہرے بھرے زخم کو اگنور کرتے ہوئے اپنی ڈاکٹر کی ہدایت، ریاضت اور خدمت کو نظر انداز کر کے ان کے نازک دل کے ٹوٹے ٹوٹے کرتے ہوئے روم سے فرار ہوئے ہیں، ہمیں شک ہے کی وہ یہیں کہیں دبک کر بیٹھے ہیں، ہماری معزز محنتی ڈاکٹر کو اپنے شکار کہنے کا مقصد پیشنٹ کی تلاش ہے، امید کرتے ہیں کی آپ سب حشام انصار علی کے خیر خواہ ہمارے ساتھ بھرپور تعاؤن کریں گے۔۔" ارسلان کی لمبی چوری تقریر نے سب کے لبوں پر تبسم بکھیر دیا تھا۔ خواتین بھی کچن سے نکل آئی تھی۔

علی بردران کے ساتھ دا ابو یاسر صاحب (نشوہ کے والد) احان سب اب حشام کو دیکھ رہے تھے۔ جو کھا جانے والی نگاہوں سے ارسلان کو کچا چبانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ ہال میں آیا ہی اس لیٔے تھا کی حبہ کا رعب کم ہوگا لیکن بری قسمت اس کے خود کے

بھائی نے غداری کی تھی۔کیونکہ حبہ کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر نہیں لگ رہا تھا کی وہ خود آئی ہے۔

"بھئی برخردار صبح صبح اچھا شغل ہے لیکن ذرا ٹف ٹاسک ہے۔۔"دا ابو حشام کے خطرناک تاثرات دیکھ دلچسپی سے بولے۔

"ٹف تو ہے دا ابو لیکن ہماری پارٹی بھی کمر بستہ ہے بے فکر رہیں جیت کا سہرا ہماری ڈاکٹر کے سر ہی سجے گا۔۔"ارسلان آنکھ دبا کے بولا۔جس پر دا ابو کے ساتھ باقی سب نے زندگی سے بھرپور قہقہ لگایا تھا۔

"تمہیں پارٹی تو میں دونگا بیٹا اس لیئے خبردار کر رہا ہوں اتنا ہی کودو جتنا درد برداشت کر سکو گے بعد میں۔۔"حشام نے آنکھیں دکھاتے ہوئے دھمکی دی۔۔

"بھئی میری طرف سے تو کھلی جھوٹ ہے حبہ بیٹا جو چاہیں کریں،زخم کو اگنور نہیں کرنا چاہیئے۔۔۔"انصار صاحب نے کھلے دل سے اجازت دی جس میں باقی سب نے ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"بہترین ڈیسیجن چاچو ثابت کر دیا آپ نے فوجی فیصلہ لینے میں کبھی دیر نہیں لگاتے اس لیے ہمیشہ صحیح فیصلہ لیتے ہیں۔۔"ارسلان جھوم اٹھا تھا۔۔

"اور جانتے ہیں دا ابو انہوں نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا ہے کی میرے باپ کا باپ بھی مجھے انجکشن نہیں لگوا سکتا، دیکھیں ان کی تیز گام زبان کے جوہر۔۔"ارسلان نے جلتی آگ میں گھی ڈالنا ضروری سمجھا۔ جس پر دا ابو نے پلٹ کر حشام کو گھورا جو لب چبا رہا تھا۔ سب ہی مخالف پارٹی میں تھے۔۔

"اچھا! برخوردار، پھر حبہ بیٹا ہمارا حکم ہے آج آپ انہیں کسی حال انجکشن لگا کے رہیں گی۔۔"دا ابو کو بھی اب جوش آیا تھا۔ پھر کیا تھا حشام نے ایک نظر سب پر ڈالتے ہوئے باہر کی جانب دوڑ لگا دی۔

"جائیں بھابھی آپ کیا دا ابو کی حکم عدولی کریں گی۔۔"ارسلان سنجیدہ ہوا۔ جس پر حبہ ناچار حشام کے تعاقب میں نکلی تھی۔

"بھائی میں کہتا ہوں بھابھی جیتیں گی آپ کیا کہتے ہیں؟؟؟۔"ارسلان صوفے کے ڈنڈے پر بیٹھ کر احان کی رائے جاننی چاہی۔۔

"آسان ٹاسک تو حشام بھی نہیں دیکھتے ہیں۔" احان پر سوچ انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے آج تو میں کام سے جا رہا ہوں لیکن اگر بھابھی جیت گئی تو اگلے ہفتے ڈنر آپ کی طرف سے اور اگر بھائی ونر ہوئے تو ڈنر میری طرف سے۔۔" ارسلان کو یقین کامل تھا جیت حبہ کی ہی ہوگی تبھی ایسی شرط لگائی۔ جس پر احان نے سر ہلا کے رضامندی ظاہر کی تھی۔

"ابھی تو یہیں بندر کی چھلانگیں مار رہے تھے اب کہاں غائب ہو گئے، چھوٹا کہو تو موصوف کو بڑا برا لگتا ہے لیکن حرکت بچوں سے بدتر ہے، بس مفت میں چنگیز خان بنے گھومتے ہیں۔۔" حبہ خارجی دروازہ پار کر کے تلاشی نظریں دوڑاتے ہوئے بڑبڑائی۔

"افففف! یہ بچکانی حرکت تو گلے ہی پڑ گئی، چھوٹا سا بدلہ لینا چاہا اور پورے گھر والوں کی شمولیت نے بدلے کو غیرت کا معملہ بنا دیا، اب کہاں تلاش کروں میں اس بندے کو اللہ جانے دو منٹ میں کہاں ہواؤں میں غائب ہو گیا۔۔" باہر گارڈن میں آکر حشام کی تلاش میں چاروں طرف ہراساں نظریں گھماتی سخت کوفت کا شکار ہوئی تھی۔ کیونکہ وسیع و

عریض گارڈن بالکل خالی تھا۔ صرف گیٹ کے قریب واچ مین کے ساتھ دو باوردی گارڈ سینا تانے کھڑے تھے۔ وہ بھی اتنے دور تھے وہ آواز دیتی تب بھی ان تک آواز نہیں پہونچ پاتی۔

"ادھر دیکھتی ہوں شائد ادھر چھپ کر بیٹھے ہوں، قسم سے پانچ سال کا بچہ ان محترم سے زیادہ میچوڑ ہوگا بولا بھلا دیو جیسا وجود ہے بندے کا اور ڈر سوئی سے لگتا ہے، کتنی مزاحیہ بات ہے۔۔" حبہ خود ہی بڑبڑاتی گارڈن کے پیچھلے حصے کی طرف بڑھی تھی جو بالکل سنسان تھا بس ہری بھری گھاس کو سیراب کررہے موٹر پائپ کے منہ کو لگی ٹوٹی سے پانی کے گرنے کی آواز واضح تھی۔

"یہاں بھی نہیں، گاڑی کی آواز بھی نہیں آئی جو فرار کی تصدیق ہو، بس ایک بار مل جائے یہ بندہ میں نے اس کا۔۔۔" حبہ مٹھیاں بھینچتی خود میں ہی الجھی تھی جب نیم کے تناور درخت کے پیچھے سے اسکی جھنجھلاہٹ سے محظوظ ہورہا حشام دبے قدموں اسکے پشت پر آکھڑا ہوا۔ اور حبہ کے غصے سے مڑتے ہی اسکے کشادہ سینے سے ہوئے زبردست تسادم پر اپنا توازن برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے لڑکھڑا کر نرم گھاس پر جلوہ افروز ہونے سے

پہلے کمر کے گرد مظبوط بازو حائل کر کے اسکے گداز وجود کو مکمل خود میں قید کیا تھا۔ لیکن اس اثنا میں وہ پیچھے گارڈن کو سیراب کر رہی چھوٹی ٹوٹی پر پیر رکھ چکی تھی۔

ابھی وہ پہلے ہی حملے سے حواس باختہ حشام سے چپکی کھڑی تھی کی اچانک نیچے سے بلند ہوئے پانی کے پھوہار نے دونوں کو بھگونے کے ساتھ بوکھلا گیا تھا۔ حبہ نے تو باضابطہ بلند چیخ ماری تھی۔ البتہ حشام اس اچانک موسلادھار بارش کی وجہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو منٹ کی کوشش کے بعد جب تک بات سمجھ آئی دونوں بھیگ چکے تھے۔ حشام فوراً آنکھیں میچے سر تا پا بھیگی حبہ کو اپنی باہوں میں بھر کے سائیڈ پر کیا تھا۔

" بھیگی بلی سنا تھا بھیگی شیرنی پہلی بار دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور یقین کریں بڑا حسین اتفاق ہے۔۔" حشام اسے اب بھی کبوتر کی طرح آنکھیں میچے خود میں چھپا دیکھ جھک کر اپنے کندھے پر سر رکھی ڈاکٹر کے کان میں جذبات سے چور لہجے میں سرگوشی کی۔

جس پر حبہ نے پٹ سے آنکھیں کھولی تھی۔ حواس بیدار ہوئے تو ہوش و حواس واپس خطا ہوئے تھے۔ پانی کی ننھی ننھی بوندوں سے نم چہرے خون جھلکانے لگا تھا۔ اور بھیگا وجود تو یہ سوچ کر ہی سرد پر گیا تھا کی وہ اس حالت میں حشام کے قریب نہیں بہت قریب

ہے۔لرزتے جسم سے مزاہمت کرنی چاہی لیکن ہمت مفقود تھی۔اور حشام اسکے کمر کے گرد بازوں کا حصار اسی طرح باندھے بڑی دلچسپی سے اپنی بھیگی شیرنی کا پہلے بوکھلانا پھر شرما کر خود میں سمٹنا نم گلابی لبوں کو کچھ کہنے کیلئے پھڑ پھڑانا پھر بے بسی سے لب کچلنا۔وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

"کہاں سے بڑی لگتی ہے آپ مجھ سے ڈاکٹر، میری دیو ہکل گرفت میں مچل رہی ننھی سی سہمی چڑیا لگ رہی ہیں آپ، جو میری وجود میں معدوم ہو گئی ہے، پھر کس بنا پر آپ خود کو مجھ سے بڑی کہتی ہیں، میری سانسوں کی تپش آپ کی سانسیں اُتھل پاتھل کر دیتی ہے، میری ایک عام سی نظر آپ کے پلکوں کو لرزا کر عارض پر سجدہ ریز کر دیتی ہے، میری معمولی سے سرگوشی آپ کے چہرے پر لہو جھلکانے لگتی ہے، میرے حصار کا خیال ہی آپ کی ساری حساسیت منجمد کر دیتی ہے، اگر خدانا خواستہ میں نے کوئی جسارت کر دی تو۔۔۔۔" حشام اسکی حالت سے حظ اٹھاتا واپس گمبھیر سرگوشی کر کے اسکے سانسوں کا نظام واقعی روکنے کے درپے تھے۔اپنی بے بسی پر حبہ کا من شدت سے کیا دھارے مار کر روئے لیکن ہائے رے نصیب مزاہمت جس سے نہیں ہو رہی وہ آواز کہاں سے برآمد کرے گی۔۔

"پیپ۔ پلززز۔۔ مسٹر حشام۔۔۔" حبہ نے بھرائی آواز میں التجاء کی تھی۔ جس پر حشام مدھم سا مسکرایا۔ سانسوں سے زیادہ قریب تھی وہ۔ اسی کے سینے میں چہرہ چھپائے اسی سے پناہ چاہ رہی تھی۔ چہرہ تو نہیں لیکن نم بھورے بالوں پر حشام نے گہری نظر ٹکانی چاہی جب نظر اسکے ہاتھ پر بھٹک گئی تھی۔ جہاں یہ ضدی ڈاکٹر اب بھی سرنج پکڑے ہوئے تھی، یہ دیکھ کر حشام کی تمام شوخی پل میں طیش میں بدل گئی تھی، اس نے نظر اٹھا کے اسکے سر کو گھورا مطلب کی بندی کی جان پر بن آئی ہے لیکن بدلے کا جذبہ اب بھی عروج پر ہے۔ حشام جو اسکی غیر ہوتی حالت پر رحم کھا کر رہائی کا پروانہ دینے والا تھا فوراً ارادہ ملتوی کیا۔

"ڈاکٹر اپنے قدموں پر کھڑے ہونے جتنی آپ میں جان نہیں ہے، اور میرے جان کے جوال کو دبوچ رکھا ہے نوٹ بیڈ۔۔۔" حشام نے ذرا گرفت ڈھیلی کر کے اسے جھٹکا دیا تھا۔ جس پر حبہ نے سر اٹھا کے پہلے حشام کے خطرناک تیور پھر اپنے ہاتھ میں سرنج کو دیکھا۔ دماغ نے تھوڑی ہمت دکھاتے ہوئے دھمکی کا مشورہ دیا تھا۔

"دد۔۔۔دیکھیں۔۔ مس۔۔ مسٹر حشام مجھے آزاد کریں ورنہ میں انجکشن لگادونگی۔۔" حبہ ہاتھ اپر کرتی لرزتی آواز میں ٹھوس دھمکی دے گئی تھی۔

"اچھا!!!۔" حشام نے ای برو اٹھائے۔اور ایک تمسخری نظر اسکے ہاتھ پر ڈالی جو لرز رہا تھا۔

"مم۔۔میں سچ میں لگادونگی۔۔" حشام کو بجائے خوف زدہ ہونے کے لاپرواہ انداز دیکھ حبہ روہانسی ہوئی۔کمرے پر بندھے اسکے مظبوط بازو اسکی ساری ہمت ہوا کر گئے تھے۔اس پر ستم ظالم کی گہری بولتی نظریں جو حبہ کے حواس سلب کر رہا تھا۔

"اپنے حواس بحال کرلیں پہلے پھر لگادیجئے گا کونسا میں کہیں بھاگ رہا ہوں۔۔" حشام نے گویا اسکی حالت کا مذاق اڑایا۔

"مسٹر حشام پپ۔۔ پلزز چھوڑیں۔۔" حبہ کسمسائی۔

"اوکے! میری ایک شرط ہے مان گئی تو رہائی پکی ورنہ موسم بڑا سہانا ہے۔۔" حشام نے پینترا بدلہ۔۔

"کک۔۔کیا؟؟؟۔" حبہ نے حلق تر کر کے پوچھا۔کیونکہ حشام سے اسے کسی اچھے کی امید نہیں تھی۔

"کل سے ہسپتال آپ کے ساتھ ایک گارڈ جائے گا،میں نے آپ کے ایچ اوڈی سے بات کرلی ہے،اور جب تک میں آپ کے ہسپتال کے اندر لینے نہ آؤں باہر آگ بھی لگ جائے تو آپ ہسپتال کے باہر قدم نہیں رکھیں گی۔۔" حشام حبہ کے صبیحہ پیشانی پر لگے بنڈ ایج پر نظر ٹکائے سنجیدگی سے اپنی شرط رکھی تھی۔

بنڈ ایج پر نظر پڑتے ہی کل شام کا منظر ذہن کے پردے پی پوری آب وتاب سے تازہ ہوا تھا۔اور حشام کو اچھی طرح یاد تھا وہ منظر جب اس ٹرک ڈرائیور نے جان کر خالی سڑک کے بجائے حبہ کی طرف اپنی بڑی سی ٹرک کو موڑا تھا۔حبہ بھلے اسکے آنکھوں دیکھے کو وہم قرار دے رہی تھی لیکن حشام کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔کیونکہ اگر مصروف سڑک پر وہ انجان دشمن جرات مندانہ قدم اٹھا سکتا تھا تو کچھ بھی کر سکتا تھا۔اس لیئے رات ہی اس نے حبہ کیلئے گارڈ کا انتظام کیا تھا۔بس حبہ کو گارڈ ساتھ رکھنے کیلئے منانا

تھا۔اور قسمت موقع بھی جلد ہی دے دیا تھا۔اور موقعے کا فائدہ اٹھانے میں حشام کا کوئی ثانی تھا۔

باقی احان سے بھی اس کا اس حادثے کو تفصیل سے ڈسکس کرنے کا ارادہ تھا آج۔

"گارڈ؟؟؟۔۔" حبہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"اہ! مطلب آپ کے ذہن کا فتور ابھی نکلا نہیں۔۔" حبہ اسکے حصار کی حدت کو اگنور کرتی پرانے ٹون میں آئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے حشام نے جھٹکا دیکر پرانی حبہ کو رفع دفع کیا تھا۔اب سانس روکے اسکے سینے سے لگی تھی۔

"فتور ہی صحیح لیکن شرط تو یہی ہے رہائی کی۔۔" حشام نے تھوڑا سر جھکا کر بھاری ٹھوس لہجے میں دھمکی دی۔

" پلززززز۔۔" حبہ خود تو نہیں لیکن چہرہ پیچھے کر کے ملتجی انداز میں بولی۔ جسم سے چپکے کپڑے اب الجھن بڑھا رہے تھے۔

"تو مان جائیں کیونکہ اب تو ارسلان بھی سرچ ٹیم کے ساتھ ہماری تلاش میں نکلنے والا ہو گا۔۔" حشام نے اسے ڈرایا۔ جس پر حبہ نے جھٹکے سے پیچھے کی جانب دیکھا۔ پھر بے بسی

سے حشام کو، اگر وہ سارا انتظام کر چکا تھا تو اسکے انکار کی کوئی وقعت یوں بھی نہیں تھی۔ کسی طرح وہ اپنی بات منوا ہی لیتا۔

"ٹھ۔۔ٹھیک۔۔" حبہ نے مری مری آواز میں رضامندی دی۔

"Good."

حشام نے بھی شرط کے مطابق شرافت سے آزادی دے دی تھی۔ غلطی سے بھی نظر اسکے بھیگے وجود پر ڈالنے کی غلطی نہ کرتے ہوئے وہ رخ موڑ گیا تھا۔اور حبہ اپنا حلیہ دیکھ شرم سے پانی پانی ہو کر رہ گئی تھی۔

"مشکل میں دماغ کو فارغ نہیں استعمال میں لایا جاتا ہے، یہ پہن لیں۔۔" حشام نے اپنی کھادی ہاف سلیو شرٹ کھول کر اسکی طرف بڑھائی۔ جسے حبہ جھجھک کر تھامنے کے ساتھ کاندھوں پر پھیلا گئی تھی۔

"اب آئیں بیک ڈور سے بنا کسی کی نظر میں آئے ہم اپنے کمرے تک پہونچ سکتے ہیں۔۔" حشام کے اشارے پر حبہ نے خاموشی سے اسکی تقلید کی تھی۔ لاکھ تنگ کرتا تھا یہ بندہ لیکن ہمیشہ بن کہے اسکی حالت نجانے کیسے جان جاتا تھا۔

"آپ ان سیڑھیوں سے قطعی ناواقف ہونگی دراصل وردی والوں کا گھر ہے نہ ایمرجنسی ڈور لازمی رکھا جاتا ہے۔۔" حشام اسے جھاڑیوں کے اندر سے اپر کی طرف جارہی سوکھے پتوں سے چھپی سیڑھیوں کو آنکھیں پھاڑے دیکھتا دیکھ بولا۔ پھر اسکی تقلید میں اسی طرح حیران پریشان سی حبہ بنا کسی کی نظر میں آئے روم میں پہونچ گئی تھی۔ حشام واڈروب کی طرف بڑھ کر اپنا اور حبہ کا جو ہاتھ آیا وہ جوڑا اٹھا کے ابھی بھی سرنج پکڑے حبہ کے پاس آیا۔

"چینج کرلیں پھر نیچے چلتے ہیں۔۔" حشام سرنج پر خفا نظر ڈال کر بولا۔ ابھی وہ پلٹنے لگا تھا کی حبہ نے بے ساختہ اسکے ہلکے ہلکے خون کے دھبوں سے رنگی نم سفید پٹی پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"مسٹر حشام زخم کو پانی سے دور رکھا جاتا ہے ورنہ جراثیم پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے رات سے اب تک آپ اسے تین بار نہلا چکے ہیں۔۔" حبہ پٹی پر نظر ٹکائے سنجیدگی سے بولی۔

"تو؟؟؟۔" حشام نے اسکی فکر پر ای بر و اٹھائے۔

"یقین کریں میں بہت ہلکے ہاتھ سے انجکشن لگاتی ہوں آپ کو ذرا محسوس نہیں ہوگا۔۔" حبہ نے اپنا موقف رکھا۔ جس پر حشام بدک کے اس سے دور ہوا تھا۔

"نن۔۔ نہیں ڈاکٹر مجھے نہیں۔۔" حشام نے دو قدم پیچھے لی ئے۔

"کیوں؟ پھر آپ کیوں مجھ سے توقع رکھتے ہیں کی ڈاکٹر بنا چوں چراں آپ کی ہر بات کا یقین کرے، ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی لیکن یاد رکھیں اگر ابھی آپ نے مجھ سے انجکشن نہیں لگوایا تو میں بھی کل آپ کے گارڈ کو چکما دے کر ہوسپٹل سے نکل کے بتاؤنگی بلکے مال شوپنگ کیلیئے بھی جاؤنگی ویسے بھی گرمی کی شوپنگ کرنی ہے مجھے۔۔" حبہ خالص بیویوں کی طرح کمر پر ہاتھ ٹکا کے ضدی لہجے میں بولی۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی۔۔" حشام غرایا۔۔

"میں اس سے زیادہ کرونگی۔۔" حبہ ناک چڑھا کے بولی۔۔

"ڈاکٹر مجھے خوف آتا ہے انجکشن سے یار۔۔" حشام اسکی ضد پر بے بس ہوا۔

"تھوڑا سا اعتبار کرلیں، مایوس نہیں ہونگے اتنا تو مجھے خود پر یقین ہے۔۔" حبہ نرم ملتجی انداز میں بولی۔ بدلہ کہیں دور جا سویا تھا۔ اب بس مقابل کی فکر حاوی تھی۔

"ٹھ۔۔ ٹھ۔۔ ٹھیک لیکن رحمدلی کا مظاہرہ کیجیئے گا پلززز۔۔" حشام اسکی آنکھوں میں جھلک رہی فکر سے ہار گیا تھا۔ اب بس اپنے ڈر کو ہرانا چاہتا تھا۔

"اعتبار کا شکریہ۔۔" حبہ ہاتھ میں پکڑا سرنج ڈسٹ بین کے نظر کرتی سائیڈ دراز کی طرف بڑھی۔ نیا سرنج نکال کر دوائی بھرنی شروع کی اور ساتھ حشام کا سانس سوکھا دماغ کہ رہا تھا موقع غنیمت جان کر بھاگ کھڑا ہو لیکن کمبخت دل اعتبار کی ڈوری تھامے دماغ کی نفی کر رہا تھا۔ اسی کشمکش میں حبہ اسکے قریب چلی آئی تھی حشام نے سوئی کی باریک نوک دیکھ تھوک نگلتے ہوئے قدم پیچھے لیا۔

"مسٹر حشام۔۔" حبہ نے تنبیہ کرتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جس پر حشام بے بسی سے مسکرا کر دل پر لعنت بھیجی کمبخت جہاں نہ پھسائے۔

"آنکھیں بند کریں۔۔" حبہ نے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر حکم دیا جس پر حشام کی آنکھیں پھیلی تھی۔

"یہ اعتبار سونپ رہے ہیں آپ۔۔" حبہ نے اسے گھورا۔ جس پر حشام بے بسی سے نفی میں سر ہلاتا اسکے کندھے پر سر رکھ گیا تھا۔ حبہ نے اسکی گرم سانسوں سے جھلس رہے گردن کو مشکل سے اگنور کرتے ہوئے کہنی موڑ کرا نجکشن لگایا تھا۔ جس پر حشام سی کر کے رہ گیا تھا۔

"ہو گیا جائیں فریش ہو کر چینج کر آئیں تا کے میں نئی پٹی لگا سکوں۔۔" حبہ نے اپنی سانسوں کو اعتدال پر لاتے ہوئے اسے پیچھے کیا۔

"سچی !!!!!۔" حشام چھوٹے بچے کی طرح خوش سے بولا۔ جس پر حبہ کے لب بھی مسکرائے تھے۔

" صحیح محاورہ ہے ہاتھی کو چونٹی ہی مات دے سکتی ہے۔۔" حبہ اسکے سفید بنیان سے جھلک رہے کسرتی بازو سے نظر چراتی چوٹ کر گئی تھی۔ سر نچ پیچھے ڈسٹ بین ڈالتی واش روم میں بند ہوئی۔ حشام اب بھی بے یقین وہیں بت بنا کھڑا تھا۔

"ہاتھ میں جادو ہے ڈاکٹر کے، ہاتھ کی کیا بات کروں یہ ڈاکٹر ہی جاد گرنی ہے مجھے خود میں رہنے ہی نہیں دیتی پہلی ملاقات سے حشام انصار علی کو بدلتی آئی ہے۔۔" حشام نے مسکراتے ہوئے اسے جادو گرنی کے خطاب سے نوازا۔

دور محبت کی دیوی اسکی مسکراہٹ پر کھلکھلا اٹھی تھی۔ دو الگ دنیاں کے مختلف سوچ رکھنے والے مخلوقوں نے انجانے میں اعتبار کی مظبوط ڈور باندھ لیا تھا۔ ایک ایسا مظبوط دھاگہ جو ہر رشتے کی بنیاد کو جکڑ کر رکھتا ہے۔ ذرا اس دھاگے پر آنچ آنے کی صورت

رشتوں کی بلند و بلا پر شکوہ عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ لیکن مزے کی بات یہ تھی کے دونوں ہی اس ان دیکھے ڈور کو نظر انداز کر گئے تھے۔

"مس پرواز جلدی سے نیچے آجائیں ہمارے اڑان بھرنے کا وقت آگیا ہے۔۔" ارسلان نے پرواز کے ہوسٹل کے باہر جیپ روکتے ہوئے اسے وائس مسیج بھیجا تھا۔ ساتھ فرنٹ کیمرہ ان کر کے اپنا ایک بار پھر سے جائزہ لیا۔

اصل توجہ سلیقے سے سجے بال دی جا رہی تھی۔ چیکس والی اپنی پسندیدہ شرٹ پر براؤن پینٹ چہرے پر بلیک ماسک سلیقے سے سجے بال آنکھوں پر سن گلاگلز ہاتھ میں مہنگی ترین گھڑی جس اہتمام سے ڈیڑھ گھنٹہ لگا کر محترم تیار ہوئے تھے لگ نہیں رہا تھا کی گاؤں مشن پر جا رہے ہیں ایسا معلوم ہو رہا اپنے بڑے بھائی کی بارات لیکر جا رہے ہیں۔

"Too good arslaan.

"وہ موٹی تو یوں ہی تجھ سے جل سڑ رہی تھی۔۔" نشوہ کی بکواس یاد کر ارسلان نے خود کو

دلاسہ دیا۔ جب اپنے فون میں مگن بلیک پینٹ پر گھٹنوں سے نیچے تک آتی کھادی کرتی پہنے کہنیوں تک آستین فولڈ کیئے دودھیا کلائی پر نازک پٹے والی لیڈیس ریسٹ واچ والے ہاتھ سے کان سے فون لگائے مصروف سی پرواز آتی نظر آئی تھی۔ حسب توقع چہرہ ماسک میں ڈھکا تھا۔ سر پر بلیک کیپ لگی تھی۔ شانوں پر دوپٹہ اچھے سے پھیلا ہوا تھا۔ کندھے پر بڑا بیگ لٹک رہا تھا، جس میں یقیناً عام لڑکیوں طرح لیپ سٹک اور دیگر میک اپ کے سامان تو ہرگزر نہیں تھے۔ کیونکہ اسکی شیرنی کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔

"یہ جیپ۔۔" اپنے ہی دھن میں جیب کے قریب پہونچی پرواز جیب دیکھ کر ٹھٹھک کے رکی تھی۔ دل کی دھڑکن پل میں منتشر ہو گئی تھی۔ وہ بندہ لاکھ غیر سنجیدہ سہی لیکن اپنے بارے میں پرواز کو سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر چکا تھا۔ دو ہفتوں سے تو جیسے پرواز کے خیالوں پر بسیرا ہی اس کا تھا۔ سانسوں میں سرگم کی طرح رہنے لگا تھا۔ اسکا خیال ہی دل کی دنیاں درہم برہم کر جاتا تھا۔ اب اسکی جیپ اور ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھے بندے کو دیکھ پرواز کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔

"کمشنر صاحب نے دی ہے، میں نے تو کہا تھا کی ہم اپنی کار سے چلے جائیں گے لیکن انہوں نے کہا کی گاؤں کا کچّا راستہ ہے کار سے مسئلہ ہو گا، اس لیے یہ لے جاؤں آپ کو کوئی اعتراض ہے تو میں بات کروا سکتا ہوں ان سے۔۔" پرواز کے ٹھٹھکنے سے گارڈن گارڈن ہوئے دل کو سنبھالتا ارسلان بات بنا گیا تھا۔

یہ احساس ہی سیروں خون بڑھا گیا تھا کی وہ اسکی گاڑی تک کو ایک نظر میں پہچان گئی تھی۔ جس کا ایک ہی مطلب نکلتا تھا۔ اگر وہ ان گزرے مہینوں میں اسکے ذہن و دل سے چپک گئی تھی تو ارسلان بھی پورے حق سے اسکے خیالوں پر قابض تھا۔

"ض۔۔ ضرورت نہیں ہے، لیکن کمشنر سر کو بھی تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔" پرواز دماغ میں سر اٹھائے سوال پر ملامت کرتی سنبھل کر بولی۔ جس پر ارسلان نے کندھے اچکا کر لاعلمی ظاہر کی۔

پرواز مرے مرے قدم اٹھاتی جیپ کی دوسری جانب آئی۔ آج تین مہینے بعد وہ واپس اسی جگہ بیٹھی تھی پھر دل کی حالت تو بدلنا ہی تھا۔ لیکن پہلو میں بیٹھا شخص وہ نہیں تھا۔ یہ کہ کر دل کو ڈپٹ کر خاموش کرا گئی تھی۔ ارسلان نے جیپ سٹارٹ کر کے بھگانا شروع

کیا تھا۔ جلد ہی وہ شہر کی حدود سے نکل گیا تھا۔ پرواز گم صم خود میں الجھی ہوئی تھی۔ سفر وہی تھا سواری بھی وہی تھی جگہ اور دل کی حالت بھی مختلف نہیں تھی بس ہمسفر بدل گیا تھا۔ لیکن اس میں یکسانیت تھی وہ بھی اجنبی تھا یہ اجنبی تھا۔

"ہمارے رہائش اک انتظام ہو گیا ناں ؟؟؟۔ "اسے گم سم دیکھ ارسلان نے گلا کھنگارا۔ جس پر وہ نیند سے جاگی تھی۔

"جی ! سارا کھیل گوڈاؤن میں کھیلا جانا ہے تو میں نے رہائش کا انتظام بھی گوڈاؤن کے آس پاس ہی کروایا ہے۔۔ "پرواز نے سنجیدگی سے مطلع کیا۔ نظر سامنے لمبی تار کول کی سڑک پر تھی۔

" ہممم ! ویسے اتنی ساری صحیح انفارمیشن آپ دیتا کون ہے ؟؟؟۔ "ارسلان نے کئی بار کا سوال دہرایا۔

"ہمارے کام کا اصول ہے ہم اپنے خبری کی خبر اپنے دوسرے ہاتھ کو تک نہیں ہونے دیتے۔۔ "پرواز اب رخ موڑ کر مظبوط انداز میں انکار کیا۔

"آپ لوگ تو ہر کسی پر اعتبار بھی نہیں کرتے پھر مجھ پر یہ کرم نوازی کیوں ؟؟۔" ارسلان کو اس کا کھلا انکار ذرا چبھا تھا۔ مطلب بندہ اب اتنا بھی پروفیشن کا پجاری نہ ہو کی پارٹنر سے راز رکھے۔

"اعتبار نہیں کہہ سکتے کیونکہ میں اپنے سایے پر بھی اعتبار نہیں کرتی ہیں، ہاں! ساتھ دے رہی ہوں کیونکہ اول تو آپ میرے بارے میں اتنا جانتے ہیں جتنا میرے باس بھی نہیں جانتے، دوسرا آپ کمشنر صاحب کو پرسنلی جانتے ہیں، تیسرا آپ نے چوہدری کے چاروں طرف آگ بھڑکا کر اسے بوکھلایا ہے، مطلب آپ میری انفارمیشن کا سہی استعمال جانتے ہیں، اور میرے مشن کیلئے کارآمد ہے، کیونکہ چوہدری کی بربادی ہی پرواز کی زندگی کا مقصد ہے۔۔" پرواز کے لہجے میں جنون بول رہا تھا۔ جس نے ارسلان کو رخ موڑ کر اسے دیکھنے پر مجبور کیا۔

"اتنی نفرت وجہ جان سکتا ہوں ؟؟؟۔" ارسلان تجسس سے بولا۔

"اس نے میرا ساتھی چھینا ہے میں اسکی سانسیں چھین لونگی، اس نے ہمارے گاؤں کے قدرتی ماحول میں زہر گھولا ہے، میں اس کی نس نس میں زہر اتارونگی۔۔" پرواز جنونیت سے بولی۔ لیکن ارسلان کی سوئی ساتھی پر ساکن ہوئی تھی۔

" چلیں چوہدری کی بربادی طے ہے مطلب کیونکہ سنا ہے عورت اگر برباد کرنے پر آئے تو دنیاں کی ہر طاقت گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔۔" ارسلان اپنا سوال دبا کے ہشاش بشاش سا بولا۔ ساتھ پلئیر آن کر دیا تھا۔

"یہ کیا ہے ؟؟؟۔" اچانک بلند ہوئے تیز میوزک کی آواز پر پرواز کے ماتھے پر بل پڑے۔

"موسیقی میوزک آپ کو نہیں معلوم بھئی موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہیں آپ کو نہیں معلوم ؟؟؟۔" ارسلان نے مصنوعی حیرانگی کہا۔

" مجھے نہیں معلوم اور نہ ہی معلومات اکٹھا کرنے کا کوئی شوق تو کیا آپ بند کریں گے یہ رقص موسیقی کی محفل۔۔" پرواز لفظ چبا کے کوفت سے بولی۔

اول تو وہ میوزک سنتی نہیں تھا کبھی دل کرتا تو سوفٹ میوز سنتی تھی۔ اب یہ تیز انگلش سونگ سماعت پر ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے

"نہیں بھئی سفر برا بور نگ گزر رہا ہے،اپر سے ہم یہ جنگل سے گزر رہے ہیں کہیں سے کوئی شیر چیتا نکل آیا تو۔۔"ارسلان کاڈرنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔شام کے سائے پھیلنے لگے تھے اب سڑک کے دونوں جانب جنگل ہونے کی وجہ سے بس دن بھر کی خوار ک کیلئے خواری کے بعد اپنے اپنے گھونسلوں لوٹ رہے چڑیوں کی چہچہاہٹ کی آواز بلند تھی فضامیں۔

اسکے من گھڑت لاجک پر پرواز سرد سانس کھینچ کر رہ گئی۔کچھ دیر تو دھم دھرام برداشت کرتی رہی لیکن کب تک ضبط نے جواب دیا زبان خاموش رہنے سے انکار کر گیا۔

"دیکھیں محترم اگر آپ کے روح کو اتنا ہی سو کالڈ غذا کی ضرورت ہے تو خدا کا واسطہ کوئی مینگ لارکس لگالیں جو چیخ چلا کر دماغ کا دہی کرنے کے بجائے کم از کم لفظوں کے سحر میں جکڑے۔۔"پرواز نے تھکے انداز میں مشورہ دیا۔

"چلیں پھر لفظوں کے سحر میں جکڑتے ہیں۔۔"حشام گاڑی سلو کر کے اپنے فون پر کوئی سونگ سرچ کیا تھا۔پھر پلئیر سے لگا کے اوکے کر دیا۔جیب کی خاموش فضامیں جیسے گانے لے بول گونجے پرواز نوا چنبھے سے رخ موڑ کر اس بندے کو دیکھا۔عجیب سائیکی

تھی بندے کی۔ لیکن بولی کچھ نہیں۔ ارسلان بھی اسکی نظریں خود محسوس کر کے اگنور پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہوا ساتھ سینگر کے ساتھ لفظ دہراتے ہوئے پرواز کا مزید خون جلایا۔

کچھ دیر تو وہ کڑھتی رہی لیکن جب سر جھٹک کر دھیان ہٹانا چاہا تو سماعت کے سارے دھاگے مقابل کی بھاری آواز دلکش آواز سے لپٹے تھے۔ دل زورے سو دھڑکا تو وہ سانس روک کر رہ گئی تھی۔ جب دھر دھر کی آواز پر آنکھیں کھول کر حیران سے آس پاس دیکھا۔ تو کیا اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا۔ لیکن جلد ادراک ہوا آواز دل کی نہیں جیپ کے دماغ کی مطلب انجن کی ہے۔

سنائی دیتی ہے جس کی دھڑکن
تمہارا دل یا ہمارا دل ہے۔

ارسلان بڑے مگن انداز میں گانے کے بول نہیں بلکے اپنے احساسات بیاں کر رہا تھا۔ بھاری آواز نے دل کی دنیاں میں تلاطم برپا کیا تو وہ خود پر لعنت بھیج کر پلئیر بند کر گئی تھی۔

غلط! مسٹر سٹر یجر یہ دھک دھک کی آواز دھڑ کن کی نہیں انجن کی سنائی دے رہی، اس لئے مہربانی فرماکر اریجیت سنگھ کو مزید بدنام کرنے کے بجائے آپ انجن کی مرمت کریں، ورنہ آج کی رات جنگل میں جانوروں کے ساتھ سُر تال ملاتے ہوئے گزرنی پڑے گی۔" پرواز رخ موڑ جلدی سے بولی۔ دل نے دہائی دی تھی اتنے خوبصورت آواز کو برا بھلا کہنے پر لیکن پرواز کان لپیٹ گئی تھی۔

"واقعی۔۔۔" ارسلان نے کان کھڑے کر کے سننے کے بعد جیپ روک گیا تھا۔ پیچھے سے پانی کا بوتل نکال کر سامنے انجن کی طرف بڑھا۔

پرواز سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر آج کا سارا لائحہ عمل ترتیب دینے لگی۔ برائی سے دنیاں میں ہر انسان کو نفرت ہوتی ہے۔ لیکن پرواز کو چوہدری کے وجود سے نفرت تھی یقیناً اس کی وجہ بہت بڑی تھی اور وہ کیا تھی یہ تو وہ چوہدری کو اسکے انجام پر پہونچا کر صرف چوہدری کے سماعت میں ڈالنا چاہتی تھی۔ ارسلان انجن پر جھکا کھٹ پٹ کر رہا تھا۔

اور اس کا ذہن آس پاس سرمئی کی چادر میں چھپ رہے جنگل کی ہریالی کو دیکھتے ہوئے بہت پیچھے نکل گیا تھا۔ ایسی ہی ایک شام یہی جنگل اور اسی سڑک کے ایک حصے پر تو اماں

شریف صاحب جی اس کا تسا دل ہوا تھا۔ پھر مسیحا بن کر حاتم طائی کے قبر پر لات مارتے ہوئے وہ منتہٰی نور پرواز کیلئے مسٹر حاتم طائی ورژن ٹو بن گیا تھا۔ اس کا ہوسٹل کے باہر چھوڑنا اور پیسے دینا وہ وقت وہ لمحہ پرواز جیسی پریکٹیکل بندی کے ذہن سے اس دن کے بعد سے ایک پل کیلئے محو نہیں ہوا تھا۔ اس پر اماں بھی وقتاً فوقتاً اسکے ذہن میں بات ڈالتے رہتی تھی۔ لیکن وہ ارسلان کا ڈیل ڈول بڑی فیملی شاہی ٹھاٹھ باٹھ دیکھ چکی تھی۔ بس دل اداس ہو گیا تھا۔

سرمئی شام نے مکمل کالی چادر اوڑھ کر ہر شئے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ آج آسمان کا سینا بھی چاند سے خالی تھا۔ کہیں کہیں تارے ٹمٹما رہے تھے لیکن چاند کے بغیر سب ادھورا تھا۔ ایسا اس کے بغیر وہ خود کو ادھورا نامکمل محسوس کر رہی تھی۔ جھولے پر تنہا بیٹھی وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی پاؤں مسلسل جھول رہے تھے۔ آوارہ لٹیں بڑی دیدہ دلیری سے اسکے سرخ رخسار کو چھونے کی گستاخی بار بار کر رہے تھے۔ لیکن بے نیاز بنی بیٹھی تھی۔

ان کے شادی کو اب مہینہ ہونے کو آیا تھا۔احان اب اسکی پہلے سے زیادہ فکر کرنے لگا تھا۔بن کہے پہلے بھی اسکی بات سمجھ جاتا تھا تو آج بھی دیبا احان کو زبان کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔اپنے اتنے مصروف شب و روز کے باوجود وہ دیبا خود ہسپتال لے جاتا اور لاتا تھا۔واپسی پر آئس کریم اور پیزا جیسے ٹریٹ بھی مل جاتا کبھی۔ لیکن اب وہ بہت مصروف ہو گیا تھا۔ڈیڑھ مہینے سے اپر ہو گیا تھا وہ دونوں ایک ساتھ جھولے پر نہیں بیٹھے تھے وہ دیبا کی اصل اداسی کی وجہ تھی۔احان کسی کیس کو لیکر بہت مصروف رہنے لگا تھا جانتی رہی گھر لیٹ آتا رات بھی دیر تک فائل میں سر دئے رہتا۔ لیکن وہ کرتی اسے اپنے دوست کا وہ چاہئے تھا۔

دیبا کے اتنے دنوں نے غور کرنے پر بھی احان کسی میں دلچسپی لیتا نظر نہیں آیا تھا۔سوائے دھول مٹی جمی ان خاکی فائلز کے، جس سے اسے اب چڑ مچنے لگی تھی۔ لیکن دل میں لگی پھانس اور دماغ کا فتور اسے بار بار اپنے اور احان کے معبین قائم ہوئے نئے خوبصورت رشتے کو تسلیم کرنے سے باز رکھے ہوئے تھا۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں احان سے خفا جھولا زور زور سے جھلا رہی تھی۔ جب دونوں ہاتھوں میں کافی مگ تھامے دبے قدموں ٹراؤزشرٹ میں ملبوس احان چلا آیا تھا۔ اسے جھولے پر اداس بیٹھا دیکھ احان کی دھڑکن مدھم ہوئی تھی۔ اسے احساس تھا اپنی پیاری دوست کو وقت اور توجہ نہ دینے کا لیکن کمشنر اکبر نے اسے ایسی الجھی گتھی سلجھانے کیلئے دے دی تھی کے ایک سرا پکڑ میں آتا تو کئی پہلیاں اور نکل آتے۔ شاکا واقعی کوئی پہونچا ہوا مجرم تھا۔ جس نے خود پر سیکڑوں کی تعداد میں کیس ہونے کے بعد بھی ملک کے حدود بنا کسی رکاوٹ کے پار کر لیا تھا۔

احان سر جھٹکتا بالکل جھولے کے پاس آکر گلا کھنگارتے ہوئے شروع ہوا۔

"کوئی اپنے دوست سے بہت ناراض ہے، ہونا چاہئے اب دوست ایسے تھوڑی ہوتے ہیں، جو اپنے دوست کو گھر پر اکیلے بور ہونے کیلئے چھوڑ کر چور ڈاکو کے پیچھے دوڑ لگاتا گھومیں بھئی خیال احساس بھی کسی چڑیا کا نام ہے۔ اور نہیں کچھ بندہ مروت ہی نبھالتا ہے، لیکن نہیں ایس پی احان الو کا پٹھ ۔۔

"میرے چاچو کو گالی نہیں دیں۔۔" دیبا ناک چڑھاتی ٹوک کر خفا چہرہ پھولے گالوں کے ساتھ رخ موڑ گئی تھی۔احان نے دانتوں تلے لب دبایا مطلب میڈم سیریس والا ناراض تھی۔

"اللہ مدد ایک عدد تو دوست ہے میری۔۔" احان نے سر اٹھا کے غیبی مدد چاہی۔۔

"کیا معافی وغیرہ کی امید کر سکتا ہے یہ ناچیز بندہ؟؟؟۔۔" احان مسکین شکل بنا کر اسکے سامنے آیا۔دیبا ایک خفا نظر اس پر ڈال کر ہنہ کرتی واپس رخ بدل گئی۔

"کیس میں بہت مصروف تھا یہ مجرم بندہ، لیکن اسے اپنے جرم کی سنگینی کا احساس ہے معافی کا طالب بھی ہے، کیا ایک موقع نہیں مل سکتا، ایک موقع تو قانون بھی دیتا ہے۔۔" احان حسرت سے کہتا واپس اسکے مقابل چلا آیا تھا۔وہ واپس ناراضگی سے ناک چڑھاتی رخ بدل گئی۔ مطلب صاف تھا اتنے سنگین جرم کی معافی اتنی آسانی سے نہیں ملنے والی۔

دیا منہ پھولائے ناراضگی کے اظہار میں مگن تھی۔جب احان نے اسے کندھوں سے تھام کر اپنی طرف گھمایا۔وہ خفگی سے پلٹنے ہی لگی تھی۔لیکن بھاری آواز نے سوائے سماعت کے تمام حساسیت منجمد کر دئے تھے۔

میرے دوست میرے عزیز من

میری دھڑکنوں کی صدا کو سن

جو ہے کاغذ پر بکھر رہی

جو ہے لفظ بن کر نکھر رہی

میری آرزو میری جستجو

کہ ورق نہیں تو ہے روبرو

کے میں تجھ سے کرتا ہوں گفتگو

اے عزیز قابل محترم

میری ہر دعا تیرے نام ہے

یہی دھڑکنوں کا پیام ہے

تجھے ہر قدم پر خوشی ملے

یہی دوستی کا سلام ہے۔

"اب تو مان جائیں جانتی ہیں نہ آپ کی ناراضگی ایس پی احان کیلیئے سوہانِ روح ہے۔۔" گردن کو خم دے کر پھیلی آنکھوں میں اشتیاق لیئے خود کو دیکھ کم گھور زیادہ رہی دیبا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے التجائیہ لہجے میں بولا۔یہ لڑکی ہمیشہ سے احان علی کیلیئے سب سے اپر تھی خود سے بھی پھر اسکے آگے جھکنا برا کیوں لگتا۔احان کے اس خوبصورت دل فریب انداز پر دیبا کی ایک بیٹ مس ہوئی تھی گھبرا کر اسے دیکھا جواب بھی منتظر معافی تھا۔

"اسی لیئے میں نہیں چاہتی تھی کے ہمارے درمیان کوئی نیا تعلق بنے آپ بدل جائیں گے،اب آپ کے پاس دیبا کیلیئے وقت نہیں بہت برے ہیں آپ۔۔"احان کی آنکھوں میں نجانے ایسا کیا تھا کی اس سے نظر چراتی دیبا اپنے جذبات سے آنکھ بچاتی رو دی۔اسکی بھرائی آواز موٹے موٹے آنسوں دیکھ تو ایس پی صاحب کے اوسان خطا ہوئے تھے۔

"دیبا۔۔دیبا کیا ہو گیا ہے یار کیوں فضول سوچ رہی ہیں کچھ نہیں بدلا آپ کا حان بدل ہی نہیں سکتا، دیکھیں مجھے آئم سوری آپ ہرٹ ہوئی یہاں بیٹھیں۔۔"احان نے پریشان ہوتے ہوئے اسے پیچھے جھولے پر بیٹھا کر اپنی انگلیوں کی پوروں سے ان موتیوں کو بے مول ہونے سے بچایا۔

"رونا بند کریں ناراض ہیں تو کان پکڑ کے سوری بولتا ہوں مطلب بڑی والی ناراضگی ہے نہ کہیں تو اٹھک بیٹھک کر لوں۔۔"اسے سوں سوں کرتا دیکھ احان بے چارگی سے بولا۔اسکی شکل دیکھ دیبا نم آنکھوں سے کھلکھلا اٹھی تھی۔

"ہاہاہا۔۔شہر کا معزز عہدیدار، علی ویلا کا لائق فائق بیٹا کان پکڑ کے اٹھک بیٹھک کرے گا ہاہاہاہا۔۔"دیبا کے اس طرح کھلکھلانے پر احان کی دھڑکن تھمی تھی۔وہ بھاری سانسوں کا بوجھ اٹھاتا بے خودی میں اس پر جھک آیا تھا۔نرمی سے دیبا کے آوارہ لٹوں کو کان پیچھے اڑستے ہوئے وہ دیبا کے چھلکے چھڑا چکا تھا۔

"ہر عروج کا ایک زوال ہوتا ہے، شائد ایس پی احان اطہر علی کا زوال اسکی دوست دیبا احان علی ہے، جس کیلئے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔"احان نے بالکل کان کے پاس جھک کر

سرگوشی کی تھی۔اسکے بھاری مخمور لہجے پر دیبا کان کے لو تک سرخ ہوئی تھی۔البتہ جسم لرزنے لگا تھا۔پلکیں عارض پر سجدہ ریز ہوگئی تھی۔

"صحح۔۔حان۔۔" دیبا کی کپکپاتی آواز نے احان کو ان فسوں خیز لمحوں کے اثر سے نکال کر حقیقت میں پٹخا تھا۔ طلسم ٹوٹا احان لب بھینچ کر تھوڑا پیچھے ہوا۔اسکے سرخ چہرہ عرق آلود پیشانی دیکھ اپنی بے خودی بری لگی تھی۔

"ویسے دیبا آپ کے خیال میں جیت حشام کی ہوئی ہوگی یا حبہ ؟؟۔"احان بات بدل کر اسکے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔اس کے نارمل انداز پر دیبا کی بھی سانس بحال ہوئی تھی۔ جلدی سے پسینہ صاف کرتی خود کمپوز کیا۔ لیکن احان کو دیکھنے کی ہمت مفقود تھی۔

"آپ کے خیال میں جیت کس کی ہوئی ہوگی ؟؟۔" دیبا نے الٹا سوال کیا تھا۔کیونکہ چند لمحوں کے کھیل نے دماغ سن کر دیا تھا۔

"ہمممم ! دونوں ہی سیر سوا سیر کی مثال ہیں، تو کسی ایک کا آزادانہ طور پر ونر ہونا مشکل ہے باقی وہ دونوں بہتر جانتے ہیں۔۔"احان اسکی جانب کافی مگ بڑھاتا پر سوچ انداز میں بولا۔

"بات تو درست ہے، ویسے بھابھی کے آنے سے بھائی بہل گئیں ہیں ثوبان اور ان کے ساتھ، ورنہ احتشام بھائی کی یادیں بہت مسئلہ پیدا کرتی ہم سب کیلئے۔۔" دیبا کافی کپ لبوں سے لگاتی ہوئی بولی۔ جس سے احان نے سہمتی ظاہر کی تھی۔ پھر دونوں نجانے کتنی دیر وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے دیبا بول رہی تھی اور اس کا حان لوہے کا کان بنا بیزار ہوئے مسکرا کے پوری توجہ سے سن رہا تھا اسکی روزمرہ کی باتیں۔۔

محبت کے ہزاروں رنگ لاکھوں روپ اور کروڑوں چہرے ہوتے ہیں ان میں سے ایک خوبصورت چہرہ دوستی ہے۔ جو بہت کم خوش بخت لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ دیبا اور احان ان خوش نصیب لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ دونوں کو احساس تھا، فکر تھی، ایک دوسرے کے بغیر وقت پہاڑ کی طرح گزرتا تھا، ایک دوسرے کی زرا سی خراش دیکھ روح کانپ اٹھتی تھی۔ لیکن اتنے معصوم تھے کی اس سب کا مطلب نہیں سمجھ رہے تھے۔

"آپ دونوں شادی شدہ ہیں؟؟؟۔" دھلیز پر قدم رکھتے ہی پہلا سوال یہی ہوا تھا۔ جس پر

دونوں نے عجیب نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور دروازے میں استاد ادھیڑ عمر خاتون نے مشکوک نظروں سے انہیں۔۔

"جی! کہیں تو قاضی صاحب کو زحمت دے کر تصدیق کی مہر لگوالیں۔۔" ارسلان پر اعتمادی سے بولا۔

"آپ دونوں شادی شدہ ہیں؟؟؟۔" دہلیز پر قدم رکھتے ہی پہلا سوال یہی ہوا تھا۔ جس پر

دونوں نے عجیب نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور دروازے میں استاد ادھیڑ عمر خاتون نے مشکوک نظروں سے انہیں۔۔

"جی! کہیں تو قاضی صاحب کو زحمت دے کر تصدیق کی مہر لگوالیں۔۔" ارسلان پر اعتمادی سے بولا۔

ارسلان کے اس نرالے جواب دینے کے انداز پر وہ ناشناسہ عورت تو کیا خود پرواز بھی بھونچکا کے رہ گئی تھی۔ عجیب سنکی بندہ تھا نہ موقع دیکھتا تھا نہ محل بس اپنی ہانکنی ہوتی تھی۔

وہ شام ڈھلے گاؤں پہونچنے کے بجائے جیپ کی خرابی کی وجہ سے عشاء کے قریب اس کچے مکان پر پہونچے تھے جہاں آدھی رات تک انہیں پناہ لینا تھا۔اور دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس چھوٹے سے مکان کے مالکن کی طرف سے ہوئے غیر متوقع سوال نے ارسلان جیسے الٹے دماغ کے آدمی کا دماغ کچھ اور گھوما دیا تھا۔ پھر جواب تو ایسا آنا ہی تھا۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔ وہ دراصل شریفے نے کچھ بتایا نہیں تھا آپ لوگوں کے بارے میں بس کہا کی اس کے دو مہمان ایک رات کیلئے ہمارے گھر قیام کریں گے، میں نے بھی بلا تردد حامی بھرلی تھی اب مجھے تھوڑی معلوم تھا اس کے مہمان شہری لڑکا لڑکی ہونگے بھئی ہمارے گاؤں کے بھی کچھ اصول ہیں ہم اس طرح ہر کسی کو اپنے گھر پناہ نہیں دیتے کیا معلوم گھر سے بھاگ کر آئیں ہوں یوں بھی سنا ہے شہری لڑکے لڑکی اکثر گھر سے بھاگنے کے بعد چھوٹے گاؤں کا رخ کرتے ہیں۔ توبہ توبہ والدین کی عزت روندنے والے کو میں اپنے گھر کا پانی نہ دوں پناہ تو بہت دور کی بات ہے۔۔" دانتوں میں پلو دبائے خاتوں کا تقریر چلا تو پھر بنا بریک کے چلتا چلا گیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ناقدانہ نظروں سے وہ جینز پینٹ میں ملبوس لمبے چوڑے ارسلان اور جینز کرتی میں ملبوس نازک سی پرواز کا جائزہ بھی لے رہی تھی۔ اصل شک اسے دونوں کے چہرہ چھپانے سے ہو رہا تھا۔

مقابل کے اتنے لمبے چوڑے خاص کر بے تکے تقریر پر پرواز کا بس نہیں چل رہا تھا۔ الٹے قدموں یہاں سے نکل جائے۔ البتہ ارسلان بڑی دلچسپی دانتوں میں لب دبائے سن رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی اقوال و حدیث پر روشنی ڈال رہی ہوں۔

"دیکھیں صاحب جی اگر ایسا کچھ ہے تو ابھی بتادیں ہم چھوٹے لوگ مہمان سے نہیں بدنامی سے ڈرتے ہیں۔۔" دونوں کے خاموش دیکھ عورت ذرا نرم پڑی تھی۔ جس پر پرواز نے منہ کھولنا چاہا لیکن ارسلان اس سے پہلے شروع ہوا تھا۔

"ارے نہیں آپ کا گھر ہے، آپ کے اصول ہیں آپ کو حق ہے ہماری تفتیش کرنے کا لیکن آپ جیسا سمجھ رہی ہیں ایسا کچھ نہیں ہے، دراصل ہم نے جیپ سے سفر کیا ہے اور ہمیں دھول مٹی سے الرجی ہے اس لیئے ہم نے یہ کالا کپڑا بندھا ہوا ہے اپنے چہرے پر۔۔" ارسلان نے شیریں لب و لہجے میں بات بنائی۔

"اچھا! مطلب آپ دونوں واقعی شادی شدہ ہیں کوئی جھول نہیں ہے ناں۔۔" وہ عورت کچھ مطمئن ہوئی تھی۔ لیکن سوال اب بھی وہی تھا۔ جس پر پرواز دانت پیس کر کھڑی

کھوٹی سنانے کا ارادہ باندھ ہی رہی تھی کے ارسلان کی گل افشانی نے اس کے لب مقفل کر دئے تھے اب وہ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کو پورے جحم سے پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جی ! جی بالکل ہم دونوں شادی شدہ ہیں بلکے ہمارے تو تین پیارے پیارے بچے بھی ہیں، پانچ سال کے بیٹا بیٹی جڑواں ہیں اور یہ ایک سال کے ننھے شہزادے ابھی گھر کی رونق ہیں، دیکھیں۔۔"ارسلان نے مبالغہ آرائی کی حد کرنے کے بعد ثبوت کے طور پر ثوبان اور اپنی فوٹو جو وال پیپر پر تھی اس عورت کے سامنے کیا تھا۔پرواز تو اتنے شفاف جھوٹ پر غش کھانے کو تھی اگر ہوش میں ہوتی تو ارسلان کا راز ابھی افشاں ہو جاتا۔

اور ابھی تک کسی تھانیدارنی کی طرح مشکوک نظروں سوال وجواب کی محفل لگائے بیٹھی خاتوں اب گول مٹول سے بچے کی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھی۔

"اب یہ بچّے ہم نے گوگل کروم سے تو ڈاؤنلوڈ کئے نہیں ہیں ظاہر سی بات ہے شادی شدہ ہیں، ہم تو یہ سوچ سوچ کر پریشان ہیں کی ان تینوں کے بغیر ہماری رات کیسے گزرے گی، دراصل کبھی اپنے بچوں دور رہے نہیں ہیں نہ اس لیے، اگر بد قسمتی سے شہر کے حالات یوں اچانک خراب نہ ہوتے تو ہم ہر گز کہیں رات قیام نہیں کرتے۔۔"ارسلان

کی ایکٹنگ عروج پر تھی مسکین شکل بناتے ہوئے اس نے مقابل کھڑی عورت کو پوری طرح نہ صرف شیشے میں اتارا تھا بلکے شرمندہ بھی کر دیا تھا۔

"معذرت صاحب جی شریفے نے بات ہی ایسی الجھی ہوئی کی تھی کے مجھے شک گزرا اس پر آپ لوگوں کا حلیہ میں سوال کر بیٹھی ،اس کیلیئے بہت معذرت ویسے آپ دونوں لگتے نہیں تین بچوں کے والدین۔۔"عورت پلو سے آدھا چہرہ ڈھکے کھی کھی کرتے ہوئے بولی۔جس پر ارسلان نے پرواز کا ضبط سے لال انگار ہوتا چہرہ دیکھ مشکل سے مسکراہٹ ضبط کی۔

"جی بس کم عمر میں شادی ہو گئی تھی۔۔"ارسلان نے کندھے اچکائے۔جس پر وہ خاتون سر ہلاتی ان کے راستے سے ہٹ گئی تھی۔

چھوٹا سا دو تین کمروں پر مشتمل مکان تھا۔مٹی کے دیوار چھوٹا سا آنگن جس میں جگہ جگہ چاندنی میں جگمگاتے پودے تھے۔پرواز جلتی کڑھتی منہ ہاتھ دھو کر بارہ تیرا سالہ محمود نامی بچے کے ہمراہی میں چھوٹے سے کمرے میں چلی آئی تھی۔جہاں سامان کے نام پر ایک چارپائی تھی جس پر صاف ستھری چادر بچھی ہوئی تھی۔دو لکڑی کے پرانے کرسیاں تھے

ایک میز تھا جس پر سٹیل کا جگ اور دو سٹیل کے گلاس رکھے ہوئے تھے۔ چارپائی کے ٹھیک اپر اپنی آخری سانس گن رہا پنکھا جھول رہا تھا۔ بائیں جانب کے مٹی کے بوسیدہ دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ وہ اپنا دماغ پر سکون کرنے کے غرض سے کھڑکی کے قریب چلی آئی تھا۔ چاندنی میں نہایا دور دور تک لہلہاتے سرسو کے کھیت آنکھوں کو بڑے بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ وہاں سے ہو کر اس کی نظر چوہدری کے گوڈاؤن پر گئی تھی۔ جو آج روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔

"کیا ہوا کچھ نظر آیا؟؟؟۔" اچانک عقب سے بلند ہوئی ارسلان کی آواز پر اس نے فوراً اپنا ماسک اپر کیا تھا۔

"اس عورت کے سامنے جو آپ نے فضول گوئی کی انتہا کی ہے اس پر روشنی ڈالنا پسند کریں گے پہلے۔۔" پرواز رخ موڑے ہی کاٹ دار انداز میں بولی۔

"ہمیں آدھی رات تک یہاں پناہ چاہیئے تھی پھر مکان مالکن کا مطمئن ہونا ضروری تھا، اور ویسے بھی سنا ہے یہ گاؤں والے بڑے سنکی قسم کے مخلوق ہوتے ہیں کہیں شک کی بنا پر آدھی رات کو کسی سرپنچ وغیرہ کو اٹھالاتے تو لینی کی دینی پر جاتی۔۔" ارسلان آنکھوں میں

شرارت لیئے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔شادی شدہ لفظ پر پرواز کا چڑھتا پارہ دیکھ کر ہی اس نے مزید گل افشانی کی تھی۔

"اتنا ہی گاؤں والوں سے مسئلہ ہے تو ایک گاؤں والی کے ساتھ یہاں تشریف کس سلسلے میں لائیں ہیں۔۔"پرواز کو اس کا گاؤں والوں کو سنکی کہنا سخت برا لگا تھا۔

"مجبوری تھی۔۔"ارسلان جان کر افسردہ آواز میں بولا۔

"اب ایسی بھی کوئی مجبوری نہیں تھی،پرواز ہوں میں انٹرنشپ کے ٹائم سے ایسے آپریشنز کرتی آرہی ہوں اور الحمدللہ آج تک کسی شہری بابو کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، کیونکہ میرا ماننا ہے صفائی سے کام کیلئے مداخلت کا نہ ہونا بہت ضروری ہے،اور دو لوگ ایک ساتھ کام کریں تو بنا ایک دوسرے کے کام میں ناک گھسائے سکون نہیں آتا۔۔"پرواز تنفر سے نتھنے پھلاتے طنزیہ بولی۔

اس سے پہلے کی ارسلان جوابی کارروائی کرتا دروازہ نوک کر کے وہی محمود نامی لڑکا چھوٹی سی سٹیل کی ٹرے اٹھائے داخل ہوا تھا۔ارسلان کے جانب مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے اس نے ٹرے لکڑی کے میز پر رکھ کر دروازہ بھیڑتے ہوئے چلا گیا۔

"کھانا آگیا ہے آپ جب تک کھالیں میں گھر اور کمشنر سر کو کال کر کے آتا ہوں۔۔"ارسلان کہنے کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔کیونکہ اس کی موجودگی میں تو مر کر بھی پرواز نے ماسک نہیں ہٹانا تھا۔

"واہ! سرسو کی ساگ اور دال مزہ آگیا، اماں تو بڑے مزے کے بناتی تھی، اسکی بھی خوشبو اچھی ہی ہے۔۔"ٹرے سے ڈھکن ہٹاتے ہی پرواز کی بھوک چمک اٹھی تھی۔

چوہدری سلیمان کے قدم آج زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔جرم کی دنیاں کا بے تاج بادشاہ آج اسکے غریب کو اپنی آمد کا شرف بخشنے والا تھا۔اتنے آدمیوں کی موجودگی کے باوجود اس نے خود بار بار ہر چیز کا تفصیلی معائنہ کیا تھا۔چوہدری کے خاص آدمی انور کو تو آج ایک پل کا سکون میسر نہیں ہوا تھا۔وہ خود بھی بنا تھکے دل جمعی سے کام کر رہا تھا۔آخر برسوں کی مراد جو بر آئی تھی۔سخت سیکیورٹی کا انتظام تھا ویسے بھی کسی گاؤں والے میں اتنی ہمت نہیں تھی کے چوہدری کے گوڈاؤن کی طرف نظر اٹھالے اور پولیس چوکی تو

یوں بھی چوہدری کے نمک حلالوں کی تھی۔انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئی تھی اور شیر کھوکھر عرف شاکا نے چوہدری کے گوڈاؤن میں اپنے قدم رنجھا فرمائے تھے۔

"آپ کا بہت بہت احسان کھوکھر صاحب جو آپ نے اس غریب کے غریب خانے کو شرف بخشا۔۔"چوہدری کا بس نہیں چل رہا وہ شاکا کی قدموں میں بچھ جائے۔اسکی بات پر شاکا نے حسب عادت زوردار قہقہ لگایا تھا۔

"کیا کروں چوہدری صاحب جہاں آپ جیسے مداح ہیں شاکا کے وہیں کچھ پرانے دشمنوں نے بھی جال بچھایا ہوا شہر کی ہواؤں میں ایسے میں تو شاکا کیلیئے گاؤں کا قدرتی ماحول ہی ٹھیک ہے،بلکے محفوظ ہے کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔۔ہاہاہاہاہا۔۔"شاکا نے تصور میں کمشنر اکبر کا چہرہ لاتے ہوئے بے ہنگم قہقہ لگایا تھا۔

"جی آپ بالکل بے فکر رہیں آپ کو یہاں کوئی خطرہ نہیں،ہمارے انور کے سیکورٹی پر تو شک کر ہی نہیں سکتے۔۔"چوہدری نے باہر سے انتظامات دیکھ کر آرہے انور کی طرف اشارہ کیا۔جو بلیک کرتے پر بلیو پینٹ پہنے اندر داخل ہوا تھا۔انور کے نام پر چوہدری کے

آنکھوں میں تمسخرا ابھرا تھا اس نے رخ موڑ کے پیچھے کی جناب دیکھا۔ جہاں لمبا چوڑا چٹانوں سے سخت تاثرات لیے انور ادھر ہی آ رہی تھا۔

"تو یہ ہے انور بھئی نام انور ہے تمہاری آمد سے محفل منور ہو گئی ہے۔۔" شاکا اپنی جگہ سے اٹھ کر انور کے گرد چکر لگانے لگا تھا۔ لبوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی تو مینڈک جیسی باہر ابل کر آئی پیلی آنکھیں تمسخرے اور مکاری چمک رہی تھی۔ شاکا کو اپنے ارد گرد منڈراتے دیکھ انور نے میٹھیاں بھینچ کر اپنا ضبط آزمایا تھا۔ اس اثنا میں اسکی گردن کی رگیں ابھر گئی تھی۔ آنکھیں لہو جھلکانے لگی تھی۔ چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہو چکا تھا۔

"واہ ! چوہدری ماننا پڑے گا تمہارے ہنر کو پتھر کو تراش کندن بنا دیا ہے۔۔" شاکا انور کے کاندھے پر ہاتھ مار کے بولا۔ جس پر چوہدری اور شاکا نے مل کر بے ہنگم قہقہ لگایا تھا۔ انور نے آنکھیں میچ کر کھولتے ہوئے اس مکار انسان کو دیکھا جس نے اسکی زندگی تباہ کر دی تھی۔

کھادی شلوار قمیض میں ملبوس لمبا چوڑا گینڈے جیسا پھیلا ہوا جسم، پتیلے جیسا مکروہا چہرہ، چہرے پر جگہ جگہ چیچک کے داغ اور دائیں گال پر بڑا سا کٹ کا گہرہ نشان جو چاقو کا کٹ تو بالکل معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ جس پر ہنستے ہوئے وہ بار بار ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"جانتے ہو بر خبر دار لوگ شاکا کو دیکھنے کیلئے ترستے ہیں، اور شاکا تمہیں دیکھنے کیلئے ترسا ہے۔۔" شاکا نے آگے بڑھ کر انور کو اپنے اندر بھینچا تھا۔ انور نے نفرت سے اسکی سخت گرفت میں اپنا وجود برداشت کیا تھا۔ اس بے ضمیر سفاک کے سینے سے لگنے کے بجائے وہ دہکتا شعلہ سینے پر رکھنا زیادہ پسند کرتا، لیکن مجبوری یہی تھی کے ابھی سہی وقت نہیں آیا تھا۔ اپنے انتقام کے آگ میں انہیں جلا کر خاک کرنے کیلئے۔

"انور باہر سب کیسا ہے ؟؟؟۔" چوہدری کے سوال پر انور نے صرف سر ہلایا تھا۔ جب پچھلی کھڑکی پر اسے سایہ نظر آیا تھا۔ الرٹ ہوتے ہوئے اس نے ایک نظر چوہدری اور شاکا پر ڈال کر باہر کی طرف قدم بڑھا دئے تھے۔

شاکا نے پیچھے صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے اپنے جیب سے لال تھیلی نکالی کر سینٹر ٹیبل پر الٹ دیا تھا۔ آنکھوں کو خیر کرتے اصلی ہیرے کی چمک نے چوہدری کی آنکھیں چندھیا

دی تھی وہ للچاتی نظروں سے ہیروں کو دیکھتا سامنے صوفے پر بیٹھنے کے چکر میں گرتے گرتے بچا تھا۔ جس پر شاکا نے قہقہ لگا کے مذاق اڑایا تھا۔ لیکن ادھر عزت بے عزتی کی پرواز کسے تھی نظر تو ہیروں پر ٹک گئی تھی۔

-----------------،----------------------------------

چاندنی میں نہائے لہلہاتے سرسو کے کھیتوں سے گزرتے ہوئے آخر کار وہ دونوں اپنے منزل مقصود تک پہونچ گئے تھے۔ گوڈاؤن کے پیچھلے حصے میں چوہدری کا جشن پورے عروج پر تھا اور اگلے حصے میں حیرت انگیز طور پر کوئی سیکورٹی کا انتظام نہیں تھا۔ شائد اس لیئے کی چوہدری نہیں چاہتا تھا کو کسی کو شک گزرے کی یہاں کچھ غلط ہو رہا ہے۔ معمول کے مطابق گوڈاؤن کے بڑے سے پھاٹک نما دروازے کے سامنے پیلی لائٹ روشن تھی گیٹ کے دونوں جانب دو موٹے موٹے سانڈ جیسے آدمی کھڑے پہرا دے رہے تھے۔ ارسلان اور پرواز بڑی آسانی سے دونوں سے بچتے بچاتے اس کھڑکی تک پہونچے تھے۔ پرواز نے فوراً کیمرہ آن کر کے کھڑکی پر رکھ کر خود جھک گئی تھی۔ اسکے پشت پر کھڑا ارسلان ہاتھ میں گن تھامے بالکل الرٹ کھڑا تھا۔

اندر کوئی ڈیلینگ چل رہی تھی۔ دائیں جانب صوفے پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے مقابل کے تلوے چاٹنے کو تیار چوہدری کا مکروہ چہرہ تو واضح تھا۔ لیکن مقابل بیٹھے لمبے چوڑے ڈیل ڈول والے شخص کا بس سائیڈ فیس نظر آ رہا تھا۔ بس جھلسا ہوا گال اور اور کندھے تک آتے بال۔۔ چوہدری کو اس طرح مقابل بیٹھے ہستی کے واری صدقے جاتا دیکھ تجسس کے ہاتھوں مجبور کیمرے کو گھما کر اس سانڈ جیسے وجود والے بات بے بات مغرور انداز میں بے ہنگم قہقہ لگا کر پیلے دانتوں والے انسان کی شکل کیمرے کی آنکھوں میں قید کرنے کے غرض سے پرواز نے جیسے ہی کیمرا گھمایا تھا۔ کیمرہ کھڑکی سے مس ہونے کی وجہ ذرا سی آواز پیدا ہوئی تھی۔ جو چوہدری کے تیز سماعت سے محروم نہیں رہ سکی تھی۔

"شٹ!!۔" چوہدری کی نظر اس طرف پڑتے ہی پرواز نے جھک کر دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔ اور اندر سے بھگدڑ کی آواز بلند ہوئی تھی۔

"کون ہے وہاں ؟؟؟انور، جمیل، ناصر سارے حرام خور کہاں مر گئے ہو جا کر دیکھو ادھر کون ہے۔۔" چوہدری کی دھاڑ پر سارے بھوکے کتوں کی طرف بیرونی دروازے کی طرف بھاگے تھے۔

"پرواز چلیں یہاں سے وہ لوگ ادھر ہی آرہے ہیں۔۔" ارسلان گن پیچھے پینٹ میں اڑستا عجلت میں بولا۔ کیونکہ قدموں کی چاپ نزدیک سے نزدیک تر ہوتی جارہی تھی اور پرواز تھی کے کھڑکی سے اپنا کیمرہ نکالنے میں مگن تھی۔ جو جلدی جلدی کرنے کی وجہ سے اٹک گیا تھا۔

"آپ چلے جائیں میں یہ لیئے بغیر نہیں جاسکتی۔۔" پرواز نے اپر نیچے کرکے اپنا کیمرہ نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے ارسلان کو ہدایت دیا تھا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا میں آپ کو چھوڑ کر قدم نہیں اٹھاؤنگا یہاں سے۔۔" ارسلان کو اسکی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

"دماغ درست ہے تبھی کہ رہی ہوں میری جان گئی تو جانے دیں لیکن بنا ثبوت نہیں جاؤنگی میں یہاں سے۔۔" پرواز کا ازلی جنون عود آیا تھا۔ آج کیمرہ کی آنکھ میں چوہدری کا

گھناؤنا چہرہ آنکھوں کو خیر کرتے ہیروں کے ساتھ واضح طور پر قید ہوا تھا۔ پھر جان کے ڈر سے وہ اپنا چوہدری کو برباد کرنے کے جنون کو کیسے پس پشت ڈال سکتی تھی۔

"پرواز پاگل نہیں بنیں آپ کی جان سے اہم کچھ نہیں میرے لیے، آپ کی حفاظت سے اہم کوئی ثبوت نہیں چلیں یہاں سے۔۔" ارسلان پیلی روشنی میں نظر آرہے بہت سے ہیولے کو دیکھ اس سر پھری کسی قدر جنونی لڑکی کو بازو سے کھینچا جسے اپنی جان سے زیادہ کیمرے میں قید ثبوت پیارا۔

"میں اب بھی کہہ رہی ہوں آپ میری وجہ سے اپنی جان مصیبت میں نہیں ڈالیں بھاگ جائیں۔۔" پرواز دبی آواز میں چلاّنے کے ساتھ دوسرے ہاتھ سے کیمرہ بھی نکالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں، آپ کو ثبوت ہی چاہئے نہ تو نیچے سے چپ نکال لیں اور چلیں۔۔" ارسلان کے دماغ میں چپ کا خیال آتے ہی اس نے غراتے ہوئے مشورہ دیا تھا۔

جس پر پرواز کی آنکھوں میں چمک آئی تھی وہ کیمرے کو چھوڑ کے اب چپ نکالنے لگی تھی۔چپ نکال کر پوکیٹ میں محفوظ کرتے ہی ارسلان نے اسے بازو سے تھام کر سرسو کے کھیت کی جانب دوڑ لگائی تھی۔

ابھی وہ لوگ کھیت تک بھی نہیں پہونچے تھے جب ایک سرسراتا آگ کا گولہ پرواز کے نازک کندھے میں پیوست ہوا تھا۔وہ خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کرتی بلند چیخ مار کر آگ سے جھلس رہے کندھے کی جلن برداشت نہ کرتے ہوئے زمین پر لہرا کے گری تھی۔اسکے اس طرح بے جان ہو کر گرنے سے حواس باختہ ارسلان نے جب اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کے حواس جواب دے گئے تھے۔کندھے سے خون پانی کی طرح بہ رہا تھا اور وہ منہ پر دونوں ہاتھ جمائے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ضبط سے چہرہ لہو جھلکانے لگا تھا آنکھوں سے آنسوں پانی کی طرح بہ رہے تھے۔

"بہت دن ہو گئے تھے ہرن کا شکار کئے ہوئے آج جب ہرن دوڑ کر آئی تو خود کو روک نہیں پایا معلوم بھی تو کرنا تھا میرے گھوڑے میں زنگ تو نہیں لگ گیا۔۔"اسی کھڑکی میں کھڑے ہو کر شاکا نے نشانہ لیا تھا،اور پرواز کے لہرا کے زمین بوس ہوتے ہی تفاخر سے اپنے سائیلینسر لگے پسٹل کو دیکھا۔

"وہاں ہے دونوں (گالی) پکڑو انہیں زندہ چاہئے دونوں مجھے۔۔۔" چوہدری کی چنگاڑتی آواز پر ارسلان نیند سے جاگا تھا۔

"پپ۔۔پرواز۔۔اٹھیں ہمت کریں پلزز۔۔" چوہدری کے آدمیوں کو بھوکے کتوں کی طرح اپنے مالک کا حکم بجالاتے دیکھ ارسلان نے بامشکل لفظ برآمد کئے تھے۔۔

"مم۔۔مجھ۔۔مجھ سے۔۔نن۔۔نہیں ہوگا آپ چپ لیکر بھاگ جائیں۔۔" پرواز نے درد سے دوبھر ہوتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔جب ارسلان نے جبڑے بھینچتے ہوئے جھک کر اسے باہوں میں بھرا تھا۔بندوق اور لاٹھی اٹھائے چوہدری کے لوگ اسکے پیچھے تھے اور وہ اندھادھند ناک کے سیدھے میں بھاگے جارہا تھا۔درد سے سپید پڑتی منتّٰی کا چہرہ دیکھ اسکے حواس سلب ہونے لگے تھے۔اسکی رفتار اتنی تیز تھی کے چوہدری کے سانڈ جیسے وجود والے پالتو کتّے بہت پیچھے چھوٹ گئے تھے۔

وہ اسی طرح ایک ہی سمت میں بھاگتا ہوا کچّی سڑک پر کھڑی اپنی جیپ کے قریب چلاآیا تھا۔چوہدری کے آدمی اس سے کافی دور تھے پرواز کو اگلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے ابھی ارسلان کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا بیلٹ باندھ رہا تھا۔جب کسی نے کندھے پر بھاری ہاتھ

رکھا تھا۔ارسلان کی سانس حلق میں اٹکی تھی۔اس نے خوف سے آنکھیں میچی ڈیڑھ سال کے سول کیریئر میں اس نے ایسی سچویشن کا کبھی سامنہ نہیں کیا تھا۔کمشنر اکبر یا احان دونوں میں سے کوئی اسے کسی بھی خطرناک کیس میں ملوث ہونے ہی نہیں دیتے تھے۔تو اچانک بنی صورت حال پر اس کے حواس کا جواب دینا متوقع تھا۔ابھی بھی اسے اپنا نہیں بس درد سے لب بھینچے کراہ رہی اس لڑکی کی فکر تھی۔

"اسے لیکر پچھلی سیٹ پر بیٹھو پکی سڑک سے جاؤ گے تو تا قیامت تمہاری لاش تک شہر نہیں پہونچ پائے گی۔۔"بھاری مردانہ آواز میں ملے حکم پر ارسلان نے بنا چوں چراں پرواز کو باہوں بھرتے ہوئے پچھلے سیٹ سنبھال لیا تھا۔وہ سر تا پا بلیک چادر میں ڈھکا انسان ڈرائیوینگ سیٹ سنبھال گیا تھا۔پھر اس نے میرپور سے شہر تک کے ڈیڑھ گھنٹے کے راستے کو آدھے گھنٹے میں نجانے جنگل کے کن کچّی پکی سڑکوں سے ہوتے ہوئے پہونچایا تھا۔مین روڈ پر جیپ روک کر وہ چادر میں چہرہ چھپائے پر اسرار سا آدمی گاڑی سے اتر گیا تھا۔ارسلان پورا راستہ پرواز کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے آیا تھا۔ابھی بھی جیپ رکنے کا نوٹس لیئے بغیر وہ پرواز کو جگائے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اسے جلد از جلد ہسپتال لیکر پہونچو گولی کا زہر پھیل گیا تو جان سے جائے گی یہ، پھر ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔۔"اسی بھاری آواز پر ارسلان نے سر اٹھایا تھا۔ لیکن وہ انجان مسیحا اپنی کہہ کر سنسنان سڑک کے ایک جانب نکل گیا تھا۔ ارسلان نے فوراً ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی اور ہواؤں سے باتیں کرتا حیات ہسپتال پہونچا تھا۔

"پورا کمرہ نائٹ بلب کی پیلی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ اور ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس حشام شہزادے ثوبان کو اٹھائے قالین پر ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔ شہزادے بھی سونے کی بھرپور ایکٹنگ کرتے ہوئے آوازیں نکال رہے تھے۔ لیکن حشام کے اتنا تھکنے بھونڈی آواز میں لوری کہانی اور نجانے کونسے کونسے ہربے آزمانے کے بعد بھی شہزادے نے نیند تو دور کی بات جھپکی تک نہیں لی تھی۔ دو گھنٹے سے مسلسل مارچ کرتے ہوئے اب حشام کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ پیر شل ہونے لگے تھے لیکن شہزادے ثوبان کو نیند پھر بھی نہیں آئی تھی۔

آج سے حبہ کی نائٹ ڈیوٹی سٹارٹ تھی۔اس لیۓ اس نے دن میں اپنے ساتھ ساتھ ثوبان کو بھی سلالیا تھا۔اب نیند کی دیوی بار بار مہربان ہونے سے رہی۔لیکن حشام کا نیند سے برا حال تھا۔جمائی روک روک کے منہ ٹوٹنے کے قریب تھا۔آنکھیں الگ نیند جل رہی تھی۔

"یار شہزادے اب سو بھی جائیں کل ڈیڈی نے آفس جانا ہے ایک تو میری سمجھ نہیں آرہا اچانک آپ کی کھڑوس ترین مما کے ہسپتال والوں کو نائٹ ڈیوٹی کا دورہ کیوں پر گیا، مطلب بندے کو تھوڑا تو احساس کرنا چاہیۓ ان کی لائق فائق ڈاکٹر ایک عدد شوہر اور بچے والی ہے۔۔"حشام کر تھک بیڈ بیٹھ گیا تھا۔ساتھ ثوبان کو بھی بیڈ پر بیٹھایا جو آزادی ملتے ہی تکیہ پر چڑھ کر قلقاریاں مارنے لگا تھا۔جیسے رات کے ایک نہیں صبح کے نو بج رہے ہوں۔

"شہزادے سو جاؤ میری جان کل منڈے ہے، جانتے ہو منڈے دنیاں کا مصروف ترین دن ہوتا ہے کیونکہ وہ ویک اینڈ کے بعد آتا ہے۔"حشام نے اسے واپس گرفت میں لیتے ہوئے منت کی تھی۔لیکن شہزادے تو ابھی مستی کے موڈ میں تھے۔حشام کے بازو سے

مچل کر نکلتے ہوئے واپس تکیے پر چڑھ گئے تھے۔ یہ ثوبان صاحب کا نیا کھیل تھا نرم گداز تکیے پر چڑھ کر قلقاریاں مارتے ہوئے اچھل کود کر کے خود ہی خوش ہونا۔۔

"شہزادے یار کس جنم کا بدلہ نکال رہی ہے تمہاری ماما انجکشن بھی لگوا چکا ہوں محترمہ سے اب کونسی کسر رہ گئی ہے باقی۔" حشام ثوبان کو سونے کیلئے بالکل رادار نہ دیکھ رو دینے کو تھا۔پہلے اگر معلوم ہوتا کی شہزادے نے اتنے نخرے نور جہاں کے کرنے ہے تو وہ اسے تحسین بیگم کے پاس چھوڑ آتا۔

"آجائے اب تمہاری مما گھر یہ نیند میں نے کیسے اتارنی ہے دیکھنا بس تم۔۔" حشام بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔جب بیڈ کراؤن پر رکھا فون بج اٹھا تھا۔نیند سے بوجھل آنکھوں سے فون اٹھا کر سامنے کیا تو سکرین پر چمک رہا "ڈاکٹر" سیروں خون جلا یا تھا۔ثوبان صاحب بھی اپنا کھیل ترک کر ہمہ تن گوش ہوئے تھے۔جیسے انہیں معلوم ہوا ان مما ہے دوسری جانب۔

"زخم پر نمک چھڑکنے کیلئے کال کیا ہے سنگ دل ڈاکٹر نے۔۔" حشام نے منہ بناتے ہوئے فون یس کر کے کان سے لگا یا تھا۔

"ڈاکٹر یہ جو میری نیند کے ساتھ آپ نے دشمنی نکالی ہے نہ اس کا حساب آپ کو بہت برا حساب چکانا ہو گا میں بتا رہا ہوں، اب بس آ۔۔۔" حشام مزید دو چار دھمکی دے کر کلیجے میں ٹھنڈ پڑواتا کی۔ حبہ نے پریشانی سے اس کی بات قطع کی تھی۔

"آپ ثوبان کو چچی کو دے کر فوراً ہسپتال پہونچیں۔۔" حبہ عجلت میں بولی۔ جس پر حشام فوراً سیدھا ہو کے بیٹھا تھا۔

"ڈڈڈ۔۔۔ڈاکٹر آپ۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں کچھ ہوا تو نہیں ناں بتائیں جلدی اب چپ کیوں ہو گئی ہیں۔۔" حشام پریشان سا اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پہلا خیال ہی اس انجان دشمن کا آیا تھا جس کے جرات کا وہ نمونہ دیکھ چکا تھا۔ دوسری طرف خاموشی محسوس کر کے پریشانی اور بڑھی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ پریشان نہیں ہوں، بات کچھ اور جو میں آپ کو فون پر نہیں بتا سکتی آپ فوراً شہزادے کو چچی کو دے کر ہوسپٹل پہونچیں، باقی بات یہیں ہو گی۔۔ حبہ نے فوراً اسکی غلط فہمی دور کی تھی۔

"اوکے! آپ ویٹ کریں میں بس پہونچ رہا ہوں۔۔" حبہ کو سنجیدہ دیکھ حشام نے کال ڈراپ کیا تھا۔

سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھا کر فون پوکیٹ میں اڑستے ہوئے خود کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ثوبان کو اٹھا کر بیڈ کی دوسری جانب آیا تھا۔ وہاں سے ثوبان کا فیڈرل اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ عجلت میں دو دو سیڑھیاں پھلانگ کر نیچے پہونچنے کے بعد اب اس کا رخ تحسین بیگم کے کمرے کی طرف تھا۔ کمرے کے باہر پہونچ کر کمشنر اکبر کے نیند کا خیال کرتے ہوئے تحسین بیگم کے فون پہ مسڈ بیل دیا اور توقع کے عین مطابق دوسری بیل پر کال اٹھالی گئی تھی۔

"چچی میں ہوں حشام آپ پلز دروازہ کھولیں۔۔" حشام نے ان کے ہیلو کے جواب اپنا موقف بیان کیا تھا۔ جس پر ایک نظر گہری نیند سو رہے کمشنر اکبر پر ڈال کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"کیا ہوا حشام خیریت حبہ تو ٹھیک ہے ناں؟؟۔" دروازہ کھولتے ہی ان کا فکر سے لبریز سوال ہوا تھا۔

"جی سب بالکل ٹھیک ہے، بس یہ شہزادے مجھ سے نہیں سو رہے اور مجھے ایک دوست کی مدد کیلیئے اس کے گھر جانا ہے بس انہیں آپ کو دینے آیا تھا۔۔" حشام نے ثوبان کو تحسین بیگم کی طرف بڑھایا۔ جسے تھامتے ہوئے تحسین بیگم نے الجھن زدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کہا نہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، دوست کو مدد چاہیئے اس لیئے جا رہا ہوں۔۔" وہ نرم انداز میں کہتا۔ وہاں سے نکل گیا تھا۔ تحسین بیگم بھی ثوبان کو لیکر کمرے بند کر گئی تھی۔

حشام جب ہوسپٹل پہونچا تو ریسیپشنسٹ سے معلوم ہوا کی ڈاکٹر حبہ اوٹی میں ہے، اور حشام کو اوٹی کے باہر ہی انتظار کا کہا ہے۔ وہ لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا جب اوٹی تک پہونچا وہاں کوریڈور میں بے چینی کے عالم میں جلے پیر لی بلی کی طرح چکر کاٹ رہے شخص کو دیکھ حشام کو قدم ٹھٹھک کے رکے تھے۔ اپنی آنکھوں کا دھوکہ سمجھ سر جھٹک کر آگے بڑھا لیکن قریب پہونچ کر وہم پر حقیقت کی مہر سبت ہو گئی تھی۔ خون سے رنگی شرٹ میں

بکھرے بال اور الجھی حالت میں موجود انسان کوئی اور نہیں ارسلان ہی تھا۔ جس کی نظریں اوٹی کے باہر روشن ریڈ لائٹ پر تھی۔

"ارسلان!!!۔" حشام نے آگے بڑھ کے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو شناسی آواز پر اس نے پلٹ کر سرخ آنکھیں اٹھائی اور حشام کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ گیا تھا۔۔

اپنی پچیس سالہ شوق شرارت والی زندگی میں اس نے کبھی ایسی سچویشن کا سامنہ ہی کب کیا تھا جو ہمت دکھاتا۔ کسی شناسہ لمس کا احساس ہوتے ہی آنسوں خود بخود نکل آئے تھے۔ اپنے کندھے پر گرم سیال محسوس کر کے حشام نے جھٹکے سے اسے خود سے جدا کیا تھا۔ پہلی الجھن سلجھی نہیں تھی کے ارسلان کا سرخ چہرہ بکھری حالت اس پر آنسوں دیکھ حشام کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔

"ارسلان ادھر دیکھو کیا ہوا بتاؤ اور تم یہاں کیسے تم تو کہیں کام سے گئے ہوئے تھے نہ پھر یہاں کیسے؟؟۔۔" حشام نے ایک سانس میں کئی سوال داغے تھے۔ جس پر ارسلان نے لب بھینچ کر بس سرخ نگاہیں اوٹی کی طرف اٹھائی تھی۔

"ارسلان میں کچھ پوچھ رہا ہوں کون ہے اندر؟ اور تم یہاں کیسے پہونچے؟ یہ سب چل کیا ہے یہاں۔۔ ویٹ۔۔ ویٹ کہیں تم نے کوئی ایکسیڈنٹ۔۔۔" ارسلان کو جھنجھوڑ رہے حشام کے دماغ میں اچانک جھماکا ہوا تھا۔ جس پر ارسلان نے نفی میں سر ہلایا۔

"بھائی اسے گولی لگی ہے بھائی وہ اندر ہے بھائی مم۔۔ میں وہاں رہ کر بھی کچھ نہیں کر سکا بھائی۔۔ وہ۔۔ چاچو نے کہا تھا وہ میری ذمہ داری ہے، میں واقعی غیر ذمہ دار انسان ہوں بھائی" ارسلان کی آنکھیں واپس برس پڑی تھی۔ آپریشن تھیٹر میں جاتے ہوئے سٹریچر سے پرواز کا جھولتا بے جان ہاتھ اسکی آنکھوں سے ایک پل کیلئے غائب نہیں ہو رہا تھا۔ جو اسے قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی نظروں نادم کر رہا تھا۔ اسکی موجودگی میں وہ بہادر زخمی ہو گئی تھی۔

ہسپتال کے باہر گاڑی روکتے ہی خون میں لت پت پرواز کو باہوں میں بھر کر دیوانہ وار اندر کی طرف بھاگا تھا۔ گارڈز کے روکنے پر الٹا انہیں دھکا دیتا وہ زور زور سے حبہ کو آواز دینے لگا تھا۔ اسے یاد تھا کی آج سے حبہ کی نائٹ ڈیوٹی ہے۔ پرواز کی بگڑتی حالت اور حبہ کے سوال پر وہ حبہ پر ہی بگڑ گیا تھا۔ جس پر حبہ نے اس پر سکون رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے

پرواز کو اوٹی میں لیجانے کا حکم دیا تھا۔اور تب سے ارسلان کی سانس حلق میں اٹکی ہوئی تھی۔

"ارسلان کسے گولی لگی ہے اور کون اندر ہے کلئیر بتاؤ، سب سے پہلے تم یہاں بیٹھو۔۔" حشام اسکی آدھی ادھوری باتوں سے تنگ آکر زبردستی اسے پاس بنچ پر بیٹھایا اور خود پانی لانے چلا گیا تھا۔پانی کا گلاس زبردستی اسکے منہ کو لگاتے ہوئے اس کا کندھا تھپتھپا کے اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے،اور ایسی کونسی ہستی اندر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے جو میرا شوق چنچل بھائی اس نہج پر پہونچ گیا ہے؟؟؟۔" حشام نے اس کا ضبط سے سرخ چہرہ مسلسل گریازاری سے سرخ ہوئی آنکھیں دیکھ نرمی سے پوچھا۔

"بھائی اندر پرواز ہے،منتہٰی ارسلان علی۔۔" ارسلان نے پیر کے ناخون پر نظر ٹکائے گلوگیر لہجے میں حشام کی سماعت پر دھماکا کیا تھا۔

"واٹ؟؟؟؟۔" حشام نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔جو فرش کو گھور رہا تھا۔

"ارسلان ادھر دیکھو ابھی جو بکواس کی ہے اس میں کہاں تک سچائی ہے، یا محض یہ ایک بکواس ہے ؟؟؟۔" حشام تنی رگوں کے ساتھ کرخت لہجے میں استفسار کرتے ہوئے اسے جھنجھوڑا۔

"کوئی بکواس نہیں یہی سچ ہے بھائی۔۔" ارسلان نے لب بھینچ کر سچائی سے کام لیا۔اب چھپانے کا یوں بھی کوئی فائدہ نہیں تھا حبہ کے سامنے وہ ہسبنڈ کے خانے میں سائن کر چکا تھا۔

"کب ؟ کیسے ؟اور سب سے اہم کیوں ؟؟؟۔" حشام نے کڑے تیور لیئے اسے بازو سے پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔جب او ٹی کی لائٹ آف ہوئی تھی اور ڈور کھول کر حبہ کے ساتھ دو تین ڈاکٹر نرس باہر نکلے تھے۔ارسلان اپنا بازو چھڑاتا بے چینی سے اس طرف لپکا تھا۔

"بھابھی۔۔۔"

"وہ بالکل ٹھیک ہے گولی نکال دی ہے،اب خطرے سے باہر ہے گولی کا زہر جسم میں پھیلنے پہلے ہی آپ انہیں یہاں لے آئے تھے اس لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں، لیکن اب اس

کیس میں پولیس کی انوالومینٹ ضروری ہے۔۔" حبہ سے پہلے ڈاکٹر عاصم نے پروفشنل انداز میں لب کشائی کی تھی۔

"آپ اس کی فکر نہیں کریں ڈاکٹر ہمارا پورا خاندان ہی پولیس میں صبح تک ہم سب مینج کر لیں گے۔۔" حشام ارسلان کے کندھے پر ہاتھ رکھتا تحمل سے بولا۔ ورنہ ارسلان کے انکشاف نے شریانوں میں خفلشار خون دگنا کر دیا تھا۔

"اوکے! کچھ دیر انڈر ابزرویشن رکھ کر پیشنٹ کو روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔ اکسکیوز می۔۔۔" ڈاکٹر عاصم کے ساتھ باقی ڈاکٹر اور نرس بھی وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔

"بھابھی میں ان سے مل سکتا ہوں؟؟؟" ارسلان بے تابی سے پوچھا۔

"نہیں! وہ ابھی ہوش میں نہیں تو ملنے کا کوئی فائدہ نہیں، لیکن آپ نے جو اس دھماکے دار انکشاف سے ہمارے ہوش اڑائے ہیں اس پر روشنی ڈالیں، چلیں میرے کیبن میں۔۔" حبہ سنجیدہ انداز میں دوٹوک ہوئی۔

"پر بھابھی۔۔۔"

"پرواز کے پاس نرسیز ہیں آپ آئیں۔۔" حبہ اسکی بات قطع کرتی حکمیہ لہجے میں بولی۔ حشام کے کڑے تیور دیکھ چاروناچار ارسلان کو حبہ کی کیبن میں آنا ہی پڑا تھا۔اور دونوں شوہر بیوی کے سخت نظروں کی تاب نالاتے ہوئے زبان کھولنی ہی پڑی تھی۔

"واہ! چنچل سے ارسلان صاحب کو تو نوبل پرائز ملنا چاہئے، دریادلی میں حاتم طائی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا،اور پیچھلے تین چار مہینے سے ہم سب سے سچائی بھی چھپائے رکھی۔ چھوٹے آج اگر یہ سب نہیں ہوتا تو تم نے تو اپنی زبان کھولنی ہی نہیں تھی ہے ناں ؟؟۔" پوری بات سن کر حشام نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ جس پر ارسلان نے سر جھکا یا تھا۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں ارسلان کیا اتنے بڑے ہوگئے ہو تم کی اتنا بڑا قدم بھی اٹھایا اور ہم سب کو اب تک لاعلم بھی رکھا، جانتے ہو جب یہ بات دا ابو اور باقی سب کے علم میں آئے گی تو ان کا کیا ردعمل ہوگا۔۔" اس کا جھکا سر دیکھ حشام کا مزید پارہ چڑھا تھا۔

"بھائی ردعمل کے ڈر سے ہی تو کسی کو بتانے کی ہمت نہیں ہوئی۔۔" ارسلان اسکی ڈانٹ پھٹکار پر رونی شکل بنا کر بولا۔

"من تو کر رہا ہے ارسلان ایک دوں تمہارے کان کے نیچے، ڈر سے نہیں بتایا نکاح کیا مذاق ہے تمہارے لیٔے جو چلتے پھرتے کرلیا اور ہائیڈ اینڈ سیک کھیلنا شروع کردیا فیملی سے بھی اور منکوحہ سے بھی۔۔" اسکی معصومیت پر حشام کا بس نہیں چل رہا تھا دو لگا دے۔۔

"مسٹر حشام بس کریں کیا کر رہیں ہیں بچہ پہلے ہی پریشان ہے اور آپ کو دادا ابو بننے کے دورے پر رہے ہیں۔ میں نے آپ کو یہاں اسے ڈانٹنے نہیں بلایا۔۔" ارسلان کی رونی شکل دیکھ حبہ کا دل موم ہوا تھا۔ تبھی اپنے آتش فشاں بنے مجازی خدا کو جھڑک گئی۔ حبہ کی مداخلت پر حشام نے ایک تیز نظر اپنی زوجہ پر ڈالی تھی۔ جو اس فسادی البیلے بچے کی معصوم شکل پر مدر ٹریسا بن رہی تھی۔

"آپ زیادہ اسکی وکیل نہیں بنیں ڈاکٹر۔۔" حشام غرایا۔

"آپ بھی نہ ذرا ہٹلر کے شاگرد بننے سے پرہیز ہی کریں۔۔" حبہ نے آنکھیں دکھائی۔ پھر ارسلان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"پرواز بالکل ٹھیک ہے صبح تک انشااللہ ہوش آجائے گا آپ ادھر واش بیسن میں منہ ہاتھ دھو کر آئیں، اور کچھ کھا پی کر ریسٹ کریں میں باقی دیکھ لونگی۔۔" حبہ حشام کو یکسر نظر انداز کرتی ارسلان سے مخاطب تھی۔ اور سعادت مند بچہ فرمابرداری کی مثال قائم کرتے ہوئے ایک طرف نکل گیا تھا۔

"اب آپ میری نظر کم اتاریں، بچہ پہلے ہی خوف زدہ پریشان ہے اور بجائے آپ اسے تسلی دینے کام ڈاؤن کرنے کے بڑے بھائی کا رعب ڈال رہے تھے۔۔" حشام کو خود کو گھورتا دیکھ حبہ ناک چڑھا کر بولی۔

"اب اس بچے نے پریشان ہی رہنا ہے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، اب نتیجہ تو بھگتنا پڑے گا نہ، آپ اسے کھلائیں پلائیں کچھ تا کے داابو کے خاندانی بندوق کی گولی، بڑے پاپا اور پاپا کے سالڈ ڈنڈے، چاچو کا سات نمبر کا جوتا، اور گھر کے عظیم خواتین کے جوتیوں کے ساتھ بیلن، کرچی، اور مرچی برداشت کرنے کی طاقت مجتمع ہو سکے، میں تب تک گاڑی سے اپنا ایکسٹرا شرٹ نکال لاتا ہوں۔۔" حشام اسے آنکھوں سے وارن کرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ پیچھے ہرا اسے کوس کر رہ گئی تھی۔

"ارسلان مجھے تم سے اس قدر غیر ذمہ داری کی امید قطعی نہیں تھی، میں ہمیشہ سے کہتا تھا ارسلان لاؤ بالی ہے لیکن اپنی ذمہ داری باخوبی سمجھتا ہے، اور یہی وجہ تھی کے میں نے تمہیں ایک لڑکی کی ذمہ داری سونپی، لیکن تم نے مجھے بہت ناامید کیا ہے، سوچو اگر اس لڑکی کو کچھ ہو جاتا تو کیا عزت رہ جاتی میری یا ہماری محکمے کی لوگوں کی نظر میں، ہمارے ایک آفیسر کی موجودگی میں لڑکی کو گولی لگ گئی، شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے ہمارے لیے۔۔" کمشنر اکبر ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے دھاڑے۔ جس پر ارسلان کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔

لب بھینچ کر اس نے پہلی بار کمشنر اکبر کا اپنے لیئے سخت رویہ برداشت کیا تھا۔

صبح پرواز کا معلوم ہوتے ہی کمشنر اکبر نے اسے آفس میں بلایا تھا۔ وہ پہلے ہی پرواز کو بے سودھ پڑا دیکھ شرمندہ تھا۔ اس پر کمشنر اکبر کے کرخت انداز پر پہلی بار اپنی عادت کے

برخلاف بجائے الٹا سیدھا جواب دینے کے گردن جھکا کر نظر زمین پر گاڑے کھڑا تھا۔ وہ خود رات سے پرواز کا تڑپنا اور اپنی بے بسی یاد کر کے خود سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔ اور اب کمشنر اکبر کے تاسف زدہ آواز پر بالکل ہی نظر اٹھانے قابل نہیں رہا تھا۔

"ارسلان میں نے یہاں تمہیں خاموش رہنے کیلئے نہیں بلایا، میں بھی چاہتا تھا کی پرواز اس کیس میں پرسنلی انوالو نہ ہو لیکن وہ اس کیس کی اہم کڑی ہے گاؤں کے متعلق تمہارے مقابل زیادہ معلومات رکھتی ہے اور سب سے اہم تم اسکے ساتھ ہو اس لیئے یہ اجازت دی تھی لیکن۔۔" کمشنر اکبر نے تیز آواز میں کہتے آخر میں تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"آئم سوری چاچو میں واقعی شرمندہ ہوں۔۔" ارسلان کی شرمندگی میں ڈوبی مری مری آواز نکلی تھی۔ جس پر کمشنر اکبر کا پارہ کچھ چڑھا تھا۔

"سوری مائی فُٹ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کی یہ نوبت کیوں اور تم کیا کر رہے تھے جب پرواز کو گولی لگی۔۔" کمشنر اکبر ٹیبل پر ہاتھ مار کے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی چنگھاڑتی آواز

پر ارسلان کے گلے میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوا تھا۔ حلق تر کرتے ہوئے سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر جھکے سر سے گویا ہوا۔

"چاچو سب ہمارے پلان کے مطابق ہوا تھا، ہم چوہدری کے گوڈاؤن پہونچ گئے تھے، ان فیکٹ کیمرہ بھی لگا دیا، اندر چوہدری کی کسی کے ساتھ غیر ملکی ہیرے کی ڈیلینگ چل رہی تھی، سب کیمرے کی آنکھ میں قید بھی ہو رہا تھا، لیکن اللہ جانے کیسے چوہدری کو ہماری بھنک لگ گئی اچانک وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی، میں نے پرواز کو بھاگنے کیلئے کہا لیکن اس کی ایک ہی رٹ تھی کے بغیر ثبوت کے نہیں جائے گی، اور جب ہم چپ نکال کر بھاگے نجانے کس نے پیچھے سے گولی چلائی اور۔۔۔۔" آگے ارسلان نے لب بھینچ لیا تھا۔ اسکے بعد پرواز کا درد سے تڑپنا اور اپنی غیر ہوتی حالت وہ لفظوں میں چاہ کر بھی بیاں نہیں کر پاتا تھا۔

"چپ کہاں ہے؟؟؟" کمشنر اکبر اسے مزید شرمندہ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے پوچھا۔ جس پر ارسلان نے پوکیٹ میں ہاتھ ڈالا تھا۔ کیونکہ جیب سے اترتے وقت پرواز نے غنودگی میں جاتے ہوئے چپ اسکے ہاتھ میں پکڑائی تھی۔

"یہ رہی۔۔"ارسلان نے چپ کمشنر اکبر کی طرف بڑھائی تھی۔

"ہممممم! گھر جا کر آرام کرو اور اپنا حلیہ درست کرو رات سے تمہارے چچی سوئی نہیں ہے تمہاری فکر میں۔۔"کمشنر اکبر ہمیشہ سے نک سک سے تیار رہنے والے ارسلان کی الجھی بکھری حالت دیکھ نرم پڑے۔ جس پر ارسلان بنا کچھ کہے پلٹ گیا تھا۔ کیونکہ یہ تو بس ڈیمو تھا۔ جب نکاح کا سب کے علم آتا تب اصل درگت بننی تھی۔

"اور ہاں! تمہیں ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے، پرواز ان لوگوں کی نظر میں آچکی ہے، اب اس کیس کے سولو ہونے تک وہ ہماری ذمہ داری ہے، اس لیے وہ علی ویلا میں رہے گی، شام تک ڈسچارج ہو کر وہ علی ویلا ہی آنے والی ہیں۔۔"ارسلان کے گلاس ڈور کھولنے سے پہلے کمشنر اکبر کی سنجیدہ آواز سماعت سے ٹکرائی تھی۔ جس پر ارسلان نے لب بھینچ کر اوپر دیکھا مطلب کیا اب بچاؤ کی کوئی راہ نہیں۔

"کیسے ہاں!۔۔۔کیسے ہو گیا یہ سب ؟؟؟میں پوچھتا ہو کیا رہا یہاں ؟؟؟؟؟۔"چوہدری

ایک ایک چیز اٹھا اٹھا کے پوری قوت سے فرش پر پٹختے ہوئے دھاڑ اتھا۔ اسکی دھاڑ سے وہاں انسانوں کی جو حالت تھی سو تھی گوڈاؤن کے درو دیوار تک کانپ اٹھے تھے۔ بس ایک انور تھا جو چٹان کی طرح تن کے کھڑا تھا۔ نہ چوہدری کی غیض و غضب سے آگ اگلتی آنکھیں دیکھ اسکی آنکھوں میں خوف اترا تھا نہ چوہدری کا جاہ و جلال چنگھاڑتی آواز نے اسکے ہاتھوں پیروں میں کپکپی طاری کی تھی۔ وہ بے حس و حرکت سینے پر ہاتھ باندھے چوہدری کو سب تہس نہس کرتے دیکھ رہا تھا۔

" تیس سال۔۔ تیس سال سے ہوں میں اس کام میں آج تک میرے مال پر ہاتھ ڈالنا تو بہت دور کی بات نظر ڈالنے کی کسی میں ہمت نہیں ہوئی، بڑے بڑے آئے اور چلے گئے کوئی چوہدری سلیمان کا بال باکا نہیں کر پایا پھر اب کیسے؟؟؟ کون منجر ہے ہمارا درمیان، تم لوگ تو شہر کے آخری کونے تک گئے تھے ناں پھر بچ کیسے نکلے ہمارے چنگل سے کیسے؟؟؟۔۔۔" چوہدری نے پھنکارتے ہوئے ایک ایک کو لات مار کے گرایا تھا۔ لیکن کسی کی مجال نہیں تھی جو اٹھ کر اسکے مقابل کھڑے ہو جائے۔

"ایک اس ڈاکٹر کو نہیں مار پائے تم لوگ اپر سے کوئی ہمارے گوڈاؤن میں آکر ہماری ناک کے نیچے سے ثبوت لے گیا۔۔۔" چوہدری نیچے پڑے مشٹنڈوں پر لات برساتا مسلسل دھاڑ رہا تھا۔ نیچے بلبلا رہے اپنے ساتھیوں کو دیکھ باقی سب کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔ بس انور اب بھی خاموش تھا ہاں لیکن پیشانی پر دو بل تھے جو چوہدری کے کسی لفظ کے استعمال پر ناگوار گزرنے کی علامت تھے۔

"اور تم انور تم کہاں تھے، وہ (گالی) گوڈاؤن کے داخلی حصے تک کیسے پہونچے؟؟؟؟۔" چوہدری نے اب انور کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ جس پر انور کی کنپٹی کی رگیں تن گئی تھی۔ مشکل سے مٹھیاں بھینچ کر چوہدری کے تضحیک آمیز رویہ کو برداشت کرتا بے لچک انداز میں گویا ہوا۔

"آپ نے ہی کہا تھا گوڈاؤن کے داخلی حصہ سڑک کی جانب ہے وہاں اگر سیکورٹی کا انتظام کیا گیا تو لوگوں کو شک ہوگا، باقی عقبی حصے پر میری فل سیکورٹی تھی، اور یہ سب جب ہوا تھا تب میں آپ ہی کے حکم پر حویلی گیا تھا، شاکا سے ملنے والے ہیرے کی حفاظت کا انتظام کرنے۔۔" انور نظریں سامنے دیوار پر ٹکائے سرد لہجے میں بولا۔ جس پر چوہدری نے کالر

چھوڑتے ہوئے زور سے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیا تھا۔شائد اسے اس رد عمل کی پہلے سے توقع تھی تبھی زوردار دھکّے پر بھی انور لڑکھڑایا تک نہیں تھا۔بلکے کسی پہاڑ کی طرح جم کے کھڑا تھا۔

"کہاں کے ہیرے شاکا اپنے ساتھ اپنے ہیرے بھی لے گیا اور دھمکی بھی دے گیا کی اگر اس سب میں اس نام اچھلا تو وہ میرا نام و نشان مٹانے میں زیادہ وقت نہیں لگائے گا۔۔"چوہدری نتھنے پھلا کر کہتا پیچھے راکینگ چیر پر ڈھے گیا تھا۔اصل صدمہ تو اسے ہاتھ میں آئے ہیرے کے چلے جانے تھا۔اب تو جان بھی خطرے میں آگئی تھی۔

"انور اس (گالی) کو گولی لگی تھی لازمی شہر کے کسی ہوسپٹل میں بھرتی کیا گیا ہو گا،بس جہاں ملے وہیں مٹی میں ملا دو،اور اس ڈاکٹر کا بھی قصہ ختم کرو۔۔"چوہدری نے پیشانی مسلتے ہو کچھ سوچ کر حکم دیا۔چوہدری کے نئے حکم پر انور نے جبڑے بھینچے تھے۔

"ناممکن کے حد تک مشکل ہے سرکار کیونکہ اگر وہ لوگ ہمارے اڈّے میں گھس کر ہماری ویڈیو بنا سکتے ہیں،ہماری ناک کے نیچے سے ہمارے گاؤں سے فرار ہو سکتے ہیں،اس کا مطلب تو یہی ہوا کی وہ کوئی معمولی دشمن نہیں ہے،پھر اتنا سب کرنے کے بعد اتنی عقل

کا تو استعمال کریں گے ہی کے کسی نارمل کلینک میں علاج کیلئے نہیں جائیں گے اور جہاں جائیں گے وہاں کے سارے معملات خفیہ رکھی جائے گی، کیونکہ اس جرات مندانہ اقدام کے بعد تو یہی لگتا ہے کی بہت اپر تک پہونچ ان کی۔۔"انور نے صاف گوئی سے چوہدری کا چین سکون غارت کیا تھا۔

"اپنا منہ نہیں اپنے ہاتھ پیر چلاؤ۔۔"چوہدری حقیقت کے آئینہ میں زیادہ دیر اپنا بھیانک انجام دیکھ نہیں پایا تھا تبھی انور کو جھڑک گیا۔جس پر انور کی آنکھیں مسکرائی تھی۔

"میں نے اپنے ہاتھ پیر کی جگہ دماغ چلایا ہے۔۔"انور پر اسرار انداز میں بولا۔جس پر چوہدری نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔

"مطلب ؟؟؟۔"پیشانی پر بل لیئے سوال ہوا تھا۔آج چوہدری کو انور کا ہر ہر انداز نڈر لگ رہا تھا۔بلکے یہ چیز وہ بہت دنوں سے انور میں نوٹ کر رہا تھا۔اگر اس کا وہم صحیح تھا تو پھر چوہدری کا انجام بہت قریب تھا۔

"مطلب یہ ڈاکٹر جس خاندان کی بہو ہے وہ کوئی معمولی خاندان نہیں، پولیس اور آرمی کے بڑے بڑے عہدیداروں سے بھرا پڑا خاندان ہے، اپر سے انہیں شک ہو گیا ہے اور اب ڈاکٹر کے گرد سیکورٹی کا سخت انتظام ہے، ہسپتال کے گارڈ کے علاوہ ہمہ وقت ڈاکٹر کے ساتھ کسی سایے کی طرح ایک مشٹنڈا محافظ ہے جگہ موجود ہوتا ہے، باقی بات اس گولی لگنے والی کی کریں تو شہر کے کسی ہسپتال میں ایسا کوئی کیس نہیں آیا ہے میں معلوم کر چکا ہوں۔۔۔" انور سینے پر بازو باندھ کر اطمینان سے بولا۔

"دفع ہو جاؤ سب کے سب یہاں سے۔۔۔" چوہدری سامنے رکھے ٹیبل کو ٹھوکر مار کر چلایا تھا۔ جس پر سب سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگے تھے۔ ابھی تک فرش پر چوہدری کے عتاب کا نشانہ بنے دہائیاں دے رہے زخمی مشٹنڈوں میں بھی جان آگئی تھی۔ ان سب کے برعکس انور سہج سہج کے قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر گردن موڑ کر سر ہاتھوں میں گرائے چوہدری کو دیکھ زخمی سا مسکرایا۔

"تو نے میرے خون کو گالی بنا دیا چوہدری، میری تیری موت کو عبرت کا نشان بنا دونگا، چار سال سے اس انتقام کی آگ میں جل رہا تجھے بھی تڑپا تڑپا کر مارونگا، یہ تو پھر بس شروعات

ہے، اذیت اسے تھوڑی کہتے ہیں، سزا اتنی آسان تھوڑی ہوتی ہے، انتقام کی آگ اتنی آسانی سے تھوڑی ٹھنڈی ہوتی ہے۔۔" انور لہورنگ آنکھوں میں شعلہ لیئے کھولتے ذہن کے ساتھ چوہدری سے ہم کلام تھا۔ پھر ایک نفرت بھری نظر اس پر ڈال کر لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا وہاں سے روانہ ہوگیا تھا۔

---.--------

رات کے دس بج رہے تھے اور اسٹڈی روم میں علی ویلا کے تمام افراد کی موجودگی میں بھی خاموشی کا راج تھا۔ حبہ، حشام، احان، دیبا، چاروں دروازے کے پاس لائن میں کھڑے تھے نظر سامنے ڈنڈا فرش پر ٹکائے راکینگ چیئر پر بیٹھے دا ابو پر تھی۔ جن کی کرخت نظروں کا مرکز مقابل سر جھکائے کھڑا معصومیت کی جیتی جاگتی مثال ارسلان تھا۔ دا ابو کے پیچھے ہی جبڑے بھینچے کٹیلی نظروں سے ارسلان کو گھور رہے اطہر صاحب کا بس نہیں چل رہا تھا کی اپنے شرافت کی مورت بنے کھڑے سپوت کا حشر بگاڑ دے، ان کے پہلو میں میجر سٹائل میں دونوں ہاتھ پشت پر باندھے گردن اکڑا کے کھڑے انصار صاحب بھی بڑے بھائی کے ہم خیال تھے، البتہ کمشنر اکبر صاحب کا خیال مختلف تھا ان کا بس دل کر رہا

تھاتنہائی میسر ہوارسلان کے ساتھ تاکے اپنا سات نمبر کا جوتا اتار کے پوچھے برخوردار کس جنم کا بدلہ نکال رہے ہو مجھے سب کی نظروں میں ذلیل کر کے، کیونکہ ہمیشہ کی طرح ارسلان صاحب کے اس کارنامے کا سہرا ابھی کمشنر اکبر کے سر سجا تھا۔

باقی بچی تینوں خواتین تو یہ کہنا بہتر ہوگا تینوں ابھی تک صدمے سے نہیں نکلی تھی۔ سو ارسلان کے اس کارنامے سے متعلق ان کی کوئی دیرینہ خواہش سامنے نہیں آئی تھی۔

پرواز دو دن پہلے ہی علی ویلا آچکی تھی۔ گو کے وہ یہاں شفٹ ہونے کیلئے ذرا تیار نہیں تھی۔ لیکن کمشنر اکبر کے سمجھانے پر چارو ناچار مان گئی تھی۔ اوران دو دنوں میں ہمت مجتمع کر کے آخر کار حشام اور حبہ نے گھر والوں کو ساری کہانی بتا ہی دی تھی۔ اور حسب توقع ڈنر کے بعد پرواز جب دوائیوں کے زیر اثر سکون سے سو رہی تھی۔ ارسلان کا سکون غارت ہوا تھا۔ کیونکہ ہٹلر کے ٹریز اوران کے خونخوار سپوتوں کے دربار میں پیشانی ہوئی تھی۔ پندرہ منٹ گزر گیا تھا۔ اسے دا ابو اور باقی تینوں علی برادران کے سخت گھوریوں کا سامنہ کرتے ہوئے۔ نازک دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ حالت تو ایسی تھی کے

نظر اٹھا کر کسی سے مدد طلب کرنے تک کی ہمت مفقود تھی۔ ابھی گھر والوں کا یہ ری ایکشن تھا ابھی منکوحہ صاحبہ کو معلوم ہونا باقی تھا کی مسٹر سٹرینجر ہی اسکے مجازی خدا ہیں۔

"اللہ آج بچا لے سچ کہہ رہا ہوں آج سے نشوہ کی چوکلیٹ چوری کر کے۔ سوری سوری چوری نہیں مطلب نکال کے نہیں کھاؤنگا، اور نہ ہی جمعہ کے دن مسجد میں جانے میں تاخیر کرونگا بلکے امام صاحب کا بیان شروع ہونے سے پہلے حاضر ہو جاؤنگا بس آج ان حاضرین سے میری حفاظت کر، اور بس اس اسٹڈی روم سے سنگل پیس میں نکال دے، ابھی تو خالص کنوارے کی کیٹگری نکلا ہوں، میری بری درگت دیکھ واپس اسی کیٹگری میں نہ چلا جاؤں ویسے بھی قسمت سے جنگجوں بیوی ملی ہے۔۔۔" طویل ہوتی خاموشی کی مدت دیکھ رونی صورت بنا کر ارسلان دل ہی دل اللہ سے مدد طلب کے ساتھ ڈیل کرنے میں مصروف تھا جب دا ابو کی ماحول میں ارتعاش پیدا کرتی آواز پر حلق خشک ہوا تھا۔

"یہ تھی ہماری تربیت برخوردار ؟؟؟۔" دا ابو زور سے ڈنڈا فرش پر مار کر دھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے تو ارسلان کے ساتھ ساتھ دیبا اور حبہ بھی خوف سے اپنی جگہ بدک کر ساتھ کھڑے احان اور حشام سے لپٹے تھے۔ ارسلان ڈر سے تھوک نگل کر رہ گیا تھا۔

"مسٹر حشام کیسے بے رحم سفاک بھائی ہیں آپ، آپ کا چھوٹا بھائی بیچارہ مصیبت میں ہے اور آپ بجائے بچے کی مدد کرنے کے یہاں کھڑے انجوئے کر رہے ہیں۔۔" حبہ نے سینے پر بازو باندھ کر اطمینان سے تماشہ دیکھ رہے حشام کو لتاڑا۔ داابو کے خوف سے اس کا خود براحال تھا۔ حشام کا بازو دبوچے وہ حشام کو آئینہ دکھا رہی تھی۔ جس پر حشام نے تڑپ کر شاکی نظروں سے اپنے بازو سے لپٹی اپنی زوجہ کو دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟؟؟"۔ حبہ نے تعجب سے سرگوشی میں پوچھا۔ کیونکہ سامنے داابو کرخت بے لچک انداز میں ارسلان سے بازپرس کر رہے تھے۔ اور وہ سر جھکائے سب سن رہا تھا۔ شائد منہ ہی منہ کوئی ورد بھی کر رہا تھا رہائی کیلئے۔

"ڈاکٹر میں آپ کی معصومیت کی انتہا دیکھ رہا ہوں، میری باری میں یہ معصومیت کہاں جا سوتی ہے جو آپ لیڈی ہٹلر بن جاتی ہے۔۔" حشام نے دبی دبی آواز میں سنجیدگی سے پوچھا۔ اور اتنے سنجیدہ ماحول میں حشام کی غیر سنجیدہ بات حبہ کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ اس نے تیکھی نظروں سے اسے باز رہنے کا اشارہ کیا۔

"وہ سب چھوڑیں بس سین انجوئے کریں، کیونکہ ایسے یادگار جیمس باؤنڈ کے شاگرد کی واٹ لگنے والے منظر شاز و نادر ہی دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔" حشام ارسلان کی رونی شکل دیکھ مزے سے بولا۔ جس پر حبہ نے دانت پیسے تھے۔

"اور سب سے اہم آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے میرے جس بھائی کو آپ بیچارہ کہ رہی ہیں نہ وہ بھائی نہیں قصائی ہے، ایک نمبر کا فسادی اور سازشی انسان، مجھے تو لگتا ہے شیطان بھی اس سے ٹیوشن لیکر شیطانی کرتا ہوگا، صحیح پھسا ہے بڑا تنگ کیا ہے ان دنوں مجھے اس ایکسٹرا اسمارٹ انسان نے اب بھگتے، ویسے اسکی رونی شکل مجھے بڑا مزہ دے رہی ہے۔" حشام واپس سامنے کی طرف متوجہ ہوتا اس نایاب منظر سے محظوظ ہو رہا تھا۔اور حبہ بس تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے میں ہی کچھ کرتی ہوں۔۔" حبہ ملامتی نظروں سے اسے دیکھتی آگے ہوئی جب حشام نے ایک قدم آگے لیکر سرگوشی کی۔

"دھیان سے ڈاکٹر دا ابو ریٹائر فوجی ہیں، فوجی کا غصہ تو مشہور ہے، ویسے آپ کی ٹانگیں کانپ رہی ہے کہیں ڈاکٹر کی ضرورت نہ پڑ جائے ڈاکٹر۔۔۔" حشام نے لب بھینچ کر

مسکراہٹ ضبط کرتے ہو حبہ کے لرزتے ٹانگوں کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر حبہ نے حلق تر کیا تھا۔ لیکن ارسلان کی رونی شکل دیکھ حشام کو جی بھر کے کوستی تمام ہمت مجتمع کر کے آگے بڑھی۔

"بہت خوب برخوردار ہماری آزادی کا بہت اچھا صلہ دیا ہے، خفیہ نکاح کی صورت میں۔۔" داابو کے اتنا سنانے پر بھی ارسلان کے چوں نہ کرنے پر داابو نے ملامتی نظروں سے ارسلان کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے طنز کیا۔ جس پر ارسلان کی بس ہوئی تھی۔ آخر کب تک وہ اپنی زبان میں ہو رہی کھجلی پر کنٹرول کا قفل لگائے رہتا۔

"خدا کو مانیں یار داابو، کونسا میں نے ٹوپی برقعہ پہن کر تابوت کے اندر سے قبول ہے کہا تھا، اس بابرکت موقعے پر امام خطیب میرپور کے علاوہ گواہ کے طور پر ان کے چار مصلّی اور موصوفہ کی والدہ محترمہ بنفس نفس موجود تھیں، یقین نہیں تو بلا کر محترمہ سے خود تصدیق کرالیں۔۔" بھلا ارسلان کی بارہ گز کی زبان بھی کنٹرول ہوئی ہے کبھی۔ ایک بار فارم میں آئی تو پھر ارسلان کے روکنے سے بھی نہیں رکی تھی۔ اور ساری گل افشانی کرنے کے بعد ارسلان نے زبان دانتوں تلے دبا کر آنکھیں میچ لی تھی۔ اور ارسلان کی فراٹے

بھرتی زبان نے حبہ کی ساری ہمت ہوا کی تھی۔ وہ آنکھیں میچے جہاں کھڑی تھی وہیں جم گئی۔

"یہ سب تمہاری دی ہوئی ڈھیل ہے اکبر روز اول سے میں نے تمہیں سمجھایا کی اس پر سختی کرو لیکن تم بچہ ہے کہ کر ٹالتے اور آج دیکھو محترم نے خفیہ نکاح کر لیا اب دیدہ دلیری کا مظاہرہ بھی کر رہے ہیں۔۔" اطہر صاحب نے حسب معمول اکبر صاحب کو گھسیٹا تھا۔ جس پر اکبر صاحب کا من کیا اس بھولی صورت والے نوجوان کو کچا چبا جائے۔۔

"پاپا مجبوری تھی یار شوق سے نہیں کیا۔۔" ارسلان منمنایا۔

"اچھا! چلو مان لیتے ہیں نکاح کرنا مجبوری تھی کسی کی زندگی اور موت کا سوال تھا، تو کیا اسے کسی گہرے راز کی طرح سب سے چھپا کے رکھنا بھی مجبوری تھی بیٹا۔۔" میجر والے کسی بھی قسم کی رعایت سے عاری طنز میں ڈوبا سوال بے شک انصار علی کا تھا۔

"یار چاچو ہمت نہیں ہوئی تھی ناں، اگر تب ہی بتا دیتا تو دا ابو نے اپنی خاندانی بندوق میرے سینے میں خالی کر دینی تھی۔۔" ارسلان پیر کے انگوٹھے سے قالین کھرچتے

ہوئے لاچاری سے بولا۔ جس پر احان اور حشام نے منہ پیچھے کر کے اپنے ابل رہے قہقہ کا گلا گھونٹا تھا۔ان کا چھوٹا بھائی واقعی سینگل پیس تھا اس دنیاں جو اتنے تناؤ کے ماحول میں بھی زبان کو لگام نہیں دے رہا تھا۔

"وہ تو ہم اب بھی خالی کریں گے۔۔" دا ابو ڈنڈا زمین پر مار کے اسکی طرف بڑھے جب ارسلان دور کے حبہ کے پیچھے محفوظ ہوا تھا۔ کوئی بعید نہیں تھا ہیٹلر ٹانگ ہی توڑ دیتے ابھی تو بیچارے کو گھوڑی بھی چڑھنے کے ارمان نکالنے تھے۔

"ارسلان باہر آؤ کیا بزدلوں کی طرح کارنامہ انجام دے کر عورتوں کے پیچھے چھپ رہے ہو۔۔" دا ابو اسکے اس عمل سے مزید سلگ اٹھے تھے۔اطہر صاحب اور انصار صاحب نے سر جھٹکا تھا۔ کوئی نمونہ ہی پیدا ہوا تھا علی ویلا میں۔

"بھابھی یار بچالیں ساری کہانی تو آپ کو بتائی ہے، کہیں آپ دونوں شوہر بیوی نے نیم حکیم خطرے جان والا قصہ تو نہیں کیا میرے ساتھ ؟؟۔۔" ارسلان نے خوف سے آنکھیں پھیلائے کھڑی حبہ کے کان میں اپنا خدشہ انڈیلا۔

"ارسلان میں کہ رہا ہوں باہر آؤ۔۔" دا ابو نے واپس تیز آواز میں حکم دیا۔

"میں نہیں آرہا ماریں گے آپ، یار مجھے تو لگا ایک بے سہارا لڑکی کو سہارا دینے پر آپ لوگ میری پیٹھ تھپتھپائیں گے یہاں تو سب جان لینے کے درپے ہے۔۔" ارسلان نے حبہ کے پیچھے سے منہ نکال کر برا منایا۔ اس کی مسخری پر اطہر صاحب کی بس ہوئی تھی۔

"حبہ بیٹا ذرا آپ سائیڈ ہٹیں، آج اس کا دماغ میں درست کرتا ہوں شاباشی چاہیے جناب کو۔۔" اطہر صاحب آستین چڑھاتے سامنے آئے۔ جس پر ارسلان حبہ کو لیئے ہی حشام اور احان کے پیچھے بھاگا تھا۔

"ڈیڈ آپ لوگوں نے ہی تو سکھایا ہے ہم محافظ ہیں، لوگوں کو تحفظ فراہم کرنا ہمارا فرض ہے۔۔" ارسلان حبہ کا کاندھا تھامے بولا۔ خوف میں بھی اسکی تیز گام زبان نہیں لڑکھڑا رہی تھی۔ واقعی نایاب نمونہ تھا بلکے عجوبہ تھا۔ حشام اور احان نے تاسف سے سر ہلایا۔

"ہم نے تمہیں یہ بھی سکھایا تھا کیا تحفظ دو اور سڑک پر چھوڑ دو۔۔" اطہر صاحب طیش میں بولے۔

"آا۔۔۔انکل بچہ ہے اس وقت سمجھ نہیں آیا۔۔ لل۔۔ لیکن پرواز نے مجھے بتایا کی ارسلان نے اسکی ضروریات کا پورا خیال رکھا تھا۔۔۔" رحمدلی کی ماری حبہ لب کشائی کرے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"جی ! ڈیڈی اب جو ہو گیا سو ہو گیا پرواز ہمارے گھر ہے اور محفوظ بھی یہ زیادہ ضروری ہے۔۔" احان کا بھی بھائی چارہ جاگ ہی گیا تھا۔

"جی بڑے پاپا چھوٹے سے غلطی ہو گئی آپ لوگ اپنا بی پی ہائی نہیں کریں، شکر ہے کی اس نے جذبات میں کسی غلط کا انتخاب نہیں کیا، پرواز بہت اچھی لڑکی ہے۔۔" حشام نے بھی مارے باندھے منہ کھول ہی لیا تھا۔

"تم سب اسکے وکیل نہیں بنو۔ تم سب کے بے جا سپورٹ نے ہی اسے سر چڑھا لیا ہے۔۔" اطہر صاحب نے تینوں پر گھوری ڈالی۔ ساتھ تینوں کے پیچھے چھپے اس افلاطون پر بھی۔

"بھائی صاحب بچہ ہے غلطی ہو گئی آئندہ ایسا نہیں ہو گا، ارسلان سوری کرو سب سے، دیکھو بیٹا ہم سب ایک فیملی ہے فیملی سے کچھ بھی چھپانا اچھی بات نہیں۔۔" تحسین

بیگم کی ممتا کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔اپنے پچیس سالہ بچے کو وہ سوری کرنے کا ایسے کہہ رہی تھی جیسے پانچ سالہ نادان بچے کو غلط کرنے پر ہدایت دے رہی ہوں۔اور حکم ملتے ہی ارسلان کھل اٹھے تھے۔سعادت مندی اور فرمابرداری تو یوں بھی ارسلان صاحب پر ختم تھی۔

"سوری!!!۔۔"ارسلان نے وہیں سے دانت دکھائے۔جس پر دادا ابو کے ساتھ ہنکار بھرتے ان کے دونوں ہم مزاج بیٹے بھی ایک تیز نظر اس پر ڈال کر باہر نکل گئے تھے۔اور کب سے کنٹرول کر رہے اکبر صاحب نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچی تھی۔

آآا۔۔چاچو یار چھوڑ دیں بچے کی جان لیں گے کیا۔۔"ارسلان سخت گرفت پر بلبلا اٹھا تھا۔

"دل تو کر رہا ہے آج لے ہی لوں اس بچے کی جان ذلیل کروا کے رکھ دیا ہے سب کے سامنے۔۔"کمشنر اکبر دانت پیس کر کہتے اس کا گردن آزاد کر گئے تھے۔

"آئی لو یو نہ یار۔۔"ارسلان نے بتیسی کی نمائش کی اور انعام کے طور پر کمشنر اکبر نے اسکی کمر سیک دی تھی۔اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

"اب تم بتاؤ مجھے بتانے تک کی توفیق نہیں ہوئی تمہیں۔۔" تحسین بیگم نے کان پکڑ مروڑا تو ارسلان کی چیخ برآمد ہوئی تھی۔

"رہنے دو تحسین اب بڑا ہو گیا ہے یہ بچہ نہیں رہا جو ہر بات ہم سب کو بتائے۔۔" شمیم بیگم ناراض نظر اس پر ڈال کر بولیں۔ دھیمی مزاج کی کم گو سی لڑکی پرواز تو تینوں خواتین کو فنکشن سے ہی پسند تھی۔ لیکن بیٹے نے بڑا اچھا دھچکا دیا تھا۔ سو ناراضگی جائز تھی۔

"یار کوئی بڑا نہیں ہوئی اب بھی بچہ ہوں بس فیڈر چھوڑا ہے حال حال میں وہ بھی شہزادے کا خیال کر کے۔۔" ارسلان نے اپنے کسرتی بازو میں تینوں خواتین کو سمیٹتے ہوئے مسکا لگایا تھا۔ اور ماں کا دل موم ہونے کتنا وقت لیتا ہے۔

"تم فسادی انسان میرے بیٹے کو تو گھسیٹو ہی نہیں۔ اور ڈاکٹر ذرا اس باغی طبیعت والے انسان کی صحبت سے ہمارے شہزادے کو دور رکھیں۔۔" حشام نے اسے مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے حبہ کی طرح گھوم کر حکم دیا۔

"لو جی عاشق کہہ رہا ہے عشق گناہِ عظیم ہے لٰہذا پرہیز کریں، یہ تی وہی بات ہو گئی نو سو چوہے کھا کر بلی چلی حج کو، واہ واہ، میں نے تو صرف نکاح کیا ہے وہ بھی مجبوری میں اور

لوگوں نین مٹکا کر کے جو گھر میں بھونچال لایا وہ بھول گئے، ہائے اللّٰہ نصیب ہی پھوٹ گئے میری بھولی بھالی اللّٰہ میاں کی گائے بھابھی کے۔۔۔" لفظ باغی پر ارسلان تڑپ کے بولا۔

"تم بچ جاؤ آج مجھ سے لعنتی انسان۔۔" حشام دانت پیس کر اسے دبوچنے لپکا۔ارسلان نے جان بچا کر باہر طرف دوڑ لگا دی۔پھر کیا تھا اب ارسلان آگے آگے اور حشام پیچھے پیچھے۔۔

"پرواز کی آپ لوگ فکر نہیں کریں وہ جانتی ہے کی اس کا سسرال یہی ہے،بس یہ نہیں جانتی کے مشن پر اس کے ساتھ موجود شخص ارسلان ہے،افلاطون ہے آپ کا بیٹا اسے بھی بیوقوف بنایا ہے۔۔"تینوں بیگمات کے آنکھوں کی تحریر پڑھ کر احان نے تاسف سے بتایا۔جس پر وہ سب صرف سر ہلا کر رہ گئے تھے۔۔واقعی یہ افلاطون ہی تھا۔

آج خلاف معمول سنڈے نہ ہونے کے باوجود تینوں جونیئر علی برادران گھر پر موجود

تھے۔حبہ اور دیبا کی نائٹ ڈیوٹی تو وہ دونوں بھی گھر ہی تھے۔ارسلان نے لیولی ہوئی تھی۔احان کو لنچ کے بعد کام سے کہیں جانا تھا۔جبکہ حشام صاحب کا ریزن تو سب سے نرالا تھا گزشتہ رات شہزادے ثوبان نے واپس حشام کی نیند حرام کی تھی۔سو محترم ابھی ابھی سو کر اٹھے تھے اور آفس گول کر گئے تھے۔

اس وقت صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔اور سب ناشتے کے بعد ہال میں صوفوں پر موجود تھے۔اور بیڈ ریسٹ پر موجود پرواز اپنے دانست میں اب بھی ارسلان سے چھپی ہوئی تھی۔اس لیۓ وہ کمرے ہی میں تھی۔سب آج پورے اہتمام سے ارسلان کی کل رات دا ابو اور اطہر صاحب کے ہاتھوں لگی کلاس پر روشنی ڈال رہے تھے۔اور وہ خون کے گھونٹ بھر کر اپنی عادت کے برخلاف بجائے زبانی کاروائی کرنے کے گھوری سے کام لے رہا تھا۔

"ویسے چھوٹے کل تم نے صرف رونے کی کسر چھوڑ دی تھی،سوچو ذرا اپر روم میں آرام فرما رہی تمہاری منکوحہ صاحبہ کو تمہاری بزدلی کا معلوم ہو گیا تو کیسا صدمہ لگے گا بیچاری

کو۔چہ چہ۔۔" حشام نے آنکھوں میں شرارت سموئے افسوس کا اظہار کیا تھا۔آخر کے چہ چہ میں سب نے اپنا حصہ ڈال کر ارسلان کا خون جلانا اپنا فرض سمجھا تھا۔

"کیا ہی منظر ہوتا بھائی اگر جو ہم ویڈیو بنا لیتے اس فسادی انسپکٹر کی درگت والی قسم سے مزہ آجاتا، جب بھی یہ کسی کا دل جلاتا وہ ویڈیو دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کر لیتے، بلکے سوزرلینڈ والا موسم ہو جاتا دل کا۔۔" دیبا نے افسوس کرتے ہوئے ٹھنڈی اہ خارج کی جیسے کڑوروں کا نقصان ہو گیا ہو۔

"اؤ! محترمہ جعلی ڈاکٹر زیادہ ٹھنڈی آہیں بھرنے کی نہیں ہو رہی، میں شریف ہوں اس لیئے برداشت کر رہا ہوں،اور بھائی صاحب میں معصوم بھی انتہا کا ہوں،آپ کی طرح نہیں جو دھرلے سے بولے"میں شادی کرنا چاہا ہوں"۔۔۔"ارسلان نے حشام کی نقل اتاری۔

"معصوم؟؟؟۔" حشام نے ای برو چڑھا کے اس کا تنقیدی جائزہ لیا۔

"الحمد للہ کبھی غرور نہیں کیا، لیکن میری معصومیت کی ایک زمانہ قسم اٹھاتا ہے۔۔"ارسلان فخر سے گردن میں بل ڈال کر بولا۔ جس پر حشام اور دیبا کا چھت پھاڑ قہقہ پڑا تھا۔احان حبہ نے منہ نیچے کر کے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"کبھی خود اپنی معصومیت کی قسم اٹھائی ہے ایک زمانہ قسم اٹھاتا ہے۔۔"دیبا نے اسکی نقل اتاری۔ پھر ارسلان کے بگڑے تیور دیکھ احان کے پاس کھسک کر اپنا سُر ملایا گویا ارسلان کے کان سے خون نکالا۔۔

افلاطون کی لگی تھی کل کلاس

داابو کے ہاتھ

تایاابو نے چھرول کی تھی۔

ہو ہو ہو

فتنے کی لگی تھی کل کلاااااسسس۔۔

دیبا کے بھونڈے گانے پر ارسلان کشن زمین پر پٹخ کر کھڑا ہوا تھا۔ صبح سے وقفہ وقفہ سے دیبا اس بے سرے گانے سے اس کا سیروں خون جلا رہی تھی۔

"بھائی ایک عدد بیوی ہے آپ کی کیوں چاہتے ہیں وہ بھی آج میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے، اور آپ کے فیوچر چنو منو مجھے بد دعائیں دیں۔۔"ارسلان نے کلائی گھماتے ہوئے قہر برساتی نظر دیبا پر ڈالی۔ جس کے دانت آج اندر نہیں جا رہے تھے۔ بھری محفل میں اسکی بکواس پر دیبا کان کے لو تک سرخ پڑی تھی۔ اس بندے سے دوستی دشمنی دونوں ہی صحت کیلئے اچھا نہیں تھا۔

"کارنامہ ہی تم نے ایسا انجام دیا ہے کی بندہ چاہ کر خود پر کنٹرول نہیں رکھ پا رہا۔۔"احان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ جس پر ارسلان مسکین شکل بنا کر حبہ والے صوفے پر چلا آیا تھا۔

"سنا تھا مصیبت میں اپنوں کی پہچان ہوتی ہے، اور آج ثابت ہو گیا کی ایک آپ ہی میری سگی ہیں، باقی سب مایا ہے فریب ہے، بھابھی بے شک ماں ہوتی ہے۔۔"ارسلان حبہ کا ہاتھ تھام کر گلوگیر انداز میں بولا۔ مکمل اموشنل سین میں بس بیک گراؤنڈ میوزک اور ارسلان کے آنسوؤں کی کمی تھی۔ دیبا نے تو اس سین سے متاثر ہو کر نہ نظر آنے والے

آنسوں بھی صاف کر دئے تھے۔ جب حشام نے اپنی جگہ کھڑے ہوتے ہوئے کھینچ کر ارسلان کو حبہ سے جدا کیا تھا۔

"میری زوجہ سے نہ زیادہ چپکنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بھابھی ہی ٹھیک ماں کیلئے تمہارے پاس تین آپشن موجود ہیں، خبردار جو دوبارہ مجھے ڈاکٹر کے دس فٹ کے دائرے میں نظر آئے۔" حشام نے انگلی اٹھا کے وارن کیا تھا۔ ارسلان نے صدمہ سے پلک جھپکا کر مدد طلب نظروں سے حبہ کو دیکھا جو اپنے مجازی خدا کی جیلسی آنکھیں پھاڑے ملاحظہ کر رہی تھی۔

"اور آپ بھی نہ قصائی ٹھیک ہی تھے فضول میں اللہ نے آپ کو بھائی بنا دیا، قسم سے ظالم بازو توڑ دیا۔" ارسلان بازو سہلاتے ہوئے منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔ جب عقب سے آئی چنگھاڑتی آواز پر سب نے آنکھیں میچی تھی۔

"اور تم ہرجائی ٹھیک ہو بے وفا انسان، فضول میں سب نے تم جیسے آفت کی بوری کا نام رکھنے میں اپنا قیمتی وقت برباد کیا، جاہل انسان نکاح کر لیا اور اپنی آل ٹائم رازدار سے بھی راز رکھا شرم نہیں آئی تمہیں۔" نشوہ آتے ہی چڑھ دوری تھی۔

"اؤبلڈوزر ذرا آرام سے چلو کسی کا بچہ ہوں نیچے آگیا تو۔۔" ارسلان نے کانوں پر ہاتھ جماتے ہوئے بیزارگی سے اسے ٹوکا۔ جس پر نشوہ کا پارہ کچھ اور چڑھا تھا۔

"تم آج میرے ہاتھوں بچ جاؤ بس لعنتی انسان۔۔" نشوہ تپ کے پیر پٹختی اسکی طرف بڑھی۔ ارسلان پھرتی دکھاتا صوفے کی پیچھے ہوا تھا۔

"اوے! موٹی دھیان سے ایک ہی علی ویلا ہے ٹوٹ گیا تو ہم روڈ پر آجائیں گے، اور کون رازداں، کس کا رازداں؟ بلکے میں تو کہتا ہیں کہاں کا رازداں، نشوہ یاسر صاحبہ اپنی گول کدو جیسی شکل دیکھیں ذرا آئینہ میں پیشانی پر بڑے بڑے حرفوں میں لکھا ہے "سستی بلیک میلر" ہنہ! رازداں۔۔" ارسلان نے صوفے کے پیچھے سے ہی ناک چڑھا کر نشوہ کا مذاق اڑایا تھا۔

"تم چقندر کی شکل والے مجھے "بلیک میلر" کہ رہو تم کیا۔۔ تمہارے اتنے راز دفن رکھے ہیں اپنے دل میں نے۔۔" نشوہ نے سینٹر ٹیبل سے سیب اٹھا کے نشانہ لیا تھا۔ جسے ارسلان نے جھک کر قطع کیا تھا۔ باقی سب کسی ایکشن مووی کی طرح صبر و تحمل سے دونوں کی ٹام اینڈ جیری فائٹ ملاحظہ کر رہے تھے۔

"ہاں! تو اتنا بڑا وجود ہے دل بھی دو تین سوفٹ پر پھیلا ہو گا میرے ایک دو راز دفن کر لیے تو کونسا احسان کر دیا۔۔" ارسلان نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"اچھا! بیٹا جی احسان کیا، ابھی ایک عظیم احسان کر کے آتی ہوں تم پر، دیبا پرواز کو نہیں معلوم نہ سٹرینجر ارسلان ہی ہے؟؟؟۔" نشوہ نے اپنا مزید خون جلانے کا ارادہ ترک کر کے دیبا کو مخاطب کیا جس پر دیبا نے زور زور سے سر ہلایا تھا۔

"یہ نیک کام میں سرانجام دے دیتی ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی نشوہ نے سیڑھیوں کی جانب دوڑ لگائی تھی۔۔

"نہیں! موٹی میں کہہ رہا ہوں رک جاؤں میں اسے اپنے طریقے سے بتاؤنگا۔ نئی نویلی منکوحہ کے ہاتھوں مجھے سب کے سامنے ذلیل۔۔۔" اس سے آگے کے الفاظ ارسلان کے حلق میں حسرت بن کر دب گئے تھے۔ کیونکہ آخری سیڑھی پر نشوہ نچلا لب دانتوں میں دبائے کھڑی تھی۔ اور اپر کی پہلی سیڑھی پر پرواز تیوری چڑھائے کھڑی تھی۔

شور کی آواز سن کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ اپنے کمرے سے باہر آئی تھی۔اور نشوہ کے انکشاف پر وہیں ساکن ہو گئی۔ارسلان نے آنکھیں میچ کر خود کو کوسا تھا۔پرواز ایک کٹیلی نظر ارسلان پر ڈال کر الٹے قدم لوٹ گئی۔

"واقعی میرے ستارے گردش میں ہیں۔۔"ارسلان نے بالوں میں ہاتھ پھیرا جب ہال میں سب کا چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔

"پرواز بیٹا ہمیں آپ سے اس قدر لاپرواہی کی امید نہیں تھی۔ثبوت بے شک ہمارے لیے اہم تھا لیکن زندگی انمول ہے،اس کے ساتھ لاپرواہی نہیں برتنی چاہیے امید کرتے ہیں کی آپ دوبارہ ایسا کچھ کر کے ہمیں شکایت کا موقع نہیں دیں گی۔۔"کمشنر اکبر چپ ایکٹویٹ کر رہی پرواز کو دیکھ نرم لہجے میں بولے۔جس پر پرواز کی مخروطی انگلیوں کی حرکت لیپ ٹاپ پر تھمی تھی۔

"سوری سر، ایکچولی منزل کے اتنے قریب پہونچ کر قدم واپسی کے راستے پر ڈالنا بہت مشکل ہوتا ہے، جانتی ہوں میری وہ ضد سراسر حماقت تھی۔۔" پرواز نظریں جھکا کر شرمندہ سی لب چباتے ہوئے بولی۔

ارسلان نے پوکیٹ میں ہاتھ اڑستے ہوئے آنکھیں سکیڑ کر اپنی شیرنی منکوحہ کو دیکھا۔ جسے علی ویلا میں رہتے ہوئے اب ڈیڑھ ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔ لیکن مجال ہے جو ارسلان کے ہاتھ آئی ہو اپنے نام کی طرح ارسلان کی خوشبو محسوس کر کے پرواز کر جاتی تھی۔ ہر کسی کے ناک میں دم کر دینے والے افلاطون ارسلان کو اسکی منکوحہ نے تگنی کا ناچ نچا دیا تھا لیکن ہاتھ پھر بھی نہیں آئی تھی۔ وہ تو آج کمشنر اکبر نے وہ چپ ایکٹویٹ کرنے بلایا تھا تو محترمہ کا دیدار نصیب ہوا تھا۔ لیکن اٹیٹوڈ کا کیا کہنا ایک نظر غلط ارسلان پر نہیں ڈالا تھا جرنلسٹ صاحبہ نے اسٹڈی میں آتے ہی ٹیبل پر رکھے لیپ ٹاپ پر جھک گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں بیٹا اپنے کام کو لیکر اگر ہم بہت زیادہ لویل ہوں تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن آئندہ احتیاط کیجیئے گا، اور ایک چیز آئندہ آپ مجھے سر نہیں ارسلان کی طرح چاچو کہیں

گی۔۔"کمشنر اکبر نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ جس پر پرواز ہولے سے مسکرائی۔ بس ارسلان صاحب کو یہ نرم لب ولہجہ دل میں چبھ گیا تھا۔

"چاچو اگر اسی شیریں زبانی کا استعمال آپ میرے لی ئے کرتے تو کونسا حکومت نے آپ پر ڈبل ٹیکس ڈالنا تھا، بولو بھلا بنا غلطی کے اس دن اتنا زور سے ڈانٹا کی تین دن تک کھانا حلق کے نیچے نہیں اتر رہا تھا۔۔"ارسلان نے منہ بناتے ہوئے برا منایا۔ جس پر احان نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"بیٹا جی ہم یہاں کام کیلئے جمع ہوئے ہیں اجازت ہو تو کام پر دھیان دے لیں، یا پھر میں آپ کے شکایات پر نظر ڈالتے ہوئے آپ کی خاطر تواضح۔۔"کمشنر اکبر نے اسکے بے وقت شکوے پر گھور کے پوچھا۔

"نہیں بہت شکریہ اس آفر کا لیکن صحت ابھی ٹھیک ہے میری۔۔"ارسلان نے منہ بسورتے ہوئے آرہی شامت کا رخ بدلہ تھا۔ کوئی بعید نہیں تھا کمشنر صاحب سے منکوحہ صاحبہ کس لحاظ کرے بغیر ایک دو جڑ دیتے۔ پھر عزت دو کوڑی کی نہیں رہ جاتی۔

"سمجھدار ہوناؤ فوکس۔۔"کمشنر اکبر نے ہنکار بھرا۔ جس پر احا نتے ارسلان کی شکل دیکھ مسکراہٹ ضبط کی۔

پرواز بھی اپنی مسکراہٹ دباتی لیپ ٹاپ پر جھک گئی تھی۔ اس ڈیڑھ ہفتے میں وقتاً فوقتاً ارسلان کے کارنامے بچکانی حرکتیں دیکھ کر وہ نامحسوس انداز میں مسکراتی رہی تھی۔ جتنا وقت گھر رہتا کسی نہ کسی کے ناک میں دم کرتا رہتا تھا۔ ہمہ وقت اسکے اعطراف مسکراہٹ کے پھول کھلتے رہتے تھے۔ جس محفل میں قدم رکھ دیتا محفل زعفران ہو جاتی تھی۔ اس نے سن رکھا تھا انمول ہوتے ہیں وہ لوگ جو لوگوں کے لبوں پر بکھرنے والی مسکراہٹ کی وجہ بنتے ہیں۔ ایک ایسا ہی انمول انسان اس کا نصیب تھا یہ سوچ ہی دل گدگدانے لگتا تھا۔

"سر۔۔۔"پرواز نے ویڈیو کھلتے ہو لیپ ٹاپ اکبر صاحب کی طرف کیا تھا۔ باقی سب بھی دائرے کے شکل میں لیپ ٹاپ پر جھکے تھے۔ اور سکرین پر نظر پڑتے ہی کمشنر اکبر کے آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئی تھی۔ سائیڈ فیس نظر آرہے شخص کے دائیں گال کا کٹ تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتے تھے۔ آخر انہی کے گولی کا گہرا بد نما داغ جو تھا وہ۔

"شاکا۔۔"لب سرگوشی میں ہلے تھے۔ انہوں نے بے ساختہ قدم پیچھے لیا تھا۔

"چاچو۔۔ "سب سے پہلے ان کے ضبط سے تنی رگیں، آنکھوں کی سرخی بھینچے جبڑوں پر نظر احان کی گئی تھی۔ اسکی حیرت میں ڈوبی آواز پر پرواز اور ارسلان بھی متوجہ ہوئے تھے۔ ان کی سکرین پر جمی نظر دیکھ دونوں نے نا سمجھی سے احان کو دیکھا۔ جو حیرت کے سمندر میں غوطہ ظن تھا۔

"احان میں نے تم سے شاکا کی فائل دیتے ہوئے کہا تھی کی شاکا کو اس زمین کے اُپر تو کیا زمین اندر تک جگہ نصیب نہیں ہونی چاہئے پھر یہ ہمارے اتنے قریب کیسے پہونچا اور ہم اتنے بے خبر کیوں۔۔ "کمشنر اکبر پیچھے کرسی کو لات مارتے ہوئے دھاڑے۔ انکی دھاڑ سے اسٹڈی کے درودیوار تک جھنجھنا اٹھے تھے۔ تینوں بے یقینی سے نرم مزاج اکبر صاحب کا جاہ وجلال دیکھ گنگ رہ گئے تھے۔

"مطلب ایک بار پھر شیر کھوکھر نے اپنی شطرنج کی بازی کھیل لی اور میں تہ دامن رہ گیا۔۔ "کمشنر اکبر نے کنپٹی کی ابھرتی رگوں کو مسلتے بھینچی بھینچی آواز میں سرگوشی کی۔

"لیکن اس بار نہیں شیر کھوکھر عرف شاکا، اس بار میں تمہیں اتنی آسانی سے اپنی گھٹیاں بازی کھیلنے نہیں دونگا، اس بار بازی میں کھیلونگا شہ مات میری ہوگی، تیرے حصے میں

صرف بربادی اور تجھ مکروہ چہرے والے کا بھیانک عبرت ناک انجام آئے گا، بس الٹی گنتی شروع کر تو۔۔" کمشنر اکبر ٹیبل پر دونوں پنجے جما کر لیپ ٹاپ پر جھکتے پھنکارے تھے۔ سکرین پر آگ اگلتی آنکھیں ایسے جمی تھی جیسے لیپ ٹاپ کی جگہ شیر کھو کھر (شاکا) ہو اور وہ اسے بھسم کرنے کی برسوں کی خواہش پوری کر رہے ہوں۔

"چاچو۔۔" احان نے حلق تر کرتے ہوئے انکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ جس پر وہ ایک سرد سانس خارج کرتے سیدھا کھڑے ہوئے تھے۔ چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔ لہو رنگ آنکھیں سکرین پر پاؤز کی شاکا کے سائیڈ فیس پر ٹکی تھی۔

"آئم سوری چاچو لیکن یقین کریں میں نے ہر جگہ سخت سیکورٹی کا انتظام رکھا ہے، ہوائی، بحری، برّی، ہر حمل و نقل کے ذرائع پر سخت نظر ہے پھر ہوا کیسے میں خود حیران ہوں۔۔" احان واقعی حیران تھا۔ اتنے سخت سیکورٹی کے باوجود شاکا کی آمد پر۔ احان کی حیرانی پر کمشنر اکبر زخمی سا مسکرائے۔

"ویسے چاچو آپ شور ہیں کی یہ شاکا ہی ہے؟ آئی مین۔۔۔"

"شور۔ہاہاہاہاہا۔اس کے گال پر یہ جھلسے کا بدنما داغ دیکھ رہے ہو میری گولی نے داغا تھا آج سے اٹھائیس سال پہلے۔۔"کمشنر زہر خندہ بولے۔

"چوہدری کا اریسٹ وارینٹ ریڈی کرو۔۔"کمشنر اکبر نے پاؤز ویڈیو کو واپس چلاتے ہوئے سپاٹ انداز میں حکم دیا۔

"اریسٹ وارینٹ۔۔"تینوں نے بیک وقت لفظ دہرائے۔

"ہاں! اریسٹ وارینٹ، ان غیر ملکی ہیروں کے ساتھ چوہدری کی ویڈیو کلپ اور باقی دوسرے چھوٹے موٹے ثبوت کافی ہیں چوہدری کو حوالات کی ہوا کھلانے کیلئے، باقی ایک بار چوہدری ہماری گرفت میں آجائے شاکا کا گریبان ہم سے زیادہ دور نہیں رہے گا، کیونکہ اب میں سمجھ گیا ہوں چوہدری شاکا کے شطرنج کا ایک معمولی بہت معمولی سا پیادا ہے، اصل کھیلاڑی تک پہونچنے کیلئے پیادوں پر قابو پانا ضروری ہوتا ہے۔۔"کمشنر اکبر سکرین پر نظر جمائے بولے۔

"لیکن آپ اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہ سکتے ہیں کی چوہدری شاکا کا ثالث ہے؟؟۔"پرواز نے دماغ میں کھلبلا رہے سوال کو زبان دیا۔

"غور سے سکرین کو دیکھیں یہ جرم کی دنیاں کے لوگ ہیں، بڑی عجیب فطرت ہوتی ہے ان کی مظلوموں پر شیر کی طرح جھپٹتے ہیں اور مالک کے مقابل کتّے کی طرح تلوے چاٹتے ہیں، دیکھیں یہ کلپ ریوائین کر کے۔۔"کمشنر اکبر نے پیچھے ہوتے ہوئے سکرین تینوں کے سامنے کیا تھا۔واقعی چوہدری کا شاکا کے قدموں بچھ بچھ جانا اسے شاکا کا پالتو کتا ہونے کی تصدیق کر رہا تھا۔

پھر کمشنر اکبر نے چند ایک ہدایت کے بعد پرواز اور ارسلان کو باہر بھیج دیا تھا۔

"اب کیا کرنا ہے چاچو؟؟؟"۔"دونوں کے نکلتے ہی احان نے گہری سوچ میں ڈوبے کمشنر اکبر سے آگے کا لائحہ عمل جاننا چاہا۔

"میں نے شاکا کیلئے جس شخص کو اعتماد میں لینے کیلئے کہا تھا،اس کا کیا ہوا؟؟"۔"کمشنر اکبر کے سوال پر احان نے پریشانی سے پیشانی مسلی۔

"چاچو یار آپ جانتے ہیں یہ سب مجھ سے نہیں پائے گا،ایسی چپکو مخلوق ہے وہ کی جان ہلکان کر رکھا ہے،جب دل کرتا ہے فون گھما دیتی ہے،اب تو دیبا کو بھی شک ہونے

لگا ہے، اس بلا کی وجہ سے ازدواجی زندگی کا تو معلوم نہیں میری دوستی خطرے میں نہ آ جائے۔۔"احان بے چارگی سے بولا۔ جس پر کمشنر اکبر کے لبوں پر تبسم بکھرا۔

"کرنا پڑتا ہے جوان، ایک بار مقصد تک پہونچ جاؤ پھر سارے خطرے ٹل جائیں گے۔۔"کمشنر اکبر نے اسکی پیٹھ تھپتھپائی۔

"پرواز میری بات سنیں۔۔"اسٹڈی سے نکلتے ہی ارسلان تیز تیز قدم اٹھا رہی پرواز کی طرف لپکا جو جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

"منتہٰی میری بات سنیں یار۔۔"ارسلان دو دو سیڑھیاں پھلانگتا اس تک پہونچا جب وہ جلدی دائیں جانب کوریڈور میں مڑتی کمرے میں گھس کر بند ہونے لگی تھی کے ارسلان نے پیر اڑکا اسے ایسا کرنے سے باز رکھا اور دروازہ وا کر کے خود اندر گھس کر دروازہ بند کر دیا۔

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے میں آنے کی۔۔"منتشی اس کی جرات پر گنگ رہ گئی تھی۔ارسلان نے بنا کچھ کہے پلٹ کر دروازہ مقفل کیا تھا۔کیونکہ اگر پرواز میڈم نے چیخ ماردی تو کھلے دروازے سے اسکی چیخ باہر جاتی اور ارسلان کے ستارے واپس گردش میں آجاتے۔مطلب چھترول پکی تھی۔

"اب ایسے مسکرا کیا رہیں ہیں شرم نہیں آتی اتنی رات گئے کسی لڑکی کے کمرے میں گھستے ہوئے ؟؟؟۔"پرواز اسے دروازے سے ٹیک لگائے مسکراتا دیکھ چیخی۔جس پر ارسلان نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم میری بیوی ہو؟؟؟۔"اسکے لال بھبھو کا چہرے کو نظروں کی گرفت میں لیتے ہوئے ارسلان نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کے سوال کیا تھا۔جس پر پرواز کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"نہیں !بد قسمتی سے میں اپنی ساس کے فسادی فتنہ بیٹے کی منکوحہ ہوں،آپ کو کوئی مسئلہ ہے ؟؟۔۔کیونکہ مجھے تو اس پہچان سے بہت زیادہ مسئلہ ہے۔۔"پرواز اسکی معصومیت پر چیخ کر بولی۔

بس نہیں چلا رہا مقابل کھڑے بندے کا گلا دبا دے کتنی آسانی سے بیو قوف بنایا تھا اس بندے نے اسے، پہلے اسکے کسی خاص سے اسکی ساری انفارمیشن نکالی، پھر آواز بدل کر پرواز کے کانوں میں ساری انفارمیشن انڈیلی، پھر پارٹنر شپ کا آفر کیا، اسے بیو قوف بنا کر فنکشن اٹینڈ کروایا، اور تو اور مشن پر اپنی جیپ بھی لیکر چلا آیا اور خود کو عقل کل سمجھنے والی منتہٰی نور پرواز بیو قوف بنتی رہی۔ اسے رہ رہ کی اپنی بیو قوفیوں پر طیش آرہا تھا۔ ضرورت کیا تھی اسے اندھا اعتماد کرنے کی ایک اجنبی پر۔

"آپ کے تمام مسائل ہی حل کرنے یہ بندہ ناچیز یہاں موجود ہے، چلیں بس ایک ایک سے شروع ہو جائیں۔۔" ارسلان اپنی شیرنی کے تپے تپے تاثرات سے حظ اٹھاتا ہوا بولا۔

"بہت شکریہ تشریف لے جائیں۔ جتنی آپ نے مجھ پر کرم نوازی کی بہت ہے۔۔" منتہٰی تپ کر بولی۔

"میں مزید کرنے کا خواہاں ہوں آپ بس موقع میسر کریں۔۔" ارسلان اسکے ناراض تاثرات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولا۔ خفا خفا سی شیرنی بگڑے تیور لیئے ناراضگی کا

اظہار کرتی کتنی اپنی اپنی سی لگ رہی تھی۔ارسلان کا من کیا وقت تھم جائے اور وہ اسکی شکایتیں سنتا رہے۔

"لیکن میں مزید کی خواہاں نہیں۔۔"منتہٰی نروٹھے پن سے کہتی گلاس ڈور کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ارسلان کی نرم گرم نظریں شریں لب ولہجہ ناز اٹھاتا انداز دل کی سرزمین پر ہزاروں کی تعداد میں نئے خوبصورت احساسات کے پھول کھلا رہا تھا۔جس کے نام سے بھی وہ ابھی نابلد تھی۔اپنی چوبیس سالہ زندگی میں پہلی بار ان احساسات سے دوچار ہوئی تھی۔ورنہ اپنے شرابی جواری باپ کا ہتک آمیز رویہ اپنی ماں کے ساتھ دیکھ کر تو اسے صنف مخالف سے چڑ سی ہوگئی تھی۔کواجیوکیشن میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے بھی کبھی کسی کو اپنے پاس بھٹکنے نہیں دیا تھا۔لیکن یہ شخص دھڑلے سے بنا اجازت طلب کئے اسکی زندگی میں گھس آیا تھا۔اور روز اول سے اپنے کیرینگ انداز سے منتہٰی نور پر واز جذبات سے عاری لڑکی کے دل پر مسلسل دستک دے رہا تھا۔پہلا ڈراڑ تو پہلے دن ہی پر گیا تھا۔اب تو دل کی دنیاں بدلنے لگی تھی۔

"لیکن میں نے کہا نہ میں خواہش مند ہوں، موقع چاہتا ہوں، لیکن آپ کے موقعے کا محتاج بالکل نہیں ہوں، آفٹر آل میں ارسلان علی ہوں مواقعے خود بناتا ہوں۔۔" کھڑکی کی سائیڈ دیوار سے پشت ٹکاتا تفاخر سے بولا۔

"ہاں! لوگوں کو بیوقوف بنا کر اپنی پہچان چھپا کر۔۔" منتہٰی نے تیز آواز میں شکوہ کیا۔ جس پر ارسلان کا قہقہہ ابلا تھا۔ منتہٰی نے بڑی بڑی ارسلان کی کمزوری آنکھوں کو چھوٹی کر کے اسے گھوری ڈالی تھی۔

"مطلب یار یہ تو سراسر الزام ہے بندے پر، شروعات ہر چیز کی آپ کی طرف سے ہوئی تھی، آپ نے پہلے اپنی سچائی چھپائی میں نے تو صرف جواب دیا، آنیسٹلی بولوں تو میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا، لیکن جس طرح آپ انسپکٹر ارسلان سے گوشے پردے کا اہتمام کر رہی تھیں، مجبوراً مجھے عمل کا ردعمل دینا پڑا تھا، ورنہ ارسلان ہر کام ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہے۔۔" ارسلان متبسم لہجے میں کہتا آخر میں کالر چڑھا کے بولا۔ اسکی بات پر پرواز نے لب کچلا تھا۔

"کیوں نہ چھپاتی جانتے تھے آپ کی میں گاؤں کی ہوں پھر بھی میرے ایک بار کہنے پر بیچ سڑک پر تنہا چھوڑ دیا۔۔"منتہٰی نے منہ پھلا کے شکوہ کیا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔یہ بھی ایک الزام ہے آپ نے کہا تھا کی آپ کی خالہ رہتی ہیں یہاں،اور آپ کی اماں نے بھی کہا تھا کی میں بجائے آپ کو گاؤں لانے کے شہر لے جاتا،اب ایسے میں میں کیا کہتا آپ ہی بتائیں۔۔"ارسلان ذہن پر زور ڈالتا بری آذمہ ہوا۔جس پر پرواز چپ کر گئی تھی۔بھلے وہ لوگوں کی زبان بند کرتی تھی یہ بندہ اسکی بولتی بند کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔

"اور کوئی الزام،شکایت،حکم کچھ بھی؟؟؟۔"ارسلان اسے لب کچلتا دیکھ شوخی سے بولا۔

"نہیں گزارش پلز تشریف لے جائیں۔۔"پرواز کا اعتماد واپس عود آیا تھا۔

"موڈ نہیں ہے ابھی۔۔"ارسلان دیوار سے سر ٹکاتا گھمبھیر انداز میں بولا۔جس پر پرواز کی دھڑکن منتشر ہوئی تھی۔

"دیکھیں پلزز جلدی سے جائیں سائیڈ روم میں آپ کے بھیا بھابھی ہیں کسی نے دیکھ لیا تو میرے لیئے بڑا اکورڈ ہوگا،آپ کی طبیعت پر تو یوں بھی حرف نہیں

آتا۔۔"پرواز تھوک نگلتے ہوئے خود کو کمپوز کرکے بولی۔اسکے نظروں کے رقص نے ارسلان کی مسکراہٹ گہری کردی تھی۔

"زخم کیسا ہے آپ کا؟؟؟؟۔"ارسلان اسے مزید کنفیوژ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً بھر گیا ہے۔۔"پرواز نے ہلکی ہلکی درد کی ٹیس اٹھ رہی کندھے پر نظر ڈالی۔جہاں تیز تیز سیڑھیاں چڑھنے اور دوڑنے کی وجہ سے زخم سے خون رس کر گلابی قمیض پر بدنما داغ چھوڑ گیا تھا۔حبہ نے سختی سے اسے اس کندھے کو حرکت دینے سے منع کیا تھا۔وہ احتیاط بھی کر رہی تھی۔لیکن آج کی لاپرواہی کا ثبوت سامنے تھا۔

"کیا خاک ٹھیک ہے،بازو سے خون نکل رہا ہے اور محترمہ کے ارشادات کے ٹھیک ہے۔۔"ارسلان کی اسکے کندھے نظر پڑتے ہی پریشانی سے جھڑک گیا تھا۔ساتھ بازو سے تھام کر بیڈ کے قریب لے گیا۔پرواز اچانک اسکے بدلے تاثرات سمجھ بھی نہیں پائی تھی کے وہ سائیڈ ڈرار سے فرسٹ آئڈ اٹھا لایا تھا۔

"کک۔۔ کیا کر رہے ہیں ؟؟؟۔ "پرواز سے اپنے پہلو میں بیٹھتا دیکھ ہڑ بڑا کے اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔

"زخم سے خون رس رہا ہے، پٹی بدلنی ہو گی۔۔ "ارسلان فرسٹ آئڈ کٹ کھولتا سنجید گی سے بولا۔

"تو؟؟؟۔ "پرواز نے حلق تر کر کے پوچھا۔ جس پر ارسلان نے سر اٹھا کے ایسی نظروں سے اسے دیکھا جیسے اسے پرواز کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"یہ تو احمق والا "تو" تھا۔۔ "ارسلان تاسف سے کہتا۔ سفید پٹی قینچی اور دیگر ضرورت کے سامان نکال کر بیڈ پر رکھتا سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا تھا۔ اور پرواز کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی مین لائٹ آف کر کے نائٹ بلب روشن کر چکا تھا۔

"کک۔۔ کیا کر رہے ہیں لائٹ کیوں آف کی ؟؟۔ "ارسلان کے اچانک سنجیدہ ہونے اور یہ سب کرنے پر پرواز کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔

"رات کے اندھیرے میں ایک اجنبی پر بھروسہ کر کے شہر سے گاؤں جا سکتی ہیں مشن کیلئے تو ایک پٹی بدلنے کیلئے شوہر پر بھی بھروسہ کر ہی سکتی ہیں، لائٹ آف کر دی ہے باقی

میں خیال رکھونگا، بھابھی گھر نہیں ہے دیبا کو جگانا ٹھیک نہیں اور پٹی تبدیل کرنا بھی ضروری ہے۔۔"ارسلان سنجیدگی سے بولا۔ جس پر پرواز نے آنکھیں پھاڑ کے نائٹ بلب کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھنا چاہا تھا۔ جو بالکل سنجیدہ تھا۔

"لل۔۔ لیکن۔۔"فطری شرم حیا سے پرواز جیسی جنگجوں لڑکی گلنار ہوئی تھی۔ ورنہ کندھے کا زخم تھا ذرا سا قمیض کا گلا سرکانے سے پٹی بدلی جاسکتی تھی۔ جس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔

"میں آنکھیں بند رکھونگا آجائیں، اگر نہیں آئی تو بھول جائیں کی میں ساری رات یہاں سے ہلونگا، باقی آپ نے ہی کہا میری طبعیت پر حرف نہیں آتا۔۔"ارسلان نے اب کے دھمکی سے کام لیا تھا۔ جس پر چاروناچار پرواز کو بیٹھنا ہی پڑا تھا۔ لب کچلتے انگلیاں چٹخاتی شیرنی ارسلان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

"انگلیوں پر ستم کرنا بند کریں اور یہ سب مجھے پکڑائیں تا کے میں نابینا ڈاکٹر بن سکوں۔۔"ارسلان کے متبسم آواز پر پرواز نے لرزتی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا جو آنکھیں

بند کیئے ہاتھ آگئے کی طرف بڑھائے منتظر تھا۔ ہولے سے مسکراتی اس نے قینچی ارسلان کے ہاتھ پر رکھ دی تھی۔

"اففف! سوری سوری۔۔۔" پٹی میں کھینچاؤ محسوس کر کے پرواز کے سی کرنے پر ارسلان کی آہ نکلی تھی۔ جیسے زخم اسے لگا ہو۔ پھر بڑے احتیاط سے ارسلان نے پٹی تبدیلی کر ہی دی تھی۔ آخر میں پٹی کے صحیح سیٹ ہونے کا یقین کرتے جیسے ہی ہاتھ پھیرا انگلی پرواز کے سراہی دار گردن سے مس ہوئی تھی۔ اس پر حدت لمس پر پرواز پورے جی جان سے کانپتی بوکھلا کے پھولے تنفس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"پپ۔۔ پلز جائیں آپ یہاں سے۔۔" ذرا سے لمس پر درہم برہم ہوئی دل کی دنیاں پر حیران پرواز نے لرزتی آواز میں گزارش کی تھی۔

"اوکے! اب آرام کریں آپ۔۔" ارسلان بھی اسکی حالت پر رحم کرتا دروازے کی طرف بڑھا۔

"ویسے مجھے جنگجوں پرواز ہی اپنی منکوحہ کے طور پر اچھی لگتی ہے، ڈری سہمی منتی نہیں، وہ کیا ہے نہ میں فسادی وہ فتہ جوڑی فٹ ہے۔۔" ارسلان پلٹ کے آنکھ دبا کر کہتا نکل گیا

تھا۔ پرواز اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہ گئی تھی۔

\---

\-------------

احان کمشنر اکبر کی چند ایک ضروری ہدایت سن کر اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ دیبا کی آج سے نائٹ ڈیوٹی نہیں تھی اسے کمرے میں غیر حاضر دیکھ حیران ضرور ہوا تھا۔ لیکن پھر سائیڈ ٹیبل خالی دیکھ سمجھ گیا کی پانی لینے گئی ہو گی۔ لیپ ٹاپ فائل وغیرہ بیڈ پر رکھتا واش روم میں بند ہوا تھا۔ بندرہ منٹ بعد فریش ہو کر کمرے میں قدم رکھتے ہی وہ بھونچکا کے رہ گیا تھا۔

"یا وحشت !!!۔" احان کے منہ سے بے ساختہ چیخ کی صورت یہی دو لفظ برآمد ہوئے تھے۔ قالین پر لوٹ پوٹ ہو کر پاگلوں کی طرح ہنس رہی دیبا کو دیکھا۔

"دیبا کیا ہو گیا ہے یار کیوں ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی ہیں، کچھ مجھے بھی بتائیں تاکے میں بھی ساتھ دوں۔۔" کچھ دیر تو وہ حیرت میں غوطہ ظن اسے ہنس ہنس کے سرخ اناڑی ہوتا

دیکھتا رہا تھا۔ لیکن مقابل کے دوڑے رکنے کے امکان نظر نہیں آئے تو مجبوراً احان اسکے سر پر پہونچا تھا۔

"ح۔۔حان۔وہ۔۔وہ ارسلان۔ہاہاہاہا۔۔" دیبا اٹھ کر وجہ بتانے لگی تھی کے واپس ہنسی کا دوڑا پڑا تھا۔اور پھر قہقہ لگاتے ہوئے پیٹ پکڑ کر قالین پر ڈھیر ہو گئی۔احان پریشانی سے نفی میں سر ہلاتا اسکے پہلے میں دوزانو بیٹھ گیا تھا۔

"دیبا کیا ہوا کیا کیوں اتنا ہنس رہیں ہیں، پیٹ میں بل پر جائیں گے یار یہ لیں پانی پئیں۔۔" احان نے زبردستی اسے بازو سے پکڑ کے بیٹھایا اور ساتھ سائیڈ پر رکھا دیبا کا لایا پانی کے جگ سے پانی گلاس میں انڈل کر اس کے قہقہ ضبط کرنے کی چکر میں بھینچے لبوں سے لگایا۔

"اب بتائیں کیوں ہنسی کے دوڑے پر رہیں آدھی رات کو۔۔" پیچھے بیڈ سے ٹیک لگا کر گہرے گہرے سانس بھر رہی دیبا کو بازو پکڑ کے اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا۔جس پر دیبا کی واپس ہنسی جھوٹ گئی تھی۔آنکھوں سے پانی جھلک کر نرم گلابی گالوں پر پھسلنے لگے تھے۔

"اُنف ! دیا ہنسنا بند کریں نجانے ہنسنے کی کونسی قسم ہے جو آنسوؤں کو ہم قدم بناتی ہے۔۔" احان اسکے آنسوں دیکھ زچ ہوا تھا۔

" یہ دل سے ہنسنے کی قسم ہے۔۔" دیا پلک جھپکا کر بولی۔

"جو بھی فضول قسم ہو مجھے ان آنکھوں میں پانی نہیں چاہئے۔۔" احان اس کا بازو اپنی طرف کھینچ کر قطعت بھرے انداز میں بولا۔ اسکے جارہانہ انداز پر دیا نے تھوک نگلا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے حان، بات سن لیں آپ کو بھی اس ہنسی کے دوڑے پڑ جائیں گے۔۔" دیا نرمی سے اپنا بازو آزاد کراتی ماحول کا اثر زائل کرنے کیلئے فاصلہ قائم کر گئی تھی۔

"دراصل ہوا کچھ یوں کی ابھی میں نیچے گئی تھی پانی لانے جب میں کچن سے نکل رہی تھی تو مجھے ارسلان کی آواز آئی۔ دنیاں کو اپنے پیچھے دوڑانے والا بندہ اپنی منکوحہ کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اور تو اور پرواز نے کھٹاک سے دروازہ اس کے منہ پر مار دیا۔ ہاہاہاہا کتنی مزاحیہ بات ہے ناں۔۔" دیا نے مزے سے بتاتے ہوئے تائیدی نظروں سے احان کو دیکھا۔

"اس میں ہنسنے جیسا تو کچھ نہیں، ویسے بھی غلطی کی ہے اس نے پرواز کو اتنے دن اندھیرے میں رکھا اب یہ سب تو کرنا ہی ہو گا، اور بری بات ہے دوسروں کے پرسنلز میں تاکا جھانکی کرنا۔۔" احان کو ہنسی تو آئی تھی۔ لیکن ضبط کرتے ہوئے دیبا کو تنبیہ کیا تھا۔

"کونسی تاکا جھانکی عادت ہے اس فسادی انسپکٹر کی ہر کسی کے پھڈے میں ناک گھسانے کی۔۔" دیبا نے ناک چڑھائی۔

"ویسے اصل ہنسی مجھے اس بات پر آئی کی میں نشوہ ارسلان کو چڑھاتے تھے کی اس کیلئے گاؤں کی دلہن لائیں گے جو صبح شام بیلن سے اسکی سیوا کرے گی بیلن والی تو نہیں، لیکن بیوی ملی بڑی خراٹ ہے پرفیکٹ کپل۔ہاہاہاہا۔۔" پرواز کے تاثرات یاد کر کے دیبا نے واپس قہقہ لگایا تھا۔ جس میں اب کی بار احان نے بھی ساتھ دیا تھا۔

"ویسے حان ایک راز کی بات بتاؤں ؟؟۔" دیبا کھسک احان کے قریب ہوتی رازداری سے پوچھا۔

"جی ضرور۔۔" احان نے سر ہلا اجازت دیا۔

"ویسے کسی بھی چیز کو سنجیدہ نہ لینا والا فسادی انسپکٹر سنجیدہ ہو گیا ہے یہاں، محبت ہو گی ہے محترم کو۔۔" دیبا احان کے کان میں پھس پھسائی۔ جس پر احان نے چہرہ موڑ کر اپنے سے چند انچ کی دوری پر موجود لڑکی کو ای برو اٹھا کے دیکھا۔

"سچ، مذاق نہیں کر رہی۔۔" دیبا نے شہ رگ پر رکھا۔

"آپ کو کیسے معلوم؟؟۔" احان اسکے خوبصورت نقوش میں نظریں الجھاتے ہوئے پوچھا۔

"بس ما بدولت کو معلوم ہو جاتا ہے، غرور نہیں کیا اڑتے چڑیا کے پر گننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔۔" دیبا مصنوعی کالر اٹھا کر گردن میں بل ڈالے بولی۔

"اچھا؟؟۔"

"جی! جس طرح ہم نبض دیکھ کر مرض بتا دیتے ہیں اسی طرح بندہ دیکھ کر عشق محبت کے راز کھول سکتے ہیں۔۔" دیبا مقابل کی گہری بولتی نظروں کا نوٹس لیے بغیر تفاخر سے بولی۔ ہوش تو تب آیا جب احان نے بازو سے کھینچ کر اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"اس بندے کا کوئی راز کھول دیں طبیبِ محبت صاحبہ۔۔" احان نے کان کے پاس جھک کر گمبھیر سرگوشی کی تھی۔اسکی گرم سانسوں سے سلگ اٹھے کان کے لو نے تو دیبا کی سانس حلق میں اٹکا دیا تھا۔اس نے پلک جھپک کر حد سے زیادہ قریب احان کے خوبرو چہرے کو دیکھا۔مخمور بولتی آنکھیں، متبسم احمری لب، پرنور کشادہ پیشانی، پر تپش جھلساتی نگاہیں سب ہی دیبا کی جان لینے کے درپے تھا۔

"صحیح۔حان۔۔" دیبا کے ہونٹ پھڑ پھڑائے تھے۔لیکن لفظوں نے حلق میں دم توڑ دیا تھا۔اسکی غیر ہوتی حالت پر احان کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"میرا مرض بتائیں ڈاکٹر صاحبہ۔۔" احان خمار آلود لہجے میں دیبا کی جان ہوا کر گیا تھا۔

اٹھتی گرتی گھنی شرم وحیا سے بوجھل پلکوں کی جھالر، پھڑ پھڑاتے گلابی نازک لب، سرخ اناڑی گال پیشانی پر چمک رہے ننھے موتی، سانسوں کی مدھر سرگم سب ہی احان کے گرد ایک طلسم سا باندھ رہے تھے۔پھر رہائی کا پروانہ کیسے جاری کرتا۔جب ماحول سادہ سے معنیٰ خیر ہو گیا تھا، جب رشتہ ہی دوستی سے نکاح اور محبت کے منازل طے کرنے لگا تھا۔اس فسوں خیز ماحول کا طلسم فون کی چنگھاڑتی آواز نے توڑا تھا۔طلسم ٹوٹا

احان کی گرفت ڈھیلی ہوئی تھی۔ دیبا فوراً کھڑی ہوتی بیڈ کی طرف بڑھی۔ جب ادھر ادھر بھٹک رہی نظر فون سکرین پر ساکت ہوئی تھی۔ وہی آخر میں ڈبل زیرو والا ان نون نمبر دیکھ دیبا کی نظر احان کی طرف اٹھی۔ جس نے پھرتی سے فون اٹھا کے بنا اسکی طرف دیکھے باکنی کی راہ لی تھی۔ دیبا کی نظروں نے دور تک اسکی قدموں کو جکڑنا چاہا تھا۔ لیکن وہ انجان بنا گلاس ڈور بند کر گیا تھا۔

"کیا احان واقعی۔۔۔" اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی۔ کتنے ہی دنوں سے وہ احان کے فون پر یہ نمبر اور احان کا منظر سے غائب ہو جانا نوٹ کر رہی تھی۔ دماغ میں سوال دل میں خدشوں نے جگہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

"ڈاکٹر یہ آپ کی نائٹ ڈیوٹی کا عذاب کب ختم ہو گا یار نائٹ ڈیوٹی آپ کی ہے اور نیند میری حرام ہوئی پڑی ہے، قسم سے جب سے آپ نے یہ نائٹ ڈیوٹی کا شوشہ چھوڑا ہے نیند تو جیسے روٹھ ہی گئی ہے مجھ سے۔۔" حشام حبہ کو ہسپتال کیلئے تیار ہوتا دیکھ منہ بسور

کر بولا۔ سائیڈ پر تکیے پر چڑھ کر مستی میں مگن ثوبان صاحب نے نجانے کس لطیفے کا لطف لیا تھا سیٹی والی قلقاری کے ساتھ۔

"آج میری نائٹ ڈیوٹی نہیں ہے، بیگ میں کل کیلئے تیار کر رہی ہوں۔۔" حبہ اسکی رونی شکل دیکھ مسکرا کر بولی۔ جس پر حشام اچھل کر اپنی جگہ بیٹھا تھا۔

"سچ!!!۔"

"جی! لیکن جاگنا آپ نے کل رات بھی ہے کیونکہ کل صبح میں ہسپتال کی ٹیم کے ساتھ پاس گاؤں جا رہی ہوں، شائد رات واپسی نہ ہو۔۔" حبہ نے ثوبان کے کھیلونے سمیٹتے ہوئے مطلع کیا۔

"واٹ!!!۔آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟؟۔" حشام نے لب بھینچ کر استفسار کیا۔

"اس میں بتانے جیسا کیا تھا۔"

"مصیبت آپ کے سر پر منڈرا رہی اور آپ پوچھ رہی ہیں کی بتانے جیسے کیا تھا۔ خیر میں آؤنگا آپ کے ساتھ یا پھر آپ اپنا ٹرپ کینسل کریں۔۔" حشام اسے گھور کر کہتا آخر میں اطمینان سے آپشن دیا۔ اس نئی منتبق پر حبہ کا پارہ چڑھا تھا۔

"مسٹر حشام ہر بات میں آپ نے اپنی کیوں چلانی ہوتی ہے، آپ سمجھتے کیوں نہیں بات کو، میں کوئی سیر و تفریح کیلئے نہیں جا رہی آفیشل کام سے جا رہی ہوں ہسپتال کی طرف سے، اور میری جان کو کوئی خطرہ نہیں، آپ بس غلط فہمی کا شکار ہیں۔ پھر آپ نے خواہ مخواہ وہاں جا کر کیا کرنا ہے؟؟۔" حبہ اسکی ایک ہی رٹ سے تنگ آ کر بولی۔

"ڈیٹ مارنی ہے گاؤں کی نیچرل بیوٹیز کے ساتھ آپ کو کوئی مسئلہ ہے؟ ہاں وقت نکال کر ان حسیناؤں سے اپنی انتہا کی خشک مزاج زوجہ کی چغلیاں کرنے کا بھی پختہ ارادہ ہے، لیکن آپ کا دم چھلا باڈی گارڈ بن کر گھومنے جیسا میرا کوئی ارادہ نہیں سو آپ بے فکر رہیں، سیمپلی آپ وہاں ڈیوٹی دیکھئے گا میں بیوٹی دیکھونگا بات ختم۔" حشام ریلیکس انداز میں بیڈ پر بیٹھتا ہوا سکون سے بولا۔ اس کے اس قدر سکون سے کی گئی بکواس پر حبہ تلملاتے ہوئے بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"اوکے! آئی انڈرسٹینڈ کی آپ کو بہت اہم کام کرنے ہیں لیکن یہ عظیم اہم کام تو آپ یہاں رہ کر بھی کر سکتے ہیں، یا پھر کسی اور دن کیلئے بھی ٹال سکتے ہیں میرے ساتھ ہی کیوں؟؟۔" حبہ خود کو پر سکون کرتی بیڈ کے قریب چلی آئی تھی۔

"کیا سننا چاہتی ہیں کی میں مجنوٹائپ شوہر حضرات کی طرح کہوں، میں آپ کے بغیر کیسے رہونگا ڈیر ڈاکٹر؟ آپ کے بغیر میرا دل نہیں لگتا، بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی، خالی ویران کمرہ کاٹنے کو دوڑتا ہے، دل کے ساتھ یہ در و دیوار بھی آپ کی غیر موجودگی میں اداس و بے کل ہو جاتے ہیں، آنکھوں کو کوئی منظر نہیں بھاتا ہے، آپ کے بنا ایک پل چین نہیں آتا ہے، اور۔۔۔" حشام اسکے چہرہ پر نظر جمائے روانی میں بول رہا تھا۔ جب حبہ نے سرخ چہرے کے ساتھ اسکے لبوں پر ہاتھ رکھا تھا۔ پھر اپنی بے اختیاری پر شرمندہ ہوتی ہاتھ کھینچ گئی۔ حشام نے دلچسپی سے آنکھیں سکیڑ کر ڈاکٹر کا حیا سے گلال ہوا چہرہ دیکھا تھا۔

"ممم۔۔ میں ایسا کچھ فضول سننے کی خواہش مند نہیں ہوں، میں آپ کو بس اتنا سمجھانا چاہ رہی ہوں کی وہ صرف ایک ایکسیڈنٹ تھا بس آپ اسے خود پر سوار نہیں کریں۔۔" وہ جانتی تھی یہ سب حشام محض اسے چڑھانے کیلئے بول رہا تھا۔ لیکن دل کی دھڑکن پھر بھی تیز ہو گئی تھی۔

"وہ صرف ایکسیڈنٹ تھا یا سازش کے تحت کروایا گیا ایکسیڈنٹ، اس پر ہم دونوں کے خیالات اور دلائل مختلف ہیں، اس موضوع پر ہم جتنا بحث کر چکے ہیں اور جتنا کریں گے کم

ہی ہے،اس لیئے آپ ابھی بجائے اس اینڈ لیس ارگیومنٹ میں پڑنے کے اتنا جان لیں کی یا تو میں ساتھ چلونگا یا آپ نہیں جائیں گی۔" حشام سنجید گی سے اٹل انداز میں بول کر واڈ روب کی طرف بڑھ گیا تھا۔صاف اشارہ تھا کی وہ مزید اس موضوع پر کوئی بحث نہیں چاہتا۔

"یہ کیا بات ہوئی کی میں بھی نہیں جاؤنگی۔۔" حبہ اس کے حکمیہ لہجے پر حیران ہوتی اسکے پیچھے چلی آئی تھی۔

"مسٹر حشام آپ جانتے ہیں اصل مسئلہ کہاں ہے؟" حبہ نے سنجید گی سے پوچھا۔جس پر حشام نے بغیر پلٹے واڈروب میں سر گھسائے ہی نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کے دماغ میں، لیکن غلطی آپ کی بھی نہیں ہے،آپ نے بچپن سے پولیس، مجرم،ملزم،انویسٹیگیشن دیکھا اور سنا ہے،اور یہی آپ کے دماغ بیٹھ گیا،ورنہ آپ بتائیں روزانہ ہزاروں لوگ سڑک حادثے کا شکار ہوتے ہیں،موقع پر جان بحق بھی ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ تھوڑی نہ ہوا کی کسی سازش کے تحت ان کا قتل کروایا گیا ہے،پھر کوئی مجھے کیوں مارنا چاہے گا،کسی کے پاس میری جان لینے کی کوئی ٹھوس وجہ تو

ہونی چاہئے نہ، نہ میں کسی بڑے باپ کی اولاد ہوں نہ دولت ہے نہ شہرت نہ ہی کوئی بڑا عہدہ ہے، یتیم خانے میں پلی معمولی سی لڑکی ایک عام سی ڈاکٹر ہوں، کونسا میرے پاس کسی خزانے کا نقشہ چھپا ہے جو کوئی مجھے مارنا چاہے گا۔۔" حبہ تنگ آکر بولنے پر آئی تو پھر بولتی چلی گئی تھی۔

"صرف دولت، شہرت، عہدہ یا بڑا نام ہی جانی دشمنی کو دعوت نہیں دیتا اسکے علاوہ بھی وجوہات ہوتے ہیں تنگ ذہن لوگوں کے پاس، اور ایک بات آپ کو لگتا ہے کی وہ محض ایک اتفاق تھا لیکن میں نہیں مانتا کی وہ اتفاق تھا کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سب دیکھا تھا، اس لیئے آپ چاہے جتنی دلیل دے دیں میرا فیصلہ نہیں بدلے گا۔۔" حشام بنا مڑے سنجیدگی سے بولا۔

"آپ۔۔۔"

"ڈاکٹر میں اپنی فیملی کو لیکر ہمیشہ سے بہت زیادہ حساس رہا ہوں، میں برداشت نہیں کرتا کی کوئی میری فیملی کے اپر ٹیڑھی نظر بھی ڈالے، شائد اس لیئے کی ہماری تربیت ہی ایسی کی گئی ہے، دا ابو کہتے ہیں مرد کا سب سے خوبصورت روپ محافظ ہوتا

ہے ہیں،اور ایک محافظ کو اپنی آنکھیں اور کان ہمیشہ کھلی رکھنی ہوتی ہے وقت پر جسم کو حرکت دے کر حفاظت کرنے کیلیئے،اس لیئے کوئی بحث نہیں۔۔"حشام کی بات پر حبہ بس اس کی پشت تکتی رہ گئی تھی۔کیا تھا یہ انسان پہلی ملاقات سے اسے حیران ہی کرتا آیا تھا۔مرد کے خوبصورت روپ کا تو اسے معلوم نہیں تھا لیکن اس انسان کا یہ روپ ڈاکٹر حبہ کے دل میں گھر کرتا جارہا تھا۔

"آپ مجھے اپنی فیملی کا حصہ کہ رہے ہیں؟؟؟۔"حشام کو پلٹ کر واش روم کی طرف بڑھتا دیکھ حبہ نے بے اختیار پوچھ بیٹھی تھی۔۔جس پر وہ کچھ حیران ہوتا پھر مسکرا کر واپس اسکے قریب چلا آیا تھا۔اپنے سوال اور حشام کے قریب آنے پر حبہ بے ساختہ پیچھے واڈروب سے جا لگی تھی۔

"کڑوی کسیلی ڈاکٹر اور میرے کیوٹ سے شہزادے کی اینگری مما،آپ صرف میری فیملی کا نہیں میرا ابھی آدھا حصہ ہیں،بیٹر ہاف،نصف بہتر یو نو؟؟۔"حشام نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بھاری گمبھیر آواز میں سرگوشی کی۔

"آپ پ۔۔" حبہ نے مقابل کی جھلساتی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے اسے پیچھے کرنا چاہا۔ جب وہ نفی میں سر ہلاتا جھک کر مزید اسکی جان مصیبت میں ڈال گیا تھا۔

"اب آپ کہیں گی کی ہمارا سمجھوتہ ہوا ہے، یہ نارمل نکاح نہیں ہے یہ کنٹریکٹ مرتج ہے، بلا بلا بلا۔۔ تو محترمہ ڈاکٹر میں آپ کی یاداشت تازہ کراتا چلوں کی اس سب خرافات کے علاوہ ہمارا نکاح بھی ہوا ہے، اور اس لحاظ سے آپ میری نصف بہتر ہیں۔۔" حشام اسکی حالت کا خیال کرتا اسے اچھے سے باور کراتا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"بڑی شیرنی بنی گھومتی ہیں، لیکن شیر کی ذرا سی دھاڑ۔۔ سوری دھاڑ نہیں کہا جا سکتا۔ باقی آپ سمجھ دار ہیں۔۔۔" حشام اسکی پیشانی پر نمودار ہوئی ننھی ننھی شبنمی بوندوں کو دیکھ شرارتی ہوا۔ بدلے میں حبہ چاہ کر بھی اسے گھور نہیں پائی تھی۔ بس خاموشی سے ڈور کی طرف بڑھی تھی جب عقب سے آئی آواز پر اسکے قدم خود بخود تھمے تھے۔

"اچھا سوری ڈاکٹر۔ پلزززرا ملازمہ کے ہاتھوں ایک کپ کافی بھجوادیں کیونکہ جیسی آپ کی حالت ہے آپ واپس اتنے سیڑھی تو رات تک چڑھیں گی نہیں۔۔" حشام باز نہیں آیا تھا۔ حبہ بنا کچھ کہے زور سے دروازہ بند کرتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

صحیح ہی تو کہہ رہا تھا وہ پٹر پٹر چلتی زبان اسکے قریب آتے ہی تالوں سے چپک جاتی تھی۔پلکیں خود بخود بھاری ہو کر سجدہ ریزہ ہو جاتی تھی۔اور دل دوگنی سپیڈ سے دھڑکناں شروع ہو جاتا تھا۔غرض وہ پوری طرح بے بس ہو جاتی تھی۔

"یہ دونوں ابھی تک لوٹے نہیں؟؟۔"داابو نے ہاتھ میں بندھی گھڑی پر نظر ڈالے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"آہی رہے ہونگے،لیں آ گئے۔۔"شمیم بیگم نے بیرونی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔جہاں سے ثوبان کو اٹھائے حبہ اور انگلی میں چابی گھماتا ارسلان داخل ہو رہے تھے۔

"زرد پر گیا میرے بچے کا چہرہ ظالم ڈاکٹر بڑی بے رحمی سے واکسینیشن دیتے ہیں۔۔"ثوبان کا زرد چہرہ دیکھ تحسین بیگم کے دل میں ہوک سی اٹھی تھی۔

"ہاں !اب ذرا خرگوش صاحب گھر میں کم گردش کریں گے کچھ دن۔"ارسلان ثوبان کے پھولے گال چھوتے ہوئے بولا۔ورنہ ہسپتال میں شہزادے کے آنسوں نے اسکے حواس بھی سلب کردئے تھے۔

"باز آجاؤارسلان۔۔" حشام نے سیڑھیاں اترتے ہوئے آنکھیں دکھائی۔جب ملازم فائل لیکرارسلان کے قریب آیا تھا۔

"صاحب آپ کی جیپ میں جھوٹ گیا تھا۔۔" ملازم فائل ارسلان کی طرف بڑھاتا مؤدب سا بولا۔

"تھنکس یار،ذرادیکھیں توشہزادے ثوبان کونسے خاندان کاخون ہے میرامطلب ہے بلڈ گروپ کیاہے۔۔"ارسلان ملازم کاشکریہ اداکرتافائل کھولتے ہوئے بولا۔اوراس سے پہلے کی حبہ یاحشام اسے روکتے اسکے لبوں سے اداہوئے لفظوں نے ماحول میں دھماکا کیا تھا۔

Soban ahtsham ali Son of Ahtsham ali.......

والدیت میں لکھانام پڑھ کے ارسلان حیرت کے سمندر میں غوطہ ظن ہواتھا۔حبہ نے

زور سے آنکھیں میچی تھی، کیا اتنی جلدی وہ لمحہ آ گیا تھا۔ جبکہ حشام نے لب بھینچ کر نظر ثوبان پر ٹکائی، باقی سارے وجود پتھرا گئے تھے۔

"ارسلان کیا بیہودہ مذاق ہے یہ۔۔" ابھی ہال میں قدم رکھے انصار صاحب کی دھاڑ پر ارسلان کے ہاتھ سے فائل چھوٹ کر گرتے گرتے بچی تھی۔

"چچ۔۔ چاچو۔ مم مذاق نہیں کر رہا یہاں وہی لکھا ہے۔۔" ارسلان نے تھوک نگلتے ہوئے فائل انصار صاحب کی طرف بڑھائی جسے درمیان میں ہی حشام نے اچک لیا تھا۔ باقی سب اب بھی سکتے میں تھے۔ حبہ کے آنسوں ٹوٹ ٹوٹ کر ثوبان کے کمبل میں جزب ہو رہے تھے۔ دھاڑ کی آواز پر پرواز بھی حواس باختہ سی نیچے چلی آئی تھی۔

"ارسلان نے جو کہا وہی سچ ہے۔۔" حشام نے فائل سینٹر ٹیبل پر اچھالتے ہوئے سپاٹ انداز میں سب کی سماعتوں میں پگھلا سیسہ انڈیلا تھا۔

"حشام اندازہ بھی ہے تم کیا بکواس کر رہے ہو؟؟۔۔۔۔" انصار صاحب اسکے لہجے کی سچائی محسوس کر کے غررائے تھے۔

"جی ڈیڈ بہت اچھے سے جانتا ہوں لیکن حقیقت یہی ہے، ثوبان میرے بھائی کا ہی خون ہے ثوبان احتشام علی، احتشام علی کا۔۔۔" حشام ہر ایک لفظ پر خاصہ زور ڈالتا سب کی شاکی نظروں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تنزیلہ بیگم کا سکتہ ٹوٹا تھا اور بے اختیاری میں اٹھا ہاتھ حشام کے گال پر چھاپ چھوڑ گیا۔

"چٹاخ !۔ شرم آنی چاہئے تمہیں حشام اپنے مرے بھائی کی ذات سے متعلق فضولیت بکتے ہوگے، کس کا خون ہے نہیں معلوم تم اسے میرے بیٹے کے سر منڈ رہے ہو۔۔۔" تنزیلہ غم و غصہ سے پورے بدن سے کانپتی ہزیانی انداز میں چلائی تھی۔ سب انگشت بدنداں لرز رہی تنزیلہ بیگم اور خاموش حشام کو دیکھ رہے تھے۔

"پلیز مام حقیقت کو تسلیم کریں۔۔۔" ان کے کس کا خون کہنے پر حشام کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی حشام۔ میرا شامی ایسا نہیں کر سکتا، بس کر جاؤ میرا شامی ایسا نہیں۔۔۔" تنزیلہ بیگم دونوں کان پر ہاتھ جماری حلق کے بل چلائی۔ حشام نے جبڑے

بھینچ کر سرخ آنکھوں میں ترحم سموئے ان کا آنسوں میں نہایا چہرہ میچی آنکھیں دیکھی جیسے ان کے آنکھیں بند کر لینے سے حقیقت بدل جائے گی۔

"گناہ نہیں کیا تھا میرے بھائی نے نکاح کیا تھا؟؟؟۔" کچھ پل کی خاموشی کے بعد حشام کی دھیمی مگر مستحکم آواز نے سب کی سماعت مفلوج کی تھی۔۔دا ابو کی زبان تو جیسے مقفل ہو گئی تھی۔وہ بس حبہ کی گود میں مچل رہے ثوبان کو بنا پلک جھپکائے دیکھ رہے تھے۔

"رحم کرو حشام مجھ پر۔کیوں ایک ماں کا سینا چاک کرنے پر تلے ہو،اس لڑکی نے ایسا کیا جادو کر دیا ہے تم پر آخر؟؟؟۔" تنزیلہ بیگم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے تیز نظر حبہ پر ڈالی۔حبہ مچل رہے ثوبان کی پیشانی سے سر ٹکائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔دل میں بس ایک ہی ڈر ہلکورے لے رہا اگر ان لوگوں نے حقیقت تسلیم نہیں کیا تو کیا اس کا شہزادہ بھی اسکی طرح رشتوں کی رنگ کو محسوس کیئے بغیر بے رنگ زندگی گزارے گا۔۔

"نن۔۔نہیں ثوبان مم۔۔مسٹر احتشام کے ہی بیٹے ہیں آپ لوگوں کو نہیں یقین تو آپ اس فائل سے ان کے سارے ڈاکیومنٹ اور نکاح نامہ وغیرہ نکال کر دیکھ سکتے ہیں،سب ہے اس میں،جو مجھے میری دوست ثوبان کی ماما نے دئے تھے۔۔" حبہ لرزتی آواز پر

بامشکل قابو پاتی ٹیبل کی طرف اشارہ کر کے مظبوط لہجے میں بولی۔ گلے میں سانس کے ساتھ الفاظ بھی بار بار پھس رہے تھے، لیکن وہ اپنے شہزادے کیلئے خود پر جبر کر رہی تھی۔ جب سچ منظر پر آہی گیا تھا تو پھر اس کا شہزادہ محرومی کی زندگی کیوں جئے۔

احان ایک نظر خاموش تماشائی بنے تمام وجود پر ڈال کر آگے بڑھا تھا۔ ٹیبل سے فائل اٹھائی۔ فائل کھولتے ہی پہلے وہاں ثوبان کے تمام ہسپتال وغیرہ کی پیپرز ملے تھے، اور اسکے بعد نکاح نامہ تھا۔ نکاح نامہ پر سائن دیکھ احان نے نچلا لب دانتوں تلے کچل گیا تھا۔

"کک۔۔ کیا ہے حان اس میں ؟؟؟۔" دیبا کی آواز لڑکھڑائی احان کا سپاٹ چہرہ دیکھ۔

"حقیقت۔۔" احان نے فائل سے نکاح نامہ نکال کر داابو کی طرف بڑھایا تھا۔

"بھائی کے ہی سائن ہے یہ جسے اس گھر کا ہر فرد ہزاروں میں پہچان سکتا ہے۔۔" احان بھینچی آواز میں بولا۔ داابو نے بنا کچھ کہے صرف نظر سائن کی جگہ ڈالی تھی۔ پھر لڑکھڑاتے پیچھے صوفے پر ڈھے گئے تھے۔

"داابو۔۔" سب ان کی طرف لپکے تھے۔ لیکن داابو نے ہاتھ اٹھا کے فاصلے پر رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ سب نے بے بسی سے قدم پیچھے لیئے دا ابو اب گہری گہری سانس

بھر رہے تھے۔انصار صاحب نے قہر برساتی نظر حشام پر ڈالی جس کی نظر دا ابو کی پھولتی سانسوں سے سرخ ہو رہے چہرے پر ٹکی تھی۔لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی جو دا ابو کے مرضی کے خلاف ان کے قریب چلے جاتے۔کافی دیر تک دا ابو اپنا تنفس بحال کرتے رہے تھے۔باقی سب بے بسی کی تصویر بنے سینے پر ہاتھ رکھ کے انہیں گہری سانس کھینچتا دیکھ رہے تھے۔

"سب بتاؤ مجھے جتنا تم جانتے ہو۔۔۔" کچھ دیر کی ساعتوں پر ہتھورے برساتی خاموشی کے بعد دا ابو کی سرد آواز ہال کے در و دیوار میں گونجی تھی۔حشام نظر نے اٹھا کے حبہ کو دیکھا جو ثوبان کے پیشانی سے سر ٹکائے بے آواز رو رہی تھی۔پھر سر جھٹکتا سب کے سپاٹ چہروں پر ایک نظر ڈال کر بے لچک انداز میں گویا ہوا۔

"گھر چھوڑ کے جانے کے چھ مہینے بعد ایک رات بھائی رات گئے آفس سے لوٹ رہے تھے جب بھائی کی گاڑی سے بھابھی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا،وہ پہلے سے بھی بہت زخمی تھی،بیہوش حالت میں انسانیت کے ناتے بھائی انہیں لیکر ہسپتال پہونچے،ہوش میں آنے کا بعد بھابھی نے انہیں بتایا کی ان سوتیلا بھائی جائیداد کی لالچ میں ان کی شادی کسی عمر دراز سے کرا رہا تھا

اور انکار کی صورت میں انہیں جان سے مروانے سے بھی باز نہیں آیا اپنے بے ضمیر بھائی کے غنڈوں سے اپنی عزت اور جان کی حفاظت کرتی وہ شہر نکل آئی ہیں، جتنا سفاک ان کا بھائی تھا کوئی رشتے دار انہیں اپنے گھر دو پل پناہ دینے کیلیئے راضی نہیں تھے، ایسے میں بھائی کو جو صحیح لگا انہوں نے کیا۔۔۔" حشام نے سامنے دیوار پر نظر ٹکائے اپنی بات مکمل کی تھی۔انصار صاحب کی رگیں تنی تھی۔ جبکہ تنزیلہ بیگم نے باضابطہ بلند آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔

پرواز کے دماغ میں جھماکا ہوا تھا۔وہ سرپٹ سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی۔

"کب سے یہ سب تمہارے علم میں ہے ؟؟؟۔" داابو کی تیز آواز واپس سب کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"ہمیشہ سے۔۔۔" حشام سرد سانس فضا کے سپرد کرتا ہوا بولا۔سب نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"اور ہم سارے پاگل کیا لگتے تھے آپ دونوں عظیم بھائیوں کے ؟؟؟؟۔" انصار صاحب کی طنزیہ چنگھارتی آواز پر حشام کنپٹی کی رگیں تنی تھی۔

"بھائی نے قسم دی تھی مجھے۔۔" حشام کی آواز دھیمی تھی۔

"ہنہ! قسم دی تھی مرے ہوئے کی قسم تمہارے لیئے زندہ لوگوں کے جذبات سے زیادہ اہم تھے؟؟؟۔" انصار صاحب کی چبھتے لہجے پر حشام نے بھپر کے سائیڈ ٹیبل کے واس کو لات مارا تھا۔

"مرا نہیں ہے میرا بھائی کتنی دفع کہا ہے میرے بھائی کیلیئے مرا لفظ کا استعمال نہیں کریں، جس کا کوئی نہیں ہوتا مردہ وہ کہلاتا ہے، میری سانسیں چل رہی ہے ابھی، احتشام علی کا دیوانہ زندہ ہے ابھی، عشق ہے مجھے اپنے بھائی سے، جب تک حاشی زندہ ہے شامی کو کوئی مرا ہوا نہیں کہہ سکتا، زندہ ہے میرا بھائی مجھ میں، جسم ضروری نہیں ہوتا رشتے روح سے ہوتے ہیں، روح کبھی نہیں مرتی روح سے رابطہ کبھی ختم نہیں ہوتا، جب تک حشام علی کی سانسیں چل رہی ہے احتشام علی اس میں سانس بھر رہا ہے، زندہ ہے میرا بھائی اپنی اس معصوم نشانی میں، اسے قریب کریں احتشام علی خود بخود آپ کو آس پاس محسوس ہو گا۔۔" حشام ثوبان کی طرف اشارہ کر کے دیوانوں کی طرح چلا رہا تھا۔ سب ساکت و

حامد اسکی دیوانگی دیکھ رہے تھے۔ بات جب احتشام کی آتی تھی حشام یوں بھی سارے لحاظ بھول جاتا تھا۔

حشام کی در و دیوار ہلاتی تیز آواز پر مشکل سے سویا ثوبان جاگ کر رونے لگا تھا۔

"آواز نیچے حشام علی، جتنے بھی بڑے ہو گئے ہوں اتنے نہیں ہوئے کی ہمارے آگے آواز بلند کر سکو۔" داابو ناگواری سے بولے۔ پہلے دن سے انہیں اس معصوم جان سے ایک لگ سی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ سچائی جان کر دھچکا ضرور لگا تھا لیکن ساری حقیقت جان کر دل میں نرم گوشہ بھی پیدا ہوا تھا۔

"معذرت داابو۔۔" حشام نرم پڑا۔۔

"حشام تم ہمیں بعد میں بھی اس سب سے آگاہ کر سکتے تھے، کم از کم جب ثوبان کو گھر لانے کا سوچ رہے تھے تب۔۔" کب سے خاموش کھڑے اطہر صاحب نے سنجیدگی سے حشام کو اسکی کوتاہی کا احساس دلانا چاہا۔

"جی! بڑے پاپا کر سکتا تھا کرنا بھی چاہتا تھا، لیکن صرف ذرا سی مثال دینے پر میں مام کا شدید رد عمل دیکھ چکا تھا، پھر کیا بھروسہ تھا ساری حقیقت جان کر آپ لوگ مجھے ڈاکٹر سے نکاح کرنے دیتے۔۔۔"

"تو تم بھی کر لیتے اپنے بھائی کی طرح خفیہ نکاح۔۔" انصار صاحب تڑخ کر بولے۔ان کے طنز پر حشام کا دماغ واپس گھوما تھا۔یوں بھی وہ اس سب کا ذمہ دار انصار علی کو ہی مانتا تھا۔

"آپ ہی نے شامی بھائی کو چیلنج کیا تھا ڈیڈ کی جب تک بزنس کی دنیاں میں نام نہ بنالو علی ویلا کے کسی فرد سے رابطہ کرنے لوگوں سے رابطہ نہیں کرنا، پھر آپ کا یہ اعتراض کہاں سے جائز ہوا،اور بات میں اپنی کروں تو میں خود زبردستی بھائی سے رابطہ کرتا تھا، ورنہ وہ بھی آپ ہی کے خون تھے ضد انا ان میں بھی کوٹ کوٹ کے بھرا تھا، بنا بزنس میں اپنے قدم جمائے مام تک کو اپنی آواز سنانے کو روادار نہیں تھے۔۔" حشام تلخی سے کہتا اپنے بھائی کا وکیل بنا۔

اسکی صاف گوئی پر انصار صاحب لاجواب ہوئے تھے۔ زبردستی احتشام پر اپنا فیصلہ مسلط کرنے کے بے جا ضد میں غصے اور طیش کے زیر اثر انہوں نے بہت غلط لفظوں کا استعمال کر لیا تھا۔ اور اسکی قیمت کے طور پر اپنا ایک کندھا اپنا بیٹا گوا چکے تھے۔

"حشام۔۔۔" احان نے انصار علی کا ضبط سے لہو جھلکاتا چہرہ دیکھ مزید حشام کو تلخ ہونے سے باز رکھنا چاہا۔ جس پر حشام نے اسی کی پکڑ کی تھی۔

"اور احان بھائی آپ۔۔" اب اس کا رخ احان کی طرف تھا۔

"شامی بھائی کی ڈیڈ بوڈی لینے کیلئے ایکسیڈنٹ سپورٹ آپ گئے تھے نہ، پولیس والے ہیں نہ آپ؟؟؟ بال کی کھال نکالنا تو کام ہی ہے آپ لوگوں کا، پھر اس بات کی تہ تک جانے کی کوشش کیوں نہیں کی کے اس گاڑی میں موجود جس زخمی پریگنینٹ لڑکی کو ہسپتال لیجایا گیا تھا وہ کون تھی؟ وہ بھائی کے ساتھ کیا کر رہی تھی گاڑی میں یا اس لڑکی کا بھائی سے کیا تعلق تھا، پولیس میں ہونے کے ناتے اتنی انویسٹیگیشن تو آپ کو کرنی چاہئے تھی، اور میں تو یہ مان ہی نہیں سکتا کی اس بات سے آپ کو لاعلم رکھا گیا تھا کی گاڑی میں ایک پریگنینٹ لیڈی بھی موجود تھی۔۔" حشام آخر میں تمسخرے سے بولا۔ جس پر احان مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔

اب وہ کیا بتاتا اسے کی احتشام کی خون میں لتھری لاش دیکھ ہوش ہی کسے تھا۔ جو چھان بین کرنے کی نوبت آتی، گھر کے بڑے بیٹے کی جوان موت نے سب کی قوت گویائی چھین لی تھی، دماغ مفلوج ہو گیا تھا، آنکھوں کے آگے بس احتشام گھوم رہا تھا، پھر کسے پولیس گری انویسٹیگیشن یاد رہتا۔

"اور جانتے ہیں اگر ڈاکٹر حبہ نہیں ہوتی تو آج شامی بھائی کی آخری نشانی ہمارے بی۔۔

"آپ سب کے بیچ نہیں ہوتا، کیونکہ چوہدری جیسا درندہ رہنے ہی نہیں دیتا اس معصوم کو زندہ۔۔" پرواز حشام کی بات بیچ سے اچک کر مکمل کر گئی تھی۔ سب نے حیرانی سے نظر سیڑھیوں پر کھڑی پرواز کی سمت اٹھائی۔ جواب چلتی ہوئی سب کے درمیان چلی آئی تھی۔

"یہی ہے نہ آپ کی بھابھی اور ڈاکٹر حبہ کی دوست۔۔" پرواز نے حبہ کے کمرے سے لایا فوٹو فریم دونوں کے آگے کیا تھا۔ ابھی ان نے لوگوں کوئی جواب بھی نہیں دیا جب پرواز نے اپنے موبائل پر نیلم اور اپنی مسکراتی تصویر ان کے نظروں کے سامنے کیا تھا۔

"اور یہ چوہدری کی سوتیلی بہن، میری بیسٹ فرینڈ میری بچپن کی ساتھی جس کے ساتھ میں نے اپنا پورا بچپن گزارا، جو میرے لیے صرف میری دوست نہیں میری سگی بہن سے بڑھ کر تھی۔۔" آنکھوں کی نمی چھپاتی زہر خندہ بولی۔

"میر پور کے اطراف کے تین حصہ زمینوں کی مالکن، بڑے چوہدری کے تین حصہ جائیداد کی اکلوتی وارث جسے بڑے چوہدری کے بعد یہ سفاک سوتیلا بھائی نامی سانپ نے پیسے پیسے کا محتاج بنا دیا تھا، خیر ساری تفصیل پھر کسی وقت ابھی یہ وقت مناسب نہیں۔۔ پرواز کی آنکھوں میں لہو اتر آیا تھا، لفظ چبا کر کہتی وہ موقعے کی مناسبت کا احساس کرتی بات ٹال گئی تھی۔

سب پہلے دھچکے سے ابھی سنبھلے نہیں تھے کی اس نئے انکشاف پر واپس اپنی جگہ پتھرا گئے۔ کب سے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ارسلان اور کمشنر اکبر کو جو اس نازک سی لڑکی کے جنون کو لیکر تجسس تھا آج وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔

"چوہدری نیلم کا بھائی ہے۔۔" ارسلان نے خود کلامی کی۔

انصار صاحب ہنکار بھرتے واک آؤٹ کر گئے تھے، اتنی جلدی اتنی بڑی حقیقت کو خندہ

پیشانی سے تسلیم کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ان کے کمرے میں بند ہونے تک حشام کی سنجیدہ نظروں نے ان کا پیچھا کیا تھا۔

"میں نے پہلے دن سے محسوس کیا تھا تم میں اپنی نیلو کی جھلک کو، پرواز کا شک کبھی غلط نہیں ہوتا۔۔"پرواز ثوبان کے پھولے پھولے گالوں کا بوسہ لیتی نمناک آواز میں بولی۔

"وعدہ ہے میرا بیٹا تمہاری مما کی قاتل کو اس کے انجام تک پہونچائے بغیر چین کی سانس نہیں لونگی، ڈیڑھ سال سے چوہدری کے پیچھے یوں ہی خوار نہیں ہوری میں اس نے میری معصوم دوست کی زندگی چھینی ہے، اس کی زندگی دوزخ بنادونگی میں۔۔"اسکی پیشانی چومتی ہوئی ثوبان کے ساتھ خود سے کیا عہد بھی دہرارہی تھی۔

"مما۔۔"ثوبان صاحب کو تو اپنی مما کے لمس علاوہ کوئی اور لمس قبول ہی نہیں تھا۔سب نے بھیگی آنکھوں سے اس معصوم کو دیکھا جس میں ان سب کے چہیتے کا خون دوڑتا تھا۔دا ابو جھکے کندھوں کے ساتھ اپنے ڈنڈے پر زور ڈالتے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"دا ابو اپنے شامی کی آخری نشانی کو محسوس نہیں کریں گے؟؟؟۔"حشام حبہ کی گود سے ثوبان کو لیکر دا ابو کی راہ میں حائل ہوا تھا۔انہوں نے اپنی بوڑھی نم آنکھیں اٹھائی

تھی۔اور ثوبان کے پیشانی پر جھک آئے تھے۔چٹانوں سے سخت داابو کے آنکھوں سے کئی آنسوں ثوبان کے نرم ملائم بالوں میں جزب ہوئے تھے۔وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

حشام نے آنکھیں میچ کر کب سے بہنے کو بے تاب آنسوں کو آزاد کیا تھا جو ثوبان کے کنمبل میں جزب ہو کر بے مول ہونے سے بچ گئے تھے۔۔آخر آج اس نے اپنے بھائی کی امانت کو اسکی پہچان اس کا مقام دلا ہی دیا تھا۔

"بڑے پاپا۔۔" حشام نے اطہر علی کی طرف دیکھا۔انہوں نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ثوبان کو اپنی گود میں لیا تھا۔علی ویلا کا پہلا بچہ احتشام علی کسے عزیز نہیں تھا جو اسکی نشانی کو نظر انداز کر جاتے۔۔

"شہزادے تو واقعی ہمارے شہزادے نکلے ہمارے شہزادے کے شہزادے،دیکھو تو اکبر شامی کا عکس ہے۔۔"اطہر علی نے مسکراتے ہوئے اکبر علی کو مخاطب کیا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"ہاں! بھائی صاحب، بالکل شامی ہے۔اور افسوس ہم اتنے مہینوں سے انجان ہیں، پر کوئی نہیں دیر آئے درست آئے شہزادے تھے تو ہمارے درمیان ہی۔۔" اکبر صاحب نے منہ بسورر ہے ثوبان کا گال چھوا۔۔

"لیکن محترم کے ٹھوری کا گڑھا اپنے چاچو سے چرایا ہے دیکھیں تو۔۔" ارسلان اترایا، اپنی ٹانگ لازمی اڑانی ہوتی تھی محترم کو۔اسکی بات پر سب افسردگی سے مسکرائے۔

اکبر علی اطہر علی کے وہاں سے نکلتے ہی تنزیلہ بیگم نے جھپٹ کر ثوبان کو اپنے اندر بھینچتے ہوئے اسکے نقش نقش کو چومنا شروع کیا تھا۔ جیسے وہ ثوبان نہیں احتشام ہو۔اب سب ان کے گرد جمع ہوئے ثوبان کو پیار کررہے تھے۔اور ثوبان اتنے پیار پر بازو اور پیر پرا نجکشن کی وجہ سے ہورہے درد پر رہا تھا۔ جسے سب ایک دوسرے سے جھپٹتے ہوئے چپ کرانے کی کوشش کررہے تھے۔

حبہ آنسوں سے تر چہرے سے نفی میں سر ہلاتی قدم پیچھے لینے لگی تھی۔اس مکمل خوبصورت منظر میں اسکی جگہ شائد کہیں نہیں تھی۔اسے ہمیشہ سے معلوم تھا یہ وقت آئے گا لیکن اتنا جلدی وہ اپنے شہزادے سے دستبردار ہو جائے گی وہ نہیں جانتی

تھی۔ ثوبان اب بھی مما مما کر کے ہی رو رہا تھا۔ لیکن اسکی مما کی گردان پر کان دھرے بغیر سب اپنا اپنا تعارف دیتے ہوئے حق جتا رہے تھے۔ حبہ اسی طرف قدم پیچھے کو اٹھاتی جا رہی تھی جب کسی چٹانی وجود سے ٹکرا کے بے دھیانی میں لڑکھڑائی تھی۔

"دھیان سے ڈاکٹر میرے شہزادے کی ایک ہی تو مما ہے، گر گرا کے ضائع ہو گئی تو عمر بھر مجھ معصوم کی نیند حرام ہی رہنی ہے۔۔" حشام کی رونے کی وجہ سے بھاری آواز سماعت سے ٹکرائی تو حبہ نے زور سے آنکھیں میچی تھی۔ سب حقیقت تو کھل گیا تھا۔ اب اسکی جگہ کہاں رہتی تھی ان سب کے درمیان۔

"کس مما کی بات کر رہے ہیں مسٹر حشام، آپ جیت گئے ڈاکٹر حبہ ہار گئی، اب ہمیں چار سال ایک دوسرے کو جھیلنے کی ضرورت نہیں ہے، حقیقت آپ کے سامنے ہے، بلکے آپ نے یہ سب کیا ہی اسی لیئے تھا، لیکن میں خوش ہوں، میرا شہزادہ واقعی ایک شہزادہ ہے وہ میری طرح بے نام بے رنگ زندگی نہیں گزارے گا، اس کے پاس ہر رشتہ ہو گا، رشتوں کے ہر رنگ کو محسوس کرے گا، ہارنا نہیں چاہتی لیکن میں ہار

گئی ہوں اور میری ہار میں ہی میری جیت ہے۔۔۔" حبہ ٹوٹے لہجے میں کہتی دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ صاف پھیکا سا کرتی مسکرائی تھی۔

" تقریر بہت زیادہ اموشنل تھی یقیناً ہر سننے والے کی آنکھ اشکبار ہو جاتی، لیکن میں ذرا ڈھیٹ قسم کا ہوں، آئیں یہاں۔۔" آنکھیں دکھا کر ہلکے پھلکے انداز میں طنز کرتا حبہ کو بازو سے پکڑ کے سب کے درمیان لے آیا تھا۔

حبہ کو دیکھتے ہی دیبا کی گود میں موجود ثوبان نے بلند آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔۔

" دیبا شہزادے ہمارے پاس ہی ہیں، لیکن ابھی اس بھپرے ہوئے شیر کو اپنی مما چاہئے ورنہ علی ولا کی در و دیوار ہلا دینگے یہ۔۔" حشام نے نرمی سے ثوبان کو لیکر حبہ کی گود میں دیا تھا۔ روتے ہوئے ثوبان کو سینے سے لگاتے ہی جیسے حبہ کی تڑپتی ممتا کو سکون ملا تھا۔ اسکے ایک ایک نقش کو چومتے ہوئے آنسوں پانی کی طرح بہنے لگے تھے۔

" افففف! ڈاکٹر یار ابھی اسے خاموش کرائیں والہانہ پیار انہیں مزید چڑچڑا کر رہا ہے۔۔" حشام اسکے آنسوں سے ڈسرب ہو کے بولا۔ جس پر حبہ آنسوں پیتی اسے خاموش

کرانے لگی تھی۔ماں کا لمس محسوس کر شہزادے بھی چپ کر گئے تھے۔اب بڑی بڑی آنکھوں کو پھاڑے ارد گرد کا جائزہ لے رہے تھے۔

"مجھے معاف کر دو حبہ، میں اتنے دن آپ کے ساتھ روڈ رہی، میں یہی سمجھتی تھی کے حشام نے ہمدردی میں یہ نکاح کیا ہے، یہ نہیں جانتی تھی کے اس نے خود غرضی میں یہ نکاح کیا ہے احتشام کی نشانی کو ہم سب کے بیچ لانے کیلیئے، آپ نے ہمارے خون کی حفاظت کی ہے، آپ کا یہ احسان ہم ساری زندگی نہیں چکا سکتے بہت شکریہ۔۔" تنزیلہ بیگم کا لہجہ بے شک نرم عاجزی لیے تھا۔لیکن حبہ کو انکے الفاظ کسی چابک کی طرح لگے تھے۔آج ان کے رشتے کا بھرم سب کے سامنے ٹوٹ گیا تھا۔لفظ احسان حبہ کو اسکی اوقات بہت اچھے سے یاد کرا گیا تھا۔حبہ نے ثوبان پر گرفت بڑھاتے ہوئے نچلا لب دانتوں تلے کچل دیا تھا۔

آاا۔۔اس کی ضرورت نہیں آنٹی میرا فرض تھا۔۔" حبہ بامشکل بولنے کی قابل ہوئی۔اسکے چہرے پر اذیت کی داستان رقم دیکھ۔ حشام کا ضبط ٹوٹا تھا۔

''سب آرام کرنے جائیں میرا خیال ہے شہزادے کو بھی آرام کی ضرورت ہے چلیں ڈاکٹر۔۔'' حشام ایک نظر سب پر ڈال کر حبہ کو اپنے ساتھ گھسیٹتا وہاں سے نکل گیا تھا۔بے شک اسکی ماں کے نیت صحیح تھی لیکن الفاظ کاٹ دار تھے حبہ کیلئے۔۔

''مس نشوہ کہاں ہیں؟؟؟؟۔'' رافع نے مشکل سے اپنے غصے کو کنڑول کرتے ہوئے نشوہ کی ڈیسک پر بیٹھ کر کام میں مگن لڑکی کو مخاطب کیا۔

''ج۔۔جی وہ وہ۔۔وہ میڈم۔۔'' رافع کے بگڑے تاثرات دیکھ لڑکی ہڑ بڑا کے اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔اسکے لڑکھڑاتی آواز پر رافع کا مزید پارہ چڑھا تھا۔

''آپ اپنی اس وہ وہ سے آگے جا کر بتائیں گی کے آپ کی یہ دو ہفتے پہلے بنی تازہ ترین میڈم کدھر ہے۔۔'' رافع نے لفظ میڈم چبا کے ادا کیا تھا۔

"جی سٹور کی طرف گئی ہیں وہ، لیکن کسی کو اس طرف آنے سے منع کیا ہے۔۔" رافع کو اس طرح بڑھتا دیکھ لڑکی پھرتی سے بولی۔ رافع پلٹ کر ایک تیز نظر اس ڈری سہمی لڑکی پر ڈالتا ہنکار بھرتا سٹور کی طرف بڑھا۔

"میڈم نے منع کیا ہے، جیسے میڈم کی حکم سے آفس چلتا ہے، میڈم کی تو۔۔" رافع تیوری چڑھا کے بڑبڑاتا سٹور کی طرف بڑھا تھا۔

آفس کے پہلے دن سے نشوہ یاسر صاحبہ نے کہیں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی رافع کا بی پی ہائی کرانے میں، ان پندرہ دنوں میں تو رافع یحییٰ صاحب کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔ آفس میں رونما ہونے والے ہر عجیب وغریب حالات کی ذمہ دار نشوہ یاسر ہوتی تھی، ہمہ وقت محترمہ کا شیطانی دماغ حرکت میں ہوتا تھا، اور برکت کے طور پر کبھی کسی کی فائل غائب ہوتی تو کبھی جوتا نہیں ملتا تھا، کبھی موبائل جگہ سے غائب ہوتا تھا تو کبھی کسی کی گاڑی کی چابی نہیں ملتی تھی، اور سب کے بعد محترمہ باس کی کزن ہونے کا دھونس ڈال کر رافع کا دیا کام آفس کے ورکر سے کرواتی تھی، اور خود جا کر کسی کونے میں بیٹھ کر کھانے کا شوق پورا کرتی تھی۔

"سہی دوستی نبھائی ہے اس حاشی کے بچے نے کوئی منحوس ہی گھڑی ہوگی جب میں نے اس حاشی کے بچے سے دوستی کی تھی۔۔"رافع جلتا بھنتا سٹور کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو حسب توقع محترمہ اہتمام سے ٹیبل کرسی لگائے پیزا کوک کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔ساتھ سامنے رکھے فون میں دیکھ کر موتیاں بھی بکھیر رہی تھی۔رافع مٹھیاں بھینچیا اسکے سر پر پہونچا تھا۔لیکن متوجہ وہ پھر بھی نہیں ہوئی تھی۔فون، پیزا کوک تین چیز مینج کرتے ہوئے رافع کی طرف دھیان دینا یوں بھی مشکل تھا۔

"مس نشوہ یاسر میں پوچھ رہا ہوں کیا ہو رہا ہے یہاں ؟؟؟۔"اسے خود میں مگن دیکھ رافع سرد آواز میں لفظ چبا چبا کے پوچھا۔

"رافع یحییٰ صاحب پیزا کوک کے ساتھ کامیڈی مووی گول مال کا مزہ لیا جا رہا ہے شائد آپ کو بھی نظر آرہا ہے۔۔" نشوہ کوک لبوں سے لگاتی ناک چڑھا کے بولی۔

"اور ٹائم کیا ہو رہا ہے ؟؟؟۔"اسکے الٹے جواب پر رافع نے ماتھے پر بل ڈالے سلگ کر اپنی کلائی اسکے آگے کی تھی۔

"گیارہ بج کے۔۔۔ تیس منٹ مطلب ساڑھے گیارہ ہو رہے ہیں۔۔" نشوہ جھک کر اسکی گھڑی پر نظر ڈالتی اطمینان سے بولی۔

"ویسے ریسٹ واچ آپ کے ہاتھ میں اور ٹائم مجھ سے پوچھ رہے ہیں، بندے کو اب اتنا بھی سست آلسی نہیں ہونا چاہئے۔۔" نشوہ پیزا کا آخری ٹکرا اٹھاتی افسوس سے بولی۔

واٹ ! میں سست محترمہ آپ سست آلسی لیزی ہیں ہنہ ! پندرہ دن سے آپ کے پیچھے سر پھوڑ رہا ہوں بتائیں آپ نے کتنا کام سیکھا ہے۔۔" رافع نے بھپر کے پوچھا۔ جس نشوہ نے بنا کچھ کہے پوری دل جمعی کے ساتھ پیزا کا آخری ٹکرا ختم کیا تھا۔ اس دوران رافع کا ضبط واقعی قابل تحسین تھا۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں۔" پیزا کے بعد اسے کوک کا کین اٹھا تا دیکھ رافع نے صبر کا دامن چھوڑتے ہوئے کین چھین کر توڑ مروڑ کے سائیڈ ڈسٹ بین میں ڈالا تھا۔ جس پر نشوہ تڑپ کے کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ کیا کیا آپ نے ابھی دوسپ رہتی تھی اس میں، برباد کر دیا۔۔" نشوہ اپنے دوسپ کے برباد ہونے پر لڑنے مرنے کو تیار تھی۔ رافع نے ناگواری سے اس کھانے کی دیوانی لڑکی کو دیکھا۔

"بھاڑ میں گیا آپ کا دوسپ یہ لنچ ٹائم نہیں ہے، کام کے وقت کام کیا کریں جو فائل دی تھی وہ مکمل ہوئی کی نہیں۔۔" رافع اسکے افسوس کو خاطر میں لائے بغیر ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"بھاڑ میں گئی آپ کی فائل۔۔ نشوہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

"اور بھوک گھڑی دیکھ کر نہیں لگتی، برباد کر دئے دوسپ اللّٰہ اس رزق کی بربادی پر آپ مسٹر رافع یحییٰ کو کڑی سے کڑی سزا دینا۔۔" نشوہ نے سر اٹھا کے دعا کی تھی۔

"محترمہ شائد میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کی یہاں میں آپ باس ہوں اس لحاظ سے آپ مجھے ریسپیکٹ سے "سر" کہ کر مخاطب کریں گی،اور میری کسی بھی بات سے اختلاف بالکل نہیں کریں گی۔" رافع اسکی دعا کو اگنور کرتا رعب سے بولا۔ جس پر نشوہ

نے آنکھیں سکیر کر سوٹیڈ بوٹیڈ خوبرو سے رافع کو دیکھا۔اچھا خاصہ ہینڈسم تھا لیکن نشوہ کو کیا۔۔

"سمجھ آرہی ہے مس فتنہ ؟؟؟"۔رافع اسے خود کو گھورتا دیکھ ای برواٹھا کے پوچھا۔

"میں فتنہ آپ فسادی،اب میں ریسپیکٹ سے "سر" کی توہین تو نہیں کر سکتی ایسا کرتے ہیں "سر درد" پر معملہ رفع دفع کرتے ہیں،میں بھی مطمئن آپ بھی خوش، کیا کہتے ہیں ؟؟؟"۔نشوہ نے چہک کر اسکی رائے چاہی۔جو تیورری چڑھائے اس فتنہ کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"سر درد ؟؟؟"۔رافع نے جبڑے بھینچ کر پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا جب دیکھو سر درد کی طرح نازل ہو جاتے ہیں، بھئی بندی نے اگر اکاؤنٹنگ میں ڈگری لی ہے تو ظاہر سی بات تعلیم بھی حاصل کی ہو گی،اب انسٹیٹیوٹ والوں نے حسین چہرہ دیکھ کر تو سرٹیفکیٹ نہیں دیا ہو گا ناں ؟؟؟"۔نشوہ نے پلک جھپکا کر معصومیت سے پوچھا۔

"آپ کو جو فائل دی ہے میں نے وہ مجھے تین بجے تک کملیٹ چاہئے وہ بھی آپ کے ہاتھوں مکمل کی ہوئی، تین بجے اگر فائل میرے ٹیبل پر نہیں رہی تو بھول جائیں کی آج آپ گھر جائیں گی۔۔" رافع سرد انداز میں انگلی اٹھا کے وارن کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔اور نشوہ منہ بسوری رہ گئی تھی۔کیونکہ اب فائل مکمل کرنا ہی تھا ورنہ حشام کے ہاتھوں کلاس لگنی تھی جو پندرہ دن میں پانچ سے زائدہ مرتبہ لگ چکی تھی۔

"صرف فتنہ نہیں پوری فساد کی فیکٹری ہیں۔۔" رافع گلاس ڈور ڈھکیلتا حشام کے کیبن میں داخل ہوا تھا۔جہاں وہ سامنے لیپ ٹاپ کھولے نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔

"اوئے مجنو۔۔کن خیالوں میں گم ہو سب تو تمہاری خواہش کے مطابق ہوا، بس انکل ناراض ہیں لیکن وہ بھی مان جائیں گے اس کیلئے تجھے دیوداس بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" رافع چڑھانے والے انداز میں کہتا اسکے سامنے ٹک گیا تھا۔حشام نے سر جھٹک کر ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا تھا۔

"کیا ہوا کیوں اتنا سیر یس شو کر رہا ہے۔۔" رافع اسے جوابی کارروائی نہ کرتا دیکھ سیدھا سنجیدہ ہوا تھا۔

"مجھے خود سمجھ نہیں آرہا ہے کی آخر مسئلہ کیا ہے ڈاکٹر کے ساتھ، مانتا ہوں ثوبان کی سچائی سب کے علم میں آنے سے ڈاکٹر اسے لیکر انسیکیور فیل کررہی ہیں جو فطری ہے، لیکن مجھے اگنور کرنے کی کیا تک بنتی ہے، دو دن سے عجیب ہی روٹین بنالی ہے ڈاکٹر نے، نہ بات کرتی ہیں نہ روبرو ہوتی ہیں۔۔" حشام پیشانی مسلتا پر سوچ انداز میں بولا۔

"مصروف ہو گی یار تو ٹینشن نہیں لے۔۔" رافع نے اسے پر سکون کرنا چاہا۔

"ہمیشہ ہوتی ہیں لیکن مجھ سے بحث کا وقت وہ پھر بھی نکال لیتی ہیں، لیکن اب تو سرے سے بات کرنے کو روادار نہیں ہے۔" حشام اسکے جواز کو رد کرتے ہوئے فکر مندی سے بولا۔

"تو نے عشق کا مرض تو نہیں پال لیا ناں، آثار تو اسی کے نظر آرہے ہیں۔۔" رافع نے آنکھ دبا کے اسے چھیڑا۔

"رافع میں نے تیرا منہ توڑ دینا ہے اس بکواس پر، میں یہاں سیریس ہوں تجھے مسخری سوجھ رہی ہے۔۔" حشام نے دانت پیس کر اسے گھورا۔

"اوکے ! باس میں تو یہاں اپناد کھڑا رونے آیا تھا لیکن تیرے اپنے ہی بہت غم ہیں، ٹھیک ہے کیری آن میں چلتا ہوں، ویسے پریشان ہو کر مجنوں بننے کے بجائے اپنی لیلیٰ میرا مطلب ڈاکٹر سے بات کرلے۔۔" رافع اسکی گھوری پر لفظ بدلتے ہوئے اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

دل لگا بھی لیا عشق بھی کرلیا

چاندنی رات میں ہم نے تارے گنے

خواب جیسا کوئی تھا نہ تھی زندگی

نیند ٹوٹی تو آیا سمجھ یہ مجھے۔۔۔۔۔

"ذلیل انسان دفع ہو جا۔۔" حشام نے غصہ سے ویسٹ پیپر کا گولا بنا کے اسکی طرف اچھالا تھا۔

"اب کیا گنگنا بھی گناہ ہے اس سلطنت میں۔۔" رافع پلٹ کر بتیسی دکھاتا نکل گیا تھا۔

"سرکار چوہدری کا فون ہے، کہہ رہا ہے کی آپ سے ارجینٹ بعد کرنی ہے، بات بہت زیادہ

ضروری ہے۔۔" شاکا کا خاص آدمی جھک مؤدبانہ انداز اطلاع دیا تھا۔ جس پر شطرنج پر جھکے شاکا کے تاثرات بگڑے تھے۔ اپنے دائیں گال کے نشان پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسنے اپنی وارینگ دیتی نظریں اٹھائی تھی۔

"سسس۔۔ سرکار چوہدری کا اریسٹ وارینٹ نکلا ہے، ان ہیرو کی ہیرا پھیری میں اس لیئے وہ۔۔" وہ آدمی اسکی آنکھوں کی زبان سمجھتا خوف سے دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

"تو ہونے دو اسے اریسٹ مجھے کیوں تنگ کر رہا ہے، میں نے تھوڑی تھانے جا کر پرچہ کٹوایا ہے۔۔" شاکا لاپرواہی سے کندھے اچکا کر بولا۔ جس پر وہ آدمی اپنے مالک کی مکاری سمجھتا الٹے قدم اٹھاتا وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔

شاکا اطمینان سے پیچھے راکینگ چیر سے پشت ٹکاتا اپنے پیلے دانتوں کی نمائش کرتا پراسرار سا مسکرایا۔

"شاکا ہوں میں، اپنی تعریف اپنی زبانی کیا کروں، خودغرض، مطلبی، سفاک، بس حس بے درد، حیوان، یہ سارے خوبصورت الفاظ کا ذخیرہ میری شان میں کچھ نہیں، میں تو وہ

ہوں اپنی ذات پر آنچ آئے تو بچاؤ کیلئے کسی کو بھی آگ میں دھکا دے سکتا ہے، مطلب کسی کو بھی خواہ وہ میری دل کی ملکہ بیوی ہو یا اسکی کوکھ میں پل رہی میری معصوم اولاد، کوئی بھی ہو مجھے فرق نہیں پڑتا، زندگی رہی تو سب دوبارہ مل سکتا ہے بیوی اولاد سب، لیکن زندگی ہی نہیں رہی تو۔۔ہاہاہاہاہاہا۔۔۔"خود کلامی کرتا وہ حیوانیت سے قہقہ لگا کے اس خالی کمرے کی فضا میں زہر گھول رہا تھا۔

"لیکن میرا دوست کمشنر بھی میری ہی طرح ہے۔ایک ہی تھالی کے چٹھے پٹھے ہیں ہم، بس وہ فرض کی راہ میں قربانی دیتا ہے اور میں خود غرضی کی راہ میں، اس سے کیا ہوتا ہے ہیں تو ہم دوست ہی۔۔"شاکا سامنے ٹیبل پر سجے شطرنج پر جھک کر شیطانیت سے مسکرایا۔

پھر پیچھے ہو کر ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتا جیب سے فون نکال دائیں گال کے نشان پر انگلی پھیرتے ہوئے فون کان سے لگا کر دوسری طرف کال رسیو کرنے کا انتظار کرنے لگا۔بھاری ہیلو کی آواز سماعت سے ٹکراتے ہی مینڈک کی طرح باہر کو ابل کر آئی آنکھوں میں حیوانی چمک آئی تھی۔

"کیسے ہیں کمشنر صاحب، بھئی دوست ہو تو آپ جیسا میری آمد کی خبر ملتے ہی میرے آدمی کو اپنا مہمان بنالیا واہ! واہ! ماننا پڑے گا آپ کی دریادلی کو۔۔ واہ مزہ ہی آ گیا۔۔" شاکا کی مکاری پر اپنے آفس میں بیٹھے کمشنر صاحب نے بھی کرسی کے بیک پشت ٹکائی چوہدری کے اریسٹ وارینٹ کے بعد شاکا کی کال متوقع تھی۔

"ابھی سے میری شان میں قصیدے مت پڑھو شاکا تھک جاؤ، کیونکہ جلد میں تمہارا ابھی میزبان بننے والوں ہوں، پھر اطمینان سے جیل میں بیٹھ کر میری دریادلی پر کتاب لکھنا، پھانسی کا آڈر آنے تک۔۔" کمشنر اکبر کی تمسخر اڑاتے انداز پر شاکا نے حسب عادت قہقہ لگایا تھا۔

"بے شک تم بہت قابل ہو کمشنر تبھی تو ایس پی سے کمشنر تک کی ترقی کر گئے، لیکن سوچو ذرا اپنی جوانی میں جب تم میرا کچھ نہیں بگاڑ پائے جب شاکا صرف ملکی سطح پر شیر کہلاتا تھا، اب تو میں انٹرنیشنل مارکٹ کا ببر شیر ہوں اب تم میری کونسی کھال نکال لوگے؟؟؟" شاکا شطرنج کے مہروں کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے ہوئے کمشنر صاحب کا خون جلایا تھا۔

"کھال نکالو نگا نہیں کھال ادھیڑ و نگا تیری تو بس الٹی گنتی کر، وردی والوں میں یوں بھی بہت گرمی ہوتی ہے، لیکن تجھے تو میرے انتقام کی آگ میں بھی جل کر بھسم ہونا ہے۔۔" کمشنر اکبر پھنکارے۔۔

"ہا!!!!!!! شٹ یار میں تو ڈرنا بھول گیا مجھے تو انتقام کی آگ میں جلنا ہے ہاہاہاہا۔۔۔" شاکا کے ڈرنے کی بھونڈی ایکٹنگ پر کمشنر اکبر کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔

"ویسے کمشنر یار سنا ہے بھابھی جی بہت محبت کرتی ہے تم سے تم بھی جان چھڑکتے ہو ان پر، لیکن سوچو اگر جو انہیں معلوم ہو گیا کی ان کے محبوب شوہر نے فرض کی راہ میں ان کی کوکھ کی قربانی دے دی تو انہیں کیسا محسوس ہو گا؟؟؟ سن رکھا ہے ماں کی ممتا کے آگے کوئی رشتہ نہیں ٹکتا پھر تمہارا کیا ہو گا کمشنر، مجھے بڑی فکر ہو رہی ہے یار تمہاری۔۔۔" شاکا مہروں کو ادھر ادھر کرتا پراسرار سا بولا۔

"زبان پر لگام دے شاکا وہ دن دور نہیں جب لب پھڑ پھڑائیں گے اور آواز حلق سے برآمد ہونے کو ترس جائیں گے۔" کمشنر اکبر کرسی کو لات مار کے دھاڑے تھے۔ جس پر شاکا نے بے ہنگم قہقہ لگایا تھا۔

"برا کیوں منا رہے ہو یار سادہ سا سوال ہے، ویسے افسوس ہے یار تم یہ تک نہیں جانتے کی بیٹا تھا یا بیٹی تھی، چہ چہ۔۔ ٹھیک میری طرح میں بھی نہیں جانتا تھا میری بیوی کے کوکھ میں پل رہے بچے کا جنس کیا تھا، ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں ویسے۔۔ افسوس صد افسوس۔۔" شاکا مصنوعی افسوس ناک آواز میں بولا۔ کمشنر اکبر نے ضبط سے ٹیبل پر ہاتھ مارا تھا۔

"تم ایک بزدل نہ مرد ہو شاکا۔۔" کمشنر اکبر نے بھینچی بھینچی آواز میں اس پر لعنت بھیجی تھی۔

"ہاہاہاہا۔۔ بہت شکریہ۔۔۔" شاکا نے ڈھٹائی سے قہقہ لگایا۔

"چلو ایک صلاح دیتا ہوں اسی بات پر ایسا کرو ایک خوبصورت پھول لو اور اسکی ایک ایک نازک پتیاں بے دردی سے ادھیر کر پاؤں تلے مسلتے ہوئے کہو۔۔

بیٹا

بیٹی

ٹک

ٹاک

بیٹا

بیٹی

ٹک

ٹاک۔۔

شاکا ایک ردھم میں کہتا کمشنر اکبر کے زخموں تیزاب چھڑک رہا تھا۔

"ویسے سوچو کمشنر بیٹا تھا تو کیا معلوم وہ دوسرا شاکا بن گیا ہو اور اگر بیٹی تھی تو کیا معلوم شاکا نے اسے اپ۔۔۔۔" شاکا مکاری سے غلاظت اگلنے والا تھا۔ جب کمشنر دھاڑے تھے۔

"بس شاکا۔۔۔" کمشنر اکبر نے کھینچ کے فون سامنے دیوار پر مارا تھا۔ اب وہ ٹیبل پر سر جھکائے گہرے گہرے سانس بھر رہے تھے۔۔۔

---.-----.-----------------------------.-------------

"معصوم بچے کے پاپی پیٹ کا سوال ہے، ہے کوئی یہاں حسین و جمیل نیک پروین دوشیزہ جو اپنے نازک نازک ہاتھوں سے نوڈل، پاستا، سنڈوِچ چائے بنا کر دعا کی حقدار بنے، ہے کوئی۔۔۔"ارسلان نے دہائی دیتے ہوئے کن کھیوں سے ثوبان کے ساتھ مصروف منتہٰی کو دیکھتے ہوئے آواز ذرا اونچی کر کے صدا لگائی۔۔

"کوئی یہاں فضول نہیں ہے، میں پرواز اور دیبا تو بے حد مصروف ہیں شہزادے کے ساتھ سر اٹھانے کی ہمیں فرصت نہیں ہے، لہذا تم آگے جاؤ۔۔۔۔۔"نشوہ نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"موٹی تمہارے لیئے بالکل بھی ضروری نہیں ہر ایک کے پھڈے میں ناک گھسانا اور بلاوجہ لقمہ دینا، جہاں دیکھو اپنی ہاتھی کی ٹانگ اڑاتی رہتی

ہو۔۔"ارسلان پرواز کو مسکراہٹ ضبط کرتا دیکھ چڑ کے نشوہ کو خونخوار نظروں سے گھورا۔

"چلغوزے کے شکل والے جل ککڑے میں ناک گھساؤں میں ٹانگ اڑاؤں یا پوری گھس آؤں اس سے تمہیں مسئلہ نہیں ہونا چاہئے فوراً سے پہلے یہاں سے شکل گم کرو ٹھرکی انسپکٹر نہ ہو تو۔۔" نشوہ اسکے قریب اکر کمر پر ہاتھ ٹکاتی ناک سکیر کر بولی۔ لفظ ٹھرکی بے شک سرگوشی میں ادا ہوا تھا لیکن ارسلان کے تو سر پر لگ کر تلووں پر بجھا تھا۔

"جنگلی ہاتھی کی فیوچر ڈاٹر ان لا یہ ٹھرکی تم نے کسی کہا؟ یہاں ٹھرک پن کیا دکھائی ہے میں نے بھوک لگے تو گھر کی فارغ عوام سے پورے عزت و احترام سے کھانا مانگنا کہاں کا ٹھرک پن ہوا؟؟؟ پھر تم کیوں مرچ چبا رہی ہو تم سے تو بالکل نہیں مانگا کیونکہ حافظہ ماشاءاللہ بہت مظبوط ہے اور میں جانتا ہوں تمہارے قدم کچن میں پر گئے تو مہینے کا راشن خلاص۔۔"ارسلان نے عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر حساب برابر کیا تھا۔

"بیوی تمہاری بیٹھی ہے یہاں پر دیکھ بھی رہی ہے تمہاری زنانہ حرکتیں کہیں رخصتی سے پہلے طلاق شدہ میں شامل نہ ہو جاؤ یوں بھی معصوم عوام کی دعا رج کے لگی ہے تمہیں

فائٹر جیٹ بیوی کی صورت۔۔" نشوہ نے نظر پیچھے پرواز پر ڈالتے جلادینے والی مسکراہٹ کے ساتھ ارسلان کے تن بدن میں آگ لگا یا۔

"شکل تو تمہاری یوں بھی منحوس ہے جانتی جب تم پیدا ہوئی تھی ڈاکٹر تمہاری شکل دیکھتے ہی آپریشن تھیٹر میں بیہوش ہوگئی تھی، جب ہوش آیا تو پھپھو سے کہاں معاف کرنا خوبصورت لیڈی بدقسمتی سے منحوس ہوئی ہے، جس کی کالی زبان صرف نحوست ہی پھیلاسکتی ہے،اور ایک بات شیر ہے ارسلان شیرنی ہی جچے کی گی اس کے ساتھ، جس طرح ہتھنی کے ساتھ جنگلی ہاتھی جچتا ہے۔۔"ارسلان نے بھی حساب سود سمیت چکا یا تھا۔آخر طلاق والی بات لگی جو ٹھاکر کے دل پر تھی۔ نشوہ نے تلملا کے آس پاس بڑا سا کچھ تلاش کیا تھا۔

پرواز کی سماعت تو دونوں کی سرگوشی میں چل رہی دھواں دھار لفظاظی جنگ سننے سے محروم رہ گئے تھے۔البتہ بسارت نے لبوں پر تبسم بیکھیر دیا۔اس گھر میں موجود ہر فرد کے محبت کے اظہار کا انوکھا ان چھوا ہی انداز تھا۔چاہے وہ دا ابو کا کرخت مگر شفقت بھرا انداز ہو، چاہے تحسین بیگم اور اکبر علی کا دوستانہ نرم ملائم انداز ہو، چاہے اطہر علی انصار علی کا

سنجیدہ مگر فکر مند انداز ہو، چاہے شمیم بیگم تنزیلہ بیگم کا نرم ممتا بھرا انداز ہو، ہر کوئی ہر رشتے کو پورے دل سے ایمان داری کے ساتھ محبت سے نبھاتا تھا۔اپنے رشتوں کو لیکر ہر فرد بہت حساس تھا۔اگر حشام حبہ اور ثوبان کو لیکر پوزیسو تھا تو احان کا لب ولہجہ دیبا کے روبرو اتنا ملائم اپنائیت ہوتا کی دیکھنا والا حسد کرنے پر مجبور ہو جائے۔اور ان سب کے درمیان تھا اس کا انمول حاتم طائی ورژن ٹو خوشیوں مسکراہٹوں کھلکھلاہٹوں کا سوداگر شائد اس کا کام ہی تھا لوگوں کو دل سے خوش کرنا ان کی مرضی کے بغیر لبوں پر تبسم سجانا۔

"ہیلو کہاں کھو گئیں ؟؟؟۔۔"اپنی ہی خیالوں میں گم ارسلان کو ایک ٹک دیکھ رہی پرواز کے آگے دیبا نے چٹکی بجائی تھی۔جس پر ہڑبڑا کے ہوش میں آتی خجل سی ہوئی اپنی محویت پر۔

"ویسے ابھی سے صدمے میں مت چلی جائیں، ساری زندگی اس افلاطون کو آپ نے ہی جھیلنا ہے،اور ان دونوں جگ سے نرالے مخلوقوں کا ہمیشہ سے ایسا ہی بحث و تکرار کا رشتہ رہا ہے،اس کے بعد بھی دونوں بیسٹ فرینڈ کرائم پارٹنرز کا راگ الاپتے ہیں،اور حیرت انگیز طور سوائے آپ کے نکاح کے ان دونوں میں آج تک کوئی سیکریٹ نہیں رہا، لیکن

کبھی دونوں ساتھ بھی نظر نہیں آئیں گے آپ کو۔۔" دیبا نے مسکراتے ہوئے ساری تفصیل بتائی۔ جس پر پرواز سر ہلا گئی تھی۔

"بس کر جاؤ اب تم دونوں بچے نہیں ہو، نکاح ہو گیا ہے تمہارا ارسلان۔۔" شمیم بیگم نے دونوں کی تو تو میں میں سے تنگ آ کر گھر کا۔

"تو اماں حضور اس بھی کچھ کہیں نکاح کیا ہے جرم تھوڑی کیا ہے کوئی، تھانے سے تھکا ہارا آیا ہوں ذرا سا کھانے کو کیا مانگ لیا یہ تو میرے پیچھے ایسے پڑی ہے جیسے جنگلی سانڈ کو لال کپڑا دکھا دیا ہو۔۔" ارسلان منہ بسور کے بولا۔ اور اسکے جنگلی سانڈ کہنے پر نشوہ نے ارسلان کے پیر پر پیر مارا تھا۔

"بیوی بیٹھی ہے تمہارے سامنے لیکن ذرا جو تم میں شرم ہو۔۔" نشوہ نے اسے کراھتا دیکھ دوسرا پیر بھی مارا تھا۔

"تم بھی لحاظ کر لو موٹی بیوی بیٹھی ہے میری سامنے۔۔" وہ محبت پاش نظروں سے پرواز کو دیکھتا تفاخر سے بولا۔ جیسے بیوی نہیں ورلڈ کپ رکھا ہو سامنے۔۔ پرواز اسکے انداز پر سرخ ہوئی تھی۔۔

"بس کرو دونوں بتاؤ کیا کھانا ہے میں بنادونگی۔۔"ہمیشہ کی طرح تحسین بیگم نے ریفری کا کردار ادا کرتے ہوئے معملہ رفع دفع کرنا چاہا تھا۔۔

"نن۔۔ نہیں آنٹی آپ لوگ بیٹھیں میں بنادیتی ہوں، آؤ دیبا ہم وہیں باتیں کرتے ہیں۔۔"پرواز فوراً دیبا کا ہاتھ پکڑتی بنا کسی کی سنے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"مما۔۔ مما۔۔"ثوبان جس نے پچھلے ہفتے ہی ننھے ننھے قدم اٹھانا سیکھا تھا۔ مما کی گردان کرتے پورے ہال کا چکر لگا رہا تھا۔ بیرونی دروازے سے حبہ کو داخل ہوتا دیکھ بڑی سی چیخ کے ساتھ اپنے انداز میں ویلکم کرتے ہوئے خوشی سے جلدی جلدی قدم اٹھاتے اسکی طرف بڑھنے لگا تھا۔ جب ننھے قدم لڑکھڑائے تھے۔ حبہ اپنا بیگ وہیں پھیکتی دوڑ کر اپنے متاع حیات کو خود میں سمیٹ گئی تھی۔

"مما کی جان۔۔۔"حبہ باری باری اسکے ہر نقش پر اپنی ممتا لٹاتی اسکی پیشانی سے سر ٹکا گئی تھی۔

"مما۔ مما۔۔"ماں کی ممتا کی بارش میں بھیگتے ہوئے ثوبان صاحب نے ریٹرن گفٹ کی طرح گیلی کسّیوں کی بارش کر دی تھی۔ اپنے چہرے پر چپچپاہٹ محسوس کر کے حبہ

کھلکھلائی تھی۔ جس میں شہزادے ثوبان کی قلقاریوں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ شہزادے کو اپنے اندر بھینچتے ہوئے اس کی آنکھوں کے گوشے واپس بھیگ گئے تھے۔

یوں بھی ان گزرے دو تین دنوں سے اسکی آنکھیں ہمہ وقت برستی ہی رہی تھی۔ ایک انکشاف نے ڈاکٹر حبہ کیلئے کتنے خدشوں وسوسوں کے دروازے کھول دئے تھے۔ ایک طرف وہ حقیقت جو اس نے حشام سے چھپائی تھی، تو دوسری طرف ان کے رشتے کی اصلیت جو اب سب کے سامنے کھل چکی تھی، ایک طرف اپنے عمر میں بڑا ہونے کا ڈر جو اسے کسی ناگ کی طرح ڈس رہا تھا تو دوسری طرف ان کے درمیان ہوا چار سال کا معاہدہ، ایک طرف تنزیلہ بیگم کا بدلہ رویہ تو دوسری طرف اپنی خالی گود، سب ہی ڈاکٹر حبہ کا چین سکون غارت کئے ہوئے تھے، ہمیشہ سے مظبوط ڈاکٹر حبہ کہلائے جانے والی حبہ کو نارسائی کے خوف نے توڑ دیا، کھونے کے ڈر نے کھوکھلا کر دیا تھا۔

اس ساری پریشانی میں اس معصوم فرشتے کا لمس حبہ کیلئے کسی نعمت سے کم تھا، تپتی صحرا میں جیسے گھنا سایہ، ہزاروں میلوں کے سفر طے کر کے آئے تھکے مسافر کیلئے جیسے

سرائے، تڑپی روح کیلئے جیسے سکون، سسکتی زندگی میں راحت کا سامان، جھلستے جسم پر ٹھنڈی پھوار، یہ معصوم جان ڈاکٹر حبہ کیلئے ہر مرض کی دوا تھا، درد میں راحت کا سامان، جس سے دستبردار ہونے کا سوچ بھی اسکی سانسیں روک دیتی تھی، لیکن اب حالات سب ہی اسکے مخالف سمت میں تھے۔

"حبہ آپ باہر سے آئیں ہیں جائیں فریش ہو کر آئیں میں تب تک ثوبان کو دلیہ کھلا دیتی ہوں۔۔" تنزیلہ بیگم کی نرم آواز نے حبہ کو ہوش میں لایا تھا۔ وہ آنسوں کو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تنزیلہ بیگم ایک مسکراتی نظر اس پر ڈال کر ثوبان کو لیکر آگے بڑھ گئی تھی۔

حبہ نم آنکھوں میں حسرت سموئے ثوبان کی چھوٹی سی پشت تکتی رہ گئی تھی۔ پچھلے تین دن سے تنزیلہ بیگم نے ثوبان کو ہاتھ کا چھالا بنایا ہوا تھا۔ اسکے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کر رہی تھی۔ کل تک جو حبہ ثوبان کے چھوٹے چھوٹے کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھی۔ آج دھندھلی آنکھوں سے اپنے خالی ہاتھ دیکھ دل بلبلایا تھا۔ وہ پلٹ کے چہرہ صاف کرتی بیگ اٹھا کر تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ شمیم بیگم تحسین بیگم نے افسوس سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"تنزیلہ اپنی محبت میں حبہ کے جذبات مجروح کررہی ہیں جس کا اسے بالکل احساس نہیں ہورہا۔۔" شمیم بیگم ڈائنگ ٹیبل پر مسکراتے ہوئے ثوبان کو دلیہ کھلانے کی کوشش کررہی تنزیلہ بیگم کو دیکھ افسوس سے بولیں۔۔

"ہمممم! تحسین بیگم ہمم کرتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"اللہ جب تنہائی محرومی ہی ڈاکٹر حبہ کا مقدر تھا پھر اس فرشتے کو میری جھولی میں کیوں ڈالا؟؟؟ میں نے تو کبھی تجھ سے شکوہ نہیں کیا تھا پھر مجبور کیوں کر رہا تو کی میں تجھ سے شکوہ کروں، مت کر میرے ساتھ ایسا مر جائے گی حبہ اپنے شہزادے کے بغیر، نہیں آتی اب مجھے سانس اس معصوم کے لمس کے بغیر، حقیقت جو بھی ہو اس حقیقت کو بدل دے میری زندگی سے یا ان آتی جاتی سانسوں کا تسلسل توڑ کر مجھ پر احسان کر دے۔۔۔" وہ دروازے سے اپنی پشت ٹکا کر بیٹھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

دفعتاً دروازہ ناک ہوا تھا۔ چہرہ دونوں ہاتھوں سے صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازہ کھولا تو سامنے سنجیدہ کھڑی تحسین بیگم نے غور سے اس کا متغیر چہرہ دیکھا۔ حبہ نظر چراتی بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ جب تحسین بیگم نے اسے بازو سے تھام کر بیڈ پر بیٹھایا اور خود اسکے مقابل بیٹھ کر اسکی گریازاری سے سرخ چہرے پر نظر ٹکائے گویا ہوئی۔

"جانتی ہو حبہ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا نہ تب سے تم مجھے اپنا عکس لگتی ہو، میری کہانی کا بقیہ آدھا حصہ، جاننا چاہو گی کیسے ؟؟۔" تحسین بیگم نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ حبہ کے لب خاموش تھے لیکن آنکھوں میں سوال اتر آیا تھا۔ جس پر تحسین بیگم ایک گہری سانس کھینچتی گویا ہوئی۔

"میں نے جنم دیا، تم نے پرورش کی، اسکے رونے کی آواز سن کر میری آنکھوں میں خوش کے آنسوں ٹھہرے تھے، اسکے رونے پر تمہاری آنکھوں میں درد ہلکورے لیتا ہے، میں نے درد سے تڑپ کر اسے دنیاں میں لایا تھا، تم اس کے درد پر تڑپ کے اسے دنیاں سے چھپاتی ہو، تم ماں کہلائی، میں ماں بننے کے خوبصورت مراحل سے گزری، تم ممتا لٹا کر ماں بن گئی، میں ماں کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہو کر بھی ممتا لٹانے سے قاصر رہ گئی، تمہاری ممتا

روز سیراب ہوتی ہے پھر بھی تمہارا دل نہیں بھرتا، میں اپنی ممتا ہر کسی پر لٹاتی ہوں پھر بھی میری ممتا سیراب نہیں ہوتی، میری ممتا پیاسی ہی رہ گئی میں۔۔۔" ایک جذب سے اپنا اور حبہ کا موازنہ کر رہی تحسین بیگم کے حلق میں اٹکے نمکین گولے نے مزید درد سے سینا چاک کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ان کے لہجے میں ہلکورے لے رہا درد محرومی محسوس کر حبہ کے آنسوں متواتر بہنے لگے تھے۔اس نے شاکی نظروں سے اس ممتا کی مورت کو دیکھا جن کے چہرے پر اذیت کی ایک داستان رقم تھی۔آنکھوں میں ایسی تڑپ تھی کے حبہ نے بے ساختہ جھڑ جھڑ لی تھی۔

"مم۔۔میں بانجھ نہیں ہوں حبہ۔۔" طویل خاموشی کے بعد تحسین بیگم کے ٹوٹے لہجے پر حبہ نے تڑپ کر انہیں اپنے اندر بھینچا تھا۔

"پلززززچچی۔۔" حبہ نے بھرائی آواز میں انہیں مزید زخم کریدنے سے باز رکھنا چاہا۔لیکن شائد وہ مسکرا کر تھک گئی تھی اب درد کو زبان دینا چاہتی تھی۔

"ڈاکٹر نے کہا کی میری جان کو خطرہ ہے، میں ایک معصوم کی زندگی چھین لوں، اپنی زندگی کیلئے اسکی قربانی دے دوں،اور سزا کے طور پر اللّٰہ یہ نعمت دوبارہ کبھی میری جھولی میں

نہیں ڈالے گا، میری پریگنینسی میں کامپلیکیشنز ہے میں دوبارہ ماں کبھی نہیں بن سکتی، میں نے ڈاکٹر کی نہیں سنی میں نے اپنے دل کی سنی، میں نے اپنی سانسوں کیلئے اسکی سانسوں کی ڈوری نہیں توڑی، ایک ماں ایسا کر ہی نہیں سکتی تو میں کیسے کر گزرتی، اگر میں اس وقت خود غرض کا چولہ اوڑھ لیتی تو ممتا کی بے داغ چادر کی توہین ہوتی، سب سے ضد لگا کر اکبر کی ناراضگی مول لیکر میں نے اسے اپنے وجود میں پروان چڑھایا، اسکی ہل چل اپنے اندر محسوس کی، جان کی بازی لگا کر اسے جنم دیا، اسکی رونے کی آواز پر پرسکون ہو کر آنکھیں موندلی یہ سوچ کر کی جب آنکھیں کھولونگی تو اس پر جی بھر کے ممتا لٹاؤنگی دنیاں کو چیخ چیخ کر بتاؤنگی کے میں خود غرض نہیں اللہ نے مجھے بے غرض ہونے کا انعام دیا ہے، لیکن جانتی ہو جب میں نے آنکھیں کھولی تو میں نے کیا دیکھا؟؟؟۔" تحسین بیگم نے کرب سے پوچھا۔ حبہ نے ان کے سینے میں سر چھپائے ہی لب آپس میں پیوست کرتے ہوئے نفی میں سر کو جنبش دیا تھا۔ ہمت ہی نہیں تھی ان کے چہرے کی طرف دیکھنے کی۔۔ سماعت میں اتر رہے الفاظ ہی کلیجہ چاک کر رہا تھا۔

"میرا شہزادہ سفید کپڑوں میں روانگی کیلئے تیار تھا، میں بھی ناراض ہو گئی نہیں دیکھا میں نے اسے، ابو کہتے ہیں وہ میری انگلی پکڑ کے مجھے جنت میں لے جائے گا میں پوچھتی ہوں وہ

مجھے چھوڑ کر ہی کیوں گیا؟؟؟۔۔" تحسین بیگم کی درد لبریز آواز پر حبہ نے بس ان کے گرد اپنے بازو کا حصار تنگ کر دیا تھا۔کافی دیر تک دونوں اسی طرح ایک دوسرے سے لپٹے دل ہلکا کرتے رہے تھے۔آخر ہمیشہ کی طرح اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے تحسین بیگم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اسکے آنسوں صاف کئے تھے۔

"جانتی ہو میں نے تمہیں یہ سب کیوں بتایا؟؟؟۔" تحسین بیگم کے سوال پر حبہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔وہ واقعی نہیں جانتی تھی کے تحسین بیگم نے اتنا خاص مقام اسے کیوں دیا، بہت خاص ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے مقابل ہم اپنا درد بیاں کرتے ہیں۔

"تاکے تم خود کو ہلکان کرنے کے بجائے تنزیلہ کی کیفیت سمجھو حبہ کو کھ کھونے کا درد بہت بڑا ہوتا ہے، تنزیلہ نے اپنی پہلی اولاد کھوئی ہے، شامی اس گھر کا پہلا بچہ تھا اس کی ناگہانی موت کا دکھ ہم پر پہاڑ کی طرح ٹوٹا، تنزیلہ تو پھر ماں تھی اسکی درد کا اندازہ لگا سکتی ہو، وہ بس ثوبان میں شامی کو محسوس کرنا چاہتی ہے، تم کچھ دن صبر کرو، تنزیلہ بہت نرم مزاج محبتی ہوا کرتی تھی۔شامی کی موت نے اسے بدل دیا۔اب ثوبان کے ساتھ وہ واپس

بدل رہی ہے، تم سمجھواس بات کو ثوبان تمہارا ہی کہلائے گا۔۔" تحسین بیگم رسان سے سمجھاتے ہوئے آخر میں اس کا گال تھپتھپا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

دروازہ کھلا تھا اور ہاتھ پر کورٹ ڈالے تھکن زدہ چہرے کے ساتھ حشام اندر داخل ہوا۔دونوں نے فوراًاپنے تاثرات ٹھیک کئے تھے۔ تحسین بیگم مسکرا کر حشام کے سوال کا جواب دیتی باہر کی طرف بڑھی۔ان کے پیچھے ہی حبہ نے قدم بڑھائے ہی تھے کی دروازے کے قریب کھڑے حشام نے ایک ہی جست میں اسے بازو سے تھام کر دیوار سے لگایا تھا حبہ کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی دوسرے ہاتھ کا استعمال کے ڈور لاک کیا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ ؟؟؟۔" حبہ اسکے سخت گرفت میں مچلی۔۔

"یہ میرا سوال ہے ڈاکٹر۔۔" حشام جبڑے بھینچ کر غرایا۔

"جو پوری طرح غلط ہے۔۔" حبہ اسکی گرم سانسوں کے تھپڑوں کی تاب نالاتے ہوئے چہرہ موڑ کر لفظ چبا کے بولی۔

"آپ جو کر رہی ہیں پچھلے تین دن سے اسکے بارے میں کیا رائے ہے آپ کی؟؟؟۔" حشام ٹھوڑی سے پکڑ کے اس کا چہرہ اپنی طرف گھماتا طنزیہ بولا۔ جس پر حبہ نے تھوک نگلا تھا۔

"جواب نہیں دیا۔۔" حبہ کی ٹھوڑی پر مظبوط انگلیوں کا گرفت سخت ہوا تھا۔ جس پر حبہ نے سسکی بھری تھی۔ یہ ٹھوڑی کا درد تھا یا دل کا یہ طے کرنے کی مہلت ابھی حشام اسے دینے کیلیئے روادار نہیں تھا۔

"رائے تب دیتی جب میں نے کچھ کیا ہوتا۔۔" حبہ مزاہمت کرتی ہوئی دانت پیس کر بولی۔ آواز میں لرزش واضح تھی۔

"اچھا! تو پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہیں۔۔" حشام اسکے نظر چرانے پر چوٹ کر گیا تھا۔

"آپ مجھے ہرٹ کر رہے ہیں مسٹر حشام۔۔" حبہ کی آواز بھرائی۔ ابھی چھپا راز منظر پر آجائے تو یہ انسان پل میں بدل جائے گا۔

"سیم ہیر ڈاکٹر۔۔" حشام نے جتایا۔ جذبات کے بوجھ سے آواز بھاری ہو گئی تھی۔

"تو بھلائی اسی میں ہے کی آپ مجھے آزاد کریں، ہم دونوں ہرٹ نہیں ہونگے۔۔" حبہ سفاکی سے بولی۔ حشام نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا پھر بے یقین تاثرات اشتعال میں بدل گئے تھے۔

"کیا بکواس ہے ڈاکٹر۔۔" غصہ کی زیادتی سے سرخ ہوئے چہرے کے ساتھ حشام دھاڑا تھا۔

"بکواس نہیں حقیقت ہے مسٹر حشام ہارے ہوئے کھلاڑی کو میدان چھوڑنا ہوتا ہے، چاہے خوشی سے ہو یا غم سے۔۔" حبہ اپنا دل کڑا کر کے بولی۔ دل خون کے آنسوں رویا تھا لیکن وہ اپنے خدشوں میں گھری کچھ بھی بول رہی تھی۔

"بکواس بند کریں ڈاکٹر۔۔۔" حشام نے زور سے پیچھے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔ اسکی بے درد ضرب پر ہلے دیوار پر حبہ نے بامشکل اپنی چینخ کا گلا گھونٹا تھا۔

"آپ کی دماغ میں جو بھی خناس بھرا ہے خود نکال کر کہیں دور ندی میں بہا آئیں، کیونکہ اگر میں نے اسے خود نکالا تو آپ کو مجھ سے بہت سی شکایتیں ہو گی۔۔" حشام نے دبی دبی آواز میں وارن کرتے ہوئے حبہ کے رونگٹے کھڑے کیئے تھے۔

"اب رونا بند کریں فوراً۔۔" اسے سر جھکا کے شغل فرماتا دیکھ حشام کا پارہ کچھ اور چڑھا تھا۔ حبہ نے سرخ بھیگی آنکھیں اٹھا کے شکوہ کناں نظریں اس ظالم پر ڈالی جو دل لرزا کے رونے سے باز رہنے کی ہدایت دے رہا تھا۔

مقابل کی دلبرا ادا پر غصہ اشتعال پل میں ہوا ہوا تھا اور حشام کی آنکھیں مسکرائی تھی۔

"سمجھایا تھا نہ ڈاکٹر میرے غصے کو ہوا نہیں دیں برداشت نہیں کر پائیں گی آپ۔۔" حشام اسکی پیشانی سے سر ٹکاتا مدھم آواز میں بولا۔ حبہ نے سسکی روکی تھی۔

"سمجھتا ہوں آپ کی موجودہ کیفیت کو اندازہ ہے آپ کے خدشات کا، آپ کے درد کا بھی احساس ہے، لیکن آپ میرے ساتھ شیئر کر سکتی ہیں یار فرار کسی مسئلہ کا حل تھوڑی ہوتا ہے، ہم نے ہمارے بیچ اعتبار کے رشتے کی بنیاد رکھی تھی پھر بے اعتباری کی آندھی سے کیوں اس بنیاد کو کمزور کرنے پر تلی ہیں، میں نے اپنے بچپن کے خوف کو آپ پر بھروسہ کر کے پس پشت ڈال دیا تو کیا آپ اپنے خوف کو میرے روبرو زبان نہیں دے سکتی؟؟؟؟۔" حشام اسکی پیشانی سے سر ٹکائے ایک جزب کے عالم میں کہتا شکوہ کر رہا تھا یا

سمجھا رہا تھا جو بھی تھا حبہ کے اندر سکون اتر رہا تھا۔ کوئی تھا جو بن کہے اسے سمجھ رہا تھا کوئی تھا جو اپنے ساتھ کا یقین دلا رہا تھا کوئی تھا جو اپنے ذات کا مان بخش رہا تھا۔

"مام کا یوں شہزادے پر قابض ہو جانا آپ کو پریشان کر رہا ہے، آپ بھی ایک ماں ہیں سمجھیں مام کی کیفیت اور تھوڑا سا یقین کریں میرا پچھتائیں گی نہیں۔۔" حشام نے مسکراتے ہوئے اسکی پیشانی سے سر ہٹایا تھا۔ حبہ سانس روکے اسکی جھلستی سانسوں سے تپ اٹھے چہرے کے ساتھ بت بنی ویسے ہی کھڑی تھی۔ کپکپاتے نازک لب، سرخ چھوٹی سی ناک، دہکتے رخسار سے متبسم نظر سفر کرتی جیسے ہی شبنمی بوندوں سے سجی صبحہ پیشانی تک گئی حشام بے خود ہوا تھا اور اگلے ہی پل جھک کر وہاں اپنے احمری لبوں سے عقیدت کے پھول کھلائے تھے۔ اسکے شدت بھرے لمس پر حبہ جی جان سے کانپی تھی اور اسکے دھکا دینے سے پہلے ہی حشام مسکراتا دور ہوا تھا۔

"انتظار کریں میں شہزادے کو لیکر آتا ہوں۔۔" حشام ایک مسکراتی نظر اسکے لرزتے وجود پر ڈال کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"کیسے حقیقت رکھ دوں آپ کے سامنے ؟؟؟" ۔ "حبہ نے دھک دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوف سے آنکھیں میچی تھی۔

"تنزیلہ کہاں ہے یار کتنی بار آپ ۔۔۔ "انصار صاحب دروازے میں کھڑے ہو کر تنزیلہ بیگم کو آواز دے رہے تھے کی اچانک گھٹنوں پر نرم ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے ساکت ہوئے۔ لمس کی تصدیق ہوتے ہی تنفس خود بخود تیز ہوا تھا۔ ہمہ وقت کشادہ پیشانی پر سجی سلوٹیں خود بخود صاف ہوئی تھی۔ بے تاثر آنکھوں میں پہلے نرمی پھر نمی اتر آئی تھی۔ اور چٹانوں سے سخت چہرے پر درد کی ایک الگ ہی داستاں رقم ہوئی تھی۔ انہوں نے لب آپس میں پیوست کر کے نظریں نیچے جھکائی جہاں وہ ننھا فرشتہ دونوں ہاتھوں سے ان کا گھٹنا تھامے منتظر تھا۔

شائد پورے گھر میں مارچ کرتے ہوئے شہزادے ادھر نکل آئے تھے اور اب تھک کر کسی اور کی قدموں کا سہارا چاہتے تھے۔ انصار صاحب کے ہاتھ کپکپائے تھے۔ ہمت مفقود تھی جھکنے کی۔۔

"ممما۔۔ مما۔۔" منتظر ثوبان صاحب انتظار طویل ہوتا دیکھ دونوں ہاتھ چھوڑ کر ہاتھ اپر کرنے لگے تھے کی اس اثنا میں لڑکھڑا کر پیچھے لڑکنے لگے تھے۔

"شامی!!!!!۔۔" انصار صاحب نے برق رفتار سے جھک کر اسے خود میں سمیٹا تھا۔

"میرا شامی۔۔۔" انصار صاحب اسے اپنے اندر بھینچتے کپکپاتی آواز میں بولے۔ کب چٹانوں سے سخت انصار علی کی آنکھوں سے دریا رواں ہوا تھا وہ نہیں جانتے تھے۔ بس اس بچے کو اپنے اندر بھینچے احتشام کی خوشبو روح میں اتار رہے تھے۔۔

"اپنے ڈیڈ کو معاف کر دینا شامی اپنی ضد میں زندگی بھر کا خسارہ مقدر میں لکھوا لیا ہے میں نے۔۔" انصار صاحب نے بھرائی آواز میں ندامت سے کہتے ہوئے ثوبان کی پیشانی چومی تھی۔

"میں تو ناراض تھا تم سے تم نے تو اسے میری زندگی بھر کا روگ بنا دیا یار، ڈیڈی نے تو صرف انگلی چھڑائی تھی اس امید پر کی تم بڑھ کر حق سے بازو تھام لو گے لیکن تم تو منہ موڑ کی ہی چلے گئے۔۔" انصار صاحب باری باری ثوبان کے دونوں ہتھیلی چومتے ہوئے بولے۔

"ایسا کون کرتا ہے اپنے ڈیڈ کے ساتھ یار ؟؟؟۔" برستی آنکھوں سے ثوبان کی آنکھیں چومتے ہوئے انہوں شکوہ کیا تھا۔ جس پر پلر سے پشت ٹکائے چھپے حشام کی ہچکی برآمد ہوئی تھی۔ انصار صاحب نے فوراً آنسوں پوچھ کر سامنے دیکھا۔ اور دوسرے ہی پل معملہ ان کی سمجھ آگیا تھا۔

" باہر آؤ نالائق ۔۔۔" انصار صاحب کی دھاڑ پر حشام سر جھکاتا نکل آیا تھا۔

" اپنے ڈیڈی کے ساتھ پرانک ۔۔" انصار صاحب اسکے جھکے سر کو دیکھ رعب دار آواز میں بولے۔ جس پر ثوبان کو نجانے کیا سمجھ آیا کی ہاتھ بڑھا کر انکی دھاڑی کھینچ کر قلقاری مارنے لگا۔

"رکو یار تم پہلے تمہارے نالائق چاچو پلس باپ کی کلاس لگالوں ۔۔" انصار صاحب نے مسکراتے ہوئے شہزادے سے مہلت چاہی۔ جس پر حشام نے جھکی گردن ذرا سا اٹھا کر ثوبان کو انصار صاحب کے چہرے پر اپنے ننھے ننھے ہاتھ مارتا دیکھ مسکرایا۔

"سوری ڈیڈ لیکن آپ فضول میں سٹون مین بنے گھوم رہے تھے تو مجھے مجبوراً یہ کرنا پڑا ۔۔" حشام بناشر مندہ ہوئے بولا۔ جس پر انصار صاحب نے اسے گھورا تھا۔ لیکن ثوبان

پر نظر جاتے ہی مسکراتے ہوئے کمرے کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے۔ حشام بھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ان کے پیچھے ہی داخل ہوا تھا۔

"یہ سٹون مین بھی اپنے سینے میں دل رکھتا ہے یار خواہ پتھر کا ہی سہی۔۔" انصار صاحب پھیکا سا مسکرائے۔ ان لہجے میں چھپا درد محسوس کر حشام نے جبڑے بھینچے۔

"ہر باپ کی خواہش ہوتی ہے کی اس کا بیٹا اس سے آگے جائے، انسان ہوں اگر میں نے بھی یہ خواہش کی تو کیا برا کیا؟؟ ڈاکٹر چاہتا ہے کی اس کا بیٹا اس سے بڑا ڈاکٹر بنے، عالم چاہتا ہے کی اس کا بیٹا اس سے بڑا عالم بنے، منسٹر چاہتا ہے کی اس کا بیٹا اس سے بڑی کرسی پر بیٹھے، اگر میں نے بھی خواہش کی کے میرا بیٹا میری فیلڈ جوائن کرے مجھ سے بڑے عہدے پر فائز ہو خوب ترقی کرے اور میں فخر سے گردن اکڑا دنیاں کو بتاؤں تو کیا غلط خواہش کی، حق رکھتا تھا تو حق جتایا بھی، ہاں! جذبات کے اظہار میں ہمیشہ سے کوڑا تھا سختی کر گیا، محبت کے بجائے دھونس جمایا لیکن یہ بھی تو محبت کی ایک قسم ہے نہ، خواہش کرنے کے بجائے فیصلہ سنایا، انکار کی صورت میں مرضی تسلط کرنی چاہی وہ نہیں مانا تو ناراض ہوا کیا ایک باپ ہونے کے ناتے اتنا حق بھی نہیں تھا میرا، وہ ایسا ناراض ہوا کی لوٹ کر ہی

نہیں آیا۔۔''انصار صاحب رخ موڑے شکوہ کر رہے تھے۔اور حشام بنے دیکھے بھی جانتا تھا آنسوں ان کی داڑھی بھگو رہی ہو گی۔

سوری ڈیڈ۔۔۔''حشام نے ان کے پشت سے سر ٹکایا تھا۔انہوں پلٹ کر اسے خود میں بھینچا۔

''آئم سوری ٹو یار۔۔''انصار صاحب اپنے سینے سے لپٹے خوبرو بیٹے کے گھنے بالوں پر والے سر پر لب رکھتے ہوئے بولے۔جب ثوبان کے احتجاج پر دونوں مسکرا دئے۔۔

''شامی ہے یا میرا جونیئر شامی۔۔''انصار صاحب نے منہ بسور رہے ثوبان کے گال چومے تو ان کی مونچھوں کی چبھن پر ثوبان کا منہ بنا تھا۔

''بھئی پڑے ہٹو میرے جونیئر شامی جیلس ہو رہے ہیں۔۔''انصار صاحب حشام کے بال کھینچ رہے ثوبان کو دیکھ مسکرا کر بولے۔جس شہزادے نے حسب عادت بنا بات سمجھنے کی زحمت اٹھائے قلقاری ماری۔اسکی بے وجہ قلقاری پر انصار صاحب کا قہقہ ابلا تھا۔اب جب دونوں دادا پوتے بے وجہ ہی مفل لوٹ رہے تھے تو حشام کیوں پیچھے رہتا اس نے

پاگلوں کی طرح دونوں کا ساتھ دیا تھا۔ یہ پاگل پن بھی محبت کا ایک انوکھا ہی انداز تھا۔

گاؤں کی کچّی سڑک پر دھول اڑاتی ایک کے پیچھے ایک پولیس کی تین گاڑیاں داخل ہوئی تو جیسے گاؤں کی فضا میں چہ میگوئیوں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ چوہدری کی حویلی میں پولیس خبر تھی یا جنگل میں لگی آگ، جو پھیلتی ہی جا رہی تھی۔ ہر سننے والا انگشت بدنداں حویلی کی طرف دوڑ رہا تھا۔ حویلی کے باہر گاڑیوں کے رکنے تک گاؤں والوں کا ہجوم وہاں پہونچ چکا تھا۔ عورتیں پلو سے چہرہ چھپائے سرگوشیوں میں قیاس آرائیوں میں مصروف تھی تو مرد حضرات اپنے تئیں اندازے لگانے کی تک ودو میں ہلکان تھے۔ جب پہلی چمچماتی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھلا تھا اور بلیک بوٹ میں مقید مظبوط قدم زمین پر رکھا گیا تھا۔

ماحول میں اچانک سکوت چھا گیا تھا۔ اب سب آنکھیں پھاڑے اس شیر کو دیکھنے کے منتظر تھے جس نے شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالا تھا۔ انتظار کی گھڑی تمام ہوئی اور خوبرو سے ایس پی

احان علی نے اپنی کیپ درست کرتے ہوئے میرپور کی سرزمین پر اپنے بھاری قدم جمائے تھے۔ وہاں کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلیئے۔

"چوہدری سلیمان سے کہو کے باراتی آئیں ہیں، خود شرافت کا مظاہرہ کرے، کیونکہ ہم سے شرافت کی امید سراسر بیوقوفی ہے۔۔" احان کی طرف سے بھاری رعبدار آواز میں ملے حکم پر چوہدری کا ملازم جو بھپرے ہوئے چوہدری کی پہونچ کا دھونس ڈالنے آیا تھا الفاظ حلق میں دباتا الٹے قدم حویلی کے اندر بھاگا تھا۔ احان نے سر گھما کر ایک سنجیدہ نظر ارد گرد کھڑے گاؤں والوں پر ڈالی جو اسکے بے تاثر چہرے کو دیکھ کھسیا کے ہنستے سائیڈ پر ہوئے تھے۔

"صاحب سرکار آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔۔" وہی ملازم ہانپتا کانپتا چوہدری کا حکم لی ئے باہر آیا تھا۔ اسکے پیغام پر احان کے ماتھے پر پڑی سلوٹوں کو دیکھ ملازم نے تھوک نگل کر دو قدم پیچھے لی ئے۔

"تمہارے بے غیرت سرکار کو شائد عزت راس نہیں آتی اور وہ چاہتا ہے کی میں اسے گھسیٹ کر اسکے سلطنت سے بے عزت کر کے لے جاؤں کوئی نہیں مرنے والے کی بھی

ایک خواہش کا احترام ہم کر ہی لیتے ہیں۔۔" احان دانت پیس کر کہتا لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا اندر کی طرف بڑھا تھا۔

نیلم کی درد بھری کہانی اور ننھے شہزادے ثوبان کو نقصان پہونچانے کی چوہدری کی سازش، چوہدری کی گناہوں کی لمبی چوری لسٹ میں یہ دو ایسے گناہ تھے جو سب پر بھاری تھے۔اور احان کے دماغ میں گھومتے ہوئے چوہدری کیلئے عتاب کو آواز دے رہے تھے۔وہ جبڑے بھینچتا دروازے کو ٹھوکر مار کے بڑے ہال نما جگہ میں داخل ہوا تھا۔قیمتی قالین صوفے اور بیش قیمتی شو پیس سے سجی حویلی کہیں سے نہیں لگ رہی تھی کے بوسیدہ مکان، کچّی سڑک اور باہر لاغر کمزور عوام دونوں ایک ہی میرپور نامی گاؤں کا حصہ ہے۔

"غفور صاحب بھئی لائیں ہتھکڑی نام کے بڑے لوگوں کو کام کے کنگن تو پہنائیں۔۔" احان ہال میں زخمی شیر کی طرح چکر کاٹ رہے چوہدری کو دیکھ تمسخرے سے بولا۔

"میری حویلی میں قدم رکھ کے تم نے ٹھیک نہیں کیا ایس پی، میری جہاں تک پہونچ ہے وہاں تک تمہاری سوچ بھی نہیں جاسکتی۔ لیکن تمہارے اس عمل سے تمہاری وردی ضرور جاسکتی ہے۔۔" چوہدری بھپر کے بولا۔ جس پر احان نے سر پیچھے کو گرا کر قہقہ لگایا تھا۔ معنوں معصوم بچے کی بچکانہ بات پر ہنسی آگئی ہو۔

"اب ہم نے تو آپ کی حویلی میں جوتے سمیت قدم رکھ دئے ہیں اب آپ کی باری ہے آپ اپنی کو لا پوری اتار کر ہمارے تھانے میں قدم رنجھا فرمائیں۔۔۔" احان بھاری قدم دبیز قالین پر ڈالتا چوہدری کے مقابل آیا تھا۔

"اور رہی بات پہونچ کی تو مجرم کی پہونچ چاہے جہاں تک بھی ہو، جب قانون کے ہاتھ اسکی گردن دبوچتی ہے تو آکر وہ گرتا منہ کے بل جیل میں ہی ہے، اور وردی والی دھمکی بہت زیادہ پرانی ہے چوہدری کچھ نیا ٹرائی کرتے تو مزہ بھی آتا، لیکن کوئی نہیں قید ہونے سے پہلے ہر پرندہ پھڑ پھڑاتا ہے اپنی آزادی کو خیر آباد کہتے ہوئے۔۔" احان جھک کر چوہدری کی آنکھوں میں جھانکتا مسکرا کر بولا۔ جس پر چوہدری کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔

چوہدری نے تلملا کے چند قدم کی دوری پر پشت پر بازو باندھے بے تاثر چہرے کے ساتھ گردن میں بل ڈالے کھڑے انور کو دیکھا۔ جو ایسا لاتعلق بنا کھڑا تھا جیسے اسے یہاں کیا ہو رہا ہے اس سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

کتنا ہاتھ پیر مارا تھا اس نے اس اریسٹ وارنٹ کو رکوانے کیلئے لیکن سب رائیگاں گیا تھا۔ غفور نامی کانسٹیبل چوہدری کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا رہا تھا اور چوہدری سلگتی نظروں سے اس پتھر کو دیکھ رہا تھا۔ جواب بھی بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ چوہدری کی نظروں کی تعاقب میں دیکھتے ہوئے احان کی نظر اس لمبے چوڑے چٹانی وجود پر گئی تھی۔ اسکے بے تاثر چہرے پر نظر ٹکائے وہ انور کے مقابل چلا آیا تھا۔ لیکن مجال ہے جو انور کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی آئی ہو وہ اب بھی پہاڑ کی طرح سر اٹھائے کھڑا تھا۔

"زیادہ دن باہر کی ہوا اب تمہیں بھی راس نہیں آنے والی، ایک بار ثابت ہو جائے چوہدری کے غیر قانونی سرگرمیوں میں تمہاری حصہ داری پھر تمہاری مہمان نوازی بھی ہو گی۔۔" احان انور کو بے خوف کھڑا دیکھ رعب دار آواز میں بولا۔ جس پر انور کے بھینچے لب دلکشی سے مسکرائے تھے۔ اس نے دو قدم پیچھے لیکر دلچسپی سے نیچے سے اپر تک فل

یونیفارم میں ملبوس خوبرو سے احان کا تنقیدی جائزہ لیا تھا۔ پھر پشت پر ہاتھ باندھتا سنجید گی سے گویا ہوا۔

"مجرم نے پرورش کی ہے لیکن جرم کبھی میرا پیشہ نہیں رہا، جواریوں کی صحبت میں دن گزرتا ہے لیکن ضمیر کا سودا کبھی نہیں کیا، شرابیوں کی محفل میں آنا جانا ہے لیکن حرام کو کبھی منہ نہیں لگایا، شباب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے لیکن نیت کبھی غلیظ نہیں کی، کیوں ؟؟؟ نہیں جانتا، لیکن اگر پھر بھی تم مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں، کیونکہ ڈر اور انور دونوں کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔۔۔" انور نے بے خوفی سے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ آگے کئے تھے۔ اسکی بے خوف آنکھوں میں دیکھتے ہوئے احان نے ہنکار بھرا تھا۔

یقین کرنا مشکل تھا کی جرم کی کیچڑ میں رہ کر اسکا دامن صاف ہے۔ لیکن مقابل کھڑے بندے کی آنکھوں کی سچائی اور پر اعتماد لہجہ اس مشکل پر یقین کی مہر سبت کر رہا تھا۔ یوں بھی معقولہ مشہور ہے کی کنول کیچڑ میں کھلتا ہے۔

"لے چلو اسے۔۔" احان نے پلٹ کر انور کو خونخوار نظروں سے گھور رہے چوہدری کو لیجانے کا حکم دیا تھا۔ جب عقب سے انور کی بھاری آواز بلند ہوئی تھی۔

"ایک منٹ ایس پی صاحب، چوہدری صاحب کو کسی بہت خاص سے ملاقات کروانا ہے، وہ کیا ہے نہ تھانے تک آنے کی میں تو زحمت اٹھا سکتا ہوں، لیکن گھر کی عزت کا کورٹ کچہری جیسی جگہوں پر قدم رکھنا مناسب نہیں لگتا، ہم گاؤں والوں کے غیرت کا معملہ بن جاتا ہے، کیوں چوہدری صاحب۔۔۔" انور نے جلا دینے والی مسکراہٹ چوہدری کی طرف اچھالی۔

"نور چوہدری باہر تو آئیں ذرا بس سلام کر دیں بڑے بھائی کو، یہ اور بات ہے کی سلامتی بھیجنے کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہونے والا اب۔۔" انور چوہدری کے ہتھکڑی لگے ہاتھوں پر تمسخری نظر ڈالتا ہوا بولا۔ البتہ لہجہ سپاٹ ہی تھا۔ انور کی مستحکم آواز پر احان نے چہرہ موڑ کر انور کی پشت پر نظر ٹکائی جواب رخ موڑے کسی کو باہر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اور دوسرے ہی پل بڑی سی کالی چادر میں دھان پان سے وجود نے ہال میں قدم رکھا تھا۔

"نوری۔۔۔" احان کی آنکھوں میں بے یقینی ابھری تھی۔اس نے الجھ کرانور کو پھر نوری کو دیکھا۔جو بڑی سی چادر میں خود کو چھپائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آکرانور کے پہلو میں کھڑی ہو گئی تھی۔

"پہچانا چوہدری صاحب آپ کی چھوٹی معصوم بہن نور چوہدری، جس تین حصے جائیداد کیلئے آپ نے اتنے پاپڑ بیلے اس سارے جائیداد کی اکلوتی مالکن۔۔"انور نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ چوہدری کی سماعت پر دھماکا کیا تھا۔

"حرام خور،(گالی) تم نے مجھے دھوکہ دیا چوہدری کو۔۔"بے یقینی سے پھیلی چوہدری کی آنکھیں پل میں غصہ اور اشتعال سے سرخ ہو گئی تھی۔وہ غفور کو جھڑکتا بھپر کے نور (نوری) کی طرح جھپٹا تھا۔لیکن درمیان ہی میں احان نے دبوچ کر کوشش ناکام کی تھی۔اور انور چوہدری کی دھاڑ پر سہمی نوری کو اپنی پشت پر چھپاتا نوری کے آگے کسی پہاڑ کی طرح ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"مزید کوئی حماقت نہیں چوہدری، طاقت کے نشے میں چور ہو کر اپنے پیر پر کلہاڑی تم نے خود ماری، بلکے کلہاڑی پر پیر مارا، ارے احمق انسان اگر اپنے آخری وقت میں بڑے

چوہدری نے اپنی تین حصہ جائیداد تمہاری غلط کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ سے ناراض ہو کر نیلم چوہدری کے نام کر بھی دی تھی تو تم اگر چاہتے تو چھوٹی چوہدرائین کو حویلی سے نکالنے کے بجائے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے نیلم چوہدری سے جائیداد ہڑپ سکتے تھے، لیکن تم ٹھہرے لالچی جمع بیوقوف انسان نیلم چوہدری کو ہوسٹل میں پھیک دیا اور چوہدرائین کو حویلی سے بے دخل کر دیا، غربت کی سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے انہوں نور چوہدری کو جنم دیا تھا،اور تم طاقت کی گھمنڈ میں مغرور آنکھیں آسمان پر رکھ کر چلنے والے بیوقوف انسان اپنی رنگین دنیاں میں گم اپنا انجام بھول بیٹھے۔چار سال پہلے تمہارے ناپاک ارادے جب نیلم چوہدری پر واضح ہوئے تبھی انہوں نے اپنے نام کی تمام جائیداد اپنی چھوٹی بہن نور چوہدری کے نام کر دیا تھا، لیکن پھر بیچاری بے موت ماری گئی،بچنے کے تو اب تمہاری بھی کوئی امید نہیں ہیں۔۔" انور تھر تھر کانپ رہی نور چوہدری عرف نوری کو آگے کرتا بے لچک آواز میں چوہدری کو اسکی بے خبری سے لیکر بد تر انجام تک کہانی کی سنائی تھی۔

اس نئے انکشاف پر احان بھی ششدر رہ گیا تھا۔حبہ کے گھر میں ہیلپر کا کام کرنے والی لڑکی در حقیقت میرپور کی ملکہ تھی۔

"تم نے غداری کی (گالی)، میرے ٹکڑوں پر پلنے والے کتے نے مجھے ہی پلٹ کر کاٹ دیا اور میں بے خبر کیسے ؟؟۔۔" چوہدری اپنی اس قدر بے خبری پر چیخ کر حویلی کے در و دیوار میں سور پھونکتا، پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچتا احان سے بازو چھڑا کر انور کی طرف جھپٹا۔ بس نہیں چل رہا تھا کی مقابل کھڑے لڑکے کی جان نکال لے جسے غلام سمجھا تھا وہی اصل کھلاڑی نکلا تھا۔

"ناں ! ناں ! چوہدری صاحب محنت کی معاوضہ کھایا حرام نہیں، اور کتّا تو آپ مجھے کہ ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ اپنے مالک کا وفادر ہوتا ہے۔۔" انور مچل رہے چوہدری کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس پر اپنی اصلیت واضح کی تھی۔

"یہ سب تم نے ہی کیا ناں ؟؟؟۔" چوہدری نے لہو رنگ انکھوں سے انور کو بھسم کرنا چاہا تھا۔

"بد کے سائے میں رہ کر بدنام ہوا لیکن بد نہیں کیا یہ بڑی بات نہیں، ویسے بھی وہ محاورہ تو سنا ہی ہو گا بد سے بدنام بھلا۔۔" انور نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی چوہدری کا خون جلانے میں۔۔اور چوہدری بے بس بس اسے موٹی موٹی گالیوں سے نواز رہا تھا۔

"خیر دیر آئے درست آئے، انہیں لے جائیں ایس پی صاحب ملاقات کی مہلت کا شکریہ مدت تمام ہوئی۔۔" انور اطمینان سے کہتا ہولے ہولے لرز رہی نوری کی طرف مڑا۔

"میں تمہیں چھوڑونگا نہیں۔۔۔" چوہدری کی چنگھاڑتی آواز پر نوری سہم کر انور کے ساتھ لگی تھی۔

"یہ آپ کو چھوڑ دیں تو ملتے ہیں۔۔" انور نے بنا پلٹے چوہدری کو پتنگے لگائے تھے۔

"اگر یہ نیلم چوہدری کی بہن ہیں تو پھر یہ میری بھابھی کے ساتھ۔۔۔" احان غفور کو غلیظ گالیاں بک رہے چوہدری کو باہر لیجانے کا اشارہ کرتا الجھ کر انور سے مخاطب تھا۔ جو خوف زدہ نوری کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نوری اپنے بھانجے کے پاس رہنا چاہتی تھی، راست طور پر میں ان کا تعارف اگر آپ کی بھابھی سے کراتا تو وہ ثوبان کے تحفظ کو لیکر فکر مند ہوتیں ممکن تھا اجازت بھی نہیں دیتیں، اس لیۓ مجھے ان کی پہچان بدلنی پڑی، وعدہ کیا تھا نیلم بی بی سے کی ہر ممکن کوشش کرونگا ان کی بہن کو خوشی اور تحفظ فراہم کرنے کی، بس اپنا وعدہ نبھانے کیلیۓ جو مناسب لگا کیا۔۔" انور نے کندھے اچکائے۔

"بب۔۔ بھائی۔۔ڈاکٹر باجی اور ثوبی بابا کیسے ہیں؟؟؟۔ "نوری نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کرتے گلوگیر لہجے میں پوچھا۔ آواز اب بھی لرز رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا اور اگر مجھے آپ کی ضرورت پڑی تو لازمی رابطہ کرونگا۔۔ "احان انور کی پیٹھ تھپتھپاتا نکل گیا تھا۔

"نوری اب آپ یہاں بیٹھ جائیں، میں جب تک ہوں آپ پر کوئی آنچ نہیں آنے دونگا۔۔ "انور نے مشکل سے چہرے اور لہجے میں نرم تاثرات لانا چاہا لیکن ناکام ٹھہرا۔ بے ضمیر لوگوں کے ساتھ رہ کر بھلے ہی اس کا ضمیر مردہ نہیں ہوا تھا لیکن شخصیت میں سرد پن اور سختی اس قدر رچ بس گئی تھی کے وہ چاہ کر بھی نرم نہیں ہو پا رہا تھا۔ اور اب مقابل کھڑی چھوٹی سی لڑکی کی سوں سوں سے اسے الجھن ہو رہی تھی۔

"چپ ہو جائیں نوری بی وہ چلا گیا آپ محفوظ ہیں۔۔۔ "انور جھلا کے حسب عادت تیز آواز میں بولا۔ جس پر نوری سہم کر دو قدم پیچھے ہوئی اب نم آنکھوں میں خوف لیئے وہ انور کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں ہمیشہ سے ایسا ہی ہوں، آپ جا کر آرام کریں۔۔"انور پیشانی مسلتا ہوا بولا۔ عجیب پریشانی گلے پڑ گئی تھی۔

اا۔انور۔۔ مم۔۔۔ مجھے ثوبی سے ملنا ہے اور ڈاکٹر باجی سے بھی۔۔"نوری تھوک نگلتے ہوئے ملتجی انداز میں بولی۔

مقابل کھڑا فولادی جسم والا انسان کم از کم اس سے نو دس سال بڑا تھا پھر بھی اسے نام سے ہی مخاطب کرتی تھی۔

"ابھی ممکن نہیں۔۔ لل۔۔ لیکن میں کوشش کرونگا۔۔"مقابل کو رونے کیلئے تیار دیکھ انور نے فوراً دلاسا دیا۔

"بڑی بی بی کو لیجائیں اور کھلائیں پلائیں اور خاص خیال رکھیں۔۔"انور نے حویلی کی پرانی ملازمہ کو ہدایت دی تو وہ آکے نور کو لے گئی تھی۔اور انور پیچھے صوفے پر ڈھے گیا تھا۔

سب اسکے پلان کے مطابق ہوا تھا، چوہدری کا صوفہ کھڑکی کے عین مقابل لگانا، گوڈاؤن کے پچھلے داخلی حصے سے بندوں کو ہٹانا، پھر اس انسپکٹر کی مدد کیلئے پہلے سے جیپ کے پاس موجود ہونا۔ لیکن اب مسئلہ نور کا تھا وہ شاکا کی بربادی کا سامان تیار کرنا چاہتا تھا لیکن نور کی

ذمہ داری درمیان میں بڑی رکاوٹ تھی۔اسے نظر سے دور بھی نہیں کر سکتا تھا،اور نہ ساتھ رکھ سکتا تھا۔کیونکہ چوہدری کا جس طرح کے لوگوں کے تعلقات تھے وہ چپ تو ہر گز نہیں بیٹھیں گے اسکی گرفتاری کے بعد۔

"کہاں پھسادیا آپ نے نیلم بی بی انور کو۔۔"نور کے رونے کی آواز پر انور جھنجھلا کے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

------------------------------،------------------------------

----

"اماں اب مزید تو کیا چاہتی ہے میں تیرے حاتم طائی دنیاں کے آخری شریف ترین مخلوق کے چھت کے نیچے موجود ہوں،اب تو بتا مزید کیا کروں تیرے صاحب جی کے قدموں بچھ جاؤں یا صحافت کو خیر آباد کہ کر باورچن بن جاؤں؟؟؟۔"منتہٰی نور بانو کے لا متناہی ہدایات پر چڑ کے بولی۔

"دیکھ منو عزت سے کہ رہی ہوں سدھر جا تو،اپنے شوہر سسر الیوں کی خدمت کرنے سے کوئی باورچن نہیں بن جاتا،لیکن تو کیا باورچن بنے گی سوائے چند ایک انگریزی نوڈل

پستہ (پاستہ) فضول بدذائقہ چیزوں کے تو تجھے کچھ بنانا آتا ہی نہیں، آئے بھی کیسے جب سارا سارا دن لیپ ٹپ (لیپ ٹاپ) اور کیمرے میں سر گھسانے سے فرصت نہیں ملتی، غلطی میری ہی ہے جو میں نے لڑکی ذات کو گھر داری سکھانے کے بجائے مر دمار کام پر لگا دیا، اب لڑکوں کی طرح ہر جگہ دندناتی پھرتی ہے، اللہ جانے اتنے بڑے لوگوں میں بیاہ تو دیا ہے لیکن تو نجانے کونسے چند چڑھائے گی۔۔" نور بانو اسکے چڑنے پر مکمل فارم میں آتی دنیاں کی کلاس لگانے والی دی جرنلسٹ منتہٰی نور پرواز کی سخت کلاس لگا گئی تھی۔ اور ماں کے منہ سے جھڑے پھول جب فون کے راستے پرواز کی سماعت میں گرے پرواز کو لگا کی ابھی کان سے خون نکل آئے گا۔

"اماں تو اپنی اکلوتی قابل لائق فائق اولاد کو نکمی کہ رہی ہے؟؟؟۔" منتہٰی نے صدمہ سے پوچھا۔

" ہے تو کہنے میں کیا شرم بھئی میں ان ماؤں میں سے نہیں جو بیٹی کو تو چائے کا پانی ابالنا نہیں آتا اور دنیاں کے مقابل ہاتھ کے ذائقہ پر کتاب لکھتی ہیں، جو سچ ہے وہ سچ ہے۔۔" نور بانو نے ناک سے مکھی اڑائی۔ اپنی ماں کی صاف گوئی پر منتہٰی کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔

"پانی ابالنے کا تو معلوم نہیں اماں لیکن میرا نہ ابھی دماغ بہت زیادہ کھول رہا، اس سے پہلے کی ابل کر باہر آ جائے میں فون رکھ رہی ہوں، خدا حافظ۔۔" منتٰی نے بگڑے تیور کے ساتھ کہتے ہوئے کھٹاک سے فون بند کر کے بیڈ پر اچھالا تھا۔

ابلتے دماغ کو پرسکون کرنے کیلیئے سائیڈ ٹیبل پر نظر ڈالی پھر نفی میں سر ہلاتی دوپٹہ ٹھیک کرتی دروازے کی طرف بڑھی۔اماں کے اپنے بارے میں نادر خیالات نے جو دماغ میں ادھم مچایا تھا۔وہ فریج کے ٹھنڈے ٹھار پانی سے ہی شانت ہو سکتا تھا۔سیڑھیاں پھلانگتی ایک نظر خالی ہال میں ڈال کر وہ کچن میں چلی آئی تھی۔

عصر کا وقت تھا کچھ دیر میں یہ خالی ہال خوش گپیوں میں مصروف علی کے ولا کے محبت کرنے والے افراد سے بھر کر ایک خوبصورت سماں پیش کرنے والا تھا۔وہ فریج سے بوتل نکال کر بنا گلاس میں ڈالنے کی زحمت کیئے لبوں سے لگا گئی تھی۔ حلق سے برف سے ٹھنڈے پانی کے اترتے ہی اعصاب پر سکون ہوئے تھے۔جب بہت قریب محسوس کی جانے والی جانی پہچانی پرفیوم کی خوشبو نے اعصاب جھنجھوڑ دیئے تھے۔

"شوہر حضرات جب شام ڈھلے کام سے تھکے ہارے واپس آتے ہیں تو اچھی، شریف، سگھڑ، شوہر پرست بیویاں اپنے مجازی خدا کیلئے پانی کا گلاس لیکر بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوتی ہیں، لیکن افسوس صد افسوس یہاں تو معملہ ہی الٹ ہے، چلچلاتی دھوپ میں دوڑے سے ہم آرہے ہیں اور حلق کوئی اور تر کر رہا، ویری بیڈ پرواز ویری بیڈ۔۔" ارسلان ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے کی ہلکے ہلکے ضرب دوسری ہتھیلی پر لگاتا افسوس سے بولا۔اور لفظ سگھڑ تو پرواز کے سر پر لگ کر تلوں پر بجھی تھی۔ کمر پر ہاتھ جماتی بوتل سلیب پر پٹخ کر خطرناک تیور لیئے وہ ارسلان کی طرف مڑی۔

"آپ سے کس نے کہا کی میں ان شریف، اچھی، سگھڑ، شوہر پرست بیویوں کی کیٹگری سے بیلونگ کرتی ہوں، افسوس کے ساتھ آپ کا حافظہ اچھا خاصہ کمزور ہے، معلومات کیلئے عرض ہے اول آپ میرے شوہر نہیں منکوح ہیں، دوم پرواز صرف ملک اور قوم کی خدمت کرتی ہے، تو پرواز سے اس طرح کی خدمت کی توقع کرنا اپنے آپ میں بہت بڑی حماقت ہے۔۔" پرواز مقابل کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر کمال خود اعتمادی سے بولی۔اس کے اندازِ بے نیاز پر تو ارسلان عش عش کر اٹھا تھا۔

"لیکن پرواز کی اڑان کہیں تو تھمتی ہو گی۔۔" ارسلان نے ای بر واٹھائے پوچھا۔

"یہ کہیں پرواز کی لائف میں اکزیٹ ہی نہیں کرتا۔۔" پرواز آنکھیں گھماتی کندے اچکا کر بولی۔

پھر نہ کیجئے میری گستاخ نگاہوں کا گلہ
دیکھئے آپ نے پھر پیار سے دیکھا ہے مجھے

اور اگلے پل ارسلان کے اٹھے قدم پر ہڑ بڑا کر سلیب سے چپکی تھی۔ارسلان لبوں پر جان لیوا مسکراہٹ سجائے مکمل درمیانی فاصلہ سمیٹ کر سلیب سے لگی پرواز پر جھک آیا تھا۔مقناطیسی نظریں مقابل کے بوکھلائے چہرے پر ٹکی تھی۔اچانک افتاد پر صبیحہ پیشانی پر نمودار ہوئی ننھی ننھی شبنمی بوندوں نے ارسلان کی آنکھوں کی چمک اور عنابی لبوں کی مسکراہٹ گہری کر دی تھی۔

"اڑان کا تو علم نہیں، لیکن انسپکٹر ارسلان پرواز کو اپنی نظروں سے منجمد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔۔" ارسلان نے جھک کر اسکے کان میں سر گوشی کی تھی۔

"لیکن میری شیرنی مجھے پنجے گاڑھتی اور بلندیوں کو داغتی ہی بھلی لگتی ہے، یہ چوہیا جیسا دبک جانا میری شیرنی کا۔ آہ!!!۔" ارسلان جھکا پرواز کے کان میں رس گھول رہا تھا جب ٹانگ پر لگی ضرب سے بلبلا کر دو قدم پیچھے ہوتا بے یقینی سے شیرنی کو دیکھا جس نے سچ میں پنجے گاڑے تھے۔

"شیر موجودہ بھیگے بلے صاحب بھول کیوں جاتے ہیں منتہٰی نور پرواز ہوں میں، مار شیل آرٹس سیکھا ہوا ہے، پہلی ملاقات میں بتایا تھا شائد ناں۔۔" پرواز اسکے بے یقین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مزے سے بولی۔ لیکن اگلے ہی پل ساری تیز تراری ہوا ہوئی تھی جب ارسلان نے ہاتھ بڑھا کے اسکی پشت اپنے سینے سے ٹکائی تھی۔

"مجھے بھی بہت سے آرٹس آتے ہیں، کیا خیال ہے کچھ آزماؤں آپ پر۔۔" ارسلان نے اپنی جھلستی سانسیں پرواز کے کان لو پر چھوڑی تھی۔ جب نشوہ کی بے وقت انٹری ہوئی تھی۔

"لاحول ولا قوت، کچن میں عمران ہاشمی گھس آیا ہے۔۔" نشوہ اپنے آنکھوں پر ہاتھ رکھتی چیخی۔ جس پر دونوں بدک کر ایک دوسرے سے الگ ہوئے تھے۔ نشوہ کی بے لگام زبان

پرپرواز توشرم سے پانی پانی ہوگئی تھی۔البتہ ارسلان بگڑے تاثرات لیے پرواز کا رکھا بوتل اٹھاکر نشوہ کی طرف بڑھا تھا۔

"کچن میں عمران ہاشمی گھسے یا فیروز خان ملنگ حلیہ میں گھس آئے تم کیوں ہر جگہ ڈاک گھر میں گرے خط کی طرح ٹپک پڑتی ہو۔۔"ارسلان دانت کچکچاتا ناگواری سے بولا۔جس پر نشوہ نے آنکھیں گھمائی۔

"تم ٹھرکی انسپکٹر ہماری معصوم بچی کو جہاں من کرے پریشان کرو ہم ٹپکیں بھی نہیں۔۔"نشوہ ناک چڑھاکے کہتی پرواز کی طرف بڑھی۔ارسلان ایک نظر اپنے گھٹنے پر ڈال کر معصوم پر سر ہلاتا باہر نکلا جہاں ہال میں محفل لگی ہوئی تھی۔

حشام اور رافع دونوں آفس کے حلیہ میں ثوبان کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھے۔اسکے مقابل صوفے پر اکبر صاحب یونی فارم میں ملبوس احان کی بات پر سنجیدگی سے سر ہلارہے تھے۔وہ بوتل لبوں سے لگاتا آکر سنگل صوفے پر ٹک گیا تھا۔جب نشوہ پرواز کو لیکر باہر آئی تھی۔

"عزت مآب رافع یحییٰ صاحب ہمیں آپ نے بہت مایوس کیا، مطلب ایک عدد بگڑی ہوئی پنگوِن آپ سے ہینڈل نہیں ہو پائی افسوس صد افسوس۔۔" ارسلان بوتل سینٹر ٹیبل پر رکھتا نفی میں سر ہلا کر بولا۔

" بھئی کون پنگوِن ؟؟؟ اور میں کہاں سے تجھے اینیمل ٹریزلگ رہا ہوں ؟؟؟۔۔" رافع اچانک حملے پر بھونچکا کے رہ گیا تھا۔ نشوہ اور ارسلان ہی کی وجہ سے علی ولا کے نام سے وہ دور بھاگتا تھا۔ ایک تو پرمننٹ آفس میں نازل ہو گئی تھی۔ دوسرا اب سامنے بیٹھا عجیب غریب بات پر افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔

"ارسلان سدھر جاؤ تم۔۔" اکبر صاحب نے نشوہ کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ ارسلان کو تنبیہ کیا۔ جبکہ نشوہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ارسلان کا گلا دبادے۔۔

"ایسے کیسے چاچو یار بھروسہ کر کے ہم نے رافع بھائی پر ذمہ داری سونپی اور ایک مہینے میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نظر نہیں آئی تو شکوہ کرنا حق ہے ہمارا۔۔" ارسلان لجاجت سے بولا۔ بس نشوہ کے بس ہوئی تھی۔ پرواز کا ہاتھ جھٹکتی ارسلان کی طرف لپکی۔۔

"تم لعنتی انسان میں تمہیں تبدیلی کا منعٰی مطلب سمجھاتی ہوں، بلکے تجربہ کر کے بتاتی ہوں۔۔" نشوہ نتھنے پھلاتی ارسلان پر جھپٹی۔ارسلان صوفے سے کود کے صوفے کی دوسری جانب ہوا۔سب تاسف سے سر ہلاتے ان کی روایتی جنگ دیکھ رہے تھے۔البتہ ثوبان صاحب تالیاں بجاتے ہوئے پرجوش نظر آرہے تھے۔

"دشمن اول شرم کرلو چاچو کے پیچھے چڑیل پڑی ہے اور تم ہورر مووی دیکھتے ہوئے سین انجوئے کررہے ہو۔۔"ارسلان نے چیخ کر جوش کا اظہار کررہے ثوبان کو شرم دلانی چاہی۔

اکبر صاحب اور احان نفی میں سر ہلاتے واک آؤٹ کر گئے تھے۔پرواز بھی موقع غنیمت جان فرار ہو گئی تھی۔حشام بیٹے کو ٹام انڈ جیری فائٹ سے لطف اندوز ہوتا دیکھ وہاں سے کھسک کے بیٹے کی مما کی تلاش میں نکلا تھا۔کیونکہ اس دن کے بعد واپس ڈاکٹر روپوش ہو گئی تھی۔

"تم عینک والے زکاٹو جن کی شکل والے تم پر تو بچہ بچہ قہقہ لگائے، میں تو یہ بھی نہیں کہ سکتی کی تمہاری بیوی چڑیل کیونکہ وہ معصوم تو معصوم ہونے کے ساتھ تم جیسے چھچھوندر

سے شادی کرنے کے عوض مظلوم بھی بن گئی ہے۔۔" نشوہ بے بسی سے دانت پیس کر کہتی صوفے کے پیچھے آئی۔اب ارسلان نشوہ کے لال بھبھوکا چہرے پر بے وجہ ہی نظر ٹکائے بیٹھے رافع کے صوفے کی اوٹ میں ہوا تھا۔ثوبان پر جوش سا صوفے کا بیک تھام کا کھڑا ہوا چیخ رہا تھا۔گویا دونوں کھلاڑی کی بہترین کارکردگی پر انہیں بوسٹ کر رہا تھا۔

"دیکھ لو ارسلان علی کی دانشمندی کا نمونہ بیوی بھی ایسی چن کے لائی ہے کی دشمن تک بے بس ہو گیا ہے۔۔"ارسلان نے اسے چڑانے کے غرض سے وردی کے کالر چڑھائے۔بس نشوہ نے غصے سے رافع کے سائیڈ سے کشن اٹھا کے نشانہ لیا تھا۔

"ویٹ لوز کر لو موٹی بینائی متاثر ہو رہی ہے، مطلب اتنا برا نشانہ وہ بھی ایک ایس پی کی بیٹی کا چھی شرم آنی چاہئے تمہیں نشوہ یاسر۔۔"ارسلان نے بھپری شیرنی کو مزید سلگاتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

"بدتمیز رکو بھاگ کہاں رہے ہو۔۔" نشوہ اسے پکڑنے رافع کا خیال کرے بغیر صوفے سے جھپٹی تھی۔لیکن ہاتھ جیسے ہی رافع کے کندھے پر پڑا۔غصہ گھبراہٹ میں بدل گیا تھا۔وہ بوکھلا کے پیچھے ہونے لگی تھی۔لیکن رافع کے پیروں سے الجھتی دونوں ہاتھ اسکے

شانوں پر جما کر برے نتیجے سے بچت کر گئی تھی۔ مقابل کا نرم گداز ہاتھ شرم حیا بوکھلاہٹ سے سرخ چہرہ تیز تنفس گرم سانسوں نے رافع کا حال خود بے حال کر دیا تھا۔اچانک بنی صورت حال پر دل کی دنیاں میں تلاطم برپا ہونے سے دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ تنفس دونوں کا اس قدر تیز تھا کی سانس پر سانس آرہی تھی اور دل کی دھڑکن کانوں میں ڈھول کی طرح بجنے رہی تھی۔

"سس۔سوری۔۔مم۔۔میں شہزادے کو لیکر جاتی ہوں ان کے کھانے کا ٹائم ہو رہا۔۔" نشوہ بامشکل سنبھل کر کھڑی ہوتی ثوبان کو لیکر بنا رافع پر نظر ڈالے سرپٹ بھاگی تھی۔ پیچھے رافع نے لمبی سانس کھینچتے ہوئے صوفے کی پشت سے سر ٹکایا تھا۔دل اب بھی بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑ رہا تھا۔

"یہ واقعی فتنہ تھی یا میں کوئی برا۔نن۔۔نہیں حسین خواب دیکھ رہا تھا۔۔" دل کے مقام پر مکا جڑتے ہوئے رافع نے نشوہ کے کچھ دیر پہلے سرخ اناڑی چہرے کو تصور میں لایا تھا۔اس شرارتی لڑکی سے شرمانے کی امید وہ بالکل نہیں کر سکتا تھا۔لبوں پر ایک منفرد مسکراہٹ تھی آنکھوں میں چمک تھی۔جب دماغ میں جھما کا ہوا تھا۔

"لکھ دی لعنت رافع تیری سوچ پر جو اس فتنہ فساد کی فیکٹری کیلئے کچھ بھی فضول سوچنے کی حماقت کی تو۔۔" رافع ڈھول کی طرف بج رہے دل کو ڈپٹ کے اپنی سوچوں پر ملامت کرتا ہوا بولا۔ جب دھپ سے ارسلان اسکے پہلو میں ٹکا تھا۔

"کونسا منتر پڑھا رافع بھائی جو اتنی جلدی جان کا خلاصہ ہو گیا۔۔" ارسلان نے خالی ہال دیکھ کر رازداری سے پوچھا۔ کچھ دیر پہلے کے فسوں خیز لمحے کو یاد کر رافع نے جھرجھری لی۔

"کوئی نہیں یار وہ شہزادے کو بھابھی کو دینے گئی ہے۔۔" رافع نے نشوہ والے بہانے کا سہارا لیا۔ جس پر ارسلان نے ہوں کیا تھا۔

"ویسے رافع بھائی میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔" کچھ پل کی خاموشی کے بعد ارسلان کی گہری سوچ میں ڈوبی آواز سماعت سے ٹکرائی تو اپنی سوچوں میں غلطاں رافع نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا؟؟؟۔" رافع دنیاں کے آخری غیر سنجیدہ انسان کا سنجیدہ چہرہ دیکھ ٹھٹھکا۔

"نشوہ آپ کی اسسٹنٹ ہیں ناں؟؟۔" ارسلان کو اسی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتا دیکھ۔ رافع الرٹ ہوتا ہوں کر گیا تھا۔

"کیوں نہ ہم اس فتنے کو عمر بھر کیلئے آپ کی اسسٹنٹ بنادیں، پھر علی ولا میں تو سکون ہی سکون ہو گا۔۔"ارسلان شرارت سے کہتا اٹھ کر بھا گا تھا۔ بات سمجھتے ہی رافع نے کشن اٹھا کے اسکا نشانہ لیا تھا۔

"اس کا کوئی علاج نہیں ہے، تم بتاؤ بھئی برخوردار علی ولا میں پلے بڑھے ہو تھوڑے بڑے کیا ہو گئے علی ولا کا راستہ ہی بھول گئے بالکل۔۔"اکبر صاحب نے رافع کے شانے پر ہاتھ رکھتے شکوہ کیا تھا۔

"نہیں! انکل بس مصروفیات بڑھ گئی ہے۔۔"رافع لجاجت سے بولا۔ اب کیا بتاتا بچپن میں جتنا ان دو شیطانوں کے شرارتوں کا نشانہ وہ معصوم بنا تھا۔ اب ان کے سائے سے بھی پناہ چاہتا تھا۔ لیکن قسمت نام کس بے رحم چڑیا کا ہے۔

بے خبر لگتے ہوئے بھی باخبر لگتے ہو تم

دور رہ کی بھی مجھے نزدیک تر لگتے ہو تم

کیوں نہ آؤں سج سنور کے میں تمہارے سامنے

خوش ادا لگتے ہو مجھ کو خوش شکل لگتے ہو تم

تم نے لمس معتبر سے بخش دی وہ روشنی

مجھ کو میری آرزوں کی سحر لگتے ہو تم

جس کے سائے میں اماں ملتی ہے میری زیست کو

مجھ کو جلتی دھوپ میں ایسا شجر لگتے ہو تم

کیوں تمہارے ساتھ چلنے پر نہ آمادہ ہو دل

خوشبوئے احساس میرے ہمسفر لگتے ہو تم

حشام ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا بنا آواز پیدا کئے محتیاط انداز میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔دروازہ بھیر کر پلٹا متلاشی نظر سیدھا اپنی تلاشِ آخری پر جا کر ٹھہری تھی۔جو کاسنی رنگ دوپٹے کو پیشانی تک لیئے کان سے فون لگائے ہاتھ میں پکڑی فائل میں گم تھی۔

مقابل کو اپنے کام میں غرق کے دیکھ حشام نے گہری سانس فضا کے سپرد کی تھی۔ ہمہ وقت جھانسی کی رانی بنی گھومنے والی ڈاکٹر اس دن حشام کی ذرا سے غیر ارادی گستاخی پر ایسا بوکھلائی تھی کے اس سے کتراتی پھر رہی تھی۔ بس فرار، روپو، نظر چرانا، نظر انداز کرنا۔ ڈاکٹر کا دانستہ گریز حشام کو اندر سے مسرور کر رہا تھا۔ لیکن عادت سی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر کو پریشان کرنے کی۔ بس اپنی عادت سے مجبور بھاری قدم دبیز قالین پر جماتا حبہ کے سر پر پہونچا تھا۔ آنکھوں میں شرارت چہرے پر سنجیدگی کمال کا تال میل تھا دل اور دماغ کا۔

"ڈاکٹر ذرا میرے کپڑے تو نکال دیں۔۔" حشام اس کے پہلو میں تھکن زدہ سا گرنے کے انداز میں بیٹھتا ہوا بولا۔ پیشنٹ کی فائل میں گم حبہ بھاری آواز پر بدک کے کھڑی ہوئی تھی۔ اب وہ ہراساں سی کبھی فون کو تو کبھی فائل اور پیشانی مسل رہے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ پیشانی پر تین دن پہلے کا پر حدت لمس پوری آب و تاب سے تازہ ہوا تو دھڑکن پھر بے ترتیب ہوئی تھی۔ حبہ فون پر گرفت مظبوط کرتی حشام سے نظر چرا کر کھڑکی کی طرف بڑھی تھی۔

ignore policy not accepted..

حشام دلکشی سے مسکراتا اپنی جگہ کھڑا ہوا۔ آنکھوں کی چمک قبل دید تھی۔

"چلیں جب مقابل پر اپنے رعب کا اچھا خاصہ اثر ہو رہا ہے تو تھوڑا اور گستاخ ہوتے ہیں، پتھر میں شگاف پر چکا ہے، اب سر پھوڑنے کے بجائے غلط فہمی کی دیوار گرا کر حقیقت کا آئینہ دکھاتے ہیں، موقع بھی ہے دستور بھی ہے پھر پیچھے کیوں رہنا احمقوں کی طرح۔۔" حشام موقعے کا بھرپور فائدہ اٹھانے کے غرض سے سنجیدہ چہرے کے ساتھ حبہ کی پشت پر کھڑا ہوا۔ اسکی نظروں کی تپش محسوس کرتی حبہ یوں بھی الرٹ کھڑی تھی۔

"میں آپ کو کچھ نہیں کہتا ڈاکٹر کیونکہ بد قسمتی سے آپ مجھ سے ڈیڑھ سال پہلے دنیاں میں چلی آئیں تھیں لیکن اس کا مطلب یہ تو بالکل نہیں ہوا کی آپ اپنی منمانیاں کرتے ہوئے مجھے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھیکیں، میں نے جب ابھی آپ کو بتایا کی مجھے کوئی اگنور کرے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا تو آپ کس سلسلے میں مسلسل مجھے اگنور کئے جا رہی ہیں، کیا اتنی صاف سیدھی بات ایک قابل لائق فائق ڈاکٹر کی سمجھ سے باہر

ہے؟؟؟۔" حشام اس کے ہاتھ میں موجود فون کو گھورتے ہوئے نیچی آواز میں غرراتا اس کی جانب بھاری قدم اٹھانے لگا تھا۔

"آپ اپنی حدیں بھول رہیں ہیں مسٹر حشام۔" حبہ سرعت سے فون کاٹ کر مقابل کو جتاتی ایک قدم پیچھے ہوئی۔
دو دن سے دل کی حالت خود حبہ کی سمجھ نہیں آرہی تھی اس پر ستم اس بندے کا دھونس جماتا انداز۔دل کی غداری پر تو حبہ کی جان ہوا ہونے لگی تھی۔

"آپ میری حدوں کا تعین نہیں کریں ڈاکٹر جب آپ میرے اختیارات سے انجان میرے حقوق سے نابلد ہیں۔۔" حبہ کے ایک قدم پیچھے لینے پر دو قدم آگے ہوتا گمبھیر معنی خیز لہجے میں بولا۔جس پر حبہ کے ہتھیلیاں نم ہوئی تھی اس نے فون پر گرفت بڑھا کر ایک اور قدم پیچھے لیا۔

"آپ ہمارے بیچ ہوئے معاہدے کو نظر انداز کر رہے ہیں مسٹر حشام۔" حبہ مقابل کو ڈھیٹ بنا دوبارہ فاصلہ سمیٹ کر قریب ہوتا دیکھ بامشکل اپنے حواس بیدار رکھتی یاد دہانی

کرائی۔ حشام کی مسلسل پیش قدمیاں حبہ کی الجھن بڑھا رہی تھی۔اس پر دل صاحب نے اچانک ہی نیا رونا شروع کر دیا تھا۔

"اور آپ ہمارے معبین قائم تعلق کو نظر انداز کر رہی ہیں ڈاکٹر۔" حشام اس کی غیر ہوتی حالت کا اندازہ ہونے کے باوجود مزید فاصلہ سمیٹ گیا تھا۔ جس پر حبہ لڑکھڑاتی پیچھے کبرڈ سے لگی تھی۔

"میں اس تعلق کو نہیں کنٹریکٹ کو مانتی ہوں اور بہتر ہو گا اگر آپ بھی اس کاغذ کے ٹکڑے کو یاد رکھیں۔۔" حبہ حشام کو اپنے سے محض ایک قدم کی دوری پر دیکھ حلق تر کرتے ہوئے بامشکل بولنے کے قابل ہوئی۔

"حقیقت سے انکاری ہونے پر حقیقت نہیں بدل جاتی ڈاکٹر،اور اگر بات کاغذ کے ٹکڑے کو یاد رکھنے کی ہے تو میرا اشارہ بھی کسی اہم کاغذ کے ٹکڑے کی جانب ہی ہے، جس کے آگے آپ والے کاغذ کے ٹکڑے کی کوئی اوقات نہیں۔۔" حشام پیچھے کبرڈ پر دائیں بائیں ہاتھ جماتا کان کے پاس جھک کر کچھ باور کراتے لہجے میں گمبھیر سرگوشی کرتا صحیح معنوں میں حبہ کے اوسان خطاء کر گیا تھا۔

"آآآ۔۔۔آپ چاہتے کیا ہیں؟؟؟۔" حبہ زور سے آنکھیں میچ کر حشام کے اچانک بدلے تیور کی وجہ جاننی چاہی۔۔

"میں بس اتنا چاہتا ہوں ڈاکٹر کی آپ اپنے شوہر نامدار حشام انصار علی کے بارے میں ایک بات جان لیں کی جو اس کا ہوتا ہے وہ صرف اور صرف اسی کا ہوتا ہے، اسکے علاوہ وہ کسی کا نہیں ہوتا، حشام علی کی ملکیت پر صرف حشام علی کا حق ہوتا ہے، آپ کے صرف وقت پر ہی نہیں آپ کی روح اور جسم پر بھی صرف میرا حق ہے، اس لیئے دوبارہ آپ مجھے اگنور نہیں کریں گی۔۔" حشام اسکی خوف سے میچی آنکھوں پر ہلکی پھوک مارتا نرمی سے دھونس جماتے لہجے میں بولا۔

"ممم۔۔میں آپ کو اگنور نہیں کر رہی تھی کام کی بات کر رہی تھی۔۔" حبہ نے منمناتی آواز میں صفائی پیش کی۔ جس انسان کو وہ اپنے سے چھوٹا جذباتی لڑکا سمجھ کر جو منہ آیا کہہ دیتی تھی۔اس کی قربت میں ڈاکٹرنی صاحبہ کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

حشام کی گرم سانسوں سے جھلس کر شرم و حیا سے لال چہرہ، عرق آلود پیشانی، لرزتا جسم، کپکپاتے ہونٹ جھکی نگاہیں حشام نے بڑی دلچسپی سے اپنی ہمہ وقت لیڈی ہٹلر بنی پھرتی ڈاکٹرنی کو دیکھا اور پھر ہولے سے مسکرا دیا۔

جیسے کوئی چھوڑ نہیں سکتا اپنا مذہب
ایسا ہی کچھ عقیدہ رکھتے ہیں ہم تیرے لئے

"اپنے آپ کو دادی اماں سمجھنا چھوڑ دیں ڈاکٹر کیونکہ میں کوئی بچہ نہیں ہوں، بس آپ کا احترام کرنا اچھا لگتا ہے، لیکن اس کی وجہ آپ کا مجھ سے چند ماہ سینئر ہونا بالکل نہیں ہے۔۔" حشام دھیمی آنچ دیتے لہجے میں اسے باور کراتا حبہ کی عرق آلود پیشانی پر پوری شدت سے اپنی عقیدت کا نشان چھوڑ گیا تھا۔ جس پر حبہ اندر تک کانپ اٹھی تھی۔ لیکن مقابل کو پرواہ کہاں تھی وہ تو اسی طرح لب رکھے اس کا صبر آزما رہا تھا۔ جب ثوبان صاحب کی بے وقت انٹری اور بیک وقت مما بابا کی گردان نے فسوں خیز لمحے کو غارت کیا تھا۔

"مم۔۔۔ مسٹر حشام۔۔ شش۔۔ شہزادے۔۔" حبہ جان کے خلاصے کے سامان کو دروازے پر منتظر دیکھ کھل اٹھی تھی۔ حشام اپنے شہزادے کے بے وقت انٹری پر خاصہ بدمزہ ہوا تھا۔ پھر کپکپاتی حبہ سے دو قدم دور ہوا۔

"میرے لفظوں کو حفظ کر لیں ڈاکٹر اور فضول سوچوں کو دفع، شہزادے میرے عشق کی سوغات ہے، آپ کو شہزادے سے عشق ہے، اور ہمارا رشتہ "سوغات عشق" ہے، یہی حقیقت ہے، جسے ہمیشہ رہنا ہے، باقی سب فریب ہے، آپ کے ذہن و دل پر صرف میرا اور میرے شہزادے کا حق ہے وہاں آپ کیلئے بھی جگہ خالی نہیں، کچھ بھی فضول سوچ کر ہم دونوں باپ بیٹے کو نظر انداز کرنا بھاری پر سکتا ہے آپ کو، کیونکہ آیندہ میں لفظوں سے نہیں عمل سے اپنی بات کا پس منظر آپ پر واضح کرونگا۔۔" حشام دروازے پر مسلسل ہو رہی دستک کو کچھ وقت کیلئے اگنور کرتا گمبھیر لہجے میں حبہ پر اپنے ارادے واضح کر رہا تھا۔ حبہ کے ہراساں چہرے پر ٹکی مخمور نظریں حبہ کی گھنی خم دار پلکیں لرزا رہی تھی۔

تیرے احساس کی خوشبو سے

معتر ہے سارا وجود میرا

میری رگ رگ میں محبت تیری

میری ہر سانس پر حق تیرا

حبہ نے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیچھے کبرڈ سے سر ٹکایا تھا۔ سب اسکی سوچ کے الٹ ہو رہا تھا۔ یہ ساحر اپنے سحر میں قید کر کے اسکے سارے منصوبے پر پانی پھیرتے ہوئے اسے اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا۔ جو حبہ کے مطابق ٹھیک نہیں تھا۔

"بھائی لیں سنبھالیں اپنی اکیسویں صدی کی اکسٹرا ایکٹو اولاد کو، واللہ لیکر گئی تھی کی کچھ دیر شہزادے کے ساتھ مستی کرونگی، شہزادے نے مجھے ہی تگنی کا ناچ نچادیا۔۔" نشوہ نے دروازہ کھولتے ہی مما بابا کی گردان کر رہے ثوبان کو حشام کی طرف بڑھایا تھا۔

"بابا کی جان چلو سہی تنگ کیا پھپھو کو۔۔" حشام نے چٹاچٹ بیٹے کو شاباشی کے طور پر کسّی دیا تھا۔

"بھائی۔۔" نشوہ نے منہ بسورا۔۔

"رافع کو دیکھو ذرا میں فریش ہو کے آتا ہوں۔۔۔" حشام کے حکم پر نشوہ کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ وہ ہوں کرتی رخ موڑ گئی تھی۔

"غلط وقت پر انٹری ماری یار آج تم نے ورنہ میں نے تمہاری مما کے سارے ڈھیلے نٹ بھولٹ ٹائٹ کرنے کا بختہ ارادہ کیا تھا۔۔۔" حشام نے دروازہ بند کرتے ہوئے ثوبان کی پیشانی سے سر ٹکراتے ہوئے مطلع کیا تھا۔ جس پر ثوبان صاحب نے حشام کے چہرے پر گیلی کسّیوں کی برسات کردی تھی۔ بدلے میں وہی عمل حشام نے اسکے ساتھ دہرایا تھا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر کھلکھلا اٹھے تھے۔ جیسے کتنا مہان کام کیا ہو۔ باتھ روم میں بند اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو سمیٹ رہی حبہ ہولے سے مسکرادی تھی۔ اپنی چھوٹی سی رنگین دنیاں کی کھلکھلاہٹوں پر۔۔۔

جیسے دھاگہ ہو کوئی تسبیح میں

ایسے سانسوں کے درمیاں ہو تم

"اللہ میری دنیاں سلامت رکھنا۔۔" حبہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"کیا ہوا آپ کھانا کیوں واپس لیکر آرہی ہیں؟؟؟۔" انور ملازمہ کو نور کے کمرے سے کھانے کی بھری ٹرے لیکر نکلتا دیکھ حیرانی سے پوچھا۔

"وہ جی نور بی بی جی نے کہا ہے کی انہیں بھوک نہیں۔ لہذا کھانا لیکر چلی جاؤں۔۔" ملازمہ منہ بنا کر بولی۔ اسے اپنی یہ نئی روتی بسورتی بی بی جی ذرا جو پسند نہیں آئی تھی۔ ملازمہ کی بات پر انور کی تیوری چڑھی تھی۔

" صحیح مصیبت گلے پڑی ہے۔، اچھی بھلی ہر فکر سے آزاد زندگی میں نیلم بی بی پتھر مار کر چلی گئیں۔" انور سلوٹ زدہ پیشانی مسلتا بڑبڑایا۔

جب سے اس لڑکی کو حویلی لایا تھا یہی حال تھا، زیادہ روتی تھی کم کھاتی اور سوتی تھی بڑی بی (حویلی کی پرانی ملازمہ) پھر بھی ہینڈل کر لیتی تھی لیکن ان کے گاؤں جانے سے مسئلہ بڑھ گیا تھا۔۔

"جی؟؟؟؟۔"

"کچھ نہیں آپ یہ ٹرے مجھے دیں اور جائیں۔۔ ایک اور بات یہاں آپ کو نور بی بی کا خیال رکھنے کیلئے رکھا گیا ہے، تو آئندہ وہ نہیں کھا رہی، کھانے سے منع کر رہی ہیں، اس طرح

کے بے بنیاد جواز کے ساتھ آپ بھری ٹرے لیکر ان کے کمرے سے باہر آتی نظر نہ آئیں۔۔"انور نے پلٹ کر سرد آواز میں ملازمہ کو سرزنش کیا تھا۔ جس پر وہ جی صاحب کرتی نکل گئی تھی۔ اور انور اپنی قسمت کو کوستا نوری کے کمرے کی طرف بڑھا۔

احتیاط سے دروازہ وا کر کے اندر رکھتے ہی نظر سیدھا بیڈ پر دونوں پیر سینے سے لگائے سکڑ کر بیٹھی بقول انور کے اس چھوٹی لڑکی پر گئی تھی جو انور کی نظر میں ایک قسم کی مصیبت تھی۔ وہ سر جھٹکتا بیڈ کے قریب چلا آیا تھا۔ نوری اب بھی گھٹنوں میں دئے سوچوں میں گم تھی۔

"اہم! کھانا کھائیں۔۔۔"انور نے گلا کھنگار کر توجہ چاہی۔ بھاری آواز پر نوری نے آنسوں سے تر چہرہ گھٹنوں سے نکال کر نم بوجھل پلکیں مقابل کی طرف اٹھائی تھی۔

لمبا چوڑا دیو جیسا مظبوط توانا جسم، سانولی رنگت، کھڑے نقوش جو ہمہ وقت تنے رہتے تھے، ماتھے پر عزازی ستاروں کی طرح سجی وہی تین بل، گھنی مونچھوں تلے بھینچے عنابی لب، مقابل کو جھرجھری لینے پر مجبور کرتے خوبرو چہرے پر ازلی سرد و سپاٹ تاثرات اور آنکھوں میں دیکھنے والے کو جماد دینے والا سرد پن، جو اس بندے کی شخصیت کا خاصہ

تھا۔ بلیو پینٹ پر بلیک کرتا پہنے انور بے نیاز بنا کھڑا تھا۔ نظریں نوری کے بجائے پیچھے دیوار پر ٹکی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔" نوری سوں سوں کرتی ہوئی بول کر واپس گھٹنوں میں منہ چھپانے لگی تھی۔ جب انور کی سرد آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"آپ کے بھوک کے متعلق یہاں جاننا کس بیوقوف کو ہے؟؟ آپ سے صرف کھانا کھانے کیلئے کہا گیا ہے۔۔" انور ٹرے بیڈ پر اسکے مقابل رکھتا حکمیہ انداز میں بولا۔

انور کے سرد انداز پر نوری کی آنکھیں واپس بھر آئی تھی۔ ایک تو اسے اس محل نما ویران حویلی میں ڈر لگ رہا تھا۔ دوسرا اماں اتنا یاد آ رہی تھی۔ اس پر یہ بندہ ڈانٹ رہا تھا۔

"میں نے آپ کو رونے کیلئے نہیں کھانے کیلئے کہا ہے۔۔" انور آنسوں سے بھری آنکھوں کو دیکھ کوفت کا شکار ہوتا جھنجھلا کے بولا۔

دھان پان سا نازک سراپا، گندمی رنگت، تیکھے نقوش، بڑی بڑی غلافی آنکھیں، اور چھوٹی سی ستواں ناک دونوں ہی مسلسل رونے کی وجہ سرخ ہو گئے تھے، چھوٹے سے گول چہرے کے گرد بے پرواہی سے جھول رہی الجھی لٹیں جو نجانے کتنے دنوں سے اس

بے پرواہ وجود کی خود فراموشی کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی۔انور نے کوفت سے واپس نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔یہ چھوٹی بلا اسکے مقصد کے درمیاں بڑی رکاوٹ تھی۔

"میں نے نہیں کھانا۔۔"نوری دونوں ہاتھوں سے چہرے صاف کرتی رخ موڑ کر اٹل انداز میں بولی۔عجیب بے حس انسان تھا۔بچی کے جذبات کی پرواہ ہی نہیں تھی فقط حکم جاری کرتا رہتا تھا۔

"اور وہ کیوں نہیں کھانا؟؟؟؟۔"انور اسکی ہٹ دھرمی پر مٹھیئ بھینچ گیا تھا۔اسے کہاں عادت تھی یہ ناز نخرے چونچلے اٹھانے کی۔

"مجھے نہیں رہنا اس ویران حویلی میں تنہا مجھے ڈاکٹر باجی کے پاس جانا ہے مہربانی کر کے آپ مجھے ڈاکٹر باجی کے پاس چھوڑ آئیں۔۔۔"غصہ سے کہتے ہوئے آخر میں نوری کی آواز بھرا گئی تھی۔انور نے کسی قدر غصے اور حیرانی سے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔جس کی ضد ہی نرالی تھی۔پھر جب لب کھلے تو ازلی سرد لہجہ ہی اختیار کیا گیا تھا۔

"محترمہ حویلی میں نوکروں کی پوری فوج موجود ہے،اور آپ کو اپنا آپ تنہا محسوس ہو رہا ہے،آفرین ہے آپ پر ویسے۔۔انور نے طنزیہ تالی بجائی تھی۔نوری نے تاسف سے اس

چٹانی وجود کو دیکھا جس کا قد و قامت ہی صرف پہاڑ جیسا بلند و سخت نہیں تھا، دل کی جگہ بھی شائد کوئی پتھر ہی فٹ تھا جو وہ تنہائی کے اصل معنٰی مطلب سے نابلد تھا۔

"اور دوسری محترمہ آپ ہی نے دیکھا کی آپ کی ڈاکٹر باجی کی شادی ہو گئی ہے، اور ان کا سسرال آپ کی مرحومہ والدہ کی والدہ مطلب آپ کی نانی اماں کا گھر بالکل نہیں جو میں منہ اٹھا کے آپ وہاں چھوڑ آؤں۔۔"انور زچ ہوا تھا۔

"تو پھر آپ مجھے میرے اسی بوسیدہ مکان میں چھوڑ آئیں جہاں سے اٹھا کر اس محل میں پٹخا تھا۔۔"نوری مقابل کے پے در پے طنز پر سرتاپا سلگ کر بولی۔ جس پر انور کا من کیا جادو کی چھڑی گھما کر اس عقل و فہم سے نابلد لڑکی کو غائب کر دے۔

"محترمہ کیا میں نے آپ کو انگریزی میں سمجھایا تھا کی آپ کی جان کو خطرہ ہے، لہذا احتیاط سے کام لیں، کیونکہ آپ کے جو محترم بڑے بھائی صاحب ہوتے تھے نہ سلیمان چوہدری، موصوف کوئی ہاتھ میں تسبیح بغل میں مصلہ صوم و صلوات کے پابند پہونچے ہوئے پیر فقیر نہیں تھے، بڑے بڑے کانڈ کر کے برے برے لوگوں سے یاری دوستیاں بڑھا کر لمبا اندر گئے ہیں، اب باہر کھلے سانڈ کی طرح گھوم رہے ان کے عزیز دوستوں نے

دوستی کا فرض تو نبھانا ہے اپنے جگری یار کی چہیتی چھوٹی بہن کے ساتھ،۔۔ناچاہتے ہوئے بھی انور کا لہجہ دوبارہ سے بے لچک کاٹ دار اور طنزیہ ہی تھا۔ جس پر نوری بنا کچھ کہے سر جھکا گئی تھی۔ جیسے ساری غلطی اسی کی ہو۔

انور نے بیک وقت ترحم اور غصیلی نظر اس کے جھکے سر پر ڈالی تھی۔ غلطی تو اس معصوم سی چھوٹی لڑکی کی بھی نہیں تھی۔اپنی زندگی کے سترہ سال اس نے گاؤں کی آزاد فضا میں مٹی کے بوسیدہ مکان میں ماں کے مہربان آنچل میں چھپ کر گزارے تھے۔ماں کا سایہ اٹھا تو حبہ کی نرم آغوش مل گئی تھی پچھلے ایک سال سے، لیکن اب وہ بالکل تنہا ہو گئی تھی۔دوسری طرف اس سب میں انور کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔وہ نوری کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف بھی رواں دواں ہونا چاہتا تھا۔بنا کسی رکاوٹ کے چوہدری کو تو اسکے انجام تک پہونچا چکا تھا۔اب باری شاکا کی تھی جو اصل مجرم تھا اس کا،اور شاکا کوئی آسان ٹارگیٹ نہیں تھا،اس تک پہونچنے کیلئے بہت پاپڑ بیلنے تھے۔ لیکن نوری کی ذمہ داری انور کی راہ میں بار بار رکاوٹ بن رہی تھی۔

"اچھا روئیں نہیں اور کھانا کھالیں، میں آپ کی ڈاکٹر باجی سے تو نہیں ملاقات کروا سکتا ابھی کچھ دن۔۔ لیکن ہاں! آپ کو میرپور گھما سکتا ہوں، مطلب آپ اپنی ملکیت کا جائزہ لے سکتی ہیں، مثلاً کھیت، باغات اور دیگر جاگیر کی سیر کروا سکتا ہوں، لیکن جب مجھے فرصت ہو گی تب، فلحال میں بہت مصروف ہوں، لیکن اسکے کیلئے آپ بنا ضد کئے سب کام کرنے ہونگے منظور؟؟؟۔" انور نے کافی دیر سوچ بچار کر یہ نیا حل نکالا تھا۔ بہتی دریا کا منہ بند کرنے کا۔

"آپ بعد میں پھر ثوبی اور ڈاکٹر باجی کے پاس لیجائیں گے ناں؟؟؟۔۔" نوری نے آنکھوں میں امید کے دیئے روشن کئے آس سے پوچھا تھا۔ جس پر انور سر ہلا گیا۔

"آپ کھا کر آرام کریں۔ شب بخیر۔۔" انور ایک نظر ٹرے پر ڈالتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ پیچھے نوری بھی آنسوں صاف کرتی ٹرے پر جھک گئی تھی۔ دکھ کم ہوا تو پیٹ میں چوہوں کا احتجاج زور پکڑ گیا تھا۔

"سرکار چوہدری کے اندر جانے سے پولیس کا محکمہ بہت زیادہ چوکنا ہو گیا ہے، ایسے میں کوئی بھی حماقت ہماری پوری ساخ ڈبو سکتی ہے، چوہدری نے منہ تو اب تک نہیں کھولا ہے، لیکن کوئی بھروسہ نہیں، کیونکہ سنا ہے چوہدری کے کیس پر جو ایس پی کام کر رہا ہے، اس ایس پی کے تعلقات بھی بہت اپر تک ہیں، پولیس لائن کے ہر چھوٹے بڑے عہدے پر ایس پی کے خاندان کا ہی کوئی نہ کوئی فرد فائز ہیں، اور دوسری مصیبت یہ ہے کی چوہدری سے ان کے خاندان کا کوئی پرانا حساب بھی نکلتا ہے، ایسے میں چوہدری کے باہر آنے کی امید کم اور منہ کھولنے کا خدشہ زیادہ ہے، دوسری طرف سیاست اور صحافت والوں نے صاف مجبوری کا رونا رو کر دامن بچا لیا ہے، کہیں وہ آپ کا۔۔۔"شاکا کا خاص بندہ شاکا کے حکم پر رٹو طوطے کی طرح فر فر بول رہا تھا۔ جب شطرنج پر جھکے شاکا کے اٹھے ہاتھ نے اسکے لب مقفل کیئے تھے۔

"ششششش!!!!!!۔ چوہدری مرنا پسند کرے گا لیکن منہ کھولنے کی غلطی مر کی بھی نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے شاکا رحم نہیں کرتا، نہ مردے اور ناہی زندے پر۔۔۔"چوہدری کی سرسراتی آواز میں چھپی دہشت محسوس کر مقابل نے جھرجھری لی تھی۔

"ایس پی کا خاندان بڑا دم دار ہے یار ان کے حساب تو ہر مجرم کے ساتھ نکلتے ہیں، اب اس میں ہم معصوم مجرموں کی غلطی تھوڑی ہے۔۔" شاکا مکروہ ہنسی ہنستا واپس سامنے لکڑی کے ٹیبل پر رکھے شطرنج پر جھک گیا تھا۔ ایک ہاتھ مہروں پر کسی بلا کی طرح منڈرا رہا تھا۔ تو دوسرا ہاتھ دائیں گال کے اس نشان کو سہلا رہا تھا۔ پیلی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔ سیاہ بھدے ہونٹوں پر کمینی مسکراہٹ۔۔

"چوہدری جس وقت پولیس کی گرفت میں آیا تھا اسی وقت شاکا کے شطرنج سے چوہدری نامی پیادا آوٹ ہو گیا تھا ایسے۔۔" چوہدری نے ٹھوکر مار کے سیاہ رنگ کے پیادے کو گرایا تھا۔

"اب وہ مرے یا جئے مجھے کیا، میری طرف سے مرے سالا کیونکہ جرم کی دنیاں میں وہی جیتا ہے جو لوگوں کو گھٹن اور خود کو اکسیجن فراہم کر سکتا ہے، اور چوہدری وہ تو خود۔ چہ چہ۔۔" شاکا ابھی شطرنج سے نکلے سیاہ پیادے کو اپنی کولاپوری چپل تلے بری طرح مسلتا بھینچی آواز میں غرایا۔ جیسے وہ پیادا نہیں چوہدری ہو۔

"شاکا کے شطرنج میں دونوں طرف کی بازی ہمیشہ سے شاکا ہی کھیلتا آیا ہے، اب بھی ایسا ہی ہوگا، ٹھیک آٹھائیس سال پہلے کی طرح۔۔اٹھائیس سال سے یاد آیا بھئی میں نے کوئی بہت خاص چیز منگوائی تھی وہ ملی کیا؟؟؟۔" حوانیت سے کہتے ہوئے اچانک ہی شاکا مؤدب کھڑے آدمی سے مخاطب ہوا تھا۔

جو سر ہلاتا باہر نکل گیا تھا۔جب دو سے تین منٹ بعد اسکی واپسی ہوئی تو اسکے پیچھے دو آدمی ایک سفید تھیلا بامشکل اٹھائے آئے تھے۔جسے دیکھتے ہی شاکا کی آنکھوں کی شیطانی چمک دگنی ہوگئی تھی۔ہونٹوں کی مکروہ مسکراہٹ پھیل کر آدھے گال تک چلا آیا تھا۔وہ کرسی کو ٹھوکر مار کر کھڑا ہوتا نپے تلے سرشار قدم اٹھاتا فرش پر رکھی اس بوری تک چلا آیا تھا۔

"اصلی ساگوان ہی ہے ناں؟؟؟۔" چوہدری نے بوری کی طرف جاتا ہاتھ روک کر آنکھوں میں سردپن لیئے پوچھا۔

"جج۔۔جی سرکار۔۔" شاکا کی آنکھوں کی سرخی پر آدمی گڑبڑایا تھا۔

"ہوں! اگر ایسا نہیں ہوا تو اسی بوری میں تمہاری لاش ڈال کر پیچھے والی ندی میں پھکوا دونگا۔۔" شاکا مقابل کے کالر کے ندید اسلوٹ ٹھیک کرتا ہوا بظاہر تو مسکرا کے بولا تھا۔ لیکن لہجے میں چھپی وحشت اور سرد پن نے ایک پل کیلئے اعصاب سن کر دئے تھے۔

"وہ کیا ہے نہ یار کمشنر اپنا بہت خاص دوست ہے، اس لیئے اسے تحفہ بھی بہت زیادہ خاص دینا ہے، پچھلی بار کا تحف تو پورے چھ مہینے کی ہتک محنت سے بنایا تھا اپنے ان ہاتھوں سے میں نے وہ بھی جیل میں بیٹھ کر، یقین کرو بڑا خوبصورت بنا تھا جسے دیکھتے ہی کمشنر خوشی سے پورے شہر میں میرا شکریہ ادا کرنے کیلئے پاگل گھوم رہا تھا، لیکن۔۔ میں نے یہ موقع بیچارے کو دیا نہیں، مطلب یاری دوستی میں کیسا شکریہ کیسی انکساری۔۔ ہاہاہاہا۔۔" شاکا مکاری سے قہقہ لگاتا بوری کا منہ کھول کر لکڑی کے گودے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جھک کر اسکی خوشبو سونگھنے لگا تھا۔

"آہ! مزہ آگیا۔۔" لکڑی کی خوشبو اندازا تارتے ہوئے جیسے کھل اٹھا تھا۔ بوری اٹھا کر اندر آئے دونوں مشٹنڈوں نے حیرت سے اپنے سرکار کا یہ پاگل پن دیکھا تھا۔

"میرا کمشنر یار نہ بڑا ایماندار آدمی ہے فرض کو لیکر اس قدر جنونی ہے کی کیا بتاؤں، اسے عشق ہے اپنے فرض سے فرض کی راہ میں وہ کچھ بھی قربان کر سکتا ہے، کچھ بھی مطلب کچھ بھی، نہ صرف اپنی بلکے اپنے خون کی بھی، اب اس فرض کے عاشق کو سلام تو بنتا ہے، اب خالی خولی سلام کا کمشنر نے اچار ڈالنا ہے، اس لیئے دریا دل شاکا اپنے جگر کو اسکے اس بے غرض عشق کی سوغات دیکھا، میں تیار کرونگا کا اپنے یار کیلئے "سوغات عشق" جسے دیکھ کا شرطیہ میرا یار کھل اٹھے گا اور ایری چوٹی کا زور لگا دیگا میری تلاش میں، جتنا وہ ضدی ہے سر کے بل چل کر آئے گا شاکا کے پاس۔ ہاہاہاہا۔۔" شاکا لکڑی کے گودے پر نرمی سے ہاتھ پھیرتا شیطانی قہقہ لگا کر بندے کمرے کی درودیوار میں سور پھونکنے لگا تھا۔ جس سے اسکے پیچھے کھڑے اسکے خاص بندے تک پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

"ہم دونوں کی سوچ ایک جیسی ہے بس راستے الگ ہیں اور جب راستے ملیں گے تو پرانے حساب نکلیں گے پھر آئے گا مزہ۔۔" شاکا خود کلامی کرتا بوری سے اپنے منگوائے اوزار کی تھیلی نکال کر فرش پر دونوں پیر پھیلا کر آرام سے بیٹھتا گودا درمیان میں رکھ کر تراشنے لگا تھا۔ اور اسکے پیچھے کھڑا اس کا آدمی حیران پریشان اپنے نفسیاتی سرکار کو دیکھ رہا تھا۔

‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿

‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿‿

Dil mang rha hai mohlat

Tere sath dhadakne ki

Tere naam se jeene ki

Tere naam pr marne ki

Tere sang chalon hardum

Ban krke perchhaye

Ek bar ijzat de

Mujhe tujh mai dhalne ki

گاڑی کی خاموش فضا میں ہمیشہ کی طرح سینگر کی سحر انگریز آواز گونج رہی تھی۔ لفظ لفظ دونوں کے دلوں پر نقش چھوڑ رہے تھے۔ لیکن بظاہر دونوں لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے ہر بول پر نئے لے پر دھڑک رہے دل کی دھڑکنوں کی سرگوشی کو نظرانداز کرتے ناک

کے سیدھے میں ونڈ سکرین سے باہر شہر کی مصروف ترین سڑک پر دوڑتی بھاگتی جلد بازی کے چکر میں ایک دوسرے پر گاڑیاں چڑھا دینے تک کو تیار مشنری بے حس لوگوں کو دیکھنے میں مگن تھے۔

کل تک جو احان کے پہلو میں ہوتے ہوئے دیبا کی زبان میں کھجلی کا نہ ہونا ایک ناممکن بات تھی۔ آج دونوں کے دلوں کی بدلتی حالت نے وہ ممکن کر دیا تھا۔ اب اکثر دونوں اپنے دلوں میں پنپ رہے نئے جذبات سے خوف زدہ ہو کر نظر چرانے لگے تھے۔ درمیان میں محسوس کی جانی والی اس ان دیکھی کشش سے کتراتے ہوئے لفظوں کو حلق میں منجمد کر کے پھڑ پھڑاتے لبوں پر قفل لگائے بھڑکتے نئے جذبات کو اپنے تئیں قابو کرنے کی تگ و دو میں خاموشی کو میٹھی سرگوشی کرنے کا موقع دینے لگے تھے۔

پتہ نہیں یہ محبت ہے یا

میری نادانی

بس ہر پل تجھے یار کرنا

مجھے اچھا لگتا ہے۔

"کیا بات ہے بھئی آج کوئی کچھ زیادہ ہی خاموش ہے خیریت؟؟؟۔" آخر اس معنٰی خیز خاموشی کے طویل ہوتی مدت سے تنگ آکر احان نے لب کشائی میں پہل کی تھی۔

"خاموش تو آج کل آپ بھی بہت رہنے لگے ہیں حان، شائد میرا اندازہ غلط ہو لیکن یہ خاموشی نجانے کیوں بے وجہ نہیں لگتی، اس خاموشی کے لبادے میں کچھ تو پوشیدہ ہے۔۔" دیبا نے رخ موڑ کر احان کی طرف دیکھتے ہوئے جس بات کا حوالہ دیا تھا۔ احان نے مشکل سے اپنے تاثرات نارمل رکھے تھے۔

یہ پہلا موقع تھا جب احان اپنی بیسٹ فرینڈ سے کچھ چھپا رہا تھا۔ وہ بھی اس لیئے کی اکبر علی کی ہدایت تھی کے فیملی پروفیشن دونوں کو اعلیحدہ رکھنا ہے۔

"آپ سخت قسم کی غلط فہمی کا شکار ہیں ڈاکٹر صاحبہ ورنہ آپ کو یاد ہونا چاہئے کی ایس پی احان کو اپنی پیاری سی دوست کی باتیں بنا مداخلت کرے صرف اسے سننے کی بچپن سے عادت ہے، جو وہ اپنی آخری سانس تک بدلنے کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔۔" احان اسکے متفکر چہرے کے نقوش میں نظریں الجھاتا نرمی سے بولا۔ لہجے کی نرمی میں بسی محبت کی دل فریب خوشبو اپنی سوچوں میں الجھی دیبا محسوس کرنے سے قاصر رہ گئی تھی۔

"یہ غلط فہمی ہی ہو تو اچھا ہے۔۔" دیبا نے بے دھیانی میں بلند آواز میں خود کلامی کی تھی۔ جس پر احان ٹھٹھکا تھا۔ مطلب یہ پاگل لڑکی اپنے چھوٹے سے دماغ میں فضول سوچوں کو جگہ دینے لگی تھی۔

"مل جائے یہ شاکا ایسی شکل بگاڑنی ہے میں نے اس کی کی خود شناختی کارڈ لیکر گھومے اپنے تھوپرے کی شناخت کیلیئے۔" احان نے دیبا کے چہرے پر نظر ٹکائے دانت کچکچا کے شاکا پر لعنت ملامت کیا تھا۔

"دیبا احان صرف آپ کا حان ہے، اس کی زندگی میں اور کوئی باہر والا کسی بھی عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا، کیونکہ احان اطہر علی کیلیئے دیبا احان علی سب کچھ ہے۔۔" احان نے گاڑی سلو کرتے ہوئے اوور آل پر بے دھیانی میں انگلی پھیر رہی مضطرب دیبا کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ اس سے پہلے کی وہ سوچ کو زباں دیتا دفعتاً ڈیش بورڈ پر رکھا احان کے فون میں آرہی کال نے آگ میں پیٹرول کا کام کیا تھا۔

"اٹھا لیں شائد بہت ضروری ہے۔۔" دیبا آخر میں ڈبل زیرو والا نمبر دیکھ طنزیہ بولی۔ جس پر احان نے لب بھینچ کر سٹیرنگ پر گرفت مظبوط کر دی تھی۔

"کوئی ضروری نہیں ہے، ایس پی صاحب کیلئے اس وقت سب سے زیادہ ضروری انکی ڈاکٹر ہے۔۔" احان فون سائیلینٹ پر ڈال کر ڈیش بورڈ پر رکھتا دیبا کا ہاتھ تھام کر سٹیرنگ پر اپنے ہاتھ کے نیچے دبایا تھا۔ اچانک حملے اور مقابل کے پر حدت لمس پر دیبا کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔

"اب بتائیں بھئی آپ کی اس خاموشی کا کیا علاج ہے۔۔" احان مکمل اسکی طرف متوجہ تھا۔

"کک۔۔ کچھ۔۔ کچھ بھی تو نہیں حان۔۔" دیبا اسکے آنچ دیتے لہجے پر تپش نگاہوں سے پگھل کر موم ہوئی تھی۔

"پھر زبان کیوں لڑکھڑا رہی ہے؟؟؟" احان اسکی نقش نقش میں گھلی سرخ سے حظ اٹھاتا ہوا گمبھیر آواز میں پوچھا۔

"ہہہ۔۔ ہسپتال آگیا۔۔" حیات ہسپتال کا سائن بورڈ دیکھتے ہی دیبا کی جان میں جان آئی تھی۔ احان نے بے بسی سے بریک لگاتے ہوئے اسے دیکھا۔ لیکن ہاتھ آزاد نہیں کیا تھا۔

"دیبا کچھ بھی فضول سوچ کر خود کو ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ جانتی ہیں آپ کا حان آپ سے کچھ بھی راز نہیں رکھ سکتا۔۔۔احان دیبا کا ہاتھ سہلاتا اسے تسلی دے رہا تھا۔جب فون واپس بپ ہوا تھا۔دیبا نے سرعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تھا۔احان نے بے بسی سے فون کو دیکھا بس نہیں چل رہا تھا کی اٹھا کر سامنے روڈ پر دے مارے اس بلا کو۔۔

"میں ہسپتال سے ہاف لیکر گرمی کے شوپنگ کیلئے جا رہی ہوں آپ لینے نہیں آیئے گا۔۔" دیبا نے دوڑ بند کرتے ہوئے مطلع کیا تھا۔

"اوکے۔۔"اپنی سوچوں میں غلطاں احان نے سر ہلاتے ہوئے بنا دیبا کے دھواں دھواں ہوئے چہرے پر نظر ڈالے گاڑی نکال لے گیا تھا۔

"آپ بدل گئے ہیں حان، بہت بدل گئے ہیں، آپ میرے حان ہوتے تو ابھی کہتے میں ساتھ چلونگا آپ کے بغیر کبھی شوپنگ نہیں کی میں نے پھر آپ نے کیسے سادہ سا اوکے کہ کر دامن چھڑا لیا۔۔"احان کی دھول اڑاتی گاڑی کو دیکھ دیبا کی آنکھیں بھر آئی تھی۔

شام کو تیرا ہنس کر ملنا

معنوں دن بھر کی اجرت ہے۔

"بندہ قد میں چاہے بیوی سے جتنا بھی چھوٹا ہو سیڑھی سٹول وغیرہ کے استعمال سے کام چل جاتا ہے، لیکن عمر میں چھوٹا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس نفسیاتی خامی کا تو کوئی علاج ہی نہیں، کوئی ایسا کار آمد ٹوٹکا ٹول بنا ہی نہیں بیوی کو قابو کرنے کا، بندہ چاہے سر پھوڑ لے لیکن بیوی نامی عظیم مخلوق نے رعب میں کسی قیمت نہیں آنا۔" حشام نے منہ بسور ہوئے جان کر اونچی آواز خود کلامی کرتے ہوئے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

تمام قیمتی لفظوں کو اگنور کرتے ہوئے گلے سے سٹتھوسکوپ نکال رہی حبہ کی بھنویں عمر والی بات پر بات بھویں تنی۔

حشام نے کن کھیوں تیوری چڑھائے خود گھور رہی ڈاکٹر کو دیکھ مسکراہٹ دبائی تھی۔اسے کچھ دنوں سے محسوس ہو رہا تھا جیسے حبہ اس سے کچھ ایسا چھپا رہی جو اسے خود

ہراساں کئے ہوئے ہے۔اپنے شک کی تصدیق کیلئے آج وہ حبہ کے ہسپتال جلدی پہونچ گیا تھا۔لیکن ڈاکٹر بڑی ٹیڑھی کھیر تھی یہ حشام اچھی طرح جانتا تھا۔

"ویل فسٹ اوف آل آپ کے پورے سنٹینس کو تصیح کی سخت ضرورت ہے کیونکہ۔۔۔" حبہ نے آرام سے سٹتھوسکوپ نکال کر ٹیبل رکھا۔پھر بڑے اطمینان سے شاہانہ چال چلتے ہوئے جاکر اپنے چیر پر بیٹھی۔

"اول تو میں آپ کی بیوی نہیں منکوحہ ہوں وہ بھی جز وقتی اور ایک مقررہ مدت کے بعد ہماری راہیں جدا ہو جائیں گے۔حبہ کی بات پر حشام نے لب بھینچے۔

"دوم میں آپ سے زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سال بڑی ہوں،وہ بھی اگر پروف کے ساتھ دیکھیں تو،ورنہ سادہ آنکھ سے آپ مجھ سے پانچ چھ سال بڑے معلوم ہوتے ہیں،یہ فرق آپ خود اب کے ہشام نے منہ بگاڑتے ہوئے آنکھیں گھومائی۔

"سوم اور بہت اہم بندہ عمر میں چھوٹا ہو چاہے قد میں دونوں ہی ایک وقت میں چل جاتا ہے۔لیکن عقل کے چھوٹے انسان کا گزارہ تھورا مشکل ہوتا ہے۔تاریخ گواہ ہے بڑے بڑوں کو چھوٹے چھوٹے بچوں نے سبق دیا ہے۔مثال کے طور پر حضرت خواجہ

عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ کو لے لیں۔ یا پانچویں جماعت کے آسان اردو میں تیمور لنگ نے ایک معمولی چیونٹی سے درس لیا والا مشق یاد کر لیں۔" حبہ نے اطمینان سے اپنی چیزیں سمیٹ کر بیگ میں ڈالتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اپنے پختہ دلیلوں سے سامنے والے کو چاروں خانے چت کیا تھا۔

"بٹ آپ میری بات پر غور تو کریں میں اس چوہدری کو سبق سکھانا چاہتا ہوں، جو آپ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، وہ پہلے سے اندر ہے ہمارا کیس اس پر اور پریشر بڑھائے گا۔ حشام کی وہی مرغی کی ایک ٹانگ تھی۔ جو پیچھے دو تین دنوں سے چلتی آرہی تھی۔

"مسٹر حشام آپ ہی کہہ رہے ہیں کی چوہدری پولیس کی گرفت میں چاچو احان بھائی لوگ ہیں نہ سب سنبھال لیں گے ہمیں کیا ضرورت ہے پرسنلی انوالو ہونے کی۔" حبہ اپنا وائیٹ کورٹ کھول کر کرسی کے پشت پر ڈالتے ہوئے مصروف مگر دوٹوک انداز میں بولی۔ کل تک وہ بھی یہی چاہتی تھی لیکن دل کی دنیاں بدلتے ہی اب ایک خوف نے سر اٹھایا تھا سب کھو دینے کا خوف اور اب چہچہاتے چمن سے ویران بیاباں کا مشکل سفر نہیں کرنا چاہتی تھی کسی قیمت پر بھی نہیں۔۔

"ڈاکٹر چوہدری کتنا بڑا کمینہ ہے اس کا اندازہ تو آپ کو بھی باخوبی ہے، اس جیسے کو بچانے کیلئے ہزاروں کمینے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں، چاچو اور بھائی پر اپر سے بہت پریشر ہے ممکن ہے کی اسکے اپر موجود سارے چار جیز خارج کر دے جائیں، ایسے میں شہزادے پر واپس خطرہ بڑھ جائے گا، اور ہم کیوں اپنے بچے کو کسی جرم کی طرح چھپاتے گھومیں، مجرم کو کھلا چھوڑ کر آپ کوشش کریں ہم اس چوہدری کو اچھا سبق سکھائیں گے، ویسے بھی جب آپ تھیں تب بات اور تھی، اب ثوبان کیلئے لڑنے والوں کی کمی نہیں ہے، علی ولا کا چشم و چراغ ہے ثوبان احتشام علی، اس پر بری نظر ڈالنے والے کی آنکھیں نکال لیں گے ہم۔۔" حشام بغور حبہ کا چہرہ دیکھتا سرد آواز میں بولا۔ جس پر حبہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جانے کیوں اسے لگا کی حشام نے اسے جاتایا ہے کی وہ ثوبان کی سگی نہیں، وہ ثوبان کیلئے کچھ نہیں کر پائی۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے قدرے تحمل سے گویا ہوئی۔

"کچھ چار مہینے پہلے آپ کی ثوبان سے ملاقات ہوئی ہے۔ جبکہ وہ پیدا ہی میرے ہاتھوں میں ہوا۔ اس دنیاں میں آکر جس پہلے شخص کو شہزادے نے دیکھا اور جس پہلے شخص نے شہزادے کو دیکھا وہ میں تھی، خواہ اس معصوم سے میرا خون کا رشتہ نہیں ہے، لیکن میرا خدا جانتا ہے، ڈاکٹر حبہ کا شہزادہ اسکی رگوں میں لہو کی طرح دوڑتا ہے، اس بچے کیلئے ڈاکٹر

حبہ کچھ بھی کرسکتی ہے کسی بھی حد تک جاسکتی ہے، اس دنیاں میں شہزادے سے مجھ جتنی محبت کوئی نہیں کر سکتا۔ اسکا سگا چچا بھی نہیں۔ حبہ کے کچھ جتاتے سخت انداز پر ہشام ٹھٹھکا۔

"آپ نے میری بات کا غلط مطلب نکالا ہے، آپ مجھے غلط سمجھ رہیں ہیں۔" حشام نے لفظوں پر غور کرنے کے بعد صفائی پیش کی۔

"مجھے آپ کو سہی یا غلط سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہاں کسی کو سمجھنے کی ضرورت ہے تو وہ آپ ہیں۔" حبہ نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے سامنے پڑی فائل اٹھائی۔

"گھر چلیں شہزادے ہمارا انتظار کر رہے ہونگے، دیبا تو شائد پہونچ بھی گئی ہو گی۔۔" حبہ نے مزید بحث سے گریز کرنے کیلیئے فائل اٹھا کر گلاس ڈور کی طرف بڑھی تھی۔ حشام بھی سرد سانس فضا کے سپرد کرتا کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کچھ تو ہے ڈاکٹر میری کوشش بے کار ہی صحیح لیکن آپ خود مجھے بتائیں گی یہ ان کہی حقیقت، میرے شک پر یقین کی مہر ضرور سبت ہو گی۔۔" حشام حبہ کی پشت دیکھتا بڑبڑایا۔

"چاچو یار بخش دیں آپ مجھے ایک نمبر کی چیکولڑکی ہے یونی کے دنوں میں ہی وہ مجھ سے مشکل سے برداشت ہوتی تھی،اور آپ ہیں کی پچھلے ایک مہینے سے واپس اسے میرے سر پر نازل کر دیا ہے، قسم سے فون نمبر دے کر پچھتا رہا ہوں، جب دل کرتا ہے نہ وقت دیکھتی نہ موقع بس فون گھما دیتی ہے،اور بے وقت کالز اور مسیجز کی وجہ سے دیبا پریشان رہنے لگی ہے۔۔"احان فینس چائنس ریسٹورنٹ کے آگے گاڑی روکتے ہوئے روہانسی آواز میں دوسری طرف موجود کمشنر صاحب سے مخاطب تھا۔اسکے رونی آواز پر کمشنر اکبر نے قہقہ لگایا تھا۔

"آپ ہنس رہے ہیں میری جان پر بن آئی ہے، آج پھر کم از کم ایک گھنٹہ صبر آزما ہو گا میرے لیئے، چاچو میں بتارہا میں مزید اس بلا کو نہیں برداشت کر سکتا۔۔"احان ڈور لاک کرتا حتمی انداز میں بولا۔

"یار میں نے کوئی شوق سے تمہیں افیئر چلانے پر مجبور نہیں کیا ہے، کیس کی ڈیمانڈ ہے سمجھو، وہ لڑکی کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے اور نہ ہی شاکا کوئی چوہدری جتنا آسان ٹارگیٹ ہے جسے اسکے حویلی سے اٹھالاؤ، شاکا ہے وہ کب کہاں ہوتا کسی کو کانوکان خبر نہیں ہوتی، ہم دن میں دو بار کپڑے بدلتے ہیں وہ چار بار اپنا ٹھکانہ بدلتا ہے، اور اس کا سہی ٹھکانہ ہمیں یہ لڑکی بتا سکتی ہے، بس تم صبر اور ہوشیاری سے کام لو۔ شاباش میں جانتا ہوں کوشش کرو تو تمہارے لیئے کچھ مشکل نہیں۔۔"کمشنر اکبر کے سنجیدگی سے سمجھانے پر احان بے بسی سے لب کچلتا بھاری قدم اٹھاتا ریسٹورنٹ کے اندر داخل ہوا تھا۔ جہاں مخصوص ٹیبل پر وہ جلوے بیکھیرتی بے نیازی سے براجمان تھی۔ جیسے یہ ریسٹورنٹ اس کے غنڈے باپ کی جاگیر ہو۔۔

"ہائے! ایس پی صاحب کیسے ہیں آپ، بھئی سہی کہتے ہیں لوگ آپ پولیس والے کبھی وقت پر نہیں پہونچتے۔۔"احان کے قریب پہونچتے ہی "نرالی" کرسی گھسیٹ کر ایک ادا سے بال جھٹکتی ہوئی بولی۔ جس پر احان سرعت سے اسکے بجلیاں گراتے وجود سے نظر ہٹا کر ارد گرد گھمائی تھی۔

''ہمیشہ کی طرح ہی ہوں، کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے،اور ہم پولیس والے بیکار نہیں ہوتے ہزاروں کام ہوتے ہیں ہمارے پاس کرنے کیلئے۔۔''احان پینٹ کے جیب میں ہاتھ پھساتا بیزاریت سے بولا۔

''مطلب ہینڈ سم۔۔''نزالی بے باکی سے قہقہ لگا کر بولی۔جس پر احان نے جبڑے بھینچے تھے۔

''سوری آپ کو اس قسم کی گفتگو سے خاص قسم کی الرجی ہے۔۔''نزالی کان پکڑ لجاجت سے بولی۔جس پر احان خود پر جبر کرتا بیٹھ گیا تھا۔اگر اس لڑکی سے انفارمیشن نہیں چاہیئے ہوتی تو مر کر بھی وہ اسے اپنے مقابل کھڑا ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔

''بڑے بے مروت ہیں ایس پی صاحب،لیڈیز فرسٹ پر بھی عمل پیرا نہیں ہوتے۔۔''نزالی افسوس کرتی ہوئی سامنے بیٹھ گئی تھی۔پھر نزالی نے خود ہی آڈر بھی دیا تھا۔احان خود پر جبر کئے بیٹھا تھا۔

''شیر کھوکھر کی لخت جگر آپ کے مقابل بیٹھی ہے اور آپ کا دھیان یہاں نہیں، حیرت انگیز بات ہے ویسے یہ، ویسے آپ کا دھیان ہے کہاں؟؟؟۔''کچھ دیر کی خاموشی کے بعد

نرالی مغرور آواز سماعت پر بوجھ کی طرح گری تھی۔ جس پر کوفت زدہ احان کوئی سخت جوابی کارروائی کرتا کی۔ عقب سے آئی آواز نے اسکی سماعت مفلوج کر دی تھی۔

"ارے بے فکر رہیں محترمہ ان کے دھیان کے سارے دھاگے آپ ہی سے جڑے ہیں، یہاں بھی اور گھر میں بھی، یوں سمجھ لیں ٹوئنٹی فور سیون آپ ان کے حواسوں پر سوار رہتی ہیں، کیوں ایس پی صاحب؟؟؟؟۔" دیبا نے چبا کر کہتے ہوئے طنزیہ نظر احان پر ڈالی تھی۔ جو میٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔

"آپ کا تعارف؟؟؟؟۔" نرالی نے چمکتی ریشمی زلفوں کو جھٹکا دیتے ہوئے ای بر واٹھا کے پوچھا۔

"کوئی خاص شخصیت نہیں، ان محترم کی کزن ہوں۔" دیبا نے کزن پر خاصہ زور ڈالا تھا۔ جس پر احان نے تلملا کر شکوہ کناں نظر اٹھائی تھی۔ لیکن وہ مکمل اس بولڈ لڑکی کی طرف متوجہ تھی۔ جو گلابی لپ سٹک سے رنگے ہونٹوں کو سیٹی کے انداز میں گول کئے بڑی بے باکی سے احان کو دیکھ رہی تھی

"اہ! مطلب آپ ایس پی صاحب کی کزن ہے مطلب کی آپ بھی کہیں کی ایس پی، کمشنر لگی ہوئی ہونگی۔۔" نرالی نے تمسخرے سے کہتے ہوئے بلیک جینز پر وائٹ کرتا پہنے سر پر سلیقے سے حجاب کی ہئے گریس فل سی دیبا کا تنقیدی جائزہ لیا تھا۔احان کا خود کو نظرانداز کرنا اور اس لڑکی کے سراپے پر استحاق بھری نظریں گاڑھے رکھنا ایک آنکھ جو نہیں بھایا تھا اسے۔

"غلباً میں نے ابھی یہی کہا ہے۔۔" دیبا نے جبری مسکراہٹ کے ساتھ جتایا۔

"اور اندازہ پوری طرح سے غلط ہے آپ کا میں ڈاکٹر ہوں، ڈاکٹر دیبا انصار علی۔۔" دیبا نے جان کا انصار علی کا لاحقہ لگایا تھا۔تاکے اپنے اندر اٹھ رہے دھوئیں سے ایس پی کا سینا بھی سلگائے۔احان نے آنکھیں سکیر کر اس ظالم دوشیزہ کو دیکھا تھا جو نیم حکیم خطرہ جان والے محاورے پر فٹ بیٹھ رہی تھی۔

"اہ! تو آپ یہاں اپنے مریض کے علاج کے سلسلے میں تشریف لائیں ہیں؟؟؟۔" نرالی کا مغرور انداز صاف مذاق اڑاتا تھا۔

"نہیں! الحمدللہ میرے مریض چل کر ہسپتال آتے ہیں، یہاں تو موسم کی مناسبت سے شوپنگ کے سلسلے میں آنا ہوا تھا، اور اتفاق سے آپ سے ملاقات ہوگئی، خیر آپ لوگ انجوئے کریں اپنا لنچ میں چلتی ہوں، اور دعا گو ہوں کی دوبارہ اس طرح کا منحوس اتفاق زندگی میں کبھی نہ ہو۔۔" دیبا آخر میں دانت پیس کر بڑبڑاتے ہوئے ایک کٹیلی نظر احان پر ڈال کر واپسی کیلیئے مڑنے لگی تھی۔ جب احان نے پھرتی سے اس کا بازو تھاما تھا۔ لمس میں ایک بے چینی سی تھی۔ نرالی نے ناگواری سے احان کا یہ عمل دیکھا تھا۔ پھر اس لڑکی کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے احان گھور رہی تھی۔

"ارے! تم کہاں جا رہی ہو یار اتفاق ہو ہی گیا ہے تو اسے حسین اتفاق کی طرح یادگار بناتے ہیں، یوں بھی چائنس تمہارے فیوریٹ ہے جوائن کرو ہمیں۔۔" احان آنکھوں میں عاجزی لیئے بظاہر مسکرا کر بولا تھا۔ ورنہ ملتجی لہجہ دیبا باخوبی محسوس کر گئی تھی، رمز رمز سے جو واقف تھی وہ اپنے بیسٹ فرینڈ کے۔

"اتنی آسانی سے تو نہیں ایس پی صاحب۔۔" دیبا نے آنکھیں سکیر کر اپنے وجود کو چھپاتے ایس پی صاحب کو دیکھا جنہوں نے چوبیس سال کے "آپ" کا سفر چوبیس سیکنڈ میں "تم" تک طے کیا تھا۔

"ارے! آپ اطمینان سے لنچ کریں ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے۔۔" دیبا نے دل کے احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے دانت پیس کر اپنا بازو آہنی گرفت سے آزاد کرایا تھا۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا کی ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اس بے باک لڑکی کے پیسٹی جیسی شکل پر مار کر احان کو کھینچتے ہوئے یہاں لے جائے۔ لیکن اپر کے سختی سے آڈر تھے۔

"تم جوائن کرو گی تو زیادہ اطمینان ہو گا۔ کک۔ کہنے کا مطلب ہمیں اچھا لگے گا، ویسے تمہارا تو نرالی سے تعارف بھی نہیں ہوا۔۔" احان اسے نکلتا دیکھ گھسیاکے ہنستا راہ میں حائل ہوا تھا۔

"دراصل یہ نرالی کھوکھر ہیں، میری کلاسمیٹ ہم نے ساتھ اسٹڈی مکمل کی ہے، تم بیٹھو نہ۔۔" احان نے فوراً کرسی کھینچ کر دیبا کو بیٹھانا چاہا لیکن وہ سرعت سے سائیڈ ہو گئی تھی۔

"بہت شکریہ لیکن میری شوپنگ ابھی رہتی ہے میں وہ مکمل کر لیتی ہوں، وہ کیا ہے نہ جس طرح آپ کو فرصت نہیں شائد مجھے بھی بار بار فرصت نہیں ملے۔۔" دیبا ایک شکوہ کناں نظر احان پر ڈال کر بنا نرالی کے بیزار شکل پر دھیان دئے وہاں سے نکل گئی تھی۔ سب واضح تھا پھر بھی دل کر رہا تھا کی دھارے مار کر روئے۔ پیچھے احان اسکی شوپینگ والی بات پر اب بھی سششدر کھڑا تھا۔

"بیٹھ جائیں ایس پی صاحب چلی گئیں ہیں آپ کی پیاری سی کزن، جو تھیں تو شائد کزن ہی لیکن رعب بیویوں والا ڈال گئیں ہیں، جیلس ہو رہی تھی محترمہ مجھے آپ کے ساتھ دیکھ کر۔۔" نرالی احان کو ہنوز کھڑا دیکھ منہ بنا کر تنفر سے بولی۔

"بیوی ہی ہے وہ میری جاہل عورت تم گلے پڑی بلا ہو جس نے ہمارے بیچ دنگل مچا دیا ہے۔۔" احان پیشانی مسلتا دل میں نرالی کو کوستا واپس بیٹھ گیا تھا۔

آئینہ بتا کیسے ان کا دل چرانا ہے

آج پھر اکیلے میں ان سے ملنے جانا ہے۔

ارسلان ڈریسنگ کے آگے کھڑا حسب عادت اپنے محبوب بالوں کے ساتھ لگا گنگنا رہا تھا۔ جب رنگ میں بھنگ ڈالنے نشوہ نے وہاں قدم رنجھا فرمائے تھے۔

"آئینے بیچارے کو مشکل میں نہیں ڈالو میں بتا دیتی ہوں اس چقندر جیسی شکل اور شیخ چلی جتنی عقل کے ساتھ تم سے لڑکی تو کیا گدھی تک نہیں پٹنے والی، آخر کو گدھی کا بھی ایک اسٹینڈرڈ ہو گا، سو ڈونٹ ویسٹ یور ٹائم اینڈ اٹیمٹس۔۔" نشوہ کمینی مسکراہٹ کے ساتھ ارسلان کا دل جلاتی ایک ادا سے آکر بیڈ پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھی تھی۔ جیسے کوئین الزبت کی پھوپھی لگتی ہو۔

"ویری فنی ! لیکن یہاں کوئی گدھی پر ٹرائی کر بھی نہیں رہا مس بے بی ایلیفینٹ سو آپ اپنے بیش قیمتی مشورے اپنے چھوٹے سے دماغ تک محدود رکھیں، کیونکہ انسپکٹر ارسلان کا ٹیسٹ اور اسٹینڈرڈ بہت اؤنچا ہے، بالخصوص آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے موصوف کی

ایک عدد حسین و جمیل قابل پر اعتماد منکوحہ اسی گھر میں پائی جاتی ہیں۔۔" ارسلان اترایا۔۔

" یہی تو افسوس ہے، لنگور کے ہاتھ حور لگ گئی، اب لنگور تو اترائے گا ہی، قسمت تو بیچاری حور کی پھوٹی ہے۔۔" نشوہ نے افسوس کے اظہار کے ساتھ غیبی آنسوں بھی صاف کئے تھے۔ جس پر ارسلان تلملا کے اس کے سر پر پہونچا تھا۔

" تمہیں بڑا جانوروں کا پتا ہے، ابھی کچھ دیر پہلے گدھی کا اسٹینڈرڈ بتا رہی تھی اب لنگور پر اسپیشل ری سرچ کا مواد پیش کر رہی ہو، مطلب جانوروں کی برادری میں اس قدر دلچسپی خیریت ؟؟؟۔" ارسلان نے معصوم شکل بنا کر آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے نشوہ کو گویا آگ لگا گیا تھا۔

" تم۔۔ تم رک جاؤ منحوس شکل والے انسپکٹر پھر تمہاری خیریت پورا شہر معلوم کرتا گھومے گا۔۔" نشوہ دانت کچکچا کر سینٹر ٹیبل سے خوبصورت کرسٹل واس اٹھا کر اسکے پیچھے بھاگی تھی جو دروازہ پھلانگ چکا تھا۔

"اوے! جنگلی ہتھنی خدا کا خوف کرو کسی کا بیٹا کسی کا پوتا اور سب سے اہم کسی کا شوہر سوری منکوح ہوں ارے ابھی تو رخصتی بھی نہیں ہوئی ہے۔۔" ارسلان سیڑھی کے ڈنڈے سے لفٹ کی طرح پھسل کر نیچے جاتا بجائے آگ بجھانے کے مسلسل اپنی بے لگام زبان سے پیٹرول کے چھینٹے مار رہا تھا۔

"پھر تیار ہو جاؤ سہرا پہننے کے ارمان لیکر ہی تم جہنم کی سیر پر جاؤ گے۔۔" نشوہ واس اٹھائے اس کے پیچھے آئی تھی جہاں وہ دور کے صوفے کے پیچھے ہوا تھا۔

ہال میں بیٹھے تینوں خواتین نے افسوس سے دونوں نمونوں کو دیکھا۔جو کبھی شرافت کے چولے میں غلطی سے بھی نظر نہیں آئے تھے۔جبکہ ثوبان کے ساتھ توتلی زبان میں باتیں کرنے میں مصروف پرواز سر ہلا گئی تھی۔اب تو یہ روز کا ہو گیا تھا۔بس دیبا کا منہ پھولا ہوا تھا۔وہ ان دونوں چڑیا گھر سے بھاگ کر آئے لڑاکو پرندوں کے بجائے فون کو دیکھ رہی تھی۔

"اللہ کرے ارسلان تمہارے چار بچے ہوں اور چاروں اتنے صحت منداور شرارتی ہوں کی دو دن میں تمہارے یہ محبوب بال کھینچ کھینچ کر تمہیں گنجا کر دیں۔۔" نشوہ تھک کر صوفے پر گرتی بد دعا پر اتر آئی تھی۔

"استغفر اللہ چار۔۔" پرواز کے حلق میں سانس اٹکا تھا۔جب کے ارسلان کی دشمن کو مات دینے کے چکر میں بے حیائی عروج پر تھی۔

"ارسلان کے بچے ہونگے شریف سمجھدار پلس سعادت منداور فرمابردار، جو تمہیں بھگا بھگا کے پتلا کریں گے دیکھنا تم۔ہاہاہا۔" ارسلان نے قہقہ لگاتے ہوئے پیش گوئی کی۔پرواز تو اس بے باکی پر شرم سے پانی پانی ہو گئی تھی۔سر تک نہیں اٹھانے کی ہمت مفقود تھی۔۔

"کوئی نہیں تمہارے پھوٹے ارمان پورے ہونے والے، میں ٹرین کرونگی تمہارے بچوں کو بتارہی ہوں، بتاؤ پرواز اس سڑے ہوئے ٹماٹر کی شکل والے کو ہماری بونڈنگ کے بارے میں۔۔" نشوہ نے تفاخر سے کہتے ہوئے پرواز کو گھسیٹا تھا۔بیچاری اپنی جگہ بوکھلا کے رہ گئی تھی۔جب رہی سہی کسر ارسلان نے پوری کر دی۔۔

"خبر دار پرواز جو تم نے اس فساد کی پڑیا کا سایہ بھی بچوں پر پڑنے دیا، مجھ معصوم کو اسکی صحبت سے بچانے والا کوئی نہیں تھا، لیکن اپنے بچوں کیلیئے ابھی میں زندہ ہوں۔۔" ارسلان کے اندر کا باپ انگرائی لیکر بیدار ہوا تھا۔ غصہ اور شرم سے سرخ ہوئی پرواز کا بس نہیں چل رہا تھا کی یا تو خود غائب ہو جائے یا ان دونوں بے شرموں کو کر دے۔۔

"کچھ شرم حیا کر لو تم لوگ، بے حیائی کی انتہا ہے بڑوں کا لحاظ تک خود پر واجب نہیں سمجھتے۔۔" دادا بو کی گرجدار آواز پر دونوں سپیرنگ کی طرح اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔

"دد۔۔دادا بو آپ۔۔آپ کہاں سے آئے؟؟؟؟" دادا بو کے کرخت تاثرات دیکھتے ہی دونوں کی ہوائیاں اڑی تھی۔ ارسلان کی تو باضابطہ زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔

"آسمان سے گرا ہوں، ظاہر سی بات انسانوں کی طرح دروازے سے آیا ہوں آپ عظیم مخلوق کی طرح سیڑھیوں کو لفٹ کی طرح اور گھر کو چڑیا گھر کی طرح تو ٹریٹ کرنے سے رہا۔۔" دادا بو نے مکمل اپنے توپوں کا رخ ان دو شیطانوں کی طرف کیا تھا۔ جو فلحال انسان بھی نہیں فرشتہ بننے کی کوشش میں جٹے ہوئے تھے۔

"دد۔۔داابو ہم۔۔ ہم تو بس مذاق کر رہے تھے یار آپ تو مائنڈ کر گئے کیوں ہتھنی۔ مم۔۔میرا مطلب نشوہ؟؟؟۔" پھسلی زبان کو سنبھالتے ہوئے ارسلان گھسیا کے ہنسا۔ ورنہ ہیٹلر کے ٹریز کو سامنے دیکھ کر تو سانس نہیں آرہی تھی ہنسی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"ججج۔۔جی نن۔۔ ناناابو یہ جنگلی سانڈ۔۔کک۔۔کہنے کا مطلب ارسلان بالکل درست کہہ رہا تھا ہم تو مذاق کر رہے تھے بیسٹ فرینڈ والا مذاق کیوں ارسلان۔۔" نشوہ بتیسی کی نمائش کرتی ارسلان کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی تھی۔ جس پر تینوں بیگموں نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

ایک وقت میں کتے کی دم کا سیدھا ہونا ممکن تھا لیکن ان دو عجوبوں کا نا ممکن تھا۔ پرواز بظاہر تو ثوبان کی طرف متوجہ نظر آرہی تھی لیکن دھیان کے دھاگے ان دونوں مظلوموں کی طرف تھے جنہوں نے خود شامت کو دعوت دی تھی۔ البتہ ثوبان صاحب بڑے انہماک اور دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اگلے سین کیلئے ہمہ تن گوش تھے۔

"لیکن نہایت افسوس کے ساتھ بچوں میں مذاق بالکل نہیں کر رہا، ارسلان تم گارڈن کے ٹریک پر پورے دس راؤنڈ لگاؤ گے اور نشوہ آپ اسٹڈی کے بکس شیلف سیٹ کریں گی سارے بکس نکال کر کپڑے سے صاف کرتے ہوئے۔۔" داابو نے اپنے ازلی گرج چمک والے انداز میں دونوں مسکینوں کو سزا سنایا تھا۔

"کیا!!!!!۔۔

دس راؤنڈ۔۔

سارے بکس شیلف۔۔۔" دونوں کی چیخ نما صدمہ زدہ آواز نے ہال کے ماحول میں ایک پل کیلئے ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ داابو نے ایک تیز نظر دونوں پر ڈالی۔ جبکہ ثوبان صاحب نے منہ بسورتے ہوئے کان کے پردے پھاڑتی آواز پر اپنے تیئں ناگواری کا اظہار کیا تھا۔

"داابو رحم کریں یار دس راؤنڈ میں میری جان نکل جانی ہے، وقت تو دیکھیں اثر کا ٹائم اتنا لو ہے گارڈن میں پھر ابھی ڈیوٹی سے آیا ہوں۔۔" ارسلان نے دنیاں جہان کی مسکینی اپنے چہرے پر سجاتے ہوئے گڑگڑا کر رعایت کی اپیل کی تھی۔۔

"آپ نے گھر میں دنگل وقت دیکھ کر مچایا تھا برخوردار؟؟؟" داابو نے طنزیہ پوچھا۔

"اس موٹی میرا مطلب نشوہ نے پہل کی تھی۔۔"ارسلان نے دانت کچکچا کر نشوہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اپنا پھاٹک جتنا بڑا منہ بند رکھو تم، تم شیخی بگھاڑ رہے تھے تو میں نے تمہاری خوش فہمی دور کرنے کا اخلاقی فرض نبھایا۔۔"نشوہ کمر پر ہاتھ جما کر خطرناک تیور لیئے نتھنے پھلا کر بولی۔۔

"تمہیں سارے اخلاقی فرض میری باری میں ہی کیوں یاد آتے ہیں؟؟؟۔"ارسلان بھی میدان میں آیا۔اس اثنا میں وہ داابو اور ان کے جلال کو واپس مکمل فراموش کر گئے تھے۔

"بس !مزید کوئی بحث نہیں ہو گی۔۔"داابو ہاتھ اٹھا کر دھاڑے۔جس پر دونوں اچھل کر اپنی جگہ سیدھا ہوتے سر جھکا گئے تھے۔لیکن منہ ہی منہ دونوں ایک دوسرے کو جی بھر کے کوس رہے تھے۔

اس رسک سے موت اچھی

جس رسک سے آتا ہو پرواز میں کوتاہی۔

"یہ شعر نہ ہم جیسوں کیلئے ہی خاص الخاص لکھا گیا ہے۔۔" نشوہ ارسلان کے کان میں گھس کر تپے تپے انداز میں بولی۔

"دس راؤنڈ سے ایک قدم بھی کم لینے کی صورت میں ارسلان آپ واپس دس راؤنڈ لگائیں گے، اور ایک بھی بک پر ذرا بھی دھول نظر آنے کی صورت نشوہ آپ دوبارہ سے تمام بکس کی صفائی اور سیٹینگ کریں گی، کلئیر؟؟؟؟" دا ابو نے اونچی آواز میں دونوں کو اصول و ضوابط سمجھائے تھے۔

"میرے باپ کے باپ کی توبہ جو میں ایسی غلطی کروں۔۔" ارسلان اونچی آواز میں بڑبڑایا۔ پھر دا ابو کا خیال آتے ہی سرپٹ بیرونی دروازے کی طرف بھاگا۔ اسے گرتے پڑتے بھاگتا دیکھ جہاں سب نے بشمول دا ابو نے مسکراہٹ ضبط کی تھی وہیں ثوبان صاحب نے کھل کر سرکش بندروں والی گلاٹی پر قلقاری ماری تھی۔۔

"مم۔۔ میں جا رہی ہوں نانا ابو۔۔" نشوہ بھی رونی صورت بناتے ہوئے اسٹڈی کی طرف بڑھی تھی۔ یہ بناہڈی کی زبان بندے سے جو نہ کروائے۔۔

"سہی سزا دی ہے ابو آپ نے ان دونوں کو ہمہ وقت گھر میں دھما چوکڑی مچائے رہتے ہیں۔۔" تحسین بیگم مسکرا کے بولی۔ جس پر داابو ایک مسکراتی نظر ثوبان پر ڈال کر ارسلان پر نظر رکھنے باہر چلے گئے تھے۔

"کیا ہوا دیا تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے ؟؟؟اور یہ کیا تم ابھی تک فریش نہیں ہوئی ؟؟؟۔" تنزیلہ بیگم کی نظر اچانک ہی گم سم دیا پر گئی تھی۔

"کچھ نہیں مما بس ایسے ہی۔۔" دیا افسردگی سے بولی۔ بار بار احان اور اس ماڈرن چڑیل کا خیال اسکے حواس جھنجھوڑ رہا تھا۔

"بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے، چہرہ بھی زرد پر رہا ہے۔۔" شمیم بیگم فکر مند سی اٹھ کر اسکے قریب چلی آئی تھی۔۔

"نہیں تائی مما میں بالکل ٹھیک ہوں بس تھوڑا موڈ آف ہے۔۔" دیا جبراً مسکرائی۔۔ تبھی ہال میں داخل ہوا احان اسکی کمزور آواز پر کچھ اور پریشان ہوا اٹھا تھا۔

"کیا ہوا ہے دیا؟؟؟؟۔" احان سیدھا اسکے قریب چلا آیا تھا۔ احان اور اسکے زیب تن کئے بلیو چیکس والی اپنی فیوریٹ شرٹ پر نظر پڑتے ہی دیا کا خفلشار خون واپس دگنا ہوا تھا۔

"کچھ نہیں، میں فریش ہو جاتی ہوں۔۔" دیبا سپاٹ انداز میں کہتی بیگ اٹھا کر دھپ دھپ کرتی وہاں سے نکل گئی تھی۔احان لب چباتا کھڑا کا کھڑا رہ گیا تھا۔

"کیا بات ہے کوئی ناراضگی ہے تم دونوں کے درمیان آج پہلی بار دیبا شوپنگ بھی اکیلے گئی موڈ بھی آف ہے اس کا، کیا مسئلہ ہے احان؟؟؟۔" شمیم بیگم نے فوراً پکڑ کی تھی۔

"کک۔۔کچھ نہیں ماما مصروفیت کی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکا اس لیئے ناراض ہے شائد میں مِنا لونگا آپ فکر نہیں کریں۔۔" احان مسکرا کر کہتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔

میرے اجنبی، میرے آشنا

تجھے حرف حرف دعا لکھوں

کوئی ایسا وصال نصیب کر

تجھے چاند، تارے، ہوا لکھوں

گر بن نہ سکوں کبھی تیرا

تو حیات کو فنا لکھوں

یہ زندگی قدم قدم پر

تیری یاد سے جواں رہے

میرے اجنبی میرے آشنا

میں کبھی نہ تجھے خود سے جدا لکھوں۔۔۔۔

احان بیڈ پر بظاہر لیپ ٹاپ میں مصروف بیٹھا تھا۔ لیکن کن کھیوں سے خاموشی سے صوفے پر منہ پھلا کر بیٹھی اپنی اکلوتی عزیز دوست کی غصہ اور ناراضگی کا گراف چیک کر رہا تھا۔ مقابل کے تیور اتنے خطرناک تھے کی اثر سے عشاء عشاء سے اب سونے کے وقت آ گیا تھا لیکن بیچارے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ اسے چھیڑنے کا رسک لینے کی۔ عصر میں جتنی زور سے دیا میڈم نے ڈور بند کیا تھا احان کی ساری ہمت اس آواز میں کہیں دب گئی تھی۔ ابھی ڈنر پر بھی کوشش کر چکا تھا۔ لیکن نجانے کیوں غلط نہ ہوتے ہوئے بھی دیبا کا رویا رویا چہرہ دیکھ اسے اپنا آپ مجرم لگ رہا تھا۔

دونوں نادان پرندے دوستی کاراگ الاپ رہے تھے اس حقیقت سے انجان کی انکے دوستی کی مظبوط ڈور سے محبت کی پتنگ ہمیشہ سے بندھی جذبات کے کھلے آسمان کی بلندیوں کو چھورہی تھیں، جذبات اب منہ زور اس لیئے ہونے لگے تھے کیونکہ اب محبوب محرم اور محبت جائز و واجب ہوگئی تھی۔

"چاچو اچھا نہیں کیا یار آپ نے میرے ساتھ، آج تک دیبا سے بات کرتے اتنی مشکل نہیں ہوئی جتنا کٹھن آج لب کشائی کرنا ہے۔۔" احان لیپ ٹاپ سائیڈ میں پٹختے ہوئے اکبر علی سے دل ہی دل مخاطب کیا تھا۔

"میری دی ہوئی میری فیوریٹ کلر کی ٹی شرٹ پہن کر محترم اس ماڈرن چڑیل کے ساتھ لنچ کرنے میرے ہی فیوریٹ چائینس ریسٹورنٹ چلے گئے اور اب دیکھو کیسے معصوم مصروف انسان بن کر بیٹھے ہیں مجال ہے جو منہ سے سوری نکل گیا ہو وہاں بڑے دانت نکل رہے تھے۔۔۔" احان کو ہنوز خاموش دیکھ دیبا نے کلس کر سوچا۔

"میں نے تو دے دیا تھا وہ شرٹ انہیں، پھر ان کی مرضی ہے وہ چڑیل کے ساتھ لنچ کرنے جائیں یا ڈنر مجھے کیا، مجھے کیوں فرق پڑنے لگا، ہنہ! میں کیوں اپنا بی پی ہائی کر رہی

ہوں، صبح مجھے ہسپتال جانا ہے، سونا چاہئے مجھے۔۔"، پہلو پر پہلو بدلتے ہوئے احان کی طرف سے پہل کی منتظر دیبا خود کو سرزنش کرتی۔

صوفے سے اٹھ کر دھپ دھپ کرتی بیڈ کے قریب آئی تھی احان پر نگاہ ہے غلط تک ڈالنے کی اپنے دانست میں حماقت نہ کرتے ہوئے درمیان میں کشن کا بائیکارٹ دیوار بلند کر کے اپنے سائیڈ آ کر دراز ہو گئی تھی۔ ساتھ پوری قوت سے احان کے پیروں کے نیچے دبا مکمل کمفٹر کھینچ کر اپنے اپر لینا بالکل نہیں بھولی تھی۔ بائیکاٹ کی علامت کے طور پر چہرہ تو یوں بھی دوسری طرف ہی تھی۔

"افففففف! اللہ کیا کروں اب۔۔"احان اسکی ساری کاروائی ملاحظہ کرنے کے بعد سر ہاتھوں میں گرا یا تھا۔ ناراضگی گمبھیر والی تھی۔ کافی دیر ہمت مجتمع کرنے کے بعد تھوڑا کھسک کر حفاظتی دیوار کو ایک ایک کر کے فرش کی زینت بناتے ہوئے روٹھی پیاری سی دوست کے قریب ہوتا گمبھیر آواز میں گویا ہوا۔

لطف تو جب ہے تعلــق کا کہ، وہ سحــر جمــال
کبھی کھینچے، کبھی کھنچتا چلا آئے خود بھی۔

"دیبا آپ نے جو بھی دیکھا وہ سب آنکھوں کا دھوکہ تھا یار جیسا آپ کو نظر آیا قسم لے لیں ویسا کچھ۔۔۔" احان کی بات درمیان میں ہی تھی جب دیبا نے ہاتھ بڑھا کے سائیڈ لیپ کھٹاک کی آواز سے بند کیا تھا۔ احان لب دانتوں تلے دبا گیا شٹ اپ کہنے کے اس انوکھے انداز پر۔۔

"دیبا یقین کریں یار میں نے کبھی یونی میں تک منہ نہیں لگایا کسی کو آپ تو جانتی ہیں ممم۔۔۔"

"ہم نے آپ سے پوچھا ایس پی صاحب کچھ، مانگی کوئی صفائی پھر الفاظ کا ضیاع کس سلسلے میں کر رہے ہیں؟؟۔" دیبا کو اس کا صفائی پروگرام سخت زہر لگا تھا۔ ناراض ہونے کا مطلب یہ تھوڑی تھا کی وہ اپنے دوست پر شک کرے جس کی زندگی کے ہر باب سے وہ پوری طرح واقف تھی۔

"یہ تو غلط ہے دیبا آپ غصہ بھی ہیں اتنا روئی بھی ہیں اور مجھے اپنی صفائی پیش کرنے کی تک اجازت نہیں دے رہیں زیادتی ہے یہ میرے ساتھ سراسر۔۔" احان نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے احتجاج بلند کیا تھا۔ جس پر دیبا تڑپ کر اپنی جگہ اٹھ بیٹھی۔۔

"اچھا؟؟؟اس زیادتی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ایس پی صاحب جو آپ پچھلے دو ہفتے بلکے ایک مہینے سے میرے ساتھ کرتے آرہے ہیں؟اندازہ ہے آپ کو کتنا خون جلایا ہے آپ نے میرا ان گزرے ہفتوں میں، آپ پر شک کبھی نہیں رہا لیکن جان سولی پر اٹکی ہوئی تھی ہزاروں وہم ستا رہے تھے، بدگماں نہیں ہوئی لیکن خدشات نے مکمل ذہن کو اپنے لپیٹ میں لے لیا تھا، آپ کا رویہ بار بار سانس روک رہا تھا کی دیبا کا حان بدل گیا، جانتے ہیں آج کتنا روئی میں جب آپ شوپنگ کا کہنے پر صرف اوکے کہ کر چلے گئے، ایک کام ڈھنگ سے نہیں ہوا ہسپتال میں اور آپ۔۔۔"اپنی اتنے دنوں کی اذیت تکلیف بتاتے ہوئے دیبا کا گلا رندھ گیا تھا۔احان نے سرعت سے ہاتھ بڑھا کے ایک ہاتھ کی دوری پر بیٹھی اپنی کل متاع کو اپنے کشادہ سینے میں چھپایا تھا۔اب وہ احان کے سینے سے لگی سوں سوں کر رہی تھی۔اور احان عجیب ہی کیفیت کا شکار تھا۔

"آج اگر چاچو نہیں بتاتے سب کچھ تو سوچ سوچ کر شائد میری سانسیں ہی رک۔۔۔"دیبا اسکے سینے میں چہرہ چھپائے مزید بول رہی تھی۔جب احان اسکے الجھے بالوں والے سر پر اپنے احمری لب رکھ کر خاموش رہنے کا عندیہ سنایا تھا۔

"آفیشل کام تھا یار میں خود آپ کے ساتھ شیئر کرنا چاہتا تھا، لیکن چاچو نے سختی سے تنبیہ کیا تھا اس لیے مجبور ہو گیا یوں بھی یہ کیس چاچو کیلئے کچھ زیادہ ہی اہمیت رکھتا ہے اس لیئے اس میں وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں چاہتے، اور رہی بات شوپنگ کی تو وہ میں نے ٹینشن میں سنا ہی نہیں تھا۔" احان نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے نرم لب و لہجے میں اپنی بات سمجھائی تھی۔ جس پر دیبا نے نم آنکھوں میں ہزاروں روشن دیئے لیئے اسکے خوبرو چہرے کو دیکھا تھا۔

"ویسے اگر آپ کو چاچو نے ساری حقیقت بتادی تھی پھر یہ سخت قسم کا بائیکاٹ کس سلسلے میں چل رہا تھا، اور جب آپ کو معلوم تھا کی یہ میٹنگ کیس کے سلسلے میں ہو رہی ہے پھر آپ وہاں کیوں آئیں؟؟۔" بوندا باندی کے بعد موسم صاف ہوتے ہی احان نے مصنوعی خفگی سے پوچھا تھا۔ جس پر دیبا کا غصہ دوبارہ عود آیا تھا۔

"میرا کوئی ارادہ نہیں تھا اس چڑیل کی بھوتی شریف دیکھ کر اپنا وقت اور موڈ خراب کرنے کا، لیکن وہاں مجبوراً اس لیئے ٹپک پڑی کیونکہ آپ بھول گئے تھے کی وہ میرا فیوریٹ ریسٹورنٹ تھا، جہاں آپ اپنے آفیشل ڈیٹ کیلئے گئے تھے، اور آپ

کو کس احمق نے مشورہ دیا تھا میرا فیوریٹ کلر اور میرا دیا ہوا شرٹ پہن کر اس پیسٹی کے ساتھ لنچ کرنے کا۔۔" دیبا ایک ہاتھ کمر پر جما کر لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر بولی۔ احان نے آنکھیں چھوٹی کر کے جیلسی سے سرخ ہوا چہرہ دیکھا تھا۔

"زیادتی نہیں کریں یار اچھی خاصی حسین لڑکی ہے نرالی، اور شرٹ کی بات کروں تو نرالی نے کہا تھا کی بلیو کلر مجھے زیادہ سوٹ کرتا سو اچھے امپریشن کیلئے پہن لیا تھا، باقی بات ریسٹورنٹ کی کریں تو وہ نرالی کو یونی ٹائم میں نجانے کیسے معلوم ہوا تھا کی وہ میرا فیوریٹ ریسٹورنٹ ہے سو اس نے میرا خیال کر کے وہی سلیکٹ کر لیا۔۔" احان نے مسکراہٹ دبا کر تکیہ اٹھا کر گود میں رکھتے ہوئے دیبا کے تن بدن میں آگ لگا یا تھا۔

"حان !!!!! حسین اور ایمپریشن ؟؟؟؟؟؟؟۔" دیبا مارے صدمہ کے چیخ پڑی تھی۔ جلن سے دماغ میں آگ سی لگ گئی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا احان کے ساتھ اس نرالی کا بھی حلیہ بگاڑ دے۔۔

"آہستہ بولیں یار میں یہیں ہوں۔۔" احان نے کانوں پر ہاتھ جمائے۔۔۔

"آپ کا آہستہ گیا بھاڑ میں آپ مجھ سے نہیں بولیں۔۔" دیبا نتھنے پھلا کر کہتی اپنی جگہ دراز ہونے لگی تھی۔ جب احان نے کھینچ کر اسے سینے سے لگایا تھا۔ اچانک افتاد پر دیبا کی دھڑکن منتشر ہوئی تھی اعتدال پر تو احان کا تنفس بھی نہیں تھا۔ لیکن وہ اپنی باہوں میں ڈھیر ہوئی لڑکی کے تیکھے نقوش میں گھل ہی شرم وحیا کی سرخی آنکھوں میں خمار لیئے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کے مطابق ہمارے درمیان موجود یہ خوبصورت رشتہ غلط ہے، اسے ہمارے درمیان نہیں ہونا چاہئے تھا، پھر اتنا کیوں فرق پر رہا ہے اگر کوئی میرے قریب آرہا ہے تو، اپنی جان کیوں ہلکان کر رہی ہیں اگر میں کسی کے ساتھ وقت گزار آیا تو، کیوں آپ کی سانسیں اٹک رہی تھی اگر میرے فون پر کسی کی کال آرہی تھی تو، اگر ہمارے درمیان صرف دوستی ہے تو یہ سب کیوں؟؟ دوستی میں تو پرسنل کیلئے سپیس دی جاتی ہے ناں؟؟ پھر آپ کیوں مضطرب تھیں؟؟؟۔" احان سرخ انگار چہرے سے آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستا بھاری مخمور آواز میں بازپرس کر رہا تھا، اور دیبا سانس روکے اپنے چہرے پر اسکے گرم سانسوں کی حدت برداشت کر رہی تھی۔

"بتائیں دیبا آخر اس ضطراب، بے چینی، بے کلی کی وجہ کیا ہے، کیوں میرے ساتھ کسی اور کا تصور ہی آپ کا سکون لوٹ گیا، کیوں نرالی کی نظریں مجھ پر جمی دیکھ آپ اپنا آپا کھونے لگی تھیں؟؟ کیوں؟؟۔۔۔" احان نے ہولے سے اسے جھٹکا دیا تھا۔ وہ اب بھی سن سی اسکی باہوں میں بنا مزاحمت کئے پڑی تھی۔ کیونکہ یہ کیوں؟؟ اسکے اندر بھی بہت دنوں سے سر اٹھائے تھے۔ لاکھ تلاش کرنے پر بھی اس کیوں کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا تھا۔

"اب یہ عالم ہے اور آپ نے کہا تھا کی میں نکاح سے انکار کر دوں، اگر میں آپ کی بات مان لیتا تو کیا برداشت کر لیتیں آپ میرے پہلو میں کسی اور کو؟؟؟؟۔" احان کی بھاری آواز پر دیبا کے دل پر گھونسہ پڑا تھا آنکھیں بھر آئی تو تڑپ کر شکوہ کناں نظر مقابل پر اٹھائی تھی۔

"ممم۔۔ مجھ سے کیا پوچھ رہیں ہیں آپ نے بھی تو مجھے لیکر کبھی ایسا نہیں سوچا ہو گا، اور پھر آپ نے خود کہا تھا کی آپ کسی اور کو لائک کرتے ہیں اور۔۔۔" دیبا اسکی پر تپش نظروں کی تاب نالاتی فسوں خیز ماحول کا اثر زائل کرنے کے غرض سے شروع ہوئی تھی۔ لیکن احان کے قریب کرتے ہی سارے بقیہ الفاظ واپس جا کر حلق میں منجمد ہو گئے تھے۔

"ہاں! نہیں سوچا تھا لیکن کبھی یہ بھی نہیں سوچا تھا کی کسی موڑ پر دیبا انصار علی مجھ سے جدا ہو گی، وہ بھی وقت آئے گا جب کوئی میری دوست پر اپنی ملکیت کا دھونس ڈالے گا، لیکن جب یہ حقیقت آشکار ہوا تب میں کچھ بھی کرنے کو تیار تھا، اور اگر آپ کو تا عمر اپنے قریب اپنے دسترس میں رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کی احان علی کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش یہ نکاح تھا، اور بات پسند کی کروں تو میں نے کسی لڑکی کا نام واضح طور پر آپ کے کانوں میں ڈالا تھا کیا؟؟؟؟؟؟۔" جذبات سے چور لہجے میں کہتے ہوئے دیبا کو اپنا گرویدہ بنا کر آخر میں احان کا لہجہ بازپرس کرنے جیسے سپاٹ ہو گیا تھا۔۔

"للل۔۔ لیکن آپ نے تو۔۔۔" دیبا ہکلائی۔

"کیا میں نے تو؟؟؟ جانتی ہیں میں نے جو احساسات آپ کے ساتھ شئیر کئے وہ میں در حقیقت محسوس کس کیلئے کرتا تھا، لیکن آپ کیوں جانیں گی آپ کو تو مفروضے گڑھنے سے فرصت نہیں تھی۔۔" احان لہجے میں خفگی سموئے طنزیہ بولا۔ جس پر دیبا نے لب چبائے۔۔

"کک۔ کس کیلئے۔۔؟؟؟۔" دیبا نے دھڑکتے دل سے سوال کیا تھا۔ جس پر احان کا من کیا اسی کی چھوٹی سی عرق آلود پیشانی سے ٹکرا کر اپنا سر پھوڑ لے۔

"آپ کیلئے ڈفر آپ کیلئے محسوس کرتا تھا میں وہ،ان فیکٹ اب بھی کرتا ہوں، گزرتے دن کے ساتھ احساسات بدلتے جا رہے ہیں نہیں جانتا کیوں، لیکن اب سب بدل رہا نظر اور نظریہ سب بدل رہا ہے، آپ اچھی مجھے ہمیشہ سے لگتی ہیں، اسپیشل آپ ڈے ون سے میرے لیے رہی ہیں، لیکن اب جو ہو رہا ہے بہت عجیب انوکھا آئی ڈونٹ نو کیا ہو رہا، لیکن آپ مجھے۔۔۔" احان نے مزید الفاظ کی تلاش میں دماغ کھنگالا کچھ نہ ملنے کی صورت بس حیران پریشان دیبا کی صبیحہ پیشانی پر لب رکھ گیا تھا۔ لمس کی حدت بسی بے چینی سے دیبا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی ڈور لگئی تھی۔ دل کی جو حالت تھی وہ تو تھی ہی لیکن دماغ تک احان کے اس خوبصورت الجھے بکھرے اظہار محبت کے انداز پر سششدر رہ گیا تھا۔

"نہیں خبر ایسا کیوں محسوس کر رہا ہوں، لیکن نجانے کیوں یہ احساس بہت خوبصورت ہے، ایک میٹھی کسک، ایک میٹھا سا درد ہے، جو میں تاحیات محسوس کرنا چاہتا

ہوں۔۔"احان اسکی ناک سے ناک رگڑتا بہکنے لگا تھا۔ طلسمی ماحول جذباتوں کا شور درمیان میں موجود خوبصورت رشتے اور استحاق کی ڈور سب گستاخی میں پیش پیش تھے۔۔اور اس اچانک بدلے ماحول اور دل کے شور پر دیبا کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔۔

"صحح۔۔حان۔۔رر۔۔رات بہت ہو گئی ہیں آپ سو جائیں میں چینج کر کے آتی ہوں۔۔"دیبا احان کی طلسمی گرفت سے خود کو آزاد کراتی دھک دھک کرتے دل کے ساتھ واش روم میں بند ہوئی تھی۔احان حیران پریشان اپنے خالی ہاتھ دیکھ رہا تھا۔پھر اسکے بوکھلائے چہرے کو یاد کر ہولے سے مسکرا دیا۔اسے اتنا وقت لگا تھا سب قبول کرنے میں تو ظاہر سی بات ہے دیبا کو بھی وقت چاہئے تھا۔

------------،--

"چاچوان شاکا کی صاحب زادی سے کچھ نہیں نکلنے والا، مفت میں مزید ہم اپنے بھائی کی قربانی نہیں دیتے ہیں،اب ہم خود اس شاکا کی شکل تلاش کریں گے،اب اتنی خوبصورت بھی نہیں ہو گی جو وہ منہ دکھائی کی ڈیمانڈ کرے گا۔۔"ارسلان نے منہ بنا کر شاکا کی پرانی

تصویر دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔ جس پر بیک وقت احان، اکبر علی اور پرواز نے اسے گھورا تھا۔

"سنجیدہ مدعے پر بحث کرتے وقت انسان کا سنجیدہ ہونا لازم ہے، یہ بات میں تمہیں کس زبان میں سمجھاؤ کی ایک بار میں سمجھ آجائے ؟؟؟۔" اکبر صاحب نے دانت پیس کر پوچھا تھا۔

"برا کیوں منا رہے ہیں یار سنجیدہ ہونا کونسا ایٹم کا فورمولا بنانے جتنا مشکل ہے ہو جاتا ہوں ۔۔۔" ارسلان نے کندھے اچکا کے چہرے پر دنیاں جہان کی سنجید گی سجائی تھی۔

"تو چاچو ہم جو بھی کریں گے اس سے جذباتی قسم کی مخلوق مطلب خواتین دور رہیں گی، کیونکہ بیوٹی وِتھ برین کا کامبنیشن ذرا مشکل سے ملتا ہے، اور محترمہ کی پچھلی دفع کی حماقت ہم سب کو واز برہے ۔۔" ارسلان کا اشارہ جس طرف تھا۔ اکبر صاحب نے سمجھ کر اسے گھورا تھا۔ جبکہ پرواز ایک کٹیلی نظر اس پر ڈال کر لیپ ٹاپ سکرین پر نظر جمائے سب کو حیرت کے سمندر میں ڈبو گئی تھی۔

''آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے جب کمشنر سر نے سول جوائن کیا تھا، تب ایک ایس پی کے طور پر ان کا تقرر ایک ایسے ضلع میں ہوا تھا، جہاں پر شاکا نامی نامی گرامی غنڈے کی دہشت پھیلی ہوئی تھی، یوں تو شاکا کی دہشت پورے ملک میں زور پر تھی لیکن اس شہر میں شاکا کا بول بالا اس لیئے بھی زیادہ تھا کیونکہ وہ ظلع شاکا کا آبائی شہر تھا، نزدیک میں بندرگاہ ہونے کی وجہ سے بحری راستے کا استعمال کسرت سے کرتے ہوئے وہ غیر قانونی کام بڑے پیمانے پر وہیں سے کرتا تھا، مستقل ٹھکانہ بھی شاکا کا وہیں ہوتا تھا، ہزاروں کی تعداد میں اس پر کیس درج ہونے کے باوجود کسی کی اتنی مجال نہیں تھی کی وہ شاکا کے ہاتھ میں ہتھکڑی پہنانے کے بارے سوچنے کی بھی حماقت کرلے، اس ضلع میں بھیجے گیئے ایماندار آفسرز کا دو ہی انجام تھا یا تو موت یا پھر ٹرانسفر، اور جو ضمیر فروش ہوتے تھے اس کا کام صرف شاکا کے آگے دم ہلانا اپنی وردی کی بے حرمتی کرتے ہوئے شاکا کے تلوے چاٹنا ہوتا تھا، کمشنر انکل وہ پہلے ایس پی تھے جو اس ضلع میں نہ صرف ڈیڑھ سال کے بڑے عرصہ ٹکے رہے تھے، بلکہ شاکا کا نیند چین بھی حرام کر دیا تھا، اور شاکا کی شامت یہاں تک بلائی کی بندرگاہ سے اسکے اربوں ڈالرز کا اسلحہ، ڈرگز، ضبط کرتے ہوئے شاکا کو رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا، اسکے بعد شاکا

پورے چھ مہینے تک جیل میں چکی پیستا رہا، عمر قید کی سزا ملی تھی لیکن نجانے کیسے وہ جیل توڑ کر فرار گیا اور اب واپس آیا ہے۔۔"لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے پرواز وہاں موجود تینوں نفوس کی سماعت جیسے مفلوج کر گئی تھی۔ مطلب اتنی معلومات تو سوائے کمشنر اکبر کے کسی کے پاس نہیں تھی۔ کمشنر اکبر خود حیران تھے۔

"سوانسپکٹر ارسلان صاحب یہ بیوٹی وِ تھ برین کی مثال نہ بہت پرانی ہے، میں اکیسویں صدی کی لڑکی ہوں، جو آپ سوچ سکتے ہیں وہ میں کر سکتی ہوں، سو انڈر یسٹمنٹ کرنے کی غلطی نہیں کریں۔۔"پرواز اپنے مخصوص پر اعتماد لب ولہجے میں ارسلان کو چار شانے چت کر گئی تھی۔ کمشنر اکبر اور احان آنکھوں میں ستائش لیے متاثر کن نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ واقعی یہ لڑکی ان کے سوچ سے زیادہ ذہین اور سمجھدار تھی۔۔

"بیٹا آپ کو یہ ساری معلومات کہاں سے دستیاب ہوئی؟؟؟۔"کمشنر صاحب پوچھے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔

"بس انکل جاب ہی ایسی ہے بال کی کھال نہ نکالیں تو ہم جرنلسٹ کو چین نہیں آتا۔۔"پرواز ہولے سے مسکرائی۔ تبھی ملازمہ نے آکر ڈنر کا بتایا تھا۔ جس پر سب سر ہلاتے باہر نکل گئے تھے۔۔ باہر نکل رہی پرواز کو ارسلان نے کھینچ کر دیوار سے لگایا تھا۔

"کہاں سے آئی اتنی انفارمیشن آپ کے پاس؟؟؟۔"ارسلان کے سوال پر پرواز ایک ادا سے مسکرائی۔

"سورسیس انسپکٹر صاحب سورسیس، آپ نہیں سمجھیں گے۔۔"پرواز جلادینے والی مسکراہٹ کے ساتھ ارسلان کا دل جلاتی وہاں سے نکل گئی تھی۔ارسلان بھی منہ بسورتا اسکے پیچھے ہوا تھا۔

خاموش وخوشگوار ماحول میں ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان ڈنر کیا گیا تھا۔اور سب آکر چائے کے انتظار میں ہال میں بیٹھ گئے تھے۔

"چوہدری کا کیا بنا اکبر علی؟؟؟۔"داابو نے نشوہ کے ہاتھ میں تھامی ٹرے سے کپ اٹھاتے ہوئے اکبر علی کو مخاطب کیا تھا۔

"ابھی تک تو کچھ نہیں، ہر محکمے میں ضمیر کے سوداگر موجود ہیں، ہم اتنے جتن کر کے مجرم کو گرفتار کرتے ہیں، بدلے میں بجائے شاباشی کے ہم سے باز پرس کیا جاتا ہے، چوہدری کا بھی وہی حال ہے، منظر پر کوئی نہیں آ رہا بس اپنا نام پوشیدہ رکھ کر پریشر بڑھا رہا ہے، ممکن ہے کچھ دنوں میں بیل مل جائے اسے، چار سے پانچ وکیل کی فوج گھوم رہی ہے زمانت کے چکر میں۔۔۔" اکبر علی تنفر سے بولے۔ جس پر داابو کی بھنویں تن گئی تھی۔ لیکن یہی حقیقت تھی سسٹم کی۔۔ حبہ جو ابھی ڈنر کر کے ثوبان کو حشام سے لینے آئی تھی۔ اکبر صاحب کی بات پر حتمی فیصلہ کرتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔

"چاچو کوشش کرتے رہیں یہ کمینہ انسان باہر نہیں نکلنا چاہئے۔۔" حشام ثوبان کو اپنا فون پکڑاتا بھینچے لہجے میں بولا۔

"کوشش تو کر رہے ہیں حاشی لیکن چوہدری بڑا شاطر انسان ہے کوئی ایسا ثبوت نہیں چھوڑا ہے، جس سے کیس پر خاطر خواہ اثر ہو سوائے اس پرواز والے ویڈیو کلپ کے۔۔" احان افسوس سے بولا۔

"مڈر کیس تو اتنا بڑا ہوتا ہے ناں احان بھائی کی چوہدری اپنے انجام تک پہونچ سکے ؟؟؟۔" اچانک ہال میں گونجی حبہ کی مستحکم آواز پر سب نے بیک وقت حیرانی سے رخ موڑ کر سیڑھیوں کے پاس کھڑی حبہ کو دیکھا تھا۔ جس کی آنکھیں شائد رونے کی وجہ سے سرخ انگار تھی آواز بھی بھیگی ہوئی تھی لیکن لہجہ پر اعتماد تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا بیٹا؟؟؟۔" سب کے ذہن میں کھلبلا رہے سوال کو دا ابو نے زبان دیا تھا۔

"سوری بہت چھوٹا اور معمولی لفظ ہے لیکن میں آپ سب سے معذرت چاہتی ہوں۔۔" حبہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی نادم سی سب کے درمیان چلی آئی تھی۔ سب نے الجھ کر اس کا جھکا سر دیکھا تھا۔ جبکہ حشام کے تاثرات سپاٹ ہوئے تھے۔۔

"بیٹا کیا کہنا چاہتی ہیں کھل کر کہیں بیٹیاں سر جھکا کر کھڑی ہوتی اچھی نہیں لگتی، سر کا تاج فخر سے بلند ہونا چاہئے۔۔" دا ابو کپ سینٹر ٹیبل پر رکھتے اٹھ کر حبہ قریب آتے ہوئے حوصلہ دینے کے انداز میں نرمی سے بولے۔ جس پر حبہ کی آنکھیں برس پڑی تھی۔۔

"دد۔۔ داب۔۔ نن۔۔ نیلم اور مسٹر احتشام کا کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا تھا، بلکے چوہدری نے جان بوجھ کر ان کا ایکسیڈنٹ کروایا تھا۔۔" حبہ نے کانپتی آواز میں سب کی سماعت پر دھماکا کیا تھا۔ سپرنگ کی طرح اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تمام نفوس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ داابو کے قدم خود لڑکھڑا گئے تھے۔ بس ایک حشام تھا جو سرخ آنکھوں میں انگارے لیے حبہ کے جھکے لرزتے وجود کو بھسم کرنے کے درپے تھا۔

"نیلم نے مرنے سے پہلے اپنا بیان ویڈیو ریکارڈ کروایا تھا، جس میں اس نے صاف کہا تھا کی مسٹر احتشام اور اس کا ایکسیڈنٹ اسکے بھائی سلیمان چوہدری نے کروایا تھا، بلکے اس سے پہلے بھی چوہدری دو بار مسٹر احتشام پر جان لیوا حملہ کروا چکا تھا نیلم کو پریشرائز کرنے کیلئے، جب وہ اسکے دباؤ میں نہیں آئی تو اس نے۔۔" حبہ نے لب بھینچ کر اُجلی ہتھیلی داابو کے آگے کر دی تھی۔ جس پر بلیک پنڈرائو چمک رہا تھا۔ سب اب بھی سکتے میں تھے۔ بس حشام کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھی۔۔

"نیلم نے کہا تھا کی میں اس شہر سے بھاگ جاؤں اور کسی طور یہ پنڈرائو آپ لوگوں تک پہونچاؤں اس نے اڈریس بھی دیا تھا مجھے، لیکن یہاں آنے کے بعد مجھے خدشہ لاحق ہوا

کی حقیقت جاننے کے بعد اگر آپ لوگوں نے مجھ سے ثوبان کو چھین لیا تو بس اسی خود غرضی میں میں نے آپ لوگوں سے رابطہ نہیں کیا، آئم سوری۔۔ آئم رئیلی ویری سوری۔۔" حبہ روتے ہوئے گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھ گئی تھی۔اور حشام دھرام کی آواز سے سینٹر ٹیبل پر لات مارتا ثوبان کو لیکر دھپ دھپ کرتا راہ میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے ہوئے وہاں نکل گیا تھا۔

حبہ نے لب بھینچ کر آنسوں اپنے اندر جذب کرتے ہوئے رخ موڑ کر اس آندھی طوفان بنے ستم گر کو دیکھا تھا۔جو ناک کے سیدھے میں جا کر دھرام کی آواز سے دروازہ کھول کر کمرے میں بند ہوا تھا۔دروازہ بند ہونے کی درو دیوار میں ارتعاش پیدا کرتی آواز پر حبہ نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹتے ہوئے گھٹی گھٹی سی سسکی دبائی تھی۔

"آاا۔آپ سب۔۔ مم۔۔ میرا یقین کریں میں نے سب صرف شہزادے کیلئے کیا، شہزادے میرا واحد رشتہ ہیں، شہزادے کے علاوہ میری زندگی میں کوئی رشتہ کوئی وجود کبھی آیا ہی نہیں تھا، جب ایک ننھے سے وجود نے میری خاموش ویران زندگی میں ہل

چل مچانا شروع کیا تو میں اس سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں پائی، لیکن سچ یہ بھی ہے کی نیلم نے ثوبان کی ذمہ داری مجھے ہی سونپی تھی، بس یہ ثبوت آپ لوگوں تک پہونچانے کی گزارش کی تھی تا کے مسٹر احتشام کو انصاف مل سکے، یقین کریں بس اپنی ممتا سے مجبور ہو کر میں خود غرض ہو گئی تھی، میرا قصور اتنا ہے کی میں اپنے مطلب کیلئے آپ تک نہیں پہونچی، میں مطلبی صرف اس لیئے بن گئی کیونکہ میں شہزادے کو کھونا افورڈ نہیں کر سکتی تھی، نہیں ہو سکتی تھی میں اس معصوم وجود سے جدا جس نے مجھے زندگی کا مطلب سمجھایا، جس نے مجھے جینا سکھایا۔"

"ثوبان کے میرے زندگی میں آنے سے پہلے میں کیا تھی کچھ نہیں بس ہر یتیم خانے میں آنکھ کھولنے والے بچے کی طرح ایک ہی مقصد تھا اپنا ایک نام اور پہچان بنانا، دنیاں کے مقابل اپنے بے معنٰی وجود کو معنٰی دینا، بس اپنی ذات کا لوہا منوانے کیلئے میں رات دن کسی مشین کی طرح اپنے آپ کو تختہ مشق بنائے رکھتی تھی۔ لیکن شہزادے کے وجود نے مجھے اس مشنری زندگی سے نکال کر ایک نئی دنیاں سے تعارف کرایا، شہزادے کے ہمراہی میں ڈاکٹر حبہ نے رشتوں، محبتوں، چاہتوں، کھلکھلاہٹوں، کی دنیاں میں قدم رکھا، شہزادے کے بغیر اب میں جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی، شہزادے سے جدا ہونا میرے لیئے

سوہان روح ہے،اس لیے آپ سب سے بس اتنی گزارش ہے نفرت کرنا ہے کریں کیونکہ میں آپ سب کی مجرم ہوں، مجھ se نفرت کرنا آپ سب کا حق ہے، لیکن خدارا مجھے سے میری آتی جاتی سانسوں کی وجہ مت چھینیئے گا پلززززز۔۔" حبہ بھیگی آواز میں اپنی مختصر صفائی دینے کے بعد ہاتھ جوڑ گئی تھی۔ جس پر دا ابو نے لب بھینچے تھے۔

وہ اپنی صفائی میں تمام ذخیرہ الفاظ کا ضیاع کرنے کے بعد اب قالین پر بیٹھی روتے ہوئے ان مہربان لوگوں کی غصہ، نفرت، پھٹکار، دھتکار کی منتظر سر جھکا آنسوں بہانے میں مشغول تھی۔ جب ایک مہربان لمس نے اسکے کندھے کو چھوا تھا۔ سخت نفرت آمیز رویہ کی منتظر حبہ نے چونک کر اپنے دائیں جانب دیکھا تھا۔ جہاں آنسوں سے تر چہرے پر نرم تاثرات لیے تنزیلہ بیگم دوزانو بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"مم۔۔مجھے معاف۔۔۔" حبہ نے لرزتے ہاتھ جوڑنے چاہے تھے جب تنزیلہ بیگم نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر نفی میں سر کو جنبش دیا تھا۔

"کس بات کی معافی بیٹا؟ آپ نے کونسا گناہ کیا ہے ؟؟ کس کا جانی یا مالی نقصان کیا ہے آپ نے ؟؟ قصور کیا ہے آپ کا جو سر جھکائے نادم بیٹھی ہیں، اٹھیں فوراً سے۔۔۔" تنزیلہ بیگم نے محبت سے ڈپٹتے ہوئے اسے زبردستی اپنے برابر کھڑا کیا تھا۔ باقی سب کا سکتہ ٹوٹا تو سب ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"کیا غلط کیا آپ نے ؟؟ آپ کی جگہ میں ہوتی یا یہاں موجود کوئی بھی شخص ہوتا تو لازمی یہی کرتا، اگر وہ واقعی ثوبان سے محبت کرتا تو۔۔" تنزیلہ بیگم نے دونوں ہاتھوں سے اسکے آنسوں صاف کئے تھے۔ ان کے نرم انداز پر حبہ کے آنسوں بجائے رکنے کے اور زور پکڑ گئے تھے۔

"ماں ہوں میں بھی تین تین بچوں کی، ماں اور ممتا کی تڑپ کو اچھے سے سمجھتی ہوں، ماں کی ممتا سہی غلط کی حدود نہیں دیکھتی، اور آپ جسے خود غرضی نام دے کر گالی دے رہی ہیں ناں وہ آپ کی شہزادے کو لیکر بے غرض محبت ہے، ہمارے شہزادے کیلئے بے لوث محبت ہے، خود کو مطلبی کہہ کر شہزادے کیلئے جو آپ کے دل میں ممتا ہے اسے ٹھیس نہیں

پہونچائیں۔۔" تنزیلہ بیگم نے نرم خو لہجے میں کہتے ہوئے اسکے آنسوں واپس صاف کئے تھے۔ جو پہلے ندامت سے اب انکساری سے جھلک پڑے تھے۔

"مطلب یہ تب ہوتا بیٹا جب شہزادے کی پرورش کرنے میں آپ کا کوئی ذاتی مفاد چھپا ہوتا، خود غرضی یہ تب کہلاتی جب شہزادے کے آپ کے پاس ہونے سے آپ کی ذات کو کوئی نفع پہونچتا، ایک خوبصورت جوان قابل سٹیل لڑکی کو ایک نومولود بچے سے کیا حاصل ہونا تھا سوائے وقت کے ضیاع کے، یہ عمر تو ہوتی ہے اپنے بارے میں سوچنے کی اپنے خواہشات کو اہمیت دینے کی، لیکن آپ نے اپنی خواہشات پر ثوبان کو فوقیت دی۔ یہ خود غرضی نہیں خود فراموشی ہے، اور بہت خوش نصیب ہے ہمارا شہزادہ جو اسے آپ جیسی ماں ملی۔۔" تنزیلہ بیگم نے واپس اسکے آنسوں صاف کئے تھے۔ ان کی اعلیٰ ظرفی پر حبہ بے ساختہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"بالکل صحیح کہ رہی ہے تنزیلہ تمہاری جگہ ہم میں سے کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا، اپنے جگر کے گوشے کو خود سے جدا کرنا آسان نہیں ہوتا ہے، اور اس طرح انجان لوگوں کے حوالے کرنے کا تصور بھی سوہان روح ہوتا ہے۔۔" تحسین بیگم نے تنزیلہ بیگم سے لپٹی

حبہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تھا۔ حبہ کے اعتراف کے بعد انہیں اصل مخالفت کی امید تنزیلہ بیگم کی طرف سے ہی تھا۔ لیکن احتشام کی موت سے جو انکی طبیعت میں چڑ چڑا پن آیا تھا ثوبان کے ننھے وجود نے وہ واپس نرمی میں بدل دیا تھا۔

"بالکل! بھئی اس میں فائدہ تو ہمارا ہوا ہے اگر آپ اس وقت ہم سے یہ سچ نہیں چھپاتی تو ہمیں اتنی پیاری بیٹی کیسے ملتی۔۔" داابو نے قریب آکر اسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ حبہ نے تشکر بھری نظریں انکی طرف اٹھائی تھی۔ آنسوں اب بھی گالوں پر بے پرواہی سے بہ رہے تھے۔

"بیٹیاں رویا نہیں کرتی، جب گھر کی رحمت کے آنکھوں سے آنسوں گرتے ہیں ناں، پھر اس گھر میں رحمت اور خوشیوں کی بارش تھم جاتی ہے، اس لیۓ آنسوں صاف کریں اپنے، ہر چیز میں اللہ کی مصلحت شامل ہوتی ہے، جو جب ہونا لکھا ہوتا تبھی ہوتا ہے، اور جو ہوتا ہے اچھے کیلئے ہوتا ہے اب خود کو مزید ہلکان نہیں کریں۔۔" داابو نے اپنی بھاری آواز میں نرمی پیدا کئے سمجھایا تو حبہ ہولے سے مسکرادی۔ کسی نیکی کا صلہ ہی تھے یہ مہربان لوگ اسکی زندگی میں۔

"بھابھی آپ اپنے آنسوں کا ضیاع نہیں کریں اب اس چوہدری کو دن میں چاند اور رات میں جائیداد کی چمک کا مطلب تو ہم سکھائیں گے۔۔"ارسلان مٹھیاں بھینچ کر اپنے اندر کے اشتعال کو دباتے ہوئے چبا کر بولا۔ جس پر نیلم کی موت کی سازش کی خبر سے اب تک سکتے میں موجود پرواز نے حیرانی سے لال انگار چہرے پر ضبط کے کڑے پہرے لگائے کھڑے ارسلان کو دیکھا۔اس وقت اسکے چہرے سے شوخی یکسر غائب تھی۔

"چاچو چوہدری کا کیس اب میں ہی دیکھونگا،اور اسے بتاونگا کی اس نے اس دنیاں میں جنم لیکر کتنی بڑی ناقابل تلافی غلطی کی ہے۔۔"ارسلان جبڑے بھینچ کر کہتا حبہ کے ہاتھ سے پنڈرائیو لیکر لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

"ارسلان کہاں ؟؟؟۔"اطہر صاحب پہلی بار اسے اس قدر غصے میں دیکھ بھونچکا کے رہ گئے تھے۔

"چوہدری کو اپنا تعارف دینے ڈیڈ اسے بھی تو معلوم ہو اس نے اپنی لالچ جس جان کو نقصان پہونچایا ہے،اس جان میں کتنوں کی جان بستی تھی۔۔"ارسلان بنا پلٹے بھینچے بھینچے

انداز کہتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ سب نے اس کے غصہ پر بس پریشان نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔

"آپ لوگ پریشان نہیں ہوں میں اسے دیکھتا ہوں، رات بہت ہو گئی ہے آرام کر لیں سب۔۔" اکبر صاحب سنجیدگی سے کہتے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے تھے۔ دھچکا بہت بڑا تھا سب کیلئے لیکن اپنوں کا ساتھ تھا تو سنبھلنا ہی تھا۔ دا ابو کے اشارے پر سب شکستہ قدم اٹھاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔ بس حبہ تینوں بیگموں کے ساتھ وہیں کھڑی تھی۔ شکر تھا کی انصار صاحب آج گھر نہیں تھے۔

"بیٹا آپ بھی جاؤ آرام کرو۔۔" تنزیلہ بیگم کے کہنے پر حبہ نے نفی میں سر کو جنبش دیا تھا۔ جس انسان کا ہنستے مسکراتے شوخ و چنچل انداز کی وہ عادی ہو گئی تھی۔ اس کا جاہ و جلال سرد و سپاٹ انداز غصہ نفرت وہ قطعی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"کچھ نہیں کہے گا وہ تمہیں شامی کا دیوانہ ہے، اچانک یہ خبر برداشت نہیں کر پایا فکر نہیں کرو تم، بلکے چلو میں چھوڑ آوں۔۔" حبہ کو مسلسل نفی میں سر ہلاتا دیکھ شمیم بیگم زبردستی اسے لیکر سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔

"بھابھی چراغ تلے اندھیرا سنا تھا، آج معلوم بھی ہو گیا، دنیاں کو ہمارے گھر سے انصاف ملتا ہے اور ہمارے ہی بیٹے کا مجرم کھلا گھوم رہا تھا۔۔" تنزیلہ بیگم کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔ تحسین بیگم نے خاموشی سے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"جاؤ شاباش کچھ نہیں کہے گا، غصے میں اپنا آپا کھونے کی عادت اس گھر کی کسی مرد کی تربیت میں شامل نہیں، بے فکر رہو۔۔" حبہ کی رونی شکل دیکھ شمیم بیگم نے اسے آنکھوں سے تسلی دیتے ہوئے کمرے کے اندر تک چھوڑ کر خود دروازہ بند کیا تھا۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر پلٹ کر ایک بے بس نظر بند دروازے پر ڈال کر حبہ نے سوکھے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے حلق تر کر کے ڈرتے ڈرتے رخ موڑا تھا۔ تمام تر ہمت مجتمع کرتی بھیگی پلکیں اٹھا کر نظر اس آتش فشاں بنے ستم گی تلاش میں دوڑائی، خالی بیڈ دیکھ کر جہاں ہمت بندھی تھی، وہیں کمرے میں حشام اور ثوبان کی غیر موجودگی نے انگ انگ میں بے چینی سی بھر دی تھی۔ حبہ نے ایک نظر بند دروازے پر ڈال کر متلاشی نگاہیں واپس دونوں کی تلاش میں پورے کمرے میں گھمائی اب بھی ناکامی ہی مقدر

بنا تھا۔ اب تو وہ باضابطہ پریشان ہو گئی تھی، آنکھوں سے واپس جھرنا رواں ہوتا کی یکایک نظر بالکنی کے کھلے گلاس ڈور پر گئی تھیں۔

"شکر۔۔" حبہ نے سر اٹھا کے بے ساختہ شکریہ ادا کیا تھا۔ پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بالکنی کے گلاس ڈور تک آئی پردہ ذرا سا سرکایا تو حشام کی چوڑی پشت نظر آئی تھی، ساتھ ثوبان کی عجیب و غریب زبان سماعت سے ٹکرائی۔

"بے فکر رہیں بے اعتبار ہی سہی لیکر کہیں نہیں بھاگا ہوں ثوبان کو لیکر، اندر گھٹن ہو رہی تھی تو سوچا بالکنی میں فریش ایئر لے لوں۔۔" حشام کی طرف سے سرد لہجے میں کے گئے دانستہ طنز پر حبہ نے لب بھینچا تھا۔

"مم۔۔ میں تو بس۔۔" حبہ نے اپنی صفائی میں منہ کھولا ہی تھا۔ جب وہ ضبط سے لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ ثوبان کو لیئے گلاس ڈور ڈھکیل کر اسکے مقابل آیا تھا۔ مقابل کی سرخ آنکھوں میں تیر رہی سرخ ڈوروں کے ساتھ سرد مہری نے حبہ کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑا دی تھی۔ ہمت کے ساتھ الفاظ بھی حلق میں ہی دفن ہو گئے تھے۔ مقابل کی سرد نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے حبہ نے بے دردی سے لب

کپلتے ہوئے ہاتھ مروڑنا شروع کر دیا تھا۔ ٹانگوں میں اتنی قوت تو تھی نہیں جو قدم اٹھالے۔ حشام نے ناگواری سے اس کا یہ عمل دیکھا پھر ہنکار بھرتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

"محترمہ کو جو کرنا تھا کر چکی ہیں، بے اعتباری کی مار مجھے مار چکی ہیں، اور اب معصوم ایسے بن رہیں ہیں جیسے معصومیت تو ان پر ختم ہے، اتنی بار پوچھا تھا ہنٹ تک دیا تھا، لیکن وہی ایک رٹ تھی کی کچھ نہیں ہے، اور آج جب سارے راز افشاں ہو گئے تو خود مظلومیت کی چادر اوڑھ کر مجھے ظالم جابر ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہی ہیں۔۔" حشام قدرے اونچی آواز میں بڑبڑاتا ثوبان کے گرد تکیہ سیٹ کرنے لگا تھا۔ کمرے کی تناؤ زدہ ماحول کو جوتی کے نوک پر رکھتے ہوئے سب سے بے نیاز ثوبان صاحب تکیہ پر چڑھ کر قلقاریاں مارنے میں محو ہو گئے تھے۔

ثوبان کے چاروں طرف تکیوں کا مظبوط دیوار قائم کرنے کے بعد حشام کا رخ واڈروب کی طرف تھا۔ کپڑے نکال کر پوری قوت سے کبرڈ کا دروازہ بند کیا گیا تھا۔ جس پر اپنے خیالوں میں گم حبہ کی گھٹی گھٹی سی چیخ بر آمد ہوئی تھی۔ دوبارہ واش روم بند ہونے کی اس سے تیز آواز پر حبہ نے بے ساختہ ایک ہاتھ منہ اور دوسرا سینے پر رکھا تھا۔

"سچ کہا تھا تمہارے چاچو نے اس بندے کے غصے کو جگانے کا مطلب ہوا اپنے لیٔے عتاب کو آواز دینا، اب اللہ ہی حفاظت کرے گا میری۔۔" حبہ نپے تلے قدم اٹھاتی بیڈ کے قریب ثوبان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔

"ثوبی تم تو جانتے ہو نہ مما نے یہ سب تمہارے لیٔے کیا تھا، مما بھی چاہتی تھی ثوبی کے مما ڈیڈی کو انصاف ملے، بٹ مما ڈر گئی تھی وہ اپنے ثوبی اپنے شہزادے کو کھونا نہیں چاہتی تھی، مما نے غلطی کی بس اپنے ثوبی کیلیٔے اور۔۔۔" حبہ بھیگی آواز میں ثوبان کے مقابل صفائیاں پیش کر رہی تھی۔ جب اچانک عقب سے بھاری سرد آواز بلند ہوئی تھی۔

"انف! ڈاکٹر کم از کم بچے کو اپنی جھوٹی صفائی سے بہلانے کی کوشش نہیں کریں۔۔" حشام کی تیز آواز پر حبہ ہڑ بڑا کے اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔

"مم۔۔ مسٹر حشام۔۔ مم۔۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی، میں نے وہ سب۔۔۔" حبہ گھگھیائی۔ لیکن حشام کی سرد و سپاٹ آواز نے اگلے الفاظ کو حلق میں ہی دبا دیا تھا۔

"یہ جھوٹ ہی ہے ڈاکٹر اگر واقعی آپ ایسا کچھ چاہتی تھیں واقعی آپ شامی بھائی اور بھابھی کو انصاف دلانا چاہتی تھیں تو آج سے پانچ مہینے پہلے ہی چوہدری جیل کی سلاخوں کے اندر ہوتا۔۔" حشام لہجے میں کانچ سی چبھن لیے جتا گیا تھا۔ جس پر حبہ لب سر جھکا کر لب چبانے لگی تھی۔

"پانچ مہینے ہو گئے ڈاکٹر ہماری نکاح کو اگر واقعی آپ کی ایسی کوئی چاہ ہوتی تو آپ ہمارے نکاح کے دوسرے دن ہی سارے ثبوت اور سچائی سب کے مقابل بیاں کر دیتیں، بچا کیا تھا ہمارے درمیان نکاح ہمارا ہو چکا تھا، ثوبان کی سچائی کسی نہ کسی دن منظر پر آنا ہی تھا، تو باقی کیا رہا تھا؟؟؟؟۔" حشام نے بازو پکڑا اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ جس پر حبہ کٹی پتنگ کی طرح اسکے سینے سے جا چپکی تھی۔

"حقیقت یہی ہے ڈاکٹر کی آپ چاہتی ہی نہیں تھیں کے بھائی اور بھابھی کو انصاف ملے۔۔" حشام نے اپنے سینے سے لگ کر گہری گہری سانس لے رہی حبہ کو جھٹکا دیا تھا۔

"آاآا۔۔۔آپ نے منع کیا تھا مجھے ثوبان کی سچائی کسی کو بھی بتانے سے۔۔" حبہ نے کمزور آواز میں احتجاج کیا تھا۔ جس پر حشام کی لبوں کو طنزیہ مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"اچھا!!۔وہ بیوقوف احمق کون تھاڈاکٹر جو آپ کے پیچھے پچھلے دو ہفتوں سے خوار ہو رہا تھا، چوہدری پر کیس کرنے کیلیئے گزارش کرتا گھوم رہا تھا، آپ کی منتیں کر رہا تھا؟؟؟۔" حشام نے اسے ٹھوڑی سے پکڑ کر زبردستی اپنی سرد آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔

"اندازہ مجھے پہلے دن سے تھاڈاکٹر کی کچھ ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہی ہیں، لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کی وہ پوشیدہ راز مجھ پر قہر بن کر ٹوٹے گا، بھائی تھا وہ میرا ڈاکٹر جس کا قتل ہوا، میں مقتول کا بھائی ہوں ڈاکٹر کیا آپ کی نظر میں حقیقت جاننے کا تک میں حق نہیں رکھتا تھا؟؟اتنی بے اعتباری کیوں ڈاکٹر، ہم نے تو ہمارے درمیاں اعتبار کی مظبوط ڈور باندھی تھی ناں پھر؟؟۔۔" حشام کے ٹوٹے بکھرے انداز پر حبہ کی آنکھیں جھلکی تھی۔ حشام نے بری نرمی سے اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے دونوں ہاتھ گھنے بالوں میں پھسا کر دو قدم پیچھے لیا تھا۔

"سوری شائد میں غلط ہوں ڈاکٹر، یہاں لفظ "ہم" نہیں مجھے صرف "میں" کا استعمال کرنا چاہیئے تھا، کیونکہ اعتبار کی ڈوری تو آپ سے میں نے باندھی تھی امیدیں تو میں نے آپ

سے وابستہ کیا تھا، آپ نے اس ڈور کا دوسرا سرا تھاما یا نہیں یہ تو جاننے کی کبھی میں نے کوشش ہی نہیں کی، لیکن آج ثابت ہو گیا کی اس ڈور کو صرف میں نے ہی مظبوطی سے تھام رکھا تھا، آپ تو صرف ہمارے درمیان ہوئے معاہدے کی مدت پوری کر رہیں تھیں، معاہدہ کنٹریکٹ ساری فساد کی جڑ ہی یہی ہے۔۔" بالوں میں ہاتھ پھسائے اذیت سے کہتے ہوئے اچانک ہی حشام لفظ کنٹریکٹ کو دانتوں تلے پیس کر کبرڈ کی طرف بڑھا تھا۔

کبرڈ کھلنے کی کان کے پردے پھاڑتی آواز پر حبہ نے اچھل کر نظر اٹھائی تھی۔ جہاں حشام کھڑا ایک ایک چیز باہر پھیک رہا تھا۔ اس سے پہلے کی حبہ کچھ کہتی وہ بلیو فائل لیکر سینٹیر ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔ فائل میں موجود پیپرز کو پورے ٹیبل پر پھیکتے ہوئے مطلوبہ پیپر لیکر حشام حبہ کی طرف مڑا تھا۔

"ساری فساد کی جڑ ہی یہی ہے نہ ڈاکٹر اصل مسئلہ ہی یہ کنٹریکٹ ہے تو اس کنٹریکٹ کو ہی آج ختم کر دیتے ہیں، مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔۔" حشام پیپر لیئے ہی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔ سائیڈ دراز سے اپنی مطلوبہ ضرورت کی چیز لیکر اب اس

کا رخ بالکنی کی طرف تھا۔اس ساری کاروائی کے دوران خاموش حیران پریشان تماشائی کا کردار ادا کر رہی حبہ حواس باختہ سی بالکنی کی طرف بڑھی تھی۔ جہاں وہ ہاتھ میں موجود پیپر کو لائیٹر کے شعلے سے جلا رہا تھا۔

"مسٹر حشام کیا کر رہے ہیں؟؟ پاگل ہو گئے ہیں؟؟ یہ کیوں جلا رہے ہیں؟ چھوڑیں اسے۔۔" حبہ آدھے سے زیادہ جل گئے پیپر کی طرف جھپٹی تھی۔ لیکن حشام نے لائٹر بجھا کر دوسرے ہاتھ اسے قابو کر لیا تھا۔

"مسٹر حشام پاگل نہیں بنیں آپ جلا کیوں رہے ہیں؟؟۔۔" حبہ اس حشام کی جنونی انداز پر چیخی تھی۔ لیکن مقابل کان لپیٹے پھڑ پھڑا رہی حبہ کو قابو کیے جل رہے کنٹریکٹ پیپرز کو سلگتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"قصہ ختم دکان بند، ساری بے اعتباری کی وجہ ہی یہ کنٹریکٹ تھی۔ سو ناؤ نو کنٹریکٹ اینڈ نو مور سیکریٹس۔۔" راکھ پر تمسخری نظر ڈال کر حشام اطمینان سے حبہ کی طرف مڑا تھا۔ جو فق چہرے کے ساتھ راکھ کو دیکھ رہی تھی۔

"چلیں تو ایک سیکریٹ میں بھی اپنا شیئر کرتا ہوں آپ کے ساتھ۔۔" حشام سینے بازو باندھتے ہوئے مکمل حبہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ جس پر حبہ نے بھیگی آنکھیں چونک کر مقابل کی جانب اٹھائی تھی، مطلب اب کونسا انکشاف باقی تھا۔ اسکے چونکنے پر حشام کے لب تو مسکرائے تھے لیکن آنکھیں بے تاثر تھی۔

"یہ کنٹریکٹ اور کنٹریکٹ پیپرز دونوں جعلی تھے، چار سال کیا چار سو سال بعد بھی آپ کو حشام علی سے رہائی نہیں ملنے والی تھی، ایک بار جو چیز حشام علی کے دسترس میں آجائے پھر وہ اپنی بھی نہیں ہوتی۔۔" حشام کے اس نئے انکشاف پر حبہ نے بے یقینی سے اسکے تمسخرے اڑاتی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

"اس کنٹریکٹ کے پتے کو میں نے پھیکا ہی آپ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے تھا، اتنا بے غیرت نہیں ہوں ڈاکٹر جو ایک لڑکی کو پوری دنیاں کے سامنے اپنا نام دوں پھر اسی دنیاں میں گمنام کردوں، اتنا بے حس نہیں ہوں جو اپنے مفاد کیلئے ایک ماں سے اسکی اولاد اور ایک بچے سے اسکی ماں چھین ہوں، ایک ماں کا بیٹا ہوں ایک بہن کا بھائی ہوں، سب سے اہم ایک مرد ہوں جسے اللّٰہ نے بنایا ہی عورتوں کی حفاظت کیلئے ہے، عورتوں کی ذات

ان کے احساسات سے کھیلنے والا وجود نہ انسان کہلانے کے لائق ہوتا ہے نہ ہی مرد۔۔۔" حشام نے مظبوط لہجے میں کہتے ہوئے رخ موڑ لیا تھا۔ حبہ بے یقین سی اسکی پشت تک رہی تھی۔

"جب آپ نے کہا تھا کی آپ ثوبان کیلیئے ساری زندگی بنا شادی کیئے رہ سکتی ہیں، تبھی میں نے آپ کو اپنے نکاح میں لینے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا، لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کی آپ میرے پرپوزل پر ہاں نہیں کریں گی، اس لیئے مجھے یہ کنٹریکٹ نامی کاغذ کے ٹکڑے کا سہارا لینا پڑا، لیکن یقین کریں اگر ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کی اس کنٹریکٹ کی آڑ میں آپ میری زندگی کی اتنی بڑی حقیقت چھپائیں گی تو میں ہر گز۔۔۔" حشام نے زور سے ریلینگ پر ہاتھ مارا تھا۔ جس پر حبہ کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔ لیکن الفاظ نہیں تھے جو استعمال کرتی۔۔

"یوں بھی میری تربیت ایسی نہیں ڈاکٹر کی چار سال تک اپنے مفاد کیلیئے کسی وجود کو اپنے ساتھ باندھ کر رکھوں اور مدت پوری ہوتے ہی بنا جواز ہی تین بول پر سارے تعلقات ترک کردوں، پہلے دن سے میں نے آپ سے کہا تھا کی نکاح مذاق نہیں ہوتا، ازدواجی

زندگی میں سمجھوتہ ہوتا ہے ازدواجی زندگی سمجھوتہ نہیں ہوتی، لیکن کبھی آپ نے میرا اعتبار ہی نہیں کیا، مجھے تو گلا کرنے کا بھی حق حاصل نہیں شائد، ان پیپرز کو اس لیئے خاک کر دیا کی آپ پر اعتبار کر کے جو دھچکا آج مجھے لگا ہے کل وہ صدمہ آپ کو نہ پہونچے۔۔" حشام نیچے جھک کر ٹائیلز سے راکھ اٹھا کر سائیڈ رکھے بڑے سے گملے میں ڈال کر حبہ کے سائیڈ سے ہوتا کمرے کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ حبہ بھی مرے مرے قدم اٹھاتی اسکے پیچھے ہی آئی تھی۔۔اتنے بڑے انکشاف کے بعد بجائے غصہ ہونے کے حبہ کے اندر ایک سکون سا اترا تھا۔ اندر بے چینی کی دہکتی آگ چند بول سے ہی ٹھنڈی پر گئی تھی۔

"آااا۔۔آپ کہاں جا رہے ہیں۔۔" حشام کو جیکٹ پہن کر فون چابی وغیرہ اٹھا تا دیکھ حبہ نے بے ساختہ ہی سوال کیا تھا۔

"اب یہ گھر بھی آپ کا ہے، یہ سارے رشتے بھی آپ کے ہیں، اور ثوبان بھی آپ کا پھر آپ کو کیا فرق پڑتا ہے کی یہ نا قابل اعتبار بندہ کہیں بھی جائے۔۔" حشام کا برجستہ شکوہ ہوا

تھا۔آنکھیں اب بھی لال تھی۔احتشام کی موت کی اصل وجہ جان کرزخم واپس ہرے ہو گئے تھے۔اوراسے ابھی اس سب سے دور جانا تھا۔۔

"مسٹر حشام پلززز۔۔۔"حبہ تڑپ کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔جس پر حشام پھیکا سا مسکرایا۔

"آپ میرے لیئے قابل احترام ہیں ڈاکٹر،اس سے یہ مطلب اخز نہیں کریں کی آپ مجھ سے بڑی ہیں اس لیئے کہ رہا ہوں،آپ میری میرے اور میرے گھر کی عزت ہے اس لیئے کہ رہا ہوں۔۔"حبہ کے منہ کھولنے سے پہلے ہی حشام نے ہاتھ اٹھاکر صفائی دی تھی۔

"ایک مرد کو زیب نہیں دیتا کی وہ کھلے عام اپنے اندر کا غبار نکالے،نہ ہی میری تربیت مجھے اجازت دیتی ہے کی میں آپ کے مقابل چیخوں چلاؤں اپنی بھراس نکالوں، لیکن انسان ہوں درد ہوتا ہے مجھے بھی،بس یوں سمجھ لیں نئے سرے سے ماتم کرنے جارہا ہوں اپنے باپ جیسے بھائی کو کھونے کی اپنے نئے سرے یتیم ہونے کی۔۔"حشام گھنی مونچھوں تلے عنابی لب بھینچ کر درد کی شدت کو برداشت کرتا آنکھوں کی نمی چھپاتا کمرے سے نکل

گیا تھا۔ پیچھے حبہ کی بھیگی آنکھیں بند دروازہ تکتی رہ گئی تھی۔

"یہ کھیت، وہ کھیت، وہ بڑا والا کھیت، اور وہ بہت بڑا والا کھیت سارے کھیت ہمارے ہیں انور؟؟؟۔" نوری نے انگلی سے اچک اچک کر اشارہ کرتے ہوئے ساتھ چہرے پر ازلی سنجیدگی سجائے کھڑے انور سے تصدیق چاہی۔۔

"جی جہاں تک آپ کی نظر جا رہی ہے وہ سارے کھیت آپ کے ہیں۔۔۔" انور نے آپ کے پر خاصہ زور ڈالا تھا۔

"سچی؟؟؟ اتنے سارے کھیت ہمارے ہیں؟؟؟؟۔" نوری مارے خوشی کے اچھل پڑی تھی۔ اسکے واپس ہمارے کہنے پر انور کی تیوڑی چڑھی تھی۔۔

"محترمہ سارے کے سارے کھیت آپ کے ہیں صرف اور صرف آپ کے، سمجھ آگئی ہے بات آپ کی؟؟؟۔" انور نے آپ کی پر خاصہ دباؤ ڈالا تھا۔ تاکے اس چھوٹی بلا کی سمجھ بات اچھے سے آجائے۔

نوری کے روز روز یاد دلانے سے آخر کار آج انور وقت نکال کر اسے اسکی جاگیر کی سیر کرانے لیکر آیا تھا۔اور پچھلے آدھے گھنٹے سے اپنی خاموش مزاج کے برخلاف نوری کو ایک ایک چیز کی تفصیل بتا رہا تھا۔اور یہ محترمہ تھیں کے بجائے اتنی ہی معلومات پر اکتفا کرنے کے اس سے مزید سوال وجواب کے ساتھ خوشی چھک کو دپھان کر کے انور کا ضبط آزمارہی تھی۔اب اس لفظ "ہمارے" نے تو انور کا دماغ ہی گھما دیا تھا۔بچپن سے چوہدری کی جی حضوری میں زرخرید غلام سے بدتر زندگی گزارے انور کو کہاں عادت تھی اس اپنائیت کی جو یہ لفظ سماعت کو بھلا معلوم ہوتا۔یہاں تو لفظ "ہمارا" سماعت پر ہتھوڑے کی طرح برساتھا۔

"بات تو میری سمجھ آگئی لیکن آپ ہر وقت اتنا زیادہ غصہ کیوں کرتے ہیں یہ میری سمجھ نہیں آئی۔۔۔"نوری اسکے تیز لہجے پر منہ بسور کر بولی۔ہمہ وقت حویلی میں اس شیر انور کی دھاڑ کی تو اب نوری کو عادت سی ہو گئی تھی۔

"وہ جاننا آپ کیلئے بالکل بھی اہم نہیں ہے،جو آپ کے علم میں ہونا چاہئے اسی پر آپ دھیان دیں۔۔"انور ناگواری سے بولا۔جس پر نوری نے ناک چڑھائی تھی۔

"اس کھڑوس بندے سے اچھا تو میرا وہ ڈیڑھ فٹ کا دشمن تھا، زبان کا استعمال بھلے ہی نہیں کرتا تھا لیکن ہاتھ پیر اور دماغ چلانے میں تو ثوبان صاحب کا کوئی ثانی نہیں تھا، اور ایک یہ محترم بورنگ انسان ہے، دو لفظ بولتے ہیں وہ بھی کڑوا نیم کے شیرے میں منہ تک ڈوبا کر، ہنہ! کھڑوس نہ ہو تو۔۔"نوری سامنے لہلہا رہے دھان کے پودوں پر ہاتھ پھیرتی برے برے منہ بناتی بڑبڑائی۔۔

"محترمہ میں آپ سے مخاطب ہوں، سیر ہو گئی ہو تو گھر چلیں؟؟؟۔"انور خود کلامی میں مصروف نوری کے کان میں تقریباً چلایا تھا۔اچانک ڈھار پر ہڑبڑا کر کھڑی ہوتی نوری کا پیر پھسلا تھا۔اس سے پہلے کی وہ لہلہاتے دھان کے کھیت پر اپنا دھان پان سا وجود لیکر ستم ڈھاتی انور نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کے اس کا بازو اپنے اہنی گرفت میں لیا تھا۔

"اپنی چادر درست کریں اور حویلی چل کر باقی کی نیند پوری کر لیں۔۔"انور نے اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے طنز کیا تھا۔

"کوئی نہیں میں سو رہی تھی، آپ کی وجہ سے گرنے والی تھی میں ہمہ وقت گرجتے برستے رہتے ہیں کبھی بندہ پیار سے بھی بات کر لیتا ہے۔۔"۔ نوری مقابل کے بات بات پر کئے جانے والے طنز سے تپ کر بولی۔

"میں ایسا ہی ہوں شیریں زبانی مجھے نہیں جچتی۔۔"انور نے سرد انداز بے نیازی سے مطلع کیا تھا۔

" بالکل! حلیہ بھی تو آپ نے غنڈوں والا بنایا ہوا۔"نوری نے بلیک جینز پر خاکی رنگ کا کرتا پہنے آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کئے، لمبے چوڑے سے انور کا تنقیدی جائزہ لیا تھا۔

"یہ غنڈہ نہ آپ کے جیل میں چلّا کاٹ رہے شریف بھائی کی عنایت ہے، اب چلیں؟؟؟"۔انور نے تلخ حقیقت کو طنز میں لپیٹ کر مقابل کھڑی لڑکی کے منہ پر مارا تھا۔ جس پر نوری نے ناک چڑھائی تھی۔ مطلب اسکی کیا غلطی تھی اس میں بھلا۔

"نہیں! آپ نے کہا تھا آپ مجھے ہمارا باغ دکھائیں گے۔۔"نوری نے جان کر لفظ "ہمارا" پر خاص زور ڈال کر اپنے طرف سے انور سے اس طنز کا بدلہ نکالا تھا۔ جس پر انور نے آنکھیں سکیڑ کر اس بلا کو دیکھا۔ پھر سر جھٹکتا روڈ پر کھڑی اپنی جیپ کی طرف بڑھا۔

"ارے! ارے! کہاں جارہے ہیں آپ یہ دھوکہ کر رہیں میرے ساتھ آپ نے کہا تھا آپ مجھے کھیت باغ سب دکھائیں گے اب اتنے پر ہی مجھے ٹر خارہے ہیں۔ میں نہیں آرہی آپ کے ساتھ۔۔" نوری دور کر جیپ میں بیٹھے انور کے پاس آتی ہانپتی کانپتی ہوئی بولی۔ جس پر انور نے ماتھے کے بلوں میں اضافہ کرتے ہوئے غصہ ضبط کرنے کیلئے آنکھیں گھمائی تھی۔۔

"آپ جیپ میں بیٹھیں یا پھر یہیں سیر سپاٹے کرتی رہیں، کیونکہ میں تو چلا۔۔" انور دانت کچکچا کر کہتا جیپ سٹارٹ کر گیا تھا۔ مقابل کے سفاچٹ جواب پر نوری کا تو صدمہ سے منہ ہی کھل گیا تھا۔ روہانسی شکل بنا کر ڈرائیونگ سیٹ پر ماتھے پر بل لیے مظبوطی سے سٹیرنگ تھامے بیٹھے بندے کو دیکھا۔ مقابل کے سپاٹ چہرے پر پگھلنے کے کوئی آثار نا دیکھ چار و ناچار منہ پھلا کر بیٹھ گئی تھی۔ انور نے بنا پہلو میں خفا خفا بیٹھی ہستی کا نوٹس لیے جیپ آگے بڑھا لیا تھا۔

"وہ آپ کا باغ کافی دور ہے، ابھی مجھے ضروری کام سے پولیس سٹیشن بلایا گیا ہے، میرا وہاں جانا ضروری ہے، دوبارہ فرصت ملے گی تب آپ کو باغ دکھانے لازمی لے

جاؤنگا۔۔" حویلی کے باہر گاڑی روکتے ہوئے انور نے ناچاہتے ہوئے بھی صفائی پیش کی تھی۔خود کو بے حس کہتا تھا لیکن اس لڑکی کی تنہائی اور محرومیوں کا احساس تھا اس بے حس پتھر کو۔۔

"یہ آپ مجھے وہاں بھی کہ سکتے تھے فضول میں میں نے اتنا خون جلایا آپ کو کوسنے میں۔۔" نوری رخ موڑ کر منہ پھلا کر بولی۔اسکے لفظ "کوسنے" پر انور نے سخت گھوری ڈالی تھی۔جس پر نوری لب دانتوں تلے دباتی سرپٹ اندر کی طرف بھاگی تھی۔۔

"پاگل لڑکی ہے پوری۔۔" انور کے بھینچے لبوں پر تبسم کھل کر معدوم ہوئی تھی۔۔

"چوہدری صاحب آپ تو گئے، بتا تو یہ سچائی میں بھی سکتا تھا لیکن میں خاموش رہا کیونکہ میں جانتا تھا نیلم بی بی بنا چوہدری کا انجام لکھے آنکھیں نہیں بند کرنے والی، بس انتظار تھا تو ڈاکٹر کے لبوں پر لگے قفل کے کھلنے کا، ادھر ڈاکٹر منہ کھولے گی ادھر تم ہمیشہ کیلئے جیل کی سلاخوں کے پیچھے مقفل ہو جاؤ گے، مزہ اب آئے گا۔۔۔" انور نے نفرت سے کہتے ہوئے جیپ ٹرن کر کے شہر جانے والی سڑک پر ڈالا تھا۔

"یہ اس نمونے کے ساتھ کھڑی کونسے عالمی حدت پر تبادلہ خیال کر رہی ہے، ان محترمہ فساد کی فیکٹری کو زبان چلانے کی اتنی عادت ہے کی نہ موقع دیکھتی ہے نہ محل نہ مقابل کو دیکھتی ہیں نہ اسکی عادت اطوار کو بس شروع ہو جاتی ہیں گپیں ہانکنے۔۔۔" رافع نے سلگ کر پٹر پٹر زبان چلا رہی نشوہ کے پہلو میں کھڑے جنید نامی نئے ورکر کو دیکھا تھا۔ پھر مٹھیاں بھینچتا لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا اسکے سر پر پہونچا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں ؟؟؟؟۔" رافع نے ماتھے پر بل لیئے دونوں کو گھور کر پوچھا۔۔

"وورڈلڈ کپ کی میچ فکسینگ چل رہی ہے، آپ کو بھی پیسے لگانے ہیں کسی پر ؟؟؟۔" نشوہ نے نہایت ادب سے کہتے ہوئے رافع کا گھوما دماغ کچھ اور گھمایا تھا۔ لیکن وہ اس بلا سے بعد میں نپٹنے کا سوچ کر دانت دکھا رہے اس بندے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"مسٹر جنید آپ اپنے ڈیسک پر جائیں اور کوشش کریں دوبارہ مجھے فارغ نظر نہ آنے کی، آپ نئے ہیں آپ کو علم نہیں ورنہ آپ کو معلوم ہوتا کی کچھ معملوں میں میں کتنا سخت

ہوں۔۔"رافع کی تیز نظر اور سخت لہجے پر جنید سر ہلاتا وہاں سے کھسک گیا تھا۔ لیکن نشوہ کے دل جلاتے لفظوں نے رافع کا اصل خون جلایا تھا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر جنید ہم آفس آف ہونے کے بعد اس کہانی کو پورا کر لیں گے۔۔"نشوہ ایک تیکھی نظر رافع پر ڈال کر صلاح جو انداز میں بولی۔ جس پر رافع نے مٹھیاں بھینچی تھی۔

"آفس آف ہونے کے بعد پہلے کبھی بھی آپ مجھے آفس کے کسی بھی میل سٹاف سے بنا کسی کام کے مخاطب نظر نہ آئیں، جو بھی سیکھنا پوچھا اور جاننا ہو سب سے پہلے مجھ سے یا پھر حشام سے رابطہ کریں گی آپ سمجھ آ رہی ہے؟؟؟۔"رافع نے رعب دار انداز میں پوچھا۔ جس پر نشوہ نے دانت دکھاتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر رافع کا ڈھیروں خون جلایا تھا۔

"اب آپ کہاں جا رہی ہیں؟؟؟۔"رافع نے نشوہ کو بھی دبے قدموں نکلتا دیکھ جبڑے بھینچ کر پوچھا۔ سہی برداشت آزماتی تھی یہ لڑکی اس کا۔

"جی اپنے ڈیسک پر ابھی تو آپ نے کہا کی آپ کو کوئی فارغ نظر نہ آئے ورنہ آپ کے اندر کا وہ جلاد قسم کا باس انگرای لیکر جاگ جائے گا، ڈرتی تو خیر نشوہ کی جوتی بھی کسی سے نہیں، لیکن یہاں کھڑے رہ کر کون کافر دوسروں کا خون جلائے۔۔" نشوہ رافع کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ لب دانتوں تلے دبا کر شرافت سے بولی۔ آنکھوں میں تیر رہی شرارت رافع کو باخوبی نظر آرہی تھی۔

"سو فیصد درست فرمایا آپ نے آپ کی جوتی کو ڈرنے کی ضرورت کیا ہے، ڈرنے کی ضرورت تو انہیں ہے جہاں جوتی والی اپنے قدم رنجھا فرمادے۔۔" رافع نے اسے گھورتے ہوئے طنز کیا تھا۔ لیکن نشوہ میڈم تو چکنا گھڑا تھی بجائے برا ماننے کے سر کو خم دیتی ڈھٹائی سے مسکرا کر الٹا رافع کا میٹر گھما گئی تھی۔

"میرے کیبن میں آئیں۔۔" رافع سر جھٹکتے ہوئے اصل مدع کی طرف آیا تھا۔

"کیوں؟ اویں کیبن آؤ، میں نہیں آرہی پہلے ہی اتنا زیادہ کام دیا ہوا ہے اور بھی کام دینگے۔۔۔" کیبن کا نام سنتے ہی نشوہ کے اندر کی ازلی کام چور لڑکی پوری طرح سے پھڑ پھڑا کر بیدار ہوئی تھی۔

"کوئی کام نہیں دے رہا آپ کو پہلے والے کونسے آپ نے مکمل کرلی ئے ہیں جو میں مزید حماقت کروں،اب آئیں کیبن میں۔"رافع نے طنزیہ لہجے میں اپنے تیئں نشوہ کو شرمندہ کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"تو کیا آپ نے مجھے وہاں لیجا کر درود شریف یاد کروانی ہے؟؟؟۔"نشوہ نے تڑخ کر پوچھا۔۔

"نہیں استغفار کا ورد کروانا ہے،سنا ہے بے لگام زبان پر خاصہ افاقہ ہوتا ہے اس سے۔۔"رافع بھی دانت پیسے ہوئے دوبدو بولا۔جس پر نشوہ نے ناک سکیڑ کر چھوٹی سی پیشانی پر بل نمودار کرتے ہوئے اسے گھوری ڈالی تھی۔

"آئیں خاموشی سے ورنہ ٹیبل پر رکھی تین چار فائل لیکر میں خود یہاں آنے کی زحمت اٹھالونگا۔۔"رافع بھڑکتی آگ میں پیٹرول کے چھینٹے مار کر اپنے کیبن کی طرف بڑھا تھا۔اس سے دو قدم پیچھے نشوہ بھی پیر پٹختی رافع کو کوستی ہوئی کیبن میں داخل ہوئی تھی۔جہاں وہ شاہانہ چال چلتا جا کر اپنے شاہی تخت (ریولوالنگ چیر) پر مغرور انداز میں جلوہ افروز ہوا تھا۔

"فرمائیں کونسے ملک کے زمین میں دبے سونے کے کانوں کا خفیہ نقشہ بنوانا تھا آپ کو مجھ سے ؟؟؟۔" مقابل کا شاہانہ انداز پر خود کو ادنیٰ کنیز تصور کر کے جھڑ جھڑی لیتے ہوئے نشوہ نے جل بھن کر ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"کہیں بنا ہی نہ دیں آپ نقشہ ۔۔" رافع نے جتاتی نظروں سے مقابل کھڑی بلیک جینز پر وائٹ کرتی پہنے اس پر جینز کا واسٹ کورٹ چڑھائے پھولے چہرے کے ساتھ کھڑی معصوم سی لڑکی کو دیکھا۔ جس کی صرف شکل ہی معصوم تھی ورنہ حرکتیں تو اللّٰہ کی پناہ تھی۔

"فضول میں بندہ ہیٹلر بن رہا نشوہ یا سر ہوں میں، رعب میں تو اپنے باپ کے بھی نہیں آتی صرف اپنی والدہ محترمہ کے والد محترم کا رعب دبا جاتا ہے مجھے، قسم سے کمر ٹوٹ گئی تھی باکس کی دھلائی کرتے ہوئے۔" داابو کو یاد کر کے کچھ دن پہلے کی سزا یاد آئی تھی۔ جس پر نشوہ بے ساختہ ہی جھڑ جھڑی لی تھی۔

"حاشی کل سے کافی اپ سیٹ لگ رہا ہے ایسا کیوں ؟؟؟۔" رافع نے اسے اپنی ہی سوچوں کے تانے بانے بننے میں مصروف دیکھ سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم میں کیا ان کی پرسنل اسسٹنٹ لگی ہوئی ہوں، یا پھر کوئی ماہر نفسیات نظر آرہی ہوں۔۔" نشوہ کہاں سیدھا جواب دینے والوں میں سے تھی۔

"نفسیات کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے عقل کی بہت زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔۔" رافع نے اسکے الٹے جواب پر جتایا تھا۔

"آپ مجھے بے عقل کہہ رہے ہیں؟؟؟" نشوہ نے زور سے پیر پٹخا۔

"نہیں اب ایسا بھی نہیں کہا میں کہ رہا ہوں آپ کے پاس عقل کی قلیل مقدار موجود ہے، تو آپ مجھے یہ بتائیں کچھ ہوا ہے کیا گھر میں حشام کی انکل سے تلخ کلامی یا بھابھی ثوبی کسی کو کچھ؟؟؟" رافع کے پہلے طنز پر جہاں نشوہ کو آگ لگی تھی وہیں اس کے فکر مند انداز پر نشوہ سنجیدہ ہوئی۔

"ماموتو تین دن سے گھر ہی نہیں آئے ہیں، ہاں بھابھی سے پرسوں رات۔۔۔ آپ کو نہیں بتایا بھائی نے؟؟؟" بتاتے بتاتے نشوہ نے اچنبھے سے پوچھا۔ کیونکہ رافع اور حشام کی دوستی کا کسے معلوم نہیں تھا ان کا بس چلتا تو ایک گلاس پانی سے کتنے گھونٹ پانی پیا وہ بھی ایک دوسرے کے علم میں لاتے۔

"نہیں! بہت بار پوچھ چکا ہوں لیکن منہ ہی نہیں کھول رہا تم بتا دو۔۔"رافع نے پریشانی میں آپ سے تم کا سفر طے کیا تھا۔ پھر نشوہ نے کسی ڈیلی نیوز کی رپورٹر کی طرح اس رات کی ایک ایک بات تفصیل سے رافع کے گوش گزاری تھی۔ جسے سن کر کچھ دیر تو رافع بھی اپنی جگہ سن سارہ گیا تھا۔

" ہممممم! تو یہ وجہ ہے حاشی کی خاموشی کی، ویسے حاشی کا یہ ردعمل متوقع ہے اتنی بڑی بات وہ بھی شامی بھائی سے جڑی اسکے علم میں آئی ہے پھر اس کا شدید ردعمل آنا کوئی بڑی بات نہیں۔۔"رافع سرد سانس فضا کا سپرد کرتا ہوا افسردگی سے بولا۔

"میں جاؤں اب؟؟؟۔"نشوہ نے اجازت چاہی۔۔

" ہمممم۔۔جائیں۔۔اچھا ایک منٹ رکیں۔۔"کچھ یاد آنے پر رافع اپنی سیٹ چھوڑ کر کھڑا ہوا تھا۔ جس پر نشوہ نے کوفت سے قدم واپس موڑے تھے۔جب وہ سنجیدہ سا اسکے مقابل آ کھڑا ہوا۔اور بے انتہا نرم لہجے میں گویا ہوا۔

"نشوہ میری باتوں کا برا نہیں منائیں آپ پر روک ٹوک کرنا مجھے بھی اچھا نہیں لگتا، لیکن انکل، پھپھو، دا ابو، چاچو لوگوں نے سب نے یہاں تک اسی آفس کے ایک کیبن میں بیٹھا

حاشی نے تک مجھ پر بھروسہ کر کے آپ کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے،اب ہر طرح سے آپ کا خیال رکھنا میرا فرض ہے،آپ نے بچپن سے مردوں کا صرف ایک ہی روپ دیکھا ہے مہربان محافظ،اس لیئے آپ نہیں جانتی کی مرد کا یہ مخصوص روپ اس دنیاں میں بہت کم تناسب میں پایا جاتا ہے،اور بھیانک درندوں والا روپ آپ کو ہر قدم دیکھنے کو ملے گا،آپ کی نیت صاف ہے اس کا مطلب یہ نہیں کی مقابل کی نیت بھی آئینہ میں اپنا وہی صاف شفاف عکس بناتی ہے،آپ کی نظر میں کھوٹ نہیں تو اس سے یہ ہر گز اخز نہیں کریں کی مقابل کی نظر بھی ہر قسم کی کمینگی سے پاک ہے،ہر آپ کی بات پر مسکرانے والا آپ کا دوست ارسلان نہیں ہوتا،اس لیئے احتیاط کریں غصہ نہیں کررہا ہوں،بس سمجھا رہا ہوں ۔"رافع نے نرمی سے اسے زمانے کی بھیانک حقیقت سے متعارف کرایا تھا۔جو نشوہ سانس روکے سنتی رہی تھی۔نرم لہجے مک چھپی فکر نے نشوہ کے گرد ایک مظبوط طلسمی حصار سا باندھ گیا تھا۔

"جائیں،جا کر فائل مکمل کر کے لائیں فوراً سے۔آپ پر رعب ڈال کر مجھے یوں بھی کوئی دو سو نفل کا ثواب نہیں ملنے والا۔۔"رافع اسے یوں ہی بت بنا کھڑا دیکھ مسکرا کر بولا۔

"اور مجھ معصوم سے اتنا کام کرا کر تو آپ کو بارہ سواؤ نٹوں کی قربانی کا ثواب ملنا ہے نہ۔۔" نشوہ جو اسکے لفظوں کے سحر میں جکڑی تھی۔ فائل کے ذکر نے چھن سے طلسم توڑا تھا۔ تبھی دھپ دھپ کرتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"معصوم تو آپ بالکل نہیں ہیں، ہاں! بھولپن بہت ہے آپ میں جو دل میں ہوتا ہے وہی لبوں پر ہوتا ہے۔۔" رافع ہولے سے مسکرایا۔ پھر کچھ یاد آنے پر فون اٹھا کر عجلت میں اپنے کیبن سے نکلا تھا۔ حشام کے آفس میں قدم رکھتے ہی حسب توقع حشام لیپ ٹاپ میں جھکا مصروف نظر آیا تھا۔ خوبرو چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی جو پچھلے دو دن سے حشام کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔

"آہم! کیسے مزاج شریف ہیں ہمارے مغلیہ سلطنت کے مغرور شہنشاہ سلامت کے ؟؟؟۔" رافع ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی سنبھالتا شریر انداز میں بولا تھا۔

"کوئی کام تھا تجھے ؟؟؟۔" حشام نے بنا لیپ ٹاپ سے نظر ہٹائے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔ جس پر رافع ڈرامائی انداز میں کرسی کو ٹھوکر مار کر اپنی جگہ تلملا کر کھڑا ہوا تھا۔

"کیا مطلب ہوا اس منحوس سوال کا مسٹر حشام انصار علی؟ مطلب کی رافع یحییٰ کو اپنے لولی پاپ والے یار سے بات کرنے کرنے کیلیئے اس سے ملاقات کرنے کیلیئے غرض اسکے روبرو ہونے کیلیئے کسی وجہ کی ضرورت ہے، لائک سیریسلی؟؟؟۔" رافع نے ڈرامائی انداز میں ہاتھ نچانچا کر سوال کیا تھا۔ جس پر حشام نے بنا اپنی مصروفیت ترک کیئے صرف بیزارگی سے آنکھیں گھمائی تھی۔

"اوۓ! ہیلو مسٹر حاشی صاحب ادھر دیکھیں یہ ٹیڑھا اٹیٹوڈ آپ کسے دے رہے ہیں مجھے؟؟؟۔" رافع مقابل کو متاثر ہونے کی جگہ کوفت کے شکار دیکھ بلبلا اٹھا تھا۔ تبھی اپنے طرف انگلی سے اشارہ کر کے ذرا تیز آواز میں استفسار کیا۔ جس پر حشام نے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی مدد سے پیشانی مسلتے ہوۓ اثبات میں سر کو جنبش دیا تھا۔

"کوئی نہیں یار تو تو میرا جگر ہے اب تیرا یہ اٹیٹیوڈ بھابھی کے مقابل تو چلے گا نہیں یہیں بھر اس نکال لے۔۔" رافع نے فوراً اپنی ٹون بدلی تھی۔ جس پر حشام نے زور سے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوۓ مقابل پر تنگڑی سی گھوری ڈالی تھی۔ لیکن وہاں اثر کون لینے والا تھا۔

"ہو گئی تیری ڈرامہ فلم ختم،اب یہاں سے خود دفع ہو گا تو یا میں اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دوں؟؟؟۔" حشام نے بلا کی سنجیدگی سے دانت کچکچا کے سوال کیا تھا۔ جس پر رافع نے منہ بسورا۔

"اؤ! بھائی ذرا ہاتھ ہولا رکھ اگر تیری اپنی بیوی کے سامنے دال نہیں گلتی تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوا کی تو مجھ معصوم پر کسر نکالے گا۔۔" رافع کی واپس بیوی والے طعنے پر حشام کو اپنی چیر سے کھڑا ہوتا دیکھ فوراً اپنی چیر خالی کے درمیان میں ڈھال کی طرح حمائل کیا تھا۔

"میرے جوتے کا نمبر معلوم ہے تجھے؟؟؟۔" حشام نے درمیان سے چیر کھینچتے ہوئے پوچھا۔ پہلے ہی دو دن سے موڈ کا غارت ہوا پڑا تھا۔اس پر رافع کے ساسوں والے سالڈ طعنے دماغ تو گھومنا ہی تھا۔

"معلوم ہے سات نمبر جوتا تو کھینچ کھانچ کر اپنے ہاتھی جیتے میں پیر میں ارجیسٹ کرتا۔۔" رافع ڈھٹائی سے دانت دکھا کر عتاب کو آواز دینے کے بعد بچاؤ کیلئے کرسی چھوڑ کر صوفے کی طرف بھاگا تھا۔

"بیٹا نمبر میرا بڑھ گیا ہے لیکن کوئی نہیں، آزمائش شرط ہے پیمائش خود بخود معلوم ہو جائے گا۔۔" حشام اسکی ڈھٹائی پر تیوڑی چڑھاتا صوفے کی طرف لپکا تھا۔اور دوسرے پل رافع کو دبوچ کر صوفے پر گراتے ہوئے دونوں گتھم گتھا ہو گئے تھے۔صوفے کا منظر ایسا تھا کی بندہ کنفیوژن ہو جائے یہ سمجھنے میں کی مار کون رہا ہے اور مار کھا کون رہا ہے۔

"یار بس کر میں تو یہاں ایک سچے یار کا فرض نبھانے آیا تھا تو تو پنجے جھاڑ کر پیچھے ہی پڑ گیا ہے، بزدل مردوں کی یہی علامت ہے بیوی قابو ہوتی نہیں بیچارہ دوست پر نشانے آزماتے ہیں۔۔" رافع اتنی درگت بننے کے بعد بھی باز نہیں آیا تھا۔حشام نے بھی صوفے سے کھڑا ہو کر ترچھی نظر کالر ٹھیک کر رہے رافع پر ڈال کر ایک کک کمر پر رسید کرتے ہوئے سینٹر ٹیبل سے بوتل اٹھا کر پانی پینے لگا۔

"بیٹا یہ تو میں نے رحم کیا ہے تجھ پر دوبارہ جو تو نے اپنی زبان کھولی تو دوبارہ آنکھ تیری ہسپتال کے بیڈ پر ہی کھلے گی خبردار کر رہا ہوں۔۔۔" حشام نے دہائیاں دے رہے رافع کی طرف بوتل اچھالتے ہوئے زبان کے ساتھ آنکھوں سے بھی وارننگ دیا تھا۔جس پر رافع نے بوتل کیپ کھول کر نشانہ سادھا تھا لیکن ناکام۔۔

"دنیاں کا آخری کوئی ڈیش انسان ہے تو آکر یہاں بیٹھ۔۔"رافع نے زبردستی کھینچ کر حشام کو صوفے پر اپنے پہلو میں گرایا تھا۔ پھر نظر بوتل کے شفاف پانی پر ٹکاتے ہوئے گویا ہوا۔

"نشوہ سے معلوم ہوا مجھے تیری اس بے نام ہی اداسی کی اصل وجہ، غلط تو نہیں تو غلط ہم بھابھی کو بھی کہ سکتے یار، رشتے انسان کو خودغرض بنا دیتے ہیں، لیکن یہ خودغرضی ذاتی مفاد کیلئے نہیں ہوتی ہے، تیرے جذبات کو ٹھیس پہونچا، تیری جگہ میں ہوتا تو میرے اموشنز بھی ہرٹ ہوتے، لیکن یار ہم بھابھی کی زندگی کی ویرانی بھی تو اگنور نہیں کر سکتے ناں۔۔۔"رافع نے رسان سے سمجھاتے ہوئے رخ موڑ کر حشام کو دیکھا جو سامنے دیوار کو گھور رہا تھا۔

"کونسا رشتہ ہے جو تیرے پاس نہیں، رشتوں کے معملے میں ماشاءاللہ سے بہت خوش نصیب ہے تو، پھر بھی ایک ثوبان کیلئے تو نے زمین آسمان ایک کر دیا تھا، ثوبان کو علی ولا لانے کیلئے سب سے جھوٹ بولا، اپنے بڑوں کی ناراضگی مول لی سب کی مخالفت کی یہاں تک کے انکل سے بدزبانی تک وراتر آیا، اپنے بڑوں کے مقابل ڈٹ گیا صرف اپنا ایک رشتہ حاصل کرنے کیلئے، اس سب کو مدع نظر رکھ کر اگر تو غیر جانبداری سے سوچے تو

بھابھی نے اپنی زندگی کے اکلوتا رشتے کو بچانے کیلئے جو بھی کیا سب جائز ہے، بھابھی نے نیلم بھابھی سے نہیں کہا تھا کی وہ ثوبان کو انکے گود میں ڈالے، جب نیلم بھابھی نے اپنی خواہش و مرضی سے ثوبان کو بھابھی کو سونپا تو پھر ظاہر سی بات ہے ثوبان بھابھی کا ہوا۔۔"رافع کی آخری بات پر حشام نے چہرہ موڑ کر رافع کو خطرناک گھوری سے نوازا تھا۔ماتھے پر ناگواری کے واضح بل دیکھ رافع نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"برا کیوں منا رہا ہے چنگیز خان کے سوتیلے بھائی، میں بس اتنا کہنا چاہ رہا ہوں کی تو گزری باتوں کو دل کا روگ بنا کر اپنا رشتہ خراب نہیں کر، خوش نصیب ہے تو جو بنا کوشش کے تجھے ایسی لڑکی ملی جو تیرے بھائی کی نشانی کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہے، ورنہ ممتا کی مورت عورت بھی دوسری کوکھ برداشت نہیں کرتی،اور فرض اکرا گر بھابھی ثوبان کو تجھے سونپ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتی تو یقین کر ثوبان کی طرف سے بہت ٹف ٹائم ملنا تھا تجھے، کڑوی ہے لیکن حقیقت ہے، کوئی بھی تیری زندگی میں شامل ہونے والی دوسری لڑکی ثوبان کو محبت تو دیتی لیکن ثوبان کی ماں ہر گز نہیں بنتی اور نہ ہی تجھے اس کا باپ بننے دیتی، کیونکہ باپ اسی کا ہوتا ہے جس کی ماں ہوتی ہے،اور آج کی خوبصورت حقیقت یہ ہے کی تو ثوبان کا باپ اور بھابھی ثوبان کی ماں اور ثوبان تم دونوں کی پہلی اولاد

کے درجے پر فائز ہے،اور تم دونوں اس حدیث پر فٹ بیٹھ رہے ہو چچا کا مرتبہ باپ کے برابر ہے اور خالہ کا مرتبہ ماں کے برابر ہے۔۔"رافع نے مسکراتے ہوئے حشام کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"بس یار ڈاکٹر نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائی ڈاکٹر کی یہے بے اعتباری دل میں بہت چبھا ہے۔۔"حشام نے افسردگی سے کہتے ہوئے دل کے مقام پر مکا جڑا تھا۔

"تو غلط سوچ رہا ہے یار، بھابھی نے بنا سوچے سمجھے اپنی پوری زندگی ایک انجان کے نام لکھ دی،اس سے زیادہ تجھے بھابھی کا تجھ پر اندھا اعتبار کا کیا ثبوت چاہئے؟؟۔"رافع نے بگڑے تیور لیئے پوچھا۔جس پر حشام نے پیشانی مسلا تھا۔سہی ہی تو کہ رہا تھا۔رافع حبہ جانتی ہی کیا تھی اسکے بارے میں جو فٹ سے کنٹریکٹ مرتج کیلیئے تیار ہو گئی اور اس سے زیادہ اسکے بھروسے کا کیا ثبوت ہو گا جو اس نے کنٹریکٹ کے پیپرز چیک کئے بغیر ہی سائن کردیئے تھے۔

"تیرا نظریہ کہتا ہی بھابھی نے تیرا اعتبار نہیں کیا، وہیں میرا نظریہ کہتا ہے کی بھابھی بس احتیاط برت رہیں تھی۔۔" حشام کی خاموشی محسوس کر رافع مزید بولا۔ جس پر حشام اسودگی سے مسکرایا۔

"واہ! لالے بھیجے میں بات فٹ ہوتے ہی مسکراہٹ کھل گئی۔۔" رافع نے اسکی مسکراہٹ دیکھ بازو پر مکا جڑتے ہوئے چھیڑا تھا۔

"پانچ بج گئے ہیں، ایسا کر تھوڑا سا کام رہتا ہے تو مکمل کر لے میں جا رہا ہوں ہسپتال ڈاکٹر کو رسیو کرنے دو دن سے اپنی ہی شخصیت میں الجھا میں انہیں بالکل ہی فراموش کر گیا ہوں۔۔" بدگمانی کے بادل چھٹے تو حشام فوراً ہشاش بشاش سا اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ رافع اطمینان سے سینے پر بازو باندھ کر اپنے یار کی تیزی ملاحظہ کر رہا تھا۔

"اب یہاں کیا مجھے نہار رہا ہے فارغ انسان جلدی سے فائل مکمل کر۔۔" حشام رافع کی معنیٰ خیز نظروں سے جز بز ہوتا ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔ وہاں سے عجلت میں چابی والیٹ کے ساتھ فون اٹھا کے نظر فون سکرین میں دیکھتے ہوئے دائیں ہاتھ سے اپنے بال درست کرتا گلاس ڈور کی طرف بڑھا تھا۔

ان آنکھوں میں تم جب سے ہو گئے گم

سارا جہاں تیرا چہرہ

پریت کا یہ رنگ اب تیرے سنگ اور بھی ہو گیا گہرا

عشق ہے وہ جذبات، عشق ہے وہ احساس۔۔

"سالے خود تو اپنی بیوی کے ساتھ ڈیٹ پر جا رہا مجھ ابا جی کا رول پلے کئے بندے پر کس خوشی میں ستم ڈھا رہا ہے؟؟؟" حشام کو چھیڑنے کے غرض سے گنگنا رہے رافع کا حشام نے پیپر ویٹ سے نشانہ لیا تھا۔اور کندھے پر لگے پیپر ویٹ کے ضرب سے رافع بلبلا اٹھا تھا۔

"اسی خوشی میں ابا جی، جس خوشی میں آپ اریجیت سنگھ کے پھوپھا بن رہے ہیں۔۔" حشام دانت دکھا کر رافع کا دل جلاتا گلاس ڈور کھول کر نکل گیا تھا۔

"کنوارے رہنے کے ہزاروں نقصان میں ایک یہ بھی نقصان ہے کی شادی شدہ دوست کے ازدواجی زندگی کے جھگڑے سلجھاتے ہوئے بھری جوانی میں ابا جی والی فیلنگ آتی ہے۔۔" رافع نے کندھا سہلاتے ہوئے تجزیہ کیا تھا۔

"السلام علیکم ایوری ون۔۔"ارسلان نے ہال میں قدم رکھتے ہی باآواز بلند سلام کیا تھا۔ پھر تھکے تھکے قدم اٹھاتا آکر صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

ہال میں موجود تینوں خواتین کے ساتھ پرواز نے بھی افسوس سے چنچل سے زندہ دل ارسلان کا سنجیدہ تھکن سے چور چہرہ دیکھا تھا۔دو دن سے علی ولا کو ایک عجیب سی اداسی اور خاموشی نے اپنے لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ جس کی بڑی وجہ تھی ارسلان کی سنجیدگی اور زیادہ اوقات گھر سے غیر حاضری۔پرواز کا تو دل ہی اچاٹ ہونے لگا تھا ارسلان کو سنجیدہ دیکھ کر۔۔

"کیا خواتین کیوں اتنی محبت سے مجھے نہار رہی ہیں یار، تھک کر آیا ہوں کوئی چائے پانی ہی پوچھ لیں،اللہ ثواب دیگا۔۔"ارسلان نے سب کی نظروں کو خود پر محسوس کر کے آنکھیں کھولی تھی۔۔بے شک الفاظ شوخ تھے لیکن لہجہ سنجیدہ سپاٹ ہی تھا۔

پچھلے دو دن سے دن رات کا فرق مٹائے وہ چوہدری کے کالے چٹھے کھولنے میں بری طرح مصروف تھا۔ نتیجتاً تھکن انگ انگ میں رچ بس گئی تھی۔ لیکن اس نے بھی ٹھان لیا تھا چوہدری کو اسکے انجام تک پہونچا کر دم لے گا۔۔۔

"یہی تو ہم تم سے پوچھنا چاہتے ہیں ارسلان کیا ہو گیا ہے تمہیں، کیوں ایسا عجیب بہیو کرنے لگے ہو، ہمارا ارسلان ہنستا مسکراتا شرارتیں کرتا بھلا لگتا ہے، اتار پھیکو اس سنجیدگی کے چولے کو ورنہ میں بتا رہی بہت برا پیش آئیں گے ہم تینوں۔۔" تحسین بیگم نے بھیگے لہجے میں دھمکی دی تھی۔ انہیں کہا عادت تھی ارسلان کی خاموشی کی۔۔

"ارے! یار میں کوئی سنجیدہ نہیں ہوا، ایک بھائی کا فرض ادا کرنا چاہتا ہوں بس۔۔" ارسلان کیپ سینٹر ٹیبل پر رکھتا ہوا اٹھ کر تینوں بیگموں کے پاس آیا تھا۔

پرواز بغور اس کا چہرہ دیکھا جہاں دور دور تک شریر ارسلان کا شائبہ تک نظر نہیں آرہا تھا۔ بھاری دل کے ساتھ واپس کشنز کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہے ثوبان کو طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ اب اس دشمن جان کو تو بتانے سے رہی کی تم پر صرف شوخی جچتی ہے، تمہارے خاموش ہو جانے سے دنیاں اداس لگتی ہے۔

"بھائی کا فرض تم ایسے بھی ادا کر سکتے ہو اس کیلئے تمہیں منہ سو جا کر گھومنے کی ضرورت نہیں۔۔" شمیم بیگم نے بھی شکوہ کیا تھا۔

"یہی بات آپ لوگ حاشی بھائی کو بھی کہیں ناں، نہیں کہہ سکتا آپ میں سے کوئی یہ انہیں، میں جانتا ہوں وہ ہم سب کیلئے ہنستے ہیں ان کے چہرے پر سچی خوشی کے رنگ تب بکھریں گے جب شامی بھائی کو انصاف ملے گا، میں اس چوہدری کو بری سزا دلاؤں گا چچی آپ دیکھنا۔۔" ارسلان نے خاموشی سے آنسوں بہا رہی تنزیلہ بیگم کے آنسوں سے صاف کرتے ہوئے ان کے قدموں بیٹھ کر ایک عزم سے بولا۔ جس پر وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسکی پیشانی پر جھک آئی تھی۔۔

"جانتی ہوں میرے چاند، میرا شامی بہت اونچے بخت والا تھا جو اسکے پاس جان لٹانے والے بھائی ہیں، لیکن بیٹا اس کیلئے تمہیں اپنا اصل کھونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" تنزیلہ بیگم نے اسکے گھنے بالوں والے سر کا بوسہ لیا تھا۔ جس پر ارسلان منہ بسورتا اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"مطلب کی حد ہے یار آپ تینوں خواتین کے شوہر حضرات کا شکوہ ہوتا ہے کی یہ بندہ کبھی سنجیدہ نہیں ہوتا، اب جب اتنی محنت مشقت سے سنجیدہ ہوا ہوں تو آپ خواتین رنجیدہ ہو گئی ہیں، اب بندہ پوچھے کی بندہ جائے تو جائے کہاں، یہ وردی والوں کے گھونسلے میں پیدا ہو کر تو بندے کی آدھی زندگی انویسٹیگیشن میں ہی گزر جاتی ہے، تم کیوں خرگوش کی طرح دانت دکھا رہے ہو انسانی خرگوش آگے جا کر تمہاری بھی یہی درگت بنی ہے، خوش قسمتی سے تم بھی اسی گھر کے سپوت ہو۔" ارسلان کی جلے بھنے شکوؤں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے قلقاریوں کے ساتھ تالی پیٹ رہے ثوبان کو ارسلان خوش فہمی سے نکالنا چاہا تھا۔

ارسلان کو واپس اپنی ٹون میں دیکھ بے ساختہ تینوں خواتین نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔ پرواز بس ہولے سے مسکرا دی تھی۔

"چچی میں بتا رہا ہوں اس خرگوش کو میں انسپکٹر بناؤں گا اور خود جا کر کمشنر کی کرسی پر جلوہ افروز ہو جاؤں گا پھر معلوم ہو گا ڈیڑھ فٹ کے دشمن کو کی اصل چاچو نام کس بلا کا

ہے۔۔"ارسلان نے ثوبان کو گود میں اٹھا کر اپنی کیپ اس کے سر پر سجاتے ہوئے اپنا خطرناک منصوبہ سب کی علم میں لایا تھا۔

"اوے! بے عزتی پروف انسپکٹر تمہارا ای کیو (iQ) لیول زیرو سے اپر اور ٹوئنٹی سے نیچے تھا اس لیے تم سفارش پر انسپکٹر بن گئے ورنہ تمہارے بورڈر مارکس نے تمہیں حولدار کی نوکری دلوانی تھی، جبکہ ہمارے شہزادے خاصے ذہین ہیں، اس لیے تھوڑا تصیح کرتے ہوئے ایسا کہو کی تم آج سے پچیس سال بعد بھی اسی انسپکٹر کی گھسی پٹی جاب کرو گے اور ہمارے شہزادے کمشنر کی کرسی توڑیں گے، کند ذہن کدو نہ ہو تو۔۔"نشوہ نے ہال میں داخل ہوتے ہی گولہ باری کی تھی۔ جس پر ارسلان نے سر جھٹک کر گویا نشوہ کو دفع دور کہا تھا۔

"تب سے میں یہی دیکھ رہا تھا کی آج گھر خالی خالی کیوں معلوم ہو رہا ہے آخر ایسا کونسا بھاری بھرکم سامان گھر کا غائب ہے، اب دیکھو گھر کتنا بھرا بھرا لگ رہا ہے، ویسے مسز جنگلی ہاتھی ٹوبی تم جو بار بار منہ اٹھا کر یہاں چلی آتی ہو ایسا محسوس نہیں ہوتا کی یہاں تمہاری عزت

ہمارے درمیاں کم ہو سکتی ہے؟؟؟۔"ارسلان نے آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت سے سوال کیا تھا۔ جس پر نشوہ دانت کچکچاتی آکر تحسین بیگم کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔

"تم نہ میرے منہ نہیں لگو نکمے انسپکٹر، تمہارے ذاتی گھر نہیں آتی اپنے نانا ماموں کے گھر آتی ہوں۔۔"نشوہ نے تڑخ کر جواب دیا تھا۔۔

"اچھا! اچھا بھئی ہوا کیا ہے کیوں آتے ہی مرچیں چبانے لگی ہو؟؟؟۔"ارسلان نے ہتھیار پھیکے۔۔

"ممانی جانتی ہیں آپ میرا ڈرائیور آج مجھے لینے نہیں آیا، ممانے کہا تھا کی میں ان کے اس غیر ذمہ دار بھتیجے کے ساتھ آجاؤں، آفس کے باہر کھڑے ہو کر کم از کم تیس سے چالیس مرتبہ اس انسان کا فون ٹرائی کیا لیکن مجال ہے جو اس نے ایک بھی کال لی ہو۔۔"نشوہ نے روہانسی آواز میں اس گرج چمک کی اصل وجہ سب کی علم میں لائی تھی۔ جس پر تحسین بیگم نے ارسلان کو گھورا تھا۔

"قسم لے لیں چچی جو ایک کال بھی اس صحت مند لڑکی کی میرے فون پر آئی ہو، اور شکر ہے جو نہیں آئی یوں بھی میرے جیپ کے ایک سائیڈ کے دو ٹائرز میں ذرا کم ہوا تھی آج۔۔"ارسلان نے آخر ایک ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا تھا۔

"مرو تم منحوس انسپکٹر۔۔"نشوہ نے سائیڈ کشن اٹھا کر سیدھا اسکے منہ پر مارا تھا۔

"اچھا پھر کس مظلوم کی گاڑی آج شہید ہوئی۔۔"ارسلان ثوبان کو لیکر دانستہ یا غیر دانستہ طور پر پرواز کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ جس پر بے ساختہ ہی کھسک کر سائیڈ پر ہوئی تھی۔

"تم نہ اپنا پھٹے ریڈیو جیسا منہ بند ہی رکھو، رافع بھائی چھوڑ گئے ہیں۔۔"نشوہ نے انگلی اٹھا کر ارسلان کو وارن کرتے ہوئے باقی نفوس کی طرف مڑ کر بتایا تھا۔

"تو تم مجھے کال کر لیتی، دیبا کو تو لینے جاتا ہی ہوں راستے میں تمہیں بھی پک کر لیتا۔۔"ہال میں داخل ہوئے احان نے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔ اسکے ساتھ ہی چلی آرہی دیبا دوڑ کر ثوبان کی طرف بڑھی تھی۔ کو اسے دیکھ کر اپنی جگہ اچھلنے لگا تھا۔

"میرے ذہن میں آپ کا خیال ہی نہیں آیا۔۔"نشوہ نے اپنا سر پیٹا۔

"خیال توتب آتا جب اپر کے چامبر میں کچھ ہوتا۔۔"ارسلان نے لقمہ دیا تھا۔ جس پر نشوہ نے موقع دیکھ کر بس اسکے پیر پر پیر مارا تھا۔

"صحت مند ہا تھی۔۔"ارسلان نے پیر سہلاتے ہوئے حساب چکتا کیا۔جب تنزیلہ بیگم کا فون رنگ ہوا تھا۔ سکرین پر حشام کا نمبر دیکھ انہوں نے مسکراتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"مام ڈاکٹر گھر پہونچ گئیں ہیں کیا؟؟؟۔"سلام دعا کی زحمت کے بغیر پریشانی سے سیدھا سوال ہوا تھا۔ حشام کے سوال پر تنزیلہ بیگم اچنبھے سے اپنی جگہ کھڑی اٹھ ہوئی تھی۔

"کیا مطلب ہے حشام تمہارے ساتھ تو آتی ہے روز حبہ دو دن سے احان کے ساتھ آرہی تھی لیکن آج تو احان دیبا پہونچ چکے ہیں ابھی۔۔"تنزیلہ بیگم نے سامنے دیبا احان کو دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا تھا۔

"مطلب بھائی کے ساتھ ڈاکٹر نہیں ہیں؟؟؟۔"حشام کی فکر مند سوال پر تنزیلہ بیگم کا سر نفی میں ہلا تھا۔

"مام آپ دیبا کو کال دیں ذرا پلززززز۔۔" حشام اب حقیقتاً پریشان ہوا اٹھا تھا۔ پیچھلے بیس منٹ سے وہ حبہ کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ طویل ہوتی انتظار کی مدت سے تنگ آکر جب ریسپشنسٹ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا ڈاکٹر حبہ ہوسپٹل میں موجود ہی نہیں ہے۔ اور گھر نہیں پہونچی تو پھر وہ گئی کہاں۔۔

"ہیلو بھائی۔۔۔" دیبا نے اپنی طرف متوجہ تمام نفوس پر ایک الجھی نظر ڈالتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔ باقی سب الجھن زدہ نظروں سے اصل بات سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

"دیبا بچے ڈاکٹر کہاں ہے، وہ اگر آپ کے ساتھ نہیں تو ہسپتال میں کیوں نہیں ہیں، یہ ریسپشنسٹ ایسا کیوں کہ رہی ہیں کی وہ آف ڈے سے نہیں ہیں؟؟؟۔" حشام نے بے قراری کے عالم میں پے در پے سوال کیا تھا۔ جس پر دیبا کے تاثرات بدلے تھے۔

"وہ سہی ہی تو کہ رہی ہے بھائی بھابھی لنچ ٹائم ہی ہسپتال سے گھر کیلئے نکل گئی تھیں، دراصل آج انکی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو میں نے ہی انہیں بزردستی گھر بھیجا تھا، میں نے تو کہا بھی تھا کی وہ آپ کو کال کر لیں لیکن انہوں نے کہا کی آپ کو فضول میں

زحمت ہو گی اس لیۓ وہ خود کیب بک کرا کر ہسپتال سے گھر کیلئے روانہ ہوئی تھیں۔ان فیکٹ میں نے خود ان کیلئے کیب بک کیا تھا۔۔"دیبا نے پریشانی سے ساری تفصیل بتائی تھی۔جس پر دوسری طرف حشام کی رگ وپے میں ایک عجیب سی بے چینی سرائیت کر گئی تھی۔

"بھائی آر یو اوکے ؟؟؟۔"دوسری طرف خاموشی کے ساتھ تیز تنفس کی آواز سن دیبا نے پریشانی سے پوچھا تھا۔۔

"نو آئم نوٹ اوکے پتا نہیں کہا چلی گئی ہے یہ پاگل ڈاکٹر، نمبر آف جا رہا ہے نہ ہسپتال میں ہیں نہ گھر میں۔۔"حشام نے بے بسی سے بالوں کو مٹھی جکڑتے ہوئے فون کاٹ دیا تھا۔

"کیا ہوا دیبا؟؟؟۔"احان نے دیبا کو سر ہاتھوں میں گرا کر صوفے پر گرتا دیکھ اس کا کندھا ہلایا تھا۔

"حان بھابھی گھر نہیں ہیں، بھابھی ہسپتال میں بھی نہیں،ان کا نمبر بھی آف جا رہا ہے،بھائی فکر سے پاگل ہو رہے ہیں۔۔"حبہ نے بھرائی آواز میں سب کی سماعت پر بم

پھوڑا تھا۔۔ سب اپنی اپنی جگہ پریشانی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ کسی ان ہونی کے احساس سے تینوں بیگموں کی باضابطہ آنکھیں بھر آئی تھی۔

"پریشان کیوں ہو رہے ہو یار بھابھی شائد اپنی اس بہن کے گھر گئی ہو نگی کیا نام تھا ان کا نوری۔۔" ارسلان نے ایک موہوم سی امید دلائی تھی۔ جسے اگلے ہی پل احان رد کر گیا تھا۔

"یہ ممکن نہیں، کیونکہ نوری اس شہر میں موجود ہی نہیں ہے، نوری میر پور گاؤں کی چوہدری حویلی میں ہے، دراصل نوری نیلم بھابھی کی سگی چھوٹی بہن ہے، باقی تفصیل میں آپ لوگوں کو آکر بتاونگا۔۔" سب کے کھلے منہ دیکھ احان نے بات سمیٹی تھی۔ پھر موبائل نکال ارسلان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ارسلان تم دیبا سے نمبر لیکر اس کیب اسکیم والوں سے رابطہ کرو اور معلوم کرو کی جو کیب سروس بھابھی نے لی تھی وہ کیب اور کیب ڈرائیور اس وقت کہاں ہے، ملے تو فوراً دبوچو اسے، اور دیبا آپ بھی بھابھی کی کلیگ ڈاکٹر سے بھابھی کا معلوم کریں، میں بھابھی کے فلیٹ کا چکر لگاتے ہوئے حاشی تک پہونچتا ہوں، پانچ گھنٹے سے اپر ہو گیا ہے ہمیں مزید

دیر نہیں کرنی چاہئے، آپ لوگ فکر نہیں کریں ہم ڈھونڈھ لیں گے بھابھی کو۔۔"احان ایک نظر سب پر ڈال کر لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

ان دنوں جس قدر چوہدری کے زریعے اس جیسوں کے پوشیدہ راز افشاں ہو رہے تھے۔انہیں سخت محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ لیکن وہ لاپرواہی برت چکے تھے اب اللہ جانے یہ لاپرواہی کیا رنگ لانے والی تھی۔

"دیبا آپ مجھے اس کیب کا نمبر بتائیں میں اپنے سورسیس سے کچھ معلوم کرتی ہوں۔۔"پرواز بھی پھرتی سے اپنا لیپ ٹاپ لیکر حاضر ہو گئی تھی۔ نشوہ ثوبان کو سنبھال رہی تھی تینوں بیگم ایک دوسرے کو سہارا دے رہے تھے۔اور ارسلان دیبا کیب اسکیم سے رابطہ کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

\-

\-\-\-\-\-\-\-

"کیا مطلب ہے تمہارا کی حبہ گھر نہیں پہونچی؟؟ایسے کیسے بچی گھر نہیں پہونچی، تم تو روز

اسے پک اینڈ ڈراپ کرتے ہو پھر یہ کیسے ممکن ہے؟؟؟۔" فون سے ابھری حشام کی پریشان آواز پر کمشنر اکبر علی ہتھے سے اکھڑ گئے تھے۔۔

"چاچو میں خود پریشان ہوں یار، ڈاکٹر کا فلیٹ بھی چیک کر چکا ہوں لاک ہے، دیبا تمام ہوسپٹل سٹاف سے رابطہ کر چکی ہے، سب کا یہی کہنا ہے کی انہوں نے آخری بار ڈاکٹر کو ہسپتال میں ہی دیکھا تھا، چاچو پلززز کچھ کریں میں پاگل ہو جاؤنگا۔۔" حشام چھوٹے بچوں کی طرف ضدی انداز میں بولا تھا۔ جس پر کمشنر اکبر علی نے لب بھینچے تھے۔

"حوصلہ کرو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مل جائے گی میں ابھی بندوں کو کام پر لگاتا ہوں۔۔" کمشنر اکبر نے مزید ایک دو ہدایت دینے کے بعد کال ڈراپ کیا تھا۔ اب وہ پیشانی پر سوچوں کا جال بنے آگے کا لائحہ عمل سوچ رہے تھے۔ جب اجازت لیکر ہاتھ میں خاکی رنگ کا ڈبہ نما کچھ اٹھائے حولدار اندر داخل ہوا تھا۔۔

"سر یہ آپ کی گاڑی پر رکھا ملا تھا، مجھے لگا آپ کو دکھانا چاہئے تو میں لے آیا۔۔" حولدار نے مربع نما درمیانی سائز کا خاکی لفافے میں لپٹا باکس ٹیبل پر رکھتے ہوئے جانکاری دی تھی۔

کمشنر اکبر نے الجھ کر اس باکس کو دیکھا تھا۔ پھر آنکھوں کے اشارے سے حولدار کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔ حولدار کے سیلیوٹ مار کر باہر جاتے ہی وہ واپس اس اس باکس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو شناسہ معلوم ہو رہا تھا۔ یکا یک ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔ انہوں فوراً جھپٹ کر باکس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے نوچنے کے انداز سے اس پر سے خاکی پیپر کو پھاڑا تھا۔ اور پیپر کے ہٹتے ہی ان کے آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئی تھی۔ ہاتھ اپنی جگہ منجمد ہو گئے تھے۔۔

بالکل وہی صندوق تھا۔ نہ جسامت میں فرق تھا نہ بناوٹ میں کوئی ترمیم کی گئی تھی، وہی ساگوان کی چمچماتی مظبوط لکڑی سے بنا خوبصورت قدیم ڈیزائن کا تراشا ہوا صندوق جس کے اپر ایک لاک بنایا گیا تھا۔ کمشنر اکبر نے لب بھینچ کر اس لاک کو گھمایا تھا۔ اور دوسرے ہی پل صندوق کھل چکا تھا۔ جس طرح صندوق کی ہیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اسی طرح صندوق کی نوعیت میں بھی کوئی فرق نہیں تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں سے اندر رکھا وائٹ خط نما پیپر باہر نکال کر جبڑے بھینچتے ہوئے لہو رنگ آنکھوں کے آگے کیا تھا۔

"پتنگ کو کاٹنے کا مزہ تب ہے جب وہ بلندیوں کو داغ رہا ہو، اور بدلہ لینے کا مزہ تب ہے جب دشمن بے بسی کی انتہا پر لاچار کھڑا ہو، اٹھائیس سال پہلے شاکا نے تو صرف اپنے انتقام کی بنیاد رکھی تھی کمشنر، انتقام کو دھوم دھام سے انجام دینے کا وقت تو اب آیا ہے، تناور پھلتے پھولتے درخت کو بے درد کلہاڑی کے ضرب سے کاٹنے میں جو مزہ ہے وہ لزت ننھے پودے کو قدموں تلے مسلنے میں کہاں، بچا سکتا ہے تو بچا لے میرے یار کیونکہ میری بے حسی اور بے دردی سے تو اچھی طرح واقف ہے۔"

تمہارا پیارا جگر

شیر کھوکھر (شاکا)۔

پیغام اور نام پڑھتے ہی کمشنر اکبر کے آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ کنپٹی کی رگیں تن کر پھٹنے کی قریب تھی۔ ضبط کی حدود کو چھوتے ہوئے انہوں نے ہاتھ میں پکڑے پیپر کو مروڑ دیا تھا۔

"اس بار نہیں شاکا انتقام تیرا نہیں میرا دیکھے گا تو، ایک معمولی سے ایس پی کے آگے تو نہیں ٹک سکا تو ایک باپ کے مقابل تیری کیا اوقات ہے بزدل انسان۔۔۔" کمشنر اکبر پیپر وہیں صندوق میں پھینکتے ہوئے غررائے۔۔

جاری ہے۔۔

فل رسپونس چاہئے آج مجھے۔اور رائے کا اظہار بھی

خوش رہیں

"تت۔۔ تو کیا شاکا نے اب تک میری اولاد کو زندہ رکھا ہے؟؟؟۔۔اااا۔اور اگر رکھا ہے تو کس حال میں۔۔ کہیں وہ۔۔" کنپٹی کی ابھرتی رگوں کے ساتھ اس سے آگے سوچتے ہوئے کمشنر اکبر کے گلے میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتے تھے لیکن سوچوں کے بے لگام گھوڑوں پر کس کا بس چلا ہے جو ان کا چلتا۔

"ننن۔۔۔ نہیں میں نے آج تک کچھ غلط نہیں کیا ہے میرا خون غلط نہیں ہو سکتا۔۔" تمام

ترمنفی خیالات کو جھٹکتے ہوئے وہ چلا اٹھے تھے۔چند ثانے لگے تھے انہیں اپنی کیفیت پر قابو پانے میں اور ایک بار پھر اکبر علی کی خون آشام نظریں موت کا پیغام لیکر آئے اس باکس پر جار کی تھی۔اگر بھیجنے والا وہی تھا، مقصد وہی تھا تو ظاہر سی بات تھی پیغام کی نوعیت میں بھی کسی قسم کی کوئی ترمیم نہیں کی گئی ہو گی۔۔

تصدیق کیلیۓ اکبر علی نے لرزتے ہاتھوں کانپتے دل کے ساتھ اندر ہاتھ ڈالا تو انگلیوں کے پوروں سے کوئی سخت چیز ٹکرائی تھی۔دوسرے ہی پل ذہن میں جھما کا ہوا تھا آنکھوں میں شناسائی کے رنگ ابھرے لب بھینچ کر مٹھی کی سخت گرفت میں دبوچے اس چیز کو باہر نکالا تھا۔مٹھی میں مقید شئے کو دیکھ اب آنکھوں کی سرخی میں بس خون جھلکانے کی کمی رہ گئی تھی۔

وہ چمچماتی ساگوان کی لکڑی سے تراشہ ہوا خوبصورت مجسمہ تھا جس کا چہرہ نہیں بنایا گیا تھا۔باقی جسم کی ہیت ایسی تھی کے اندازہ لگانا خاصہ مشکل کام تھا کی آیا یہ مجسمہ گڈے کا ہے یا گڑیا کا۔

اٹھائیس سال پہلے کی طرح آج بھی کمشنر اکبر غصہ اور بے بسی کی انتہا کو چھوتے ہوئے پیچھے کرسی پر ڈھے گئے تھے۔ نظر ہاتھ میں پکڑے ادھوری پہیلی پر تھی اور ذہن دور ماضی کے تھکا دینے والے سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔

---ماضی---

"اففففف! اللہ جی رات کے بارہ بجنے کو آئے ہیں، لیکن ابھی تک یہ گھر نہیں آئے، اللہ جانے تھانے جاتے ہیں یا جنگل لکڑی کاٹنے جوان کا کام ہی ختم نہیں ہوتا۔" ماتھے پر فکر و پریشانی کے بل سجائے وہ مسلسل گھڑی دیکھتی بڑے سے خالی ہال نما جگہ پر ادھر سے ادھر پر چکر لگا رہی تھی۔ لیکن ایس پی صاحب تھے کی آنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"بیٹا جی میں آپ کو بتا رہی ہوں، آپ کے پاپا کو ہے نہ آپ کی مما کی قدر ہی کوئی نہیں ہے، میں ہی پاگل ہوں جوان کے انتظار میں اپنا نیند چین سب حرام کیئے یہاں مارچ کر رہی

ہوں، صاحب بہادر نے تو سارے شہر کی خاک چھان کر آنا ہے، اس اثنا میں میرے پیر چاہے شل ہو جائے انہیں رتی بھر فرق نہیں پڑنے والا، میں ایک احمق ہوں جو ان کی فکر میں گھل رہی ہوں۔۔" تحسین بیگم دکھتے پیروں کی دہائیوں پر کچھ اور تپی تھی۔جب عقب سے آئے دو مظبوط مردانہ ہاتھوں نے بڑی نرمی سے انہیں اپنے حصار میں لیا تھا۔

"کس بیوقوف نے کہہ دیا مسز ایس پی سے کی ایس پی صاحب کو ان کی قدر نہیں ہاں؟؟؟۔"اکبر علی نے نرمی سے ان کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے ای برو چڑھائے تھے۔ نظر باہوں میں ناراضگی کی تصویر بنی تخلیق کے خوبصورت مراحل سے گزر رہی محبوب بیوی پر ٹکائی جس کا چہرہ پھولا ہوا تھا۔

"بات نہ کریں آپ بہت زیادہ غصہ ہوں میں اس وقت، کہیں کل کے اخبار میں یہ خبر نہ نشر ہو جائے کی شہر کے نامور بہادر ایس صاحب کی ہوئی ان کے مسز کے ہاتھوں درگت۔۔" تحسین بیگم نے منہ پھلا کر اپنے تیئں مقابل کو دھمکایا تھا۔پیاری زوجہ کا خفا خفا دلکش مکھڑا دیکھ اکبر علی نے بے ساختہ امڈ آنے والے قہقہے کا گلا گھونٹا تھا۔

"کوئی فکر کی بات نہیں بھئی ایس پی بھی انسان ہونے کے ساتھ مظلوم ہے، اب بیوی کے مظالم سے کون ناواقف ہوگا اس دنیاں میں۔۔" اکبر علی نے مسکین شکل بناتے ہوئے اپنی کیپ اتار کر تحسین بیگم کے سر پر سجائی۔ پھر آنکھوں سے پرفیکٹ کا اشارہ کیا تھا۔

"مظلوم اور آپ رہنے دیں ایس پی صاحب کہیں میں غش کھا کر نہ گر جاؤں مظلوم آپ جیسے ہونے لگے تو ظالم کیسے ہونگے؟؟ نہیں ذرا پرواہ ہے آپ کو میری وقت دیکھیں کیا ہو رہا ہے؟؟؟۔" تحسین بیگم نے بھڑک کر کہتے ہوئے ہال میں لٹک رہے گھڑیال کی طرف اشارہ کیا۔ جو ساڑھے بارہ کا اعلان کر رہی تھی۔ اکبر علی نے ان کے کمر سے ایک ہاتھ نکال کر کانوں کو چھو کر بے آواز سوری کہا تھا۔ جس پر وہ ہنکار بھرتی ان کا حصار توڑ کر رخ پھیر گئی تھی۔

"کیا سب سے دور یہاں آپ مجھے ان تنہائیوں سے تعارف کرانے لیکر آئے ہیں؟ صبح وقت سے پہلے گھر سے نکل جاتے ہیں اور واپسی کا کوئی وقت ہی مقرر نہیں، پورا دن

نوکروں کے رحم و کرم پر میں بولائی بولائی گھومتی ہوں، اور دن ڈھلتے ہی اتنے بڑے ایس پی منشن کی سائیں سائیں کرتی خاموشی۔۔" تحسین بیگم تھکے انداز میں شکوہ کر رہی تھی۔اور اکبر علی بے بسی سے پیشانی مسل رہے تھے۔

"اکبر مجھ سے نہیں ہو گا مزید یہاں رہنا آپ کو فرصت ہی نہیں آپ فضول میں مجھے یہاں لے آئے میں علی ولا میں ہی ٹھیک تھی، شامی کے ساتھ میرا اچھا وقت گزرتا تھا۔۔" تین سالہ احتشام کو یاد کر کے بچوں کی شوقین تحسین بیگم کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئی تھی۔اکبر علی نے کشادہ پیشانی مسلتے ہوئے لب بھینچے تھے۔

اپنی محبوب بیوی کی تنہائیوں کا انہیں اچھے سے اندازہ تھا۔لیکن شہر کی ہواؤں میں گردش کر رہی دہشت بھی وہ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔اور نہ ہی اپنی محبوب بیوی کے بغیر یہاں اپنوں سے اتنی دوران کا گزارا ممکن تھا۔ڈیوٹی کے دو ماہ ہی بہت مشکل سے گزارے تھے۔اور تیسرے مہینے ہی منت سماجت کر کے زبردستی ابو کی اجازت لیکر وہ تحسین بیگم کو یہاں لے آئے تھے۔لیکن شہر کی دن بدن بدتر ہوتے حالات انہیں اپنی

ذاتی زندگی پر دھیان دینے کی ذرا مہلت نہیں دے رہے تھے۔

جس وجہ سے اکبر علی سخت پریشان تھے تحسین بیگم کو اس وقت ان کے وقت اور توجہ کی سخت ضرورت تھی، ان کے مقابل کھڑی تخلیق کے خوبصورت مراحل سے گزر رہی عورت اپنی جان کی بازی لگا کر ان کے خون کو اپنے وجود میں پروان چڑھا رہی تھی۔ ڈاکٹر کے کھلے لفظوں میں وارننگ دینے کے باوجود تحسین بیگم اس بچے کو اپنی جان کے رسک پر اس دنیاں میں لانا چاہتی تھی تو اکبر علی کا بھی فرض تھا کی ان کا بھرپور ساتھ دیں، لیکن وہ لاکھ چاہنے کے باوجود ایسا کرنے سے قاصر تھے۔ شہر کی بدترین صورتحال ایسے میں ان کا فرض انہیں ایک ثانیے کیلیۓ اپنی طرف سے غفلت برتنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ اور نہ ہی وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی برتنا چاہتے تھے۔ لیکن اس سب میں الجھ کر وہ تحسین بیگم کے معمالے میں چوک رہے تھے۔

وردی کا قرض ادا کرنے کے جنون میں فرض کی زنجیر نے اس قدر سختی سے انہیں جکڑ لیا تھا کی وہ باپ بننے کی خوشی بھی سہی سے محسوس کرنے قاصر رہ گئے تھے۔ مقصد تھا تو بس

ایک شہر کو شاکا کی دہشت سے آزاد کرانا، عام لوگوں کی زندگی سہل بنانا اور اس آئے دن معصوموں کیلیئے گرم کئے قتل وغارت کے بازار کا خاتمہ کرنا۔ جس کیلیئے وہ پچھلے چھ مہینے سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور یقین تھا کی جلد کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

"سوری آپ کی ناراضگی بجا ہے، لیکن آپ جانتی ہیں نہ اس مظلوم سے ایس پی کا آپ کے بغیر گزارا نہیں۔۔" اکبر علی نے نرمی سے ان کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ اور عارض پر رواں آنسوں کے دریا کو دیکھ انہیں اپنی کوتاہیوں کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

"تحسین پلزززڈونٹ ڈودِز۔" اکبر علی نے بے بسی سے ان کے آنسوں صاف کئے تھے۔

"میں خود چاہتا ہوں کی میں آپ کو اور اس آنے والے ننھے مہمان کو وقت دوں، لیکن میں اپنے فرض کے آگے مجبور ہوں یار اس شاکا نامی درندے کی دھشت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، عام عوام کا جینا دو بھر ہو گیا ہے، شہر کے حالات بہت خراب ہیں یار جسے اعتدال پر لانا میرا کام ہے، آپ سمجھ رہی ہیں ناں، ایک بار بس ایک بار وہ شاکا میرے ہاتھ لگ جائے

اسکے بعد میرے ہر سیکنڈ پر صرف آپ کا اور اس آنے والے مہمان کا حق ہو گا۔۔"اکبر علی نے پیشمانی سے کہتے ہوئے آسودگی سے مسکراکران پیٹ پر ہاتھ رکھا تھا۔جہاں ان دونوں کی محبت کی خوبصورت حقیقت سانس لے رہی تھی۔

"چھوڑ دیں اکبر وہ درندہ بہت خطرناک ہے آئے دن نیوز میں اسکی درندگی دیکھتی رہتی ہوں میں،اسکی بے حسی کی کوئی حد نہیں ہے،میں آپ پر کھڑوچ تک برداشت نہیں کرسکتی، پلززز چلیں یہاں سے میں ابو سے بات کرونگی وہ آپ کا ٹرانسفر کرادینگے۔۔۔"تحسین بیگم نے ہزاروں بار کی بات ایک بار پھر منت بھرے انداز میں دہرا کران کا ہاتھ تھامنا چاہا۔جس پر اکبر علی نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے دو قدم پیچھے لیا تھا۔

"یہ آپ کہہ رہی ہیں تحسین؟؟؟۔"اکبر علی نے بے یقینی سے اپنی بیگم کو دیکھا۔جس کے عارض پر آنسوں متواتر بہہ رہے تھے۔

"، کیا آپ کو میری قابلیت پر شک ہے؟ آپ کو نہیں یقین کی میں اس درندے کا خاتمہ کر کے اس شہر کو یہاں کی فضاؤں کو اسکی دہشت سے پاک کر سکتا ہوں، شاکا اور اس جیسوں کی ظلم سے عام عوام کو نجات کروا سکتا ہوں؟؟؟۔" اکبر علی چبھتے لہجے میں دکھ لیے سراپا سوال بنے تھے۔ جس پر تحسین بیگم نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"یقین ہے اکبر بہت یقین ہے آپ کی قابلیت پر بھی آپ کی بہادری پر بھی، لیکن وہ بہت برا ہے آج ہی تو اس نے سرے عام چوک پر کسی آدمی کا بے رحمی سے قتل کیا ہے، پھر آپ نے اسے گرفتار کیوں نہیں کیا؟؟؟۔" تحسین بیگم نے دونوں ہاتھوں سے آنسوں صاف ہوئے سوال کیا۔ جس پر اکبر علی نے لب بھینچے۔

"اسی کی انویسٹیگیشن کر رہا تھا، لوگوں میں اسکی اس قدر دہشت ہے کی کوئی آنکھوں دیکھے کی گواہی دینے کو روادار نہیں۔۔" اکبر علی نے بے بسی پیچھے دیوار پر زور کا مکا جڑا تھا۔

"میں وہی تو کہ رہی ہوں وہ بہت ظالم، آپ سے پہلے نجانے کتنے سرکاری عہدیداروں کے ساتھ کیا کیا کر چکا ہے، میں آپ کو۔۔۔" آگے کے الفاظ گلے میں پھسے نمکین گولے نے نگل لیئے تھے۔اکبر علی نے ہاتھ بڑھا کر نرمی سے انہیں اپنے حصار میں لیا تھا۔

"میں اپنی منزل کے بہت قریب ہوں تحسین، لوگوں کو بہت سی امیدیں دلائی ہے اس طرح ان کی امیدوں کا دیا بجھا کر نہیں جا سکتا، نہ ہی بزدل ہوں جو برائی سے ڈر کر قدم پیچھے لے لوں، اور آپ دیکھنا بہت جلد میں اپنی منزل داغ لونگا۔۔" اکبر علی آنکھوں میں ایک جنوں لیئے انکی پیٹھ سہلاتے ہوئے نرمی سے بولے۔

شاکا اب ان کی ضد بن چکا تھا جسے ہر حال وہ اسکے انجام تک پہونچانا چاہتے تھے۔

"اور ایک بات پہلے بھی کہ چکا ہوں آج پھر دہرا رہا ہوں، آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے، اس لیئے آئندہ سے آپ مجھے میری منتظر نظر نہ آئیں، وقت پر ڈنر کر کے آرام کریں، سمجھ آرہی ہے؟؟؟۔" اکبر علی نے انکی ٹھوڑی پکڑ رعب سے پوچھا۔ جس پر وہ منہ

بسورتی اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔ کیونکہ یہ تو طے تھا جب تک اکبر علی ان کے پہلو میں نہیں ہوتے نیند کی دیوی ان کے دروازے کھٹکھٹانے نہں والی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اکبر علی پیشانی پر سلوٹیں لیۓ اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ سامنے پورے ٹیبل پر فائلز کا امبار لگا تھا۔ ہر فائل پر مجرم کی جگہ شاکا کے کسی نہ کسی خاص یا عام بندے کا نام درج تھا۔ لیکن کہیں شاکا کا نام نظر نہیں آ رہا تھا۔ جرم کی دنیاں میں شاکا نے اس طرح اپنی دھاک بیٹھا رکھی تھی کے ہر فتنے کی جڑ اس سے جڑنے کے باوجود اسکے گریبان کو دبوچنے کوئی سرا اکبر علی کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ نہ ہی کوئی اسکے خلاف گواہی دینے کو روادار تھا۔ کونسا ایسا جرم تھا جو شیر کھوکھر عرف شاکا سے چوک گیا ہو۔ لیکن ہاتھ وہ کبھی پولیس کے نہیں آیا تھا۔ بہت ہاتھ پیر مارنے پر کئی بار اسکے بندے ہاتھ لگے تھے لیکن وفاداری کے ایسے منہ بولتے ثبوت تھے کی پھانسی کا پھندہ گلے میں ڈالنے کو تیار تھے لیکن حلق سے شاکا کے خلاف ایک لفظ برآمد کرنے کو روادار نہیں تھے۔

"کب تک شاکا آخر کب تک اب تو اس شہر کے ذرے ذرے کو میں نے اپنی سماعت اور بسارت بنا دیا ہے، کب تک تم میری نظروں میں دھول جھونکتے رہو گے، اب تو میری بھی ضد ہے رنگے ہاتھوں تجھے ہتھکڑی پہنا کے تیری انجام کی طرف روانہ کرونگا۔" اکبر علی تصور میں شاکا سے مخاطب کرتے ہوئے غرائے۔ جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک کی آواز پر اپنے تاثرات ٹھیک کرنے کے بعد منتظر کو اجازت دیتے اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ جب اسلم نامی حولدار اول جلول حلیہ میں ستر نگی شرٹ پہنے آدمی کو لیکر اندر داخل ہوا تھا۔ مقابل کو دیکھ کا اکبر علی کے کشادہ پیشانی پر ناگواری کے بلوں کا اضافہ ہوا تھا۔

"حولدار اسلم کسے حوالات میں ڈالنا ہے کسے آفس میں لانا ہے کیا یہ تفریق بھی آپ بھول چکے ہیں ؟؟؟" اکبر علی کے کرخت انداز میں کئے گئے سوال پر حولدار اسلم نے وہیں کھڑے ہو کر سیلیوٹ مارا تھا۔

"معذرت سر جی لیکن یہ آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا! میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن یہ مان نہیں رہا تھا تو مجبوراً۔۔"اس آگے کے الفاظ اکبر علی کے اٹھے ہاتھ نے روک دئے تھے۔

"آپ جائیں باقی میں ان سے معلوم کر لونگا کی شاکا کے سالے کو اسکے سب سے بڑے دشمن ایس پی اکبر علی سے کونسی ضرورت آن پڑی ہے۔۔"اکبر علی کے بے لچک انداز پر حولدار دوبارہ سلامی پیش کرتا الٹے قدم لوٹ گیا تھا۔اور اکبر علی اپنی چیر چھوڑ کر نپے تلے قدم اٹھاتے ستر نگی شرٹ میں بکھرے بڑے بڑے بال، گلے میں سونے کی موٹی موٹی چین، انگلیوں میں سونے کی رنگ برنگی پتھر جڑے انگوٹھی پہنے غنڈے کے مقابل آئے تھے۔

"ملاقات کی نوعیت بیاں کریں آپ کے پاس صرف دس منٹ ہے۔۔"اکبر علی نے گھڑی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس پر مقابل نے ناگواری سے گھڑی پر نظر ڈالی۔ پھر اس

مغرور مگر نڈر ایس پی کو دیکھا۔ جو پہلا سرکاری عہدیدار تھا جو شاکا کے علاقے میں ٹک گیا تھا وہ بھی چھ مہینے۔۔

"اپن کا نام رنگا ہے، پیشہ تو آپ جانتے ہیں پیدائشی غنڈہ ہوں، لیکن اپن کی بہن اپن جیسی بالکل نہیں ہے، وہ بہت اچھی پڑھی لکھی لڑکی ہے، اپن نے بے شک اسکے حلق میں حرام اتارا ہے حرام کمائی سے اسکو پڑھایا لکھایا ہے، لیکن اپن کی بہن بہت اچھی ہے وہ اپن جیسی بالکل نہیں ہے، اور جب سے اسے اپن کے غیر قانونی دھندھوں کا معلوم ہوا تھا وہ تو اپن کے پیسے تک نہیں لیتی تھی، خود بچوں کو پڑھا کر اپنا خرچہ اٹھاتی تھی، بس بھائی ہوں تو اس لیئے اپن سے نفرت نہیں کر پا رہی تھی۔۔" رنگا نے ہاتھ پہنے چین کو گھماتے ہوئے بات کا آغاز کیا تھا۔ لہجے میں بے شک نرمی مفقود تھی۔ لیکن بہن کے ذکر پر اکبر علی اسکے لہجے میں کھلی محبت تڑپ باخوبی محسوس کر سکتے تھے۔

"یہ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟؟؟۔" اکبر علی کھوجتی نظریں رنگا کے چہرے پر ٹکائے استہفامیہ انداز میں پوچھا۔

"کیونکہ اپن شاکا سے بدلہ لینا چاہتا ہوں، اس کیلئے اپن آپ کی مدد کرنا چاہتا ہے۔۔" رنگا کی نظراب بھی بریسلیٹ پر ہی تھی۔ اسکی بات پر اکبر علی نے بے یقینی سے اسکے جھکے سر کو دیکھا۔ پھر آفس کی خاموش فضا میں بے اختیار قہقہ گونجا۔ رنگا نے ناگواری کے بل پیشانی پر سجائے سر اٹھایا تھا۔

"میرا نہیں خیال ایس کی اپن نے کوئی چٹکلا چھوڑا ہے۔۔" رنگا کی ناگوار تیز آواز پر اکبر علی کا قہقہ تھما۔

"آواز دھیمی رکھو تم میری جگہ پر کھڑے ہو، دوسری بات یہ چٹکلا ہی ہے، ایک غنڈے کا سالا میری مدد کیوں کرے گا کیا اسے اپنی بہن کو بیوہ کرنا ہے، یہ بیوقوف نہ تم کسی اور کو بناؤ میں ان گھٹیاں سازشوں میں آنے والوں میں سے نہیں ہوں یہ بات تم اپنے سرکار کو لازمی بتانا۔۔" اکبر علی تمسخرے سے کہتے مڑنے لگے تھے۔ جب رنگا انکے راہ میں حمائل ہوا تھا۔

"اپن مذاق نہیں کر رہا ہے، اور نہ اپن شوق سے اس کا سالا بنا ہے، شاکا نے زبردستی اپن کی بہن کو اٹھوا کر اس سے نکاح کیا ہے، اور اپن کچھ نہیں کر پایا، اب اپن اس سے بدلہ لینا چاہتا ہے اور ساتھ ایک برے انسان سے اپنی بہن کو آزاد کرانا چاہتا ہے، اپن برا ضرور ہے لیکن اپنی بہن کیلئے اپن کو اچھا لڑکا چاہئے، غنڈا نہیں۔۔" رنگا کے دوٹوک انداز پر کچھ دیر اکبر علی نے اسکے چہرے کو جانچتی نظروں کی گرفت میں لیا۔ اس شعبے میں آنے کے بعد روزانہ نت نئے لوگوں سے ان کا پالا پڑتا رہتا تھا۔ اتنے لوگوں سے ملتے ملاتے چہرہ پڑھنے کے ہنر تو وہ سیکھ ہی گئے تھے۔ رنگا کی آنکھوں میں اپنی بہن کیلئے محبت تڑپ اور شاکا کیلئے انتقام کے بھڑکتے شعلے وہ باخوبی دیکھ سکتے تھے۔

"کیسے مدد کرو گے تم میری؟؟؟؟" اکبر علی کی آواز پر رنگا نے گلے کی چین کو گھمایا۔ جیسے کہ رہا ہو یہ ہوئی نہ کام کی بات۔۔

"آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد شاکا کی بہت بڑی ڈیل ہونے والی ہے گوروں کے ساتھ پاس

والے بندرہ گاہ میں ،اور اگر یہ مال دوسرے ملک پہونچ گیا تو سمجھو شاکا نے میدان مار لیا،اس موقعے کو کیسے استعمال کرنا ہے یہ آپ بہتر جانتے ہونگے ، باقی اس سب میں آپ کو جہاں کہیں اپن کی جتنی مدد چاہئے اپن حاضر ہے ،بس شرط اتنی ہے کی اپن کی بہن محفوظ ہونی چاہئے چاہے اپن رہے یا نہ رہے۔۔"رنگا کی بات پر اکبر علی خاموشی سے اسکے پھیلی ہتھیلی دیکھ رہے تھے۔

"اگر یہ کوئی چال ہے تم جیجا سالے کی تو یہ چال تم دونوں کی زندگی کی آخری چال ثابت ہونے والی ہے۔۔"اکبر علی نے بے لچک انداز میں خبردار کیا تھا۔

"اپنی بہن کی قسم ہے ایس پی جھوٹی نہیں کھاؤنگا۔۔"رنگا نے ناگواری سے یقین دہانی کرائی۔۔

"ٹھیک ہے۔۔"اکبر علی نے سر ہلایا تھا۔جو بھی تھا وہ قسمت آزمانا چاہتے تھے۔

"اپن کی بہن اس سب میں نہیں پسنی چاہئے وہ محفوظ ہونی چاہئے۔۔" رنگا نے مرنے سے پہلے پھر اپنی شرط دہرائی تھی۔ جس پر اکبر علی نے صرف سر ہلایا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی ؟؟؟۔" اکبر علی نے گارڈن میں چہل قدمی کر رہی تحسین بیگم کے بالکل قریب آکر سرگوشی کی تھی۔ جس پر اپنے ہی خیالوں میں گم مسکرا رہی تحسین بیگم اپنی جگہ اچھل ہی تو پڑی تھی۔

"ریلیکس یار میں ہوں آپ کا سرتاج۔۔" اکبر علی نے انہیں کندھوں سے تھام کر پرسکون کرنا چاہا جو سینے پر ہاتھ رکھے گہری گہری سانس بھر رہی تھی۔

"کیا ہے اکبر ڈرا دیا ناں۔ اور آج ایس پی صاحب کی سواری اتنی جلدی کیسے آگئی ہاں ؟؟؟۔" تحسین بیگم نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھوجتی نظروں سے اپنے مجازی خدا کو دیکھا۔ جنہوں نے پچھلے ایک ہفتے سے کوئی الگ ہی روٹین سیٹ کی ہوئی تھی۔ گھر تو شازو

نادر ہی نظر آتے تھے۔ صبح جوگینگ کے ساتھ جو بنا ناشتہ کئے گھر سے روانگی لیتے تو رات نجانے کس پہر واپسی ہوتی تھی۔

"یار دیر سے آؤں تو ناراضگی، شکوے، گلے، اور اگر جلدی آؤں تو طعنے، سوال، انویسٹیگیشن مطلب بندہ جائے تو جائے کہاں۔۔" کمشنر اکبر اچھے موڈ میں تھے تبھی آنکھوں میں شرارتی چمک لیئے مسکین شکل بنا کے مظلومیت سے بولے۔

"کوئی حل نہیں ایس پی صاحب آپ کا۔" تحسین بیگم نے آنکھیں سکیڑ کے تاسف سے انہیں دیکھا۔ جو آج کچھ زیادہ ہی اچھے موڈ میں نظر آرہے تھے۔

"حل تو بہت ہے بیگم صاحبہ لیکن اس سب کیلیئے وقت درکار ہے چلیں آئیں آج آپ کے ساتھ چہل قدمی کرتے ہیں۔۔" اکبر علی نے شوز اتار کر اپنی مظبوط ہتھیلی میں ان کا ہاتھ تھامتے ہوسوکس میں مقید قدم نرم گھاس پر رکھتے آگے بڑھنے لگے۔ تحسین بیگم بھی

ہولے سے مسکراتی قدم اٹھانے لگی تھی۔

"ڈاکٹر کے پاس گئیں تھیں آپ کل ؟؟؟۔" اکبر علی نے ہوا سے اڑ رہے ان کے نیلے آنچل کو ان کے کندھے پر درست کرتے ہوئے پوچھا۔

" ہمممم !!!۔" تحسین بیگم نے صرف ہمم کیا تھا کیونکہ ابھی سخت قسم کا اعتراض آنے والا تھا۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا اکیلی کیوں گئیں ؟؟؟۔" حسب توقع خفگی سے بھرپور سوال ہوا تھا۔

"آپ گھر کب ہوتے ہیں ایس پی صاحب ؟؟۔اب یہ نہ کہیئے گا کی مصروفیت تھی، یوں بھی میرا کوئی ارادہ نہیں تھا جانے کا بس یوں ہی گھر بور ہو رہی تھی تو سوچا ہسپتال ہی گھوم آؤں۔۔" تحسین بیگم نے کندھے اچکائے۔

"آفرین ہے تحسین آپ کے اس بوریت دور کرنے کے طریقے پر۔۔" اپنی زوجہ محترمہ کے بوریت دور کرنے کے لاجک پر اکبر علی عش عش کر اٹھے تھے۔

"تو اور کیا کروں؟؟ یہاں نہ کوئی اپنا ہے اور نہ کوئی دوست احباب سہیلی وغیرہ ہے، اور ہو بھی کیسے دو دو دم چھلے مشٹنڈے جو آپ نے میرے حواسوں پر سوار کر رکھا ہے مجال ہے جو میں گھر سے باہر قدم رکھو اور وہ دونوں چنگیز خان کے اولاد چند پل کیلئے مجھے اپنی عقابی نظروں سے اوجھل ہونے دیں، آپ کے وفادر میری پل پل کی خبر آپ تک رسال کرتے رہتے ہیں۔۔" تحسین بیگم جو سیکورٹی گارڈز سے سخت نالاں رہتی تھیں فوراً پھولے منہ کے ساتھ شکوؤں کا پٹارہ کھول بیٹھی تھی۔ جس پر کمشنر اکبر مبہم سا مسکرائے۔ کھل کے مسکرانے کی گستاخی وہ اس وقت سرزدہ نہیں کر سکتے تھے۔

"آپ کی حفاظت میری لیے ہر چیز سے بڑھ کر ہے، اور پھر آپ کو دوست کی ضرورت کیا ہے بیگم بندہ ناچیز حاضر ہے، اپنی حسین دلبر اکیلئے ہر کردار ادا کرنے کیلئے۔۔" اکبر علی سر کو ذرا سا خم دیتے ہوئے عجزانہ انداز میں بولے۔

"ناچیز کو اتنے سارے کردار ادا کرنے کیلیئے جس چیز کی ضرورت ہے اس چیز کی آپ کے پاس سخت قلت ہے ایس پی صاحب، غلباً اُس چیز کو "وقت" کہتے ہیں۔۔" تحسین بیگم نے جتاتے انداز میں کہتے ہوئے ان کی چوڑی کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس پر کمشنر اکبر نے تاسف سے سر ہلایا۔

"چند دن اور بیگم اس کے بعد میرے پاس آپ کیلیئے وقت ہی وقت ہو گا۔۔" اکبر علی نے خوشی سے مطلع کیا تھا۔

لیکن تحسین بیگم نے صرف ناک چڑھائی تھی۔

"آپ کے کچھ دن کا پتا نہیں لیکن میرے کچھ مہینے بعد کا فیصلہ اٹل ہے، میں نے سوچ لیا ہے ڈلیوری کیلیئے جب جاؤ نگی، پھر بے بی اور بے بی کی مما کی مستقل رہائش کا ارادہ وہیں علی ولا میں رہنے کا ہے، رہیں بے بی کے بابا اپنے چور پولیس ڈاکو شا کو میں مصروف ہمیں نہیں پرواہ۔۔" تحسین بیگم گردن اکڑا کر اٹل انداز میں بولی۔ اکبر علی نے آنکھیں سکیڑ کر مقابل

کا شاہانہ انداز ملاحظہ کیا تھا۔

"شکایت ہی نہیں رہے گی میرے بے بی اور انکی مما کو بے بی کے بابا سے تو پھر گنجائش ہی کوئی نہیں وہاں قیام کا۔۔" اکبر علی واپس ان کا ہاتھ تھام کر نرم گھانس پر بھاری قدم رکھنے لگے تھے۔

"دعا کرو تحسین کل میں کامیاب لوٹوں، بس ایک بار میرا مقصد پورا ہو جائے پھر ہر طرف سکون ہی سکون ہو گا۔۔" اکبر علی کے گمبھیر لہجے پر تحسین بیگم نے صدق دل سے آمین کہا تھا۔

شاکا کے شاہی رہائش گاہ پر رنگ و بو کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ ہنسی، ٹھٹھولی، رقص موسیقی سے محفل زعفران تھی۔ شہر کے تقریباً سبھی نامور ہستی اس جشن میں شامل تھے۔ جو شاکا نے اپنے باپ بننے کی خوشی میں رکھا تھا۔ سوائے چند ایک شاکا کے بہت خاص بندوں کے کوئی

نہیں جانتا تھا کی جشن کی آڑ میں شاکا کیا گل کھلانے والا ہے۔اور ان چند ایک ہستی میں انتقام کی آگ میں جھلس رہا رنگا بھی شامل تھا۔جو شاکا کے رائٹ ہینڈ کے نام سے جانا جاتا تھا۔کئی بار شاکا کیلیئے اپنی جان پر کھیل چکا تھا۔لیکن جب تین مہینے پہلے شاکا نے زبردستی اسکی معصوم پاکباز بہن پر اپنی گندی نظر گاڑھتے ہوئے زبردستی نکاح کیا تھا شاکا کیلیئے اس کے وفاداری کے جذبات انتقام کے دھکتے شعلوں میں بدل گئے تھے۔اور جب جب وہ اپنی بہن کی دکھ،درد،کرب،اذیت کے ساتھ شکووں سے بھری آنکھوں میں دیکھتا انتقام کی آگ کچھ اور بھڑک اٹھتی تھی بس نہیں چلتا تھا کی شاکا کو بھسم کر دے۔

اپنے اندر بھڑک رہی انتقام کی آگ جو ہر گزرتے دن کے ساتھ آتش فشاں کی شکل اختیار کر رہی تھی۔اس اشتعال کو بار بار تھپکی دے کر سلاتے ہوئے اس نے صبر کا دامن تھامے رکھا تھا،اسے صرف شاکا سے بدلہ تھوڑی لینا تھا بلکے اپنی معصوم بے ضرسی بہن کو رہائی دلانی تھی اس گھٹن زدہ ماحول سے آزاد کرانا تھا۔جس کیلیئے اس نے مشکل انتظار کیا تھا سہی وقت کا جو آج آخر آہی گیا تھا۔یہاں جشن میں مدہوش شاکا اس بات سے بالکل بے خبر تھا کی اسکی سالوں سے دیکھا خواب،برسوں کا جمع سرمایا،سب قارون کی

بیش بہا خزانے کی طرح دھنس چکا تھا قانون کے قدموں تلے، اور اب اس فرعون کے غرق ہونے کا وقت قریب تھا۔

فون پر آئی ایس پی اکبر علی کی "ڈن" کے مسیج پر رنگا مونچھوں کو تاؤ دیتا کھل کر مسکرایا تھا۔ جب اسکی نظر سیاہ لباس میں ہزن وملال سے کملائے چہرے ویران آنکھوں کے ساتھ سیڑھیاں اتر رہی اپنی بہن پر گئی تھی۔۔ بے شک شاکا نے اسکی بہن کو رانی بنا کر رکھا تھا۔ ایک اشارے پر نوکروں کی پوری فوج اسکی بہن کے اشاروں پر کسی کٹھ پتلی کی طرف رقص کرنے لگتی تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا اسکی پڑھی لکھی سادگی پسند عزت کی جھوپڑی میں محنت ایمانداری کی دو وقت روٹی کی خواہش مند بہن کو یہ عیش و عشرت کسی زہریلے ناگ کی طرح ڈس رہے ہونگے۔۔

"کیسی ہو بہنا؟؟؟۔" رنگا بھاری قدم اٹھاتا ایک کونے میں کھڑی اپنی بہن نجمہ کی طرف بڑھا تھا۔ رنگا کے سوال پر نجمہ نے استہزائیہ نگاہیں اٹھائی تھی۔

"جس کا آپ جیسا بھائی ہو وہ بہن کیسی ہو سکتی ہے؟؟۔" نجمہ کے دھیمے لہجے میں کیئے گئے سوال میں کیا نہ تھا۔ دکھ، درد، اذیت، سب سے زیادہ بے بسی۔ جس پر رنگا نے لب بھینچے تھے۔

"اپن جانتا ہے تو بہت اچھی ہے اور اپن بہت برا تیری یہی بد قسمتی ہے کی تو اپن کی بہن ہے، لیکن تو فکر نہیں کر تیرا بھائی برا ضرور ہے لیکن اب مزید تیرے ساتھ کچھ برا ہونے نہیں دے گا۔" رنگا نے ہولے سے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا جسے وہ درشتگی سے جھٹک گئی تھی۔

"ہنہ! اب اور کیا برا ہونے کیلیئے باقی ہے، برباد تو میں ہو چکی، اب تو بس اتنی سی خواہش ہے کی کوئی آسمان سے فرشتہ اترے اور کہے کی نجمہ تجھے ایک خون معاف ہے اور میں باخوشی اپنے کوکھ کا قتل کر دوں، ایک درندے کے خون کو خود میں پروان چڑھا کر ایک اور درندے کو جنم دینے سے بہتر ہے کی میں ماں لفظ کو داغ دار کر دوں کم از کم اسی بہانے ہزاروں ماؤں کی کوکھ اجڑنے سے بچ جائے گی۔" نجمہ اپنے پیٹھ پر ہاتھ رکھتی زہر خندہ

بولی۔ جس پر رنگا نے بے ساختہ اسکے لبوں پر اپنا کھردرا ہاتھ رکھا تھا۔

"ایسے نہیں کہ بہنا اس سب میں اس معصوم کی کیا خطا، اور کیا ثبوت ہے تیرے پاس کی یہ براہی ابنے گا کیا پتا یہ تجھ جیسا نیک ابنے۔۔" رنگا حسرت سے بولا۔ جس پر نجمہ تلخی سے مسکرائی تھی۔ جب وہاں اپنے پھیلے وجود مکار چہرے کے ساتھ پیلے دانتوں کی نمائش کرتا شاکا نمودار ہوا تھا۔

"کیا بات ہو رہی ہے بھائی بہن کے درمیان ہمیں بھی سناؤ۔۔" شاکا بظاہر مسکرا کر بولا تھا۔ لیکن بجمہ کے بازو میں گھنپتی اسکی بچھو جیسی انگلیاں رنگا باخوبی دیکھ سکتا تھا۔ مارے بے بسی کے وہ بس مٹھیاں بھینچ سکا تھا۔ جبکے نجمہ بنا حس و حرکت کھڑی تھی۔

جب اچانک ہی بڑے سے ہال میں بھگ دڑ مچی تھی۔ شاکا نجمہ کو اپنے ساتھ گھسیٹتا سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے جب ہال میں پہونچا تو غصہ کی زیادتی سے اسکی رنگیں پھول گئ تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں، چپ چاپ سے جو جہاں ہے وہیں کھڑا رہے۔۔۔" شاکا نے ادھر ادھر بھاگ رہے لوگوں پر ایک نظر ناگوار نظر ڈال کر کمر سے پسٹل نکال کر ہوائی فائرنگ کی تھی۔ جس پر سب اپنی اپنی جگہ تھم سے گئے تھے۔اور نجمہ اس بیچاری کا حال تو ایسا تھا کی کاٹو تو خون ندارد۔

"انہیں بھاگنا ہو گا شاکا صاحب ورنہ وہ محاورہ تو آپ نے بھی سن رکھا ہو گا گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسے جاتے ہیں۔۔۔" داخلی دروازے سے ریت میں اٹے ابتر حالت میں موجود شاکا کے خاص فرنگی مہمانوں کے ساتھ داخل ہوئے ایس اکبر علی کی کھنکتی طنزیہ آواز پر شاکا کے آس پاس خطرے کاالرام بری تھا جھنجھنا اٹھا تھا۔

"تم۔۔۔" شاکا نے نجمہ پر گرفت کرتے ہوئے تین فرنگی مہمانوں کا بری طرح کالر دبوچے کھڑے باوردی آفسرز کے بیچ کھڑے ایس اکبر علی کو شاکی نظروں سے دیکھا۔

"اسلم بھئی دوسرا دروازہ کھول دو تاکہ فلحال تقریب میں شامل تمام گھن کا کردار ادا کر رہے معزز حضرات اپنی گھر کی راہ لے سکیں اور ہمارا سارا دھیان گیہوں کی طرف مبزول رہے۔۔" شاکا کی شاکی نظروں پر اکبر علی نے تمسخرے سے پاس کھڑے حولدار کو اشارہ کیا تھا۔ جو سرپٹ بھاگ کر دوسرا دروازہ کھول چکا تھا اور پل کے پل میں ہال بالکل خالی ہو چکا تھا۔ اب بس سیڑھیوں کے بیچ و بیچ پتھرائی نظروں سے صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہا شاکا تھا اور اسکے آدمیوں کو دبوچے سول ڈریس میں مہمانوں کی بھیس میں آئے آفیسرز کے علاوہ بیرونی دروازہ میں پوری بارات کے ساتھ ایستاد گردن میں بل ڈالے کھڑے اکبر علی تھے۔

"ہاں! شیر کھو کھر عرف شاکا، تمہی نے کہا تھا نہ جس دن ثبوت ہو تو شاکا کے آشیانہ پر اسکا بسیرا بدلنے چلے آنا تو اب بس تیار ہو جاؤ تمہارے سات بوٹ ثبوت اور تین ٹرک گواہوں کے ساتھ پوری بارات لیکر تمہارا ٹھکانہ بدلنے آیا ہوں، پہچان تو لیا ہو گا تم نے اپنے ان پردیسی مہمانوں کو؟؟۔۔" اکبر علی نے کالر سے پکڑ کے ایک فرنگی کو سامنے کی جانب دھکا دیا تھا۔ جس پر شاکا فوراً ہوش میں آیا تھا۔

"تم نے ایس پی۔۔۔۔" شاکا بھپھر کے آگے بڑھا تھا۔ جب اکبر علی نے منہ پر انگلی رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"ششششش!!!!! کوئی فائدہ نہیں، تین بجے تمہارے بندرگاہ کے پاس والے گوڈاؤن پر پڑی ریڈ چھ بجے مطلب تین گھنٹے میں ختم ہو چکی، اور اب وقت رات کے آٹھ ہو رہے ہیں، یہ درمیان کے دو گھنٹے تو میں نے اپنی ٹیم کے ساتھ جشن اور ثبوت اکھٹا کرنے میں بس یوں ہی برباد کر دیے۔۔" اکبر علی نے آرام انکشافات کے پہاڑ توڑ کر شاکا کے تن بدن میں آگ لگا یا تھا۔ پھر اطمینان سے کمر سے ہتھکڑی نکال کر دبیز قالین پر بھاری فاتح قدم رکھتے شاکا کی طرف بڑھے تھے۔ شاکا کے تمام پولیس کے شکنجے میں مقید مشٹنڈ پھڑ پھڑا کر رہ گئے تھے۔

شاکا کے دماغ میں اچانک ہوئے جھماکے پر اس نے اپنی متلاشی نظریں آس پاس دوڑائی تلاش کھمبے سے ٹیک لگائے لبوں پر کمینی مسکراہٹ سجائے رنگا پر ختم ہوئی تھی، جس کی

آنکھوں کی مکاری نے شاکا کی رگوں میں شرارے بھر دئے تھے۔اور اگلے ہی پل بازو کے شکنجے میں پتھرائی بے جان گڑیا جیسی نجمہ کو دھکا دیتے ہوئے رنگا پر جھپٹا تھا۔

شاکا کو شکنجے میں لینے کیلئے سرشار سے آگے بڑھ رہے اکبر علی ان دونوں کو اگنور کرتے ہوئے بجلی کی تیزی سے سیڑھیوں سے لڑکھڑائی نجمہ کی طرف بڑھے تھے۔جس کی پیشانی سیڑھی کے کونے سے ٹکرانے کی وجہ سے خون کا چشمہ ابل آیا تھا۔

"سالے (گالی) غداری تو نے کی نہ؟ یہ منجری تیری کرائی ہوئی ہے، میں تجھے چھوڑونگا نہیں۔۔" شاکا رنگا کے منہ پر پے درپے مکا جڑتے ہوئے دھاڑا تھا۔بس نہیں چل رہا تھا کی رنگا کو زندہ درگور کردے۔۔

"ہاں! کی اپن نے غداری اب بول (گالی) تو کیا کرے گا اپن کے ساتھ، جان سے مارے گا مار لیکن کیا فائدہ کشتی تو میں نے ڈبو دی، زندہ رہے تو دونوں جیل میں ساتھ چکی پیسیں گے مر گئے تو کوئی پرواہ ہی نہیں۔۔" رنگا پوری قوت سے اسکے دیو ہکل وجود کو پیچھے دھکا دیتا

تمسخرے بولا۔

"کیوں کیا تونے ایسا، بتا کیوں کیا تونے ایسا!!!!!۔" شاکا حلق کے چلایا تھا، دنیاں کو فتح کرنے کے جنون میں پاگل شاکا خود کو چاروں طرف سے تنگ گھیرے میں دیکھ پاگل ہو رہا تھا۔

"رنگا تیرا وفادار تھا ساری زندگی اپن وفادار رہتا تیرا اگر جو تو اپن کی بہن کو بیچ میں نہیں لاتا، لیکن تونے اپنی بہن کو بیچ میں لا کر اپنی غیرت کو للکارا، اور اسی للکار میں اپن نے اپنی وفاداری جلا کر بھسم کردی، اپن کو کسی بھی حال تجھ سے اپنی بہن کو آزاد کرانا تھا جس کا یہی ایک راستہ اپن کو نظر آیا اور اپن نے اس راستے کو چن لیا۔۔" رنگا الٹے ہاتھ سے پھٹے ہونٹ کا خون صاف کرتے ہوئے بے خوفی سے بولا۔۔

"بہن۔۔ مطلب تجھے اپنی بہن کو مجھے سے مطلب شاکا سے آزادی دلانی تھی؟؟؟ لیکن تو جانتا تو ہے نہ شاکا سے آزادی کس صورت نہیں ملتی ہے؟؟۔" شاکا ایک ایک قدم پیچھے لیتے ہوئے پراسرار سا مسکرایا۔ اور اس سے پہلے کی کوئی کچھ سمجھتا اکبر علی کو دھکا دیتے

ہوئے نجمہ کو اپنی گرفت میں لیا تھا۔

"دیکھ شاکا۔۔۔" نجمہ کے کنپٹی پر رکھی گن کو دیکھ رنگا اور اکبر علی دونوں اسکی طرف لپکے تھے، لیکن شاکا کے خطرناک تیور نے ان کے قدم منجمد کر دئے تھے۔

"ارے! نہیں یہ غلطی نہیں کرنا تو ایس پی شاکا کو تو جانتا نہیں، کسی کی جان لینا میرے لیٔے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔۔" مکاری سے کہتا نجمہ کے بے جان وجود کو اپنے بازوں میں جکڑے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

"ساری فساد کی جڑ یہ لڑکی ہے، اسی کی وجہ سے میرے ٹکڑوں پر پل رہے وفادار کتے نے مجھے ہی پلٹ کر کاٹ لیا۔۔" شاکا ایک قہر برساتی نظر پلٹ کر لہو رنگ آنکھوں میں شعلے لیٔے اسکی ہستی کو تہس نہس کرنے کیلیٔے تیار رنگا کو دیکھا، ساتھ بے آواز رو رہی نجمہ کو گھسیٹتے ہوئے دبیز قالین کو قدموں تلے روندتے ہوئے بیرونی دروازہ عبور کر گیا تھا۔

"شاکا تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو، تم یہاں سے بھاگ نہیں پاؤ گے شہر کے چپے چپے پر پولیس کی سخت سیکورٹی ہے، کہیں نہ کہیں دبوچے جاؤ گے اس لیئے بہتری اسی میں ہے کی اس لڑکی کو آزاد کرو اور خود کو ہمارے حوالے کردو۔۔" اکبر علی عقب سے دھاڑے ہاتھ گن پوری فورس کے ساتھ ہونے کے باوجود وہ شاکا کی زبردستی ڈھال بنی بے گناہ لڑکی کی حفاظت کیلیئے بے بس ہو گئے تھے۔

"ہاہاہاہا۔۔ ٹھیک تو اب تمہارے ساتھ نہیں ہو گا ایس پی آج کی رات آج کی بات، یہ تقریب، تقریب کا مقصد یاد رکھنا، کیونکہ اسی مقصد کو مدعا بنا کر شاکا تمہاری زندگی میں ماتم لائے گا، پچھتاؤ گے تم اپنی آج کی جرات پر، افسوس ہو گا تمہیں اپنی وردی سے وفاداری پر، کو سو گے تم اس گھڑی کو جب تم نے شاکا سے ٹکرانے کا سوچا تھا، شاکا نام ہے میرا، میرے ڈسے کو پانی مانگنے کی تک مہلت نہیں دیتا میں۔۔" شاکا پلٹ کے پھنکارتے ہوئے درمیانی دروازے کو لات مار کر آگے بڑھا تھا۔ اکبر علی اور باقی سپاہیوں کے ساتھ رنگا بھی حواس باختہ سا اس کے پیچھے ہی نکلا شاکا کی بے حسی اور درندگی کے بارے میں بھلا

اس سے بہتر بھی کوئی جان سکتا تھا۔

"ایس پی تم نے کہا تھا اپن کی بہن کی حفاظت ہوگی یہ حفاظت ہو رہی ہے اپن کی بہن کی؟؟؟؟۔" رنگا کسی بے جان گڑیا کی طرح تمام پولیس والوں کی موجودگی میں شاکا کے ساتھ گھسٹ رہی اپنی بہن کو دیکھ گرجا تھا۔

"تمہاری بہن کی ذمہ داری اب بھی میری ہی ہے، فکر نہیں کرو صرف تمہاری بہن کیلئے میں نے اپنے ہاتھ باندھ لیے ہیں۔۔" اکبر علی پلٹ کر ناگواری سے رنگا کو جواب دینے کے بعد اپنے مخصوص آفسرز کو خفیف سا اشارہ کرتے ہوئے گاڑیوں کی طرف بڑھے تھے۔

کیونکہ شاکا بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھا رہا تھا۔ ابھی شاکا گاڑی سے چند قدم کی دوری پر تھا جب ان تمام صورت حال کی تاب نہ لاتے ہوئے نجمہ شاکا کے بازو میں جھول گئی تھی، دھیان دوسری طرف ہونے کی وجہ سے شاکا بروقت اسے سنبھال نہیں پایا تھا اور

نتیجہ کے طور پر نجمہ بے جان ہو کر زمین پر گری تھی،اکبر علی موقع کے فائدہ اٹھاتے ہوئے شاکا کے قریب پہونچے تھے،جب اس نے اپنے بچاؤ کیلئے قدموں میں گری نجمہ کے پیٹ پر زور کی ضرب لگا کر اکبر علی کے قدموں میں پھیکا۔بیہوش نجمہ بے رحم ضرب پر تڑپ کے ہوش میں آتی درد سے چلا اٹھی،اکبر علی حواس باختہ سے نجمہ پر جھکے تھے،شاکا نے موقع غنیمت جان کا گاڑی کا ڈور کھول کر پھرتی سے اس میں سوار ہونے لگا تھا جب کوئی تیز دھار چیز نے اس کے بائیں گال کو چیر ڈالا تھا۔

"ایس پی تو اسے پکڑو میں بہن کو دیکھتا ہوں۔۔"رنگا نے تڑپ رہی نجمہ کو باہوں میں بھرتے ہوئے بھاگ رہے شاکا کی طرف متوجہ کیا تھا،اور اکبر علی کے بروقت فائرنگ پر شاکا اپنی جگہ درد سے تڑپتا ڈھیر ہوا تھا۔

--------------،------------------------------

"یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو نجمہ؟مجھے بلا لیتی۔۔"تحسین بیگم ایس پی منشن کے عقبی حصے میں اداس بیٹھی نجمہ کے قریب ٹکتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولی۔

"بس یوں ہی۔۔" نجمہ سامنے ادھ کھلی کلی پر نظر ٹکائے سادہ لہجے میں بولی۔

"یوں ہی کیوں بھئی کوئی تو وجہ ہو گی۔۔" تحسین بیگم اسے بات کرنے کیلئے اکسایا۔ جس پر وہ تلخی مسکرائی۔

"بے مقصد زندگی میں ہر چیز بے وجہ بلا جواز ہی ہوتا ہے میڈم جی، پھر میں آپ کو کیا وجہ بتاؤں؟؟۔" نجمہ اذیت سے زخمی سے مسکرائی۔ جس پر تحسین بیگم نے ترحم بھری نظروں سے اس معصوم زندگی سے روٹھی لڑکی کو دیکھا۔

دو ہفتے پہلے نجمہ کو اکبر علی نے ایس پی منشن لایا تھا۔ اس دن درد سے دوبھر ہو رہی نجمہ کو لیکر رنگا ہواؤں سے باتیں کرتا ہسپتال پہونچا تھا۔ اور تڑپ رہے شاکا کو وہیں سے گرفتار کر کے پہلے ہسپتال پھر جیل لے جایا گیا تھا۔ جبکہ رنگا کو دو دن بعد جب نجمہ کو پوری طرح ہوش آگیا تھا تب حراست میں لیا گیا تھا۔ اور بے سہارا بستر سے لگی جینے کی خواہش چھوڑ

چکی نجمہ کو رنگا کے بعد اپنی بہن بنا کر اکبر علی ایس پی مٹشن لے آئے تھے، گو کے وہ آنے کیلئے تیار نہیں تھی۔ لیکن اکبر علی جانتے تھے شاکا جیسے برے لوگوں کے دوست دشمن کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ مکار لوگ رنگ بدلنے میں گرگٹ کو بھی مات دیتے ہیں ایسے میں نجمہ کا اکیلے کہیں بھی رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اور یوں بھی انہوں نے رنگا کو مدد کے بدلے اسکی بہن کو تحفظ فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور وہ اپنا وعدہ ہر قیمت پر نبھانے والوں میں سے تھے۔

ایس پی مٹشن آنے کے بعد تحسین بیگم کے اتنا سمجھانے پر بھی نجمہ زندگی کی طرف لوٹنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتی کی اس پیاری سی لڑکی کے چہرے پر مسکان لائے اسے زندگی کے خوبصورت رنگوں سے متعارف کرائے۔ لیکن اتنی سی عمر میں زندگی کی ایسی بھیانک سیاہ حقیقت اس لڑکی نے دیکھی تھی کے اب کوئی رنگ اس رنگ کو دھل نہیں پا رہا تھا۔ اور سیاہ اندھیرے میں ڈوبی نجمہ اپنے کوکھ سے تک نفرت کرنے لگی تھی۔ جو خوش قسمتی سے موت کے منہ سے واپس آیا تھا۔ ورنہ شاکا کے بے درد ضرب نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی

"ایسے کیوں کہ رہی ہو نجمہ تمہارے پاس اتنی خوبصورت وجہ ہے جینے کی، اسے محسوس کرو۔" تحسین بیگم مسکراتے لہجے میں نجمہ کی توجہ اسکے لاغر وجود میں پروان چڑھ رہے وجود کی طرف دلائی۔ جس پر نجمہ کے لبوں کو زخمی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"خوبصورت وجہ ؟؟؟۔" نجمہ نے نفرت سے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"میڈم جی خوبصورت وجہ وہ ہے جو آپ کے جسم سے جنم لینے والا ہے، کیونکہ اسکی رگوں میں ایک فرشتہ صفت انسان کا خون دور رہا ہے، میری کوکھ میں ایک درندے کا سیاہ گندہ خون پروان چڑھ رہا ہے، یہ میرے نصیب کی سیاہی ہے، ایک تباہی ہے، میں پوچھتی ہوں وہ رب مجھ پر مہربان کیوں نہیں ہو گیا ضائع کیوں نہیں ہو گیا یہ۔۔۔" نجمہ زہر خندہ بولتے ہوئے ہزیانی انداز میں چلانے لگی تھی۔ جب تحسین بیگم نے آگے بڑھ کر اسے خود میں بھینچا تھا۔

"میڈم جی ہزاروں بچھوں کے ڈنک میں جتنا زہر نہیں ہوتا مجھے لگ رہا ہے کی میں اپنے اندر اتنا زہر بھرے بیٹھی ہوں، رفتہ رفتہ یہ زہر میری روح میں تحلیل ہو رہا ہے، میں اسے جنم نہیں دینا چاہتی سانپ کا بچہ سانپ ہوتا ہے، اور سانپ کی فطرت ہے ڈسنا، یہ بھی ویسا ہی ہوگا آپ دیکھنا، اس لیئے یہ مجھے نہیں چاہئے۔۔" تحسین بیگم سے لگی نجمہ ہولے ہولے کانپتی منفی سوچوں میں گھری نفرت سے بولی۔ آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ لیکن درد میں لپٹے لفظ نجمہ کی اذیت کا پتا دے رہے تھے۔

"ایسا نہیں کہتے نجمہ، ماں بننا اس دنیاں کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے، اور کیا گارنٹی ہے کی یہ شاکا کا خون شاکا جیسا ہوگا، شاکا تو جیل میں ہے جہاں پوری امید ہے کی اسے عمر قید ہوگی، تو ایسے میں اس ننھی سی جان کی پرورش کس کی ذمہ داری ہوگی تمہاری، ایک ماں چاہے تو کیا نہیں کرسکتی تم اسے ایک بامثال شخصیت بنا سکتی ہو، آخر اس میں شاکا کے ساتھ تمہارا بھی لہو شامل ہے، نو ماہ تم اسے اپنے وجود میں سینچنے والی ہوں، پھر تم تو پڑھی لکھی ہو یار تمھیں یہ جاہلوں والی سوچ زیب دیتی ہے کیا؟؟؟۔" آخر میں تحسین بیگم نے نجمہ کو خود سے الگ کرتے ہوئے ذرا سخت لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"ہنہ! یہ شریف ہوا تو اپنی پہچان کے ساتھ اس کا جینا دوبھر ہوگا،اور اگر اپنی باپ کی طرح شیطان ہوا تو یہ دوسروں کا سانس لینا محال کردے گا، دونوں صورتوں میں خسارہ میرا ہی مقدر ہے۔۔" نجمہ تلخی سے بولی۔ جس پر ایک پل کو تحسین بیگم کو چپ سی لگ گئی تھی۔ نجمہ بھی اپنی جگہ درست تھی اچھے انسان کیلئے برے نام کے ساتھ سانس لینا محال ہوتا ہے جیسے نجمہ کا حال ہے،اور اگر دوسری صورت۔۔

"کچھ نہیں ہوگا، میری دعا ہے اللہ تمہیں بیٹی جیسی رحمت سے نوازے اور مجھے بیٹے سے،تاکے جس طرح اکبر نے تمہیں اپنی بہن بنالیا ہے اور تمہاری حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے اسی طرح یہ بھی اپنی بہن کی ذمہ داری لیکر اسے ہر سرد گرم سے بچائے،یوں بھی تمہارا دوسرا مہینہ ہے اور میرا چوتھا مطلب یہ دونوں بھائی بہن دوماہ کے چھوٹے بڑے ہونگے۔۔" تحسین بیگم ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔ جس پر نجمہ ہولے سے مسکرائی تھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں میڈم جی۔۔" نجمہ عقیدت سے تحسین بیگم کا ہاتھ چوم گئی تھی۔ کسی مجرم سے منسلک انسان کے ساتھ ایک ایماندار پولیس والے اور اسکی بیوی کا یہ حسن سلوک قابل رشک تھا۔

"میں بھابھی ہوں تمہاری بھابھی کہا کرو۔۔" تحسین بیگم نے آنکھیں دکھائی۔ جس پر نجمہ اب کے آسودگی سے مسکرائی تھی۔ تحسین بیگم کے اتنے پیار سے سمجھانے پر اس نے خود کو حالات کی رو میں آزاد بہنے کیلئے چھوڑ دیا تھا۔

"اللہ آپ کو اور بھائی کو ہمیشہ خوش و خرم محفوظ رکھے، ہر بلا مصیبت سے آپ دونوں کی حفاظت کرے۔۔" نجمہ نے زیر لب صدق دل سے دعا دی تھی۔ کیونکہ تین مہینے شا کا جیسے درندے کے سایے میں گھٹ گھٹ کر سانس لے رہی موت کو آواز دے رہی نجمہ کو کہیں نہ کہیں پورا یقین تھا کی ایک بہت بڑی تباہی سب تباہ و برباد کرنے ضرور آئے گی۔ اور اس کا خدشہ غلط نہیں تھا، چھ مہینے بعد ایک تباہی آئی تھی اور اکبر علی تحسین بیگم کے خوشیوں کا آشیانہ تہس نہس کر گئی تھی۔ اور نجمہ نے خود کو کہیں روپوش کر لیا تھا۔

-حال-

ماضی سے حال کے تھکا دینے والے سفر سے کمشنر اکبر علی کی سانس پھولنے لگی تھی۔ تنفس کو اعتدال پر لانے کی جدوجہد میں وہ کرسی سے ٹیک لگا کر گہرے گہرے سانس لینے لگے تھے۔ پورا بدن پسینے شرابور تھا۔ پیشانی سے پسینہ پانی کی طرح بہ رہا تھا۔ اور وہ تھے کی سینے پر ہاتھ رکھے تیز تنفسی نظام پر قابو پانے کوشش میں ہلکان تھے۔

آخر اٹھائیس سال کے طویل ترین عرصے سے یہ غمِ راز اپنے سینے میں چھپائے بیٹھے تھے۔ لاکھ بہادر سہی لیکن تھے تو انسان ہی دل کا زخم کرید اجائے تو خون تو رستا ہی ہے۔ اور جب خون رسے تو درد ہونا لازم ہے۔ ایک انسان اپنی قوت برداشت آخر کب تک آزما سکتا ہے۔ کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں تو ٹوٹنا ضرور ہے، بکھرنے پر کسی مہربان کے سمیٹنے کی امید ہوتی ہے۔ لیکن ان کی بے بسی کی وہ اپنا درد بیاں کرنے سے قاصر تھے۔ کیونکہ وہ اپنے سینے کا بوجھ اتار پھیکنے کیلیئے اپنی اذیت سے جھٹکارا حاصل کرنے کیلیئے

اپنے اپنوں کا سینا درد سے نہیں بھرنا چاہتے تھے۔اس لیئے درد کو سینے پر دبا کر لبوں پر سچی خوشی کی چھپ دکھانا انہوں نے ان گزرے سالوں میں سیکھ لیا تھا۔لیکن آج کمشنر اکبر واپس اس پزل باکس کو دیکھ اپنی زندگی میں دوسری مرتبہ بکھرے تھے۔بدقسمتی کا یہ عالم تھا کی آج بھی وہ تنہا ہی تھے۔

جلتی آنکھوں نے واپس ماضی کا وہ بھیانک باب دہرانا شروع کیا تھا۔جسے سوچ کر ہی ان کی روح پرواز ہونے لگی تھی۔

۔ماضی۔

ہسپتال کے کوریڈور میں پچھلے ایک گھنٹے سے وہ بے چینی سے ادھر سے ادھر چکر لگا رہے تھے۔پیر اب شل ہونے لگے تھے۔لیکن انہیں پرواہ ہی کوئی نہیں تھی۔اس وقت انہیں اگر کسی چیز کی فکر تھی تو وہ تھی ان کی زندگی جو اندر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔ان کے وجود کے حصے کو جنم دینے کیلیئے، محض ان کی دنیاں آباد کرنے کیلیئے وہ عظیم

عورت اپنی جیون وارنے کو تک تیار تھی۔ ضبط کی شدت سے ان کی آنکھیں گلال ہو گئی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا کی اندر جا کر اپنی متاع حیات کو اس درد سے نجات دلا دے۔ لیکن افسوس صد افسوس بے بسی ہی بے بسی تھی۔

"اکبر علی اللہ بہتر کرنے والا ہے، آپ وہاں بیٹھ جائیں، ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔" اپنے والد کے مظبوط ہاتھ اور مستحکم انداز پر انہوں صرف سر کو جنبش دیا تھا۔ لیکن جب تک وہ درد میں تھی خود کو آرام دینے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

"اکبر بیٹھ جاؤ کب تک یہاں کھڑے رہو گے، اللہ پر بھروسہ رکھو سب بہتر ہو گا۔" اطہر علی نے انہیں شانو سے تھام کر زبردستی بنچ پر بیٹھایا تھا۔ ابھی انہیں بیٹھے بامشکل چند منٹ گزرے تھے جب آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا اور پریشان چہرے کے ساتھ ماتھے پر پسینہ لیے ہراساں سی ڈاکٹر برآمد ہوئی تھی۔

"ڈ ڈ۔ ڈاکٹر کیا ہوا ہے؟؟ وہ۔ وہ ٹھیک تو ہے نہ؟؟؟۔" اکبر علی بے تابی کے عالم میں

ایک ہی جست میں ڈاکٹر کے سر پر پہونچے تھے۔جو نظر زمین پر گاڑے شائد الفاظ ترتیب دے رہی تھی۔

"ڈاکٹر ہم نے کچھ پوچھا ہے، کیا ہوا ہے؟؟؟۔"ڈاکٹر کی خاموشی پر اکبر علی دھاڑے تھے۔کیونکہ یہ خاموشی انہیں ہزاروں خدشوں میں گھیر رہا تھا۔

"آآاا۔۔۔آئم سس۔۔سو۔۔سوری سر ہم آپ کے بچے کو نہیں بچا پائے۔۔"لیڈی ڈاکٹر کی پشت سے نمودار ہوئے میل ڈاکٹر نے بات سنبھالتے ہوئے سب کی سماعت پر دھماکا کیا تھا۔جس سے اچانک ہی کوریڈور میں خاموشی چھا گئی تھی گہرا سناٹا۔

"مم۔۔میری وائف؟؟؟۔"کافی دیر بعد اکبر علی کی پھسی پھسی آواز برآمد ہوئی تھی۔

She is fine now..

ڈاکٹر کی اطلاع پر جہاں اکبر علی کے تڑپتے دل کے ایک گوشے میں سکون اترا تھا۔وہیں

اولاد کو کھونے پر دل کا دوسرا حصہ ماتم کناں تھا۔ مظبوط اعصاب کے مالک اکبر علی کے گالوں سے ایک آنسوں لڑک کر ان کے سیاہ شوز پر گرا تھا۔ اطہر علی اور احمد صاحب نے ان کا درد سمجھتے ہوئے ان کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ جتنا بڑا ان نقصان تھا اس کے مناسبت سے تسلی دینے کے الفاظ وہاں کسی کے پاس نہیں تھے۔ ڈاکٹر ایکسکیوز کرتا لیڈی ڈاکٹر کو گھسیٹ کر وہاں سے لے گیا تھا۔

"ابو وہ ٹوٹ جائے گی، اس نے صرف خواب نہیں دیکھے تھے خوابوں کی دنیاں بسائی تھی، پھر بڑے چاؤ سے اس دنیاں کو حقیقت کا رنگ دیا تھا، ایک ایک چیز اس نے اپنے ہاتھوں سے سجائی اور بنائی ہے۔۔" ڈاکٹر کے جاتے ہی اکبر علی لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے بنچ پر گرے تھے۔ گہری کھائی سے آتی اکبر علی کی درد سے لبریز آواز پر وہاں موجود ہر کسی کا سینا چاک ہوا تھا۔

تحسین بیگم کے خوشی سے تمتماتا ممتا کے نور سے منور چہرہ آنکھوں میں لہرایا تو نجمہ نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھ کر خود کو بلند آواز میں اس پیاری سی لڑکی کی بکھرے ارمانوں پر ماتم

کرنے سے باز رکھا تھا۔

تحسین بیگم کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ پورا علی ولا بشمول نجمہ کمرے میں موجود تھے۔ لیکن ہمت کسی میں نہیں تھی جو نظر اٹھا کر بیڈ پر کملائے چہرے پر ممتا کا نور لیے بے سدھ پڑے وجود پر نظر ڈال سکے۔ وہاں موجود سب ہی ایک دوسرے سے نظر چرا رہے تھے۔ ایک دن گزر گیا تھا۔ ہوش میں آکر وہ اپنے انتظار کو عمر بھر کے ملال میں تبدیل ہوا دیکھ واپس ہوش و خرد سے بیگانہ ہوگئی تھی۔ ایک حساب سے ٹھیک ہی تھا جو وہ ہوش میں نہیں تھی ورنہ کس میں اتنی ہمت تھی جو اس عورت کو سنبھالنے کی جرات کرتا جس نے ہر فرد کے ساتھ اپنی خوشی اپنے ارمان اپنی خواہش کے پل باندھے تھے۔

"یہ نجمہ آپ کیلئے جان بھی دے سکتی ہے بھابھی، کاش! میں آپ کا یہ نقصان بھر سکتی، لیکن میری وجود میں ایک ایسا وجود سانس لے رہا ہے کی۔۔۔" اپنے بھرے وجود پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نجمہ نے لب بھینچے تھے۔

کمرے کی خاموش فضا میں بلند ہوئے اکبر علی کے فون کی آواز پر تمام نفوس ان کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔ سرخ آنکھوں سے یس کا بٹن دباتے ہوئے انہوں فون کان سے لگایا تھا۔اور دوسری طرف سے ملی اطلاع پر ان کے سرخ چہرے میں سختی در آئی تھی۔پیشانی پر بل پڑے تھے۔ سرخ دوڑوں سے مزین آنکھیں لہو جھلکانے لگی تھی۔

"کیا ہوا اکبر سب ٹھیک ہے ؟؟؟۔ "اکبر علی کو فون کان سے ہٹا کر مٹھیاں بھینچتا دیکھ انصار علی نے پریشانی سے سوال کیا۔ جس پر وہ مڑ کر ایک نظر تحسین بیگم کا ہاتھ تھامے بیٹھی نجمہ پر ڈال کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ اطہر علی اور انصار علی کے ساتھ احمد صاحب نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔

"مجھے ابھی نکلنا ہوگا شاکا جیل سے فرار ہو گیا ہے، آپ لوگ تحسین کا خیال رکھیں اور نجمہ کو فوراً پوری سیکورٹی میں علی ولا بھیج دیں، کیونکہ شاکا نہیں جانتا کی نجمہ زندہ ہے، باقی تفصیل میں واپس آکر بتاؤنگا۔۔ "اکبر علی بھینچے لہجے میں مختصر اطلاع انہیں فراہم کرتے

لمبے لمبے ڈاگ اٹھاتے وہاں سے نکل گئے تھے۔ فرض کو آج ایک بار پھر انہوں نے اپنی ذات سے اپر رکھا تھا۔

شاکا کی تلاش میں پوری فورس کے ساتھ خاک چھانتے ہوئے وہ اپنی ذات کو بالکل فراموش کر بیٹھے تھے۔ لیکن شاکا جتنا چالاک شاطر تھا وہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ لیکن دس دن کی ہتک محنت سے شاکا کی تلاش میں دن رات ایک کر رہے اکبر علی کے پاس ایک خاکی ریپر میں لپٹا مربع نما باکس آیا تھا۔ جسے دیکھ اول تو وہ حیران ہوئے تھے پھر تجسس کے ہاتھوں باکس کھولا جس سے ایک سفید خط برآمد ہوا تھا۔

"کیسا لگا ایس پی شاکا کا جواب ؟؟؟ شاک تو لگا ہو گا لگنا بھی چاہئے بھئی شاکا نام ہے میرا شاک نہ دوں تو اس نام کا کیا فائدہ، جانتے ہو جیل کے پہلے چار ماہ میں اس صندوق کو دن رات کا فرق مٹائے بنانا سیکھتا رہا اور بچے دو ماہ ہزاروں بار کوشش دہراتے ہوئے آخر کار یہ بہترین تحفہ تمہارے لی ئے تیار کیا یقیناً بہت پسند آیا ہو گا تمہیں۔

ٹکر کے ہو تم میرے یار اس لیے تمہیں اپنے لیول کا کچھ دینا تھا۔ ہر معاملے میں ہم برابر ہیں غصہ، جنون، جذبہ، غرض ہر چیز میں پھر تو مجھ سے پہلے باپ کیسے بن سکتا تھا، بس یہی سوچ کر میں نے تیرے لال یا لالی جو بھی تھی، ڈاکٹر کے جگر کو فگر آوٹ کر کے تیری زندگی سے باپ بننے کے خوشنما احساس کو آوٹ کر دیا، بیچاری ڈاکٹر اپنے بچے کو زندہ دیکھنے کی خواہش میں تمہیں مردہ بچا تھما گئی، اور تمہارا بچہ۔ چہ! چہ! ۔۔۔۔ ارے ارے شاک کے بعد تمہیں جوش کا دورانہ پڑ جائے اس

لیے بتا رہا ہوں کوشش بھی مت کرنا کچی گولی شاکا نے کبھی نہیں کھی۔

۔فقط۔

تمہارا جگری یار

شیر کھوکھر (شاکا)۔

مکمل پیغام پڑھنے تک اکبر علی کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ جو وہ سوچ بھی نہیں سکتے وہ ہو چکا تھا۔ شاکا پولیس کی حراست میں رہتے ہوئے ان کی دنیاں تباہ کر چکا تھا۔ شاکا کے

دہشت نے انکی دنیاں میں وہشت پھیلادی تھی۔

اکبر علی نے زمین آسمان ایک کردیا تھا لیکن شاکا کی طرح بچے کی بھی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ لاکھ ہاتھ پیر مارنے کے باوجود وہ اپنے وجود کے حصے کو ڈھونڈھ نہیں پائے تھے۔ دنیاں کو انصاف دلانے والے دنیاں کو تحفظ فراہم کرنے والے اکبر علی اپنی اولاد کی حفاظت نہیں کرسکے تھے۔ پھر کس منہ سے اس ماں پر حقیقت آشکار کرتے جو اپنے بچے کو کفن میں لپٹا دیکھ دنیاں مافیہ سے بیگانہ ہوگئی تھی۔

چند ہی دنوں بعد خبر ملی کے شاکا ملک چھوڑ چکا تھا۔ یہ خبر اکبر علی پر بجلی کی طرح گری تھی۔ اور ساری امید کے دئے پل میں بجھ گئے تھے۔ پھر اس بھیانک راز کو انہوں اپنے اپنوں کی خوشی کیلئے اپنے سینے میں کسی گہرے راز کی طرف دفنادیا۔ درد سے اٹھتی ٹیس کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اکثر اکبر علی کے آنکھوں کے گوشے بھیگ جاتے تھے۔ لیکن بے بسی کی انتہا یہ تھی کے ہزاروں اپنوں میں کوئی غم خسار نہیں تھا۔

-حال-

اپنے آفس میں بنے چھوٹے سے الماری کے لاکر سے اٹھائیس سال پہلے والا ہو بہو باکس نکال کر دیکھتے ہوئے انتقام کے برسوں سلگ رہے شعلے ان کی آنکھوں میں شاکا کو بھسم کرنے کیلئے دہک اٹھے تھے۔

دفعتاً فون رنگ ہوا تھا۔اور سکرین پر چمک رہے نمبر کو دیکھ آنکھیں آگ اگلنے لگی تھی۔

"کیا ہے نہ یار آج پھر یہ ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں سوچا جاتے جاتے پچھلی کہانی کا اختتام کرتا جاؤں،اب کب آنا ہو نا ہو، کیونکہ ہاتھ تو میں نے تمہارے آنا نہیں،اس لیے شوق سے شاکا کو شکنجے میں لینے کی ایک اور ناکام کوشش کرلو،وہ کیا ہے نہ یار تمہاری بے بسی، تمہاری لاچاری، تمہاری نارسائی مجھے بڑا مزہ دیتی ہے، پہونچ جاؤ وہاں جہاں تمہیں یقین ہے کی شاکا شکار کر رہا ہو گا، چند گھنٹے ہی ہیں تمہارے پاس، ویسے ایک بات بتادوں جنگل کے شیر کا شکار کرنے میں اور شاکا کا شکار کرنے میں

زمین آسمان کا فرق ہے۔۔ہاہاہاہاہاہاہا۔۔۔" شاکا کے تمسخرے بھرے الفاظ کے بعد لگائے گئے بے ہنگم قہقہے پر کمشنر اکبر کی رگیں تنی تھی۔ پھر جب بولے تو لفظ کم پھنکار للکار زیادہ تھے۔

"یہ چند گھنٹے میں نے تجھے دئے بھاگ سکتا ہے تو بھاگ کیونکہ جہاں تیری دور ختم ہو گی وہاں آکر تیری گردن دبوچونگا میں کیونکہ تیرا سامنا ایک فرض کے پجاری باپ سے ہونے والا ہے۔۔"کمشنر اکبر نے پھنکارتے لہجے میں شاکا کی دی گئی مدت مہلت کے صورت اسی کے منہ پر مارتے ہوئے خود فون کاٹ دیا تھا۔ باکس کو ٹیبل پر رکھ کر سائیڈ ڈرار سے ریوالور نکال کر آفس سے نکلتے چلے گئے تھے۔انہیں پورا یقین تھا شاکا کس بل میں دبکا بیٹھا بزدلوں کی طرح انہیں گیدر بھبھکیاں دے رہا ہے۔ لیکن وہ بھی اکبر علی تھے شیر کی کھال میں چھپے بزدل مکار گیدر کو خود بل سے باہر نکالنے کا ہنر جانتے تھے۔

-------،-------------------------------------

-----------،-------

"تمہاری ذات سے جڑی اتنی بڑی حقیقت کو میں اپنے سینے میں دفن کر کے منو مٹی تلے

نہیں دفن ہونا چاہتی تھی، تبھی آج تم پر حقیقت آشکار کردی یقین کرو حبہ تم ایک بہترین ماں کی بیٹی ہو،اور تم اپنی ماں پر ہی گئی ہو۔۔۔"آشیانہ کی ہیڈ جسے سب "مدر" کہتے ان کی آواز سماعت سے ٹکڑائی تو اس نے زور سے آنکھیں میچتے ہوئے کانوں پر ہاتھ جمایا تھا۔

جب اپنی تلاش میں گمنام حبہ نے زمیں آسمان ایک کردیا تھا ہزاروں دعائیں کی تھی تب ناکام کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ کوئی سرا ہاتھ نہیں لگا تھا۔اور پھر تھک اس نے اپنی اسی زندگی کو حقیقت سمجھ کر تسلیم کرلیا۔جب اس نے ساری کشتیاں جلا کر خود کو طوفان کے حوالے کردیا۔تب اسکی ذات سے جڑی بھیانک حقیقت مجسم آئینہ بنی اسکا منہ چڑھانے منظر پر لہرانے لگی تھی۔

کتنا خوش تھی وہ ہسپتال سے نکلتے وقت، کسی ٹین ایجر کی طرح اتنی ساری شوپنگ کی تھی محض حشام کی غلط فہمی دور کرنے کیلئے،اسے سمجھانے کیلئے کی تم ڈاکٹر حبہ کی زندگی کے واحد شخصیت ہو جس پر حبہ نے پہلی ملاقات سے نہ چاہتے ہوئے بھی اعتبار کیا ہے، تم ہی وہ خاص انسان ہو جس کا وہ تاحیات آنکھیں بند کر کے یقین کرنا چاہتی ہے،اس ستم گر کو وہ

منانا چاہتی جس کی ناراضگی ڈاکٹر حبہ کیلئے سوہان روح تھی۔جس کی خاموشی حبہ کی دنیاں میں ویرانی بن کر اتری تھی۔اوراس ناراضگی غلط فہمی کی دیوار کو گرا کر ایک خوبصورت آغاز کرنا چاہتی تھی۔لیکن اچانک آشیانہ سے آئے فون کال نے سب تباہ کر دیا تھا۔اوراب بھری دوپہر آگ اگلتے سورج کی پرواہ کئے بغیر اجڑی حالت میں بکھرے وجود کے ساتھ ویران پارک بیٹھی بھیگی آنکھوں سے اپنا احتساب کررہی تھی۔

ان سرخ آنکھوں میں کیا نہیں تھا دکھ،درد،تکلیف،اذیت،کیا تھی اسکی ذات بچپن سے یتیم کا ٹیگ لگائے گھومنے والی حبہ کو جب اسکی اصلی پہچان ملی تو وہ خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی،کراہیت محسوس ہورہی تھی اسے اپنے ہی وجود سے۔سہی تو گمنام کرگئی تھی اسکی ماں۔ایک غنڈے درندے کا خون کہلانے سے لاکھ گنا بہتر تھا کی وہ گمنام ہوتی،لیکن قسمتی کی ستم ظریفی کی حقیقت قیامت کا روپ دھارے اسکے پرسکون زندگی میں تلاطم مچا گیا تھا۔اسکے خوشیوں سے سجے گھوارے میں آگ لگا کر اسے خاک کر گیا تھا،سماعت سے بار بار ٹکرا رہی مدر کی آواز صور اسرافیل سے کم نہ تھے۔

وہ اچانک نازل ہوئے اس غم کے پہاڑ پر ماتم کناں تھی، جب پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی تھی، اس سے پہلے کی وہ مڑ کر کچھ دیکھتی یا سمجھتی، کسی نے منہ پر رومال رکھا تھا، اور وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی۔ اور اب جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک اندھیری تنگ بدبو دار کوٹھری میں قید پایا تھا۔

سوکھے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بھاری پپٹوں کو بامشکل کھول کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ لیکن وہاں سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ ایسا اس لیے تھا کیونکہ نا صرف اسکے ہاتھ پشت پر بندھے تھے بلکے آنکھوں پر بھی کالی پٹی باندھی گئی تھی۔ لیکن کان کھلے تھے۔ جس سے وہ باہر سے آرہی تیز آوازیں سن پا رہی تھی۔ لیکن دماغ اتنا بھاری ہو رہا تھا کی یہ شور و غم سماعت پر ہتھوڑے کی طرف برس رہے تھے۔ دفعتاً دروازہ کھلا تھا۔ قدموں کی دھمک سے ماحول کا سکوت ٹوٹا تھا۔

"کک۔۔۔ کون۔۔ کون ہے یہاں، مم۔۔ مجھے کھولو۔۔" رسی میں بے رحمی سے جکڑے ہاتھ پر سرسرا رہے انگلیوں کی حرکت پر حبہ کا حلق خشک ہوا تھا۔ لرزتی آواز میں

بامشکل وہ چیخی تھی۔

لیکن مقابل نے بنا کچھ کہے اسکے آنکھوں سے پٹی ہٹادی تھی۔پٹی کے ہٹتے ہی حبہ سن پیروں کے ساتھ لڑکھڑاتی دیوار سے لگی تھی۔بھاری گھومتے سر کو تھامتے ہوئے اس نے خوف زدہ نظروں سے مقابل کو دیکھنا چاہا لیکن آنکھیں ابھی اندھیرے سے مانوس نہیں ہوئی تھی۔۔

"د د د۔۔دیکھو ک ک۔۔کون ہو تم م م۔۔مجھے جانے دو۔۔" حبہ چند قدم کی دوری پر کھڑے دیو ہکل وجود کو دیکھ کر حواس کھونے لگی تھی۔جب مقابل کی بھاری مستحکم آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"اتنا سمجھ لیں آپ کا خیر خواہ ہوں،اب چلیں یہاں سے۔۔" مقابل کی بھاری آواز کے ساتھ بھاری قدموں کی چاپ پر حبہ کا دل سکڑ کے پھیلا تھا۔

"یقین کریں میں آپ کا خیر خواہ ہی ہوں، آپ کو یہاں چوہدری کے بندوں نے قید کیا تھا، کیونکہ آپ نیلم بی بی اور ان کے شوہر کے قتل کیس کی گواہ ہیں، اور میں نیلم بی بی کے گاؤں کا بندہ ہوں، اب چلیں آپ کے کمشنر چاچو کے ساتھ بھی بہت گڑبڑ ہو گئی ہے۔۔" اسے اپنی جگہ جماد یکھ انور نے مختصر لفظوں میں اسکی ڈھارس بندھائی تھی۔اور حبہ اللہ کا نام لیکر اسکی ہمراہی میں وہاں سے نکل گئی تھی۔

" سر ہمارا یقین کریں ہم نے کچھ نہیں کیا، چوہدری کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا ہم اسے پوری سیکورٹی میں ہسپتال لیکر گئے تھے، واڈ کے باہر بھی ہمارے سپاہی تعینات تھے، لیکن نجانے کیسے وہ وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔۔" ماتحت آفیسر ارسلان کی غیض و غضب سے سرخ ہوئی آنکھیں دیکھ بامشکل اپنی بات مکمل کر پایا تھا۔

"مسئلہ ہی سارا یہی ہے کی تم لوگوں نے کچھ کیا ہی نہیں، واڈ کے باہر چنے بیچ رہے تھے تم لوگ جو تمہارے ناک کے نیچے سے چوہدری فرار ہو گیا۔۔" ارسلان دھاڑتے ہوئے

اپنے ماتحت کی طرف جھپٹا تھا۔ جس پر حشام اور احان نے بامشکل اس بھپرے ہوئے شیر کو قابو کرتے ہوئے گھسیٹ کے پولیس سٹیشن سے باہر نکالا تھا۔

"ارسلان کام ڈاؤن، اپنا آپا مت کھو، جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے، یہ وقت ہائپر ہونے کا نہیں، سنجیدگی سے سوچنے ہے ایکشن لینے کا ہے، میں نے تمام تھانوں اور چیک ناکوں وغیرہ پر اطلاع کر دی ہے، زیادہ دیر وہ ہم سے چھپ نہیں پائے گا، کل کورٹ میں پیشی ہے اس لیئے اس نے یہ گھٹیاں حرکت کی ہے۔۔" احان اپنے اندر کے اشتعال کو دباتے ہوئے تحمل سے بولا۔ جبکہ چند قدم کی دوری پر کھڑے حشام کا بس نہیں چل رہا تھا کی زمین کھود کر چوہدری کو نکالے۔ جس نے اسکی عزت پر ہاتھ ڈالنے جیسا جرم کیا تھا، جس نے اسکے بیٹے کو اپنی ماں سے دور رکھنے جیسا ناقابل معافی گناہ کیا تھا۔

"کیسے کام ڈاؤن رہوں بھائی ثوبی کو دیکھا ہے بھابھی کے بغیر کیسے بے چین ہو رہا ہے، بچہ ہے لیکن اسے بھی اندازہ ہے کی اس کی ماں کب اس کے پاس ہوتی ہے، دن بھر ماما لوگوں

کے ساتھ مستیاں کرنے والے ننھے شہزادے کی شام ڈھلے سے معصوم نظریں دروازے پر ٹکی ہے،اور آپ کہ رہے ہیں کی میں ٹیمپر لوز نہ کروں۔۔"ارسلان گاڑی کی بونٹ پر ہاتھ مارتا بھینچی آواز میں دھاڑا تھا۔گھر سے نکلنے سے پہلے ثوبان کا بے چین ہو کر بار بار بیرونی دروازے کو دیکھتے ہوئے مما کی گردان کرنے والا منظر آنکھوں سے اوٗجھل نہیں ہو رہا تھا۔جس سے ارسلان کے اندر لاوے بھرنے لگا تھا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں مزید وقت ضائع کئے بغیر چاچو سے بات کرنی چاہئے،وہ کال نہیں لے رہے ہیں سو نزدیک ہی کمشنر آفس ہے وہاں چلتے ہیں۔۔"حشام سرخ آنکھوں کو رگڑتا گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔دونوں کے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی پوری رفتار سے بھگاتے ہوئے وہ لوگ کمشنر آفس پہونچے تھے۔آفس کے اندر داخل ہونے پر کمشنر اکبر تو نہیں ملے تھے البتہ دو پزل باکس دیکھ کر تینوں کا پہلے سے الجھا دماغ کچھ اور الجھ کا شکار ہوا تھا۔

"بھائی اب یہ کونسی پہیلی ہے ؟؟؟۔"ارسلان نے دونوں باکس سے بالکل ایک ہی ہیت و

جسامت کا تراشا ہوا لکڑی کا مجسمہ نکال کر الٹ پلٹ کرتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔

"اس پہیلی سے زیادہ کمشنر سر کی زندگی اور ریپوٹیشن امپورٹنٹ ہے ہمارے لیئے۔۔۔" عقب سے آئی سنجیدہ آواز پر تینوں نے رخ موڑ کے دیکھا تھا۔ جہاں نرالی کو دبوچے پرواز کھڑی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟؟ چاچو کو کیا ہوا ہے؟؟؟۔" تینوں ایک ہی جست میں پرواز تک پہونچے تھے۔ جس نے نرالی کا ہاتھ مڑوڑ کے پیٹھ سے لگایا ہوا تھا۔

"آئی ریئلی ڈونٹ نو کیسے لیکن شاکا نے کمشنر سر کے خلاف بہت بڑی سازش رچی ہے، بندرگاہ پر آج شاکا بہت بڑی ڈیل کرنے کے بعد واپس ملک چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور کمشنر سر سے اپنا پرانا بدلہ نکالنے کیلیئے اس نے انہیں وہاں بندرہ گاہ پر بلوایا ہے، میڈیا کو اگر اس کی ذرا سی بھنک بھی لگ گئی تو آپ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے کیا ہو سکتا ہے۔۔" پرواز نے مچل رہی نرالی کو قابو کرتے ہوئے سب کی سماعت پر دھما کا کیا تھا۔

"یہ آپ کو کیسے معلوم، اور اسے کیوں شکنجے میں لیا ہوا ہے؟؟؟۔" ارسلان نے نرالی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"ہم صحافت سے منسلک شخصیتوں کے ہر طرح کے لوگوں سے تعلق ہوتے ہیں، آپ لوگوں کو شاکا کی لخت جگر کی اطلاع دینے کے باوجود میں نے پرسنلی بھی اس پر نظر رکھی ہوئی تھی، اور آج جب ہم سب بھابھی کو تلاش کرنے مگن تھے تب مجھے اطلاع ملی کی یہ محترمہ عجلت میں ایئرپورٹ کیلئے روانہ ہوئی ہیں، اور فوراً اسے گرفت میں لیا تو باقی اس کے مکار باپ کا راز خود باخود کھلتا چلا گیا۔۔" پرواز نے تفصیلاً سب کی الجھن دور کی تھی۔

"لیکن چاچو شاکا۔۔ مم۔۔ مجھے ابھی بھی کچھ سمجھ نہیں آرہا، بھابھی غائب ہے اور ہمیں یقین ہے کی بھابھی کو چوہدری نے اغوا کیا ہے کل کے پیشی سے فرار ہونے کیلئے۔۔" ارسلان کی الجھن برقرار تھی۔۔

"نرالی جی آپ اپنے نرالے انداز میں زبان کھولیں گی یا میں۔۔۔" پرواز کے بے لچک انداز میں آنکھوں میں چھپی دھمکی دیکھ نرالی نے تھوک نگلا تھا۔

"مم۔۔۔ میں زیادہ نہیں جانتی بابا کیا کرنے والے ہیں۔ پانچ سال پہلے انہوں نے مجھے احان کے یونی میں احان کو اپروچ کرنے ہی بھیجا تھا، ان کی کمشنر اکبر سے کوئی بہت پرانی دشمنی ہیں، بابا بتاتے ہیں کمشنر اکبر علی کی وجہ سے انہوں نے بہت نقصان اٹھایا ہے، اس لیے وہ انہیں برباد کرنا چاہتے ہیں، اور آج کمشنر اکبر علی کو بندرگاہ پر بلایا بھی اپنا بدلہ لینے کیلئے ہے، بابا کوئی بہت بڑی ڈیل کرنے کے بعد آج ملک سے فرار ہو جائیں گے، اور اس کا سارا الزام کمشنر اکبر علی پر آئے گا۔۔۔" نرالی پرواز کی سخت نظروں پر تھوک نگلتی بامشکل اپنی بات مکمل کر پائی تھی۔

اور اسکی بات سن کر وہاں کھڑے تینوں وجود کا بس نہیں چل رہا تھا کی شاکا کو بھسم کر دے یا زندہ زمین میں گاڑ دے جس نے ان کے جان سے پیارے اپنے وردی سے وفادار فرض کیلئے ہر حد سے گزر جانے والے چاچو کے خلاف اتنی گھناؤنی سازش رچی تھی۔

"ایک اور بات بھابھی بالکل سیف ہیں، چوہدری کے خاص بندے پر میری اور انور کی بہت پہلے سے نظر تھی، اور آج صبح جب رفیق دلال اور اس کا بیٹا شیدا مشکوک انداز میں چوری چھپے گاؤں سے نکلنا دیکھتا گیا، انور نے مجھے تبھی متوقع گڑ بڑ آگاہ کر دیا تھا، لیکن اس وقت آپ لوگوں کی علم میں کچھ بھی لانا قبل از وقت ہوتا اس لی ئے انور نے ان دونوں پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی، اور نتیجہ توقع کے عین مطابق نکلا، ان دونوں کی درگت بنا کر انور نے انہیں مقامی تھانے میں پھیک دیا ہے، اور چوہدری کو جان کر چھوڑ دیا ہے تاکے کتّے کے زریعہ کتے کے مالک کے گریبان تک پہونچ سکے، رہی بات بھابھی کی تو وہ محفوظ ہیں اور بندر گاہ کیلئے چوہدری کے تعاقب میں نکلے ہیں دونوں۔۔۔"پرواز نے دوبارہ بنا کسی جھول کے تفصیل سے سب کی تسلی کو دی تھی۔پرواز اور انور کی ذہانت پر جہاں ارسلان احان انگشت بدنداں تھے وہیں حبہ کی خیریت کا سن حشام کے دل میں ڈھیروں سکون اترا تھا۔

"لیکن ڈاکٹر اس بندے کے ساتھ کیوں گئی ہیں وہ گھر کیوں نہیں پہونچی؟؟؟۔" حشام

نے الجھ کر سوال کیا۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی کیونکہ انور سے سہی سے بات نہیں ہو پا رہی ہے، وہ جلد پہونچنے کے چکر میں جنگل کے شارٹ کٹ سے جا رہے ہیں تو سگنل پرو بلم ہو رہا ہے، لیکن آپ فکر نہیں کریں، انور قابل اعتبار بندہ ہے۔۔" حشام کی پیشانی کے بلوں کو دیکھ پرواز نے انور کی طرف سے مطمئن کرنا چاہا تھا۔

"ان ساری باتوں کا یہاں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس وقت چاچو اور چاچو کی برسوں کی محنت سے کمائی عزت ہمارے لیۓ زیادہ ضروری ہے، ارسلان تم بابا کو مطلع کرو اس سب سے اور حشام تم چاچو کو، پروازان محترمہ کو لیکر گاڑی میں آئیں، اب شاکا کے شطرنج میں کچھ مہرے ہم بھی کھیل کر گیم کا دی اینڈ کرتے ہیں۔۔" احان نرالی پر قہر برساتی نظر ڈال کے پر عزم قدم اٹھاتا گلاس ڈور کی طرف بڑھا۔ اسکی ہدایت پر عمل کرتے سب اس کے ساتھ ہی وہاں سے نکلے تھے۔

"ڈرائیونگ میں کرتی ہوں، کئی بار اپنی کام سے بندرگاہ کا دورا کیا ہے، بہت سے شارٹ کٹ کا مجھے علم ہے، کیونکہ مین روڈ سے گئے تو بہت دیر ہو جائے، ہمارے پاس صرف دو گھنٹہ ہے جبکہ مین روڈ کا راستہ کم از کم ڈھائی گھنٹے کا ہے۔۔" ارسلان کو ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھتا دیکھ پرواز نے پیش کش کے ساتھ وجوہات پر بھی روشنی ڈالی تھی۔ جس پر وہ بنا بحث میں پڑے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔ اور منہ بسورتی نرالی کو پیسنجر سیٹ پر بیٹھا گیا۔

"سرکار میری اب بھی سمجھ نہیں آرہا کی آپ نے خود کیوں شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالا ہے، مطلب اگر آپ کو انور کو ہی مارنا ہے تو یہ کام آپ وہاں زیادہ آسانی سے کر سکتے تھے، بلکے اصل آسانی سے تو آپ آج سے آٹھائیس سال پہلے کر سکتے تھے، بجائے اس ایس پی کے خون کو مجھے پرورش کیلئے دینے کے۔۔۔" چوہدری نے الجھ کر تقریباً دسویں مرتبہ گال کے نشان پر انگلی پھیرتے ہوئے سگار پر سگار پھوک رہے شاکا کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں آج عجیب سی شیطانی چمک تھی۔

"شاکا کھلاڑی ہے تمہاری طرح اناڑی نہیں، میں اچھے سے جانتا ہوں کی اپنے شطرنج میں کونسا داؤ کہاں کھیلنا ہے، کس چال سے دشمن کا چین سکون غارت ہو سکتا ہے۔" شاکا تنفر سے چوہدری کو جواب دیتے ہوئے کھڑکی کے پاس چلا آیا تھا۔ سمندر کے بہت قریب وقوع فارم ہاؤس کی کھڑکی سے وہ سمندر کے پانی کی جی دار لہروں کو دیکھتے ہوئے پراسرار مسکرایا۔

"اس ایس پی سے بہت سے حساب نکلتے ہیں میرے، تمہیں لگتا ہے اسے اسکے بچپن کے بچھڑے بچے سے ملانے جیسا ثواب شاکا کرے گا؟؟؟ وہ بچہ تو میں نے اس کا سکون غارت کرنے کیلئے اٹھایا تھا اور جو ایک بار شاکا نے اٹھالیا پھر اسے وہ واپس نہیں رکھتا، اور آج تو اپنے یار کو میں نے دوسرا ہارٹ اٹیک دینے بلایا ہے، بڑا شوق ہے نہ اسے ایماندار وردی کا وفادار بننے کی تو آج اسکی وفادار پر ایسی کاری ضرب لگے گی کے ڈوب مرنے کو چلو بھر پانی تک میسر نہیں ہوگا، اٹھائیس سال پہلے اپنے منزل کے اتنے قریب پہونچے شاکا کو اس نے منہ کے بل زمین پر پٹخا تھا اب میں اسے اس کا جواب دونگا! تاکے وہ بھی سمجھ سکے کی جب محنت سے حاصل کی گئی منزل چھن جائے تو کیسا لگتا ہے، یوں بھی یہ عزت کے

بھوکے ایماندار لوگ بے عزتی کا جنازہ اٹھنے سے پہلے کفن میں لپٹ جاتے ہیں۔ہاہاہاہاہا۔۔۔"شاکا شیطانیت سے قہقہ لگا کر وہاں موجود نفوس پر کپکپی طاری کر رہا تھا۔

"سسس۔۔ سرکار گڑبڑ ہو گئی ہے، آپ کو ابھی نکلنا ہو گا۔۔۔"اچانک ہڑبڑی میں داخل ہوئے اپنے آدمی کو دیکھ شاکا کی پیشانی پر ناگواری کے بل نمودار ہوئے تھے۔

"کیوں فوت ہو رہے ہو ابھی تو شام کے سات بجے ہیں، ہمیں آدھے گھنٹے سے روانہ ہونا ہے۔۔"شاکا ناگوار لہجے میں پھنکارا۔ جس پر مقابل نے پسینہ صاف کیا تھا۔

"وہی تو کہہ رہا ہوں سرکار گڑبڑ ہو گئی ہے، جس خفیہ بورڈ سے آپ کو دوسرے بندرگاہ تک پہونچنا تھا،اس کے ساتھ ساتھ بہت سی بورڈ کو پولیس نے ضبط کر لیا ہے،اور آپ نے جس کمشنر کا ہمیں انتظار کرنے کیلئے کہا تھا اس کا بھی کوئی اتا پتا نہیں ہے، مجھے تو لگ رہا یہ سب اسی کارستانی ہے، ہم شکاری کی جگہ خود شکار بن گئے ہیں،اب تو صورت حال یہ ہے کی ہمارا کروڑوں کا مال بھی خطرے میں ہے، چاروں طرف سے ہم گھر چکے ہیں، حمل و

نقل کے راستے پر سخت قسم کا پہرا ہے، شہر میں تو ناکا بندی کر رکھا ہے۔۔۔" کپکپاتے ہراساں لہجے میں دی گئی مقابل کی اطلاع پر شاکا کے بھی چھکے چھوٹے تھے۔ سوچنے میں مزید وقت کا ضیاع کئے بغیر فوراً سے اپنی کالی شال کندھے پر ڈالتا وہ فارم ہاؤس سے نکلا تھا، اپنے آدمیوں کو وہیں رہنے کی ہدایت دیتا ایک بار پھر جان ہے تو جہاں ہے کی معقولے پر عمل پیرا اپنی فکر میں نکل گیا تھا۔

اپنے انتقامی منصوبے پر عمل آوری کرتے ہوئے اس نے ذہن میں صرف ایک ہی بات رکھی تھی کے ہر باپ کی طرح اکبر علی کو بھی اپنی اولاد کی زندگی ہر چیز سے اول ہو گی، اور وہ کسی بھی قسم کی حماقت کرے بغیر نی ہتھا اسکے بنائے جال میں پھس جائے گا۔ لیکن سارے منصوبے کو ترتیب دیتے ہوئے وہ نہایت ہی اہم کڑی جو فراموش کر گیا تھا۔ وہ تھا کمشنر اکبر علی کی اپنے وردی کو لیکر وفاداری اپنی فرض کو لیکر جنون۔ اکبر علی کی اپنی اولاد کو لیکر تڑپ کو اکبر علی کی کمزوری سمجھنے جیسی بڑی حماقت کر کے شاکا اپنے پیر پر خود کہلاڑی مار چکا تھا۔

شاکا اپنے گرد کالی شال لپیٹے بڑی سی کالی چادر سے اپنا چہرہ چھپائے لمبے لمبے ڈاگ اٹھاتا اعتراف میں محتاط نظر ڈالتے ہوئے ایک سمت میں بڑھ رہا تھا، کیونکہ اپنی خود غرض فطرت سے مجبور شاکا کیلئے اس وقت اپنی جان بچانا سب سے اہم تھا اور اس کیلئے ضروری تھا اس کا جلد از جلد اس سرزمین سے اپنے آپ کو کسی محفوظ مقام تک پہونچانا۔ کیونکہ حالات اسکے توقع سے زیادہ خراب ہوگئے تھے شہر میں روپوش ہونے کی جگہ ہی نہیں رہی تھی۔ پچھلی بار اکبر علی کو اس نے دھوکے سے مات دیا تھا۔ لیکن اس بار اکبر علی ڈنکے کی چوٹ پر اس کھیل کا اختتام لکھنے آ رہا تھا۔

شام کا سرمئی آنچل مکمل ماحول پر قابض تھا۔ راہ گیر کی سہولت کیلئے جگہ جگہ لگے سٹریٹ پول میں پیلے بلب روشن کر دیے گئے تھے۔ وہ بتدریج اپنی رفتار میں اضافہ کرتا، بندرگاہ کے اس حصے میں پہونچ گیا تھا۔ جہاں پرانی خراب بورڈ رکھی ہوئی تھی، چاروں طرف گند کا ڈھیر پھیلا ہوا تھا۔ چند ایک لوگ جو ادھر ہوتے تھے وہ بھی شام ڈھلے روانہ ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ہدف پر پہونچ کر ایک پر سکون سانس فضا کے سپرد کرتا پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے کنارے پر ٹھہرے زنگ آلود بورڈ کی طرف بڑھا تھا۔ جب کسی نے

بھاری ہاتھ اسکے کندھے رکھا تھا۔

"اچھا ہوا تم خود وقت پر چلے آئے مجھے آج پھر اٹھائیس سال بعد تمہاری ضرورت ہے، قیمت آج بھی منہ مانگی ملے گی، کام صرف اگلے بندرہ گاہ تک ہے، تم بھی جانتے ہو اس وقت میری مدد تمہارے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، اور نہ ہی یہ کام تم سے بہتر کوئی کر سکتا ہے۔۔۔" شاکا بھاری مطمئن مگر پر اعتماد آواز میں بولا۔

"اٹھائیس پہلے کی کہانی ہی تو دہرانے آیا ہوں۔۔" عقب سے آئی بھاری تنفر بھری آواز پر شاکا کو جھٹکا لگا تھا۔ بے یقینی کے عالم میں جیسے ہی رخ موڑا لہو رنگ آنکھوں سے خود کو ٹکڑوں میں بانٹنے کیلئے تیار انور کو دیکھ حلق خشک ہوا تھا۔

"تت۔۔ تم۔۔۔ تم۔۔" شاکا کا دماغ انور کی غیض و غضب سے سرخ ہوئی آنکھیں دیکھ اس قدر ماؤف ہوا کی حواس ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔

"تمہیں کیا لگا تھا شاکا اٹھائیس سال بعد بھی کہانی کا پس منظر وہی رہے گا، تم سب کر کے صفائی سے نکل جاؤ گے اور پیچھے لوگ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، غلط فہمی ہے شاکا تمہاری، سن تو رکھا ہو گا کے باپ کا ادھورے کام بیٹا مکمل کرتا ہے۔۔۔" انور شاکا کو شانوں سے تھامے واپس پیلی روشنی نہائے سمنٹ کے ٹریک پر لے آیا تھا۔ اور اسکے انکشاف پر شاکا تو شاکا پیچھے کھڑی حبہ اور ابھی شاکا کے تعاقب میں آئے کمشنر اکبر علی تک انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔

"چار سال پہلے ہی چوہدری کے مرتے ہوئے بوڑھے چوکیدار نے مجھ پر انکشاف کا پہاڑ توڑا تھا کی میں کسی ایماندار ایس پی کا بیٹا ہوں، تب سے انتقام کی آگ میں جھلس رہا ہوں کیونکہ نام پتا وہ بوڑھا چوکیدار بھی نہیں جانتا تھا میرے باپ کا، سوائے تیرے اور چوہدری کے، اور آج چوہدری نے دو ہاتھ کھانے کے بعد ساری حقیقت سے نا صرف پردہ اٹھایا بلکے میرے کہنے پر تمہارے حرکات و سکنات پر نظر رکھنے اور مجھے خبر دینے یہاں بھی تیرے قدموں میں ٹپک پڑا، باقی کا کھیل تو تیری سمجھ آ ہی گیا ہو گا، کمینہ ہے نہ تو۔۔۔" انور اسکی شاکی نظروں کو دیکھ گردن سے جھٹکا دیتا ہوا بولا۔ لیکن اگلے پل شاکا

نے اسے دھکا دیتے ہوئے اسکی جیب سے پسٹل نکال کر چہرے پر شیطانی چمک لئے پیچھے ہوا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔ سہی وقت پر کہانی کا خلاصہ ہوا ہے، دیکھو کمشنر تمہارا خون جواب تمہاری نظروں کے سامنے خون خون ہو گا۔۔" شاکا نے کہنے کے ساتھ ہی ٹریگر دبایا تھا۔ اور سب اتنا اناً فاناً ہوا کی گولی انور کے بازو کو چیر گئی اور کراہ کر دو قدم پیچھے ہوا۔ حبہ کی چیخ گونجی تھی بندرگاہ کے اس سنسنان گوشے میں۔ جبکہ کمشنر اکبر بھپڑے شیر کی طرح شاکا پر جھپٹے تھے۔ اگلے پل دونوں گتھم گتھا ہو گئے تھے۔

حبہ دور کے انور کے پاس آئی تھی، جو اتنے قریب سے گولی لگنے کی وجہ سے جبڑے بھینچے کمشنر اکبر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ لیکن شاکا پر بری طرح ٹوٹ پڑے اکبر علی کی دھاڑ نے اسکے قدم جکڑ دئے تھے۔

"کوئی بیچ میں مداخلت نہیں کرے گا جنگ میری ہے۔۔" اکبر علی شاکا پر برابر ضربیں

لگا رہے تھے۔ شاکا بھی اپنا آپ آزاد کرتا بھرپور جوابی کارروائی کر رہا تھا۔ جبکہ حبہ وحشت زدہ سی اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی درندگی کی کہانی وہ بہت سن چکی تھی ان دنوں علی ولا میں لیکن اپنے باپ کا مکروہ چہرہ دیکھ اسے اپنے وجود سے گھن آنے لگی تھی۔

"نہیں کمشنر تو نے میرے علاقے میں گھس کر میری ہی نکیل کسنے کی کوشش تھی جواب تو تجھے دینا تھا۔۔" شاکا کمشنر اکبر پر غائب آتا چنگھاڑی آواز بولنے کے ساتھ ان کے پیٹ میں ضرب لگائی۔ انور خون آلود بازو کو جھٹکا دیتا اس پر لپکا لیکن کمشنر اکبر کی درشت آواز نے واپس اسکے قدموں کو حکم کی زنجیروں سے جکڑ دئے تھے۔

"میں نے کہا انتقام میرا ہے۔۔" کمشنر اکبر شاجا پر غالب آئے تھے۔

"نہیں ایس پی انتقام میرا ہے، تیری وجہ سے میں نے بہت کچھ گوایا، صرف تیری وجہ سے میرے وفادار نے مجھ سے غداری کی، تیری ہی وجہ سے میں اپنی بیوی اور بچے کا قاتل بنا تو نے ہی میری برسوں کی جمع پونجی کو خاک میں ملا دیا، تیری وجہ سے شاکا شیر کھو کھر جیل

گیا، تو کیسے سکون میں رہتا تیرا سکون برباد کرنے کی تو اسی دن میں ٹھان چکا تھا۔۔"شاکا ایک بار پھر کمشنر اکبر پر غالب تھا۔اب کی بار انور نے جھپٹتے ہوئے شاکا کو اپنی گرفت میں لیا تھا۔

"نہیں!!!۔۔"کمشنر اکبر کا اٹھتا دیکھ انور نے اپنا خون آلود ہاتھ اٹھایا تھا۔اور خطرناک ارادوں کے ساتھ شاکا کی طرف متوجہ ہوا۔

"اسے میرے بھی بہت سے حساب بے باک کرنے ہیں، میری زندگی کے قیمتی اٹھائیس سال کا بھکتان بھرنا ہے، میری غلامی میں گزری یتیم مفلس زندگی کا حساب چکانا ہے۔۔" انور کاٹ دار انداز میں کہتا شاکا پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کمشنر اکبر اپنے پھٹے ہونٹ صاف کرتے انجان نظروں اس بھپڑے ہوئے شیر جوان کو دیکھ رہے تھے۔جو خود کو ان کی اولاد کے طور پر متعارف کرا رہا تھا۔جبکہ حبہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے باپ کی ہوتی ابتر حالت دیکھ اشدت سے اپنی آتی جاتی سانسوں کا سلسلہ

ساکن ہونے کی دعا کر رہی تھی۔ جب اچانک سامنے کا منظر بدلہ تھا۔ انور کی عتاب کا نشانہ بنا شاکا اسکے زخمی بازو پر لات مار کر موقع کا فائدہ اٹھاتا پیچھے گرے بندوق کی طرف بڑھا تھا۔ اور اگلے ہی پل لہولہان شاکا کی کے بدصورت چہرے کی شیطانی چمک عود آئی تھی۔

"بدلہ بدلہ ہوتا ہے میرے یار میری اولاد دنیاں میں نہیں آسکی تو تیری بھی اس دنیاں میں نہیں رہے گی ہاہاہاہاہا۔۔" شاکا انور کی طرف پسٹل کا رخ کرتا جنونی انداز میں پاگلوں کی طرح قہقہ لگاتے ہوئے بولا۔ کمشنر اکبر نے بروقت اپنی جیب ٹٹولی۔ لیکن جیب خالی دیکھ آنکھوں میں وحشت اتر آئی تھی۔ شاکا جیسے جنونی مجرم سے کچھ بھی توقع کی جاسکتی تھی۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔۔" نسوانی چیخ نما آواز پر شاکا کی ٹریگر دباتی انگلی تھمی تھی۔ اس نے لمحے بھر کو ٹھٹھک کر آواز کی سمت دیکھا ٹوٹی بکھری حالت میں کھڑی لڑکی پر نظر پڑتے ہی شاکا پر جیسے سکتہ طاری ہوا تھا۔ اپنی زندگی میں آئی پہلی عورت سے مشابہت و مماثلت رکھتی لڑکی نے شاکا جیسے مکار کے حواس پر ضرب لگائی تھی۔ انور اکبر علی خود اپنی جگہ دم بخود تھے۔

"گو کے آپ نے کوئی کسر چھوڑی نہیں تھی، لیکن آپ کی اولاد کی بدقسمتی اور آپ کے دشمن کی عنایت کی آج آپ کا گندہ خون آپ کے مقابل اپنی ولدیت پر شرمندہ کھڑی اپنے وجود سے کراہیت محسوس کر رہی ہے۔۔۔" حبہ لڑکھڑاتے قدم اٹھاتی بے خوفی سے شاکا کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی فاصلہ سمیٹنے لگی تھی۔ جبکہ ایک اور دل سوز انکشاف پر کمشنر اکبر کے ساتھ پیچھے چوہدری اور شاکا کے تمام آدمیوں کو مقامی پولیس کے حراست میں دینے کے بعد افراتفری میں وہاں پہونچے احان کی پانچ لوگوں پر مشتمل ٹیم بھی ششدر اپنی جگہ پتھرا گئی تھی۔

"صدمہ لگا نا آپ کو حقیقت سے ہم کلام ہو کر، پھر میرا سوچیں میری تو پوری ہستی ہی لٹ گئی، جس پہچان کو بنانے کیلئے میں نے اپنی پوری زندگی پھوک دی، آج ایک انکشاف نے سب تباہ کر کے مجھے اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیا۔۔" حبہ دونوں ہاتھوں سے آنسوں صاف کرتی ہنوز شاکا کی طرف قدم اٹھاتی کرب سے بولی۔

شاکا کا مکار شاطر دماغ شائد زندگی میں پہلی بار متغیر ہوا تھا۔وجہ یہی تھی کے نجمہ سے اس نے حقیقت میں محبت کی تھی، دھونس بھرا جاہلانہ محبت ہی سہی لیکن اس عورت نے اسکے سفاک دل کو فتح کیا تھا۔لیکن موت کے ڈر سے اسے موت کے گھاٹ اتار آیا تھا۔اور آج مقابل کھڑی اسکی پرچھائی کو دیکھ ہلنے کی سکت اس میں باقی نہیں رہی تھی۔۔

"جس اولاد کیلیئے آپ نے اتنا فساد کیا آج وہ آپ کے مقابل کھڑی ہے ساری فساد کی جڑ ختم کر کے مجھے نجات دے دیں، کیونکہ اپنی رگوں میں دوڑتا آپ کا خون میں برداشت نہیں کر سکتی،اس گھٹن سے نجات صرف آپ مجھے دلا سکتے ہیں،اتنوں کے جان لیتے آپ کا ہاتھ نہیں کانپے تو آج سوال ہی پیدا نہیں ہوتا،اپنی سفاکیت کا مظاہرہ کر کے خدارا مجھ پر احسان کر دیں۔۔۔"وہ بے خوفی سے کہتی شاکی بندوق اپنی بے داغ پیشانی پر سجاتی موتیوں کی برسات محو آنکھیں موند گئی تھی۔کرب کا یہ عالم تھا کی موت کی منتظر وہ مبہم سا مسکرا رہی تھی۔

اس ذات سے منسلک انکشاف نے ذہن پر ایسا بھیانک اثر چھوڑا تھا کی اس کا بس نہیں چل

رہا تھا کی اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لے لیکن اب وہ پر سکون سی منتظر تھی۔ جب فضا میں بلند ہوئی ٹھا کی آواز پر پٹ سے آنکھیں کھولی اور کنپٹی سے ابلتے خون کی دھار کے ساتھ دائیں ہاتھ میں گن لی ئے لہرا کے زمین پر گرتے شاکا کو دیکھ خود بھی حواس کھونے لگی تھی۔ چیخ پکار شور شرابے کے بیچ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

برق رفتاری سے لہرا کے زمین بوس ہو رہی حبہ کو تھامتے ہوئے حشام نے سپاٹ نظروں سے زمین پر خون میں لت پت اس فرعون کا دیکھا تھا۔ جس نے اپنا انجام خود لکھا تھا۔ اسے اپنی زندگی سے محبت تھی اس نے اپنی ہاتھوں ہی اپنے محبوب چیز کو ختم کر دیا تھا۔ بے شک خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔

علی ولا کے بڑے سے حال میں اتنے نفوس کی موجودگی میں گمبھیر خاموشی کا راج تھا۔ جس میں وقفے وقفے سے تحسین بیگم کی بلند ہچکیوں کی آواز خلل ڈال رہی تھی۔ درمیانی صوفے پر بیٹھے بارعب سے داابو پیشانی پر سلوٹیں سجائے جبڑے بھینچے

قالین پر جمے اپنے ڈنڈے کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن کنپٹی کی تنی رگیں ان کے موجودہ ان کے اندر دبے اشتعال کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی۔ ان کے ساتھ ہی بیٹھے اطہر صاحب اور انصار صاحب خاموشی سے اپنے منجلے بھائی کو دیکھ رہے تھے۔ جن کی گلال آنکھیں شیشے کے ٹیبل پر ایسے جمی تھی۔ جیسے وہاں کوئی ایسی تحریر رقم ہے جسے پڑھ کر سناتے ہی ماحول میں پھیلا تناؤ پل میں ارنچھو ہو جائے گا۔ جبکہ دوسرے صوفے پر بیٹھے اکبر علی کے دماغ میں اس وقت اتنی باتیں گھوم رہی تھی کے سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا کہاں سے شروعات کرے۔ اس پر تحسین بیگم کی ہیچکیاں بار بار ان کے ترتیب دئے الفاظ کو منتشر کر رہی تھی۔

ان کے مقابل رکھے صوفے پر چاروں خواتین براجمان تھی۔ جن کی خود کی آنکھوں سے دریا رواں تھا لیکن اس وقت وہ اس ماں کو سنبھالنے کی تگ ودو میں ہلکان ہو رہی تھی۔ جس نے اٹھائیس سال تک اپنی کوکھ کے اجڑنے کا ماتم منایا تھا۔ اور آج اچانک حقیقت ہی بدل گئی تھی۔ اور ان کے مقابل کھڑے لمبے چوڑے نوجوان کا چٹانی وجود کہانی کا ایک ایسا حقیقت سے یکسر مختلف رخ کی نقشہ کشی کر رہا تھا۔ جو کوئی تصور بھی نہیں

کر سکتا تھا وہ آج حقیقت کا روپ دھارے وہاں موجود تمام نفوس کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برسا تھا۔ لیکن تحسین بیگم کے دکھ کا کوئی نام البدل نہیں تھا۔

دا ابو کے مقابل رکھے صوفے کے پیچھے حشام، ارسلان، احان کے ساتھ بازو پر سفید پٹی باندھے بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑا انور لب بھینچے اس خاموشی سے اپنے اندر کے شور کو دبانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ جس سے اس کی رگیں تن گئی تھی۔ گندمی چہرہ خون جھلکانے لگا تھا۔

چوہدری کے انکشاف کے بعد شاکا سے بدلہ لینے کے جنون نے ذہن پر حقیقت کا زیادہ دباؤ نہیں ڈالا تھا۔ لیکن اب جب شاکا اپنے ہاتھوں اپنے انجام تک پہونچ چکا تھا اور اسے علی ولا لایا گیا تھا تو اندر جھکڑ پکڑ شروع ہو گئی تھی۔ کبھی خود خستہ حال کو دیکھتا تو کبھی ان کے ٹھاٹھ باٹھ کو، لیکن اس سارے منظر میں ہچکولے لے رہے وجود پر اس نے نظر ڈالنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ عجیب سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ماں کے لمس سے ناآشنا انور سراپا اس وجود کو مقابل دیکھ بوکھلا گیا تھا۔ عجیب ہی کوئی کیفیت تھی جسے وہ کوئی نام دینے سے قاصر تھا۔

ماحول میں سرائیت کرتی گمبھیر خاموشی کا وقفہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن کمشنر اکبر ابھی تک الفاظ کی ترتیب میں بری طرح الجھے تھے۔ بہت کوشش کر بعد خشک حلق کو تر کرتے خاموش ماحول میں اپنے آواز سے ارتعاش سا پیدا کر گئے تھے۔

"میں جانتا ہوں آپ لوگوں سے اتنی بڑی حقیقت پوشیدہ رکھ کر میں نے آپ لوگوں کا بہت دل دکھایا ہے، جس کیلئے شائد آپ لوگ خاص کر ابو اور تحسین مجھے معاف کرنا تو در کنار ہم کلام ہونا تک پسند نہیں کریں، لیکن یقین کریں پورے دس دن پاگلوں کی طرح ہر یتیم خانے کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہا تھا، نیند چین سب گوا کر چپہ چپہ دیوانوں کی طرح اپنی خوشی ٹٹولتا رہا تھا، لیکن ہر طرف سے ناکامی ہی مقدر بنی تھی، اس پر شاکا کے ملک سے چھوڑنے کی خبر نے میری ساری امیدوں کا گلا گھونٹ دیا تھا، اور جو تھوڑی ہمت مجتمع کر کے یہاں آپ لوگوں سے اپنے وجود کا ایک حصہ کھو دینے کا غم بانٹنے کے ارادے سے آیا تھا، تحسین کی ابتر حالت نے الفاظ اور ارادے دونوں کہیں میرے اندر ہی دفن کر دئے تھے، پہلے ہی وہ زندگی سے روٹھی موت کے دہانے جا کھڑی ہوئی تھی، اسے

کھونے کی مجھ کھوکھلے انسان میں ہمت نہیں تھی، اس لیے میں اس راز کو اپنے اندر ایک خون رستے ہرے زخم کی طرح اتار گیا تھا، لیکن میری تلاش جاری تھی، اور آج۔۔۔"کمشنر اکبر پیشمانی سے اپنی صفائی پیش کرتے انور کی طرف دیکھا جس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"موت اصل آج میری واقع ہوئی ہے اکبر، آپ کے سچ نے میرا کلیجہ چیر دیا ہے، یہ کیسی بھلائی کی آپ نے ایک ماں سے اس کے جیتے جاگتے بچے پر فاتحہ پڑھوا یا کر، یہ کیسی محبت نبھائی آپ نے میری ممتا تڑپ کا تماشہ دیکھتے رہے، لیکن کبھی توفیق نہیں ہوئی حقیقت کے چند بولوں سے میرے زخموں پر مرہم رکھنے کی، یہ کیسی اپنائیت ہے اکبر آج میری اپنی اولاد میرے مقابل کھڑا ہے لیکن انجان ہے، جسے میں نے اپنے وجود میں پروان چڑھایا اسے چھونے تک سے محروم رہ گئی، یہ کیسا انصاف ہے اکبر کی درد میں سہوں اور درد آپ محسوس کریں، جس وجود کو میں نے دنیاں میں لایا میں ہی اس وجود سے ناواقف، دیکھیں اسے کتنی اجنبیت ہے اس کی آنکھوں میں۔۔۔" تحسین بیگم درد سے لبریز بھیگی آواز میں شکوے کرتی اکبر صاحب کا دل دکھ سے بھر رہی تھی۔ ساتھ انور جیسے جذبات سے چڑنے

والے وجود کے سینے کے دائیں جانب رکھے پتھر میں بھی درد کی ایک لہر دوڑ اگئی تھی۔

"شکوہ فضول ہے بہوا نہیں جو کرنا تھا کر چکے ہیں، اور ثابت بھی کر دیا کی ہمیں یہ کتنا اپنا مانتے ہیں۔۔" دا ابو کی سرد آواز میں کئے گئے شکوے پر کمشنز اکبر اٹھ کران کے قدموں بیٹھ گئے تھے۔

"ابو ایسے تو نہیں کہیں۔۔" کمشنز اکبر ان کا نہیف ہاتھ تھامتے ملتجی لہجے میں بولے۔ لیکن دا ابو نے اثر نہیں لیا تھا۔ بلکے ہاتھ جھٹکتے اٹھ کر انور کے قریب چلے آئے تھے۔
جس کا قد و قامت ماحول میں چھایا ہوا تھا۔

"آج احمد علی کی ستر سالہ زندگی کا یہ پہلا موقعہ ہے جب اس کے پاس الفاظ نہیں ہے، اس لی ئے ہم آج کچھ نہیں کہیں، کوئی تسلی بخش الفاظ کا ضیاع کر کے آپ کے زخم نہیں کریدیں گے، کسی مداوے کا وعدہ کر کے آپ کے جذبات مجروح نہیں کریں گے، بس ہاتھ جوڑ کر گزارش کرتے ہیں، بلکے بھیگ مانگتے ہیں

کی ہمیں معاف کر کے ہمیں قبول کر لیں۔۔" دا ابو نے گلوگیر آواز میں کہتے ہوئے اپنی انا غرور کو پس پشت ڈالتے ہوئے باضابطہ انور کے آگے اپنے ہاتھ جوڑے تھے جسے وہ تڑپ کر دوسرے ہی پل تھام گیا تھا۔

"ایسے کر کے مجھے گناہ گار نہیں کریں۔ دا۔۔" آگے کے الفاظ جھجھک کے باعث حلق میں پھنس گئے تھے۔ جب دا ابو نے سرشاری سے اسے اپنے اندر بھینچا تھا۔

"ہم آپ کے دا ابو ہیں برخوردار ہمارے لیئے باعث مسرت بات ہوگی اگر جو آپ ہمیں دا ابو کہ کر مخاطب کریں گے۔۔" دا ابو خود سے جدا کرتے انور کا چوڑا شانہ تھپتھپا کر محبت سے بولے۔۔ جس پر انور مسکرا نہیں سکا تھا۔ کیونکہ ممتا کی مورت کی حسرت بھری نظریں خود پر جمی دیکھ وہ اندر سے بے چین ہو رہا تھا۔ لیکن ہمت نہیں تھی کی کوئی پیش قدمی کرتا۔

"اور ہم آپ کے تایا ابو لگتے ہیں، خوش آمدید شیر جوان۔۔" اطہر علی انور سے بغل گیر

ہوتے اسکے مظبوط شانو پر تھپکی دیتے ہوئے شفقت سے بولے۔

"اور ہم آپ کے چاچو۔۔" انصار علی نے بھی اپنے مخصوص بھاری آواز میں انور کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے اپنا تعارف دیا۔ پھر باری باری سب کی باری آئی تھی۔ اگر نہیں آئی تھی تو اکبر علی اور اپنی اجڑی کوکھ میں کھلے پھول کو حسرت سے تک رہی تحسین بیگم کی۔

"بھئی بچے کا زخم تازہ ہے آرام کی سخت ضرورت ہے، بچے کیلئے ابھی کوئی روم کھلوادیں کل ان کا روم تیار کروا دیجئے گا۔۔" دا ابو نے ہشاش بشاش آواز میں ہدایت دیا۔۔ جس پر انور کے برجستہ جملے نے تحسین بیگم کی روح پرواز کی تھی۔

"آپ لوگوں کی محبت کا شکریہ، لیکن میں یہاں نہیں رہ سکتا۔۔" انور نظریں جھکا کر بولا۔ یہ ماحول اس کا نہیں تھا نہ وہ اس کا عادی تھا۔

"بیٹا۔۔" دا ابو کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بیرونی دروازہ کھلا تھا اور دھان پان سی نوری

دوڑتی ہوئے آکر بنا کسی کی پرواہ کئے انور کے بازو سے لپٹی زار و قطار رونا شروع کر چکی تھی۔احان کے علاوہ وہاں سب حیرت کا مجسمہ بنے انور کے فولادی وجود سے لپٹی چھوٹی سی لڑکی کے ہچکولے لیتے وجود کو دیکھ رہے تھے۔جو ارد گرد کو فراموش کئے اب انور سے شکایت کر رہی تھی۔

"کک۔۔کہاں چلے گئے تھے آپ۔۔جج۔۔جانتے ہیں دو دن سے میری کیا۔۔حح۔۔حالت تھی،کک۔۔کہیں آپ کا پتا نہیں لگ رہا تھا۔فون بھی بند تھا،میں بہت ڈر گئی تھی،میرے پاس آپ کے علاوہ کوئی نہیں انور نہ کریں ایسا،نہیں اچھی لگتی تو ہوسٹل میں پھیک آئیں،لیکن گھر رکھ کے ایسا نہیں کریں۔۔۔"نوری اسکے بازو سے لپٹی ہچکیوں کر درمیان بول رہی تھی۔اور انور دم سادھے سن اسکے شکوے اور محرومی کے ساتھ خفگی ملاحظہ کر رہا تھا۔خود سے لپٹی چھوٹی سی لڑکی کی تڑپ پر وہ بھی ارد گرد فراموش کرتا اپنا ایک بازو اس پر پھیلا چکا تھا۔

"ششششش!!!!!چپ کر جائیں کہیں نہیں گیا تھا،اسی شہر میں تھا،رابطہ نہیں کر سکا

مصروفیت کی وجہ سے۔۔"انور نے بامشکل اپنے بھاری لہجے میں نرمی سموئے اسکی پیٹھ سہلا کر اسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔جو سوں سوں کرتی اس کا سینا تر کر رہی تھی۔

"اچھا یہ بتائیں آپ یہاں تک کیسے پہونچی، لیکن پہلے یہ بتائیں کی میری اجازت کے بغیر آپ نے حویلی سے باہر قدم کیوں رکھا۔۔"انور کا لہجہ اچانک ہی کرخت استفسار کرتا ہوا تھا۔جس پر نوری منہ بسورتی پیچھے ہوئی تھی۔وہ دونوں ایک دوسرے سے باز پرس کرنے میں اتنے مگن تھے کی سب کی تحیر بھری نظریں بھی نوٹس کرنے سے گریزاں تھے۔

"دوسرے دن کی صبح ہو گئی آپ پھر بھی نہیں لوٹے تو میں نے رو رو کر پورے حویلی کو سر اٹھالیا تھا،جب منو باجی کی اماں آ کر مجھے لے گئی،آج یہاں بھی انہیں کے ساتھ آئی ہوں۔۔"نوری نے موٹے منہ کے ساتھ نروٹھے پن سے اپنا کارنامہ سنایا۔۔

"بڑا بہادری کا کام کیا ہے حویلی میں طوفان مچا کر۔۔"اس کے رونے کا سن کر انور نے

تگڑی گھوری سے نوازا تھا۔

"کام تو واقعی بہادری کا کیا ہے انہوں نے انور بھائی اور آپ بھی کمال دیدہ دلیری کا مظاہرہ کررہے ہیں فل وقت، جن ہیٹلر کے ٹرینر کے سامنے ہم سانس بھی گن کر لیتے ہیں آپ ان کی موجودگی میں۔۔۔" ارسلان کی حسِ شرارت پھڑکتے بھلا کبھی دیر لگی تھی۔ مزے سے کہتا وہ انور اور نوری کو ہوش میں لانے کے ساتھ سب کی گھوری کی زد میں آگیا تھا۔

"آپ کہیں نہیں جائیں گے برخوردار، ارسلان بڑے بھائی کو آج اپنے کمرے میں سلالو کل ان شاء ان کی منشا کے مطابق ان کا کمرہ سیٹ ہو جائے گا۔۔" دا ابو بھاری رعب دار آواز میں کہتے وہاں سے نکل گئے تھے۔ ان کے پیچھے ہی دونوں بھائی نکلے تھے، جبکہ تینوں خواتین نے کچن کارخ کیا تھا۔ تاکہ اچھا سا لنچ تیار کر کے برسوں بعد اتری علی ولا میں بہار کو پورے دل سے خوش آمدید کہ سکے۔

"یہ نور چوہدری ہیں، نیلم چوہدری کی بہن۔۔" سب کی نظروں سے نوری کو کنفیوژ ہوتا

دیکھ انور نے تعارف کرایا تھا۔

"جی الحمدللّٰہ سے ہم ان کے پہلے دوسرے اور تیسرے تعارف سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔۔" ارسلان کی زبان کھجلائی۔ شرارتی انداز میں آنکھیں گھماتا معنٰی خیزی سے تیسرے پر زور ڈال کر وہ انور کی حساسیت بیدار کر گیا تھا۔ اس سے پہلے کی انور کچھ کہتا پرواز نجانے کہاں سے وہاں نمودار ہوئی تھی۔ اور ہکا بکا کھڑے انور کے پہلو سے نوری کو لیکر آگے بڑھ گئی۔۔

"جی انور ان کا غائبانہ تعارف یہاں ہو چکا ہے، چلو نوری میں تمہیں تمہاری ڈاکٹر باجی ثوبان اور باقی سب سے ملواؤں، یوں تو حبہ بھابھی پچھلے دو دن سے غنودگی میں ہے، لیکن مل لو ہوش ان شاء جلد آجائے گا، اللہ ان کیلئے آسانیاں پیدا کرے آمین۔۔" پرواز صدق دل سے دعا کرتی نوری کو لیئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔

حبہ کے نام پر تب سے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے حشام کی دھڑکن تیز ہوئی

تھی۔ گزشتہ دو دن سے وہ دشمن جان خاموش بیڈ پر ہوش و خرد سے بیگانہ پڑی اس کا ضبط آزما رہی تھی۔ وہ ایک نظر اکبر علی اور تحسین بیگم پر ڈال کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ احان کے اشارے پر ارسلان بھی اسکی تقلید میں وہاں سے روانہ ہوا تھا۔ اب وہاں صرف خاموشی اور تین وجود کی سانسوں کی دھمک تھی۔

تحسین بیگم لڑکھڑاتے قدموں سے بہتی آنکھوں میں ممتا کی تڑپ لیئے انور کی طرف بڑھتی، اپنوں کے لمس سے ناآشنا انور ماں کے احساس کو محسوس کرنے کا سوچ کر ہی عجیب ہو رہا تھا۔ جب وہ بالکل اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔

"مم۔۔ میں نے ہمیشہ سب کو یقین دلایا میں بانجھ نہیں ہوں، مجھے ترحم بھری نگاہوں سے نہ دیکھا جائے۔۔" انور کے کسرتی بازو کو چھوتے ہوئے تحسین بیگم رندھی آواز میں بولی۔ جس پر دونوں باپ بیٹے کے دل پر گھونسا پڑا تھا۔

"لیکن میں خود کبھی یقین نہیں کر پائی۔۔ لیکن آج تم سراپا یقین بنے۔۔" تحسین بیگم لرز

آواز میں اپنادرد بیاں کرتی حسرت سے انور کے شانوں کو والہانہ انداز میں چھوا۔ جس پر انور اپنا چٹانی خول اتار پھیکتا انہیں اپنے اندر بھینچ گیا تھا۔

آج برسوں بعد پیاسی ممتا کا صحرا سیراب ہوا تھا، انور کے نقش نقش کو چھوتے ہوئے تحسین بیگم نے بلند آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔ انور کے آنکھوں سے بھی کئی موتی ٹوٹ کے مہربان ممتا کی آنچل میں انمول ہو گئے تھے۔ دونوں ماں بیٹے کو ایک دوسرے سے لپٹ کر اپنا سینا ہلکا کرتا دیکھ اکبر علی بھی اپنا برسوں کا بوجھ اتار پھیکنے اپنے مظبوط بازوں میں اپنی دنیاں سما گئے تھے۔ مرد ہونے کے باوجود آج اکبر علی پھوٹ کر روئے تھے۔ کافی دیر تک تینوں نے اپنی محرومیوں پر آخری بار جی بھر کے آنسوں بہایا تھا۔ اور جب دل کا غبار ہلکا ہوا تو تینوں الگ ہو گئے تھے۔

"میں آپ دونوں کا مجرم ہوں مجھے معاف کر دینا۔" اکبر علی نے رونے کی وجہ سے بھاری ہوئی آواز میں دونوں ماں بیٹے سے التجا کی تھی۔ جس پر دونوں بھیگی آنکھوں سے مسکرائے۔

"پلیز بیٹا ایک بار تمہارے چھوڑ جانے کی خبر نے مجھے تین سال تک گہری نیند سلا دیا تھا، اب اگر ایک پل کیلئے تم نظروں سے اوجھل ہوئے تو شائد میں اپنی اگلی سانس نہ لے سکوں۔۔" تحسین بیگم کے خوف زدہ آواز پر انور نفی میں سر ہلا گیا تھا۔ یہاں کے ماحول میں ارجیسٹ کرنا اس کے لیۓ ایک مشکل عمل تھا لیکن ماں کی محبت سے مجبور ہو کر وہ نہ نہیں کر پایا تھا۔

"آپ لوگوں کا اموشنل سین ہو گیا ہو تو میں آجاؤں، ویسے انور بھائی آپ نے مجھ سے میری ماں چھین لی یار جلاد باپ رکھ لیتے کم از کم ماں تو نہیں چھینتے۔۔" ارسلان نجانے کہاں سے ٹپکا اپنے دکھڑے رونے کے ساتھ نہ نظر آنے والے آنسوں بھی صاف کر رہا تھا۔

"بدمعاش ہو پورے۔۔" تحسین بیگم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے چپت رسید کی۔

"ہاں! اب اس گھر کی دوسری خواتین کی طرح آپ کو بھی اپنا بڑا بیٹا مل گیا ہے اب مجھ معصوم کی کیا ضرورت۔۔۔" ارسلان کی دہائیاں عروج پر تھی۔ جب اکبر علی نے اسکی گردن دبوچی۔۔

"بیٹا جی اس جلاد کو آپ کی ضرورت ہے وہ بھی تھانے میں۔۔" اکبر علی نے جلاد پر خصوصی دباؤ ڈالا تھا۔

"ہاں! اب میری ضرورت تو چوراچکوں کو ہی رہ گئی، ویسے پریزنٹ آپ اس گھر کے سب سے بڑے بیٹے کے عہدے پر فائز ہیں، اس اعتبار سے آپ کی اور میری جوڑی ہوئی، تو تعارف کراتا ہوں میں آپ کو آپ کی ماما، امی، ماں، مام، مدر، جو آپ مناسب سمجھیں ان سے یہ بیوٹیفل لیڈی میں آج سے آپ کے ساتھ شیئر کرونگا، یہ اور بات ہے کی کمشنر صاحب جل کر کوئلہ ہو جائیں گے آاا۔۔۔" آگے کمشنر اکبر اسے کھینتے وہاں سے نکل گئے تھے۔ پیچھے دونوں ماں بیٹے ہولے سے مسکرا دئے تھے۔ ابھی ان کے رشتے میں جھجھک تھی جو یقیناً گزرتے وقت سے ختم ہو جانی تھی۔ کیونکہ ماں کی ممتا پتھر کو موم

کرنے کا اثر رکھتی ہے اپنے اندر۔

-------------------،-----

"مما۔۔۔ مما۔۔۔ مما۔۔"نرم ملائم چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے لمس کے ساتھ میٹھی آواز سے اس نے اپنے بھاری پپوٹوں کو بامشکل واکیا تھا۔پہلی نظر ہی خود پر جھکے اپنے شہزادے پر گئی تھی۔کچھ دیر انجان نظروں سے ثوبان کے معصوم مسکراتا چہرہ تکتے رہنے کے بعد حواس بحال ہوتے ہی اس نے بے ساختہ اسے اپنی حصار میں لینے کیلیئے تڑپ کر دونوں بازو اٹھانے چاہے لیکن دائیں ہاتھ میں کھنچاؤ محسوس ہوتے ہی کراہ کر رہ گئی تھی۔

"دھیان سے بیٹا ڈرپ لگی ہے آپ کو۔۔۔"داابو کی بھاری مگر نرم آواز پر حبہ نے دوسرے ہاتھ سے ثوبان کو خود میں سمیٹے ہوئے پوری آنکھیں کھولی تھی۔

بھاری ہوتے سر کے ساتھ کمرے میں موجود تمام نفوس پر نافہم نگاہیں گھماتے ہوئے ذہن خود باخود بیدار ہونے لگا تھا۔اور جیسے مکمل ہوش کی دنیاں میں ذہن کی واپسی ہوئی، وہ

جھٹکے سے اپنی جگہ اٹھ بیٹھی تھی۔ شاکی نظروں سے علی ولا کے تمام نفوس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے بھیانک آگاہی کے لمحے سے لیکر خون سے لتھڑے زمین پر پڑے شاکا تک کا سفر کسی فلم کی طرح ذہن کے پردے پر چلنے لگا تھا۔ حقیقت کو قبول کرتے ہی جلتی بھاری سوجی آنکھوں میں درد، اذیت، کرب کے ساتھ شرمندگی نے جگہ بنائی تو آنکھیں خود بخود بھیگ گئی تھی۔ اور گردن کسی مجرم کی طرح جھکنے کے ساتھ ثوبان پر گرفت کمزور ہو گئی تھی۔

"قسمت اور حقیقت کبھی نہیں بدلتی حبہ، تم کل گمنام تھی تم آج گمنام ہونا چاہتی ہوں، تم کل محبت بھری ایک نگاہ کو ترستی تھی تم آج نفرت بھری نظروں سے خوف زدہ ہو، بھیانک انکشاف کو حفظ کرو اور اپنے بکھرے منحوس ناپاک وجود کو لیکر ان اچھے لوگوں کی دنیاں سے نکل جاؤ۔۔" اپنی دھندھلی نظروں سے سفید کمفٹر کو خالی نظروں سے دیکھ رہی حبہ کے اندر سے آئی آواز پر اس کے دماغ میں جھکڑ پکڑ شروع ہو گئی تھی۔ کمرے کی سماعتوں کو ساکن کرتی خاموشی میں صرف ثوبان کی غوں غاں کی آواز گونج رہی تھی۔ حبہ کا ثوبان کے گرد لپٹے بے جان ہاتھ میں حرکت ہوئی تھی، دوسرے ہاتھ میں

لگے ڈرپ کو کھینچنے کیلئے بڑھ رہا کپکپاتا ہاتھ اچانک ہی کسی کے مظبوط آہنی گرفت میں قید ہوا تھا۔ حبہ نے شدت بھرے مانوس لمس پر تڑپ کر بھیگی پلکیں اٹھائی۔ مقابل حشام کو دیکھ آنسوں میں روانی آگئی تھی۔

"بیوقوفی نہیں کریں ڈاکٹر۔۔۔" حشام اسکی آنکھوں میں ہلکورے لے رہے درد اور بے یقینی پر جبڑے بھینچتا بھینچی آواز میں بولا۔ جس پر حبہ لب چبا گئی تھی۔ پھر کافی دیر یہ خاموشی کمرے میں گردش کرتی رہی تھی جسے دوبارہ حبہ کی لرزتی آواز نے توڑا تھا۔

"آپ سب میری ذات سے جڑی کبھی ناقابل تبدیل کڑوی حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں، جتنی آپ لوگوں نے ان گزرے چند مہینوں میں مجھے محبت دی ہے، اسی اپنائیت کے احساس کے ساتھ میں دنیاں کے کسی بھی خطے میں باقی زندگی گزار سکتی ہوں، لیکن آپ لوگوں کی آنکھوں میں اپنے لیٔے نفرت نہیں دیکھ سکتی۔۔ مم۔۔مجھے بس چند دن کا وقت دے دیں میں یہ شہر بلکے یہ ملک ہی چھوڑ دونگی۔۔"سب کی خاموشی سے ٹوٹتی ہمت مجتمع کرتی حبہ کی آواز لرز گئی تھی۔ حشام اسکی بے اعتباری پر سلگتا

جبڑے بھینچتے ہوئے ثوبان کو لیکر بیڈ سے ہٹ گیا تھا۔ جس سے حبہ کے بچی ہمت بھی دم توڑ گئی تھی۔

اب وہ سر جھکائے رونے کا شغل فرما رہی تھی جب کسی مہربان کے بھاری ہاتھ اپنے سر پر رکھنے سے اس نے نگاہیں اٹھائی تو مقابل اکبر علی کو پایا۔ سخت الفاظ کی منتظر حبہ کی سماعت سے نرم محبت سے گندھا لہجہ ٹکرایا تو بے یقینی کی کیفیت میں آنکھیں پھاڑے اس عظیم انسان کی اعلیٰ ظرفی پر رشک کرنے لگی۔

"آپ کی ذات کی حقیقت یہ ہے کی آپ اس نجمہ کی بیٹی ہیں جسے میں نے بہن کہا تھا، جسے علی ولا کے ہر فرد نے علی ولا کا حصہ تسلیم کیا تھا، جسے علی ولا کی در و دیوار اس ولا کی بیٹی کی حثیت سے جانتا ہے، آپ ہی کی طرح بے اعتباری اور خوف کے زیر اثر وہ بھی ایک خط کے زریعے علی ولا سے ناطا توڑ گئی تھی، لیکن یہ غلطی آپ دہرانے کے بارے میں سوچیں گی بھی نہیں۔۔" اکبر علی کے مان بھرے انداز اور اپنی ماں کے ذکر پر حبہ ان کے بازو سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"ہاں حبہ تمہاری ماں بہت اچھی تھی میری بہترین دوست تھی وہ، خوددار لڑکی، جس نے عیش و عشرت کی زندگی پر تنگدستی کو فوقیت دیا تھا۔۔" تحسین بیگم گلوگیر آواز میں کہتی اسے اپنے ساتھ لپٹا گئی تھی۔ پھر گھر کے تقریباً تمام افراد کے منہ سے اپنی ماں کیلئے اچھے الفاظ سن کر حبہ کے دل کا میل دھلتا گیا تھا۔اور خوداعتمادی عود آئی تھی۔ لیکن ثوبان کو لیکر کھڑکی کے پاس کھڑے روٹھے پیا پر نظر جاتے ہی ساری خوشی پر اوس گرا تھا۔اور ایک نئی فکر نے پر پھیلائے تھے۔

"جانتی ہو جب تم پیدا ابھی نہیں ہوئی تھی تبھی نجمہ نے تمہیں مجھے سونپ دیا تھا، کہتی تھی کے بیٹا ہو یا بیٹی بھابھی آپ ہی اس کی ماں ہونگی، لیکن وقت نے ایسا کھیل کھیلا کی جن دو وجودوں کے انتظار میں ہم دونوں نے پل پل گن کر گزارے، جن کیلئے ہزاروں خواب سجائے وہی زمانے میں گم ہو کر رل گئے، لیکن اب ایسا نہیں ہوگا اب میرے دونوں بچے میرے پاس ہیں، میں ان کی تشنگی مٹادونگی،اب میری ممتا کو قرار آئے گا۔۔" تحسین بیگم حبہ کے الجھے بال سہلاتی ایک عزم سے بولیں۔ جس پر حبہ آسودگی سے مسکرادی تھی۔

"لیکن افسوس میری سب سے بہترین سہیلی کی نشانی میرے اتنے قریب تھی اور میں پہچان نہیں سکی، دیکھو تو تمہارے تو کئی نقش بھی نجمہ سے ملتے ہیں، خیر گیا وقت لوٹ کر نہیں آنے والا، اب آرام کرو فضول سوچنے کی قطعی ضرورت نہیں،۔۔" جھک کر حبہ کی بے داغ پیشانی چومتے ہوئے نجمہ سے مماثلت رکھتے نقوش پر غور کرتے ہوئے تحسین بیگم کی آواز میں نمی گھلی تھی۔

"بیٹا آپ آرام کرو کسی چیز کی ضرورت ہو تو انٹر کام کا استعمال کرنا، تین دن سے بیہوش ہیں آپ بدن میں بہت زیادہ کمزوری ہے اس لیئے بیڈ سے اترنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔۔" اسی طرح چند ایک ہدایت تنزیلہ بیگم اور شمیم بیگم کی طرف سے موصول ہوئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ کمرہ خالی ہو گیا تھا۔ اب حبہ کے دھیان کے سارے دھاگے اس بے نیاز سے جا الجھے تھے جو اسکی طرف دیکھنے سے بھی گریز برت رہا تھا۔

"حح۔۔ حشام۔۔ پپ۔۔ پلز میری بات سنیں۔۔" نقاہت زدہ لڑکھڑاتی آواز میں آخر

حبہ نے ہمت مجتمع کر کے اسے مخاطب کر ہی لیا تھا۔ جس کا حشام بنا کوئی نوٹس لیے وارڈروب کی طرف بڑھ گیا تھا۔

حبہ کی نظریں خود پر محسوس کرتے ہوئے ثوبان کو چینج کروانے کے بعد اسے واکر میں ڈالتا خود اپنے کپڑے لیکر واش روم میں بند ہو گیا تھا۔اس ساری کاروائی کے دوران حشام کی طرف سے مکمل نظر انداز ہونے پر حبہ کے لب پھڑ پھڑا کے رہ گئے تھے۔

"جانتی ہوں ہر بار آپ کے ساتھ زیادتی کر جاتی ہوں،ایک طرفہ سوچ کر آپ کو نظر انداز کر جاتی ہوں، لیکن ایسے گریزاں تو نہیں رہیں مجھ سے۔۔" حبہ دلبرداشتہ ہوتی شکوہ کر گئی تھی۔جب اپنا واکر گھسیٹتا ثوبان بیڈ پر حبہ کی جانب چلا آیا تھا۔

"میلا شہزادہ شہزادے نے مما کو مس کیا؟؟۔" حبہ تھوڑا سا خود کو حرکت دیتے ہوئے ثوبان کی طرف جھکی۔ لیکن اس کے اٹھانے سے پہلے ہی حشام ثوبان کو اٹھا چکا تھا۔

"کیا بھی تو کیا فرق پڑتا ہے آپ کو، آپ کو تو مفروضے گڑھنے ہے، خود غرض فیصلے لینے ہیں، کیا فرق پڑتا ہے آپ کو کسی دوسرے کے جذبات سے یا پڑتا بھی ہو گا لیکن ہم باپ بیٹے کے جذبات اور احساسات کی آپ کی نظر میں کوئی وقعت ہی نہیں۔۔" حشام بھرپور بمباری کرتے ہوئے ثوبان کو اٹھا کر بیڈ کی دوسری جانب چلا آیا تھا۔اسکے جائز شکوؤں کی لمبی چوری لسٹ پر حبہ لب چبانے لگی تھی۔

"ویسے میں ہی احمق ہوں میں کیوں آپ سے شکوے کر رہا ہوں، آپ کو گھر چھوڑنا ہے، شہر چھوڑنا ہے یا ملک جو بھی چھوڑنا ہے بصد شوق چھوڑیں، بلکے آپ کو اگر اس سلسلے میں میری کوئی مدد درکار ہے تو آئم ریڈی ٹو ہیلپ یو۔۔" حبہ کی خاموشی پر حشام کا پارہ کچھ اور چڑھا تھا۔

غصہ جائز بھی تھا تین دن سے وہ بے سدھ پڑی کیا حشام کا کم ضبط آزما چکی تھی۔ جو آج بلا تردد جدائی کا فیصلہ کیئے اسے ہجر کی اندھیری کوٹھری میں گمنام کرنے تک کا دل شکن فیصلہ کرنے لگی تھی۔ پہلے وہ زبان سے کہتا تھا لیکن آج دل نے تسلیم کیا تھا کی یہ ڈاکٹر واقعی

بہت ظالم، سفاک، اور بے حس ہے۔

"پلیززز مسٹر حشام ۔۔" حبہ مچل رہے ثوبان کو دیکھ منمنائی۔

"کیا مسٹر حشام ۔۔" حشام اسکی بھیگی ملتجی آواز پر بھنایا۔ ساتھ ثوبان کو اپنا فون نکال کر پکڑایا۔

"بہت سفاک ہیں آپ ڈاکٹر پہلی بار تو مجھے لگا کی مجھے غلط فہمی ہوئی ہے، لیکن آج آپ کی بے اعتباری نے ثابت کر دیا کی واقعی میں آپ کی نظروں میں کوئی انتہا کا نا قابل اعتبار انسان ہوں، آپ کی شخصیت سے جڑے سچ کا انکشاف چند دن پہلے آپ پر ہوا ہے ڈاکٹر اور آپ مجھے گزشتہ چھ سات ماہ سے جانتی ہیں، کیا اتنا بھی نہیں جان سکیں آپ مجھے ؟؟؟؟۔" حشام نے دکھ سے پوچھا۔ حبہ کی اعتباری سے دل کو ٹھیس لگی تھی۔

"باظرف نہ سہی کم از کم اتنے چھوٹے ظرف کا انسان تو نہیں گردانتی آپ مجھے، آپ کی

نظر میں اپنا مقام دیکھ کر آج میں خود شرمندہ ہو گیا ہوں، جس لڑکی کو میں نے اپنوں سے لڑکر اپنے نصیب میں لکھوایا آپ کو لگتا ہے یہ ادنیٰ جواز مجھے کوئی حتمنی قدم اٹھانے پر مجبور کر سکتا ہے، علی ولا کے مکیں اگر میرے مخالف بھی کھڑے ہوتے نہ تب بھی حشام علی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑنے والا تھا، لیکن اس مقام پر تو یہ ساری بحث ہی بے لایعنی ہو جاتی ہے کی ڈاکٹر حبہ کبھی حشام علی کے شانہ بشانہ اسکے ساتھ کھڑی ہی نہیں ہوئی تھی، بلکے کبھی وہ اسکے ہم قدم ہونا ہی نہیں چاہتی تھی، یہ تو میں اور مجھ احمق کی ضد ہے جس نے آپ کو زبردستی خود سے باندھ رکھا ہے۔۔" حشام غم زدہ ٹوٹے لہجے میں حبہ کو بھگو بھگو کر مار رہا تھا۔اور حبہ شرمندگی کے اتھا گہرائیوں میں گرتی جارہی تھی۔

واقعی اس نے زندگی اور رشتوں کی حسین رنگوں سے متعارت کروانے والے اس پیارے سے شخص کا دل دکھایا تھا۔یہ احساس ہی حبہ کا دل پسیج رہا تھا۔

"سسس۔۔سوری مسٹر حشام۔۔۔" حبہ شرمسار سی گھگھیائی۔اس سے پہلے کی حشام کچھ بولتا دھرام کی آواز سے دروازہ کھلا تھا اور ارسلان کی پھٹے ڈھول جیسی آواز کے ساتھ ینگ

جنریشن نے کمرے پر حملہ بولا تھا۔

"واہ! بھئی یہاں معافی تلافی چل رہی ہے، اس کے بعد رولز کے مطابق آنسوں کی جھڑی کے درمیان اقبال جرم مطلب اظہار محبت ہونا تھا پھر یقیناً حسین رومانٹک سین کے امکانات تھے، لیکن ہائے رے نصیب ہماری غیر متوقع آمد نے سب ملیامیٹ کر دیا ویری سیڈ۔۔۔" ارسلان نے افسوس کرنے کے ساتھ کچھ ایسا نقشہ کھینچا تھا کی حبہ حشام اپنی جگہ خفت زدہ ہو کر نظر چرانے لگے تھے۔ البتہ بقیہ تمام وجود زور و شور سے اس بے لگام بندے کو گھورنے میں مصروف تھے۔

"تم اپنی فضول گوئی کی عادت سے باز مت آنا ارسلان۔۔" احان نے اسے گھورا تھا۔

"لو جی اس میں فضول گوئی کہاں ہے نہایت ہی کام کی بات کی ہے میں نے، کیوں جرنلسٹ صاحبہ ؟؟۔" ارسلان نے فوراً مسکراہٹ دبا رہی پرواز کو لپیٹ میں لیا تھا۔ جس پر بیچاری بوکھلا گئی تھی۔

"خیر بہت امپورٹنٹ سوال یاد آیا مجھے ابھی۔" ارسلان پر وازپر نظر خاص کی تاثر چھوڑ کر اسے پزل کر کے بیڈ کی طرف بڑھا۔

"کوئی بد تمیزی نہیں ارسلان ڈاکٹر کی طبیعت ابھی بھی خراب ہے۔۔" حشام نے تنبیہ کیا تھا۔اسے حبہ کے پاس سٹول لیکر ٹکتے دیکھ۔ جس پر ارسلان نے بد مزہ منہ بنایا تھا۔

"نہیں حاشی بھائی آج تو آپ بتا ہی دیں۔۔" ارسلان برے برے منہ بناتا حشام کی طرف متوجہ تھا۔ جس نے بھنویں اچکا کر کیا پوچھا تھا۔

"کیا یار آپ لوگ بھی ان اٹھارویں صدی کے بورنگ کپل کی طرح ڈاکٹر اور مسٹر حشام کے رٹے لگاتے ہیں، یقین کریں دعوا ہے ارسلان کا ہمارے ہیٹلر کے ٹریز دا ابو بھی نہ آپ سے زیادہ رومانٹک ہونگے اس معملہ میں، آج بھی دا ابو کی سمائل دیکھنے لائق ہوتی ہے جب وہ اپنی جنت نشین زوجہ کو یاد فرماتے ہیں، اور ایک آپ ہیں۔۔" ارسلان نے

متاسف نظروں سے دونوں کو دیکھا۔ جس پر دونوں خجل ہوئے تھے۔ باقی سب نے سر پیٹ لیا تھا۔

لیکن نشوہ تو خیر نشوہ تھی ارسلان کو بخشنا تو اس نے کسی حال نہیں تھا۔ اسی لیئے تالی پیٹ کر سب کو متوجہ کرتی ارسلان کو کٹہرے میں کھڑا گئی تھی۔

"لو بھئی کر لو بات اب اعتراض بھی کون بلند کر رہا جو خود اپنی نصف بہتر کو "شیرنی" کہ کر مخاطب کرتا ہے، اور ان کی نصف بہترا نہیں "حاتم طائی ورژن ٹو، اماں کے شریف صاحب جی، مسٹر نان اسٹاپ جیسے خوبصورت ناموں سے یاد فرماتی ہیں۔" نشوہ نے موقعے پر بھانڈا پھوڑا تھا۔

"ہاں! وہ تو ہم ایسے ہی۔۔" ارسلان نے کھسیا کے سر کھجایا۔ جبکہ پرواز نے نشوہ کو گھوری ڈالی تھی۔

"ہو گیا تم لوگوں کا ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا اب جو کرنے آئیں تھے وہ کر لیں۔۔" احان دونوں پر سنجیدہ گھوری ڈالتے ہوئے اپنے پہلو میں کھڑے سنجیدہ سے انور اور دیبا کے ساتھ کھڑی ان کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہی نوری کی طرف اشارہ کیا۔

"بھابھی آج ہم آپ کو علی کے دو اسپیشل افراد سے متعارف کرانے آئیں ہیں، آپ کی ناساز طبیعت کو مدعِ نظر رکھتے ہوئے ابھی اجازت تو نہیں ملی تھی ہائی کمان سے لیکن ہم ڈھیٹ قوم زبردستی ادھر نکل آئیں ہیں۔" دیبا مسکرا کر کہتی نوری کو لیکر حبہ کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ جب نوری اس سے ہاتھ چھڑاتی دور کے بیڈ پر چڑھتے ہوئے حبہ کے گلے لگی تھی۔

"نوری بچے آپ بھی یہاں ہو۔۔" حبہ اسکے والہانہ محبت پر جیسے ہوش میں آئی تھی۔

"دیبا پیا یہ میری ڈاکٹر باجی ہیں، انہیں کسی تعارف کی ضرورت نہیں، کیوں ڈاکٹر

باجی؟؟۔"نوری نے تفاخر سے کہتے ہوئے تائید چاہی۔ جس پر سب کے لب مسکرائے تھے۔ سنجیدہ سے زمین پر نظر ٹکائے انور نے بھی کھنکھتی آواز پر سر اٹھایا تھا۔ اور اسے بچوں کی طرح خوش ہوتا دیکھ ہولے سے مسکرادیا۔

یہ جگہ یہ ماحول اور اتنی ساری محبتیں ابھی انور کیلئے سب ہی ٹولریٹ کرنا بہت زیادہ مشکل تھا۔ کیونکہ وہ ایک جذبات احساسات سے عاری زندگی گزارنے والا چٹانی خول میں بند رہنے والا انسان تھا۔ یہاں سب اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کرتے تھے۔ جس سے اس کی کم گو تنہائی پسند طبیعت بری طرح متاثر ہورہی تھی۔ اپنی عمر کے اٹھائیس سال عام سے بھی عام زندگی گزار آئے انور کو اچانک خاص بہت خاص ہوجانا ہضم نہیں ہورہا تھا۔ وہ سخت کوفت کا شکار تھا۔ علی ولا کے تمام فرد بالخصوص تحسین بیگم اور اکبر علی کی توجہ پر نافہم کیفیت کا شکار انور چھپنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے زندگی میں محبت نہیں دیکھی تھی، محبت کا جواب کس طرح دیا جاتا ہے اس عمل میں وہ بالکل کوڑا تھا۔ لہذا کوشش ہوتی کی وہ دور رہے۔ لیکن علی ولا میں یہ ناممکن تھا۔ ابھی بھی وہ اچھا خاصہ آرام کررہا تھا کی ارسلان اسے گھسیٹ کر یہاں لے آیا تھا۔ اور اب نوری کو دو دن بعد پھر اپنے مقابل دیکھ

وہ جز بز ہوا تھا۔

"جی اپیا کی جان لیکن مکمل تعارف ہونا چاہئے نہ آپ کا تفصیلی یونو؟؟؟۔" پرواز نے آنکھیں گھماتے ہوئے یہاں سے غائب ہونے کیلئے پر تول رہے انور کو دیکھ معنٰی خیز لہجہ اپنایا۔ جس پر سب نے اؤ کیا تھا۔

"اففففف! کہاں پھس گیا، غلطی ہوئی جو اس خبری کو سب بتادیا، یہ تو ساری دنیاں میں خبر نشر کرتی گھوم رہی ہیں۔۔" انور نے پیشانی مسلی۔ پرواز کو اعتماد میں لینے کیلئے اس نے اپنے متعلق پرواز کو پوری معلومات دی تھی۔ یہ بھی کے نیلم نے نوری کی حفاظت کیلئے ان دونوں کا نکاح کرایا ہے۔ جسے وہ ایک مخصوص مدد کے بعد ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

"اچھا؟؟ کچھ ایسا بھی ہے جو اب بھی مجھ سے پوشیدہ ہے۔۔" حبہ نے انور کے بعد ثوبان کو زبان چراتے ہوئے تنگ کر رہی نوری کو دیکھا۔

"جی بھابھی، یہ محترمہ جو آپ کے پہلو میں آپ سے محبتیں بٹور رہی ہیں، دراصل رشتے اور رتبے میں آپ سے بہت بڑی ہیں، اب پوچھیں کیسے؟؟؟۔" نشوہ نپے تلے قدم اٹھاتی بیڈ کے قریب آئی تھی۔ سب کی معنٰی خیز نظریں انور پر تھی۔

"کیسے؟؟؟۔" حبہ نے ایک الجھن بھری نظر ثوبان میں مصروف نوری پھر انور پر ڈالی۔

"وہ ایسے کی یہ محترمہ نوری، در حقیقت نور چوہدری ہیں نیلم بھابھی کی سگی چھوٹی بہن۔۔اور۔۔اور اتنا ہی نہیں، علی ولا کے بڑے صاحب زادے کی۔۔۔۔" نشوہ نے کی کی کو ربر کی طرح کھینچا تھا۔۔

"کی کیا؟؟ بتائیں بھئی کی کیا؟؟؟ کیونکہ پہلے والی حقیقت یہ مجھے اسی دن بتا چکے ہیں۔۔" حبہ تجسس سے سب کی معنٰی خیز مسکراہٹ دیکھ بے چین ہوئی۔

"انور بھائی کی کیوٹ سی منکوحہ ہیں، اس اعتبار سے یہ ہوئی آپ کی جیٹھانی پلس بھابھی

کیونکہ ممانی نے تو آپ کو بچپن میں ہی گود لے لیا تھا۔اس اعتبار سے انور بھائی تو آپ کے بڑے بھائی ہوئے نہ۔۔" نشوہ چہکتی ایک سانس میں بولی۔ جس پر حبہ کا منہ ہی کھل گیا تھا۔اس نے بے یقینی سے پہلے سب کو پھر انور کے بعد گلال ہوئی معصوم سی نوری کو دیکھا۔جو خود سرخ ہو کر نروس ہو رہی تھی۔

"پرواز مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔" انور عجلت میں کہتا وہاں سے نکلا تھا۔سب نے آنکھوں سے پوچھا کیا ہوا۔

"معذرت کے ساتھ آپ کے بڑے بھائی تھوڑے کھسکے ہوئے ہیں، میں ابھی ان کا سکرو ٹائٹ کر کے آتی ہوں۔۔" پرواز نفی میں سر ہلاتی متوقع سوالات کا جواب لبوں پر سجاتی باہر نکلی تھی۔پیچھے حبہ کے نوری سے گلے شکوے شروع ہو گئے تھے۔

"میں نے آپ کو واضح لفظوں اس نکاح کی حقیقت و مقصد سے آگاہ کیا تھا، پھر آپ تصویر

کا آدھا رخ دکھا کر تمام افراد کو گمراہ کس سلسلے میں دے رہی ہیں؟؟؟یقین کریں مجھے ذرا اندازہ نہیں تھا کی آپ جیسی سمجھدار لڑکی ایسی کوئی حماقت کرے گی، وہ بھی اس صورت میں جب آپ اچھی طرح واقف ہیں کی یہ کاغذی رشتہ محض لوگوں کا منہ بند کرنے کے غرض سے قائم کیا گیا تھا، یہ رشتہ سراسر فرضی ہے، پھر اسے تازہ خبر کی طرح ہر طرف نشر کرنے کا کیا مقصد ہوا؟؟؟۔"پرواز کے راہدار میں قدم رکھتے ہی سرد لہجے میں انور پھٹ پڑا تھا۔

"امید تو مجھے آپ سے بھی یہ نہیں تھی انور کی آپ جیسا غیرت کا راگ الاپنے والا بندہ ایسا کچھ سوچ سکتا ہے۔۔"پرواز متاسف لہجے میں بولی۔وہ اسی موقعے کی تلاش میں تھی۔جو آخر کار آج میسر ہو گیا تھا انور کی بدولت۔۔

"یہاں غیرت کہاں سے درمیاں آگئی بات یہاں صحیح اور غلط کی ہو رہی ہے۔۔"انور اسکی بات سمجھ کر بھی انجان ہوا۔۔

"کسی بھی عزت دار مرد کیلئے اس کے نام سے منسوب وجود غیرت کا ہی مسئلہ ہوتا ہے، اور ایک غیرت مند مرد اپنے نکاح میں موجود لڑکی کو کسی اور مرد کے ساتھ منسوب کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، کجا کی اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانا، لیکن آپ۔۔" پرواز چند قدم کا فاصلہ مٹا کر انور کے مقابل چلی آئی تھی۔

"ہر موضوع کو غیرت کا مسئلہ بنانا ضروری نہیں ہوتا ہے پرواز، کچھ چیزیں صحیح اور غلط کے پیمانہ پر تولنا ہوتا ہے۔۔" انور نظر چراتے ہوئے ہوئے بولا۔ لہجے کا کھوکھلا پن اسکے لفظوں کی بھرپور نفی کر رہے تھے۔

"اچھا! چلیں مان لیا آپ کی بات، اب بتائیں اس میں غلط کیا اور کہاں ہے؟؟؟۔" پرواز سینے پر بازو باندھتی ہمہ تن گوش ہوئی۔

"غلط ہی غلط ہے، سب کچھ ہی اس کاغذی رشتے میں غلط ہے، اگر تین سال پہلے نیلم بی بی مجھے مجبور نہ کرتی تو ہرگز میں نے اس نکاح کیلئے رضامندی نہیں دینی تھی، آپ ہم دونوں

کو دیکھیں زمین آسمان کا فرق ہے ہمارے درمیان۔۔۔"انور جھنجھلایا تھا۔اسکی سمجھ نہیں آرہا تھا کی کس طرح وہ پرواز کو اپنی بات سمجھائے۔جبکہ پرواز کا اسکی منطق پر سر پیٹنے کا دل کر رہا تھا۔

"مثلاً؟؟؟؟_"

"کیا مثلاً؟؟؟۔کیا یہ کافی نہیں ہے کی ہمارے درمیاں اچھا خاصہ قابل اعتراض عمر کا فرق ہے،وہ بچی ہیں ابھی،اور میں۔۔سمجھیں آپ یہ رشتہ جز وقتی تھا،جسے جوڑا ہی توڑنے کیلئے گیا تھا،اس کے علاوہ اس کا کوئی مستقبل نہیں ہو سکتا،میں میٹرک پاس یوں بھی ان کے قابل نہیں،نور کی ابھی عمر ہی کیا ہے،میں انہیں اچھی تعلیم دلواؤنگا،انہیں کسی قابل بناؤنگا،اور۔۔"

"اور اپنی زندگی سے کسی غیر ضروری چیز کی طرح باہر نکال پھیکونگا،سہی کہا نہ میں نے؟؟؟۔"کب سے دروازے میں کھڑی ہو کر دونوں کی بحث ملاحظہ کر رہی نوری دل

برداشتہ ہوتی بول اٹھی تھی۔ جس پر دونوں نے جھٹکے سے رخ موڑ کر اپنی پشت پر کھڑی آنسوں بہاتی نوری کو دیکھا تھا۔

نوری انور پر ایک شکوہ کناں نظر ڈال کر اسے شرمندہ کرتی پرواز کے قریب آئی تھی۔ اور اچانک نازل ہوئی بلا اور نوری کے آنسوں کی جھڑی پر انور بے چین ہوا تھا۔

"منو آپیا انہوں نے تو کبھی شکوہ کرنے کا مجھے حق ہی نہیں دیا، لیکن آپ سے مجھے بہت شکایت ہے، جب انہیں اپنی بچھڑی ہوئی فیملی مل گئی تھی تو آپ کو کیا ضرورت تھی نوری کو ان کی خوشیوں پر گرہن بنا کر یہاں لانے کی، سڑنے دیتیں مجھے وہیں حویلی میں، یوں بھی بقول ان کے حویلی میں نوکروں کی پوری فوج ہے میرے لئے، یہ تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے ہیں، آپ کا بہت بہت شکریہ انور آپ نے نور چوہدری پر بہت سے احسان نہیں احسانات کئے ہیں، جسے میں تا عمر نہیں چکا سکتی، لیکن آپ کو اپنی آپی کے دئے ہر وعدے سے آزاد کر کے آپ کی زندگی سے ہمیشہ کیلئے دفع ہو کر آپ کی زندگی ضرور سہل کر سکتی ہوں۔۔" نوری دونوں ہاتھوں سے آنسوں صاف کرتی گلوگیر لہجے میں کہتی

پرواز کے طرف مڑ گئی تھی۔انور کچھ کہنے کیلئے لب وا کرتا واپس بھینچ گیا تھا۔

"منو آپیا آپ پلزز کل صبح مجھے میر پور والی گاڑی پر بیٹھا دیجئے گا۔۔"نوری پرواز کا بازو تھامتی ملتجی انداز میں بولی۔

اس بھری دنیاں میں وہ جس ایک شخص پر اعتبار کرتی تھی جسے دل سے اپنا مانتی تھی۔وہ ہی اسے اپنی زندگی سے بے دخل کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔پھر تو اس لڑکی کا ٹوٹ کر بکھرنا جائز تھا۔

"آپ کہیں نہیں جا رہی ہیں۔۔"انور اس کا بازو کھینچ کر درشت انداز میں بولا۔گزشتہ تین سال سے اس چھوٹی سی لڑکی کی حفاظت کرتا آرہا تھا وہ۔اب اچانک سے اپنے عمل کے درعمل پر نوری کے الفاظ انور کو اندر تک جھنجھوڑ گئے تھے۔

"مجھے اب یہاں نہیں رہنا،بری لگتی ہوں نہ آپ کو نہیں رہتی میں یہاں اب۔۔"نوری

اپنا بازو چھڑاتی بدلحاظی سے بولی۔اسکی تیز آواز پر کمرے سے ارسلان لوگوں کے ساتھ تینوں بیگمات بھی حواس باختہ سی وہاں پہونچ گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے نوری بیٹا۔۔" تحسین بیگم انور کی حد سے زیادہ سرخ آنکھیں اور نوری کا زارو قطار رونا دیکھ پریشانی سے دونوں کے قریب آئی تھیں۔

"آنٹی مجھے واپس حویلی جانا ہے نہیں رہنا مجھے یہاں، معذرت لیکن آپ کا یہ کھڑوس اڑیل بیٹا بہت برا ہے، ہمیشہ مجھے ڈانٹا اور رلاتا رہتا ہے۔۔" تحسین بیگم کا سہارا ملتے ہی نوری کو بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔جہاں انور نے آنکھیں سکیڑ کر اس بلا کو گھورا تھا وہیں پرواز آنکھیں پھاڑے ابھی اتنی بڑی بڑی باتیں کر کے پرواز کے تک حواس منجمد کرنے والی نوری کو دیکھا جواب معصوم بنی سوں سوں کرتی مسلسل تحسین بیگم سے انور کی شکایت لگا رہی تھی۔

"انور کیوں ڈانٹتے رہتے ہو تم میری بہو کو،اور رلاتے بھی ہو۔۔" تحسین بیگم نے دانت

پیس رہے انور کو آنکھیں دکھائی۔۔

"آنٹی بس میں نے نہیں رہنا یہاں، یہ کہتے ہیں میری پڑھائی مکمل ہونے کے بعد یہ مجھے بہت دور بھیج دیں گے۔"انور کو ڈانٹ پڑتا دیکھ نوری نے تحسین بیگم کے کندھے میں منہ چھپائے ایک اور جرم آگے کیا تھا۔

"کوئی نہیں بچے صبح ہونے دیں آپ بس، سب سے انکو کس کے ڈانٹ لگانی ہے میں نے، اویں میری اتنی پیاری بیٹی کو رلا دیا، آپ میرے ساتھ آئیں اس کی باتوں کو دل پر لینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔۔" تحسین بیگم سب کے مسکراہٹ ضبط کرتے چہرے پر ایک نظر ڈالتی نوری کو پچکارتے ہوئے لیکر وہاں سے نکل گئی تھی۔

"اب آپ فرمائیں گے محترم انور اکبر علی کی آپ نے اپنی معصوم سی منکوحہ ہم سب کی معصوم بھابھی جی کو کیوں اتنا سخت قسم کا ہرٹ کیا؟؟؟۔"احان مسکراہٹ ضبط کرتا انور کے قریب آیا۔۔

''کوئی معصوم نہیں ہے محترمہ پوری فلم ہے، فلم۔۔''انور نتھنے پھلا کر کہتا واک آؤٹ کر گیا تھا۔ پیچھے پرواز پراسرار سا مسکرائی تھی۔ کیونکہ یہ پورا سین اسی کا پروڈیوز کیا ہوا تھا انور کا دماغ سیٹ کرنے کیلئے۔ نوری جیسی جھلی کی برین واشنگ کرنے کیلئے اسے بہت محنت کرنی پڑی تھی۔ لیکن تحسین بیگم کی انٹری کہانی میں ٹوسٹ ثابت ہوا تھا۔ یہ بھی شکر کی ان کی غیر متوقع انٹری کو نوری نے کور کر لیا۔۔

''ویسے علی ولا میں روٹھنے منانے کی ہوا چلی ہے معلوم ہوتا ہے، ایس پی صاحب آپ کے طرف بھی موسم ابر آلود ہی معلوم ہوتے ہیں۔۔''ارسلان نے احان کو کندھا مارا۔

''نہیں ہماری طرف معملہ تمہاری سمجھ سے پڑے ہے۔۔''احان نے خود سے کتراتی پھر رہی دیبا کو نظر کے حصار میں لیا۔۔

''کاش! ہماری طرف بھی کوئی معملہ ہوتا لیکن یہاں تو کلین بولڈ ہے سب۔۔''ارسلان

نے پرواز کو دیکھتے ہوئے ٹھنڈی اہ بھری۔۔

"ہے نہ داابو کی عدالت میں تمہاری پیشی، زبردستی ان کے منع کرنے کے باوجود بھابھی کے کمرے میں ریڈ ڈالنے پر، اور یہ نیوز میں نے بریک کی ہے، بھاگو۔۔" نشوہ ارسلان کے سر پر دھماکا کرتی، دیبا اور پرواز کا ہاتھ تھام کر دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں بند ہوئی تھی۔۔

"اس موٹی کا بھلا نہیں ہوگا، اللہ کسی موٹے کو بھیج دے اس کیلیئے پلیزز۔۔۔" ارسلان نے دانت کچکچاتے ہوئے سر اپر کو اٹھا کر صدق دل سے دعا کرتے ہوئے آمین کہا تھا۔

زندگی کے دیئے زخموں کو مندمل کرنے کیلیئے وقت سب سے بڑا مرہم ثابت ہوتا ہے۔ وقت نے علی ولا کے ہر مکیں کی اپنے تیئں امتحان لیا تھا۔ لیکن کڑی آزمائش کے بعد ملے انمول انعام نے برسوں کے زخم پر مرہم رکھ دیئے تھے۔

اپنی ذات سے جڑی اتنی بڑی اور ناقابل قبول حقیقت سے حبہ اندر سے بری طرح ٹوٹ کر بکھر گئی تھی۔ لیکن اپنی ماں کی تعریف اور علی ولا کے ہر فرد کی خاص توجہ نے اسے جوڑ لیا تھا۔ اور اب صحت یاب ہو کر واپس ہسپتال جوائن کر چکی تھی۔ لیکن حشام کی اس سے ناراضگی اب بھی یوں ہی برقرار تھی۔ حبہ کافی کوشش کر چکی تھی۔ لیکن حشام پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا تھا۔

تو دوسری طرف نوری نے بھی مکمل انور کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ بوڈر مار کس سے جیسے تیسے کر کے آخر اس سال اس نے میٹرک کے پرچے نکال ہی لیے تھے۔ اور پرواز اور ارسلان نے جا کر اس کا داخلہ شہر کے بہترین کالج میں کرا دیا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے ناک منہ چڑھاتی پڑھائی چور نوری ارسلان یا احان یا پھر حشام کے ہمراہ کالج جا رہی تھی۔ اور گھر بھی حبہ اور دیبا سے پڑھ رہی تھی۔

لیکن انور کو زرا گھاس نہیں ڈال رہی تھی۔ یوں بھی انور گھاس نہیں کھاتا تھا۔ وہ تو اس نئے

ماحول میں ارجیسٹ کرنے کوشش میں تھا۔ جس میں سب کی مدد سے وہ دھیرے دھیرے کامیاب بھی ہورہا تھا۔ لیکن حقیقت یہ بھی تھی کے وہ نوری سے غافل بالکل نہیں تھا۔ اس کی ہر حرکت پر اسکی نظر تھی۔ لیکن چپ تھا اس چھوٹی آفت کی پریا کے کارنامے دیکھتے ہوئے۔

پرواز کے لاکھ کوشش کے باوجود اسے دوبارہ ہوسٹل شفٹ ہونے نہیں دیا گیا تھا۔ لہذا وہ بھی ارسلان کے شوق جملے اور نظروں کو برداشت کرتے ہوئے علی ولا میں ہی قیام پزیر تھی۔

دیبا اور احان کی گاڑی بھی دوستی کے ٹریک سے اب تھوڑا آگے نکل گئی تھی۔ احان اب کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگا تھا۔ جس سے ہمہ وقت دیبا کی دھڑکن منتشر رہتی تھی۔

اور انہیں سارے جھمیلوں کا بیچ آیا یاسر صاحب کی دوست کی جانب سے نشوہ کا رشتہ گھر

میں ہر بڑے چھوٹے کے زبان پر ذائقے کا کام کر رہا۔ جس سے نشوہ سخت جھنجھلائی ہوئی تھی۔ اور رہی سہی کسر آتے جاتے ارسلان اسے جھیڑ کر نکال رہا تھا۔

ابھی بھی سب حال میں بیٹھے اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ جب بھنائی ہوئی نشوہ پیر پٹختی ہوئی آکر دھپ سے صوفے پر بیٹھی مٹھی بھر بھر کے آلو چپس منہ میں ٹھونستے ہوئے سخت چڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

"کیا ہوا بچے ایسے کیوں کھا رہی ہیں آرام سے کھائیں۔۔" اس کے کھانے کے انداز پر شمیم بیگم نے حیران ہوتے ہوئے ٹوکا تھا۔ اور اس سے پہلے کی نشوہ کچھ کہتی گنگناتے ہوئے ارسلان نے وہاں قدم رنجھا فرمائے تھے۔

" تم غریبوں کے سستے اریجیت سنگ اگر جواب تم نے اپنا پھٹا ڈھول بند نہیں کیا تو یقین کرو گھوڑی چڑھنے کے ارمان دفن کیئے ہی تم نے دفن ہو جانا ہے۔۔" نشوہ ہاتھ میں پکڑی پلیٹ زور سے سامنے ٹیبل پر پٹختی انگلی اٹھا کر پھاڑ کھانے والے انداز میں انگشت شہادت

اٹھا کر بولی۔ لیکن دوسری طرف اثر کون لینے والا تھا۔

دانت دکھا کر دل جلاتا ارسلان محفوظ جگہ پر پہونچ کر واپس بلند آواز میں شروع ہوا۔

سُن سُن موٹی تیرے لیے ایک رشتہ آیا ہے۔
سُن سُن موٹی تیرے لیے ایک رشتہ آیا ہے۔
لڑکا کھاتا پیتا ہے بس قسمت کا کنگلا ہے
قد تو پھر بھی ٹھیک ہی ہے پر قسمت چھوٹی ہے
ہائے بیچارے کی نصیب جو موٹی سنگ پھوٹی ہے۔

ارسلان پوکیٹ میں دونوں ہاتھ پھسائے گلا پھاڑ رہا تھا۔اور نشوہ کے ہاتھ اس کا گلا دبانے کیلئے مچل رہے تھے۔

"ممانی اور پرواز میں آپ دونوں کو بتا رہی ہوں اس لعنتی انسان پر آج فاتحہ پڑھ لیں آپ

لوگ، کیونکہ آج یہ میرے ہاتھوں قتل ہو کر رہے گا۔۔" نشوہ دانت کچکچا کر ہنسی ضبط کرنے میں ہلکان سب پر ایک نظر ڈالتی آستیں چڑھا کر آج یا میں نہیں یا تو نہیں والے انداز میں ارسلان پر جھپٹی جو پہلے چونکنا تھا۔

"موٹی ابھی صرف رشتہ آیا ہے، وہ بھی شائد رشتے والوں کے آنکھ میں کوئی مسئلہ ہے یا ان کا بیٹا سوتیلا ہے جو وہ تمہارے انتخاب کی صورت بدلہ نکالنا چاہ رہے ہیں، ورنہ کون جان کر اپنے جگر کے گوشے کو بلڈوزر کے نیچے پھیکے گا۔۔" ارسلان نشوہ کے وار سے بچتا باز نہیں آیا تھا۔ جبکہ نشوہ نے آج کسی حال اسے نہ بخشنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے سینٹر ٹیبل سے سیب اٹھا کر اس کا نشانہ لیا تھا۔ جو افسوس سے سر ہلا رہے ارسلان کے دائیں آنکھ پر لگا تھا۔ اور بیچارہ اچانک حملے پر بلبلا اٹھا تھا۔

"موٹی میری کیوں آنکھ پھوڑنے کے درپے ہو کونسا میں نے رشتہ ڈالا ہے۔ ارے میں تو اپنی ان آنکھوں کا سہی استعمال کرتے ہوئے تمہیں چڑیا گھر کی شان بنانا چاہتا تھا نجانے وہ آنٹی کیوں تمہیں اپنے گھر کی زینت اور بیٹے کی زندگی کی زحمت بنانا چاہتی ہے۔۔" ارسلان

آنکھ پھڑوانے کے بعد بھی زبان چلانے سے باز نہیں آیا تھا۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں بیٹا زحمت ہوتی کیا چیز ہے۔۔" نشوہ نے دوسرا سیب اٹھا کر نشانہ لیا۔ لیکن اب کے وہ الرٹ تھا سو بچت ہو گئی۔

"والدہ ماجدہ اب جب رشتہ آ ہی گیا ہے خوش قسمتی سے تو اس صحت مند لڑکی کو کچھ گھر داری سکھائیں، اور ساتھ کم کھانے کی ٹپز دیں، ورنہ لڑکے والوں کا دیوالہ نکل جانا ہے اس کا پیٹ بھر بھر کے۔۔" ارسلان کیچ کئے سیب سے بائٹ لیتا بزرگانہ انداز میں بولا۔ آنکھوں کی شرارتی چمک پر تو خدا مہربان تھا۔

"ممانی۔۔۔" نشوہ پیر پٹختی شمیم بیگم کے پاس آئی تھی۔

"دیکھیں بچی کو بھی کتنی فکر ہے اپنے سسرال کی ابھی سے چلی گئی ٹپز لینے۔۔" ارسلان ایک آنکھ دبا کے نشوہ کا سیروں خون جلا گیا تھا۔

"ارسلان بس کر جاؤ۔۔" شمیم بیگم نے آنکھیں دکھائی۔

"کوئی موٹی نہیں ہے ہماری بچی، لڑکیوں کو صحت مند ہونا چاہیئے کہاں اچھی لگتی ہے یہ تنگڑی کباب جیسی لڑکیاں، بدن میں تو جیسے ماس ہی نہیں ہوتا ڈھانچہ ہوتی ہیں پوری، اچھی ہے ہماری نشوہ ہے۔۔" تنزیلہ بیگم نے منہ پھلائے بیٹھی نشوہ کو ساتھ لگایا تھا۔

"اپنا بیر کسے کھٹا لگتا ہے۔۔" ارسلان نے کندھے اچکائے۔

"ویسے موٹی اگر تمہیں اپنی شادی پر ڈیزائنر لہنگا واقعی پہننا ہے تو۔۔۔" اس آگے الفاظ نہیں ہال میں بس ارسلان کی دل خراش چیخیں گونج رہی تھی۔

ہوا کچھ یوں کی سیب کو ہوا اچھالتے ہوئے نشوہ کی حالت کا مزہ لینے کے چکر میں ارسلان صاحب اس پر دھیان نہیں دے پائے تھے اور اچانک نشوہ کی جانب سے ہوئے تابڑ توڑ

حملے پر بلبلا اٹھے، کیونکہ نشوہ میڈم نے صوفے پر کھڑے ہوتے ہوئے ارسلان کے محبوب سلیقے سے سیٹ کئے بالوں پر پورا پانی کا جگ الٹ دیا تھا۔

"جیلس ہاتھی اللہ کرے تمہیں گنجا دولہا ملے، جس کے سر پر گنتی کے تین بال بھی نہ ہو، اور سب تمہیں گنجے سلیم کی بیوی کہہ کر مخاطب کرے۔۔" ارسلان اپنے سر سے چپکے بالوں پر ہاتھ پھیرتا صدمہ سے بددعاؤں پر اتر آیا تھا۔

"منہ بند کرو اپنا مغل کے زمانے کے نائی ورنہ کھڑے میں نے تمہارا گنج کر دینا ہے۔۔" نشوہ نے اس کی بددعاؤں کی لمبی لسٹ پر بے ساختہ جھرجھری لیتے ہوئے بھرپور کے دھمکی دی۔

"واہ! بھئی یاداشت کی داد دینی پڑے گی، مطلب تمہیں میں اب تک یاد ہوں مغلوں کی جنگی ہتھنی۔۔" ارسلان ہاتھ اٹھا کے بولا۔

"ارسلان۔۔۔" نشوہ کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ شمیم بیگم نے سر پیٹا۔

"کیا ارسلان میں کہہ رہا ہوں جو ایک رشتہ آیا ہے اسی پر بسم اللہ کریں، اور اس موٹی کی دفع کریں، اب نہیں برداشت ہوتی یہ مجھ سے۔۔" ارسلان ناک سکیڑ کر کہتا۔ آکر صوفے پر ٹک گیا تھا۔

"ارسلان کس بدتمیزی سے بات کر رہے ہو تم۔۔" تبھی حال میں حبہ اور اپنے ساتھ گھسیٹ لائے رافع کے ساتھ داخل ہوا حشام درشتگی سے ٹوک گیا تھا۔

"بری بات ارسلان۔۔" تحسین بیگم نے بھی اسے شرمندہ کرنا چاہا۔ کیونکہ اس کے مذاق میں ادا کئے لفظوں سے نشوہ کے نین کٹورے نمکین پانیوں سے بھر گئے تھے۔ جو وہاں ارسلان سمیت کسی کو اچھے نہیں لگے تھے خاص کر رافع کو۔۔ یہ بات اور تھی کی یہ ڈرامہ کوئین کی ایک چال تھی ارسلان کی چھترول کروانے کی۔

"ارے میری گول گپا یار نہیں کرتے تمہیں دفع، برا کیوں منا رہی ہو، کڑوروں میں ایک ہی پیس ہے ہماری صحت مند نشوہ ایسے ہی تو کسی کو نہیں سونپ دیں گے، باقاعدہ چھان بین ہو گی۔۔"ارسلان اسے پچکارتا نشوہ کے پاس آیا تھا۔ جس پر نشوہ نے اسکے بازو پر چٹکی مارا تھا۔

"چلو بدلہ تو نکال لیا تم نے لیکن اس پانی کے ٹنکی کی سپلائے بند کرنے کیلئے تمہیں گول گپا کھلاؤں۔۔۔"ارسلان زبردستی نشوہ کو کھینچ کر کھڑا کرتا پرواز کی طرف گھوما۔۔

"آپ بھی آئیں پرواز۔۔"ارسلان کے حکم پر پرواز ثوبان کو پیار کر رہی تھکی تھکی سی حبہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"بہت برے ہو تم۔۔"نشوہ نے ناک سکیڑ کر اسے گھورا۔۔

"پیدا ہی برا ہوا تھا، اس میں میری تو کوئی غلطی ہی نہیں، ساری غلطی تمہاری ممانی اور

ڈاکٹر کی ہے، چلیں بھئی آپ آئیں بھابھی ابھی باہر سے آئیں ہیں سب کے ساتھ ان کا پارسل لے لیں گے۔۔" پرواز کو حبہ کو اصرار کرتا دیکھ دونوں اسے کھینچتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

"کوئی ہل نہیں ہے ان دونوں کا، دھوپ چھاؤں سا ساتھ ہے۔۔" شمیم بیگم باہر سے آتی دونوں کے کھلکھلانے کی آواز پر متاسف لہجے میں بولی۔ جس پر سب مسکرا دئے تھے۔ لیکن رافع اس کے دھوپ چھاؤں سے روپ میں کھویا کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

"کیا ہوا بھئی تم کس خیالی دنیاں کی سیر پر نکلے ہو۔۔" حشام نے رافع کو خود میں ہی گم دیکھ سوال کیا۔

"کک۔۔ کہیں نہیں کہیں بھی تو نہیں۔۔" ہوش میں آتا رافع گڑبڑا یا تھا۔

"نہیں بیٹا کچھ تو ہے اس خود فراموشی کے پیچھے کی ٹھوس وجہ، آفس میں بھی میں نوٹ

کر رہا ہوں، بتا کیا مسئلہ ہے۔۔" حبہ کے ساتھ تمام خواتین کو بھی وہاں سے غائب دیکھ حشام کھل کر میدان میں آیا تھا۔ کیونکہ رافع کا کھویا کھویا انداز وہ کئی دنوں سے نوٹ کر رہا تھا۔

"کچھ نہیں یار مرغی کی ایک ہی ٹانگ پکڑ کے مت بیٹھ جا، اچھا یہ بتا نشوہ کا رشتہ کہاں سے آیا ہے۔۔" رافع نے ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔

"انکل کے دوست کے رشتے دار ہیں کوئی۔۔" حشام پھر کبھی سوچ کر ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔ جس پر رافع کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا۔۔

"تو کیا سب فائنل ہو گیا۔۔" رافع نے بامشکل لہجہ عام سا رکھا تھا۔۔

"نہیں! یار لیکن امید ہے جلد ہو جائے گا، جان پہچان کے لوگ ہیں، پھر چھان بین چل رہی ہے، ارسلان اور پرواز کے رخصتی کا ارادہ ہے اس لیے بھی کوشش یہی ہے کی

معقول رشتہ ہے مناسب رہاتو کر دیں گے کچھ نہ کچھ ،انور بھائی کو بھائی بھی متعارف کرانا ہے، جب تک انہیں بھی گھلنے ملنے کا وقت دیا جا رہا ہے۔۔" حشام نے کف بٹن کھولتے ہوئے تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔ جس پر رافع کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے روانگی لے لی تھی۔

حشام تھکا تھکا سا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ کام سے زیادہ ذہنی تھکن تھی۔ جو حبہ کی طرف سے تھی۔ وہ منتظر تھا اسکی پیش قدمی کی۔ لیکن احمق ڈاکٹر کچھ کر ہی نہیں رہی تھی۔ مطلب بندہ روٹھے کو منانے کی بھونڈی سی کوشش ہی کر لیتا ہے۔ لیکن ظالم ڈاکٹر کو وہ بھی توفیق نہیں ہو رہی تھی۔ جس سے حشام اندر ہی اندر کڑھ رہا تھا۔

علی ولا سے غیر معمولی خاموشی کے ساتھ رخصت ہوئے رافع صاحب نے کم بخت دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تیسرے ہی دن اپنے والدین کی باہمی رضامندی سے یحییٰ صاحب اور مسز یحییٰ کو علی ولا سوالی بنا کر بھیج دیا تھا۔ ان کی غیر متوقع آمد اور اسکے پیچھے کا مقصد

جان کر جہاں سب حیران ہوئے تھے وہیں خوش بھی تھے۔ کیونکہ یاسر صاحب کے دوست والا رشتہ بے شک اچھا تھا لیکن انجان لوگ میں نشوہ جیسی چنچل لڑکی کیلئے ذرا ہچکچا رہے تھے۔ لیکن رافع تو گھر کا بچہ تھا جس کا پورا بچپن علی ولا میں گزرا تھا۔

یحییٰ صاحب دا ابو کے بہت اچھے دوست کے اکلوتے بیٹے تھے۔ جن کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس تھا۔ اور رافع ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ جو احتشام کی موت کے بعد حشام کی مدد کیلئے احتشام کے پارٹنر کے ساتھ اسکی آفس دیکھ رہا تھا۔ حشام کی واپسی کے بعد رافع ریزائن کرنا چاہتا تھا۔ لیکن حشام نے دوستی کا واسطہ دیکر کام سمجھنے تک اسے روک لیا تھا۔ اور اب بہت جلد وہ واپس اپنے والد کا بزنس سنبھالنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

دونوں رشتوں کا موازنہ کرنے پر ہر اعتبار سے رافع کا پلڑا بھاری تھا۔ اور دو دن سوچنے کی مہلت لیکر رافع کو گرین سگنل مل گیا تھا۔ اور آج رافع کی تین افراد پر مشتمل فیملی علی ولا میں ڈنر پر مدعو تھی۔۔

خوشگوار ماحول میں ڈنر کیا گیا تھا۔اور اب اپنی الگ محفل لیکر مشورے کے غرض سے بڑے ہال میں تشریف فرما تھے۔اور نوجوان چاندنی میں نہائے گارڈن میں نکل آئے تھے۔لڑکیاں ایک جانب بیٹھی تھی ان کے مقابل لڑکے جلوہ افروز تھے۔نوری ہمیشہ کی طرح حبہ سے چپک کر بیٹھی ثوبان کو چھیڑ رہی تھی۔اسکے ساتھ بیٹھی دیبا اور پرواز آپس میں مگن تھے۔ہمیشہ ہلا گلا کرنے والی نشوہ اچانک نازل ہوئی صورت حال پر ایسی بوکھلائی تھی کے زبان ہی تالوں سے چپک گئی تھی۔

انور ہمیشہ کی طرح آج بھی خاموش تھا۔ایک ارسلان تھا جو حد سے زیادہ چہک رہا تھا۔رافع بیچارہ یوں بھی پیدائشی مظلوم تھا۔

"کیا یار آپ لوگ سب منہ میں دہی جما کر بیٹھ گئے ہیں، کچھ پھوٹیں،اور موٹی تم تو اب صدمہ سے باہر نکل جاؤ،اب تو وکٹ گر چکی ہے،یوں بھی میری بد دعاؤں نے اثر دکھانا ہی تھا۔۔"ارسلان سب کی خاموشی پر زچ ہوتا آخر میں نشوہ کو چڑانے کیلئے کالر اٹھا کر تفاخر سے بولا۔جس پر نشوہ مٹھیاں بھینچ گئی تھی۔

"اتنا اترانے کی کیا ضرورت ہے نکیل تو اب تمہیں کسنے والے ہیں سب لوگ،، ماشاءاللہ سے بد دعاؤں نے تو ہمارے بھی بہت اثر دکھایا ہے پرواز کی صورت۔۔" دیبا نے پرواز کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے ارسلان کو زبان چڑایا تھا۔

"تمہیں ضرور بولنا ہوتا ہے جعلی ڈاکٹر۔۔" ارسلان سب کے مسکراہٹ دیکھ دانت پیس کر بولا۔

"اور آپ کس خوشی میں اپنے خرگوش جیسے دانتوں کی نمائش کر رہے ہیں شہزادے؟؟؟۔" ارسلان کو اصل آگ اس ڈیڑھ فٹ کے دشمن کے چاندنی میں چمک رہے چاندی جیسے دانتوں کو دیکھ کر لگی تھی۔۔

"تمہاری شکل گھوڑی چڑھنے والی نہیں ہے، پھر بھی تم گھوڑی چڑھنے کا ارادہ رکھتے ہو اس غم میں میرے بیٹے کے دانت نکل رہے ہیں کوئی مسئلہ ہے تمہیں، ہے بھی تو ہمیں خاک

پرواہ نہیں ہے۔۔" حسام اپنے گود میں کھلکھلا رہے ثوبان کی طرفداری کرتا نخوست سے بولا۔ جس پر حبہ نے غور سے ہلکی شیو کی وجہ سے مزید وجیہہ نظر آرہے اپنے روٹھے مجازی خدا کو دیکھا۔ جن کی ناراضگی ہنوز برقرار تھی۔

"بھائی بے عزتی تو نہیں کریں یار اتنی پیاری شکل ہے، کم از کم نشوہ سے تو لاکھ گنا اچھی ہے۔۔" ارسلان اپنے چہرے کو چھوتا منہ بسور کر بولا۔

" بالوں کو سنوارتے ہوئے کبھی فرصت سے آئینہ دیکھ لو کچھ نہیں خوش فہمی ہی دور ہو جائے گی۔۔" نشوہ کہاں ادھار رکھنے والوں میں سے تھی۔ اسکے برجستہ جوابی کاروائی پر سب کا قہقہہ پڑا تھا۔

"اپنے منہ میاں مٹھو۔۔" دیبا نے بھی تائید کی۔

"کہ لو کہ بیٹا میرا ٹائم بھی آرہا ہے، اگر جو میں تم دو چڑیلوں کی لیپا توپی والی ہش ٹیگ

ڈینٹنگ پینٹنگ والی وڈیو بنا کر تمہارے رنگ وروغن کا راز نہ افشاں کیا تو میرا نام بدل دینا۔۔"ارسلان اپنی جگہ کھڑا ہوتا انگلی اٹھا کے بولا۔۔

"بصد شوق، ہم بھی تمہاری سلون والی ویڈیو وائرل کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے۔۔"نشوہ فوراً دل جلانے والی مسکراہٹ کے بعد بولی۔

"بیٹا میں تو سلون ہی گیا تھا تم لوگ شادی پر پوری میک کی ایک پرت چڑھا لیتی ہو ورنہ یہ شکل اور شکر توبہ توبہ۔۔"ارسلان نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔

"ایسے تو نہیں کہیں بھائی اتنی پیاری ہے نشوہ اپیا۔۔"نوری تڑپ کر ٹوک گئی تھی۔اسے اپنے جیسی نشوہ جو بہت پسند تھی۔

"ان چڑیلوں کو چھوڑیں کیوٹ بھابھی جی مجھے تو بس آپ پیاری لگتی ہیں، کیوں انور بھائی ہے نہ ہماری لٹل بھابھی پیاری۔۔"ارسلان شرارت سے کہتے ہوئے اچانک ہی خاموش

بیٹھے انور کو گھسیٹا تھا۔اچانک حملے پر بیچارہ انور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔جس پر سب نے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔

"مم۔۔میرا سر میں درد ہے میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔۔"انور پیشانی مسلتا فوراً سے پہلے وہاں سے روانہ ہوا تھا۔حشام بھی کوئی کال سننے سائیڈ پر چلا گیا تھا۔احان تو یوں بھی موجود نہیں تھا۔

"لو یہ تو شرما گئے۔۔"ارسلان نے اپنا سر کھجایا۔۔

"تم بے شرم ہو تو ضروری ہے کیا پوری دنیاں کا بے شرم ہونا۔۔"نشوہ حیا سے گلال ہوئی نوری کو لئے وہاں سے نکلی تھی۔ساتھ باقی سب بھی نکل گئے تھے۔اب وہاں صرف رافع اور ارسلان بچے تھے۔رافع موقع غنیمت جان کر وہاں سے نکلنے ہی لگا تھا کی ارسلان شریر مسکراہٹ کے ساتھ راہ میں حمائل ہوا۔۔

"اب زرا تفصیل میں جا کر بتائیں رافع صاحب کی یہ سب کیا چکر ہے؟؟؟۔" ارسلان رافع کے گرد چکر کاٹتا بھاری آواز میں استفسار کیا۔۔

"کک۔۔ کیا سب؟؟۔" رافع انجان ہوا۔

"یہی رافع صاحب جو آپ نے شعر کے بول کو حقیقت میں ڈھالا ہے۔ مطلب۔۔۔

لوگ ڈرتے ہیں قاتل کی پرچھائی سے

ہم نے قاتل کے دل میں بھی گھر کر لیا۔

ارسلان کے معنیٰ خیز انداز پر رافع بیچارہ خود کو کوس کر رہ گیا تھا۔

"تت۔۔ تم غلط سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں ہے، یہ رشتہ سراسر مما بابا کی خواہش ہے، ت۔۔ تو تم میرے چکر کاٹنا بند کرو یار اچھے خاصے بندے کا کانفڈینٹ ڈاؤن کر دیتے ہو۔۔" رافع ارسلان کی معنیٰ خیز مسکراہٹ اور محور پر گھومنے سے اچھا خاصہ کنفیوژ ہو گیا تھا۔

"مما بابا کا فرمابردار بچہ آپ کی شکل مبارک تو کوئی اور راز ہی افشاں کر رہی ہے، لیکن خیر ہے ہم آپ کی سعادت مندی پر فل حال ایمان لے آتے ہیں بعد کی خیر ہے۔۔" ارسلان رافع کے کندھے پر ہاتھ رکھتا احسان کرنے کے انداز میں بولا۔

"مہربانی آپ کی جناب۔۔" جان بچی تو لاکھوں پائیں کے مصداق رافع ہاتھ جوڑ کر شکریہ ادا کرتا اندر کی طرف بڑھا تھا۔ اسکے پیچھے ہی ارسلان بھی حال میں داخل ہوا تھا۔

جہاں سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ کیونکہ سب کی باہمی مشاورت سے اگلے مہینے کی تاریخ ارسلان کی شادی اور نشوہ کی منگنی کیلیئے طے پائی تھی۔

\--

\-------------

حشام تھکے تھکے قدم اٹھاتا خراب موڈ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ لیکن سامنے ہی بیڈ پر بیٹھی فریش حبہ اور شہزادے ثوبان نے اسکی طبیعت پر چھائی سستی ہوا کر کے بالکل

تازہ دم کر دیا تھا۔ لیکن وہ بنا منہ کے بگڑے زاویے ٹھیک کئے ہنوز سرد و سپاٹ چہرہ لیے صوفے کی طرف بڑھا تھا۔ جب حبہ پھرتی سے اس تک آئی تھی۔ اور بنا حشام کو سمجھنے کا موقع دیۓ اس کا کورٹ اور بریف کیس لیکر کبرڈ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"یہ کیا مذاق ہے۔۔" حشام نے ماتھے پر بل لیے کبرڈ میں منہ گھسائے کھڑی حبہ کی پشت کو گھورتے ہوئے درشت انداز پوچھا۔

"آپ کے کپڑے۔۔" حبہ ٹراؤز شرٹ لیکر اسکی طرف مڑی تھی۔

"مہربانی لیکن ضرورت نہیں اس احسان کی، میرے ہاتھ پیر الحمدللہ سلامت ہیں، میں یہ کر سکتا ہوں۔۔" حشام گلابی دوپٹے کے حالے میں مقید من موہنے چہرے پر پھسل رہی نظروں کو ملامت کرا کھڑا انداز میں بولا۔ ساتھ خود واڈروب کی طرف بڑھ گیا۔

"مسٹر حشام کیا ہو گیا ہے اب میں نے نکال دیا ہے نہ۔۔" حبہ اسکے لہجے پر روہانسی ہوئی۔ کتنی مشکل سے یہ حل نکالا تھا۔ لیکن وہ اس پر بھی رضامند نہیں تھا۔

"کچھ نہیں ہوا، میں اپنے کام خود کر سکتا ہوں، مجھے کسی کی نوازشوں کی نا ضرورت ہے نہ ہی عادت لگانی ہے۔۔" حشام کہنے کے ساتھ واش روم میں بند ہوا تھا۔ اگر دو سیکنڈ وہاں رک کر ڈاکٹر کی آنسوں سے بھرے نین کٹوروں میں جھانک لیتا تو ساری ناراضگی کی جھاگ کی طرح بیٹھ جانی تھی۔ لیکن ابھی اسے اس ظالم ڈاکٹر کو سبق سکھانا تھا۔ دل کے بلبلانے پر کان دھرتا تو ڈاکٹر کو شے مل جانی تھی۔۔

کن لفظوں میں کروں بیاں اہمیت تیری
کے بن تیرے ہم اکثر نامکمل رہتے ہیں۔۔

بند دروازے کو دیکھتے ہوئے حشام کی بے رخی پر دو آنسوں ٹوٹ کر دوپٹہ میں جزب ہوا تھا۔ وہ ضد پر اڑی روبرو آج حشام کے بدلے رویے اور اپنی کوتاہیوں کا حساب دینے وہیں

کھڑی رہی تھی۔ دس سے پندرہ منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد حشام بال رگڑتا واش روم سے برآمد ہوا تھا۔ حبہ کو مکمل نظرانداز کرتا ڈریسنگ مرر کے مقابل جا کھڑا ہوا تھا۔ یہ اور بات تھی کے دھیان کے تمام تر دھاگے اسی وجود سے الجھے تھے۔ جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسکے پشت پر آکھڑی ہوئی تھی۔

"مسٹر حشام کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟؟۔ میں نے کچھ جان بوجھ کر نہیں کیا مانتی ہوں آپ کو اور ہمارے درمیان موجود رشتے کو میں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا، بہت سی کوتاہیاں سرزدہ ہوئی ہے مجھ سے، جس پر میں شرمندہ ہوں آپ کا دل بھی کئی بار دکھایا ہے اس پر بھی پیشماں ہوں، لیکن اس طرح کا رویہ اپنا کر آپ میرے گزشتہ رویوں کا احتساب کر رہے ہیں کیا؟؟۔" حبہ سرعت سے آنسوں پوچھتے سراپا سوال بنی۔۔ حشام اسکے بھیگے لہجے پر لب بھینچے رخ موڑے کھڑا تھا۔

مقابل کو ہنوز بے نیاز دیکھ حبہ دل برداشتہ ہوتی وضاحت دینے لگی تھی۔۔

"اس دن ہسپتال سے نکلتے ہوئے میں ہمارے درمیاں موجود ساری کشید گیاں ختم کرنے کیلئے مال گئی تھی، سوچا تھا بالکل آپ کے سٹائل میں اپنی کوتاہیوں کا مداوا کرونگی، لیکن اچانک مجھے آشیانہ سے کال آگئی کی وہاں کی سینئر میڈم ہوسپٹلائز ہیں اور مجھے سے ضروری بات کرنا چاہتی ہیں، میں جب تک آشیانے میں تھی مدر نے مجھے بہت سپورٹ کیا تھا۔انکی ناساز طبیعت کا سن کر میں بے چین ہوگئی تھی، لیکن مدر کے انکشاف نے تو میری دنیاں ہی الٹ دیا تھا،ان کا کہنا تھا کی میں ایک غنڈے کی بیٹی ہوں، تین دن کی حبہ کو میری مرتی ہوئی ماں نے انہیں سونپتے ہوئے قسم دی تھی کے وہ کبھی مجھ پر اس حقیقت کو آشکار نہ ہونے دیں ورنہ میرا جینا شائد دوبھر ہوجائے گا،اب بتائیں اپنی ذات سے جڑی بھیانک انکشاف کے بعد کیا میرا وہ سب کہنا غلط تھا، وہ بھی اس صورت جب میرے نام نہاد باپ کی وجہ سے آپ کی فیملی نے اتنا کچھ برداشت کیا انور بھائی کی تو لائف ہی سپوئل ہوگئی۔۔" حبہ کے درد سے لبریز لفظوں پر حشام مزید کٹھورپن کا یہ بھونڈا ناٹک جاری نہیں رکھ پایا تھا۔ تبھی رخ موڑ کر اسے خود سے لپٹا گیا تھا۔اور مہربان کا مسیحا کندھا دستیاب ہوتے ہی حبہ اپنے اندر کا جمع غبار نکالنے لگی تھی۔ حشام بالکل خاموش کھڑا آج آخری بار اسے آنسوں بہانے کی اجازت دے رہا تھا۔

"ڈاکٹر آپ کی رگوں میں کس کا خون دوڑتا ہے اس سے نہ مجھے فرق پڑتا ہے نہ میری فیملی کو، آپ بس اتنا یاد رکھیں کی آپ میرے وجود سے بنی ہیں میرے وجود کا حصہ ہیں، اس لیئے میں چاہتا ہوں کی آپ آیندہ کبھی اس کہانی کو دوبارہ نہ دہرائیں۔۔۔" حشام اسے خود سے الگ کرتا نرمی سے آنسوں صاف کر کے حکمہ انداز میں بولا تھا۔

"اب آپ مجھ سے ناراض تو نہیں۔۔" حشام کے نرم لب و لہجے پر حبہ نے جھٹ کام کی بات کی تھی۔اس کی چالاکی پر حشام زبردست گھوری ڈالتے ہوئے اسے مکمل آزاد کر گیا تھا۔

"جی نہیں، آپ کی بات سے میں واقعی ہرٹ ہوا ہوں، یہ ساری باتیں اپنی جگہ ناراضگی اپنی جگہ۔۔" حشام واپس بے رخی کے خول میں سمٹ گیا تھا۔ جس پر حبہ کی پریشانی عود آئی تھی۔۔

"مسٹر حشام میں سوری تو کر رہی ہوں نہ۔۔" حبہ منمنائی۔

اتنا تو اختیار دے مجھے کی

میں تیرا "اعتبار" بن جاؤں

"آپ کو سوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر، کیونکہ میں آپ کو شرمندہ کرنا ہی نہیں چاہتا، میں بس آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کی اب ہمارا رشتہ ایک ایسے مقام پر کھڑا ہے جہاں پیش قدمی آپ کو کرنی ہے، میں اپنی منشا پر زبردستی اس رشتے کو یہاں تک تو گھسیٹ لایا ہوں، لیکن یہاں سے آگے زبردستی نہیں دلی رضامندی ضروری ہے، اب جو بھی ہو گا آپ کی دلی رضامندی سے ہو گا، کیونکہ رشتے زور زبردستی سے نہیں نبھائے جاتے دل سے محبت سے نبھائے جاتے ہیں، ہمارے مستقبل کا سفر ہمیں ایک دوسرے کے ہمراہ طے کرنا ہے، آپ وقت لیکر سوچ لیں ارسلان لوگوں کی شادی تک کا وقت ہے آپ کے پاس۔۔" حشام نے ٹھہر ٹھہر کے لفظوں کو تولتے ہوئے بات مکمل کی تھی۔ اور اس کے

لفظوں میں معنیٰ سمجھ حبہ کے کی دھڑکن منتشر ہوئی تھی۔

"میں شہزادے کو لیکر باہر جا رہا ہوں، آپ ایزی ہو جائیں، ریلیکس ہو کر سوچیں اس دوران میں آپ کو بالکل بھی پریشان نہیں کرونگا۔" حشام ایک نرم نظر حبہ کے جھکے سر پر ڈالتا ثوبان کو لیکر نکل گیا تھا۔

حبہ کی باتوں سے بے شک دل دکھا تھا۔ لیکن خود کو حبہ کی جگہ رکھ کر سوچنے پر اسے حبہ کا ردعمل اپنی جگہ بالکل درست لگا تھا۔ تبھی وہ حبہ کو مخصوص وقت دے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"اللہ۔" حبہ چار سو بیس کی رفتار سے دھڑک رہے دل کو تھامتی صوفے پر ڈھے گئی تھی۔ جس کی شوخ نظریں حبہ کی ہتھیلیاں نم کر جاتی تھی۔ اس کے ساتھ مستقبل کا سفر۔ تصور کر کے کان کے لو تک سرخ ہوتی جھرجھری لیکر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

جیسے جیسے شادی کے دن قریب آرہے تھے۔ علی ولا میں رنگ و محفل کا خوبصورت سماں بندھتا جارہا تھا۔ کچھ قریبی رشتے داروں نے ہفتہ پہلے شرکت کر کے گھر کی رونق میں چار چاند لگا دیا تھا۔

شادی کے دن قریب آرہے تھے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ شادی کی تیاریاں اور زور پر پکڑ رہی تھی۔ خواتین کے تقریباً روز ہی بازار کے چکر لگ رہے تھے۔ جن کے ساتھ لڑکیاں بھی جارہی تھی۔ پرواز کو نور بانو کچھ دن ساتھ رکھنے کے غرض سے میرپور لے گئی تھیں۔ اسے اب مایوں کے فنکشن کے پہلے ہی آنا تھا۔ نوری یہیں تھیں اسکی تو یوں بھی پڑھائی کے نام سے جان جاتی تھی اس لیئے تقریباً روز ہی کسی نہ کسی کے ساتھ شوپنگ پر نکل رہی تھی۔

آج بھی تحسین بیگم اور شمیم بیگم کے ہمراہ نوری اور دیبا صبح کے نکلے شام ڈھلے لوٹے تھے ۔ تھکن سے برا حال تھا ٹھنڈا گرم لیکر سب شوپنگ پھیلا کر وہیں ہال میں پر قالین بیٹھ

گئے تھے۔

"ڈاکٹر باجی میرا والا لہنگا دیکھیں نہ کتنا پیارا ہے۔۔"نوری سارے کپڑے ہٹا کر اپنا لائٹ پنک اینڈ سکائی بلیو امتزاج کا لہنگا خوشی سے حبہ کے سامنے پھیلا کر اب تائید کی منتظر سب کو دیکھ رہی تھی۔۔

"بہت پیارا ہے اور تم پر اور بھی پیارا لگے گا۔۔"حبہ اس کا گال چھو کر بولی۔

"پتا ہے میں نے بس ایک نظر میں پسند کر لیا تھا۔۔"نوری دوپٹہ خود پر پھیلاتی مزید چہکی۔جب تین دن بعد ہونے والے مایوں کے فنکشن کے انتظامات دیکھ کر انور وہیں چلا آیا تھا۔

"آپ پچھلے ڈیڑھ ہفتے سے مسلسل اپنے کالج سے غیر حاضر ہیں جان سکتا ہوں کیوں؟؟؟۔۔"اس دن کی تلخ کلامی کے بعد آج انور نے برائے راست ماتھے پر بل سجائے

نوری کو مخاطب کیا تھا۔ جس پر بیچاری کا منہ بن گیا تھا۔

''آپ کے کالج سے فون آیا تھا، کل آپ صبح نو بجے مجھے تیار جیپ کے پاس نظر آئیں۔۔''اسے منہ بسورتا دیکھ انور نے سرد آواز میں حکم صادر کیا تھا۔ جس پر نوری نے مسکین شکل بنا کر مدد طلب نظروں اپنے ارد گرد مسکراہٹ ضبط کر رہے اپنے حمایتیوں کو دیکھا۔

''انہیں دیکھنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ پڑھائی کے معمالے میں میں آپ کو کسی بھی قسم کی رعایت دینے کے حق میں بالکل نہیں ہوں، اور نہ ہی کسی اور کو اس کی اجازت دونگا۔۔''انور اس ڈرامہ کوئین کی کیوٹ سی شکل سے ذرا متاثر نہیں ہوا تھا۔

''لیکن پرسوں تو مایوں ہیں، میں کالج جاتی اچھی لگونگی۔۔۔''مقابل کے رعب اور مسیحاؤں کی خاموشی پر نوری نے خود ہی دبو سا احتجاج بلند کیا تھا۔ جس پر انور نے آنکھیں سکیری۔۔

"مایوں کی تقریب رات ہونے والی ہے، اور جہاں تک مجھے علم ہے دلہن یا تقریب کی ذمہ دار آپ نہیں ہیں تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔۔" انور اس کا جواز چٹکیوں میں اڑاتا طنز کر گیا تھا۔ لیکن نشوہ کے ہوتے اپنے لفظوں میں خود پھس گیا تھا۔

"آپ چاہیں تو دلہن یہ بھی ہو سکتی ہے انور بھائی، اس میں بھی کوئی مسئلہ یا مضائقہ نہیں ہے۔۔" نشوہ لب دانتوں تلے دبا کر معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کے بولی۔۔

"یہ پہلے اپنی عمر کی ہو جائیں یہی بہت ہے۔۔" انور ثوبان کو زبان چڑا رہی نوری کو متاسف نظروں سے دیکھتا آگے بڑھا تھا۔

"اور رہاں کل اگر آپ مجھے تیار نہیں ملی تو جس حالت میں رہیں گی ویسے ہی لیجاؤ نگا، پھر جس ہائی کورٹ میں میرا مقدمہ لیکر جانا ہے شوق سے جائیے، کیونکہ کالج تو آپ ہر حال جا رہی ہیں۔۔" انور نے پلٹ کر دھمکایا تھا۔

''کھڑوس، اڑیل، سڑو آدمی ہر وقت رعب ڈالتا رہتا ہے۔۔''نوری انور کی چوڑی پشت گھورتی برے برے منہ بنانے کے ساتھ مہذب القابات سے بھی نواز گئی تھی۔اور بے دھیانی میں اسکی بلند سر گوشی سے سب کے کان فیض یاب ہوئے تھے۔جس پر ہال میں زندگی سے قہقہوں کا طوفان امڈ آیا تھا۔

''سوری آنٹی لیکن آپ نے دیکھا نہ کیسے رعب ڈال کر گئے ہیں، آپ ہی بتائیں جس کے گھر شادی ہو وہ کالج جاتا ہے کیا، عجیب منطق ہے ان کی اصل تو انہیں بس دھونس جما کر لوگوں کو ڈرانا ہوتا ہے۔۔''نوری تحسین بیگم سے معذرت کرتی اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگی تھی۔

''بیٹا لیکن پڑھائی تو ضروری ہے نہ، آپ پھر اتنے دن سے غیر حاضر ہیں، کوئی نہیں دو دن جائیں مایوں والے دن نہیں جایئے گا۔۔'' تحسین بیگم اس کا سوجا منہ دیکھ پچکارتے ہوئے بولی۔۔

"حبہ آپ کب جارہی ہیں شوپنگ کیلئے ؟؟۔"اچانک تنزیلہ بیگم نے حبہ کو مخاطب کیا تھا۔

"جی مایوں والا تو دیبا لوگ لے آئیں میں کسی دن جاکر ولیمہ کا جوڑا لے آؤنگی، یوں بھی اسکی ضرورت ہے نہیں شادی کے کئی جوڑے ہیں میرے پاس۔۔"حبہ شوپنگ کو الٹ پلٹ کے دیکھتی بوجھل دل کے ساتھ بولی۔وہ حشام کی منتظر تھی۔لیکن وہ تھا کی اس پر دھیان ہی نہیں دے رہا تھا۔

"ایسے کیسے کل ہی جاکر حشام کے ساتھ شوپنگ کر آئیں ایک تو یہ لڑکا بھی اللہ جانے کہاں ہوتا ہے، گھر نظر ہی نہیں آتا۔آئے آج وہ گھر ذرا پوچھتی ہوں اسے۔۔"تنزیلہ بیگم کو اچانک حشام پر تپ چڑھی تھی۔جو آج کل گھر کم ہی پایا جارہا تھا۔حبہ مبہم سا مسکراتی ثوبان کو لیکر اپر چلی گئی تھی۔دیبا بھی اپنے شوپنگ.بیگس ملازمہ کی مدد سے اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"دیکھ منو میں ایک بار پھر تجھے طریقے سے سمجھا رہی ہوں، خبردار جو وہاں جا کر تو نے میری ناک کٹائی، سلیقے سے رہنا جیسے لڑکیاں رہتی ہے، اور خدا کا واسطہ چھوڑ دے اپنے یہ مردمار کام۔۔"نور بانو پچھلے کئی دن سے پرواز کو "سسرال میں زندگی" عنوان پر باضابطہ کلاسیز دے رہی تھی۔اسے اپنے کیمرے کا الٹ پلٹ کر معائنہ کرتا دیکھ جھلا کے ہاتھ جوڑ گئی تھی۔۔

"کیا ہے اماں؟؟ کیوں ہر وقت تو میرے کام کے پیچھے پڑی ہوتی ہے، شوق ہے میرا یہ، نہیں چھوڑ سکتی اسے میں، ویسے بھی وہاں سب کو میری صلاحیتوں پر فخر ہے، سچے قدرداں ہے وہ لوگ تیری طرح رات دن طعنہ نہیں مارتے۔۔"منتہیٰ کیمرہ سائیڈ چارپائی پر رکھتی منہ بسور کر بولی۔

"واہ! بیٹا آفرین ہے اگر جوان لوگوں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمہیں سراہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہو گیا کے تم پھیلا کر ہی بیٹھ جاؤ اور گھرداری پر فاتحہ پڑھ لو۔۔۔"نوری

بانو بیٹی کی طنز پر تپ کے بولیں۔۔

"اماں کیا گھر داری گھر داری لگا رکھی ہے یار، نوکری کرنا وہ بھی جرنلسٹ کی کوئی آسان کام نہیں ہوتا، اور اطلاع کیلیئے عرض ہے چولہا پھوکنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے کیمرہ پکڑنا۔۔" منتہٰی ماں کے چڑنے پر بدمزہ ہوئی۔

"دیکھ منواب میں نے جوتی اتار لینی ہے، لڑکی کو لڑکی بن کر رہنا ہوتا ہے، اس لیے جو جو میں نے تجھے سکھایا ہے ان پر تجھے سختی سے عمل آوری بھی کرنی ہے، یہ نہیں کی نوکر ہے تو نکل گئے گھر سے اس موئے کیمرے کو گلے میں لٹکائے مٹر گشت کرنے۔۔" نور بانو اسکی بیزارگی پر مزید سیخ پا ہوئی تھی۔

"اماں نہ کر یار نہیں میں تجھے کوئی پھوہڑ لڑکی نظر آتی ہوں جو تو مجھے دو ہفتے سے یہی ایک سبق رٹا رہی ہے۔۔" منتہٰی بھی زچ ہوئی تھی۔

"بیٹا سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ ماشاءاللہ سے میں بہت اچھے سے واقف ہوں کی میری بیٹی آعلیٰ درجے کی پھوہڑ ہے۔۔"نوری بانو بنا لحاظ کئے بولیں۔۔

"تو ٹھیک ہے پھر ایسا کر تو اپنے چودہ نقات لکھوا لے مجھ سے، میں روز صبح اسکے رٹے لگاؤں گی تا کے تیری لمبی ناک کی لمبائی میں کوئی کمی نہ آئے، حد ہے ماں ہو کر بھگو بھگو کر مار ہی ہیں، بندہ کوئی لحاظ ہی کر لیتا ہے شادی ہونے والی ہے میری۔۔"منتہیٰ اتنی عزت افزائی پر بلبلاتی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔

"میں وہی تمہیں احساس دلانے کی کوشش کر رہی ہوں کی شادی ہونے والی ہے اب تمہاری، نکاح ہو چکا سات آٹھ مہینے پہلے لیکن تمہیں کوئی احساس ہی نہیں۔۔"نور بانو کہاں حساب رکھنے والی تھی۔۔

"یہی تو اصل غم ہے کی یہ نکاح کا پھندا گلے میں پڑا ہی کیوں، شادی نہ ہوئی سزا ہو گئی، اس سے تو بہتر تھا کی میں اس شیدے کا منہ سجا کر اس دن بھاگ جاتی کم از

کم۔اماں!!!!!۔۔۔"منتہٰی کی دہائیوں پر بریک نور بانو کی ہوائی چپل نے لگایا تھا۔

"خبردار جواب کچھ فضول بکا تو،انور آج حویلی زمینوں کا کچھ معملہ دیکھنے آیا ہے،ہم بھی تیار رہیں کل تو جانا ہی ہے بہتر ہے آج رات ہی نکل جائیں،میرے اصرار پر اس نیک بچے نے وہاں الگ رہائش کا انتظام بھی کیا ہے،اب اچھا تھوڑی لگتا ہے کی شادی کا کل خرچہ بھی وہ بھلے لوگ اٹھائیں اور ہم بھی انہیں پر جا کر مسلط ہو جائیں۔۔"نوری بانو نے کمر سہلا رہی منتہٰی کو تفصیل سے آگاہ کیا۔۔

"سب نیک ہے اماں تیری نظر میں بس ایک تیری اپنی اولاد ہی ابلیس کی شاگرد ہے۔۔"منتہٰی کی فراٹے بھرتی زبان نے اسے دوبارہ نور بانو کی چپل سے ہم کلام کرا دیا تھا۔جس پر وہ بھناتی اندر کمرے میں غائب ہو گئی تھی۔

"ہیں!یہ کیا ہے اور یہاں کیوں ہے؟؟؟۔"دیبا نے اچنبھے سے اپنے بیڈ پر رکھے لمبے سے

باکس کو دیکھا۔۔

"خیر یہ رکھ آؤں پھر دیکھتی ہوں کیا ہے۔۔" دیبا ہاتھ میں پکڑا پریسڈ مایوں کا جوڑا اٹھائے کبرڈ کی طرف بڑھی تھی۔ وہاں اپنا لہنگا اور احان کی شلوار قمیض ہینگ کرنے لگی۔ تب تک احان بھی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس واش روم سے نکل آیا تھا۔

"یہ آپ لائیں ہیں حان ؟؟؟" دیبا نے باکس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"جی! تھانے سے واپسی پر بوتیک طرف سے گزرنا ہوا تھا، ڈسپلئے پر یہ نظر آ گیا اور اس میں مجھے آپ نظر آ گئیں تو بس پھر بنا وقت کا ضیائع کئے اسے اپنی حراست میں لے لیا۔۔" احان باکس اٹھا کر کبرڈ کے پاس آنکھوں میں اشتیاق لیئے باکس کو دیکھ رہی دیبا کے قریب آتا متبسم لہجے میں بولا۔

"اچھا تھانیدار صاحب تو اب یہ بھی آپ ہی بتادیں اس میں کیا ہے ؟؟۔۔۔" دیبا سینے پر بازو فولڈ کرتی آنکھوں میں چمک لئے بولی۔

"جو حکم مسز تھانیدار۔۔۔" احان نے ذرا سا سر کو خم دیا۔اس کے انداز پر دیبا دلکشی سے مسکرائی۔۔

"اس باکس میں ہے ایک نفیس سی، خوبصورت سی ساڑی ہے، جس کی قدر و قیمت پڑ سوں پہن کر بڑھادیں گی۔۔" احان باکس دیبا کے طرف بڑھاتے ہوئے نثار ہوتے انداز میں بولا۔

"واٹ ! ساڑی؟؟؟۔" تحیر سے دیبا کی آنکھ کھلی تھی۔ساتھ اپنا فیئر ویل یاد آیا تھا۔جب وہ اپنی فرینڈز کے زور دینے پر ساڑی پہن کر گئی تھی،اور اسٹیج پر گرتے گرتے بچی تھی۔۔

"مم۔۔میں نہیں لے رہی یہ بیہودہ لباس سوری لیکن آپ اسے واپس کر دیں۔۔" دیبا

نے ساڑی کے ساتھ ہوا برا تجربہ یاد کر جھرجھری لی تھی۔۔

"کم آن دیبا یار کوئی بیہودہ نہیں ہے، میں نے اسکی نفاست دیکھ کر ہی اسے خریدا ہے آپ کیلیئے، تری بائی فور سلیوز ہیں، ہاف کالر نیک ہیں، اینڈ نیٹ تو بالکل بھی نہیں ہے، پھر آپ کو لگتا ہے کوئی بیہودہ آوٹ فٹ میں آپ کو دونگا پہننے کیلیئے وہ بھی فیملی فنکشن میں، کم آن یار آپ میری عزت ہیں، عزت کو ہم اس طرح تھالی میں نہیں سجاتے۔۔" احان دیبا کے صاف انکار پر قائل کرنے کے غرض سے وضاحت دینے لگا تھا۔

"حان! حان ایسی کوئی بات ہے نہیں، مم۔۔ میرے کہنے کا مطلب مجھ سے نہیں سنبھلے گی، آپ سمجھیں نہ بتایا تھا نہ فیئرول والے دن اسٹیج پر گرتے گرتے بچت ہو گئی تھی۔۔" دیبا منہ بسور کر کہتی لائٹ آف کر کے بیڈ پر جا بیٹھی تھی۔۔

"دیبا یار یہ تو کوئی جواز نہیں ہوا، پھر آپ تھوڑی پہنیں گی بیوٹیشن آپ کو پہنا دینگی، اور مجھے یقین ہے آپ کیری کر لیں گی۔۔" احان بیڈ پر اسکے قریب چلا آیا تھا۔ دل کی عجیب

ہی ضد تھی دیبا کو اس ساڑی میں دیکھنے کی جسے وہ تین دن بعد ولیمے کے فنکشن میں پوری کرنا چاہ رہا تھا۔

"احان یہ اکیلے مجھ سے کیری نہیں ہو گا۔۔" احان کے اصرار پر دیبا نے نیم رضامندی ظاہر کی۔

"اب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا حان کی جان کی اپنی خواہش کیلئے پورے فنکشن میں میں آپ کو اٹھائے گھوموں گا، کیونکہ نہ آپ مجھے ایسا کرنے دیں گی، نہ یہ ہمارے بیسٹ فرینڈ والے کپل پر سوٹ کرے گا، یو نو یہ رومانٹک کپلز کے چونچلے ہوتے ہیں، اور ہمارے طرف تو۔۔" بات ادھوری چھوڑتے ہوئے احان نے ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کی تھی۔ اسکی معنیٰ خیز نظروں سے دیبا بیچاری بری طرف نروس ہوئی تھی۔۔

"آ۔ آپ جائیں۔۔ کل مایوں ہے ہمیں جلدی جاگنا ہے۔۔" دیبا ڈھول کی طرح بج رہے دھڑکنوں پر قابو پاتی بامشکل بولی۔ کیونکہ احان کی شوخ نظریں آج کوئی اور ہی داستان سنانا

چاہ رہی تھی۔ جس سے دیبا کی ہتھیلیاں نم ہوئی تھی۔

"واقعی چلا جاؤں ؟؟؟۔" احان نے تھوڑا قریب ہو کر گمبھیر سر گوشی کی۔ جس پر دیبا کا تنفسی نظام متاثر ہوا تھا۔

اچانک ہی کمرے کی آب و ہوا میں پر فسوں ہوا تھا۔ کمرے کی فضا مترنم ہوئی ان کہی معصوم محبت کی داستاں گنگنانے لگی تھی، اس پر دیبا کو خود سے بیگانہ ہونے کی تلقین کرتی احان کی خمار آلود نظریں۔ طلسمی ماحول میں جکڑی بے بس دیبا کچھ کہنے کی خواہش میں گلابی لب پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی۔ احان کیلئے دل میں دوستی سے کچھ بہت زیادہ ان چھوا ساوہ بہت پہلے محسوس کر گئی تھی، اس کی پر شوخ نظروں پر دل کی بدلتی تال بھی باخوبی محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اظہار کی ہمت آج شادی کے چھ ماہ بعد بھی مفقود تھی۔

"کچھ پوچھا ہے دیبا کیا آپ میرے لیئے دوستی سے ہٹ کر جذبات رکھتی ہیں یا اب بھی ہم دوست ہی ہیں ؟؟! اگر ہاں تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں، محبت روح سے ہوتی ہے میں

منتظر رہو نگا۔۔ "لفظوں میں اظہار کے خواہش منداحان نے بڑی صفائی سے عارض پر سجدہ ریز گھنی پلکوں کی، پھڑ پھڑاتے پنکھڑی جیسے گلابی لبوں کی، گلال رخسار اور بے داغ پیشانی پر سجے ننھے شبنمی بوندوں کے اظہار کو نظرانداز کیا تھا۔

"آرام کریں آپ۔۔ "احان سنجید گی سے کہتا اٹھنے لگا تھا۔جب دیبا نے بے ساختہ احان بازو تھاما تھا۔۔

"حان ایسا نہیں ہے، آپ جانتے ہیں میں ہمیشہ سے آپ کے سب زیادہ قریب رہی ہوں، اپنی ہر الجھن آپ سے شیئر کی ہے، اب بھی کرنا چاہ رہی ہوں بٹ آپ سمجھیں نہ مجھ سے نہیں ہو گا یہ۔۔ "دیبا اس کا بازو تھامے نظر جھکا کر مجرموں کی طرح بولی۔اس کی اظہار کے اس انوکھے مگر حسین انداز میں احان کے لب بے ساختہ مسکرائے تھے۔ لیکن وہ اسے ستانے کے غرض مسکراہٹ ضبط کرتا قدرے رعب دار انداز میں گو یا ہوا۔

"مسز احان آپ، آپ کی مسٹر احان سے محبت کو الجھن کا نام دے رہی ہیں، بہت مایوسی

ہوئی ہے ہمیں آپ کے لفظوں سے۔۔" اگر دیبا کا سر جھکا نہ ہوتا تو وہ احان کی شرارتی انکھیں ضرور پڑھ لیتی۔ لیکن ابھی تو احان کے الٹا منطق پر جان پر بن آئی تھی۔۔

"ایسا نہیں ہے حان میں نے ایسا تو بالکل نہیں کہا۔۔" دیبا اس کی ناراضگی کے جان لیوا تصور کے زیر اثر اس کا بازو چھوڑ کمر کے گرد بازوں کا مظبوط حصار باندھ گئ تھی۔۔ جس پر احان بھی بے خود ہوتا اس کے اپنی گرفت مظبوط سے مظبوط تر کر گیا تھا۔

"ہماری محبت ہماری دوستی سے ہی جانی جائے گی۔۔" اس کی پیشانی پر لب رکھتا بیڈ پر اسکے پہلو میں دراز ہو گیا تھا۔اور بڑی نرمی سے دیبا کی بے داغ عرق آلود پیشانی پر محبت و عقیدت کی مہر سبت کرتا، جذبات سے چور آواز میں میٹھی سرگوشی کرتا دیبا کو اپنے نصیب پر رشک کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"یہ رشتہ ہماری دوستی کی دین ہے،اور ہماری دوستی ہمارے اعتبار کی مرہون منت ہے،اور اس اعتبار کی ڈور کو ہم ہمیشہ اپنے درمیان باندھے رکھیں گے، شکریہ دیبا میری

زندگی میں آنے کیلئے، مجھے مکمل کرنے کیلئے، میری محبت قبول کر کے مجھے معتبر کرنے کیلئے، احان علی ہمیشہ دیبا علی کا بہترین دوست رہے گا، بیسٹ بڈی کیونکہ ہمارے خوبصورت رشتے کی پہچان ہی ہماری یہ بانڈینگ ہے۔۔" احان کے عہد و پیماں پر دیبا بڑی خاموشی سے اسکی لفظوں کی سحر میں جکڑ رہی تھی۔۔

چاند کی غیر موجودگی میں اداس ٹمٹماتے تاروں کے باوجود اندھیروں میں ڈوبی رات ان کے خوبصورت ملن کے دیپ کی روشنی پر سرشار ہو کر، سحر کی تلاش کے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے انہیں ڈھیروں دعائیں دے گئی تھی۔

اور وہ دونوں ایک دوسرے کے سنگ ایک دوسرے میں گم مطمئن تھے۔ان کی محبت انوکھی تھی تو ان کا اظہار بھی انوکھا ہی ہوا تھا۔اور محبت کی تکمیل کا انداز بھی ان چھوا ہی تھا۔

میرے ہمسفر تو یقین کر

مجھے مانگنا تو نہ آسکا

میں نے پھر بھی مانگی یہی دعا

کے گواہی دیگا میرا خدا

میں نے جب بھی اس سے طلب کیا

نہیں مانگا کچھ بھی تیرے سوا

ـــ

ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ دن یہ رات یہ لمحے

اچھے لگتے ہیں۔۔!

تمہیں سوچوں تو سارے سلسلے

اچھے لگتے ہیں۔۔!

بہت دور تک چلنا مگر پھر بھی

وہیں رہنا۔۔!

مجھے تم سے تمہیں تک دائرے

اچھے لگتے ہیں۔۔!

"مسٹر حشام چند منٹ ٹھہریں کر ثوبان کو بھی ساتھ لیجائیں پلززز۔۔" حشام کو گرے شلوار قمیض پر نیلے رنگ کا واسکورٹ پہنے نک سک سے دھڑکنیں منتشر کرنے کیلئے تیار دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ حبہ نے ہانک لگائی تھی۔ جس پر حشام کلف فولڈ کرتا اسکی جانب مڑا تھا۔

"مم۔۔میں۔۔ میں بھی تقریباً ریڈی ہوں، دراصل مجھے گیسٹ دیکھنا ہوگا تو لہنگا اور۔۔شہزادے دونوں کیری نہیں کر پاؤنگی میں۔۔" حشام کی گہرائی میں اترتی نظرِ خاص پر حبہ بامشکل وضاحت دے پائی تھی۔

حبہ کی بوکھلاہٹ پر حشام زیر لب مسکراتا بھاری قدم حبہ کے دل پر رکھتا ٹرانس کی کیفیت میں ڈریسنگ کے پاس ثوبان کے بال سنوار رہی لائٹ یلو لہنگے پر ڈارک گرین شارٹ شرٹ پہنے، دائیں کندھے پر گرین بڑا سا دوپٹہ لٹکائے، لائٹ میک پچ سے اپنے قاتل نقوش کو مزید قاتل بنا کر حشام کے دل پر بجلیاں گرا رہی حبہ کی طرف بڑھا تھا۔ سندر

مکھڑے کے گرد لپٹا سنہرے رنگ کا حجاب اور کلائیوں میں سجے تازہ موگرے اور گلاب کے گجرے، سب ہی آج حشام کو بے خود کر رہے تھے۔۔

"آ۔۔آاا۔۔آپ بب۔۔بس دو منٹ رکیں۔۔شہزادے بس۔تت۔۔تیار ہیں۔۔۔" حبہ اس ساحر کی نظروں کی تپش پر جی جان سے کانپتی کانپتے لہجے میں بولی۔حشام کے اٹھتے قدم گہری بولتی نظروں نے یہ حال کر دیا تھا کی ثوبان کے سلکی بالوں میں جلدی جلدی چل رہا برش بھی بے جان ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر اپنی بے وقعتی پر رونے لگا تھا۔لیکن حبہ کے دھیان کے سارے دھاگے تو اپنے پشت پر خود پر سایہ کیئے کھڑے اس لمبے چوڑے وجود سے جا الجھے تھے۔۔

"مسٹر حشام پلزز۔۔" حشام کے مظبوط ہاتھوں کو آئینہ میں بنے عکس پر اپنی طرف بڑھتا دیکھ حبہ نے گلابی لپسٹک سے سجے ہونٹوں کو دانتوں تلے کچل کر آنکھیں میچ گئی تھی۔۔

"واہ! ہمارے شہزادے تو بہت پیارے لگ رہے ہیں، بالکل پاپا جیسے آوٹ فٹ

میں۔۔۔"حشام کی مسکراتی آواز پر دل پر ہاتھ رکھے کھڑی حبہ نے پٹ سے آنکھیں کھولی تھی۔اور حشام کو بالکل حشام سے مماثلت رکھتے آوٹ فٹ میں ملبوس چار دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے ببا کی گردان کر رہے ثوبان میں مگن دیکھ اپنی حرکت پر جی جان سے شرمندہ ہوتی جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی تھی۔۔

"انسان کو اتنا بھی کسی کو اپنی حواسوں پر سوار نہیں کر لینا چاہئے کی، وقت بے وقت حواس ہی سلب ہو جائیں۔۔اسکی بوکھلاہٹ سے حشام محظوظ ہوتا چوٹ کر گیا تھا۔۔

"آ۔۔آ۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"حبہ نے دبو سی نفی کی تھی۔

"دیکھ لو شہزادے کیا دن آ گئے ہیں، آئیں میں آپ کی بقیہ تیاری مکمل کر دوں۔۔"حشام متاسف لہجے میں کہتا ثوبان کو ڈریسنگ پر کھڑا کر کے چھوٹی سی جوتی پہنانے لگا تھا۔حبہ اب کی بات خاموش ہی رہی تھی۔۔

وہ آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے

کسی کسی کو خدا یہ کمال دیتا ہے۔۔

حشام بظاہر تو ثوبان میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ لیکن گستاخ نظریں وارفتگی سے اسی دل کش مکھڑے پر پھسل رہی تھی۔ وہ اپنی ملکیت سمجھ کر نظروں کو بے لگام گھوڑے کی طرح آزاد چھوڑے حبہ کو اچھا خاصہ پزل کر رہا تھا۔

"شش۔۔ شہزادے کا ہو گیا تو آپ لوگ چلیں میں آتی ہوں۔۔" حبہ نے نظروں کے ارتکاز پر جزبز ہوتے ہوئے اسے منظر سے ہٹانا چاہا۔

"نہیں ساتھ ہی چلتے ہیں ورنہ سب نے آپ کا پوچھنا ہے۔۔" حشام پیاسی نظروں کی التجا سنتا سنجیدگی سے جواز تراش گیا تھا۔ جس پر حبہ چپ ہی رہی تھی۔ پھر جلدی جلدی کر کے رنگز پہنتی ڈریس کے ہم رنگ جوتی پہن کر کلچ لینے واڈروب کی طرف بڑھی تھی۔

"اففففف! یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔۔" واڈروب میں کلچ کے پاس رکھا مخملی باکس دیکھ حبہ نے خود پر ملامت کیا تھا۔ پھر دونوں باکس اٹھا کر دونوں کے قریب چلی آئی تھی۔ حشام نے آنکھوں کے اشارے سے مخملی ڈبیہ کا راز جاننا چاہا۔۔

"بروچ ہے۔ میں کل لیکر آئی تھی، افراتفری میں پہلے لگانا بھول گئی، آپ ذرا اچھے سے شہزادے کو سنبھال کر پکڑیں میں احتیاط سے لگا دیتی ہوں۔۔" حبہ باکس سے ڈائمنڈ شیپ خوبصورت سا بروچ نکال کر بڑی احتیاط کے ساتھ شہزادے کے کورٹ میں لگا چکی تھی۔

"پیارا لگ رہا ہے۔۔" بروچ پر انگلی پھیرتی خود ہی مسکرائی بھی تھی۔ جس پر حشام بھی مبہم سا مسکرایا۔۔

"چلیں۔۔"

"ننن۔۔ نہیں دراصل ایک اور لیا تھا آپ کیلئے، اگر آپ لگا لیں تو۔۔" حبہ پلٹ رہے

حشام کے راہ میں حمائل ہوتی دوسرا باکس اسکی طرف بڑھاتے ہوئے ملتجی ہوئی۔۔

"میرے ہاتھ میں تو ثوبی ہے، پھر کیسے ؟؟؟۔" حشام نے ماں کی طرف جانے کیلیئے ہمک رہے ثوبان کی طرف اشارہ کیا۔۔ جس پر حبہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔اگر ثوبان کو لے لیتی تو پہلے اس کا حجاب ہی کھینچنا تھا جو بہت مشکل سے سیٹ ہوا تھا۔۔

"رہنے دیتے ہیں۔۔" حشام اسے بت بنا دیکھ نفی میں سر ہلا گیا تھا۔لائق فائق ڈاکٹر کبھی جو اسکی دل کی مراد بن کہے سمجھ جائے۔۔

"نن۔۔ نہیں آپ شہزادے کو اس کندھے پر لیں میں لگا دیتی ہوں۔۔" دیر سے ہی سہی حبہ کی دماغ کی بتی جل گئی تھی۔جس پر حشام شکر ادا کرتا اسکی ہدایت پر فوراً عمل پیرا ہوا تھا۔اور حبہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے بروچ اس کے کشادہ سینے پر سجایا تھا۔

"پیاری لگ رہی ہیں۔۔" حشام اسکی گھنی پلکوں کے رقص پر بے ساختہ خمار آلود آواز

سرگوشی کی۔۔

"جج۔۔جی۔۔"حبہ دو قدم پیچھے ہوئی۔۔

"افففف! مطلب یہ پیار الگ رہا ہے۔۔"حشام اپنی قسمت پر ماتم کرتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔حبہ نے بھی بری طرح منتشر دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے حشام کی تقلید کی تھی۔۔

مایوں کا فنکشن پورے عروج پر تھا۔برقی قمقموں سے سجا گارڈن ایریا اور بالکل درمیان میں پیلے پھولوں سے خوبصورتی سے سجایا گیا اسٹیج،اور درمیانی صوفے پر یلو،اورینج کلر کے امتزاج کا لہنگا پہنے پھولوں کی جیولری کے ساتھ دونوں کلائیوں میں گجرا سجائے،پیشانی تک گھونگھٹ نکالے لڑکیوں کی جھرمٹ میں بیٹھی کڑوڑوں تاروں کے بیچ دمک رہے چودھویں کے چاند کی طرح منفرد نظر آرہی پرواز ماحول پر چھا رہی تھی۔

دوسری طرف وائٹ کڑکڑاتے شلوار قمیض میں خوشبوئیں بکھیر رہا ارسلان آج بھی اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے باز نہیں آیا تھا۔ رسم کیلئے تمام خواتین اسٹیج پر پہونچی تھی جب معلوم ہوا شادی کیلئے پاگل ہو رہے موصوف گدھے کے سر سے سنگ کی طرح غائب ہیں۔ مردانے میں انور کو سب سے متعارف کرایا جارہا تھا تو یقیناً محترم اپنا حصہ ڈالنے وہیں گئے تھے۔۔

"نشوہ بچے جائیں ڈھونڈھ کر لائیں اس لڑکے کو، بچی کب سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی ہے، کمر اکڑ گئی ہوگی، پھر کل بھی فنکشن میں بیچاری کو بیٹھنا ہے، لیکن یہ لڑکا۔۔" شمیم بیگم کے حکم پر نشوہ ناک چڑھاتی جینز سائیڈ بڑھی تھی۔ ارادہ یہی تھا کی کسی بچے سے کہہ کر ارسلان کو بلوا کے چار باتیں سنا کر اسٹیج تک لائے گی کیونکہ وہ اپنا فون بھی تحسین بیگم کو چپکا گیا تھا۔۔

"اللہ کرے اس سر پھرے انسپکٹر کی شادی ہی کینسل ہو جائے، حد ہے مطلب اسکے فنکشن کیلئے مجھے بلی کا بکرا بنادیا گیا، مجھے تو خود پر حیرت ہے میں نے کیوں کسی قسم کا احتجاج

بلند نہیں کیا۔۔چپ چاپ سے حامی بھر لی یہ جانتے ہوئے بھی کی میرے صحت اور کھانے سے وہ موصوف بھی اچھے خاصے نالاں رہتے ہیں۔۔" نشوہ دونوں ہاتھوں سے لہنگا اٹھائے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے خود کلامی کرتی آگے بڑھ رہی تھی۔جب بے دھیانی میں مخالف سمت سے آرہے وجود سے تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔۔

"دھیان سے محترمہ پچھلی بار کا زخم ہی پورے دو ہفتے رہا تھا،اس بار کا اللہ جانے کتنے مہینے رہنا تھا۔۔"رافع اسے کندھوں سے تھام کر شوخ انداز میں بولا۔لیکن نشوہ کو تو یہ سراسر طنز لگا تھا۔

"اتنا ہی مجھ سے مسئلہ ہے تو اپنے مما بابا کو انکار کیوں نہیں کر دیا،جسے دیکھو میری صحت پر ٹونٹ کرنا ہوتا ہے، کرنا ہی نہیں مجھے منگنی ونگنی۔۔۔" نشوہ جو کچھ دیر پہلے ہی کسی رشتے دار خاتوں سے اپنی صحت پر تازہ ترین تبصرہ سن کر آرہی تھی۔رافع پر چڑھ دوری۔۔

"رافع یحییٰ صاحب آپ ذرا تفصیل میں جا کر اپنے مذاکرات دیکھیں میں رسم کرنے جا رہا ہوں۔۔"رافع کے ساتھ کھڑا ارسلان معنٰی خیز انداز میں کہتا بنا نشوہ کی سنے رافع کا پیٹھ تھپتھپا کر نکل گیا تھا۔

"اسے تو میں دیکھتی ہوں۔۔" نشوہ آستین چڑھاتی ارسلان کی طرف بڑھنے لگی تھی جب رافع نے سرعت سے اسکی کلائی تھامی تھی۔انجان لمس پر نشوہ کے بدن میں برقی لہر دور گئی تھی، ساری تیز تراری پل میں ہوا ہوئی۔۔

"اسے آپ بعد میں دیکھ لیجئے گا پہلے مجھے دیکھ لیں، میرا مطلب میرے سوال کا جواب دیں یہ چند سیکنڈ پہلے کی بکواس کس سلسلے میں تھی؟؟؟۔"رافع رعب دار انداز میں بازپرس پر اتر آیا تھا۔۔

"کک۔۔کسی سلسلے میں نہیں تھی، آپ ہاتھ آزاد کریں میرا۔۔" نشوہ اپنی کیفیت پر قابو پاتی چیخ کر بولی۔۔

"اچھا؟ پھر آپ نے ان فضول لفظوں کا استعمال کیوں کیا؟؟۔" رافع ہنوز کلائی مظبوط گرفت میں لیئے ہی پوچھا۔۔

" بھئی مرضی میری، میں جو بولوں جیسے لفظوں کا استعمال کروں، ہنہ ! جسے دیکھو میرے ہر عمل میں دخل دینے کو تیار رہتا ہے یہ نہیں کھاؤ وہ نہیں بولو، زندگی میری ہے میری مرضی میں جو کروں جسے میرے موٹاپے سے مسئلہ ہے وہ بضد شوق مجھ سے ہزار قدم کی دوری پر رہے میری جوتی کو فرق پر جائے تو کہنا۔۔" نشوہ جھٹک کر اپنی کلائی آزاد کرتی نتھنے پھلا کر بولی۔اس کے جھلائے انداز پر رافع سمجھ گیا تھا کسی نہ کسی نے منہ کے مزہ کیلیئے نشوہ کی صحت پر تجزیہ کیا ہے۔جبکہ نشوہ کا بوڈی شیپ بےڈول بالکل نہیں تھا۔متانسب سراپا تھا۔لیکن عام لڑکیوں کی طرح وہ پرہیز نہیں کرتی تھی۔

"آپ موٹی نہیں ہیں، آپ کے حساب سے آپ بالکل پرفیکٹ ہیں، آپ کو لوگوں کی فضول باتوں پر دھیان دے کر اپنی صحت خراب کرنے کی قطعی ضرورت نہیں، آپ

جیسی ہیں ویسی ہی سب کو اچھی لگتی ہیں آپ کی فیملی کو بھی میری فیملی کو بھی اور مجھے بھی۔۔" رافع اس کے جھنجھلائے چہرے پر نظر ٹکائے نرم لہجے میں بولا۔ جس پر نشوہ نے بے ساختہ نظر اٹھا کر مقابل کے وجیہہ چہرے پر سجی نرم مسکراہٹ کو دیکھا تبھی دل نے بے ساختہ ایک بیٹ مس کی تھی۔

"اور بالکل سہی کہا آپ نے یہ منگنی ونگنی کا چکر واقعی ٹھیک نہیں، بندہ خالص جذبات رکھ کر نامحرم نظروں کی آلودگی سے حفاظت کیلیئے دل مسوس کر رہ جاتا ہے، چلیں رسم شروع ہو گئی ہے۔۔" رافع کھلے لفظوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتا اسٹیج کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کی نشوہ کے خاک پلے نہیں پڑا ہو گا کچھ۔۔

"عجیب پہیلی ڈال گیا ہے بندہ، خالص، نامحرم، آلودہ۔۔" کنفیوژ نشوہ جھلی پنے کا مظاہرہ کرتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جہاں بڑوں کے بعد اب باری باری حبہ لوگ رسم کر رہے تھے۔ اور رسم کے دوران ارسلان کی شوخیاں پورے عروج پر تھی۔۔

"بھابھی ادھر لائیں شہزادے کو میری ہلدی لگادیتاہوں، سنا ہے دولہے یا دلہن کی ہلدی لگانے سے جلد بندہ سینگل سے منگل ہو جاتا ہے، اب علی ولا میں یہی ایک بیچارہ خالص کنوارہ رہ گیاہے اس کا بھی بھلاہو جائے گا۔۔" ارسلان ثوبان کو لیکر پیچھے ہورہی حبہ کو دیکھ بڑے بزرگ کی طرح بولا۔۔

"رہنے دو تم میرا شہزادے کو کوئی جلدی نہیں ہے تمہاری طرح۔۔" حشام ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے ٹشو حبہ کی طرف بڑھا کر ثوبان کو اپنے گود میں لیتے ہوئے ارسلان کو لتاڑا۔ بھری محفل میں ہوئی اپنی اس اوپن بے عزتی پر ارسلان نے برامنہ بنایا۔۔

"اور ویسے بھی اگر ایسا کچھ ہوتا ناتم شادی کیلئے ترسے ہوئے انسان اب تک کنوارے نہیں ہوتے۔۔" نشوہ نے فوراً اپنا حصہ ڈالا تھا۔۔

"اسے اگنور کرو پوری جل ککڑی ہے یہ بھئی انور بھائی کو بلائیں کیوٹ سی بھابھی کے

ساتھ۔۔"ارسلان نشوہ کو دیکھ منہ ٹیڑھا کرتا تحسین بیگم سے محو گفتگو انور کو دیکھ نیا فرمان جاری کیا۔

"ہائے! مجھے تو بڑا شوق ہے رسم کرنے کا میں آپ کو اور منو اپیا دونوں کو ہلدی لگاؤ نگی، لیکن اس کیلئے ان کھڑوس کی کیا ضرورت ہے۔۔"نوری پہلے چہک کر پھر منہ بگاڑ کر بولی۔۔ جس پر اسکی پشت پر آ کر کھڑے ہوئے انور نے بھنویں سکوڑی۔ یہ لڑکی صرف دیکھنے میں ہی چھوٹی تھی ورنہ انور کا سہی ضبط آزماتی تھی۔۔

"وہ کیا ہے نہ کیوٹ بھابھی جی "یہ کھڑوس" غلطی سے آپ کے مجازی خدا، سرتاج، سر کے سائیں ہوتے ہیں تو ضرورت ہے۔۔"نشوہ کے بالخصوص یہ کھڑوس پر دباؤ ڈالنے پر نوری نے جھٹکے سے رخ موڑ کر وائٹ شلوار قمیض میں ماحول پر چھا رہے اپنی پشت پر کھڑے انور کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہا تھا۔۔

"ہمیشہ غلط وقت پر زبان پھسلتی ہے۔۔"نوری آنکھیں میچے بڑبڑائی۔ اریج اور سنہرے

رنگ کے خوبصورت ڈریس میں ملبوس ہلکے پھلکے میک کے ساتھ آنکھیں میچے یہ معصومیت کا پیکر ایک پل کیلئے انور کو ٹھٹھکا گئی تھی۔ لیکن دوسرے ہی پل وہ سنبھل گیا تھا۔۔

"غلط وقت پر نہیں آپ کی زبان ہر وقت بس پھسلتی رہتی ہے، اب رسم کریں۔۔" انور نوری پر برائے راست نظر ڈالنے سے گریز کرتا حسب عادت طنز کر گیا تھا۔ تحسین بیگم کے اصرار پر آیا تھا اور جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔

"جیسے آپ ہمہ وقت طنز کرتے رہتے ہیں۔۔" نوری بڑبڑاہٹ میں حساب برابر کرتی آگے بڑھ کر انور کے ساتھ رسم کرنے لگی تھی۔

"ماشاءاللہ کتنی پیاری جوڑی ہے، اللہ نظر بد سے بچائے۔۔۔"

"آمین۔۔" کسی رشتے دار خاتون کی تعریف پر تحسین بیگم نے بے ساختہ آمین کہا

تھا۔ کتنے مشکل سے منا کر انہوں نے انور کو نوری کے ساتھ اسٹیج پر رسم کرنے بھیجا تھا۔ ورنہ بقول نوری کے ان کا اڑیل بیٹا ذرا رضا مند نہیں تھا۔

''آئیں! دو تین سال بعد ہونے والے کپل آپ لوگ بھی اپنے جلے دل کے ساتھ رسم کر لیں۔۔'' انور کے ہٹتے ہی ارسلان نے رافع اور نشوہ کو مخاطب کیا تھا۔ جس پر جہاں نشوہ نے منہ ٹیڑھا کیا تھا وہیں رافع پر اسرار مسکراہٹ کے ساتھ مٹھائی کا ٹکڑا لیکر ارسلان کے قریب جھکا تھا۔۔

''ضرور۔ لیکن یہ دو تین سال پندرہ سولہ گھنٹے میں بدل سکتے ہیں۔۔'' رافع نے جان لیوا مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشی کی۔۔

''کیسے ؟؟؟'' ارسلان نے اسکی پر اسرار مسکراہٹ دیکھ ای بڑ واٹھایا۔

''یہ تو کل ہی معلوم ہو گا۔ جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔۔'' رافع ایک معنیٰ خیز مسکراہٹ

ارسلان کی طرف اچھلتا پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔ پھر نشوہ کے رسم کرنے کے بعد کچھ ہی دیر میں یہ خوبصورت تقریب پوری کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہونچی تھی۔۔

"ہائے میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں ان کپڑوں میں بس کوئی مجھے یہ پایل پہنادے اور بھی پیاری لگونگی۔۔ "نوری راہداری سے گزرتے ہوئے کھڑکی میں لگے آئینہ میں اپنا نازک سراپا دیکھتی خود واری صدقے جارہی تھی۔ ساتھ متلاشی نظریں ادھر ادھر گھوم رہی تھی کے کوئی خدا کی بندی مل جائے جو اس کے ہاتھ میں موجود نازک پایل اسکے پنڈلیوں کی زینت بنا سکے۔ کیونکہ اس کی بہت کوشش کے باوجود ہک نہیں لگ رہا تھا۔۔

"اللہ بس ایک نیک بندی کا سوال ہے ہے جو میری مدد کر دے، ایک تو یہ نشوہ آپیا نے نکاح کا سن کر الگ رولا ڈالا ہوا ہے، میری تو سولہ سال کی عمر میں نکاح ہوا تھا میں نے تو اتنا واویلا نہیں کیا تھا، ویسے ان کا بھی احتجاج جائز ہے کل تک منگنی اور آج اچانک نکاح کوئی بھی بوکھلائے گا۔۔ "نوری خود ہی خود کو جواب دیتی ناک کے سیدھے میں چل رہی

تھی۔ جب سامنے رکھے بڑے سے واس سے ٹکرائی اور اس سے پہلے کی زمین بوس ہو کر ہڈیاں چٹخاتی اپنے کمرے سے برآمد ہوئے انور نے پھرتی سے ایک اور بکھیرا کھڑا ہونے سے روک لیا تھا۔

"ہائے مر گئی اماں، چیخ گئی میری ہڈی۔۔ہائے۔۔ہائے۔۔اماں نوری کی ہڈی چیخ گئی، اب میں شادی میں کیسے جاؤں گی، پایل کیسے پہنو نگی، ارے کوئی ہے کوئی ڈاکٹر باجی کو بلاؤ۔۔"انور کے باہوں میں آنکھیں میچے نوری کی دہائیاں عروج پر تھی۔۔

"افففف! کچھ نہیں ہوا ہے آپ کو بالکل ٹھیک ہیں آپ، دیکھیں اپنے قدموں پر کھڑی ہیں۔۔"انور اس ڈرامہ کوئین کی دہائیوں پر چڑتا جھٹکا دیکر اسے مقابل کھڑا کیا تھا۔

"ہیں!! سچی؟؟۔"نوری نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اپنا جائزہ لیا۔۔

"نہیں! اچھے سے اپنا جائزہ لے لیں پھر جا کر ڈاکٹر سے معائنہ کرا لیجئے گا، کیا خبر آپ کی

دو سو چھ (206) میں سے چار سو بارہ (412) ہڈیاں چیخ گئی ہوں۔۔" انور کو اسکی بے یقینی پر تپ چڑھی تھی۔۔

"اب ایسے ڈرائیں تو نہیں ہڈیوں کی بچت ہو گئی ہے لیکن دل کا دوڑا ضرور پر جانا ہے آپ کی بھاری ڈانٹ پر۔۔" نوری بنا شرمندہ ہوئے منہ بسور کر بولی۔۔

"اللہ بس مجھے صبر دے۔۔" انور اب یہی ایک دعا کر سکتا تھا۔

"آپ ابھی تک گھر کیا کر رہی ہیں، سب تو ہوٹل کیلئے نکل چکے ہیں۔۔" انور تحسین بیگم کی نوری کو ساتھ لانے کی ہدایت یاد کرتا کڑے لہجے میں استفسار کیا۔

"کیا مطلب کیا کر رہی ہوں تیار ہو رہی تھی۔۔" نوری کو اس کا رعب دار انداز ذرا نہیں بھایا تھا۔ تبھی برا منہ بنا کر بولی۔

"اچھا! تو آپ کے خیال میں باقی سب جو پہلے سے ہوٹل پہونچ چکے ہیں، وہ سب سر جھاڑ منہ پہاڑ گئے ہیں۔۔" انور مقابل کی رعنائیاں بکھیرتے نوخیز حسن سے نظر چراتا ہوا طنزیہ بولا۔۔

"اب ایسا بھی نہیں کہا میں نے، دراصل نشوہ آپیا نے ہنگامہ مچا دیا تھا تو افراتفری میں ڈاکٹر باجی اور دیبا اپیا کو جانا پڑا، آنٹی لوگ تو پہلے نکل گئی تھیں، ڈاکٹر باجی نے مجھے بھی چلنے کیلئے کہا تھا، لیکن میری پایل نہیں مل رہی تھی۔ اس لیے میں رک گئی۔ اب کوئی مجھے پایل پہنادے تو میں بھی جلدی سے وہاں پہونچ جاؤں۔۔" نوری نے پایل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تفصیلی جواب دیا۔ اور انور بس اس پاگل لڑکی کو گھور کر رہ گیا تھا۔

"گھر اس وقت چند ایک مہمان کے علاوہ کوئی نہیں جو آپ کی ساز و سنگار میں مدد کر سکے اس لیے فوراً باہر آئیں۔۔" انور سر جھٹکتا حکمیہ انداز میں بولا۔ جب عقب سے بلند ہوئے نوری کے احتجاج پر انور کا من کیا ایک لگائے کان کے نیچے۔۔

"ایسے کیسے بنا پایل پہنے چلی جاؤں اتنے چاؤ سے خریدا ہے میں نے یہ پایل۔" نوری انور کے حکم پر پایل کو دیکھتی تڑپ کر بولی۔۔

"ضد نہیں کریں ہمیں جلد ہوٹل پہونچ کر نکاح میں بھی شرکت کرنی ہے، آپ کی وجہ سے ہم یوں بھی کافی لیٹ ہو چکے ہیں۔۔" انور ماتھے بل ڈالے ناگواری سے بولا۔۔

"اب چلیں۔۔" انور اسے اسی جگہ زمین پر نظر گاڑے کھڑا دیکھ زچ ہوا۔۔

"مجھے پایل پہننی ہے، اتنی پیاری پایل میں نے کبھی نہیں پہنی۔۔" نوری ڈبڈباتی آنکھوں سے پایل کو دیکھتی حسرت سے بولی۔ اسکی نم بسورتی آواز پر تو مانو انور کا منہ ہی کھل گیا تھا۔ کمال کی لڑکی تھی ایک معمولی سے پایل کیلئے رو رہی تھی۔۔

"دنیاں کی ساری لڑکیاں اتنی عجیب ہوتیں ہیں، یا یہ محترمہ کوئی خلائی مخلوق ہیں، کون

معمولی سے پایل کیلئے روتا ہے۔۔"انور نوری کے نمکین پانیوں سے لبالب بھرے نین کٹورے دیکھ جتنا حیران ہوتا کم تھا۔

"رونا بند کریں اب،اور دکھائیں یہ پایل کونسی مصیبت ہوتی ہیں،اور بتائیں اسے پہنا کیسے جاتا ہے۔۔"انور اسکے سوں سوں سے جھنجھلاتے ہوئے اپنی چوڑی ہتھیلی آگے کر گیا تھا۔جس پر نوری جھٹ آنسوں صاف کر کے پایل انور کی ہتھیلی رکھ گئی تھی مبادہ اس کا ارادہ ہی نہ بدل جائے۔۔

" بالکل آسان ہے آپ نے بس یہ ہک بند کرنا ہے ایسے کر کے،آپ تو اتنے طاقتور ہیں یوں میں ہو جائے گا آپ سے۔۔"نوری پایل کا ہک کھول کر لگاتے ہوئے سمجھانے کے انداز میں بولی۔۔جس پر انور نے دانت پیستے اسے پاس پڑے واس پر پیر رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔اور پھر جلدی جلدی کر کے اس کے دونوں نازک دودھیا پنڈلیوں میں پایل پہنا کر فوراًاٹھ کھڑا ہوا تھا۔کسی کی نظر میں آجاتا تو ان ڈرامہ کوئین کی صحت پر تو فرق نہیں پڑتا بیچارہ انور شرم سے منہ چھپاتا گھومتا۔۔

"اب چلیں محترمہ یا اب بھی کچھ رہتا ہے۔۔"انور اسے کھڑکی کے آئینہ میں گول گھوم گھوم کر اپنے پایلوں کا جائزہ لیتا دیکھ زچ ہوا۔۔

"شکریہ، ویسے آپ اتنے بھی برے نہیں ہیں۔۔"نوری اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتی مشکور ہوئی۔۔

"نہیں میں برا ہی ٹھیک ہوں بندہ تھوڑا اچھا ہو جائے تو زنانے کام کرنے پڑ جاتے ہیں۔۔"انور اپنی گھڑی ٹھیک کرتا بنا لحاظ کئے بولا۔۔

"بہت برے ہیں آپ۔۔"انور کے اس قدر بے مروتی پر نوری نے فوراً اپنی رائے تبدیل کی تھی۔۔

"بہت شکریہ۔۔"انور اس کے پھولے منہ کو دیکھ لب دبا کر مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا نوری

کو مزید تپا گیا تھا۔۔

"بہت سے بھی زیادہ برے ہیں آپ بات ہی نہیں کرنی مجھے آپ سے، آنٹی سے شکایت لگانی ہے اور شادی کے بعد حویلی چلے جانا ہے۔۔" نوری سیخ پا ہوتی پیر پٹخ کر دھمکیاں دیتی سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔ انور بھی اسکے پیچھے ہی چل رہا تھا۔

"کہیں تو ابھی چھوڑ آؤں حویلی؟؟ کیونکہ فنکشن کے بعد تو میرا آپ کو ہاسٹل چھوڑنے کا ارادہ ہے۔۔" انور بظاہر سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ لیکن دل ہی دل وہ نوری کے تپے تپے انداز سے محظوظ ہو رہا تھا۔

بیرونی دروازہ عبور کر رہی نوری نے پلٹ کر بے یقینی سے انور کو دیکھا جو بالکل سنجیدہ اس کے سائیڈ سے ہو کر باہر کھڑی جیپ کی طرف بڑھا تھا۔۔

"اب دیر نہیں ہو رہی آپ کو نکاح میں شرکت کیلئے، بس مجھے ڈانٹنے کا موقع میسر

ہو جائے آپ کو۔۔"نوری اسکے پر سکون انداز اور عزائم جان کر جلتے توے پر جا بیٹھی تھی۔۔

"یہ کیا ڈانٹ ڈانٹ لگا رکھی ہے کب ڈانٹتا ہوں میں آپ کو؟؟؟۔"انور جبراً قہقہے کا گلا گھونٹتا باز پرس کرنے کے انداز میں بولا۔آج پہلی بار انور نے براۓ راست اپنی استحاق بھری نظریں نوری کے من موہنے مکھڑے پر گاڑھی تھی۔۔

"ہر وقت ہی ڈانٹتے رعب ڈالتے ہیں رہتے ہیں،اب میں کونسا وقت بتاؤں، جلدی کریں مجھے اپیا سے گجرے بھی لینے ہیں جا کر۔۔"نوری کے الزام پر انور مزید اس کا خون جلانے کا ارادہ ترک کرتا جیب وہاں سے نکال لے گیا تھا۔

"میں نے ایک بار کہ دیا کی مجھے نکاح نہیں کرنا مطلب نہیں کرنا۔اچھا ہے آپ لوگوں کا پہلے کہتے ہیں منگنی کر لو شادی ابھی تھوڑی ہونے والی ہے،اب اچانک سے کہ رہے ہیں

نکاح کر لور خصتی تھوڑی ابھی ہونے والی ہے، کیا بھروسہ پانچ منٹ بعد آپ لوگوں کو رخصتی کا کیڑا کاٹ جائے، بس میں نے نہیں کرنا کوئی نکاح وکاح۔ مطلب مذاق ہو رہا ہے یہاں منگنی کر لو، نکاح کر لو، رخصتی کر والو، ہنی مون پر چلی جاؤ میری تو کوئی مرضی ہی نہیں ہے۔۔" نشوہ سرخ دوپٹہ اتار کر سائیڈ کرسی پر رکھتی سراپا احتجاج بنی ہوئی تھی۔اور اسکی فراٹے بھری زبان کی گستاخیوں پر تو سب کے کان سے دھواں نکل آیا تھا۔ سلیمہ بیگم نے لاکھ ضبط کے باوجود اسکی کمر پر دھموکا جڑ ہی دیا تھا۔۔

"بدتمیز لڑکی ذرا تمیز نہیں بات کرنے کی، کونسی بات کس کے سامنے کرنی ہے سوچنا ہی نہیں بس زبان چلانی قینچی کی طرح۔۔" سلیمہ بیگم بیٹی کی پچھلے ڈیڑھ گھنٹے کے احتجاج سے سہی زچ ہوئی تھی۔

"مار دیں، لیکن اس ایمرجینسی والے نکاح کیلیئے پھر بھی میں رضامند نہیں ہونا ہے، مطلب نکاح نہ ہوا حادثہ ہو گیا تو اچانک سے زندگی میں رونما ہو جائے۔۔" دھموکا کھانے کے بعد بھی مجال ہے جو نشوہ کی صحت پر اثر پڑا ہو۔۔اس کی مرغی اسی ایک ٹانگ پر

وہاں موجود تمام خواتین نے سر پیٹا تھا۔ جبکہ سلیمہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کی دو لگا کر اپنی سر پھری اولاد کا دماغ سیٹ کر دے۔۔

"کوئی اچانک نہیں ہوا، کل رات ہی ابو لوگوں نے مشورہ کیا تھا کی منگنی کوئی پائیدار رشتہ نہیں ہوتا لہذا نکاح کر دیا جائے، اور تمہیں اسی وجہ سے اب تک بے خبر رکھا گیا تھا، کیونکہ سب کو معلوم ہے میری افلاطون اولاد نے بنا چند چڑھائے کوئی کام سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عام بچوں کی طرح نہیں کرنا۔۔" سلیمہ بیگم نے اسکی احتجاج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نشوہ کو لتاڑا تھا۔ اپنی بے خبری پر تو صدمہ سے نشوہ کا منہ ہی کھل گیا تھا۔۔

"ممم۔۔ مطلب آپ سب نے۔۔" نشوہ نے باری باری صدمہ سے سب کو دیکھا۔ آخر میں نظریں دلہن بنی پرواز، دیبا اور حبہ پر ٹک گئی تھی۔ جو سر جھکائے اعترافِ جرم کر رہے تھے۔

"نشوہ ایسا مان جائیں نہ، جب میرا نکاح ہوا تھا تب میں صرف سولہ سال کی تھی اور قسم سے میں نے آپ کا ایک پرسینٹ بھی احتجاج نہیں کیا تھا۔۔" نوری نے شہ رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے یقین دہانی کرائی تھی۔

"مطلب نوری تم بھی واقف تھی؟؟؟" نشوہ کی بے یقینی پر نوری نے آنکھیں میچی۔۔

"اس دھوکے کے بعد تو میں نے بالکل بھی نکاح نہیں کرنا اور نہ ہی آپ لوگوں سے ہم کلام ہونا ہے، یہ تو وہی بات ہو گئی باغ سارا جانے گل ہی نہ جانے۔۔" نشوہ سائیڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھاتی اس سے پہلے کی دروازے کی طرف بڑھتی دفعتاً دروازے پر ہوئی دستک اور دا ابو کی آواز پر سب الرٹ ہوئے تھے۔۔

"نشوہ خبردار جو اب تمہاری زبان نکاح سے پہلے کھلی۔ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ حبہ دیبا گھونگھٹ کر کے اسے باہر لاؤ ابو لینے آئیں ہیں نکاح خواں منتظر ہیں۔۔" سلیمہ نشوہ کو وارن کرنے کے ساتھ حبہ دیبا کو ہدایت دیتی ساڑی کا پلو سنبھالتی دروازے کی طرف

بڑھی تھی۔

سلیمہ بیگم کی دھمکی کا خاطر خواہ اثر یہ ہوا تھا کی منہ بھلے ہی سوجا ہوا تھا لیکن نشوہ نے نکاح نامہ پر بلا چوں چراں دستخط کر دیا تھا۔ مبارک باد کے شور میں کئی جدائی کے آنسوں بھی شامل ہوئے تھے۔

کچھ ہی دیر میں ماحول واپس خوشگوار ہو گیا تھا۔ گولڈن شیروانی میں غضب ڈھا رہے دنیاں کے کسی آخری اتا والے دولہے کا کردار ادا کر رہے ارسلان صاحب کے پہلو میں ڈل گولڈ اینڈ ریڈ امتزاج کے بھاری کامدار جوڑے میں ملبوس پور پور سجی جر نسلٹ پرواز صاحبہ کو بیٹھا کر اسٹیج کا ادھورا منظر بڑی خوبصورتی سے مکمل کر دیا گیا تھا۔ کزنز کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی جس کا ارسلان ڈھٹائی سے جواب دیتا سب کو لاجواب کر رہا تھا۔

کھانے کا دور چلا تھا پھر نشوہ نوری باقی لڑکیوں کی ٹولی کے ساتھ ارسلان کو کنگال کرنے اسٹیج پر چلی آئی تھی۔۔

"شرم کر لو کچھ تم موٹی ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے تمہارا نکاح ہوا ہے وہ بھی ایک اچھے خاصے بزنس مین سے۔ تمہیں زیب دیتا ہے چندہ مانگنا۔۔" ارسلان نے تاسف سے اپنے پہلو میں کھڑے بلیک شیروانی ملبوس خوبرو سے رافع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نشوہ کو شرم دلانی چاہی۔

"تم نہ آج کے دن کم از کم اپنی زبان کو سکون دو ورنہ آج کی رات تمہیں کیسے بے سکون رکھنا ہے یہ مجھے سوچنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔۔" نشوہ رافع کی نظروں کو اگنور کرتی انگلی اٹھا کر بولی۔۔

"ہاں! بھائی آپ نے بس پچاس ہزار تو دینے ہیں آپ میری منو لپیا کیلئے اتنا نہیں کر سکتے۔۔" نوری نے معصوم شکل بناتے ہوئے اموشنل کرنا چاہا۔ جس پر وہاں موجود سب نے ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"کم از کم آپ تو کیوٹ بھابھی مخالفین میں شمولیت اختیار نہیں کریں، پھر آپ نے پچاس ہزار کا کرنا کیا ہے آپ تو کڑوڑوں کی جائیداد کی اکلوتی مالکن ہیں۔۔" ارسلان نوری کے جذباتی وار سے ذرا متاثر نہیں ہوا تھا۔

"تم نہ اپنی جیب پر نظر ڈالوں دوسروں کی جائیداد کی خیر ہے ورنہ تم اپنی خیر مناؤ۔۔" نشوہ ہاتھ جھاڑ کر بولی۔ نظر بچا کر ایک گھوری کب سے خود کو گھور رہے رافع پر بھی ڈالی تھی۔ جس پر وہ دلکشی سے مسکرا کر الٹا نشوہ کا خون جلا گیا تھا۔۔

"ارسلان دے دے میرے بھائی، آج اپنی کرائم پارٹنر سے تو ہر قسم کی بری امید وابستہ کر سکتا ہے۔۔" تبھی اسٹیج پر حشام، انور اور دیگر کزنز کے ساتھ نمودار ہوئے احان نے مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔۔

"متفق۔۔" ثوبان کو گود میں اٹھائے دیبا اور حبہ نے بھی تائید کی تھی۔ جس پر ارسلان نے کن کھیوں سے شعلہ جوالہ بنی کمر پر ہاتھ ٹکائے خود کو بگڑے تیور سے گھور رہی نشوہ کو

دیکھا۔۔

"لیکن یار میں نے تو پکڑ کر اس کا نکاح نہیں کرایا ہے، پھر یہ مجھ پر کیوں بھڑاس نکال رہی ہے۔۔ "ارسلان اس کے تیور دیکھ روہانسا ہوا۔ جس پر سب نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔اور حشام احان نامحسوس انداز میں آکر اپنی اپنی ملکیت کے پہلو میں کھڑے ہو گئے تھے۔۔

"گلا دبا دینا ہے میں نے تمہارا اب اگر کوئی بکواس کی تو۔ یا تو میری ڈیمانڈ پوری کرو یا اپنی بیوی پر فاتحہ پڑھ لو۔۔ "نشوہ دانت کچکچاتی فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"عجیب غنڈہ گردی ہے ایک قابل انسپکٹر کو دھمکی۔ "ارسلان اسکے تیور پر بدمزہ ہوا۔۔ پھر کیا تھا دونوں کی تو تو میں میں شروع ہو گئی تھی۔

"پیاری لگ رہی ہیں۔۔ "احا نے اشتیاق سے نشوہ اور ارسلان کی بحث ملاحظہ کر رہی دیبا

کے قریب سرگوشی کی۔ جس پر دیبا کے نازک لب مسکرائے تھے۔ محبت کے نئے اضافے نے ان کے رشتے کو اور مظبوط کے ساتھ خوبصورت کر دیا تھا۔۔

"شکریہ، لیکن بتا رہی ہوں میں نے یہ صرف آپ کیلئے پہنا ہے۔۔" دیبا اپنا پلو سنبھالتی ناز اٹھاتے انداز میں بولی۔

"نوازش حان کی جان، بندہ مشکور ہے آپ کا۔۔" احان نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سر کو ذرا خم دیا۔ جس پر دیبا شرما کر ہولے سے اسکی چوڑی ہتھیلی میں اپنا نازک ہاتھ پھسا کر واپس سامنے متوجہ ہو گئی تھی۔ احان اس کے عمل پر سرشار گرفت مضبوط کر کے آسودگی سے مسکرایا تھا۔۔

"آج رزلٹ کا دن ہے ڈاکٹر یاد ہے نہ آپ کو۔۔" حشام کی معنیٰ خیز سرگوشی پر مسکرا رہی حبہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ دل اتنی زور سے دھڑکا تھا کی حبہ کو خدشہ لاحق ہوا کی سب کی سماعت فیض یاب نہ ہوئی ہو۔۔

تجھ کو احساس کیوں نہیں ہوتا

چاہتیں کس قدر ضروری ہے

آؤ دو چار مل کر پوری کریں

خواہشیں سینکڑوں ادھوری ہے۔

"میں منتظر ہوں، منتظر رہونگا۔۔" حشام بھاری جذبات کے بوجھ سے بوجھل آواز میں حبہ کی سماعت میں اپنی خواہش انڈیلتا۔ ثوبان کو پیار کرنے لگا تھا۔ اور حبہ اس کی قربت پر پگھلتی ارد گرد کا ہوش کھو رہی تھی۔

"ابھی حواس پر قابو رکھیں ڈاکٹر، یہاں ایسا میرا کوئی ارادہ نہیں۔۔" حشام اسکی حالت سے محظوظ ہوتا ثوبان کو لیکر پیچھے ہو گیا تھا۔ اس دوران ارسلان اور نشوہ کی لایعنی جنگ بھی کنارے لگ گئی تھی۔ اور ارسلان سب کے سمجھانے پر ناک منہ چڑھاتا نشوہ کی مانگ پوری کر کے ناک سکوڑتا دنیاں کا مہنگا ترین دودھ نوش فرما چکا تھا۔

"جتنا آج میرا دل جلا ہے اس سر پھرے انسپکٹر پر اس کی کھولن نکال کر بڑی ٹھنڈ پڑی ہے کیلجے میں، اسی ترسے ہوئے انسان کی وجہ سے نکاح کا پھندا لگا ہے میرے گلے میں بخش کیسے دیتی اسے، نشوہ یاسر ہوں ادھار رکھنا تو میں نے سیکھا ہی نہیں۔۔" نشوہ ابھی ارسلان کا راستہ روک بطور آئی اے ٹی یم کارڈ سے راز و نیاز کر رہی بڑی سی خالی راہداری سے گزر رہی تھی۔ جب موقع کی فراق میں بیٹھا رافع فوراً اسکی راہ میں حمائل ہوا تھا۔ جس پر وہ ڈر کے دو قدم پیچھے ہوئی۔۔

"یہ کوئی طریقہ ہے ؟؟؟۔" نشوہ دھک کر رہے دل پر ہاتھ رکھتی ناگواری سے مقابل کو گھورا۔۔

"پہلے آپ تصحیح کر لیں نشوہ یاسر نہیں، نشوہ رافع یحییٰ، بھلے ہی آپ ادھار نہیں رکھتی ہونگی، لیکن میرا ادھار اب تک آپ پر باقی ہے۔۔" رافع اسکی ناگواری کو یسکر نظرانداز

کرتا اصل موضوع کی طرف آیا۔رافع کے تصیح کرنے پر جہاں نشوہ کی دھڑکن تھمی تھی۔وہیں دوسرے جملے پر نشوہ نے آنکھیں سکیڑ کر مقابل کو دیکھا۔

"کونسا ادھار رکھا ہوا ہے میں نے آپ کا جو قرض داروں والی کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے ہیں؟؟۔" نشوہ نے کمر پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے آنکھوں کے اشارے پوچھا۔۔

"لاحول!! سہی جگہ دل لگایا ہے آپ نے رافع صاحب۔" اپنی محبت پاش نظروں کی اس قدر بے قدری پر رافع نے کم بخت دل پر ملامت کی تھی۔۔

"کیا ہوا مسٹر بتائیں کونسا آپ کی بھینسیں کھول دی ہے میں نے؟؟؟۔" نشوہ اسے خود سے ہی ہم کلام دیکھ چٹکی بجا کر بولی۔اسکے ہاتھ پہلو میں گرانے سے پہلے ہی رافع نے سرعت سے اسکی کلائی اپنے گرفت میں لی تھی۔۔

"نکاح کی مبارکباد نہیں دی، جرم یہ کی میرے اچھے خاصے شریف دل کو بغاوت پر

اکسایا ہے آپ نے۔۔" رافع جذبات سے چور آواز میں بولا۔۔

"توبہ کریں، سراسر الزام ہے یہ، میں کیا کوئی ڈاکٹر لگی ہوئی ہوں جو آپ کے دل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر دی۔۔" نشوہ اس الزام پر بلبلا کر ہاتھ کھینچ گئی تھی۔ بھلا نشوہ جیسی افلاطون لڑکی سے بندہ رومانوی باتیں کر سکتا تھا۔

"جی اور آپ میری مجرم ہیں۔۔" رافع اپنے خالص جذبات کے سلگتے شعلوں پر نشوہ کی طرف بہائے گئے دریا پر منہ چڑھ کے بولا۔

"ہیں! عجیب انسان ہیں یار آپ الزام پر الزام لگائے جا رہے ہیں۔۔" نشوہ نے جھلی پنے کی حد کر دی تھی۔ رافع اپنا ضبط کھوتا اس کا بازو تھام کر دیوار سے لگا گیا تھا۔ ساتھ اس کے پنکھڑی جیسے نازک لبوں پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتا آنکھوں سے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔۔

"نشوہ رافع یحییٰ آپ بہت بڑی جھلی ہیں، جذبات کی سمجھ تو آپ کو زیرو پر سنیٹ بھی

نہیں ہے، لیکن میری بد قسمتی کے میرا کم بخت دل آیا بھی تو آپ ہی پر، شکر اللہ کا میں نے رات بابا سے بات کر کے نکاح کروالیا، ورنہ منگنی کے بعد اسی طرح میرے جذبات کا خون کر کے شادی کے ارمانوں کے ساتھ ہی میں نے اس دنیاں سے رخصت ہو جانا تھا۔" رافع اپنی باہوں میں مقید لڑکی پر دھیمی آواز میں اپنے جذبات کا آشکار کر گیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کی محترمہ کے سمجھ خاک نہیں آیا۔۔

"ممم۔۔ مطلب یہ نکاح والا پھڈا آپ نے ڈالا ہے۔۔" اتنے سارے قیمتی لفظوں میں یہی ایک بات نشوہ کے دماغ پر لگی تھی۔ رافع کا من کیا پیچھے دیوار پر اپنا سر دے مارے۔۔

"اتنی لمبی چوڑی بکواس کر دی میں نے آپ کو اسی ایک لائن اعتراض پر ہے، حد ہے نشوہ یاسر۔۔" رافع نے متاسف نظروں سے اسے دیکھا۔

"کل اور ابھی جو میں نے بکواس کی جسے آپ پہیلی کہ رہی ہیں، اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کی آئی لو یو ڈمیٹ، کب؟ کہاں؟ کیسے نہیں جانتا، کیونکہ بن کہے آپ میری روح کی مکیں بن

گئیں، بنا اجازت بغیر دستک میرے دل کی سلطنت کی ملکہ بن گئیں، اپنی خالص محبت کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کیلیئے میں نے آپ کو اپنے ساتھ ایک بہت ہی مضبوط پاکیزہ رشتے میں باندھ لیا، اب جب تک حیات ہے تب تک آپ کا اور میرا ساتھ ہے۔۔" رافع اس جھلی کی تحیر سے پھیلی آنکھوں میں جھانکتا جذبات سے بوجھل آواز میں نشوہ کو پتھر کا بنا گیا تھا۔اس کھلے اظہار پر نشوہ کان کی لو تک سرخ ہوئی تھی۔دل کی منتشر دھڑکن سماعت پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔ لیکن مقابل کے سحر میں وہ اس قدر جکڑ گئی تھی کے سن بدن کے ساتھ حرکت کرنا محال ہو گیا تھا۔۔

"جانتا ہوں آپ کچھ نہیں بولیں گی، میرے ہی لفظوں کو آپ ہضم کر لیں غنیمت ہے اس لیئے بس اتنا کہونگا کی مہربانی کرکے خدارا اپنے اندر رومانوی جراثیم کو نشو نما پانیں دیں۔تاکے ایک سال بعد جب رخصتی ہو تو صورت حال کچھ اور ہو۔۔" رافع متبسم لہجے میں گزارش کرتا۔دہکتا استحاق بھرا لمس اس کے پیشانی پر چھوڑ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ نشوہ وہیں بے جان ہوتے ٹانگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھی تھی۔رافع کے آنچ دیتے لفظوں کی بازگشت، اسکے پرفیوم کی مسحور کن خوشبو اب

بھی نشوہ کے حواسوں پر سوار تھا۔۔

"آپ نے میرے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں کیا پرواز، اس ناانصافی کیلئے میں آپ کو تا قیامت معاف نہیں کرونگا، آپ نے میرے ارمانوں کا خون کیا ہے، کون بد نصیب دولہا ہوگا جس نے اپنی ذاتی بیوی کی منہ دکھائی نہ کی ہو۔۔" ارسلان شیروانی کے بٹن کھولتا مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔ اور پرواز لب بھینچے اسکی دہائیوں سے محظوظ ہو رہی تھی۔

دراصل ہوا کچھ یوں تھا کی ارسلان صاحب اپنی زوجہ سے روایتی دلہنوں والے توقعات وابستہ کئے، نشوہ کو منہ مانگی نیک دیکر سرشار سے راجہ اندر کی طرح اپنے حجلہ عروسی میں داخل ہوئے تھے۔ اور پرواز کو اطمینان سے ڈریسینگ کے پاس بیٹھ کر اپنے ارمانوں کا پورے اہتمام کے ساتھ خون کرتا دیکھ، مارے صدمہ کے محترم پر سکتہ طاری ہو گیا تھا جو کم و بیش پندرہ منٹ تک رہا تھا۔ اور ان کے ہوش میں آنے تک پرواز تقریباً تمام جیولری سے نجات پا چکی تھی۔ چوڑیوں کی کھنک پر ارسلان نے اپنے نام کا آخری سنگار اتارنے سے

اسے روک تو گیا تھا۔ لیکن اب اس کی دہائیاں عروج پر تھی۔ اور پرواز اپنی حرکت پر شرمندہ سر پر دوپٹہ لیئے اپنے مجازی خدا کا بگڑا مزاج ملاحظہ کر رہی تھی۔۔

یہاں مظلوم ارسلان ضرور تھا لیکن ظالم پرواز بھی نہیں تھی۔ لپ سٹک تک کو استعمال میں لانے سے گریزاں جرنلسٹ صاحبہ پچھلے آٹھ گھنٹے سے ہیوی میک اپ اور جیولری سے اس قدر اکتائی ہوئی تھی کے کمرے میں آتے ہی پہلا کام جان کا خلاصہ سوچا۔ اس سارے جھنجھٹ سے چھٹکارا پانے کی فکر میں وہ بیچارے ارسلان کے ارمانوں کے ساتھ بے ایمانی کر گئی تھی۔ جس کا اسے ارسلان کی اتری شکل بگڑے تیور دیکھ اچھے سے اندازہ ہو رہا تھا۔

"یقین کریں مجھے اس سب سے الجھن ہو رہی تھی تبھی میں نے چینج کر لیا، مجھے ذرا اندازہ نہیں تھا کی آپ کو اتنا برا لگے گا۔۔" پرواز نے اسے شیروانی صوفے کی طرف اچھال کر کبرڈ کی طرف بڑھتا دیکھ وضاحت دی۔ آخر وہ غلطی پر تھی۔۔

"جی بہت اچھا کیا محترمہ میرے نام کیا سولہ سنگار سولہ منٹ تک میرے انتظار میں نہیں رکھ سکیں۔۔"ارسلان جلے بھنے انداز میں کہتا ٹراؤزر شرٹ لیکر واش روم میں بند ہوا تھا۔

"یہ سہی ہے خود تو ایک شیر وانی اور کلا پہن کر پورے ہوٹل میں دندناتے پھر رہے تھے، میری طرح دس کیلو کا آوٹ فٹ پلس جیولری ہیوی میک کر کے ایک جگہ چپک کر بیٹھتے تب پوچھتی میں، تین دن سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھ بیٹھ کر کمر اکڑ گئی ہے،اس پر صاحب بہادر کے مزاج چیک کریں۔ہنہ! مجھے کیا رہیں ناراض میں تو لمبی تان کے سونے لگی ہوں۔۔"پرواز بند دروازے پر گھوری ڈال کر بھاری لہنگا سنبھالتی کبرڈ سے آرام دہ ڈریس نکال کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی۔

دس منٹ میں ڈریس تبدیل کر کے بالوں کا جوڑا بنائے باہر نکلی تو ارسلان بلیک ٹراؤزر شرٹ میں پھولے منہ کے ساتھ ڈریسنگ کے آگے بال بناتا نظر آیا تھا۔وہ مکمل نظر انداز کرتی واش روم میں بند ہوئی تھی۔

"چوڑیاں بھی اتار ہی لیتی اسے کیوں رکھا ہوا ہے۔۔"ارسلان جو پرواز کی حنائی کلائیوں میں سج رہی چوڑیوں پر ترچھی نظر ڈال چکا تھا۔نروٹھے پن سے بڑبڑایا۔

"سہی بددعا لگی ہے مجھے،اس موٹی اور جعلی ڈاکٹر کی،مجال ہے جو اس گاؤں کی گوری پر میری ناراضگی کا اثر ہوا ہو۔۔"پرواز کے بے نیازی پر ارسلان دل مسوس کر رہ گیا تھا۔

ایک ٹھنڈی اہ فضا کر سپرد کرتا نظر سجے کمرے پر ڈالا،تازہ گلاب اور موگرے کے علاوہ مختلف خوشبوں سے مہکتی کمرے کی مسحور کن فضا،جگہ جگہ گلاب کی پنکھڑیوں سے بنے دل جس کے اعتراف چھوٹے چھوٹے موم بتی روشن تھے،دروازے سے بیڈ تک گلاب کی نازک پتیوں سے اوٹ لائن کر کے بنایا گیا راستہ،سب کتنا مکمل اور رومانوی تھا،لیکن افسوس ماحول سازگار تھا اور وجود بے نیاز۔پورے کمرے پر نظر دوڑاتے ہوئے ارسلان کا غم تازہ ہوا تھا۔

"ماحول پرفسوں ہونے سے کیا ہوتا ہے بندے کی لائف میں رومانس ہونا

چاہئے۔۔"ارسلان بیڈ سے گلاب کی پتیاں ہٹاتا بھاری دل سے سوچ کر اپنی جگہ دراز ہوا تھا۔

ابھی چند سیکنڈ گزرے تھے۔جب چوڑیوں کی کھنک نے ارسلان کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔آنکھوں سے زرا سا بازو ہٹا کے دیکھا تو وہ سہج سہج کا قدم اٹھاتی بیڈ کے قریب آرہی تھی۔۔ارسلان ویسے ہی پڑا رہا جب وہ نروس سی انگلیاں چٹخاتی بیڈ کے بالکل کنارے پر آکر بیٹھ گئی تھی۔۔

"انسان ہوں کوئی آدم خور نہیں ہوں جرنسلٹ صاحبہ۔"ارسلان اسکے گریز پر جل کر بولا۔جس پر پہلے ہی نروس بیٹھی پرواز اچھل پڑی تھی۔

"مم۔۔میں نے ایسا کب کہا ہے۔۔"پرواز نے بامشکل اپنے حواس بحال کیا تھا۔بڑے بڑے بدمعاشوں کے ٹھکانے پر بے دھڑک گھس جانے والی نڈر پرواز آج بری طرح نروس تھی۔

''یہی تو مسئلہ ہے آپ کچھ کہتی ہی نہیں مقابل پھر بھی سلگ جاتا ہے۔۔''ارسلان کہنیوں کے بل اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا شکوہ کر گیا تھا۔۔

''اچھا ٹھیک ہے نہ ہو گئی غلطی، ویسے بھی کس بیوقوف نے آپ کو مشورہ دیا تھا، پرواز سے یہ عام لڑکیوں والے امیدیں وابستہ کرنے کیلیئے؟؟؟یوں بھی اماں کہتی ہیں میں مردمار ہوں، لڑکیوں والے نزاکت، انداز واطوار مجھ نہیں۔میں صرف مار دھار مردوں والے کام کرنا جانتی ہوں۔۔''پرواز مقابل کی پگھلاتی نظروں سے زچ ہوتی خفگی سے الٹا ارسلان پر چڑھ دوری تھی۔جس پر ارسلان مبہم سا مسکرایا۔۔

''اماں تو بالکل درست فرماتی ہیں۔۔۔''ارسلان اسکے کارنامے یاد کرتا پوری طرح نور بانو سے متفق تھا۔

''لیکن مجھے اس اماں کی انوکھی بیٹی سے عام شوہروں والے امیدیں ہی وابستہ ہے، میں چاہتا

ہوں آپ میرے لیۓ سجیں، مجھ سے تعریف بٹوریں، ناز نخرے اٹھوائیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر روٹھ جائیں اور میں بڑے پیار سے نت نئے طریقوں سے آپ کو مناؤں۔۔" ارسلان ہولے سے اس کا حنائی ہاتھ تھام کے آنچ دیتے لہجے میں اپنی خواہشیں پرواز کے سماعتوں میں انڈیلا۔ لیکن پرواز بیچاری تو لفظوں سے زیادہ لمس کی حدت سے پریشان گردن جھکا گئی تھی۔۔

"اماں نے مجھے آپ کی پوری لائف اکسپیرنس سنایا ہے پرواز ہے، کس طرح آپ کے والد کے غلط کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ سے انہوں نے آپ کو چھوٹی سی عمر میں خود سے دور کردیا، اور اتنی سی عمر میں حالات کی تلخیوں نے آپ کو ذہنی طور پر اپنی عمر سے کئی زیادہ سمجھدار بنادیا، اور اپنے والدین کی ازدواجی زندگی کی کڑوی حقیقت نے آپ کو شادی اور صنف مخالف سے بدگماں کردیا تھا، لیکن میرا وعدہ ہے پرواز میری ہمراہی میں آپ سکے کا دوسرا رخ دیکھیں گی، میں نے بچپن سے مثالی ازدواجی زندگی کا نمونہ اپنے ارد گرد دیکھا ہے، میں پوری کوشش کرونگا آپ کو مکمل ماحول فراہم کرنے کی۔۔" ارسلان اسکی حنائی ہتھیلی کے بیل بوٹوں پر نظر گاڑے نرم مگر پر عزم آواز میں پرواز کے کانوں میں رس

گھول رہا تھا۔ جس پر پرواز نے گھنی پلکیں اٹھا کر اس مسیحا کا چہرہ دیکھا تھا جہاں صرف سچائی رقم تھی۔۔

ہاں! ہمیشہ سے یہ شخص اس کا مسیحا ہی رہا تھا۔ ازدواجی زندگی اور مردوں کو لیکر جو پرواز کے نس نس میں کڑواہٹ بھری تھی، اس شخص کی پہلی ملاقات نے ہی اسے نچوڑ دیا تھا۔ پھر گزرتے دن کے ساتھ یہ شخص اپنے عمل سے بچپن سے پرواز کے ذہن و دل پر بنی مرد ذات کی ناپسندیدہ تصویر کو پسندیدگی میں تبدیل کرتا گیا تھا۔ جو تھوڑی سی خلش رہ گئی تھی وہ علی ولا کے مکیں کی محبتوں نے مٹا دی تھی۔ اور اب کوڑے دل و ذہن کے ساتھ بیٹھی پرواز مقابل بیٹھے پیارے ہمسفر کے ساتھ خوبصورت مستقبل کی تصویر بنا کسی ہچکچاہٹ کے بنانا شروع کر سکتی تھی۔ کیونکہ یہ تو طے تھا کی اب زندگی حسین ہونی والی ہے۔ کیونکہ قدر کرنے والا عزت و محبت ایک ساتھ دینے والا باظرف مرد اس کا مقدر تھا۔

"آپ کچھ نہیں کہیں گی؟؟؟" دوسری طرف مکمل خاموشی محسوس کر ارسلان نے سر

اٹھا کے سوالیہ نظروں سے دیکھا جو بنا پلک جھپکائے مسکراتی نظروں سے اسی کے نین نقش میں کھوئی تھی۔ ارسلان مبہم سا مسکرا کر، ہاتھ کو جھٹکا دیتا پرواز کو سمجھنے کا موقع دیئے بغیر خود پر گرا کر پیچھے دراز ہوا تھا۔

اچانک لگے جھٹکے پر پرواز کٹی پتنگ کی طرح ارسلان کے کشادہ سینے پر گری تھی۔ ساتھ جوڑے سے بال کھل کر کسی آبشار کی طرح ارسلان کے چہرے پر سایہ فگن ہوئے تھے۔۔

"کوئی شک نہیں کی سج دھج کے آپ غضب ڈھا رہی تھیں، لیکن اصل بجلیاں تو آپ سادگی میں میرے نازک دل پر گراتی ہیں، یقین کریں ان آنکھوں کی ایک جھلک نے مہینوں تک میرا اقرار لوٹا ہوا تھا، خیر قرار تو اب بھی نہیں اس دل کو۔۔" ارسلان بے آواز مزاحمت کر رہی پرواز کے چہرے سے گھنے بالوں کا پردہ ہٹاتا مخمور لہجے میں کہتا انگلی کی مدد سے اسکی جھکی پلکوں کو چھو کر پرواز کی کمزور مزاحمت کا بھی دم توڑ گیا تھا۔

"پپ۔ پلززز۔۔۔"پرواز اپنے نقش کو چھو رہی انگلی کی پوروں سے ڑیڑھ کی ہڈی میں سنسنی پیدا کر رہے لمس سے بے بس ہوئی۔۔

"لیکن جانتی ہیں آپ نے اس انسپکٹر کو اپنے پیچھے بہت خوار کیا ہے، جس کا بدلہ میں ساری زندگی آپ کو اسی طرح اپنے عمل، اپنے لمس، اپنی نظروں سے بے بس کر کے لونگا۔۔"ارسلان کروٹ لیکر پرواز کا سر اپنے بازو پر رکھتا اپنے عزائم سے آگاہ کر رہا تھا۔ لیکن وہ بیچاری تو ابھی ہی اسکی وارفتگی سے ہلکان تھی۔

وہ کہتی ہے مجھے وارفتگی سے
دیکھتے کیوں ہو؟؟؟
کے میں خود کو بہت ہی قیمتی
محسوس کرتی ہوں۔
میں کہتا ہوں متاعِ جان بہت
انمول ہوتی ہے۔

تمہیں جب دیکھتا ہوں،
زندگی محسوس ہوتی ہے۔

ارسلان اپنی باہوں میں پڑی شرم وحیا کی پیکر کی اٹھتی گرتی پلکوں کے رقص سے، بے خود ہوا مزید پیش قدمیوں پر اتر آیا تھا۔ اور پرواز اسکی گستاخیوں پر مہکتی خود کو معتبر محسوس کر رہی تھی۔۔

زندگی یہی ہے جہاں یقین ہوتا ہے، وہاں ناراضگی جز وقتی ہوتی ہے، محبت جب محرم ہو تو محبت کی مہربان چھاؤں میں رہنے والے مزاہمت پر خود سپردگی کی راہ چنتے ہیں۔ پرواز اپنے باپ کا اپنی ماں کے ساتھ برا سلوک کو دیکھ مردوں سے بدگماں ہو گئی تھی۔ جسے ارسلان نے اپنی محبت سے دھل کر اعتبار کا بیج بویا تھا۔ جو گزرتے وقت کے ساتھ ارسلان کی خاص توجہ سے پھلتا پھولتا محبت کا پھول کھلا گیا تھا۔ جس سے ان کی زندگی مہکنے والی تھی۔ انہیں یقین تھا یہ پودا بہت جلد تناور درخت میں تبدیل ہو کر ان کی زندگی میں آگے آنے والے چھوٹے موٹے طوفانوں سے سامنہ کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔

"آپ یہاں؟؟؟؟۔"انور فریش ہو کر واش روم سے نکلا تھا جب تحسین بیگم کو اپنے بیڈ پر بیٹھا دیکھ حیران ہوا۔

ولیمے کا فنکشن بھی خیر و عافیت سے انجام پا گیا تھا۔انور بڑے بھائی کی طرح ذمہ داری سے سارے کام نبٹا کر تقریباً ڈیڑھ بجے گھر پہونچا تھا۔ تھکن سے ٹوٹتے وجود کو لمبی نیند دینے کے غرض سے شاور لینے گیا تھا۔اور رات کے اس پہر تحسین بیگم کو اپنے کمرے میں دیکھ اس کا حیران ہونا جائز تھا۔۔

"کیوں میں اپنے بیٹے کے کمرے میں نہیں آسکتی۔۔" تحسین بیگم اٹھ کر انور کے قریب آئی۔۔

"نن۔۔نہیں۔مم۔۔ماں میں نے ایسا کب کہا؟؟۔"انور آج ڈیڑھ دو مہینے بعد بھی لفظ

ماں ادا کرتے جھجھک کا شکار تھا۔ جس پر تحسین بیگم کا دل افسردہ ہوتا لیکن حقیقت یہی تھی۔۔

"تو پھر پوچھ کیوں رہے ہیں؟؟۔" تحسین بیگم اسکے ہاتھ سے ٹاول لیکر اسکی مظبوط کلائی تھامے صوفے کی طرف بڑھی تھی۔ انہیں صوفے پر بیٹھتا دیکھ انور خود ہی ان کے قدموں کے پاس صوفے سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔۔

کیونکہ اکثر تحسین بیگم اسکے کمرے میں آکر اسکے بالوں کی چمپی کرتی تھی۔ شروع میں جھجھک کا شکار تھا۔ لیکن ماں کے مہربان لمس نے جلد اسے عادی بنا دیا تھا۔ وہ اب بھی آنکھیں مونڈے بیٹھا تھا اور تحسین بیگم اسکے بال خشک کر رہی تھی۔

"آگے آپ کا کیا ارادہ ہے؟؟؟۔" کچھ پل کی خاموشی کے بعد سوال ہوا تھا۔ میٹرک کیا ہے ارسلان بتا رہا تھا کی گیارویں اور بارویں کا امتحان گھر تیاری کر کے اکٹھے لکھا جا سکتا ہے، تو اب وہی فارم بھرنے کا ارادہ ہے، اس ڈگری مل جائے گی، باقی مجھے زمینوں کی

اچھی معلومات ہے تو احان حشام کا مشترکہ مشورہ ہے کی میں اسی سے منسلک کچھ کروں، اور میرا ابھی کچھ ایسا ہی ارادہ ہے۔۔"انور نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

"سہی فیصلہ یوں بھی انسان کو وہی کرنا چاہئے جس میں من لگے اور تجربہ ہو۔۔" تحسین بیگم بیٹے کے فیصلے کی تائید کی۔ جس پر انور واپس آنکھیں موند گیا تھا۔

"ویسے اللّٰہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کی سب بچے اپنی اپنی زندگی میں خوش و خرم ہیں، اب بس تمہارا اور نشوہ کا ہو جائے تو بس ہم سب نے بے فکر ہو جانا ہے، یوں بھی ابو کا ارادہ ہے تم دونوں کا بھی اگلے سال کرنے کا۔۔" تحسین بیگم ٹاول سائیڈ پر صوفے پر پھیلاتی سکون سے بولیں۔۔

"کیا مطلب؟؟؟۔"انور اپنے نام پر ٹھٹھک کر جان کر انجان ہوا۔۔

"وہی جو تم سمجھ گئے۔۔" تحسین بیگم نے جتایا۔۔

"پر ماں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔"انور جھجھک کے بولا۔

"اب کہاں اگلے سال کا ارادہ ہے۔۔" تحسین بیگم اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتی متبسم لہجے میں تصحیح کرتی بولیں۔ورنہ ماں تھی اپنے بیٹے کا اشارہ باخوبی سمجھ گئی تھیں۔۔

"ماں میں بھی وہی آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔"انور نے وہی پر زور دیا۔وہ بھی اپنی ماں کے رمز رمز سے واقف تھا۔۔

"میں اسی موضوع پر ہی تم سے کھل کر بات کرنے آئیں ہوں،انور تم کیوں نوری سے گریزاں رہتے ہو اتنی پیاری بچی ہے، نکاح ہو چکا ہے تم دونوں کا پھر مسئلہ کہاں ہے؟؟۔" تحسین بیگم نے موضوع چھڑنے پر کھل کر سوال کیا۔

نوری سے انور کا گریز وہ روز اول سے نوٹ کر رہی تھی۔باقی پرواز نے بھی انور کے

ارادوں سے انہیں آگاہ کیا تھا۔آج ارسلان کا ولیمہ ہونے کے بعد تحسین بیگم کھل کر انور سے بات کرنے تھکن کی پرواہ کئے یہاں پہونچ گئی تھی۔اپنے بیٹے کے بے بنیاد جواز کو خارج کر کے اسے نوری کو لیکر سنجیدہ ہونے کی ہدایت دینے کیلئے۔۔

"ماں جس نے یہ منجری کی ہے یقیناً اس نے آپ کو پوری تفصیل سے آگاہ کیا ہو گا۔۔"انور اٹھ کر کھڑکی کے پاس چلا آیا تھا۔پرواز کے ہر جگہ اشتہار لگانے پر انور کو تپ چڑھی تھی۔۔

"لیکن میں اپنے بیٹے کے منہ سے اسکی پریشانی سننا چاہتی ہوں۔۔" تحسین بیگم نے زور دیا۔۔

"ماں بہت چھوٹی ہے وہ مجھ سے۔۔ہمارے درمیاں اچھا خاصہ عمر کا فرق ہے، پھر یہ رشتہ صرف ایک ڈھال تھا، وہ بہت ناسمجھ ہے۔۔آپ سمجھ رہی ہیں نہ۔۔"انور بے ربطگی سے کہتا سخت جھنجھلاہٹ کا شکار تھا۔اسکی پریشانی پر تحسین بیگم سر ہلا گئی تھی۔

"بیٹا آپ کا پہلا اعتراض تو کسی کھاتے میں ہی نہیں آتا کیونکہ آٹھ نو سال عمر کا فرق عام بات ہے، ہر دوسرے شوہر بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔۔" تحسین بیگم نے آرام سے پہلا اعتراض خارج کیا تھا۔۔

"آپ کی دوسری بات پر غور کریں تو یہاں آپ پوری طرح غلط ہیں، نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جس نے ہر رشتے کو جنم دیا ہے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کی آپ نے یہ رشتہ کسی اور مقصد کیلیئے قائم کیا تھا، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو حاضر ناظر مان کر آپ نے اس لڑکی کو اپنی زوجیت میں لیا ہے، تاحیات وہ آپ کی ذمہ داری ہے ان فضول جواز کی بنیاد پر آپ اپنی ذمہ داری سے دامن نہیں چھڑا سکتے، یہ کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔۔" تحسین بیگم نے رسانیت سے سمجھایا۔ جس پر انور نے پیشانی مسلی۔

"اور رہی بات نوری کے بچپنے کی تو بیٹا، نوری ابھی صرف انیس سال کی ہے، اس میں عمر لڑکیوں میں بچپنا ہوتا ہے، اس عمر میں ہی کیا ماشاءاللہ سے چوبیس سال کی نشوہ دیبا کی

شرارتیں دیکھ لیں آپ، بیٹا بچی ہے بچپن سے ماں کے مہربان آنچل میں رہی ہیں، اور جب زمانے کی اؤنچ پنچ سکھانے کی عمر کو پہونچی تو ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا، پھر آپ نے انہیں کسی آبگینے کی طرح سنبھال کر رکھا، تو لاابالی پنا تو ہوگا نہ طبعیت میں، لیکن یاد رکھیں وجود زن کے مزاج میں بہت لچک ہوتی ہے۔۔" تحسین بیگم نے بیٹے کا کندھا تھپتھپا کے سمجھایا۔ جس پر انور چپ ہی رہا تھا۔۔

"اور ایک بات بتاؤں، آپ جو اس چھوٹی سی لڑکی سے اپنا دامن بچاتے رہتے ہیں نہ اس نے اپنی معصوم آنکھوں میں آپ کا عکس سرمے کی طرح بسا رکھا ہے۔۔" تحسین بیگم کی طرف سے مسکراتی آواز کیئے گئے انکشاف پر انور نے جھٹکے سے سر اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا۔۔

"جی بیٹا جی۔ یہ لڑکیاں بڑی عجیب ہوتی ہے کسی کا نام ان کے نام کے ساتھ جڑ جائے تو اس کے خواب کو آنکھوں میں بسانا اپنا فرض سمجھ لیتی ہیں، وہ معصوم تو شائد اس رشتے کے نزاکتوں کو تک نہیں سمجھتی، لیکن پھر بھی آپ کیلئے اپنے پیار سے دل میں خاص

جذبات رکھتیں ہیں جس سے ابھی وہ بھی ناواقف ہیں۔مجھے یقین ہے میرا بیٹا اس کے جذبات کی قدر کرے گا۔۔" تحسین بیگم نے انور کی تحیر سے پھیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اپنے لفظوں کی تشریح کرتی انور کو ورطہ حیرت میں ڈال گئی تھی۔۔

" بھئی آپ ماں بیٹے کے گفت وشناد ختم ہونگے آج کی رات، چائے کے انتظار میں میری نیند ٹھنڈی ہو رہی ہے۔۔" عقب سے آئی اکبر علی کی آواز پر دونوں مسکراتے ہوئے ان کی طرف مڑے تھے۔۔

"میرے ذہن سے ہی نکل گیا، کمرے سے آپ چائے دینے ہی نکلی تھی، پھر ادھر کا رخ کرلیا۔۔" تحسین بیگم سر پر ہاتھ مارتی ہوئی بولیں۔۔

"بیگم کوئی بڑی بات نہیں بیٹا کیا مل گیا ہے اب تو ہم بھی آپ کی ذہن سے نکلنے لگے ہیں، لیکن کیا کریں آپ کے نازک ہاتھوں کی بنی چاہئے کے بغیر ہمارا گزارا نہیں۔" اکبر صاحب شریر نثار ہوتے انداز میں ان کی نوک جھونک سے محظوظ ہو رہے انور کے قریب

چلے آئے تھے۔۔

"جوان اولاد کھڑی ہے پہلو میں لحاظ کرلیں کچھ۔" تحسین بیگم نے سرزنش کیا۔۔

"ارے! کیسا لحاظ بھئی، یہ تو کامیاب زندگی کا نسخہ ہے، میری صلاح ہے برخوردار یہ چائے والی عادت آپ بھی لگا لینا اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کی کبھی آپس میں ناراضگی چل رہی ہو تو، مقابل کو مخاطب کرتے ہوئے دل کو دلاسہ رہتا ہے کی بھئی طلب سے مجبور ہیں، ورنہ ہم کونسا اپنی انا کو مارنے والے تھے۔۔" اکبر علی انور کے شانوں پر بازو پھیلاتے رازداری سے بولے۔

"بس یہی فضول پٹی پڑھائیں آپ بیٹے کو۔۔" تحسین بیگم انہیں گھورتی وہاں سے واک آؤٹ کرگئی تھی۔ عقب سے آئی دونوں باپ بیٹے کے مشترکہ قہقہے پر تحسین بیگم آسودگی سے مسکراتی آنکھوں میں نمی لیئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔۔

"بابا لگتا ہے ماں آپ سے ناراض ہو گئی۔۔"انور نے خیال ظاہر کیا۔۔

"ہاں! مجھے بھی یہی لگتا ہے، تو پھر تم آرام کرو تمہیں کلاس دینے کے غرض سے جو میں نے اپنی کلاس لگوالی ہے میں وہاں حاضر لگاتا ہوں۔۔"اکبر صاحب انور سے بغل گیر ہو کر اسکے پیشانی پر بکھرے بال سنوارتے وہاں سے نکل گئے تھے۔

"شکر اللہ مجھے ان انمول نعمتوں سے نوازنے کیلئے۔۔"ماں باپ کے تازہ لمس پر انور نے بے ساختہ شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔۔

"کیا ماں نے جو کہا وہ سچ ہے مطلب نور چوہدری۔۔"بیڈ پر دراز ہوتے ہی انور کی سوچوں کا رخ خود بخود تحسین بیگم کے انکشاف کی طرف ہوا تھا۔وہ چھوٹی سی لڑکی توجہ تو ہمیشہ سے انور کی کھینچتی آئی تھی۔لیکن اس نئے انکشاف نے دائیں جانب بے مقصد دھڑک رہے دل میں ہل چل مچائی تھی، چاہے جانے کے خاص احساس کے زیرِ انور کے عنابی لبوں پر دل فریب انداز میں مسکرائے تھے۔جس سے وہ بھی انجان تھا۔

"اس ڈاکٹر سے بڑا ڈرپوک اور وعدہ فراموش شائد ہی دنیاں میں کوئی دوسرا ہوگا۔۔" حشام گھڑی میں دو بجے کا وقت دیکھ بڑبڑایا۔۔

"لیکن آنا تو آپ نے یہیں ہے ڈاکٹر کیونکہ فرار کے سارے راستے آج مسدود ہیں، اور آپ کی جان یہاں بیڈ پر دنیاں مافیہ سے بیگانہ چین کی نیند سو رہا ہے اب آپ میری نیند چین چرانے کا احتساب کریں گی۔۔" حشام اپنے پہلو میں سو رہے ثوبان کو دیکھ دل کشی سے مسکرایا۔۔

کل ہوٹل سے واپسی کے بعد حشام دیر رات تک حبہ کا منتظر رہا تھا۔نہ حبہ آئی تھی نہ ندا، تھک ہار کر سو گیا تو صبح معلوم ہوا کی بزدل ڈاکٹر ثوبان کو لیکر نوری کے ساتھ سو گئی تھی۔اس لیئے آج حشام چالاکی سے پہلے ہی ثوبان کو لیکر کمرے میں آگیا تھا۔اب تو لازمی ڈاکٹر مارے باندھے کمرے میں آنے والی تھی۔کیونکہ ثوبان کے بغیر

ڈاکٹر کو چین کہاں ملنا تھا۔۔

مزید پندرہ منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد آہستگی سے دروازہ کھلا تھا۔اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی حبہ اندر داخل ہوئی تھی۔بیڈ پر لیٹے چھت کو گھور رہے حشام کے چہرے کی سنجیدگی دیکھ بے دھیانی میں حبہ کے پیر ساڑی کے پلو سے الجھا تھا۔اس سے پہلے کی وہ ایک اور بہانہ بنا کر حشام کا ضبط آزماتی حشام پھرتی سے اس تک پہونچتا اسے تھام گیا تھا۔۔

"جو چیز سنبھلتی نہیں اسے پہننے کا مشوہ کس نے دیا ہے آپ کو۔۔" حشام حبہ کی لرزتی پلکوں پر پھوک مارتا اسے لب کشائی پر اکسایا۔حشام کی بھاری آواز پر حبہ فوراً خفت زدہ سی سیدھی کھڑی ہوئی۔۔

"آپ ہی نے خرید کر دی ہے یہ بلا میں نے شوقیہ نہیں پہنا۔۔" حبہ شرمندگی مٹانے کے غرض سے نروٹھے پن سے بولی۔کیونکہ ولیمے کی شوپنگ اسکی حشام نے خود کی تھی۔۔

"اہ! مطلب میری خواہش کا احترام کیا گیا ہے۔۔" حشام اس کے انداز دلبرا سے محظوظ ہوا۔ جس پر حبہ بنا جواب دئے خاموش سے مڑنے لگی تھی۔ جب حشام نے سرعت سے اسکی کلائی تھامی۔۔

"خواہش کا ہی احترام کرنا ہے تو اس خواہش کا کریں نہ جو آپ کی رضامندی کے محتاج ہے۔۔" حشام نے حبہ کی پشت اپنے چوڑے سینے سے لگاتے ہوئے گمبھیر سرگوشی کی۔ کان کی لو سے مس ہوتے حشام کے ہونٹوں کے لمس پر حبہ جی جان سا کانپ اٹھی تھی۔۔

"مم۔۔ مسٹر حشام چینج کرنا ہے پلززز۔۔" حبہ کی پھسی پھسی آواز نکلی تھی۔ کچھ اور دیر اس پر حدت حصار میں قید رہتی تو شائد بیہوش ہو جاتی۔۔

"جائیں، میں منتظر ہوں ڈاکٹر۔ کل بھی تھا لیکن آپ دامن بچا گئیں۔۔" حشام جتاتا اسے آزاد کر گیا تھا۔ حبہ دور کر کبرڈ سے ہاتھ آیا ڈریس لیکر واش روم میں بند ہوئی تھی۔ اسکی

بدحواسی پر حشام نفی میں سر ہلا گیا تھا۔

"بزدل ڈاکٹر۔۔" حشام پردے سہی کرتا کھڑکی پاس کھڑا ہو کر آسمان پر ٹمٹمار ہے تاروں کا نظارہ کرتے ہوئے اپنے چاند کا انتظار کرنے لگا تھا۔ آدھے گھنٹے پر محیط انتظار آخر تمام ہو ہی گیا تھا۔ سادہ سوٹ میں گھبرائی گھبرائی سی حبہ واش روم سے برآمد ہوئی تھی۔۔

"ڈاکٹر رات دن خود کو عمر رسیدہ خاتون ثابت کرنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی رہتی ہیں۔ اور میری اتنی سی پیش قدمی سے طاری ہوئی لرزش آدھے گھنٹے بعد بھی جوں کی توں ہے۔۔" حشام بنا مڑے بھی حبہ کی حالت کا اندازہ لگاتا متاسف انداز میں بولا۔

حبہ رخ موڑ کر کھڑکی کے باہر دیکھ رہے حشام کی پشت کو گھورتی ثوبان کو پاس چلی آئی تھی۔

"اگر جو دوبارہ آپ نے مجھے عمر کا طعنہ دیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔" حبہ بہادری

دکھانے کیلئے بولی۔ ورنہ دل سوکھے پتے کی طرف کانپ رہا تھا۔

"مجال میری جو آپ کو طعنہ دے جاؤں، طعنہ تو آپ مجھے مارتی ہیں کم عمر ہونے کا۔۔" حشام اسکی کھوکھلے بہادری کے مظاہرے پر مسکراہٹ دباتا بیڈ پر حبہ کی جانب آکر بیٹھ گیا تھا۔

"ہمہ۔۔ہاں تو چھوٹے ہیں آپ مجھ سے غلط تو نہیں کہتی میں۔۔" حشام کے نظروں کے ارتکاز پر حبہ کی زبان لڑکھڑائی تھی۔۔

"جی الحمد للہ یہ بات مجھے حفظ ہے، لیکن کم بخت دل نے اس جواز کو خاطر میں نہیں لایا تو میری کیا غلطی۔۔" حشام سرد آہ خارج کرتا بے بسی سے بولا۔۔

"ہیں! کیا مطلب؟؟؟۔" حبہ ہونق پنے سے نہایت ہی غلط سوال کر گئی تھی۔ جس کا احساس اسے حشام کے جاندار قہقہے سے ہوا تھا۔اپنی بے اختیاری پر ملامت کرتی گردن

جھکا گئی تھی۔

"مطلب یہ جناب کی یہ جذبہ محبت دھرم، مذہب، ذات، فرقہ، دوست، دشمن، عمر جیسے عوامل کا فرق کہاں دیکھتا ہے، یہ تو دل دیکھتا ہے اور اسیر ہو جاتا ہے، یہ تو ایک جادو ہے جو کسی بھی خوش نصیب یا بد نصیب کو اپنے لپیٹ لیکر بے بس کر دیتا ہے، جادو بھی ایسا کی دم تعویز تک بے اثر، اثر تو ایسا کی پل میں انسان کا اپنا دل اسی سے بیگانہ ہو جاتا ہے، لمحوں میں بے رنگ دنیاں رنگین نظریں آنے لگتی ہے، پلک جھپکتے حاکم غلام کا چولہ اوڑھ لیتا ہے، جس طرح میری جان لینے کو تیار بھپڑی ہوئی شیرنی نے پہلی نظر میں مجھے اپنا اسیر بنالیا تھا۔۔" حشام اپنے شہ رگ کے نشان پر انگلی پھیرتا متبسم آواز میں بولا۔ حبہ نے چور نظروں سے حشام کے بے داغ گلے میں سیاہ لکیر کا نشان دیکھ لب چبا گئی۔۔

"بہت کتابی بتائیں کرتے ہیں آپ۔۔" حبہ طلسمی ماحول میں جکڑنے سے خود کو روکنے کیلئے ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے، اس لیے سوچ رہا ہوں خاموشی کو گفتگو کا موقع فراہم کر کے، ان دوریوں کی تھکن کو سمیٹ لوں۔۔" حشام انگلیاں چٹخا رہی حبہ کا ہاتھ تھامتا، جذبات سے بوجھل ہوتی آواز میں مخمور آنکھوں سے کسی اور ہی دنیاں کی سیر پر نکلنے کی گزارش کر رہا تھا۔۔

کوئی شام مجھ میں قیام کر
میرے رنگ روپ کو نکھار دے
جو گزر گئی سو گزر گئی
میری باقی عمر سنوار دے۔

"مم۔۔ مسٹر حشام شہزادے۔۔" حبہ وارفتگی سے حشام کو اپنے ایک ایک نقش کو حفظ کرتا دیکھ منمنائی۔

"وہ سکون سے سو رہے ہیں انہیں آپ ڈسٹرب نہیں کریں وہ آپ کو نہیں کریں

گے، آپ وہ کہیں جو میں سننے کا خواہش مند ہوں۔۔" حشام اسکے بھونڈے جواز پر گھور کر بولا۔ جس پر حبہ مدھم سا مسکراتی دھیمی آواز میں گویا ہوئی۔

"جانتے ہیں مسٹر حشام لوگ کہتے خوش نصیبی سے فلاں شخص ان کی مقدر میں لکھا گیا ہے، ڈاکٹر حبہ کا دل اعتراف کرتا ہے کی خوش نصیبی اسکے مقدر میں آپ کے وصیلے سے لکھی گئی ہے۔۔" حبہ نے ہولے سے حشام کی چوری ہتھیلی اپنے نازک ہاتھوں میں تھاما۔

" لوگ کسی خاص سے ملنے کیلئے بہار کا انتظار کرتے ہیں، مجھ بہار کی منتظر کی زندگی کا ہر موسم آپ کے دم سے ہے، آپ کے زندگی میں آنے کے بعد سے ہی میں نے موسم اور رنگوں کی خوبصورتی کو محسوس کیا ہے، آپ نے میری بے رنگ زندگی میں ہر رنگ بھرے چاہے وہ خوشیوں کے ہوں، اعتبار کے ہوں، رشتوں کے ہوں، جذبات کے ہوں یا محبت کے، آپ نے ڈاکٹر حبہ کو زندگی جینا سیکھایا ہے، آپ نے ہی مجھے زندگی کا معنٰی سمجھایا، بنا آپ کے اب میں کچھ بھی نہیں، بس آپ سے اتنی سی گزارش ہے موسم بدل جائے، وقت بدل جائے، بھلے ہی سارا زمانہ بدل جائے بس آپ نہ بدلنا اسی طرح

ہمیشہ مجھ پر اپنا مہربان سایہ بنائے رکھنا۔۔" حبہ عقیدت سے اسکی ہتھیلی پر اپنے لب رکھتی حشام کو معتبر کر گئی تھی۔ وہ تو چند اظہار کے الفاظ کا خواہش مند تھا، لیکن حبہ کے مہکتے لفظوں نے حشام کو اندر تک مسرور کر دیا۔

" کبھی نہیں ڈاکٹر، کبھی بھی نہیں، حشام انصار علی کا وعدہ ہے وہ ہر حال میں ڈاکٹر کا ہم قدم رہے گا۔۔" حشام اسے کھینچ کر اپنے اندر چھپاتا مخمور لہجے میں بولا۔ حبہ پر سکون سی اسکے حصار میں آنکھیں موند گئی تھی۔ گزری زندگی جیسی بھی تھی آنے والی زندگی حسین ہونے والی تھی، یہ احساس اسے ہمیشہ حشام کی موجودگی اور اس کے الفاظ دلاتے رہتے ہیں۔ جس پر یقین کرتے ہوئے بھی وہ انکاری تھی۔ لیکن آج انکار کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ یہ شخص اسے صندل کر گیا تھا۔

پھر وہ کیوں یاد رکھتی کی اس کے رگوں میں کس کا خون دوڑتا ہے جب مہکتی سانسوں میں کسی بہت خاص کی محبت کا بسیرا تھا، وہ کیوں تلخ حقیقت کے ایک پہلو کو سوچ کر خود کو کم تر گردانتی جب اس کا نصف بہتر اس کا ہمسفر اسے اپنے پاکیزہ محبت سے بلندیوں پر بیٹھا رہا

تھا۔اسے کیا غرض قسمت کے ایک سیاہ باب پر ماتم کرنے کی جب مقدر کا ستارہ خود اس کے سر پر تاج کی طرح جھلملاتا اسکی محبت کی داستان لکھ رہا تھا۔۔

۔علی ولا۔

نام ایک خطاب ہزار

خوشیوں کا گہوارہ۔

چاہتوں کا آشیانہ۔

کھلکھلاہٹوں کا مسکن۔

محبتتوں کا ڈیرہ۔

ہنسی اور اپنائیت کا ٹھکانہ۔

شوخی اور شرارتوں کا پٹارہ۔

اس ایک علی ولا کی در و دیوار میں ہر جزبے کا بسیرا تھا۔جس کی وجہ صرف ایک تھی "قدر"

ان درودیوار میں رہنے بسنے والی علی ولا کے مکیں رشتوں کی محبتوں کی اپنوں کی قدر کرنا جانتے تھے۔ یہاں خوشی یا غم فردی نہیں ہوتا ی تھی، خوشی میں سب کھلکھلاتے ساتھ تھے تو غم میں آنسوں بھی ساتھ ہی نکلتے تھے۔ مشکل میں پریشان ساتھ ہوتے تو خوشیوں میں پرجوش بھی اکٹھے ہوتے تھے۔ علی ولا کی مظبوط دیواریں یہاں رہنے والے مکینوں کے رشتوں کی مظبوطی کے آگے کچھ نہیں تھی۔ اسی لیئے تو علی ولا نے انہیں خود میں سمٹ کر جوڑ کر رکھا تھا۔

ولیمہ گزر گیا تھا۔ ایک ہفتے کی چھٹی کے بعد ارسلان نے واپس تھانے جانا شروع کردیا تھا۔ پرواز تو یوں بھی جاب پر واپسی کیلیئے پر تول رہی تھی۔ تو وہ بھی داابو سے اجازت طلب کر کے اپنی جاب شروع کرچکی تھی۔ اور آج اتوار کا دن تھا۔ اتوار کا دن ہمیشہ علی ولا میں بہار لیکر آتا تھا۔ لیکن آج کچھ زیادہ ہی رونقیں اتر آئی تھی۔ داابو اسٹڈی میں تھے اپنے تینوں سپوت کے ساتھ۔ اس لئے بڑے ہال میں ینگ جنریشن نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ فون کر کے ایمرجنسی میں بلائے گئے رافع کی آمد سے محفل اور مکمل ہوگئی تھی۔ خلاف عادت آج انور بھی مسکرا رہا تھا۔ سب وہیں تھے بس حشام اپنے شہزادے کے ساتھ غائب تھا۔۔

احان، دیبا، پرواز، حبہ ایک کیرم کے گرد بیٹھے تھے، جبکہ نشوہ، ارسلان، انور، رافع دوسرے کیرم کے گرد جمع تھے۔ دونوں طرف سے کھیلاڑیوں کے درمیان میں بیٹھی نوری تھالی کے بیگن کی طرح کبھی ادھر تو کبھی ادھر لڑک رہی تھی۔ کیونکہ نہ جگہ خالی تھی نہ محترمہ کو کھیلنا آتا تھا۔

''بھائی یہ حاشی بھائی کہاں غائب ہو گئے ہیں کہیں بھول کر محترم آفس تو نہیں نکل گئے، اب تو تیسرا راؤنڈ چل رہا ہے۔۔''کافی دیر انتظار کے بعد ارسلان نے خیال ظاہر کیا۔

''ہو بھی سکتا ہے اب سب تمہاری طرح کام چور تھوڑی ہوتے ہیں۔۔'' نشوہ سٹرائیکر سے بلیک کوئین کا نشانہ لیتی ہوئی بولی۔

''تمہیں کتنا اپنے کام سے عشق ہے یہ تمہارے مجازی خدا اچھے سے جانتے ہیں۔۔''ارسلان نشوہ کے عین مقابل بیٹھے رافع کی طرف اشارہ کرتا طنزیہ بولا۔اور

ردعمل کے طور پر نشوہ کی طرف سے موصول ہوئی گھوری پر رافع نے مسکراہٹ چھپائی۔

"اچھا میں انہیں دیکھ کر آتا ہیں کیوٹ بھابھی آپ تب تک میری طرف سے سبسٹیٹوٹ۔۔"ارسلان شرٹ جھاڑ کر کھڑا ہوا۔

"ہائے تھنکیو! تھنکیو بھائی۔۔"نوری چہکتی کھسک کر انور کے برابر میں بیٹھی تھی۔اس کے چہکنے پر ریڈ کوئین کا نشانہ لے رہے انور کا نشانہ چوک گیا تھا۔جس کا اسے کوئی غم نہیں تھا۔سٹرائیکر رافع کی طرف بڑھاتا۔وہ نظر نوری کے خوشی سے تمتماتے چہرے پر گاڑ گیا تھا۔

"اب یہ نہ کہنے لگ جایئے گا کی کھیلا تو ہاسٹل میں ڈال دونگا، ورنہ بتا رہی ہوں میں ابھی جا کر داابو سے شکایت لگا کے آؤں گی۔۔"نوری اسکے نظروں کے ارتکاز پر چھوٹی انگلی اٹھا کر دھمکاتے ہوئے بولی۔

"وہاں تو ایک سال بعد دا ابو خود آپ کو بھرتی کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" انور اپنی مظبوط شہادت کی انگلی سے اسکی انگلی نیچے کرتا معنٰی خیزی سے بولا۔ جو نوری کے خاک نہیں پڑا تھا۔

"ہیں! سچی؟؟؟ لیکن ایسا کیوں؟؟ میں نے نہیں جانا سنا ہے ہاسٹل وارڈن بڑے سخت جلاد قسم کے ہوتے ہیں رحم تو ہوتا ہی نہیں سونے تو دیتے ہی نہیں۔۔" نوری روہانسی ہوئی انور نے مشکل سے مسکراہٹ کو گھنی موںچھوں تلے دبایا تھا۔۔

"ہاں! اور یہاں کا نگران تو جلاد ہونے کے ساتھ کھڑوس اور اڑیل بھی ہو گا، رعب ڈالنے والا دھونس جمانے والا۔۔" انور نے اپنے خصوصیات گنوائے۔۔

"میں نہیں جارہی ایسے کسی ہاسٹل میں، انور آپ ہی کچھ کریں نہ آپی نے آپ کو میری ذمہ داری دی ہے آخر۔۔" نوری انور کا بازو تھامتی واسطے دینے لگی تھی۔ جب نشوہ اور رافع کے مشترکہ قہقہے نے دونوں کو ہوش میں لایا تھا۔۔

"ڈسٹرب کرنے کیلئے سوری لو برڈز، لیکن اتنا خوبصورت سین چھوڑ کر ہم گیم کی طرف دھیان دیتے تو ساری زندگی اپنی بسارت کو کوستے۔۔" نشوہ نے قہقہ لگاتے ہوئے کان کو ہاتھ لگایا۔۔ جس پر انور کھسیا کے سر کھجاتا واپس کیرم کی طرف متوجہ ہوا تھا۔نوری بھی منہ بسورتی اپنی باری کا انتظار کرنے لگی تھی۔

"میں ابھی آئی۔۔" حبہ ایک مسکراتی نظر سب پر ڈال کر اپنے مجازی خدا کی تلاش میں کچن کی طرف بڑھی۔اور کچن کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی سامنے کا منظر دیکھ حبہ کا من کیا اپنا سر پیٹ لے۔۔

"ثوبی میرے لال؛ میرے پیلے؛ میرے گلابی؛ میری کلر کی دکان میرے راج دلارے یہ تمہارے کھانے کی چیز ہے یار میری نہیں، برائے کرم مہربانی فرما کر تم ہی اسے ہضم کرو۔۔" حشام ثوبان کو چھوٹی سی مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف بڑھائے چمچے کو اسکے چھوٹے سے خرگوش کی طرح سامنے چمک رہے دو دانتوں والے منہ کی طرف کرتے

ہوئے منت بھرے انداز میں بولا۔ جس میں نجانے ثوبان صاحب کو کونسا لطیفہ نظر آیا تھا کی وہ کھلکھلاتے ہوئے چمچہ واپس حشام کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کرنے لگے۔

"یار ثوبی کسی اور وقت مذاق کر لو ابھی کھا لو ورنہ تمہاری کھڑوس؛لیڈی ہٹلر؛ جلاد؛سنگ دل؛ہاں ڈاکٹر بھی ماما آگئی تو مجھے نکمے؛ نکھوٹے؛ ناکارہ انسان کے خطاب سے نوازے بغیر نہیں جائے گی، نجانے کونسی تیز ترار چکی کی مرچ کھاتی ہے جب بھی گلابی لب ملتے ہیں ماشاءاللہ سے آگ ہی اگلتے ہیں، میری تو سمجھ نہیں آتا تمہاری ذرا زیادہ سی حسین مما کو اپنے اس بیش بہا حسن کے مالک مظلوم پلس معصوم شوہر پر رحم کیوں نہیں آتا، مجھ سے دس گنا زیادہ شیریں لہجے میں تو وہ واچ مین چچا سے بات کرتی ہے۔۔"موقع ملتے ہی حشام جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے ثوبان کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔ برے برے منہ بناتے ہوئے حشام کے دکھڑے سن رہا ثوبان درمیان میں سر بھی ہلا رہا تھا جیسے حشام کو کہ رہا ہو کی میں آپ غم خسار ہوں۔

"مسٹر حشام اتنے برے دن آگئے آپ کے کی میری چغلی آپ میرے بیٹے سے ہی

کر رہے ہیں، بہت افسوس ہوا جان کر۔۔" عقب سے آئی ڈاکٹر کی طنزیہ آواز پر حشام اپنی جگہ اچھل پڑا تھا۔

" حشام بیٹا جب بھی منہ کھولنا غلط وقت پر ہی کھولنا۔" ثوبان کو خوشی سے پیچھے کی جانب دیکھ کر تالیاں پیٹتا دیکھ چونک کر پلٹا۔اور سامنے ہی دروازے میں ڈاکٹرنی صاحبہ کو دونوں بازو سینے پر باندھے چوکھٹ سے ٹیک لگائے اپنی ازلی سنجیدگی کے ساتھ اپنے آپ کو گھورتا دیکھ حشام نے پیشانی مسلی تھی۔

"میری تعریف میں اتنے کم الفاظ کا زخیرہ ہے آپ کے پاس جان کر بہت افسوس ہوا۔اور رہی بات ثوبان کو کھلانے کی تو دیکھ کر ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے بچے کو آپ نہیں بچہ آپ کو کھلا رہا ہے۔" حبہ حشام کی وائٹ ٹی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ جس پر بب لگانے کی سخت ضرورت تھی۔

"ہاں تو میں نے بچوں کی پرورش میں ماسٹرز تھوڑی نا کیا ہے۔" حشام ٹشو سے اپنی شرٹ

صاف کرتے ہوئے منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔

"تو جو کام آپ کو آتا نہیں اس میں طبع آزمائی کرنے کی صلہ کس عظیم ہستی نے دیا ہے ؟" حبہ بب سے ثوبان کا چہرہ اور ہاتھ صاف کرتے ہوئے اسی کے انداز میں بولی۔ جس پر ثوبان صاحب نے ایک بار پھر تالیاں پیٹی تھی۔

"جس بچے کو خود بے بی سٹنگ کی ضرورت ہے وہ ایک بچے کی بے بی سٹنگ کر رہا ہے، کمال ہے ویسے۔۔" حشام کو ٹشو سے اپنا ٹی شرٹ چہرہ صاف کرتا دیکھ حبہ تاسف سے بولی۔

"بچہ تو اتنا ہی آپ کو احساس ہے تو اس بچے کی بے بی سٹنگ آپ کر لیں۔۔" حشام حبہ کے قریب جھک کر شرارتی مگر گمبھیر آواز میں بولا۔ جس پر حبہ کی دھڑکن منتشر ہوئی تھی اور ہاتھوں میں ہوئی لرزش سے چمچہ چھوٹ کر فرش پر گرا تھا۔

"چہ ! چہ ! ڈاکٹر میں تو آپ کو بہت بہادر سمجھتا تھا لیکن مجھے مسلسل مایوسی کا سامنہ کرنا پڑ رہا ہے۔۔" حشام اس کے نظر چرانے سے محظوظ ہوا۔

"آپ کچن میں آئے ہی کیوں تھے ؟ میں شہزادے کو خود کھلانے آ رہی تھی۔۔" حبہ ماحول کا اثر زائل کرنے کی ذرا تیز لہجے میں بولی۔۔

"پریکٹس کر رہا تھا ڈاکٹر، تاکے فیوچر میں جب کبھی آپ کی نائٹ ڈیوٹی ہو مجھے رت جگانہ کرنا پڑے۔۔" حشام معنٰی خیزی سے بولا۔۔

"اپنی فضول قسم کی پریکٹس کو یہیں روک دیں، کیونکہ شہزادے اب بڑے ہو رہے ہیں، میری نائٹ ڈیوٹی سے آپ کی نیند میں کسی قسم کا خلل نہیں پیدا ہو گا۔۔" حبہ لفظوں کی گہرائی میں اترے بغیر بولی۔

"تو میں کہاں شہزادے کی بات کر رہا ہوں، میں تو شہزادے کے آنے والے بھائی بہن کی

بات کر رہا ہوں، میری خواہش ہے شہزادے کیلیئے پہلے گڑیا آئے، پیاری سی مگر تھوڑی مغرور نک چڑی آپ جیسی۔۔۔" حشام نے گھمبیر لہجے میں اپنی ڈیمانڈ رکھی۔

"اہم ! اہم ! فیملی پلاننگ بعد میں کر لیجئے گا بھائی صاحب ابھی باہر لگی زبردست قسم کی محفل آپ دونوں کے بغیر ادھوری ہے۔۔" ارسلان کے گلا کھنگار کر دونوں کو شرمندہ کرنے پر دونوں ہوش میں آئے تھے۔۔

" ویسے پلاننگ اچھی ہے۔۔" ارسلان دونوں کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ مزید پھیلا۔ جس پر حشام اسے گھورتا اسکی گردن دبوچ کر باہر نکل گیا تھا۔

حبہ بھی دل سنبھالتی ثوبان کو اٹھائے باہر حال میں آئی تھی۔ جہاں کا خوشگوار ماحول کچھ اور خوشگوار ہو گیا تھا۔ کیرم سمیٹ دیا گیا تھا۔ اب سب ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے کسی موضوع پر بحث میں مصروف تھے۔ حبہ ہولے سے آکر دیبا کے پہلو میں ٹک گئی تھی۔ ثوبان صاحب نے محفل میں قدم رکھتے ہی صنف مخالف کی تمام تر توجہ اپنی جانب

کھینچ چکے تھے۔ صاحب بہادر نے جب توتلی زبان میں چند لفظ ادا کئے تو لڑکیوں کا بس نہیں چل رہا تھا کی اس خرگوش کے قربان جائیں۔ سب شہزادے ثوبان کے واری صدقے ایسے جا رہی تھی جیسے شہزادے کے منہ سے ہیرے جھڑ رہے ہوں۔۔

"میری تو سمجھ نہیں آرہا آخر اس ڈیڑھ فٹ کے شہزادے ثوبان عرف خرگوش میں ایسا کیا ہے جو ہم چھ فٹ کے ہینڈسم علی برادران میں نہیں، جب دیکھو ہماری بیویاں ان محترم صدقے واری جاتی ہیں، شریف شوہر صاحبان کی تو قدر ہی نہیں کسی کو۔۔" اپنے دشمن کی اس قدر پزیرائی پر ارسلان نے جل کر باآواز بلند احتجاج کیا۔ اس کی جلن سے وہاں موجود تمام نفوس محظوظ ہوئے تھے۔ البتہ ڈیڑھ فٹ کے دشمن نے دانت دکھا کر رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔۔

"کیوٹنیس! مسٹر جیلس انسپکٹر کیوٹنیس، ورنہ چھ فٹ ہائٹ، ستواں ناک اور سگریٹ کی بری لت سے پرپل عنابی لب اور گزارے لائق ہینڈسم تو جوانی میں کانسٹیبل غفور چچا بھی ہوا کرتے تھے۔۔" دل جلاتا جواب ارسلان کی ایک اور پیدائشی دشمن نشوہ کی طرف سے

آیا تھا۔

"یہ زیادتی ہے۔۔" رافع نے احتجاج بلند کیا۔ جس پر ارسلان نے بیل کی طرح سر ہلایا تھا۔۔ باقی سب اب بھی نوک جھونک سے لطف اندوز ہوتے مسکرا رہے تھے۔۔

"ٹھیک ہے تو ثابت کریں، ارسلان میں تمہیں ایک ٹاسک دیتی ہوں پورا کر لیا تو مان جاؤں گی ورنہ۔۔" نشوہ نے احسان کرنے کے انداز میں آنکھیں گھمائی۔۔

"اوئے ! چیزی برگر ثابت کرنے کی تو ضرورت نہیں لیکن بتاؤ ایسا کچھ نہیں جو ارسلان نہ کر سکے۔۔" ارسلان نشوہ کو نئے لقب سے نواز کر آستین چڑھاتا پرجوش سا اپنی جگہ کھڑا ہوا۔۔

"وہ تو ابھی پتا چل جائے گا جل ککڑے۔۔" نشوہ بھی کمر پر ہاتھ رکھتی مقابل آئی۔۔

"فرض کرو ارسلان کی تم لوفر ہو، وہ تو یوں بھی ہوں۔ لیکن ابھی کیلئے فرض کا لاحقہ لگا لیتے ہیں کی تم ایک لوفر ہو اور گلی سے گزرنے والی ہر محترمہ کے سنڈل کا نمبر معلوم کرنا تم پر فرض ہے، ایسے میں جرنسلٹ پرواز کا ادھر سے گزر ہوتا ہے تو بتاؤ تم عزت دار طریقے سے اپنی چھترول کیسے کرواؤ گے؟؟؟۔۔" نشوہ نے ہاتھ اٹھا کر بڑے انداز میں ٹاسک دیا تھا۔ جس پر سب کی بے ساختہ نظر چینجینگ نظروں سے ارسلان کو دیکھ رہی نشوہ پھر ارسلان پر گئی تھی۔

"اپنے لیول کا کام دیا ہے اس میں کیا مشکل ہے۔۔" ارسلان نے ناک سے مکھی اڑائی۔ پرواز کے تاثرات جانچے بغیر۔۔

"السلام علیکم محترمہ، آپ ماشاءاللہ سے بہت حسین ہیں۔ دراصل مجھے عزت دار محلے کی گلی نمبر تین میں دو کمرے پر مشتمل مکان کرائے پر لینے کیلئے ایک عدد تیز ترار، جھگڑاؤ، جنگلی بلی کی ضرورت ہے، کک۔۔ کہنے کا مقصد جزوقتی بیوی کی ضرورت ہے، کیا آپ اس سلسلے میں مجھ مظلوم لوفر کی مدد کرنا چاہیں گی؟؟؟؟۔" ارسلان گریبان

کے دوپٹن کھول کر دانت دکھاتا چھچھوڑے پن سے بولا۔اور دوسرے ہی پل پورا ہال قہقہ کی زد میں آگیا تھا۔

"شکریہ ! شکریہ۔شک۔۔"جھک کے چائنس روایت کے مطابق شکریہ ادا کر رہے ارسلان کی نظر خطرناک تیور لئے خود کو گھور رہی پرواز پر پڑی تو ساری شیخی ہوا ہوئی تھی۔سب نے مسکراہٹ روک کر ارسلان کی رونی شکل دیکھا۔جب فضا میں گانے کے بول گونجے تھے۔

Hot tere manner ni

Chhpate mere banner ni

Fashion to kardi jivain kylie janner ni

Ho munda thak da nahi kr kr ke

Ho munda thak da nahi kr kr ke

Teriyaan treefan

Ji kardan dila doon tenu burj khalifa..

"اب منہ کیا دیکھ رہے ہو بیوقوف مناؤ اپنی زوجہ کو اور آپ لوگ بھی ساتھ دیں یاران کا۔۔" نشوہ نے ہونق بنے کھڑے ارسلان کا ہاتھ پرواز کے ہاتھ میں دیا تھا۔اور باقی سب کو پکڑ پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔سب پہلے تو کچھ سمجھ ہی نہیں سکے تھے۔جب سمجھ آئی تو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے۔دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کئے کوئی نیا ہی ڈانس سٹیپ ایجاد کرنے کی کوشش میں بری طرح مگن ثوبان صاحب کے گرد چکر لگانے لگے تھے۔

"سوری شیرنی۔"ارسلان موقع کا فائدہ اٹھا کر سوری کر چکا تھا۔اب ہال میں گونج رہے قہقہوں اور تالیوں کی آواز میں گانے کے بول کہیں گم ہو گئے تھے۔لیکن ثوبان صاحب پرجوش سے چیخیں مارتے تھرک رہے تھے۔جب شور کی آواز پر اسٹڈی میں کسی اہم موضوع پر غور و فکر رہے دا ابو کے ہمراہ تینوں سینئر علی برادران باہر آئے تھے۔۔

"نہیں انصار علی،خوشیوں کے رنگوں کو بکھرنے دینا چاہئے ہم پھر کسی وقت اس موضوع

پر بات کر لیں گے۔۔"دا ابو انہیں روکنے آگے بڑھ رہے انصار صاحب کا بازو تھام کر مسکراتے لہجے میں بولے۔۔ہال میں ثوبان کے گرد کھلکھلاتے ان کے چمن کے پھول اور کچن کی دہلیز پر انہیں محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی چاروں خواتین۔دا ابو اپنے خوش حال آشیانے کی نظر بد سے حفاظت کی دعا کرتے واپس اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔۔

زندگی خوشی اور غم کے محور پر گردش کرتی ہے،اگر غم امتحان ہے تو خوشی انعام ہے،اگر زندگی میں برا وقت نہ آئے تو انسان خوشیوں کو محسوس نہیں کر پاتا۔خوشی کو پوری طرح محسوس کرنے کیلئے غم کے بادل کا آکر چھٹ جانا ضروری ہوتا ہے۔پھر یہ خوشی غم کے لمحے ہی تو ہوتے ہیں جب اپنے پرائے کی پہچان ہوتی ہے۔۔

علی ولا کے ہر مکیں کے زندگی میں آزمائش کا کڑا وقت آیا تھا۔لیکن وہ ثابت قدمی کا ثبوت دیتے،اپنوں کے سنگ اس امتحان میں کامیاب ہوئے تھے۔اور آج وہ وقت آیا تھا کی غم کے بادل کہیں دور منہ چھپائے انہیں اسی طرح مسکرانے کی دعا دے رہے تھے۔۔

برائی کا انجام ہمیشہ کی طرح برا ہی ہوا تھا۔ شاکا نے اپنی سزا خود چنی تھی۔ اور دولت کی لالچ میں رشتوں کو رسوا کرنے والا چوہدری اب جیل میں اپنے کیئے کا احتساب کر رہا تھا۔

--

"سوغات عشق "عشق کی سوغات "تحفہ "یہاں ہر کسی کو ان کے عشق جنون کا تحفہ ملا تھا۔ کمشنر اکبر نے اپنی وردی اپنے فرض سے عشق کیا تھا۔ جس کی سوغات میں انہیں برسوں بعد ان کا بیٹا ملا تھا۔ جس سے وہ مکمل ہو گئے تھے۔۔

حشام نے اپنے بھائی سے عشق کیا تھا جس کی سوغات میں اسے حبہ جیسی ہمسفر اور ثوبان جسا پیارا سا بیٹا ملا تھا۔ اور زندگی حسین ہو گئی تھی۔

حبہ نے اپنی زندگی کے واحد رشتے سے عشق کیا تھا جس کی سوغات میں اسے حشام جیسا محبت و عزت دینے والا ہمسفر اور ڈھیروں جان نچھاوڑ کرنے والے رشتے ملے تھے۔ جس اسکی ساری محرومی تشنگی مٹ گئی تھی۔

پرواز نے برائی سے نفرت کی تھی اور اپنے پروفیشن سے عشق، جس کی سوغات اسے ارسلان جیسے پیارے سے شخص کی صورت میں ملا تھا۔

غرض ہر کسی کو اسکے عشق کی سوغات توقع سے کہیں زیادہ خوبصورت ملا تھا۔ ہر انسان زندگی میں کسی نہ کسی سے عشق ضرور کرتا ہے ضروری نہیں کی وہ عشق کسی انسان سے ہی ہو۔ اور ہر کسی کو اپنے عشق کی سوغات ضرور ملتی ہے۔ بس ضرورت ہوتی ہے تو پرکھنے کی۔۔

۔۔۔ختم شدہ۔۔